

فتاویٰ امجدیہ

جلد سوم چہارم

تہذیب

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب عظمیٰ قدس سرہ العزیز

باقی

دارالرضا المصطفیٰ عظمیٰ خلیفہ نمبر مبین مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی

دارالعباس بلوچستان

مکتبہ رضویہ

آرام باغ روڈ کراچی

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

العلم خزان ومفاتيحها السؤال

فتاویٰ امجدیہ

(جلد سوم)

تصنیف

صدر شریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب عظمیٰ علیہ الرحمۃ الرضوا

(مصنف بہار شریعت)

تعلیق :- حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی - ترقیب :- حضرت مولانا عبد المنان صاحب کامی

باعتناء

قاری رضا المصطفیٰ اعظمی بن حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ

نَاشِرُ

آرام باغ روڈ، کراچی ۱۔

فون: ۲۱۶۸۸۹-۲۱۶۴۶۴

دارالعلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ ☆

جلہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب _____ فتاویٰ امجدیہ (جلد سوم)
 تصنیف _____ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی
 تعلیق _____ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی
 ترتیب _____ حضرت مولانا عبد المنان کلیمی
 پروف ریڈنگ _____ مولوی قمر الہدیٰ
 نور عالم
 مبشر رضا
 بار اول _____ ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء
 تعداد _____ ایک ہزار
 طباعت _____ سرید آرٹ پریس کراچی
 ناشر _____ دارالعلوم امجدیہ، امام باغ روڈ، کراچی
 قیمت _____

ملنے کے پتے

- (۱) _____ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد
 (۲) _____ شبیر برادرز، ۴۰ - اردو بازار - لاہور
 (۳) _____ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

ہم اپنی اس عظیم اشاعتی خدمت کو بطور

نَدْرَانِہٴ عَقِیدَت

اس ذاتِ گرامی کی بارگاہ اقدس میں پیش کرنی سعاد حاصل کرتے ہیں جنکو دنیا علم و سنیت

عمدۃ المتکامین ممتاز الفقہار محدث کبیر فاتح افریقہ جانشین حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہ العالی مہتمم جامعہ مجدیہ رضویہ مدینۃ العلماء گھوسی، ضلع منو (لوہی) الہند (۲۰۳-۵۷) کی حیثیت سے یاد کرتی ہے۔ اور

..... جن کے فیوض و برکات سے آج ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں اور اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

علامہ المصطفیٰ قادری _____ آلِ مصطفیٰ مصباحی



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقریظ جلیل

حدیث کبیر ممتاز الفقہاء علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بانی جامعہ

د شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور

”فتاویٰ رضویہ“ کے بعد ”فتاویٰ امجدیہ“ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالعموم فتاویٰ کی کتابیں معتد متون و شروح کے بعد شمار میں آتی ہیں۔ لیکن فتاویٰ رضویہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروح معتدہ میں شمار ہونے کی امید ظاہر فرمائی اور ویسا ہی ہوا اسی طرح دریائے رضویہ سے جاری ہونے والی ایک عظیم نہر فتاویٰ امجدیہ کیلئے یہی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سوالات مستفتی کے جوابات ہونے کی بنا پر ”فتاویٰ رضویہ“ وغیرہ کو فتاویٰ کہا جاتا ہے ورنہ اباحت اور تنقیح و ترجیح کے عمل کے پیش نظر شروح ہی کے زمرہ میں ان کا شمار ہونا ضروری ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے عہد مبارک میں افتار کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے تھے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے انھیں تفقہ کی امتیازی سند عطا فرمائی اور منصب قضا پر فائز کیا۔ مگر حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کے عہد مبارک کے اپنے فتاویٰ کی نقول جمع فرمانے کیلئے آپ کے کمال ادب کی بنا پر اعراض فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کی وفات شریف کے بعد، ۲۷ ربیع الاول ۱۲۴۲ھ سے آپ نے اپنے فتاویٰ کے جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہوئے فتاویٰ کی ایک جلد آپ کی حیات ہی میں کہیں ضائع ہو گئی تھی، اگر آج وہ فتاویٰ جن پر اعلیٰ حضرت نے تصدیق یا نظر ثانی فرمائی تھی، اور ضائع شدہ جلد کے مواد موجود ہوتے تو آج فتاویٰ امجدیہ کی ایک اور شان ہوتی۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تدریس کا کام بہت ہی اخلاص و دیانت اور کامل توجہ سے انجام دیتے تھے۔ علمائے راجن کی صفیں پیدا کرنا آپ ہی کا خاصہ تھا اور معتمد علمائے راجن کی فوج آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ راہ عمل اس قدر سنگلاخ اور حوصلہ شکن ہے کہ آج کل ہزاروں درسگاہوں کے ہوتے ہوئے بھی صدر الشریعہ کے حاشیہ بردار کی ایک نظیر بھی پیدا نہ ہو سکی

ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص اور صاحب فکر و تدبیر ہونے کی وجہ سے آپ پر امور مہمہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ جملہ معاصرین سے زائد تھا۔ اس کے باوجود بھی آپ کے علمی معمولات میں ذوق نہ ٹپتا۔ اسی لئے حضرت مولانا امجد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ صدر الشریعہ کاموں کی مشین ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ اپنے معمولات میں ذکر و فکر نیز اشغالِ اربابِ طریقت کو بھی شامل رکھتے تھے! اصلاحِ عوام کی طرف بھی متوجہ رہتے تھے مسائل شرعیہ پر عمل یا تبلیغ کرنے میں کبھی کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرتے جس کی وجہ عوام و خواص سب پر آپ کی ہیبت طاری رہتی۔ آپ کی سادگی سے رعشایں بھلکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے بعد جملہ معاصرین میں آپ کی عبقری شخصیت کو مرکزیت حاصل تھی۔

آپ مستند طبیب عازق صاحب دست شفا تھے۔ مختصر عرصہ تک مطب کیا پھر دینی امور کے بجوم کے سبب مطب چھوڑ دیا۔ گھر کے مریضوں کی تشخیص کا موقع بھی نہ ملتا تھا۔ مگر جب کوئی مریض علاج کو تنگ آجاتا تو زبانی طور پر دوا دینا پسوں سے تیار ہر دوا نسخہ بتا دیتے اور بفضلہ تعالیٰ اسی سے شفا ہو جاتی۔ میں جب یہ سوچتا ہوں کہ گونا گوں ذمہ داریوں اور کثرت مشاغل کے بعد آپ کو فتویٰ نویسی کا موقع ہی کب ملتا ہو گا اور فتاویٰ امجدیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اس قدر رفیقہ خیز، بصیرت انگیز، فتاویٰ مدت العمر محنت و جانفشانی کے بعد بھی آسانی سے نہیں لکھے جاسکتے۔ اس لئے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی صلاحیتیں خدا داد تھیں۔ اور دینی خدمات میں بے مثال کامیابی بھی ایک عطیہ الہی تھا۔ پھر اعلیٰ حضرت کی توجہ خاص سے نے آپ کو آپ کے معاصرین میں علم و فضل کا گوہر بیکتا بنا دیا۔

اس وقت بحمدہ تعالیٰ فتاویٰ امجدیہ کی جلد ثالث آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے۔ ہمیں اس پر بے پناہ مسرت ہے۔ اپنے عنفوان شباب میں "فتاویٰ امجدیہ" اور حواشی طحاوی شریف پر کام شروع کیا تھا لیکن درس گاہی ذمہ داریوں اور مجلسوں کی کثرت کی وجہ سے تسلسل نہ رہا۔ اور جو کچھ کیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا۔ انخطاط عمر کے ساتھ اب سفر کی مقدار بھی بڑھتی جا رہی ہے، اس لئے یہ ذمہ داری فاضل نوجوان مولانا آل مصطفیٰ صاحب کو سونپ دی گئی۔ بفضلہ تعالیٰ پوری عرق ریزی کے ساتھ انھوں نے اپنی ذمہ داری نبھائی۔ رب قدیر انھیں سعادت دارین سے نوازے۔

کتاب کی تصحیح و تہذیب میں پوری احتیاط برتی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو اسے ہماری کوتاہی قرار دیں حضور اللہ ربیعہ کی شخصیت اس سے پاک ہے۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ
۲ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیغام

فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی
سرپرست مجلس شرعی و صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الحمد لله والصلوة والسلام على حبيبہ و آلہ و صحبہ

قانونی امجدیہ کی دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں پہلی جلد جولائی ۱۹۷۹ء میں
چھپی اور دوسری جلد تین سال نو مہینے کے بعد اپریل ۱۹۸۳ء میں چھپی۔ اللہ کا شکر ہے کہ دونوں جلدیں
چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں۔ بلکہ یہ دونوں جلدیں پاکستان میں بھی چھپیں اور ہاتھوں ہاتھ نکل
گئیں۔ یہ دونوں جلدیں جناب مولانا مفتی عبدالمنان صاحب کلیمی زید مجدہ مفتی شہر مراد آباد کی خواہش
پر میری نظر ثانی اور تعلیق کے ساتھ چھپیں پہلی جلد کی طباعت و اشاعت کا سہرا بھی مفتی صاحب
موصوف ہی کے سر ہے۔ البتہ دوسری جلد کی طباعت جناب مولانا علامہ المصطفیٰ صاحب ناظم
جامعہ امجدیہ گھوسی کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے اور اب بارہ سال آٹھ مہینے کے بعد تیسری جلد
پریس جا رہی ہے اس تاخیر کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسودہ پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں ملتا
تھا میں نزہتہ القاری کی تالیف میں پھنس گیا تھا لیکن ادھر آکر جناب مولانا مفتی آل مصطفیٰ
صاحب مفتی و مدرس جامعہ امجدیہ گھوسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس پر نظر ثانی کریں اور جہاں مناسب
بکھیں حواشی لکھ دیں ان حواشی میں سے کچھ کو میں نے سن لیا ہے اور کچھ کو محدث کبیر حضرت علامہ
منیار المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے دیکھ لیا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چین بہار تُو ز داماں گلہ دارد
مجھے پینے دے پینے دے کہ تیرے جامِ العلیں میں : ابھی کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور ہے

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بلا واسطہ اکتساب فیض کرنے والوں میں حضرت صدر الشریعہ کا درجہ سب سے آگے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جب یہ ضرورت محسوس کی کہ پورے ہندوستان کا کوئی قاضی مقرر کیا جائے۔ تو نظر انتخاب حضرت صدر الشریعہ پر پڑی اور انھیں کو پورے ملک کا قاضی بنایا۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے خود آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے یہ مولوی امجد علی خاں میں زیادہ پائے گئے۔ نیز اہم موقعوں پر آپ کو مخالفین سے مناظرہ کرنے کیلئے بھیجا کرتے تھے۔ رنگون سے اطلاع آئی کہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی رنگون آئے ہوئے ہیں ان کی تقریریں ہو رہی ہیں۔ استدعا کی گئی تھی کہ ان سے مناظرہ کرنے کیلئے کسی کو بھیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صدر الشریعہ کو بھیجا۔ آپ کا علمی رعب تھانوی صاحب پر اتنا تھا کہ حضرت صدر الشریعہ کی آمد کی خبر سنتے ہی تھانوی صاحب رنگون سے کلکتہ چلے آئے اور جب حضرت صدر الشریعہ رنگون سے کلکتہ آئے تو یہ انے وطن تھا نہ بھون واپس ہو گئے۔ **بِغِيَاثِ اللَّهِ الْمُنِيرِ الْقِتَالِ**۔ ہندوستان میں جب خلافت کمیٹی کا بھوت ہر مسلمان پر سوار تھا اور خلافت کمیٹی کے تمام لیڈر مسٹر گاندھی کے بندہ بے دام بنے ہوئے تھے۔ خلافت کمیٹی کے لیڈر اتنے اندھے

بہرے ہو گئے تھے کہ گاندھی کو مذکر من اشراور نبی بالقوہ تک کہہ دیا حتیٰ کہ فرنگی محل کے بقیۃ السلف جناب مولانا عبدالباری صاحب نے گاندھی کے بارے میں کہہ دیا کہ میرا حال تو اس شعر کے مطابق ہے

عمرے کہ بایات و اماریت گذشت رفتی و نثار بہت پرستی کردی

صرف ایک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات تھی جو ان فتنوں پر دار و گیر کر رہی تھی۔

خلافت کمیٹی کے ارباب حل و عقد نے بریلی میں خلافت کمیٹی کا بہت بڑا جلسہ رکھا اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کو بھی مدعو کیا حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب پہلے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسہ میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ضرور جائیے اور ساتھ میں مولوی امجد علی صاحب و مولوی نعیم الدین اور مولوی برہان الحق وغیرہ کو بھی لیتے جائیے۔ اس موقع پر صدر الشریعہ نے ستر سوالات مرتب فرمائے تھے۔ ان سوالات کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ دینی بصیرت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ سیاسی معلومات بھی کم نہیں تھیں۔

آپ بھی ایک سوال سن لیجئے۔

مطربوا الکلام آزاد سے پوچھا گیا تھا کہ اگر آپ لوگوں کو سوراج مل جائے گا تو آپ تنہا اپنی حکومت بنائیں گے؟ یا اپنے ہندو بھائیوں کو لیکر بنائیں گے؟ تنہا آپ کی حکومت آپ کے ہندو بھائی کب گوارہ کریں گے؟ لا محالہ حکومت مخلوط ہوگی اور فیصلہ ووٹ پر ہوگا اکثریت ان کی ہے لہذا وہ جو چاہیں گے کریں گے، احکام کفر کا نفاذ کریں گے اور آپ کچھ نہ کر پائیں گے یا یہ کہ آپ ایسا کریں گے کہ ہندوستان کا ہزارہ کرائیں گے اقل قلیل پکا اور اکثر حصہ ان کا۔ جو اقل قلیل آپ کا ہوگا اس کے بارے میں میں ابھی کچھ نہیں کہتا۔ وقت آئے گا تو آپ بھی دیکھیں گے دنیا بھی دیکھے گی۔ اور جو اثر ان کا ہوگا وہاں احکام کفر آپ کو مرضی سے جاری کئے جائیں گے۔ کیونکہ آپ نے اپنی مرضی سے ان کو دیا ہے۔ پھر وہاں مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

ناظرین غور کریں۔ آج ہندوستان پاکستان میں جو کچھ سو رہا ہے وہ اس متن کی شرح نہیں ہے؟ یہ سوالات جب سٹر ابو الکلام کو دیتے گئے تو ان کے ہوش گم ہو گئے ان کو ٹرہنے کے بعد جاتے جاتے یہ کہہ گئے کہ ہم ایسی غلطی کیوں کرتے ہیں جس پر اعتراض کا موقع ملے۔

پھلی بازار کانپور کی مسجد کا سنگامہ رونما ہوا مسٹن روڈ کو سیدھی اور وسیع کرنے کے لئے مندر کو بجا کر مسجد کو ڈھانے کا حکم حکومت نے دیدیا۔ مسلمانوں نے مزاحمت کی تو ان پر گولیاں برس کر منتشر کر دیا گیا۔ لیکن جب پورے ملک کے مسلمان کفن بردوش ہو کر میدان میں آنے کیلئے تیار ہو گئے تو حکومت نے معاملہ ثالث کے سپرد کیا مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی ثالث بناتے گئے انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیچے سڑک رہے اور گورنمنٹ اوپر چھت ڈال دے۔ اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آبانۃ التواری فی مصالحتہ عبدالباری“ لکھا جس میں دلائل شرعیہ سے ثابت فرمایا کہ یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہے جو جگہ مسجد ہو گئی تحت الشری سے لیکر بیت المعمور تک مسجد ہے۔ اور حضرت صدر الشریعہ نے ان کی مصالحت کے رد میں ”قامع الواہیات لجامع الجہتیا“ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ اس حصہ میں مطبوع ہے۔ ناظرین مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کتنی دقیق اور معلومات کتنی وسیع اور گرفت کتنی سخت ہے۔ اس وقت سوانح لکھنا مقصود نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے تبحر علمی کا تھوڑا سا جلوہ دکھانا مقصود ہے۔ فتاویٰ کی جلدیں آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ پڑھ کر آپ خود میرے حرف و حرف کی تصدیق کریں گے۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میرے مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ کے فتاویٰ کی تیسری جلد شائع ہو رہی ہے حضرت کے جتنے فتاویٰ رجسٹر میں درج تھے سب میں نے حرف بہ حرف پڑھ کر حضرت کو سنایا ہے اور حضرت کے فرمان کے مطابق ہر مسئلہ پر کتاب و باب لکھ دیا تھا۔ اب اسے بڑی عرق ریزی سے اور جانفشانی سے جناب

مولانا مفتی آل مصطفیٰ سلمہ چھپوارہ ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ عزیز سعید جناب مولانا علامہ المصطفیٰ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ اصل میں یہ سب کچھ انھیں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل ان دونوں عزیزوں کو دارین میں اسکا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ضروری تصحیح

۱۔ فتاویٰ امجدیہ کے صفحہ ۴ پر تعلق میں مکوک کی مقدار فتاویٰ رضویہ جلد اول کے حوالے سے دیکھ صاع لکھی ہوئی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک قول یہی ہے اور یہی پہلے ہے مگر چند سطر بعد یہ ہے کہ رائج یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مراد ہے۔ جیسا کہ خود انھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے۔ اور مذہب چوتھائی صاع کو کہتے ہیں جیسا کہ خود فتاویٰ رضویہ میں اس مسئلہ کے شروع میں ہے۔ "صاع ایک پیمانہ ہے چار مد کا"۔ ناظرین اس کی تصحیح کریں۔

۲۔ فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۵ پر یہ مسئلہ مذکور ہے۔ "عورتوں کو بھی سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں لگانا چاہئے" اس حکم میں عورتوں کا استثناء میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صراحتاً عورتوں کا استثناء نہیں مذکور نہیں۔ لیکن عورتوں کے سجدہ کی جو خصوصیتیں ذکر کی گئی ہیں ان سے ان کا استثناء ظاہر ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۸۳ پر ہے۔ "عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملائے اور پیٹ، ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے، عالمگیری وغیرہ۔"

جب عورت کیلئے ضروری ہوا۔ کہ سجدے میں پنڈلیاں زمین سے ملائے تو پھر یہ ممکن نہیں کہ اس کے انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگیں اور ان کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ کیونکہ اس کے ضروری ہوگا کہ دونوں پاؤں کھڑا کرے۔ اور دونوں پاؤں کھڑا کرنے کے بعد پنڈلیاں زمین سے لگی ہوئی نہیں رہیں گی۔ اس لئے اس مسئلہ سے ظاہر ہو گیا کہ عورتیں حکم مذکور سے مستثنیٰ ہیں۔

محمد شریف الحق امجدی

۱۲ رجب ۱۴۱۶
۶ دسمبر ۱۹۹۵ء

تقدیم

حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب مصباحی

استاذ جامعہ مجددیہ رضویہ گھوسی

بِسْمِہِ تَعَالٰی وَحْدَہِ

چودھویں صدی ہجری کے نصف اخیر کے بعد ارباب فکر و فن اور اصحاب علم و قلم نے جب بھی مدینۃ العلماء گھوسی کی علمی و فنی قدروں کا جائزہ لیا ہے۔ تو فقیہ عظیم سند حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ایک متجرب عالم اور عظیم الشان فقیہ کی حیثیت سے ضرور ابھر کر سامنے آئی ہے۔ یوں۔ تو ان کے صحیفہ حیات کے تمام تر ابواب تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ لیکن۔ ان کا باب تفقہ تاریخی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایسی غیر معمولی کشش اور ندرت رکھتا ہے جسے دیکھ کر ارباب علم و نظریہ ان و مشتدر رہ جاتے ہیں اور انھیں یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ یقیناً "فقیہ عظیم ہند"۔ اور۔ "صدر الشریعہ" تھے۔

ماضی قریب میں دبستان فقہ کے جن اساطین نے فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں گرانقدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے۔ کہ۔ برصغیر میں تصرفہ کے درویش کو قائم و مستحکم رکھنے میں جن شخصیتوں نے اہم رول ادا کیا ہے، ان میں مجدد دین و ملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد انھیں کی بارگاہ علم و فن کے تربیت یافتہ فقیہ عظیم ہند "علامہ حکیم امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ تقریباً پورے عالم اسلام میں ان کی ناقابل فراموش فقہی یادگار

کو تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اسے پڑھا جاتا اور اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی فقہیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی وضاحت مناسب سمجھتا ہوں کہ فقہ کس چیز کا نام ہے؟ اور ایک فقیہہ کے لئے کس اتقان و استحضار علمی و فنی استعداد و مہارت۔ اور وسیع النظری و ثروت نگاہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں حضرت صدر الشریعہ کی فقہیت کو سمجھا جاسکے اس تعلق سے اپنوں اور غیروں کے مسلم فقیہہ مجددین و ملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے الفاظ میں فقہ کی جامع تشریح ملاحظہ فرمائیے: آپ اپنے رسالہ "ابانۃ المتواری فی مصالحتہ علیہ الباری" میں رقم فرماتے ہیں:-

”فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہ تکلم و طرق تفہیم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و انراط و فرق روایات ظاہرہ و نادیرہ و تمیز درایات غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہوم و صریح و محمل و قول بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزن الفاظ مفتین و سیر مراتب ناقلین و عرف عام و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفسد مفسدین و علم وجوہ تخریج و اسباب ترجیح و مناسج توفیق و مدارک تطبیق و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارع مقصود و جمع کلام و نقد مرام و فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام و اطلاع عام و نظر دقیق و فکر عمیق و طول خدمت علم و ممارست فن و تیقظ دانی و ذہن صافی معتمد تحقیق مؤید توفیق کا کام ہے اور حقیقتاً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل محض کرم اپنے بندہ کے

قلب میں لقا فرماتا ہے وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم“ ۱۷

فقہ و افتاء کے اصول کی روشنی میں اگر مذکورہ بالا اقتباس کی توضیح و تشریح کی جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ علم فقہ اپنے اندر بے پناہ گہرائی و گہرائی اور وسعت و جامعیت رکھتا ہے۔ ہر کس و ناکس کا کام نہیں کہ وہ فقیہ بن جائے۔۔۔ فقیہ ہونے کے لئے مذکورہ بالا تیش بنیادی امور سے کما حقہ واقفیت ضروری ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ اشعر عز وجل کے فضل و کرم سے ہے۔ اشعر عز وجل جس بندہ پر اپنا خاص فضل فرماتا ہے، اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ من یرد اللہ بہا خیرا یفقہہ فی الدین جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

ایک طرف امام اہلسنت کا مذکورہ بالا اقتباس سامنے رکھتے۔ دوسری طرف حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقاہت کے تعلق سے مجدد موصوف کا یہ ارشاد و تائید بھی خطہ قرآنی

آپ یہاں کے موجودین میں نفقہ جس کا نام ہے، وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفعا رسنا یا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔“ ۱۸

نکتہ رس اہل علم اگر فقہی و اصولی رخ سے ان دونوں اقتباسات پر غور و فکر فرمائیں تو حضرت صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت کا بھرپور اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہیں تک محدود نہیں۔ بلکہ۔۔۔ مجدد اعظم کا موصوف کو منصب قضا پر مامور فرمانا اور آپ کے فیصلے کو ایک قاضی اسلام کے فیصلے کی حیثیت دینا اس پرستزاد ہے۔ ہزار ہا دینی مشغولیات، کے باوجود سترہ جلدوں پر مشتمل (فقہی انسائیکلو پیڈیا) بہار شریعت، کم و بیش ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ

”نقادِ اجدیہ“۔ مسجد کا پورے متعلق عربی رسالہ ”قامع الواہیات من جامع الجزئیات“ تحریک خلافت اور ترک موالات کے موضوع پر ”اتمام حجت تامہ“ وغیرہ کتب و رسائل ان کے تجر علمی ”وسعت نظری اور فقہی مہارت و مہارت پر شاہد عدل ہیں۔

موصوف کے دیگر علمی و دینی کارنامے بھی بڑی تفصیل کے طالب ہیں۔ اختصار کے ساتھ پورے سمجھئے۔ کہ۔ علم و فن کے اس تاجدار نے اپنی پوری زندگی علوم اسلامیہ کی ترویج میں صرف کر دی ہے۔ اور سیکڑوں افراد و اشخاص کو علم و یقین سے آراستہ کر کے خدمت دین جیسے پاکیزہ کاریں مصروف فرما دیا ہے۔ فقہ و قانون کی روشنی میں نقادوں کو صاف کرنا اور مسند تدریس پر جلوہ گر ہو کر تلامذہ کو درمذہبیت سے آشنا کرنا۔ ان کی زندگی کا ایک حصہ تھا۔ ان کے علاوہ ایسے گرانقدر کارنامے بھی موصوف کی زندگی میں ملتے ہیں جو ایک عامی یا سرسری نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں بھلے ہی غیر اہم ہوں لیکن درحقیقت تصنیف و تالیف جیسی اہم خدمات سے وہ کم نہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے اپنی تمام تر مصروفیتوں کے باوجود بہت سے ایسے گرانقدر دینی و علمی رسائل اپنے اہتمام میں شائع کئے ہیں جو قوم و ملت کے لئے سرمایہ انتخار ہیں۔ خصوصاً مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے کتب و رسائل کی اشاعت کا آپ کے اندر غیر معمولی جذبہ و ولولہ تھا۔ خود فقیر کی نظر سے تیس ایسے کتب و رسائل گزرے ہیں جن کو حضور صدر الشریعہ نے اپنے اہتمام میں شائع کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر موصوف کی نظر اس بنیادی کام کی طرف نہ گئی ہوتی تو امام اہلسنت کے بعض دیگر رسائل کی طرح یہ رسائل بھی یا تو دیمک کی نذر ہو چکے ہوتے۔ یا۔ پھر خزاں کا دست ستم انھیں اپنے شکنجہ میں لے چکا ہوتا۔

ان اہم مصروفیات و مشغولیات کے باوجود نقادوں کی کتب تحریر فرماتے؟ کہنا مشکل ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ جب اشعر و جل کسی بندہ سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے وقت میں برکت کے ساتھ اسباب و وسائل بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

ان زندہ جاوید کا ناموں اور ناقابل فراموش یادگاروں کی وجہ سے مجھے یہ کہنے میں مطلقاً تامل نہیں۔ کہ۔ اگر مستقبل میں کسی مورخ نے برصغیر کے خادمانِ فقہ و حدیث کی کوئی تاریخ مرتب کی۔ تو۔ حضرت صدر الشریعہ سے صرف نظر کر کے وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے گا۔ بصورت دیگر اس کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکے گی۔ حضرت ممدوح کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے؟ آپ کے کتنے فتاویٰ تحریر فرمائے؟ اس کے اجمالی جواب کے لئے موصوف کے جانشین، استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مظللہ العالی کا یہ بیان پڑھئے۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے، کسی کو معلوم نہیں۔ زیادہ تر آپ کی فرصت کے اوقات بھی علمی سوال و جواب اور دینی تربیت ہی میں صرف ہوتے، روزانہ زبانی طور پر پوچھا سوں مسائل عوام و خواص معلوم کرتے تھے لیکن کسی نے ان کو قلمبند کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ورنہ ہمارے پاس دینی معلومات کا شاندار ذخیرہ ہوتا۔ تحریری فتاویٰ کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے فتاویٰ کی جو نقول ہیں وہ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے شروع ہوتی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتاء پر جو کچھ کارنامے انجام دیئے ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بنا پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار نہ ہو سکیں۔ یعنی ہمارے پاس ”فتاویٰ امجدیہ“ کی جو نقول ہیں انھیں حضرت صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ کسی طرح نہیں قرار دیا جاسکتا۔“

اس ناقابل تردید انکشاف کے بعد افسوس اور مایوسی کے بلے جاذبات کے ساتھ دل کی یہ حسرت زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ اے کاش! فقہ و افتاء کے اس

ماہر اور علوم و معارف کے اس حامل و امین کے تمام فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہوتا ہے۔ تو یقیناً اہل علم خصوصاً ارباب افتاء کے لئے عظیم سرمایہ ہوتا ہے۔ پھر۔۔۔ بھی آپ کے فتاویٰ کا وہ حصہ جو دست برد زمانہ سے محفوظ رہ سکا تھا۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۴۹ء اور دوسری جلد ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے۔ اور۔۔۔ اب تقریباً تیرہ سال اس کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

فتاویٰ امجدیہ سوم کی ترتیب و تعلیق فتاویٰ کی ترتیب و تعلیق کا کام بظاہر سنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن۔۔۔ درحقیقت یہ

کتنا مشکل کام ہے؟ اور کتنی محنت و کاوش کا طالب ہے؟ کچھ وہی محسوس کر سکتے ہیں جو اس راہ کے آشنا ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی اور فیروزمندی ہے کہ استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم نے یہ کام میرے سپرد فرمایا۔ اپنی علمی کم مائیگی کی بنا پر اس عظیم کام کی عہدیہ میں اپنے اندر نہیں پاتا تھا۔ لیکن۔۔۔ حضرت صدر الشریعہ کے علمی فیوض کا ایک ادنیٰ خوشہ چیں ہونے کے ناطے مجھے یہ اطمینان ضرور تھا۔ کہ۔۔۔ جو ذات اپنی ظاہری و باطنی زندگی میں ہزاروں افراد کو اپنے فیوض و برکات اور علم و یقین کے چشمے سے سیراب کرتی رہی۔ وہ۔۔۔ اپنے در کے ایک غلام اور عقیدت کیش کو اپنے علمی و روحانی فیوض سے کیوں کر محروم کرے گی؟ اسی غیر متزلزل یقین نے مجھے حوصلہ بخشا۔ اور میں نے کام شروع کر دیا۔ بظاہر مصروفیات بہت تھیں، درس و تدریس کی ذمہ داری، دارالافتاء میں آنے والے استفتوں کے جوابات، فقہی و غیر فقہی سیمیناروں میں مقالوں کے ساتھ شرکت اور دیگر خارجی امور۔ انھیں مصروفیتوں سے وقت نکال کر فتاویٰ امجدیہ کا کام کرتا۔ کرمی حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی نے چوں کہ اس کام میں بیضہ کر دیا تھا۔ اس لئے بہت حد تک آسانی پیدا ہو گئی۔ سب سے پہلے بیضہ کا اصل مسودہ سے مقابلہ کیا۔ پھر۔۔۔ فقہی عبارتوں اور حدیثوں کی تخریج کا کام شروع کیا۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ عبارتوں اور حدیثوں کا اصل کتاب سے مقابلہ کر لیا جائے۔ تاکہ۔۔۔ نقل میں جو غامی یا غلطی رہ گئی ہے وہ دور ہو جائے۔ چند ابواب تک یہ کام پابندی سے ہوا۔ لیکن۔۔۔ وقت کی

قلب دامن گیر تھی۔ اور۔ تخریج میں وقت کا صرفہ زیادہ۔ اس لئے بعد کے ابواب میں صرف ضروری حد تک حوالہ جات پر اکتفا کیا۔ جہاں جہاں مناسب سمجھا ماشیہ لکھا۔ اور اپنے دو کرم فرما اساتذہ (فقیر عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ اجدی، اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہما العالی) سے ان کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام لیا۔ فتاویٰ کی مستقل کتابت کے لئے کاتب تلاش کیا گیا۔ مگر۔ گھوسی کے قرب و جوار کا کوئی کاتب تیار نہ ہوا۔ دیو ریا کے ایک کاتب سے مستقل کتابت کے لئے بات چیت کی۔ مگر صرف "کتاب الوقف" کی کتابت کر کے وہ ایک ہفتہ کی فرصت لے کر گھر گیا۔ تو سال بھر سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی آج تک وہ لاپتہ ہی رہا۔ کچھ دنوں تک کتابت کا کام بند رہا۔ پھر۔ ادری کے رہنے والے ایک دیوبند نو آموز کاتب سے مستقل کتابت کے لئے معاملہ طے ہوا۔ کام تو اس نے تسلسل کے ساتھ کیا۔ مگر اپنی فکری و اعتقادی عصبیت کی بنا پر ان فتاویٰ کی کتابت کا کام روک دیا جو دیوبندی و بابی مکتب فکر سے متعلق تھے، پھر ادری ہی کے ایک سنی کاتب سے رابطہ کر کے ان فتاویٰ کی کتابت مکمل کروائی۔ بالآخر گونا گوں دشواریوں کے بعد سال رواں وسط شعبان تک فتاویٰ کی کتابت کا کام مکمل ہو گیا۔ پروف ریڈنگ بھی خود ہی کرنی پڑی۔ کتابت میں کافی غلطیاں تھیں۔ جن کی تصحیح میں خاصہ وقت صرف ہوا۔ بہر صورت کتاب رمضان ہی میں پسین بھینی تھی۔ مگر۔ فہرست کا کام باقی رہ گیا تھا۔ ادھر رمضان کی تعطیل ہو گئی۔ ارادہ تھا کہ تعطیل کلاں میں کچھ دنوں مدرسہ رہ کر کام مکمل کر دوں لیکن کچھ اہم ضرورتوں اور مجبوریوں کے تحت تمام کاغذات لے کر گھر آ گیا۔ خداوند کریم کے فضل سے کام تو پورا ہو گیا۔ مگر دشواری زیادہ ہوتی۔ کیونکہ میرا گھر کٹیہار کے ایک ایسے دیہی علاقے میں واقع ہے جہاں بجلی کا کوئی نظم نہیں۔ اور دیگر سہولیات بھی کم میسر۔ ابواب کی ترتیب فقہی لحاظ رکھا گیا ہے۔ البتہ کتابت کی غلطی سے بعض کم مسائل والے ابواب میں ترتیب قدرے بدل گئی ہے۔ دشواری کی وجہ سے اسے اپنی حالت پر باقی رکھا گیا ہے۔ بہر حال ان دشواریوں سے گزر کر

کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ پھر بھی اگر کہیں کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو۔ تو۔ وہ یا تو کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ یا میری علمی کم مائیگی کا۔ حضرت صدر الشریعہ کا دامن اس سے بے غبار ہے۔ غلطی نظر آئے تو آپ مجھے مطلع فرمائیں۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا۔

سجلد میں کتاب الوقف " سے لیکر کتاب الفرائض " تک چھوٹے بڑے چوبیس ابواب ہیں۔ جو تین سو نو اسی صفحات پر مشتمل ہیں۔ کتاب الوقف " کے ساتھ رسالہ قانع الواسطیٰ من جامع الحجزیات " بھی شامل اشاعت ہے۔ یہ رسالہ " ابانۃ المتواری فی مصالحتہ عبدالباری " کے ساتھ ۱۳۲۱ھ میں طبع ہو چکا تھا۔ ارادہ تھا کہ رسالہ کا اردو ترجمہ یا خلاصہ تحریر کر دیا جائے مگر وقت کی کمی کی وجہ سے یہ کام نامکمل رہا۔ ہر باب سے متعلق قنادی آپ پڑھتے جائے اور فقیہ اعظم ہند کی جودت فکر و نظر، تحقیق و تدقیق اور فقیہ باریکیوں کا نظارہ کرتے جائے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ذیل میں صرف ایک نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مولوی عبدالغظیم صاحب نے ۱۳۵۰ھ میں ایک استفتاء حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس میں موصوف نے فقہی عبارتوں کی روشنی میں " قربانی " کے تعلق سے ایک اشکال کا حل دریافت کیا تھا۔ اشکال بظاہر اہم ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ردالمحتار میں علامہ شامی اور بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی علیہم الرحمہ کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ۔ ایام نحر سے پہلے جانور کو بہ نیت قربانی خرید لینے، یا قربانی کی نیت سے جانور خرید کر پالنے، یا خانہ زاد جانور میں مہینوں پیشتر قربانی کی نیت کر لینے سے نذر کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ۔ ان صورتوں میں قربانی کی نیت کر کے جانور معین کر لیا گیا۔ چنانچہ۔ علامہ شامی نے بدائع الصنائع کی عبارت۔ أَوْ قَالَ جَعَلَتْ هَذِهِ الشَّاةُ أَضْحِيَّةً۔ کے متعلق فرمایا ہے۔ وقد استفيد من أن الجعل المذکور منذر۔ لہذا۔ لازم کہ مذکورہ بالا صورتوں میں مالداروں پر یا ان غریبوں پر جو ایام نحر میں مالدار ہو گئے بہ سبب غنی دوسری قربانی بھی واجب ہو جائے۔

ایسی صورت میں شاید ہی کوئی شخص فریضہ اُضحیہ سے سبکدوش ہو سکے گا۔ کیوں کہ۔
 عموماً جانور پہلے ہی خرید کر معین کر دیتے ہیں۔ اور اگر معین نہ کریں یا ایام نحر سے پہلے نہ خریدیں
 جب بھی سخت مشکل ہے کہ آخر ذبح یا نحر سے پہلے ضرور ہے کہ جانور کو معین کرے گا کہ نہ
 جانور قربانی کروں گا؟۔

حضرت فقیہ اعظم نے مذکورہ استفتاء کا قدرے تفصیل سے جواب دیا ہے۔
 اختصار کے ساتھ جواب پڑھئے اور فقہ میں ان کی دقت نظر کا اندازہ کیجئے۔ آپ ارشاد
 فرماتے ہیں۔

عبارت بذائع و علامہ شامی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی نذر درست ہے۔ لہذا اگر
 کسی نے قربانی کی منت مانی، تو اس منت کی بنا پر اس پر قربانی واجب ہو جائیگی
 پھر اگر یہ منت ایام نحر میں ہے اور وہ شخص فقیر ہے تو فقط یہی نذر والی قربانی واجب
 ہوگی۔ اور غنی ہے تو اس کے علاوہ ایک دوسری قربانی بھی جو ایجاب شرع سے واجب
 تھی، واجب ہوگی، اور اگر ایام نحر میں صیغہ نذر بولا اور نیت خبریہ تو نذر نہیں اور نیت
 نذر ہے یا کچھ نیت نہ ہو تو نذر ہے، اور اگر ایام نحر سے پہلے ایسا صیغہ بولا یا وقت تلفظ
 فقیر تھا پھر مالدار ہو گیا تو نذر ہی ہے کہ ان صورتوں میں خبری نیت کرے بھی تو صحیح نہیں،
 بذائع الصنائع کا یہ قول کہ جعلت هذا الشاة اضحیہ صیغہ نذر ہے۔ اس کے یہ
 معنی ہیں کہ میں نے اس کو اضحیہ کر دیا، اور یہ کہ قربانی کر دیا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے
 جب بعد قربانی یہ الفاظ بولے جائیں اور جب قربانی سے پہلے تلفظ کیا تو خبر دینا صحیح نہ ہوا
 لہذا اگر یہ لفظ غنی نے ایام نحر میں کہے اور نیت اس واجب سے خبر دینے کی ہے
 جو جانب شرع سے ہے تو نیت صحیح ہے اور صیغہ نذر نہ ہوگا اور اگر ایام نحر سے قبل
 کہے یا فقیر نے یہ لفظ کہے تو ایجاب شرع موجود نہیں لہذا ایجاب عبد مراد ہوگا۔“

پھر مزید اپنی تحقیق پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اقول یہ تقریر اس بنا پر ہے کہ تمام الفاظ نذر کے لئے علامہ شامی و صاحب بدائع کا ایک ہی حکم ہو کہ ایام خمر میں اخبار کی نیت صحیح ہے اور غیر ایام خمر میں نذر کیلئے متعین ہیں یعنی جعلت هذه الشاة اضحية تاحی اسی حکم میں داخل ہو۔ مگر۔ اس فقیر کا خیال ہے کہ جعلت هذه الا اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور دیگر الفاظ نذر مثلاً للذمان اضحیٰ۔ وغیرہ جو ایجاب شرع سے اخبار کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا یہ حکم ہے۔ اور جعلت الا اخبار عن ایجاب الشرع کا محتمل نہیں کہ اس جمل کو متکلم اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ پھر ایجاب شرع سے یہ کیوں کر اخبار ہوگا۔

اس تمہید کے بعد سوال کا واضح جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان الفاظ سے جو سوال میں ہیں کہ قربانی کے لئے خریدا ہے یا رکھا ہے یا اس کی قربانی کروں گا یا اس قسم کے دیگر الفاظ سے نذر نہیں ہوگی۔ اور ان لوگوں پر دوسری قربانی واجب نہ ہوگی۔ کہ یہ الفاظ جعلت هذه الشاة اضحية کے معنی میں نہیں۔ ان الفاظ سے یہ خبر دیتا ہے کہ ایام خمر میں اس کی قربانی کروں گا اس ارادہ کا اظہار ہے یا خریدنے کی غایت و مقصد کا بیان ہے نہ یہ کہ اپنے ذمہ واجب کرنے سے اخبار یا انشاء میں نے اس کو اضحیہ کر دیا انشاء ہے اور اس سے نذر ہو جائیگی۔ اور قربانی کروں گا ارادہ کی خبر ہے یہ نذر نہیں۔

اسی ایک مسئلہ میں موصوف کے استدلال و استناد، تحقیق و تدقیق اور فقہی بصیرت کے بشمار جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ فتاویٰ پڑھتے

وقت آپ کو خود ہی احساس ہوگا۔ کہ۔ حضرت مدوح کو فقہ کے اصول و مبادی، اسالیب و اصطلاحات اور نکات و مصمرات پر کتنی دسترس حاصل تھی۔

۲۲ ذوقعدہ ۱۳۴۴ھ کو غم و فن کا یہ تاجدار ہماری ظاہری لگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

صحر آسماں ان کی لحد پر گوہر انشائی کرے

کتاب کی ترتیب و تعلیق اور اس کی اشاعت میں ہمارے جن اساتذہ کرام نے رہبری فرمائی ہے ہم ان کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ فقیدہ عصر علامہ مفتی محمد شریف امجدی و محدث کبیر علامہ منیار المصطفیٰ قادری اور ادیب شہیر علامہ محمد احمد مصباحی دامت فیہم کے جن کے مفید مشورے فقیر کے دینی کاموں کی تکمیل کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے ان اساتذہ کرام کا سایہ عاطفت دراز فرمائے۔ آمین

تلامذہ میں مولوی قمر الہدیٰ، صغیر احمد، نثار احمد، نور عالم اور مبشر رضا سلمہم کیلئے دعا گو ہوں جن لوگوں نے فتاویٰ امجدیہ کے کام کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا ہے۔ اللہ عزوجل ان کو ان کے اخلاص و محبت کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ فتاویٰ کی ترتیب و تعلیق سے فقیر کا مقصود صرف یہ ہے کہ۔ فقہی معلومات میں اضافہ ہو اور یہ کتاب میرے لئے نجات آخرت کا باعث بنے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کے صدقہ و طفیل ہمارے حوصلوں میں بلندی و نیگی اور عزائم میں استحکام و ثبات عطا فرمائے۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

خاک پائے بزرگاں
آل مصطفیٰ مصباح

خادم تدریس و افتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۴ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
۲۵ جنوری ۱۹۹۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احوال واقعی

حضرت مولانا علامہ المصطفیٰ قادری

ہمیں اس بات کا شدید احساس ہے کہ فتاویٰ امجدیہ کی پہلی اور دوسری جلد کے تیسری اور چوتھی جلد کو بہت پہلے منظر عام پر آجانا چاہئے تھا۔ لیکن اس غیر معمولی تاخیر میں ہماری کوتاہیوں سے زیادہ فتاویٰ کی ترتیب و تعلق اور طباعت و اشاعت جیسے دشوار گزار مراحل کا دخل ہے، صرف طباعت و اشاعت کا مرحلہ ہوتا تو یقیناً کسی نہ کسی طرح کتاب منظر عام پر آچکی ہوتی۔ لیکن اس میں خاصا کام باقی رہ گیا تھا۔ محب مکرم حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کلیم نے مبیضہ کر دیا تھا۔ اسلئے بہت حد تک کام میں آسانی پیدا ہو گئی۔ لیکن فتاویٰ کی از سر نو ترتیب، فقہی عبارتوں کا اصل کتاب سے مقابلہ، اور پھر ضروری حواشی وغیرہ یہ ایسے دشوار گزار امور تھے۔ جن کیلئے مولانا موصوف کے چلے جانے کے بعد کسی ایسے محنتی شخص کی ضرورت تھی۔ جو ان کو پوری لگن کے ساتھ انجام دے۔ ادھر کوئی دو سال قبل والد گرامی قدر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ نے محبتی مولانا آل مصطفیٰ مصباحی استاذ و مفتی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ موصوف نے کس عرق ریزی اور محنت و جانفشانی سے کام انجام دیا ہے یہ سب آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد سوم کے تاخیر کے ساتھ منظر عام پر آنے کی وجہ سے ہمیں انتہائی افسوس و ندامت ہے لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ تاخیر ہی سے سہی لیکن آج ہم فقہ حنفی کی ایک جامع و مستند کتاب فتاویٰ امجدیہ جلد سوم کی زیارت اور مطالعہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ فتاویٰ امجدیہ کی جامعیت اور اسکی معنوی خوبیوں

اور فقہی محاسن کے تعلق سے ہمیں کچھ کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں، جس نے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا ہوگا وہ فتاویٰ امجدیہ کے پڑھنے کے بعد بلاشبہ یہ رائے قائم فرمائیں گے کہ فتاویٰ امجدیہ دلائل و مسائل کے اعتبار سے فتاویٰ رضویہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ ہمارے پاس ہندو پاک کے مختلف مقامات سے فتاویٰ امجدیہ کیلئے بے شمار خطوط آتے رہے۔ لیکن دشواری یہ رہی کہ جلد اول اور جلد دوم پہلی بار طبع ہو کر ختم ہو چکی تھی۔ الحمد للہ اب تیسری جلد کیساتھ جلد اول کی طباعت کا بھی اہتمام کیا جا چکا ہے۔ ہم ارباب علم و فضل سے اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ خود کتاب خریدیں پڑھیں اور اپنے دوستوں کو بھی اسکی ترغیب دیجئے تاکہ دائرۃ المعارف الامجدیہ کے پاس سرمایہ اکٹھا ہو اور اس طرح کی نادر کتابوں کی طباعت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمیں بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۸ء کو فقہ عظیم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان پر جو کامیاب علمی و ادبی سیمینار منعقد ہوا تھا اور جس میں ارباب علم و فضل کے گراں قدر مقالات موصول ہوئے تھے۔ سال گذشتہ ماہ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں ماہنامہ اشرفیہ نے صدر الشریعہ نمبر کال کر ان مقالات کو شائع کر دیا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کے تعارف کیلئے اگرچہ مزید پائیدار کام کرنے کی ضرورت ہے تاہم یہ مقالے موصوف کی سوانح حیات پر تحقیقی کام کرنے کیلئے راہ نما خطوط ہیں۔

انشاء اللہ فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کے بعد، حیات امجد، کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا جائے گا اور حاشیہ طحاوی شریف کی تصحیح و تکمیل کا بھی۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عزم و استقلال کی دولت لازوال سے سرفراز فرمائے، ہم سے دین کی خدمت لے، غیب سے ہماری مدد فرمائے اور ہمارے مخلصین و معاونین کو جزا بخیر دے۔ محب مکرم مولانا آل مصطفیٰ صاحب مصباحی کا میں شکر گزار ہوں جن کی مساعی جلیلہ کے نتیجہ میں علم فقہ کا یہ حسین گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد جلد چہارم جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔ ہم آپ حضرات کی توجہ خاص کے محتاج ہیں۔

علامہ المصطفیٰ قادری مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔

۱۵ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَامِلِ

کتاب الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ:- مسئلہ مختار احمد صاحب۔ محلہ ذخیبہ۔ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید کی آراضی ملکیت میں عمارت کی دیوار پشت مسجد سے ملی ہوئی تھی وہ
مہدم ہو گئی لیکن اس دیوار کی قدیمی بنیادیں قائم تھیں۔ اب زید انھیں بنیادوں پر بغرض بندش و پردہ دیوار بنانا چاہتا
ہے۔ لہذا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- اہل محلہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ پیشتر یہاں دیوار تھی جو مسجد سے ملی ہوئی تھی اور اب گر گئی ہے
دوبارہ اسے بنوانا چاہتے ہیں لہذا اسکی مانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ سائل اس دیوار کو پھر بنوا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ

مسئلہ:- مسئلہ جناب عبدالعزیز صاحب ممبر رضاے مصطفیٰ فقیہ پور۔ ڈاکخانہ سبوری ضلع بھاکپور
۱۵ جمادی الآخرہ

(۱) کیا فرمانے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ایسی آراضی پر جسکو مالک آراضی سے
بندوبست بوجہ ادائے مالگزار کے سالانہ کے یا گیا ہو مدرسہ بنوایا جائے مگر بعد میں منتظین مدرسہ اس آراضی کو

بلارضامندی مالک کے وقف قرار دینا چاہتے ہوں تو ایسا وقف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں وقف میں مالک کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۲) : اگر منتظمین مدرسہ ارضی مذکورہ بالا کو بلا لحاظ منظور کی مالک کے وقف قرار دیں تو ایسا

وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱ و ۲) : جب تک مالک زمین وقف نہ کرے وقف نہیں ہو سکتا اور اسکو وقف قرار دینا شرعاً

باطل ہے والا مرجلی لمن لا ادنی مامارسة فی العلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : ازبنگالہ۔ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

ایک مسجد تقریباً چالیس برس سے بنی ہے اور اس میں اہل محلہ اتفاق سے نماز جمعا ادا کرتے آ رہے ہیں اس مسجد کی احاطہ کی زمین طولاً باون ہاتھ اور عرضاً ۲۲ ہاتھ اتنی جگہ کو ان کے مالکوں نے جریب دیگر مسجد کے واسطے لاءخراج کر دی اور اس زمین کے مالک تین شخص ہیں دو ہندو اور ایک مسلمان اور زمین کے حصے کا ایک نصف دو ہندوں کا اور ایک نصف مسلمان کا تھا اب بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اس آدھی زمین کے مالک ہندو ہیں لہذا ہندو کا وقف درست نہیں اس واسطے وہ مسجد شرعی نہ ہوئی اسکو توڑنا یا دوسری جگہ نقل کرنا سب جائز ہے۔

اب اس صورت میں ما تقدم سے حکم شرع کیا ہے ؟

الجواب : جب وہ زمین مشترک ہے اور مشترک میں بعض کفار بھی ہیں تو مسجد نہ ہوئی کہ کافر مسجد بنا نہ سکا

اہل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولو جعل ذی دارۃ مسجداً للمسلمین وبنیٰ کما بنی المسلمون واذن لهم بالصاۃ فبہ فصارا فیہ ثمرات یصیر میراثاً لورثتہ وهذا قول الكل کذا فی جواہر الاخلاطی

کیونکہ صحت وقف کیلئے ملک شرط ہے (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۳ میں ہے)۔ «الوقف لابد ان یکون

مالکہ وقت الوقف ملکاً باتاً ولو بسبب فاسد۔ اور صورت مسوول میں مدرسہ کے زمین کے مالک مدرسہ

کے منتظمین نہیں تو منتظمین کا وقف کرنا درست نہ ہوا۔ لہذا پرتی ہوئی زمین کی حیثیت کراہ پرتی ہوئی زمین کی

ہے۔ اس کا مالک زمیندار ہی ہوتا ہے۔ اور زمین لینے والے صرف اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

توجب اس کا فر کا مسجد کے لئے وقف صحیح نہ ہوا تو مسلمان کا وقف وقف، مشاخ ہوا اور وقف مشاخ اگر چہ جائز ہے مگر مسجد میں بالاتفاق ناجائز عالمگیری میں ہے۔ واتفقنا علی عدم جعل المشاخ مسجداً اور مقبرة مطاف سوا، کان مما لا یختل القسمۃ او یختل ما ھذا فی فتح القدیر بحوالہ الرائق میں ہے۔ والحاصل ان المسجد مضاف لمطلق الوقف عند الكل اما عند الاول فلا یشترط القضاء ولا التعلیق واما عند الثانی فلا یجوز فی المشاخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مسئلہ اہل محلہ بہاری پور۔ بریلی۔ ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

محلہ بہاری پور میں تکیہ کے قریب ایک ٹٹی مسجد کی بنی ہوئی عرصہ سے تھی وہ منہدم ہو گئی اب وہ چوترا پڑا ہوا ہے جس کی تعمیر کی اجازت بھی موجود ہے اب سکناے محلہ اسکی تعمیر کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس وجہ سے اب تک پڑکے کہ کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ دو مسجدیں قریب ہیں اسلئے اس کی تعمیر کی ضرورت نہیں ہے اور اب جو مسجد جس جگہ تعمیر ہوگی اس سے ایک مسجد مہارن سے فاصلہ دو سو پانچ فٹ کا ہے اور دوسری مسجد جو تکیہ میں ہے اس سے فاصلہ دو سو ساٹھ فٹ کا ہے جس کا ملاحظہ بحضور اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب نے بھی عرصہ ہوا فرما کر اجازت دیدی تھی اب سکناے محلہ بہ وقت عشا تکیہ کی مسجد میں بوجہ اندیشہ گھاس ہونے و کھڑا کیونکہ سے نہیں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسکی تعمیر کرا لیں کیونکہ وہ مسجد تھی اور عرصہ تک اس میں نماز ہوتی۔ مگر اب وہ چوترا پڑا ہوا ہے۔ اس لئے اب حضور والا سے دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ بوجہ حکم شرع شریف جو حکم ہو مطلع فرمائیں تاکہ باہل اشخاص کا اعتراض جاتا رہے۔ اور وہ تعمیر ہو جائے اور اگر حضور والا ملاحظہ فرمائیں تو بہتر ہے کیونکہ عرصہ ہوا کہ ملاحظہ فرمایا تھا۔ اب شاید خیال شریف سے فراموش ہو گیا ہو؟

الجواب: جو جگہ مسجد ہو چکی وہ مسجد ہی رہے گی دیواروں وغیرہ کے گر جانے سے اسکی مسجدیت باطل نہ ہوگی۔ مسلمان کوشش کریں اور اس کو پھر سے تعمیر کریں اور اس کو آباد کریں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔
إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ الْأَيُّتِ ۖ مَسْجِدٍ دَرِیْ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پیکر

دن پر ایمان لائے۔ حدیث میں ارشاد فرماتا ہے۔ من بنی لله مسجداً بنی الله له بیتاً فی الجنة۔
جو اللہ کے لئے کوئی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرشد مولوی محمد امین اللہ قادری رضوی امام نیچے بستی مسجد کو کریک ضلع مولعین برہما۔
۱۷ محرم ۱۴۱۰ھ۔

۱۔ کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد خاں قائم ہے جس میں نماز
جمہ و عیدین و نیچگانہ ہوتی رہیں۔ فی الحال نمازی مسجد میں سما نہیں سکتے۔ اور مسجد بڑی کرنے کی ضرورت ہے مگر
داہنے بائیں متصل مسجد کثرت سے قبریں ہیں۔ اس صورت میں قبروں کو شہید کر کے وہاں پکی مسجد بنوانا جائز ہے
یا نہیں؟

۲۔ ایک ندی بیشتر مسجد سے دور نکلی اور اب نزدیک آتی جاتی ہے احتمال ہے کہ مسجد شہید ہو جائے
اور برسات میں مسجد میں آنے کے راستے پر اور صحن مسجد پر سات آٹھ روز تک زانوں تک پانی رہتا ہے۔
یہاں تک کہ نماز نیچگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ لہذا سب لوگوں نے مل کر حسب موقع مسجد کے نام سے ایک
ہزار کی روپے کی زمین خرید کر کے وقف کر دی اور اس زمین میں پکی مسجد بنوانے کی اینٹیں اور سرخی اور چھونا
سب رکھے۔ اب اس صورت میں خریدی ہوئی زمین میں پکی مسجد بنوانا جائز ہو گا یا نہیں اور پرانی مسجد کو کیا کریں

الجواب :- (۱) مسلمان کی قبر بلا وجہ شرعی کھود کر برابر کر دینا حرام ہے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ وقد
صرحوا بحرمۃ النیش لغير ضرورة۔ رد المحتار میں ہے۔ النیش حرام۔ اور مسجد بڑھانا قبر کھود ڈالنے
کے لئے ضرورت شرعیہ نہیں۔ رد المحتار میں ہے۔ ولا یخرج منه بعد اہالة التراب الا لحق آدمی
رد المحتار میں فرمایا۔ احتراز عن حق اللہ تعالیٰ کما اذا دفن بلا غسل او صلاة او وضع علی غیر

ہی قبروں پر غیر بنانا حرام ہے

۱۲ ردہ مسلم عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۱ باب فضل بناء المساجد۔ بخاری ج ۱ ص ۶۲

باب من بنی مسلماً ۱۲ مصباحی ۱۲ فتاویٰ خیرہ ج ۱ ص ۱۵ باب الجنائز۔ ۱۲ ضرورت شرعیہ اس وقت ہوتی جب

بیت سے حق البعد متعلق ہونا اور یہاں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں تو ضرورت شرعیہ کا تحقق نہ ہوا جیسا کہ رد المحتار کی عبارت کو ظاہر ہے تو

یمنہ ادا فی غیر القبلة فانہ لا یبش علیہ بعد اہالۃ التراب الخ فعلم من ہذا ان النیش
لتوسیع المسجد لایجوز لعدم تعلق حق الاکفی بالمیت۔ اور قبر کو جب برابر کر کے اسے مسجد میں شامل
کرید گے تو اس پر چلنا پھرنا پاؤں رکھنا بھی ہوگا۔ اور قبر پر چلنا، پاؤں رکھنا حرام۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لان امشی علی جمرة اوسیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔ ^۱ ^۲ ^۳ ^۴ ^۵ ^۶ ^۷ ^۸ ^۹ ^{۱۰} ^{۱۱} ^{۱۲} ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰} ^{۱۰۰۱} ^{۱۰۰۲} ^{۱۰۰۳} ^{۱۰۰۴} ^{۱۰۰۵} ^{۱۰۰۶} ^{۱۰۰۷} ^{۱۰۰۸} ^{۱۰۰۹} ^{۱۰۱۰} ^{۱۰۱۱} ^{۱۰۱۲} ^{۱۰۱۳} ^{۱۰۱۴} ^{۱۰۱۵} ^{۱۰۱۶} ^{۱۰۱۷} ^{۱۰۱۸} ^{۱۰۱۹} ^{۱۰۲۰} ^{۱۰۲۱} ^{۱۰۲۲} ^{۱۰۲۳} ^{۱۰۲۴} ^{۱۰۲۵} ^{۱۰۲۶} ^{۱۰۲۷} ^{۱۰۲۸}

فتح القدير میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه۔ نیز وقف کرنے کیلئے ملک شرط ہے۔ اور جب قبرستان کے لئے وقف ہو چکی تو ملک نہ رہی۔ تو اب مسجد کے لئے کیسے وہ زمین وقف ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر وہ زمین قبرستان کیلئے وقف نہ ہو اور ان قبروں کو بدستور باقی رکھ کر قبروں کے آس پاس سے ستون قائم کر کے اوپر چھت قائم کر دیں کہ نیچے کے درجہ میں قبریں ہوں اور چھت کو توسیع مسجد کے کام میں لائیں تو جائز ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب (۲) یہ زمین کہ مسجد بنانے کیلئے خریدی گئی اس میں مسجد بنانا جائز ہے اور مسجد قدیم کو بدستور باقی رکھیں۔ ردالمحتار میں فتح سے ہے۔ الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه۔ ہاں اگر سیلاب سے مسجد منہدم ہو جائے یا منہدم ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں اسکی اینٹیں وغیرہ دوسری مسجد میں صرف کر دیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ قال السيد الامام ابو شجاع المسجد اذا خرب واستغنى عنه اهل القرية فرفع ذلك الى القاضي فباع الخشب وصرف الثمن الى مسجد آخر جاز ونقل في الذخيرة عن شمس الائمة الحلواني انه سئل عن مسجد اوحوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس عنه هل للقاضي ان يصرف اوقافه الى مسجد اوحوض آخر فقال نعم ومثله في البحر عن القنية والذي ينبغي متابعة المشائخ المذکورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد اوحوض كما ائق به الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد اذ غيرة من ربا ط اوحوض اذا لم ينقل ياخذ القاضيه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذا لك اوقافه يا كلها النظار اذ غيرهم ويلزم من عدم النقل ضراب المسجد الاخر المحتاج الى النقل اليه وتد وقعت حادثه سئلت عنها في امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب في سفح قاسيون بدمشق ليبلط بها صحن الجامع الاموي فافقت بعدم الجواز متابعة لاشه نبلا في ثم بلغت ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار بنفسه

فتمت، على ما اُفتيت به. ثم بايت الآن في الذخيرة قال في فتاوى النسخ في سئل شيخ الاسلام
عن اهل قرية رحاوان تمناعى مسجد ما الى الخراب وبعض المتغلبين يتولون على خشبه
وينقلونه الى درر حصن لوردهم لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضي ويصل
التمن ليسر به الى بعض المساجد الى هذا المسجد قال نعم وحكي انه وقع مثله في زمن
سيدنا الامام الاجال في رباط في بعض الطرق ضرب ولا ينتفع المارة به وله اذواق عامرة
نسل من يجوز فقدها الى رباط آخر ينتفع الناس به قال لان الواقف غرضه انتفاع
المارة ويحصل ذلك بالثاني امر انتفع من نقطه فتاوى خيريه ^{له} في الواقفات ^{له} في
الشهيد المسجد اذ خرب وهو عتيق لا يعرف بانيه وبني اهل المسجد مسجد آخر فباع
اهل المسجد المسجد الارل واستعدوا بئنه في بناء المسجد الثاني على قول من يرى جواز
هذا البيع وان كنا لانفقي به جاز وفي الخلاصة والبنارزية عن اهل الزاوية اذ خرب مسجد
وتفرق الناس عنه تصرف اذقاه الى مسجد آخر وفي النوازل وكثير من الكتب انه لا بأس
به وهذا كله على قول محمد رحمه الله تعالى فتشرو من هذا التقرير ان المسألة اجتهازية
والاختلاف فيها مجال للاجتهاد فيها مساع فاذا التفتت شرطا الحكم على قول الامام الثالث
الذي رويت موافقة فيه لقول الامام الاعظم بعد النظر في المصلحة للمصلين والاعانة
لامتعبدين فلا شك في صحته ونفاذه وارتفاع الخلاف فيه فانظر الى قوله في الواقفات
وان كنا لانفقي به جاز وما ذلك الا انه قد تكون المصاحبة فيه متعينة فاذا علم الله
وسبحانه تعالى خارس النية وسفاء الطوية وقصد الدار الآخرة والاجور الواسعة و
لا يجد به عوليس وطرح ما هو عسر نحو خير محض ونفع صرف فان الذين كلفه يسر وان
خشي عافية سوء وانقلاب موضوع فالعمل بما عاينه الفتوى اولى والا موبقاصدها وكم

^{له} رد المحتار ج ٢ ص ٤٠٠ كتاب الوقف . مصباحي

من شئ احدیكون طاعة بالنیة الخیریه ویكون معصیة بالنیة الشریة واللہ اعلم۔
 مگر حتیٰ اوسع اس مسجد قدیم کی حفاظت میں پوری کوشش کریں اگر پستہ وغیرہ ہوانے سے حفاظت ہو سکے
 تو یہی کریں کہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے اور یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول
 ہے کہ مسجد کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی، وہ قیامت تک کیلئے مسجد ہے اور جب اس قول پر عمل ناممکن ہو کہ دیبا
 مسجد کو منہدم کر دیا جس سے نقصان ہو گا تو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر مجبوری عمل کریں پھر بھی اتنی جگہ
 جس میں مسجد تھی اس کا احترام بدستور باقی رکھیں کہ اسکے لئے کوئی عذر نہیں پھر اس امر میں قول مفتی بہ سے عدول کی
 کوئی وجہ نہیں۔ درمختار میں ہے۔ ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ایدا
 الی قیام الساعة وبہ یفتی حادی القدسی۔ ردالمختار میں ہے۔ فلا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ
 ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وهو الفتویٰ حادی القدسی والثر المشائخ
 علیہ مجتبیٰ وهو الاوجه فتح ۵۱ بحروا اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مسوٰء سردار ولی خان صاحب۔ ساکن بریلی محلہ سوداگران۔ ۱۲ صفر ۱۳۴۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

سوال اول:۔ خالد نے اپنی اخت حقیقہ ہندہ کو ایک قطعہ اراضی مع ایک مکان کے بحالت صحت
 نفس وثبات عقل برضا و رغبت ہبہ کیا اور وہ محبوب بہا ہندہ کا اس پر قبضہ بھی کرادیا چنانچہ ہندہ نے اسکی
 عمارت قدیمہ کو منہدم کر کر تعمیر جدید مع اس قطعہ اراضی کے جیات واہب میں اپنے روپیہ سے کرائی اور تصرفات
 مالکانہ اس میں کرتی رہی۔ اور تاجیات اپنی اس میں سکونت پذیر رہی ہندہ نے وہ قطعہ مکان مملوکہ مقبوضہ معمرہ اپنا
 بحالت صحت نفس وثبات عقل بطیب خاطر لوجہ اللہ الکریم وقف کیا اور شرعاً وقانوناً وقف کی تکمیل کر دی بکریادہ
 حقیقی خالد و ہندہ نے مکان مذکور پر اب چند تصرفات جن کی تفصیل حسب ذیل ہے مکان موقوف مذکور میں
 کیے اولاً دروازہ آمد و رفت کی چھت پر بقدر ایک گز چوڑی دروازہ پھر لابی دیوار کڑیوں پر بنالی۔ ثانیاً

۱۔ فتاویٰ خیرۃ ۷۲، کتاب الوقف ۱۲ مصباحی۔ ۲۔ درمختار رد المحتار۔ ج ۳ ص ۴۰۶ کتاب الوقف مطلب فیما خرب المسجد وغیرہ ۱۲ مصباحی

ثانیاً۔ زمین مکان موقوفہ کا جو مکان مسکونہ بکر سے ملحق ہے اس پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے مکان میں سے دروازہ جدید زمین پر قائم کر کے سیرٹھیاں جدید اپنی چھت تک ملا کر بنالیں۔ اب اس زمین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین شامل مکان موقوفہ نہیں ہے بلکہ مکان بکر کا زمین ہے۔ ثالثاً۔ بکر نے زمین کی چند سیرٹھیاں کے نیچے بخاری جدید بنالی۔ لیکن یہ تصرف قبل وقف ہندہ بکر نے کیا مگر بلا اجازت و رضا ہندہ کیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ تصرفات شرعاً اللہ کے مال وقف میں بکر کو حلال ہے یا حرام؟ اور بخاری بنانا بلا اجازت مالک حق العبد میں گرفتار ہونا اور غضب مال مسلم کرنا ہے یا نہیں۔ یہ تصرفات مالک اپنی ذات کیلئے ہوں یا دوسرے مکان وقف کیلئے ہر طرح ناجائز ہیں یا نہیں جو وعبادات شرع میں مال وقف و مال غیر میں تصرف ناجائز پر وارد ہیں ارشاد ہو۔ بینوا تو جہود۔

سوال دوم:- بکر کہتا ہے کہ واقفہ کو میرے بھائی خالد نے مکان و زمین حین حیات ہیہ کیا تھا اور اس پر عمل بنائیکی اجازت دیدی تھی چنانچہ اس نے عمل بنایا اور تا حین حیات اس میں رہا۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے خود مادر بکر ہندہ بکلف شرعی بیان کرتی ہے کہ مکان و قطعہ زمین مستقل طور پر خالد نے بطیب خاطر ملک دہندہ کردی تھی بقول بکر بغرض غلط اگر یہ صحیح بھی ہو تو شرعاً ہیبت قبضہ صحیح و نام ہوایا نہیں۔ اور وقف صحیح و لازم ہوایا نہیں۔ بینوا تو جہود۔

سوال سوم:- بکر کہتا ہے کہ میرے تصرفات اس بنا پر ہیں کہ مکان واقفہ کا گاؤں مکان ملحق مسکونہ بکر پر رکھا گیا ہے اور اس کی دیوار کاٹ کر دروازہ آمد و رفت میں زمین ملائی گئی ہے اسی قدر میں نے دیوار چھت پر بنائی ہے اولاً تو یہ صریح غلط ہے دروازہ کی دیوار شرقی ہندہ نے اپنی زمین میں اٹھائی ہاں۔ کوئی دیوار مکان ملحق بکر کی نہ تھی بلکہ بہت زمین واقفہ نے اپنی جانب شرق چھوڑ دی تھی جواب بکر نے شامل مکان ملحق کر لی۔ ثانیاً مکان موقوفہ ہندہ تعمیر کے وقت مکان ملحق بکر وقف نہ تھا۔ بلکہ ملوکہ مادر ہندہ تھا مادر ہندہ نے بخوشی ان تصرفات کو جائز رکھا اور تا ایں دم اس پر راضی ہے خود بکر نے گاؤں دیوار ملحق پر رکھوایا اور دیوار دروازہ بلکہ کل مکان اپنی نگرانی میں بنوایا۔ بالفرض اگر کوئی دیوار کاٹ کر بنائی جب بھی جبکہ مادر ہندہ مالک مکان ملحق اس پر رضا مند تھی اور ہے تو شرعاً یہ تصرفات ہندہ جائز ہوئی یا نہیں اور بکر کے یہ جیلے شرعاً

قابل سماعت ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جردا۔

سوال چہارم :- ہندہ جب بیات خالد مکان مذکور پر قابض اور متصرف رہی اور عمر بھر اپنی حسب منشاء تصرفات مالکانہ اس میں کرتی رہی۔ اور خالد نے باوجود علم و اطلاع اپنی زندگی میں کہ مدت مدید تک زندہ رہا۔ اس زمانہ دراز میں کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اس پر راضی رہا۔ اور نیز مادر ہندہ اور خود بکر راضی ہے۔ تو اس صورت میں شرفا کوئی دعویٰ بکر وغیرہ بلکہ خود وارثہ خالد کا سموغ ہوگا۔ یا عند الشرح ایسی صورت میں تہادی عارض ہوگی خصوصاً بمقابلہ وقف؟ بینوا تو جردا۔

سوال پنجم :- قطعات مہویہ جب خالد برادر بکر کی ملک تھے۔ اور اولاد نہ رہنے خالد کی موجود ہے تو شرعا کوئی حق مکان موقوف میں بکر کو بھی پہنچ سکتا ہے جس کی بنا پر اس کو تصرف کا مجاز ہو یا اس کے یہ تصرفات غضب و حرام۔ موجب آثام و باعث غضب رب۔ تہا ردنا راض حضور سید ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جردا

الجواب :- صورت مستفسر میں اس مکان وقف میں بکر کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں نہ اس کے زمینہ پر قبضہ کر سکتا ہے نہ دروازہ کی چھت پر دیوار بنا سکتا ہے اور کڑیوں پر دیوار بنانے میں قطع نظر تصرف فی الوقف کے وقف میں ایک نقصان کا بھی اندیشہ ہے کہ دیوار کے بوجھ سے کڑیاں ٹوٹ جائیں اور چھت گر پڑے حدیث میں ارشاد فرمایا ان رجالا یتنصرون فی مال اللہ بغیر حق نلہم النار یوم القیامۃ رواہ البخاری عن خولۃ الانصارید رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ زمینہ جب ہندہ نے اپنی زمین میں بنایا ہے تو بکر کو بلا اجازت ہندہ اس کے نیچے بخاری بنانے میں صحیح بخاری کی اس حدیث سے ڈرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین۔ جو ناحق زمین سے کچھ بھولے گا وہ روز قیامت ساتوں زمین لک و مفساویا جائے گا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اخذ من الارض بغیر حقہ کلف ان یحمل نر ابہا المحشر۔ جو شخص ناحق زمین لے گا اسے اس کی تکلیف دی جائیگی

۱۔ رواہ البخاری عن سالم عن ابیہ ج ۱ ص ۳۳۲ باب اثم من ظلم شیئا من الارض۔ ۱۲۔ مصباحی۔

۱۳۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۰۰

کے اسکی مٹی اپنے اوپر لا کر میدان حشر میں پہنچائے۔ رواہ الامام احمد عن یعلیٰ ابن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد کی دوسری روایت انھیں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایما رجل ظلم شبرا من الارض كلفه الله عز وجل ان يحفره حتى يبساخ آخر سبع ارضين ثم يطونه الى يوم القيامة حتى يقضى بين الناس۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلم سے لیکھا اللہ عز وجل اسے اسکی تکلیف دے گا کہ ساتویں زمین تک کھودے پھر وہ قیامت تک مثل طون اسکے گلے میں ڈال دی جائیگی بیان تک کہ لوگوں کے درمیان نبصلہ ہو جائے اور فرمایا: من اخذ شبرا من الارض ظلمانا منه يطونه يوم القيامة من سبع ارضين۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلمائے گا روز قیامت ساتویں زمینوں کا اتنا ٹکڑا اسکے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ رواہ الشیخان عن سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی سخت و شدید وعیدیں سننے کے بعد کبھی دوسرے کی زمین لینے کی جرأت نہ ہونی چاہئے۔ بکر پر لازم کہ وقف میں نصرت کرنے سے بچے۔ اپنی دیوار نور اٹھائے اور زمین سے اپنا قبضہ اٹھاے فتاریٰ خیر یہ کہ ہے۔ مسئل فی رجل بنی فی الوقف بغیر مسوغ شرعی، فما حکمہ، اجاب التکان البانی ہو المتولی فان کان من مال الوقف فهو وقف وان کان من مال لا وقف او اطلق فهو وقف وان لنفسه فهو له، ویکون متعدیا فی وضعه فیجب رنعه لولم یضر فان اضر فهو المضمی لماله لانه لا یملاک رنعه لما نیه من ضرر الوقف ولا الانتفاع لما نیه من التصرف معه بارض الوقف وقد ضیع ماله دخی هذه الصورة یفسد المتولی ویستحق العزل لتعدیه بهذا التصرف وافتی کثیر بانہ یتملک للوقف، باقل القیمتین من زوجا وغیر من زوج بمال الوقف فی صورة الضرر وان کان البانی غیر المتولی فان کان باذن المتولی لیرجم فهو وقف وان لم یکن باذن المتولی فان بنی للوقف فهو وقف۔ وان لنفسه او اطلق رنعه لولم یضر بارض الوقف فان اضر ارنعه ثم ما تقدم ذکره فقد علمت الاحکام کلها فی هذه المسئلة۔ واللہ اعلم۔ نیز اسی میں ہے۔ مسئل فی جماعة وضعوا حائطاً علی بناء الوقف تعدی اهل یومرون بهدمه اجاب نعم یومرون برنعه ان لم یضر بالوقف فان اضر فهو المضمی

لما له فليتر بصر الى زواله وقد اتفق علماءنا على انه يفتى بكل ما هو انفع للوقف وافته علماءنا
 المتأخرون باجرة المثل في منافع الوقف اذا غصب فيقف به في هذه المسألة. والله اعلم. اور یہ
 تصرفات بکر کے اپنے لئے ہوں یا دوسرے وقف کے لئے دونوں ناجائز ہیں کہ ایک وقف سے دوسرے وقف کو
 نقصان نہیں پہونچایا جاسکتا۔ فتاویٰ امام نمناشی میں ہے۔ سئل عن ارض زعم رجل متولى على وقفها
 من جملة الوقف وأجرها لآخر اجارة صحيحة شرعية بنا على انهما من جملة الوقف ووجه المتاجر
 بناء ثم تتبين بعد ذلك بطريق شرعي انهما ملك لشخص ولم تكن وقفا فهل يعمل بذلك شرعاً
 ويومر المتاجر المذكور برفع البناء حيث لم يجر مالكمها الاجارة اجاب نعم يعمل بما ذكر من
 الحكم بالملك للمستحق بعد ثبوت ذلك على الاسلوب الشرعي وللمالك مطالبة المتاجر المذكور
 برفع بنائه ويومر بذلك شرعاً وللمالك ان يجر له قيمة البناء وقيمة الفرس مقلوماً اذا
 كانت الارض تنقص بالقطع ويرضى بتركه ا يكون البناء والفرس لهذا والارض لهذا. والله اعلم.

الجواب :- جو چیز عمر بکر کو دی گئی وہ ہبہ ہو گئی اور بعد قبضہ ہبہ تام ہو گیا حدیث میں ہے حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اعمر عمری فہی للذی اعمرہا حیاد میتاً ودلعبہ^۱ رداہ مسلم
 عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صحیحین ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا۔ العمری جائزۃ۔ اور صحیح مسلم میں بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ العمری میراث لاهلہا جو چیز کسی کو تاحین حیات دے سگئی وہ اس کے وارثوں کے میراث ہے
 دینے والی کی طرف عود نہ کرے گی ہر ایہ میں ہے۔ تنعقد الہبۃ بقولہ اعمرتک هذا الشئ وکذا اذا قال
 جعلت هذه الدار لک عمری کسی شئی کو تاحین حیات دینے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس وقت تو میں نے مالک
 کر دیا مگر تیرے مرنے کے بعد لے لوں گا گویا یہ ہبہ میں ایک شرط فاسد لگائی اور ایسی شروط سے ہبہ میں کوئی نقصان
 نہیں آتا۔ طحاوی علی الدرب ہے۔ ومعنی العمری التملیک فی الحال والرجوع فی الشئ بعد موت العمری

۱۔ فتاویٰ خیر بیائنا ص ۲ ج ۲ ص ۸ کتاب النہات، باب العمری۔ ۲۔ ایضاً۔ ۳۔ ایضاً۔ ۴۔ ہدایہ طحطاوی ج ۳ ص ۲۸۴ کتاب الہبۃ۔ ۵۔ معنی

له فصحة التملیک وبطل شرط الرجوع لان الهبة لا تبطل بالشروط الفاسدة انتھی زیلعی۔ لہذا صورت مستفسرہ میں جبکہ ہرہ صحیح ونام ہو گیا اور ہندہ اس مکان کی مالک ہو گئی تو اسے وقف بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ ہرہ صرف نام ہی نہیں بلکہ قابل رجوع بھی نہیں۔ اولاً ہندہ نے اس اراضی کو ہرہ پر مکان بنایا اور یہ ایسی زیادت ہے جو مانع رجوع ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویمنع الرجوع فیہا الزیادۃ المتصلۃ کبناء وغیرہ ثانیاً۔ وایک حیا ہندہ میں انتقال ہو گیا اور موت احد العاقدین مانع رجوع ہے۔ ثالثاً۔ اگر خالد زندہ بھی ہوتا تو رجوع نہ کر سکتا کہ ہندہ اسکی حقیقی بہن ہے اور باعتبار نسب ذی رحم محرم ہونا مانع رجوع ہے۔ رابعاً۔ موہوب لہا نے وقف کر دیا تو اب اس کی ملک میں نہ رہا اور خروج عن الملك بھی مانع رجوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب۔ جب مکان ہندہ زینگرانی و باہتمام بکر بنا تو بکر کا یہ کہنا کہ میرے مکان کی کچھ زمین اس کے دروازہ میں شامل کر لی گئی ہے مسموع نہیں۔ درمختار میں ہے۔ من سعی فی نقض ما تم من جمعته فسعیہ مردود علیہ۔ اور گاڈ رجحی خود بکر نے رکھوائے تو اگر وہ مکان بکر تھا تو رکھوانا ہی اجازت ہے۔ پھر اب اسے کیا اعتراض اور اگر وہ مکان مادر ہندہ کا تھا تو مالک کو اختیار ہے کہ تصرف اس کی ملک میں ہے اور جب پہلے بھی وہ رضا مند تھی اور اب بھی ہے تو بکر کو کوئی حق اعتراض نہیں کہ جس کی ملک تھی اس نے جائز کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب۔ ہندہ کائنات دراز ملک تصرف مالکانہ کرنا اور خالد کا باوجود علم و اطلاع تصرف نہ کرنا بلکہ راضی رہنا دعویٰ کو ساقط کرتا ہے خود خالد بھی دعویٰ کرنا تو مسموع نہ ہوتا۔ اب بعد انتقال خالد اس کے ورثہ کا دعویٰ بھی مسموع ہوگا عقود الدریہ میں ہے۔ رجل تصرف زماناً فی ارض ورجل آخر رای الارض والتصرف ولم یجد وثماً علی ذالک لم تسمع بعد ذالک دعویٰ ولدہ اھولم یقید وہ بمدة کما تری وما یمنع صحۃ۔

۱۔ طحاوی علی الدر، کتاب الہبۃ ج ۳ ص ۳۹۴۔ ۲۔ درمختار، باب الرجوع فی الہبۃ ج ۴ ص ۵۴۲۔ ۳۔ درمختار میں ہے۔ ویمنع الرجوع فیہا موت احد العاقدین بعد التسليم۔ ۴۔ توبیۃ الابصار ودرمختار میں ہے۔ ولو وهب لذی رحم محرم منہ نسباً لا یرجع۔ طحاوی میں ہے۔ وانما لا یرجع فیہا القولہ علیہ السلام اذا کانت الہبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیہا ولان المقصود منها صلة الرحم وقد حصل وفي الرجوع قطعیۃ الرحم ج ۳ ص ۲۰۵۔ ۵۔ درمختار میں ہے۔ ویمنع الرجوع فیہا خروج الہبۃ عن ملک الموهوب لہ ج ۴ ص ۵۴۸۔ ۶۔ بمقامی

دعوی المورث یمنع صحۃ دعوی الوارث اسی میں ہے۔ سئل فی رجل یرید الدعوی علی
 لید بمیراث امہ المتوفاة اکثر من خمسة عشر سنة و یرید یجدد و سفت هذه
 المدة من بلوغه رشیدا لم یبدع بذلك ولا منعه مانع شرعی و هما متقیان فی
 بلدة واحدة فهل تكون دعواه بذلك غیر مسموعة للمنع السلطان الجواب نعم و
 القضاء یجوز تخصیصه بالزمان والمكان واستثناء بعض الخصومات كما فی الخلاصة
 فتاویٰ خیریین ہے۔ سئل فی رجل اشترى من آخر سنة اذرع من ارض بیع البائع و بنی
 بها بناء و تصرف فیہ ثم بعدة ادعی رجل علی البانی المذكوران له ثلاثة قراریط و
 نصف قیراط فی المبیع المذكور ارثا عن امه و یرید هدمه والحوال ان امه تنظره
 یتصرف بالبناء والانتفاع المذكورین هل له ذلك ام لا هل تسمع دعواه مع تصرف المشتري و روية
 امه له والطلاعها علی الشراء المذكور والتصرف المذكور مدة مديدة الا اجاب لا تسمع دعواه
 لان علمائنا اختلفوا فی متونهم وشروحهم وفتاواهم ان تصرف المشتري فی المبیع مع اطلاع الخصم
 ولو كان اجنبیا ینجو البناء والغرس والزرع یمنع من سماع الدعوی قال صاحب المنظومة
 اتفق اساتیدنا علی انه لا تسمع دعواه و یجعل سکوتہ رضا للمبیع قطعاً للتزیر والاطماع والخیل
 والتلبیس وجعل الحضور وترك المنازعة اقراراً بانه ملک البائع وقال فی جامع الفتاویٰ و ذکر
 فی منیة الفقهاء رأی غیره یدعی عروضا فقبضها المشتري وهو ساکت وترك منازعته فهو
 اقرار منه بانه ملک البائع انتمی فعلم بذلك ان الامر لو كانت حیة ثم ادعت بعد ذلك
 لا تسمع دعواها و ما منع المورث فی مثله منع الوارث بالاولی و ذلك كله لاجل الدفع
 والقطع لمادة التزیر والتلبیس والحاسم لطريقة الاحتیال وقطع شافقة الاطماع بالتدلیس
 فی زمان غلب علی اهلاء ارتکاب الباطل وتغاطی العاطل لئلا یوا من الدنيا الد نية نوع
 نائل فتزی الواحد منهم علی خصمه كالسبع الصائل نحسوا سماع مادة مثل هذه الدعوی
 لسادا وامن فساد اهل الزمان بارتکابهم باطل العدوان والمیل للدینا القی هی حیا تل

الشیطن فیجب منع ذالک۔ اذ القاعدۃ التي اجتمعت علی صحتها اهل المذهب دعوا المقاسمۃ
ادلی من جلب المصالح یدخل هذه الوقتۃ فیما اشتملت علیہ من المضر دات فیجب لعل
بہ انی دفع الظاہر الذی انصر تغیر الزمان وفساد اهل الذی لطقۃ الاحادیث بشرہم وقبح
حال اکثرہم واللہ اعلم۔ فتاویٰ امام غزنی تراشی میں ہے۔ سئل عن رجل اشتری درما من رجل و
استمر جاریا فی ملکہ مدۃ تزید علی عشرين سنۃ ثم بعد ذلک ادعی رجل و هو جار المشتري
ملاصق لکرمہ بنصف النکرم المزبور الحال ان المدعی مقیم فی هذه البدرۃ عالم بان النکرم
المذکور جار فی ملک المشتري و هو ساکت لم یبازع فی ذالک اصلا فی المدۃ المذكورۃ ولم یمنعه من
الدعی مانع شرعی وقد استعمل المشتري المدعی المذکور فی النکرم باجرة معلومۃ مرارا متعددة
فهل تسمع هذه الدعوی۔ اجاب لا تسمع هذه الدعوی قال فی الكنزی باع عتارا و بعض اقاربہ
حاضر یعلم البیع ثم ادعی لا تسمع دعواه انتہی فی البزازیۃ باع شیئا و زوجته ادعی بعض اقاربہ
حاضر سألک ثم ادعاہ لا تسمع واختار القاضی فی ذتارۃ انه یسمع فی الزوجۃ لا فی غیرہا واختار
ائمۃ خوارزم ما ذکرہ بخلاف الاجنبی فان سکوتہ دقت البیع والتسليم لوجار لا یكون رضاء
بخلاف سکوت البار دقت البیع والتسليم وتعرف المشتري فیہ زرعا دیناء حیث تسقط
دعواه علی ما علیہ الفتوی قطع اللطماع الفاسدۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب :- جب خالد یہ کہہ چکا ہے تو خود خالد کو بھی کوئی حق نہ رہا۔ جیسا جواب سوال درم میں مذکور ہو
چکا۔ کہ اولاد خالد اور صورت مذکورہ میں بکر توارث بھی نہیں اسے تصرف کا حق کیا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ فتاویٰ خیر بکتب ابہ دعویٰ ج ۲ ص ۸۷۔ ۱۲۔ مصباحی

۲۔ فتاویٰ امام الغزنی ص ۲۱۲۔ کتاب الدعویٰ والاقرار۔ ۱۲۔ مصباحی۔ ۳۔ کیونکہ خالد کی اولاد ذکر موجود ہے۔ (جو پہلے

درجہ کا عصبہ ہیں) تو ان کی موجودگی میں خالد کا سہلی بکر (جو تیسرے درجہ کا عصبہ ہے) وارث نہ ہوگا۔ درختار میں ہے۔ ویسقط

بنو الاعیان و هم الاخوة والاخوات لا ب و ام ثلاثۃ بالابن وبالاب وبالجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالکريم صاحب از چتور گڑھ علائقہ اودے پور۔ میواڑ۔ ۵ جمادی الآخر ۱۳۸۶ھ

ایک مدرسہ کاروپہ جو واقف نے خاص ایک مدرسہ کے لئے دیا ہے۔ دوسرے مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب واقف نے روپیہ خاص اس مدرسہ میں صرف کرنے کے لئے دیا تو یہ دوسرے مدرسہ میں کیونکر

صرف کر سکتا ہے درمختار میں ہے وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اور رجل مسجد آدم مدرسہ

ووقف علیہما اوقافاً لایجوز لہ ذلک ای الصرف من غلۃ احدھما علی الآخر۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب و محمد حسین صاحب۔ از سکندر پور ضلع لمبا۔ ۵ جمادی الآخر ۱۳۸۶ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں مدرسہ بنانا یا تعمیر مکان بغرض قرآن خوانی یا کنواں

بغرض آبپاشی گل پھول و درختان قبرستان جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر پہلے سے اس میں مدرسہ لا علمی سے بنوا دیا ہو یا مکان قرآن خوانی کے لئے تیار کر دیا ہو یا کنواں کھودا دیا ہو تو اب

ایسی حالت میں ان چیزوں کا قائم رکھنا بہتر ہے یا منہدم کر دینا؟

(۳) وہ حصہ زمین قبرستان کی جو محدود احاطہ قبرستان ہے مگر وہاں آس پاس قبریں نہیں ہیں اسکو تصرف میں اپنے

لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مکان مسکنہ اپنے لئے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولا یجوز تغیر

الوقف عن ہئیاتہ فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط وکانا فتح القدیور رد المحتار

وشرح الاشباہ للعلامة البیری میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ۔

بلکہ اگرچہ قبریں نیست و نابود ہو گئی ہوں جب بھی ایسے قبرستان میں مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ کر اب بھی وہ مقبرہ ہے

عالمگیری میں ہے۔ سئل الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عنی المقبرة اذا اذ رست ولم یبق

فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ هل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا اولہا حکم المقبرة ^ع کذا فی المحيط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

^ع درمختار ج ۳ ص ۸۸ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ مصباحی۔ ^ع عالمگیری کتاب الوقف، الباب الرابع عشر فی التفرقات، ج ۲ ص ۲۵۲

^ع فتح القدیور کتاب الوقف، ج ۵ ص ۲۴۴۔ ^ع عالمگیری، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر ج ۲ ص ۳۵۱۔ مصباحی۔

الجواب :- ان کو مہندم کر دیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں۔ اور وقف کا اپنے حال پر باقی رکھنا واجبہ
واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب :- قبرستان وقفی خالی زمین پر کبھی نہ کوئی اپنا مکان بنا سکتا ہے نہ اسے اپنے تصرف میں لاسکتا
ہے۔ کماثر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- سؤرہ منشی محمد ظہور صاحب محلہ گندہ نالہ۔ بریلی۔ ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ تنگ ہے کثرت نمازیان
کی وجہ سے وقت ہوتی آہستہ آہستہ تنگ کی جاتی ہے کہ وسیع کیا جاوے مگر موقع کو دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ قریب
تین طرف کے راستے حائل ہے۔ اور غرب کی طرف کو ایک شخص کی عمارت حائل ہے۔ صرف پاکھا شمالی کی جانب اس
کی رہگذر ہے تو یہ خیال ہوا کہ اس کی رہگذر میں سے اڑھائی گز مربع زمین تخمیناً جاوے اور تخمیناً ساڑھے تین گز مربع
ارضی حجرہ مسجد میں سے بمعادضہ اسکو دی جاوے۔ واسطے رہگذر اس کے جس پر کہ وہ رضامند ہے۔ تو اس صورت
میں ارضی کا تبادلہ جائز ہے یا نہیں اور سبائے دو گز کے تین گز دینا جائز ہے یا نہیں۔ یا زائد ارضی حجرہ کی قیمت اس
سے بیکر صرف مسجد میں شامل کیا جاوے اور اس حجرہ میں نماز کبھی نہیں پڑھی گئی جو بیانات و نیز ملاحظہ نقشہ سے
بخوبی ظاہر ہو جاوے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- جبکہ وہ حجرہ کی زمین مسجد کی زمین نہیں بلکہ مصالح مسجد کے لئے ہے اور اب مسجد کو وسیع
کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بغیر استبدال تو وسیع نہیں ہوتی تو اتنی زمین دیکر اس کے بدلہ میں دوسری زمین بیکر مسجد
میں شامل کر سکتے ہیں۔ مگر بلا وجہ تین گز دے کر ۲ گز لینے کی کوئی وجہ نہیں اس میں مسجد کا نقصان ہے ہاں اگر
وہ ساڑھے تین گز سے کم لینے پر راضی نہیں ہوتا تو زائد جو کچھ ہمس کے بدلے کار روپیہ بیکر مسجد میں صرف کریں اور
بیان سائل سے معلوم ہوا کہ اس کے بدلے کی زمین جو شخص دے رہا ہے وہ ساڑھے تین گز زمین نہیں دے سکتا
ہاں اگر لیکر زیادہ کار روپیہ دے سکتا ہے تو اس صورت میں وہاں کے دیندار مسلمانوں کے مشورہ سے یہ تبدیل
ہو سکتی ہے۔ ردالمحتار میں فتاویٰ سراجیہ سے ہے۔ دان کان للوقف دیعہ دلکن یرغب شخص فی استبدالہ

ان اعطی مکانہ بدلا اکثر ریعاً منہ فی صقع احسن من صقع الوقف جاز عندانی یوسف والعل علیہ

علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ زاہد علی۔ شہر کہنہ۔ بریلی ۲۴ شعبان ۱۴۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانان محلہ نے باہمی بالاتفاق بنا بر مرمت شکست در پخت دقلی وغیرہ مسجد کچھ چندے سے روپیہ جمع کیا روپیہ مذکور کو بہ رضا رندی جمیع ایک شخص کو سپرد کیا تاکہ مسجد کا کام کرے شخص مذکور نے مشقت و جاں فشانی سے اس کام کو انجام دیا کچھ کام باقی رہ گیا۔ اور کچھ روپیہ بھی باقی رہ گیا شخص مذکور بیمار ہو گیا مسلمانوں نے حساب اور روپیہ طلب کیا۔ شخص مذکور نے تحویل باقی ماندہ کا حساب کر کے مسلمانوں کے سپرد کیا۔ مسلمانوں نے اس کام کو سب اور سیر سے تخمینہ کرایا تخمینہ سے سب اور سیر کے کچھ بیشی روپیہ شخص مذکور سے اور نکلا وہ روپیہ اس سے جبریہ وصول کیا گیا۔ وہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ وہ روپیہ کس کا حق ہے اور کس کو دینا چاہئے؟

الجواب :- سب اور سیر کا تخمینہ کوئی شئی نہیں ہے۔ تخمینہ میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔ ہاں اگر شہادت سے ثابت ہو کہ فلاں روز اتنے راج اور مزدوروں نے کام کیا اور اس نے فرد حساب میں زیادہ تعداد لکھی یا راج مزدوروں کو روزانہ جتنا دیا جاتا تھا، اس سے زیادہ حساب میں درج کی تو بے شک خائن ہے۔ اور وہ رقم جو زیادہ لکھی اس سے وصول کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بلا وجہ شرعی اسپر بدگمانی کر کے جبراً اس سے وصول کیا گیا ہو تو اسے واپس کریں مسجد میں اس کا صرف جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ نثار احمد خاں۔ از تصبیہ افضل گڈھ ضلع بجنور تحصیل بگینہ۔ ۹ شوال ۱۴۲۵ھ

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسجد جو پہلے تھی اسکو شہید کیا اور ایک زیادت اس کے پیچھے ظاہر تھی، جب اسکی نو کھودی گئی تو بڑی مردوں کی نکلی اور وہ زیادت اندر مسجد کے لے لی گئی اب جیسا مناسب ہو دیا نخریر کریں اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۱۔ رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۶ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ ۲۔ یاسمان کے خرید میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے جتنے میں خریدا

نہا اس زیادہ حساب درج کیا یا سامان جتنا لگا۔ اس سے زائد کی خرید دکھائی۔ تو بھی خائن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

الجواب :- قبر پر مسجد کی دیواریں اٹھانا جائز نہیں حدیث میں ہے دلائل غلبہ اور قبر کو بضرورت مسجد میں داخل کر سکتے ہیں مگر اس طرح کہ قبے کے راس پاس سے دیوار اٹھا لیں اتنی کہ دیواریں قبر سے اونچی ہو جائیں پھر چھت پاٹ لیں کہ قبر بحدہ نہ خانہ میں رہے اور یہ چھت مسجد کے کام میں آئے اور یہ بھی اس وقت کر سکتے ہیں کہ جب وہ دفنی قبستان میں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسوٰر غنشی محمد ظہور صاحب بریلی گندہ نالہ - ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد اہلی واقع نالہ بریلی کی بھت پیر صاحب مکان عقب مسجد نے دیوار پردہ اپنے آرام و آسائش کے لئے اپنے صحنہ سے تیار کر کے مسجد کے نام رتف کر دی تھی۔ مسجد مذکور کا کوئی نفع اس دیوار سے نہ تھا۔ اب حال میں مسجد دیوار مذکور شہید کر کے اسے سر نو مسجد تیار ہوئی کچھ پردہ مذکور ایام برسات میں گر گیا تھا جس کے باعث سے صاحب خانہ کو زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا بقیہ دیوار مذکور کے گرانے میں مسجد کے روپیہ سے صحنہ دیا گیا سابق میں مسجد مذکور کی اونچائی پونے تین گز تھی اب دس گزہ کرسی اونچی کی گئی اور بارہ گزہ اندر کی جگہ اونچی ہوئی بجائے پونے تین گز کے سگز ہوئی اور چار گزہ کی منڈیر اب اونچائی پردہ سابق سے دو چھت مسجد کی اونچائی سے چار گزہ کمی ہے۔ صاحب خانہ کہتے ہیں کہ مسجد مذکور پردہ پردہ مسجد کے صحنہ سے قدم آدم تیار کرانا چاہئے۔ ایسی حالت میں دریافت طلب ہے کہ پردہ مذکور مسجد اپنے صحنہ سے تیار کر سکتی ہے یا صاحب خانہ مذکور اپنے صحنہ سے اور کس شکل پر تیار کر سکتا ہے؟

بینوا تو جروا۔

الجواب :- پردے کی دیوار مسجد کے روپے سے بنانے کی کوئی وجہ نہیں کہ بیان سائل معلوم ہوا کہ یہ پردگی مسجد کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے مکانات جو مسجد سے قریب ہیں ان سے بے پردگی ہوتی ہے اور مسجد کی دیوار جب بلند ہو جائے گی تو ان مکانات سے بے پردگی نہ ہوگی ہاں اگر مالک مکان اپنے روپے سے بقدر ضرورت پردہ کی دیوار بنا کر مسجد کے نام وقف کر دے تو ہو سکتا ہے جبکہ مسجد کو اس دیوار سے کچھ ضرر نہ

سے صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲ کتاب الجنائز، عن جابر رضی اللہ عنہ۔ ۱۲ مصباحی۔

پہنچے اور جب چار گز سے پردہ ہو جائے گا تو قد آدم کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ مولوی آفتاب الدین محلہ ذخیرہ مسجد نیاریان بریلی۔ ۳ محرم ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان منبر و مشین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ زمین عید گاہ بنانے کیلئے وقف کیا تھا۔ حتیٰ کہ عید گاہ بنا دی گئی۔ اور برسوں سے عید کی نماز ہوتی رہی لیکن زید کیا کرنا ہے کہ اپنے اولاد میں کسی کا انتقال ہو تو اسی عید گاہ میں جانب شمال دفن کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس ارض موقوف پر زید کی ملکیت باقی ہے یا نہیں اور اس میں میت دفن کر سکتا ہے یا نہیں اور ایسے عید گاہ میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر دفن کرنا ناجائز ہو تو جو دفن کیا گیا اسکے بارے میں کیا حکم ہے بحوالہ کتب۔ بینوا توجہ روا۔

الجواب۔ جب اس قطعہ زمین کو عید گاہ بنایا اور وقف کر دیا بلکہ اس جگہ برسوں عید کی نماز بھی ہو چکی تو اب یہ وقف تمام و لازم ہو گیا اور زید کی ملک سے خارج ہو گیا کہ اب وہ اختلاف بھی باقی نہ رہا جو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما السلام میں ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ وعند ابی یوسف یزول ملکہ بالقول

كما هو اصله وعند محمد اذا استقن الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك ويكتفي بالواحد لتعذر فعل الجنس ^{لہ}۔ اور اس عید گاہ میں واقف کو مرد

دفن کرنا جائز نہیں کہ یہ تغیر وقف ہے اور تغیر وقف حرام۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغیر الوقف

عن هياتته فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دكانا فتح القدير۔ پھر رد المحتار

میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ ^{لہ} اور زید نے جو مردے دفن کر دیئے ہیں زید انہیں

کھود کر دوسری جگہ بیجائے یا زمین برابر کر دی جائے قبور کا نشان مٹا دیا جائے۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یبغی

اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا كانت الارض مغصوبة او اخذت بشفعته کذا

فی فتاویٰ قاضی خان۔ ^{لہ} واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ عالمگیری، کتاب الوقف، ابواب الثانی عشر ج ۲ ص ۳۵۰۔ ۲۔ ج ۲ ص ۳۵۲۔ ۳۔ فتح القدير ج ۵ ص ۴۴۰

۴۔ عالمگیری، کتاب الصلوات، الفصل السادس ج ۱ ص ۸۵۔ مباحی۔

مسئلہ :- از موضع ہر ہر پور۔ پرگنا نواب گنج۔ ضلع بریلی۔ ۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع ہر ہر پور میں ایک قبرستان ہے اس میں جو درخت ہیں وہ درخت اہل گاؤں کے بزرگوں کے لگائے ہوئے ہیں اب ان درختوں کو زمیندار نے فروخت کر دیا ہے اور ان درختوں کو ایک شخص مسلمان نے خرید لیا ہے ان درختوں کے فروخت کرنیکا سب گاؤں کے مسلمانوں کو درد ہے کیونکہ ان درختوں کی لکڑی سے تختے وغیرہ میت کے کام میں لائے جاتے ہیں زمیندار کو ان درختوں کو فروخت کرنا چاہئے یا نہیں اور جو شخص مسلمان خریدے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب :- یہ درخت کہ گاؤں والوں نے قبرستان میں لگائے اگر قبرستان وقف ہے اور درخت قبرستان کیلئے لگائے تو درخت بھی وقف ہیں اور ایسا نہیں تو درخت لگانے والوں کی ملک ہیں بہر حال زمین دار ان درختوں کو فروخت نہیں کر سکتا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ ان کان البانی غیر المتولی فان کان باذن المتولی لیرجع فهو وقف وان لم یکن باذن المتولی فان بیعہ للوقف فهو وقف وان لنفسه واطلق رفعہ لولم یفر بارض الوقف فان اضر الحکم ما تقدم ذکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱) : مسؤل جناب حاجی نعمت علی صاحب ضلع مظفر پور۔ ڈاکخانہ رائے پور۔ ساکن پنڈول۔
۱۳۲۵ھ ۱۴ صفر۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ مسجد و مزار اولیاء و خاندانہ و مدرسہ و کنواں و پوکھرویل ان سبھوں میں سب سے زیادہ ثواب کس کے بنانے میں؟

مسئلہ (۲) : مسجد کے نام یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام یا مدرسہ کے نام یا مزار اولیاء کے نام ان میں سے کس کے نام پر وقف کرنا زیادہ ثواب ہے درجہ بدرجہ خلاصہ بیان فرمایا جاوے؟

الجواب :- جس کی زیادہ ضرورت ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسؤلہ امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ۔ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مقتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ متین کا حصہ ایک افتادہ زمین یعنی ٹوٹے ہوئے مکان مشترکہ ایک ثلث ہے جس کا تخمینہ ۳۵ گز ۳ گز ۳ ارضی ہے جو اس کو حق پداری سے پہونچا ہے زمین مذکور کو ایک مسجد کے نام اقرب تین سال گزرتے ہیں کہ وقف کر دیا اور ایک وقف نامہ غیر حصری شدہ تحریر کر دیا اور اہل برادری کو اختیار النظام و بیع تک دیدیا اہل برادری نے اس کا منتظم ایک شخص محلہ دار کو کر دیا۔ چونکہ اس شخص نے برادری سے چار آنے ماہ وار در صورت کرایہ دینے وعدہ کیا تھا مگر تادم تحریر ایک پیسہ اس کی آمدنی کا مسجد کو نہیں لگایا اور نہ متولی مسجد کو دیا۔ اور نہ برادران چودھری یاں کو دیا اب مسماۃ مذکورہ درخواست کرتی ہے کہ چونکہ میں نے مسجد کے نام وقف کیا تھا اس سے کوئی فیض پہونچا نہیں پہونچا۔ لہذا میں چاہتی ہوں کہ حصہ موقوفہ کو بیع کر کے زندگی ہی میں مسجد کو لگا دیا جاوے تاکہ مجھ کو اطمینان ہو۔

مشورہ کیا گیا کہ حصہ موقوفہ کی زمین جو صرف ۳۵ گز ۳ گزہ ہے اور وہ بھی مشترکہ ہے اگر کسی حصہ دار کو دے دی گئی اس نے اس میں کچھ عمارت تیار کر لے اور چار ماہوار کچھ دنوں تک دنیا رہا بعد کو نہ دیئے۔ جیسا کہ منظم شخص نے کیا کہ ایک حصہ دار کو دیدی اور اس نے اس کو تعمیر بھی کرایا مگر خدائی انتظام یہ ہوا کہ بارش میں سب برابر ہو گیا جس نے اس مدت تک بھی ایک پیسہ مسجد کو کرایہ نہ دیا۔ لہذا کوئی صورت ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ جس سے محض زمین کی حالت موجودہ سے مسجد کو نائدہ پہنچے لہذا اس مسماۃ نے دیگر صاحبان سے یہ مشورہ دیا کہ دکان مسجد کو جس کا کرایہ اب عہد ایک روپیہ ماہوار ہے۔ اگر دکان مسجد کی چھت اونچی کر اگر کیوار لگوا دی جائے تو عہد ماہوار کی آمدنی کی دکان ہو جاوے گی بجائے چار ماہوار کے حساب سے، سہ سالانہ ہونے ہیں اس صورت سے بارہ روپیہ سالانہ کی آمدنی مسجد کو ہو جاوے گی اور زمین جو اس وقت تک مسجد کی بیکار ہے کار آمد ہو جاوے گی اور مسماۃ کے دل پر جو خیال ہے کہ زمین کو کوئی حصہ دار نہ دباوے صاف ہو جاوے گی اور مسجد کو کافی نفع اور باقائدہ پہنچے گا اور ہمیشہ ہمیشہ ہو چتا رہے گا۔ لہذا در صورت زمین موقوفہ کی بیع جائز ہے کہ نہیں؟ خریدار خرید سکتا ہے کہ نہیں اور جو صاحبان اس کام میں شریک ہوں گے وہ گنہگار نہ ہوں گے؟

الجواب :- اس زمین کو فروخت کر کے کوئی دوسری جائیداد خریدی جاسکتی ہے جس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی رہے اور یہ جائز نہیں کہ اس روپیہ کو مرمت دکان میں صرف کیا جائے کیہ یہ ابطال وقف ہوگا۔

اور ابطال وقف ناجائز درمختار میں ہے۔ وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا آخری حینئذ او شرط بیعہ و بشرط
بثمنہ ارضا آخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولیٰ ۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ قادری بخش محمد بخش صاحبان، ناگور، علاقہ جودھپور، ماڑ واڑ، ۱۳ رجب ۱۳۲۵ھ
ایک مسجد قدیم جس کا صحن وسیع کراہی کی ضرورت ہے۔ اور اس کا کچھ حصہ منہدم بھی کیا جا کر پتھر وغیرہ چونکلیں گے اس میں
لگا دیئے جاویں گے۔ اور اگر کچھ پتھر بالکڑی وغیرہ بھی رہی تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس میں صرف کر دی جاوے گی
لہذا اس میں کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب :- جو چیزیں مسجد کے کام میں نہ آسکیں بیکار ہو جائیں انھیں بیچ کر قیمت مسجد میں صرف کیا جائے
مگر خریدار کو چاہئے کہ وہ چیزیں بے ادبی کی جگہ میں نہ لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ عبدالحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار، بمسجد محمد تقی۔ ۳ رجب ۱۳۲۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں مورث زید نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جائداد اس شرط کے ساتھ وقف
کیا کہ درجہ بدرجہ اپنے خاندان میں جو بڑا ہو متولی ہو اور مرمت مسجد تین مؤذن اور جاروب کش کا حق اس طریقہ پر
دیا کہ اگر جاروب کشی مؤذن گیری خود متولی کرے تو مشاہرہ خود لے سکتا ہے ورنہ خود انجام نہ دے سکے تو دوسرے
کو مقرر کرے اور خرچ جائز و ناجائز کے حساب و کتاب سمجھنے کا حق کسی دوسرے مسلمان کو نہیں دیا ایسی حالت میں یہ وقف
نامہ بغرض حفاظت جائداد سمجھا جائے گا یا جو عام طریقہ سے وقف نامہ مرد ہے وہ سمجھا جائے گا؟

الجواب :- وقف نامہ میں ایسی شرط ذکر کرنا کہ متولی کو جائز و ناجائز جو چاہے خرچ کرے اختیار ہے کوئی
اس سے حساب بھی نہ لے سکے یہ شرط باطل ہے متولی تو متولی خود واقف بھی اگر دیانت کے خلاف کام کرے معزول کر دیا
جائے گا اگرچہ یہ شرط ہو کہ معزول نہ کیا جائے کہ یہ شرط مصلح وقف کے خلاف اور حکم شرع کے مخالف ہے درمختار

میں ہے۔ ینتزع وجوباً بذاذیہ لو الواقف در غیرہ بالاولیٰ غیر مامون وان شرط عدم نزاعہ اوان لا ینزعہ
قاص ولا سلطان لمخافتہ لحکم الشرع فی بطلان ۲۔ نیز اسی میں معروضات علامہ مفتی ابوالسود سے ہے۔ لو شرط الواقف

۱۔ در مختار ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الوقف ۱۲، مصباحی ۵۲۔ در مختار ج ۳ ص ۲۲۱، کتاب الوقف مخلصا۔

العزل والنصب وسائر التصرفات لمن يتولى من اولاده ولا يداخلهم احد من القضاة والا مراءو
ان داخلوهم فعليهم لعنة الله هل يمكن مداخلتهم فاجاب بانه في سنة اربع واربعين تسع
مائة قد حررت هذه الوقفيات المشروطة هكذا للمتولون من الامراء يعرضون للدولة
العلية على مقتضى الشرع ومن دونه رتبة يعرض بأرائهم مع قضاة البلاد على مقتضى المشروع
من المواد لا يخالف القضاة المتولين ولا المتولون القضاة بهذا ورد الامر الشريف بالواقفون لو اردوا
اى فساد صدر يصدر واذا داخلهم القضاة والامراء فعليهم اللعنة - فهم الملعونون لما تقرا ان الشرائط
المخالفة للشرع جميعا لغو وباطل - رد المتارمين - حاصله ان الواقفين اذا شرطوا هذا الشرط ولعنوا
من يداخل الناظر من الامراء والقضاة كانوا هم الملعونين لانهم ارادوا بهذا الشرط انهم
صدر من الناظر من الفساد لا يعارضه احد وهذا شرط مخالف للشرع وفيه تفويت المصلحة
للموقوف عليهم وتعطيل الوقف فلا يقبل - مسالون پر لازم ہے کہ حساب سمجھیں اگر خیانت پائیں متولی کو معزول
کردیں ایسی شرط کا کچھ اثر نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ :- ازبرہان پورسی پی سرسلہ ڈی عبدالرحیم سوداگر حرم - ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں مسئلہ وقف ایک شخص نے مسجد اور چھ دکانیں بنوا کر وقف کر دی ان
دکانوں میں قوم بواہر کرایہ سے رہتے ہیں اور دکانوں کا کرایہ نامہ آج تک یعنی ۵۵ و ۵۵ سال سے نہیں لکھایا گیا ہے اور
سالہا سال ماہ رمضان المبارک کی ۲ تاریخ کو کرایہ وصول ہوتا رہا مگر دو سال سے قوم بواہر جو کہ کرایہ دار ہے کرایہ
سے انکار ہے اور کہتے ہیں کہ دکان کو خرید لیا ہے اور یہ خرید و فروخت آپس میں کر اڈا رہے ہیں۔ ایسی صورت
میں خرید و فروخت مال وقف کی جائز ہے کہ نہیں۔ اور کرایہ دار ۵۵ و ۵۵ سال سے ہیں اور مال وقف کی کوئی تحریر
وغیرہ نہیں ہے مگر سرکاری نقشہ میں مسجد اور دکانوں کا حوالہ ہے۔ امید ہے کہ اس مسئلہ پر بہت جلد غور فرما کر
مطلع فرما دیں گے؟

الجواب :- جب اس شخص نے دکانیں وقف کر دی ہیں تو اس کے بیچنے کا خود بھی حق نہیں رکھتا دوسرا کوئی شخص کب ان کی بیع کر سکتا ہے کہ مسجدیں ملک الہی ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہوا اِنَّ الْمَسَاجِدَ بِمِثْرِ مَسْجِدِ الْاِسْلَامِ کے متعلقاً کوئی بیع کر سکتا ہے نہ خرید سکتا ہے یہ تو کار آمد چیزیں ہیں کہ ان کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی ہے یا ہوگی۔ مسجد کا بیکار سامان بھی بغیر اذن قاضی فروخت نہیں کیا جاسکتا تاوی عالم گیری میں ہے۔ اهل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقص المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انه لا يجوز كذا فی السراجیۃ۔ کرایہ داروں کا یہ کہنا کہ ہم نے خرید لیا ہے باطل محض ہرگز مسموع نہیں ہو سکتا، بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پوری کوشش کر کے اجائے وقف کریں اور ان کرایہ داروں سے دکانوں کو خالی کرالیں اگر بالفرض کسی نے ان کے ہاتھ بیع کر دیا ہے جب بھی اس کا کچھ اثر نہیں کیسیج باطل ہے قاضی ایسی بیع کے جواز کا حکم نہیں دے سکتا بلکہ اگر قاضی فیصلہ کر دے تو فیصلہ باطل ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے۔ ولو قضی الحنفی بصحۃ بیعہ فحکمہ باطل لانہ لا یصح الا بالصحیح المفقی^۱۔ وقف کے متعلق تحریر کی کوئی حاجت نہیں نہ مسلمانوں میں مساجد کے متعلق وقف نامہ لکھنے کا رواج ہے وقف کے لئے شہرت کافی ہے اور برائے شہرت وقف کی شہادت جائز و معتبر، عالمگیری میں ہے۔ الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ حاجی محمد حسین عفی عنہ بر دوکان ایس۔ ایم۔ قاسم برادر میں مسٹن روڈ کا پنور۔ ۲، محرم ۱۳۸۶ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید فاتر العقل ہے اس کے شرعی برادر حقیقی اکبر اور دیگر ورثہ زید نے ایک اقرار نامہ بذیل مضمون لکھ دیا کہ زید چونکہ فاتر العقل ہے۔ اور کوئی وجہ معاش اس کے امکان میں نہیں ہے۔ اس لئے زید کو جو کچھ ورثہ اس کے پدر کا پہونچتا ہے۔ اس کے بابت فلاں نمبری مکان مع دوکان ہم حملہ ورثہ باہم رضامندی سے اسکو لکھ دیتے ہیں کہ وہ تاجیات خود اس کے کرایہ سے مستمع ہوتا رہے۔ اور اس کی وفات کے بعد مکان مع دوکان مذکورہ بحق مدر فلاں بصیغہ تعلیم قرآن شریف حسان اللہ وقف تصور ہو کر زیر اہتمام مہتمم موجودہ وقف مدر کو دیدیا جاوے۔ کسی وارث خواہ مہتمم نہ کہ اس میں حق دست اندازی

^۱ عالمگیری، ج ۲ ص ۲۴۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد۔ ^۲ ردالمحتار عن البحر، ج ۳ ص ۳۱

کتاب الوقف۔ ^۳ ج ۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الشہادۃ۔ ۱۲۔ مصباحی۔

حاصل نہ ہوگا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے تو باطل و ناجائز ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ وقف صحیح ہے یا نہیں بجز کتاب جواب سے مطلع فرمایا جاوے۔ بینوا تو جردا۔

الجواب :- وقف مذکور صحیح نہیں اور اس کی چند وجوہ ہیں

اول یہ کہ واقف کا مالک ہونا

شرط وقف ہے۔ ادیں ہاں وقف کنندہ مالک نہیں کہ یہ جائداد زید کی ملک ہے اور وقف کرنے والے دوسرے لوگ ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری شرائط وقف میں ہے۔ منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضا فوقها ثم اشتراها من مالها

ودفع الثمن اليه او صالح على مال دفعه اليه لا تكون وقفاً هذا في البحر الرائق۔ ردالمحتار میں ہے۔ الواقف

لابد ان يكون مالكة وقت الوقف ملكاً تاماً ولو بسبب فاسد۔ دوم۔ یہ کہ وقف کے لئے ناجز ہونا شرط ہے

وقف معلق وقف نہیں اور یہاں زید کے مرنے پر وقف کیا جاتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔ و شرطه شرط سائر التبرعات

وان يكون منجراً۔ عالمگیری میں ہے۔ ومنها ان يكون منجزاً غير معلق۔ نیز اسی میں ہے۔ رجل قال ان مت من

مرضي هذا فقد وقفت ارضي هذه لا يصح برب اومات وان قال ان مت من مرضي هذا فاجعلوا ارضي

وقفاً جاز والفرق ان هذا التعليق والتوكيل بالشرط وذلك يجوز هذا في الجوهرة النيرة۔ یہ امر آخر

ہے کہ اس صورت میں اگر اپنی ملک کو موت پر معلق کر کے وقف کرے تو اسے وصیت قرار دیں گے۔ اور ثلث میں اس کا نفاذ

لازم ہوگا۔ مگر صحیح مذہب پر وقف کے احکام اسکے لئے نہ ہوں گے۔ درمختار میں ہے۔ اذا مت فقد وقفت داری علی

كذا فالصحيح انه كوصية تلزم من الثلث بالموت لا قبله۔ ردالمحتار میں ہے۔ امانی تعلیقہ بالموت

فالصحيح انه لا يزول ملكه الا انه تصدق بمنافعه مؤبداً فيصير بمنزلة الوصية بالمنفعة۔

مؤبداً فيلزمه والحاصل انه اذا علقه بموته فالصحيح انه وصيته لازمة

۱۔ عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول، ۲۔ ردالمحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۳۹۴۔ ۳۔ تنویر الابصار

ج ۳ ص ۳۹۴۔ ۴۔ عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف الباب الاول فی الشرائط۔ ۵۔ درمختار و ردالمحتار ج ۳ ص ۳۹۴

کتاب الوقف، ۶۔ درمختار ج ۳ ص ۳۹۴۔ ۷۔ عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول۔ ۸۔ فتح القدير ج ۵

ص کتاب الوقف، ۱۲۔ معجمی

لکن لم یخرج عن ملکہ الخ۔ سوم۔ یہ کہ اگر خود زید وقف کنندہ ہوتا تو بوجہ جنون اس کا وقت صحیح نہ ہوتا اگر ناسخ النقل
بمعنی جنون ہو کہ واقف کا مکلف ہونا شرط ہے در مختار میں ہے۔ وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ تکلیف
عالمیہ ہے۔ فلا یصح الوقف من الصبی والمجنون۔ اور اگر زید سقیہ ہو اور وقف کی یہ صورت ہو کہ وہ منافع
اپنی زندگی بھر خود اپنی ذات پر خرچ کر دے گا۔ اور بعد موت امور خیر میں صرف ہونگے۔ تو حسب تصریح امام ابن ہمام رحمۃ
اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ جب کہ قاضی نے اس کے جواز کا حکم دیدیا ہو۔ فتح القدیر میں ہے۔ ویبغی اذا وقفہا
المجور لسفہ علی نفسه ثم علی جہتہ لا تنقطع ان یمض علی قول الی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وہو الفصحیح
عند المحققین وعند کل اذا حلّم بہ حاکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک اراضی ہے تھوڑی عمارت
کے قدیم سے وقف تھی اور اس میں تمام افراد خاندان واقف کے پڑھتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے تھے
علاوہ افراد خاندانی مثل محلہ بھی اوقات خاص میں منتفع ہوتے ہیں۔ اب چند برسوں سے ایک صاحب نے اپنی طرز و عمل
و حکمت علمی سے تمام افراد خاندانی کو بے دخل کر کے علاحدہ کر دیا۔ اور خود عمارت کو توڑ کر اپنے روپیہ سے اور حسب
مرضی خود بنایا۔ اور محض اپنے اور اپنے خواص کے دوسرے افراد خاندانی سے الگ کر کے مخصوص کر لیا۔ اور بعض
عمارت کو نامزد کر کے مقفل کر دیا تاکہ کوئی شخص جو جماعت خاص کا ممبر ہو یا مخالف گروہ کا ہو جو تمام کے تمام افراد
خاندانی ہیں منتفع نہ ہو سکے اور محض روایات زبانی ایسی سنی جاتی ہیں کہ مخصوص لوگوں نے جب کہا کہ عمارت میں اس قدر
روپیہ کا صرف کرنا اور اراضی موقوفہ ہونا یہ صحیح و ٹھیک نہیں تو واقف کار لوگوں سے تو گریز کیا اور اپنی مخصوص جماعت
میں کہا کہ میں اپنا مکان زمانہ نشست گاہ بنا رہا ہوں۔ کون ہے جو مجھے نکالے گا۔ کیا واقف اور کسی کا وقف اگرچہ اس وقت
تک نمائشی طور پر اس عمارت جدید کے ایک حصہ میں مدرسہ بھی جاری ہے جس میں طلبہ تعلیم پاتے رہتے ہیں باقی
عمارت و مخصوص نامزد و مقفل ہیں ایسی صورت میں جبکہ اکثر بڑی عمر کے لوگ جو واقف حال و حاضر باش خدمت اکابر
پر تو ہی ختم ہو چکے ہیں یہ احتمال قوی ہے کہ وقف مناسب پر علی الاعلان دعویٰ ملکیت کیا جاوے گا۔ اور ثبوت میں اپنا
قبضہ مخالفانہ مدت کا اور اس پر اپنے روپیہ سے عمارت کا بنانا اور کسی کا معترض نہ ہونا بطور دلیل و برہان بیان کر کے
عدالتہائے قانونی سے سبکدوش و حق گو حضرات کو خاموش کرنے کا موقع پیش کیا جاوے گا۔ دراصل حایکہ نہ کوئی وقف

نامہ تحریر و رجسٹری شدہ موجود ہے نہ کوئی تولیت نامہ مصدقہ رجسٹری موجود ہے۔ نہ کاغذات بندوبست ہیں وقف ہونا درج ہے اور نہ اب تک رجسٹر اوقاف موجودہ دفتر حجبی میں اس کا اندراج ہے حالانکہ قانون وقف کو جاری ہوئے اور رجسٹری اوقاف کو مرتب ہوئے کئی سال گزر گئے ہیں۔ ان تمام صورتوں کے ہوتے ہوئے زید مذکور کو اراضی وقف پر اپنے روپے سے تعمیر جدید کرنا اور ان کے بعض حصص کو مقفل کر دینا یا نامزد کر دینا اور دوسرے تمام افراد خاندانی کو خلاف تعامل الگ کر دینا اور رجسٹر وقف موجودہ حجبی میں اندراج نہ کرنا عندا شرع کیا حکم رکھنا ہے؟ اور افراد خاندانی کو خصوصاً و عموماً اہل محلہ و شہر پر چڑھنا واقف حال وقف تعامل قدیم میں کیا کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان کو اب کیا کرنا چاہئے؟ جس سے تعامل قدیم و حفاظت وقف کا حصہ ہو جاوے؟

الجواب :- جب وہ زمین موقوفہ ہے اور عمل درآمد قدیم سے اس کا وقف ہونا ثابت ہے تو اس پر قبضہ مالکانہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اور ایسے شخص کو اس کی تولیت سے بھی علیحدہ کر دینا ضروری ہے جسکی نسبت احتمال قوی ہے کہ وقف کا ابطال کرنا چاہتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویبزع وجوب ادلوا لواقف فخیروہ بالاولی غیر مامون۔ وہاں کے مسلمانوں پر وقف کی حمایت کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا اندراج حکومت کے کاغذات میں کر دینا ضروری ہے ورنہ ایسی حالت میں کہ بعض لوگ اپنی ملک کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ بہت اندیشہ ہے کہ وقف پر مالکانہ قبضہ ہو جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ازگول بازار۔ راجپور۔ سی۔ پی۔ برسلہ جناب مرزا ولی اللہ بیگ صاحب۔ ۱۶ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں۔

(الف) کیا وقف شدہ جائداد جو کہ کسی بھی مسجد میں واسطے ایصال ثواب کے واقف نے وقف کی ہو چکی ہو یا نہیں اور کسی بھی متولی کو کبھی اس اوقاف کے بیچنے یا بیع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

(ب) چونکہ مسجدیں تمام یہاں کے مسلمانوں کے چندہ سے بنی ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ متولی بھی تمام جماعت مل کر منتخب کرتی ہے۔ لہذا متولی مسجد نے چند جائدادیں بنجر اجازت جماعت کے مشورہ کے فروخت کر دیں تو کیا اس قسم کا متولی مذکور بالا کو اوقاف کے بیچنے یا بیع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

(ج) جب کہ واقف نے اوقاف کو اس طرح وقف کیا ہو کہ اگر متولی مسجد اس بات کی ضرورت محسوس کرے کہ یہ جائدادیں

سے ۱۰۰ کتاب لکھتے ہیں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

بیچ کر اصراف مسجد لئے تو متولی مسجد کو اختیار ہے کہ بیچ دے اس حالت میں کیا حکم ہے؟

(د) اور حالات برعکس ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مسجد میں اب کسی کام یا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور ہے تو مسلمانوں سے مدد طلب کرنے پر مسجد کا کام جیسا کہ آج تک ہوا ہے ہو سکتا ہے اور مسجد کے جملہ اخراجات مبین جماعت پورا کرتی ہے اور تمام مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ان جائدادوں کو جو کہ فروخت ہو چکی ہیں واپس لیکر اور اسے اچھی حالت میں کر کے کرایہ پر چلائیں اور اس سے مسجد کو فائدہ پہونچائیں اور یہ جائدادیں خراب نہ ہوں تمام مسلمانوں کو اس پر اتفاق ہے کہ واقف نے کسی صورت سے وقف کیا ہو۔ اوقات بلا ضرورت نہیں بک سکتے اور متولی مسجد (فروخت کنندہ) کہتے ہیں مجھے اختیار ہے وقف کے مطابق اوقات کو فروخت کر سکتا ہوں اور فروخت کرنے کے پچھلے مسلمانوں نے مشورہ لیا اور نہ کسی مسلمان کو خبر ہوئی لہذا مع آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے عام فہم جواب دیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب (الف) :- جائداد موقوفہ کی بیع نہیں ہو سکتی البتہ جائداد موقوفہ کو دوسری جائداد سے بدل سکتے ہیں جبکہ واقف نے وقف میں استبدال کی شرط ذکر کر دی ہو۔ اور استبدال کیلئے چند شرطیں ہیں مثلاً ایک شرط یہ ہے کہ جائداد غیر منقولہ سے استبدال ہو یا وقف نامہ میں یہ شرط ہو کہ اسے بیچ کر اس کے ثمن سے دوسری زمین خریدی جائے عالمگیری میں ہے۔ فیلزم ولا یباع ولا یوہب ولا یورث کذا فی الہدایۃ۔ در مختار میں ہے۔ فاذا تم ولزم لامدک ولا یملک۔ رد المحتار میں ہے۔ ای لا ینکون مملوکاً لصاحبہ ولا ینکون ای لا ینکون لغيرہ بالبیع و بخوہ لا ینکون تملک الخارج عن ملکہ ویستثنیٰ من عدم تملیک مالواشترط الواقف استبدالہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) وقف میں بعض تصرفات خود متولی کر سکتا ہے اور بعض کے لئے قاضی سے اجازت کی ضرورت ہے اگر وقف نامہ میں ایسی شرط تھی اور اس شرط کے موافق کیا ہے مثلاً اس کے بدلے میں دوسری جائداد خرید لی یا جائداد

۱۔ عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول۔ ۲۔ در مختار ج ۲ ص ۲۴۴ کتاب الوقف۔ ۳۔ رد المحتار ایضاً۔ ۱۲۔ مصباحی۔

غیر منقولہ سے بدل کیا اور متولی کو واقف نے ایسا اختیار دیا ہے تو ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج ۱ د) اگر وقف نامہ کے یہ الفاظ ہیں جو سوال میں لکھے گئے تو اس شرط کی وجہ سے وقف بھی جائز رہا۔ کیونکہ یہ شرط خود وقف کے منافی ہے۔ وقف میں یہ ہوتا ہے کہ موقوف کو باقی رکھتے ہوئے اس کی آمدنی اپنے اوپر یا کسی کار خیر میں صرف ہوتی ہے۔ اور بیع کی شرط سے اس چیز کے لئے بقاء نہ رہی۔ اور تاہم وقف کی صحت کے لئے شرط ہے۔ لہذا یہ وقف کہ اس نے کیا باطل ہے۔ درمختار میں وقف کے شرائط میں یہ ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ و صرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ^۱ البتہ استبدال۔ درست ہے جبکہ اس کی شرط واقف نے کر دی ہو اور استبدال میں دوسری جائداد پہلی کے قائم مقام ہوگی۔ اور بدستور باقی رہے گا۔ درمختار میں ہے۔ وجاز شرط الاستبدال بہ او شرط۔ بیعہ ویشتری بثمنہ۔ ارضاخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولیٰ۔ اور واقف نے اگر ان لفظوں سے وقف کیا ہے تو اس سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اسی جائداد کی قیمت مسجد پر صرف کی جائے۔ نہ یہ کہ اس کی آمدنی صرف ہو اور چیز باقی رہے اور یہ مسجد نام ہے یا تصدق ہوگا۔ کہ متولی کے قبضہ کر لینے پر تمام ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ رجل تصدق بدارۃ علی المسجد او علی طریق المسلمین تکلموا فیہ والفتویٰ علی انہ یجوز۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لو قال وھبت داری للمسجد او اعطیتھا لہم ویکون تملیکھا فی شرط التسلیم۔ تو اگر اس صورت میں داخل کر کے اسے بجائے وقف ہے تصور کیا جائے تو اب یہ مسجد کی ایک چیز ہوگی۔ داہب کی شرط وغیرہ کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ حقیقۃً اگر مسجد کو ضرورت ہے تو متولی دیگر مسلمانوں سے رائے لیکر مسجد پر صرف کر لے اپنے آپ بغیر مشورہ مسجد کی اشیاء کو نہیں بیچنا چاہئے مسجد کی چیزیں فروخت کرنے کے لئے اذن قاضی کی ضرورت ہے مگر چونکہ یہاں قاضی موجود نہیں اہل الرائے اور

۱۔ درمختار ج ۳ ص ۳۹۲ شرائط الوقف۔ ۲۔ درمختار ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الوقف۔ ۳۔ قاضی خان نیز عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۹ میں ہے۔ ۴۔ اذا تصدق بدارۃ علی مسجد او علی طریق المسلمین تکلموا فیہ والمختار انہ یجوز کالوقف کذا فی الذخیرۃ، ۵۔ عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد۔ ۱۲، مصباحی۔

سمجھدار اور قابل اطمینان متدین مسلمانوں سے رائے لیکر ایسا کرنا، امید ہے کہ کافی ہو اور اس کے مواخذہ سے بچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از مقام انجی پور۔ ضلع بھر دپچ۔ مرسلہ جناب اسماعیل دلی بھائی صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی وقف قبرستان کا متولی ہو اور وہ شہر کا قاضی بھی کہلاتا ہو وہ قاضی اس وقف قبرستان کو جس میں سیکڑوں قبریں فی الحال موجود ہیں کسی بیوپاری کے ہاتھ بیچ دے اور اس وقف شدہ قبرستان میں کوڑا پڑتا ہو تمام لوگ پائخانہ پھرتے ہوں قبروں پر جلانے کی لکڑی اور مکان بنانے کی لکڑیاں قبروں پر ڈالے جاتے ہوں چوٹی کی کھٹی لگائی جاتی ہو۔ اینٹ چوٹے پکائے جاتے ہوں ہنود لوگ جو وہاں رہتے ہوں وہ مذکور قبرستان میں قبروں پر پیشاب پائخانہ کرتے ہوں ایسی بے حرمتی قبرستان کی ہوتی ہو اس کیلئے کیا حکم ہے اور ایسے متولی قاضی جس نے یہ قبرستان فروخت کیا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب :- قبرستان کو بیع کرنا باطل ہے اور یہ بیچنے والا گنہگار ہے تمام کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فلا بیع ولا یوہب یعنی وقف کو بیع نہیں سکتے۔ عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا میں ہے کہ وقف کی باطل ہے۔ اور ایسے کو تولیت سے علیحدہ کر دینا واجب۔ تنویر الابصار میں ہے۔ وینزع وجوبا لوالوقف غیر مامون مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے خائن کے ہاتھ سے وقفی جائیداد کو فوراً نکال لیں اور کسی امین دیانت دار کار گزار کو متولی مقرر کریں۔ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاخانہ پھرنے کے متعلق بکثرت احادیث موجود ہیں تفصیل دیکھنا چاہیں تو رسالہ الملک الوہابین کا مطالعہ کریں مسلمانوں کے قبرستان میں آگ جلانا اور چوٹے بھٹی لگانا تو بہت اشد ناجائز ہے قبرستان میں آگ لے جانے کی اجازت نہیں کہ قبروں پر بھٹی لگانا جس نے اس قبرستان کو دوسروں کے قبضہ میں دیکر اموات مسلمین کی سخت توہین کی۔ وہ فاسق ہے گنہگار ہے مستحق عذاب نار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از غازی پور، محلہ برہمنہ، مرسلہ جناب محمد رفیق صاحب محرر مولوی غلام محمد علی الدین دکیں سر صفحہ المعظم شہد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ٹکڑا زمین کی متعدد مالکان ہیں ان میں سے ایک نے یا چند نے اس زمین کو بلا اجازت و اطلاع و علم دیگر شرکار اگر وقف کیا تو کیا ایسا وقف جائز ہے؟

اگر وقف ناجائز ہے تو ان لوگوں کے حصہ کی بابت جنہوں نے وقف کیا ہے وہ وقف ناجائز ہو جاتا ہے یا نہیں؟ از حد عنایت ہوگی اگر جواب مہ حوالہ کتاب وصف وغیرہ دیا جائے؟

الجواب :- اگر وہ زمین جسکو بعض نے وقف کیا ہے غیر قابل قسمت ہے جب یہ وقف تو بالاتفاق صحیح ہے اگر قابل قسمت ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف بھی صحیح ہے۔ اور اسی قول کو متاخرین نے اختیار کیا۔ اور اس پر فتویٰ دیا عالمگیری جلد ۲ ص ۳۴۳ میں ہے۔ الشیوخ حیث لا یجتمعون القسمۃ لا ینم صحۃ الوقف بخلاف وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وبہ اخذ مثانی بخاری و علیہ الفتویٰ کما فی السراجیۃ والمتاخرین افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجوز وهو المختار کما فی خزائنہ المقتیین۔ در مختار میں ہے۔ ولختلف الترتیب والاختلاف بقول اثنا فی احوط واسهل بحر وفی الدرر و صدر الشریعۃ وبہ یتفق واقرة المصنف رد المحتار جلد ۳ ص ۳۴۳ میں ہے لکن فی الفتح ان قول ابی یوسف اوجہ عند المحققین۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ :- ان پورنیہ محلہ سید باڑہ۔ مرسلہ جناب شمس العالم صاحب۔ ۱۵ رجب ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف مسائل ذیل میں کہ زید نے اپنے بھائی کی لاش ایسے مزروعہ اراضی وقف میں جو کسی مقدس آستانہ اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف ہے نہ تدفین موتی کیلئے اور نہ کبھی کسی کی لاش اس میں دفن کی گئی تھی بغیر علم و اجازت اور خلاف مرضی جناب متولی وقف مذکور دفن کی لہذا یہ چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں؟

(۱) کیا حقوق تولیت سے باہر ہے کہ زید اس کارروائی کو قبول کر لیں یا سکوت اختیار فرمائیں؟

(۲) سکوت یا قبول اختیار فرماتے کی تقدیر پر قبر مذکور کا احترام مثل دیگر قبور مؤستین مثلاً عدم جواز قیام و

قعود علی القبر اس پر یا اسکی طرف نماز و زراعت کی ممانعت وغیرہ واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) حاکم ضلع کے اجلاس میں تخلیہ ارض یا تسویہ قبر کا استغاثہ زید پر کرنا تولیت پر واجب ہے یا نہیں؟

(۴) اگر تخلیہ یا تسویہ میں افساد بین المسلمین کا خطرہ غالب ہو تو اس پر کوئی ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں تولیت

کے لئے عند اللہ بہتری ہو؟

(۵) تسویہ کی صورت معین ہونے کی تقدیر پر اگر سردست دفع فساد کے خیال سے اغماض کیا جائے پھر بعد چند

مناسب وقت میں ہموار کر کے مثل آراضی غیر قبر اس زمین سے نفع حاصل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- جب وہ زمین وقف ہے تو جس کام کے لئے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاسکتا ہے دوسرا کام اس سے لینا ناجائز ہے۔ متولی کی ہرگز اختیار نہیں کہ ایسی زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دے بلکہ اگر اجازت دے گا تو یہ خود اس کی خیانت ہوگی فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ سئل القاضي الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن مسجد لم يبق له قوم وخراب ما حوله واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة قال لا يسئل هو ايضا. عن المقبرة في القرى اذا اندرست لم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا في المحيط^۱۔ نیز اس میں ہے۔ ارض وقف علی مسجد صارت بحال لا تزرع فجعلها رجل حوضا للعامة لا يجوز للمسلمين انتفاع بها ذلك الحوض كذا في القنية۔ جب باوجود ناقابل زراعت ہونے کے اس میں ایسا تصرف جو عامہ مسلمین کیلئے مفید ہونا جائز ہے۔ تو قابل زراعت ہونے کی صورت میں تصرف کرنا اذہر وہ بھی ایسا تصرف جو عامہ مسلمین کے نفع کیلئے نہ ہو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ لہذا اس صورت میں متولی کو فرض ہے کہ وقف کی حفاظت کرے ایسی کارروائی کو قبول کرنا یا اس پر سکوت کرنا متولی کو ناجائز ہے۔ بلکہ متولی پر لازم ہے کہ زمین موقوفہ کو خالی کرے۔ اور اگر متولی کے کہنے سے تخلیہ نہ کرے تو قانونی کارروائی کر کے اس زمین کو نکالنا ضروری ہے یہ زمین چونکہ مزدعہ ہے اور اس لئے ہے کہ آمدنی مسجد وغیرہ پر صرف ہوگی لہذا اس میں اگر مردہ دفن کیا گیا تو بیت کے گھر والوں کو حکم دیا جائے گا کہ یہاں سے اپنا مردہ نکال لے جائیں اور نہ نکالیں تو زمین کو ہموار کر کے اس پر زراعت کی جائے اور اس صورت میں بیت کی جو کچھ بے حرمتی ہوگی اس کا وبال دفن کرنے والوں پر ہے۔ کہ انھوں نے ایسی جگہ پر کیوں دفن کیا جہاں دفن کرنے کا ان کو حق نہ تھا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالکها فالمالک بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوى الارض وزرع فيها كذا في التجنیس^۲۔ متولی پر

۱۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۱، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر۔ ۲۔ عالمگیری ج ۱ ص ۸۵ کتاب الصلوة

الفصل السادس فی القبر والدفن۔ ۱۲، مصباحی

چونکہ وقف کی حفاظت لازم ہے اور جو لوگ وقف کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں۔ متولی کو ان کی مراعات کیوجہ سے وقف میں نقصان پہونچانا ہرگز جائز نہیں ورنہ متولی بھی گنہگار ہوگا اور یہ خیال کہ اس وقت سکوت کیا جائے بعد کو قبر برابر کردی جائے گی۔ درست نہیں کہ زیادہ زمانہ گزرنے پر ان لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اگر دفن کرنا جائز نہ تھا تو متولی نے اب تک سکوت کیوں کیا اور وقف میں ایسے ادہام کی بھی مراعات کیجاتی ہے اسلئے وقفی زمین کو تین سال سے زیادہ تک کرایہ پر دینا فقہاء منع کرتے ہیں کہ امتداد زمانہ کے بعد کرایہ دار ملک کا دعویٰ نہ کر بیٹھے اور وقف کو نقصان نہ پہونچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ حمید الشراخاں، محلہ ہاری پور۔ بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بطور ایک مستری کے تعمیر مسجد کا حسب ہدایات متولی مسجد کے کر رہا تھا۔ متولی نے زید کو کام کرنے کی ایک حد مقرر کر دی تھی۔ لیکن جب زید کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک اور مستری بھی اس میں کام کرنے کے واسطے آدے گا۔ (کہ جس نے بہت پیشتر سے دویم بلا اجرت کام کرنے کا وعدہ کر لیا تھا) تو زید نے اس کی سخت مخالفت کی کہ وہ میری موجودگی میں کام نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کرے گا تو میرا ان کا جھگڑا ہو جائیگا بعدہ زید نے بلا اجازت متولی کے محض اپنی رائے سے اس حد مقررہ سے کہ جسکو متولی نے مقرر کیا تھا باہر ہو کر اپنی قابلیت کا اظہار کرنے کی غرض سے ایک اور جدید آدمی کو اپنی امداد کے واسطے لگا کر کام کو بڑھا دیا متولی مسجد کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ ان لوگوں کے آپس کی بحث ہے، مستری کو کام کرنے سے نہیں روکا۔ لیکن ناظم تعمیر نے یہ کہہ دیا کہ اس اضافہ کام کی اجرت ہمارے ذمہ نہ ہوگی۔ چنانچہ جب وقت حساب کا آیا تو اس دن کی مزدوری نہ دینے پر زید نے سخت اظہار ناراضگی کیا۔ حتیٰ کہ اس اضافہ کام کو گرا دینے کا عزم مصمم کر لیا۔ اور ایک دوسرے چندہ تعمیر مسجد اور ایک یوم بلا اجرت کام کرنے کا جو وعدہ تھا اس کے پورا کرنے سے انحراف کیا۔ صورت اول کو دوسرا شتھاں کے سمجھانے سے منہدم کرنے سے باز رہا۔

اس واقعہ کی اطلاع جب طالب علم صاحب مدرسہ مرزائی مسجد کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی اجرت دے دینا، چاہئے۔ ورنہ مسجد میں کسی کی نماز نہ ہوگی۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو زید کو اجرت قطعی طور پر ادا کر دی گئی۔ یہاں اتنا عرض کرنا اوزرہ گیا کہ زید نے جو جدید آدمی اپنی اظہار قابلیت کے واسطے لگا یا تھا اس کی اجرت عرصہ بومیہ دولوائی

حالانکہ ناظم تعمیر کو اس قابلیت کے آدمی کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ وہ اپنا کام ۱۲ یومیہ کے آدمی سے چلا سکتا تھا لیکن زید کے کہنے سے یہ نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ ایسی صورت میں ناظم تعمیر یا متولی مسجد پر شرعی حیثیت سے قوم کے پیسے کا بجا صرف کا، اور کوئی الزام تو عائد نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہو تو براہ مہربانی اس کے دفعیہ کی تدبیر سے مطلع فرمایا جاوے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کام جو زید نے متولی کے بنانے سے زائد کیا اور دوسرے کاریگر سے کرایا۔ وہ گلکاری کا کام تھا ایسے کام کے لئے مسجد کا پیسہ صرف نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے کیا یا کرایا وہ اس کا ذمہ دار ہے وہ رقم مزدوری اپنے پاس سے دے یو ہیں جو کام ۱۲ یومیہ پر ہو سکتا تھا اس کی اجرت ایک روپیہ مسجد سے نہیں دی جاسکتی۔ طالب علم نے مسئلہ غلط بتایا۔ یہ رقم جو بجا صرف کی گئی ہے یہ ناظم سے وصول کی جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک موضع وقف علی الاولاد کیا اور تاحیات خود قابض و متصرف رہی اور اس موضع مذکور میں ہندہ خود کاشت بھی کراتی تھی حسب دستور سابق جس سال ہندہ کا انتقال ہوا اس سال بھی خود کاشت کی۔ ہندہ کی وفات کے وقت کاشت لائق قطع نہ تھی چونکہ ہنوز بالی بھی نہیں آئی تھی۔ لہذا ایسی صورت میں کاشت مذکور کے غلہ کو شرائط وقف پر تقسیم کیا جاوے یا وہ متروک ہے کہ صرف اس کے وارث مالک ہوں گے۔

الجواب :- جب وہ زراعت بوقت وفات ہندہ طیار نہ تھی اور ایسی بھی نہ تھی کہ دانے پڑ گئے ہوں، تو وہ غلہ وقف کے شرائط کے موافق تقسیم کیا جائیگا کہ بنا بر قول ہلال رحمہ اللہ استحقاق آمدنی وقف میں یوم حدوث غلہ کا اعتبار ہے اور امام خصاص کے نزدیک یوم القسمة کا اعتبار ہے لہذا دونوں اقوال کے رو سے نہ ہندہ اسکی مستحق ہے نہ وہ ہندہ کا متروک ہے ردالمحتار میں ہے۔ لو وقف علی اولادہ فاستحقاق الغلۃ یعتبر یوم حدوث الغلۃ علی قول عامۃ المشائخ لایوم الوقف فالوجود منہم یوم الوقف والمولود بعدہ سواء اذا کان موجوداً یوم حدوث الغلۃ وکذا لو وقف علی فقراء فترابۃ فمن کان فقیراً یوم حدوث الغلۃ یعطى لہ ولو استغنی بعدہ او کان غنیاً قبلہ او فی التارخانیۃ المستحق للغلۃ من کان فقیراً یوم تبجی الغلۃ عند ہلال وہبہ ناخذ فی الخانیۃ وعلیہ الفتویٰ ثم ذکر بعدہ ان الخصاص

يعتبر يوم القسمة - لا يوم طلوع الغلّة - اور يوم طلوع وحدوث غلّة سے مراد کھیتی میں دانے پڑ جانا ہے۔
ردالمآثر میں ہے۔ قال في الفتح وخرج الغلّة التي هي المناط وقت انعقاد الزرع حبّاً وقال بعضهم يوم
يصير الزرع مقوماً ذكره في الخانية - واللّٰه تعالى اعلم۔

مسئلہ :- مسند محمد عظیم اللہ محلہ چوڑی بیٹی۔ ضلع دنیا چور۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ عید گاہ کا وقف ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
یعنی بغیر وقف زمین عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے مکان کے دروازہ پر پورب رخ سو سال سے ایک مسجد تھی اس مسجد کے پورب رخ یہیں ایک
نیا مکان بنا کر مسجد کو اندر مکان کے کر لیا اور مسجد گھاس پھوس کی تھی جس کو اجاڑ کر زمین کو بانس سے گھیر دیا
اور ایک دوسری مسجد مکان کے پورب رخ بنوا دیا تو مسجد قدیم کو دنیاوی غرض سے نقل کرنا اور مسجد جدید میں
نماز جمعہ وغیرہ جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- عید گاہ جس کو کہتے ہیں وہ تو وقف ہی ہوتی ہے مگر جس جگہ عید کی نماز پڑھی جائے
اس کا وقف ہونا ضروری نہیں مالک زمین کی اجازت سے نماز پڑھنا وہاں پر درست ہے۔ صحرا و میدان میں
بہ نسبت مسجد کے عید کی نماز بہتر ہے۔ واللّٰه تعالى اعلم۔

الجواب :- مسجد وقف ہوتی ہے عام مسلمانوں کو اس میں آنے اور نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے اس
کو مکان کے اندر کر لینا کہ عام طور پر لوگ اس میں نہ جاسکیں اس کا کسی کو حق نہیں ہے اور مسجد کو اجاڑ دینا بھی
جیکہ بنانے کا ارادہ سے نہ ہو یہ بھی حرام ہے اگرچہ زید نے اسے بانس سے گھیر رکھا ہے مگر جب مسجد بیت کی اس
میں علامت باقی نہ رہی اور اس میں نماز بھی نہیں ہوتی تو کیا عجب کہ کچھ دنوں میں اس جگہ نو تصرف میں لایا جائے
زید نے اگرچہ دوسری مسجد بنادی ہے مگر پہلی مسجد کا دیران کر دینا حرام اور سخت حرام ہے مسجد جدید میں اگرچہ

۱۔ ردالمآثر ج ۳ ص ۴۸۲، کتاب الوقف، فصل فيما يتعلق بوقت الاولاد - ۱۲۔

۲۔ ایضاً ص ۴۸۰۔ مصباحی۔

جود ہو سکتا ہے مگر مسلمانوں پر لازم ہے کہ پہلی مسجد کو زید سے خالی کرائیں اور اس کے تصرف سے نکالیں۔ واستر مہم

مسئلہ :- مرسلہ ظفر حسین۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سکرٹری اہل سنت والجماعت گھاس منڈی جودپور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر جود پور میں ایک مدرسہ مسلمانان اہلسنت والجماعت حنفیہ کا محلہ چوہداراں میں چالیس پچاس سال جاری ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اس مکان کو حنفیوں نے اپنے چنڈہ سے مبلغ سولہ سو ایک روپے دیکر خرید لیا۔ اور ہٹے یعنی قبلاہ کی درخواست سرکار میں تمام سنت و جماعت کے نام سے کردی بعد ازاں ضوابط و قانون ہٹے۔ ۳۱ مئی ۱۹۲۵ء کو حکم نمبری ۱۳۴۴ بریں مضمون صادر ہوا کہ مدرسہ والوں سے یہ تخریر لکھائی جائے کہ دو سرکار کام میں اس مکان یعنی مدرسہ کو لائیں یا رہن رکھ دیں۔ یا بیچ دیں تو مکان ضبط کر لیا جائے گا۔ مٹا چھوڑ دیا۔ اور جو زمین زیادہ بڑھائی اس کی قیمت موٹو جائداد ہونے کے لحاظ سے معاف کر دی۔ ۱۹۲۵ء میں سرکار نے حنفی مسلمانوں کی درخواست پر ایک ہزار نقد و آٹھ سو کا فریخہ عطا کیا۔ انجمن اہلسنت والجماعت نے آٹھ ہزار چودہ سو کچھ روپیہ اور ہزار کے قریب مزید دوبارہ چنڈہ کر کے تین دکانیں اور تین کمرے طلباء کی تعلیم کے لئے بنوائے اور جو تکبہ مسجد اور مدرسہ میں مائل تھا اسکو شامل کر کے مسجد کو اور مدرسہ کو ملا دیا۔ اور آنے جانے کے واسطے دروازہ قائم کر دیا۔ لہذا زمین کے بارے میں ہامی جھگڑا ہو گیا تو عارضی طور پر مدرسہ کو مسجد گول تکبہ میں منتقل کر دیا مگر ایک مدرسہ ہمیشہ مدرسہ میں پڑھاتا رہا۔ اور ہندوستان کے جو علماء آئے ان کی قیام گاہ یہ مدرسہ ہی رہا۔ اب چند مفلس پر دانا احناف نے اپنی ذاتی عناد کی بنا پر غیر متفلس کے بہکائے میں آکر گرل اسکول کے لئے اس مذہبی مدرسہ کو خلاف حکم حکام بالادست و تخریر قبلاہ کرایہ دینے کے بہانہ سے سرکاری قبضہ میں دلانا چاہا، اور ہمارے تالوں پر تلے لگا کر آمادہ فساد ہو گئے۔ تو اہل سنت و جماعت جود پور کا ایک وفد مع مفصل درخواست کے سرکار میں پیش ہوا جس پر چیف منسٹر صاحب اور وزیر اعظم راج ماٹو واطنے ڈائریکٹر شری تعلیم کو حکم بھیجا کہ تا حکم ثانی مدرسہ اسلامیہ حنفیہ اہلسنت والجماعت میں گرل اسکول نہ کھولا جائے چونکہ یہ مدرسہ خاص سنت جماعت کا ہے اس میں کل روپیہ حنفیوں کا لگا ہے۔ وہ دینی تعلیم کو ترقی دینے کیلئے اس مدرسہ کو ترقی دینا اور مسائل شرعیہ سے احناف کو آگاہ کرانا چاہتے ہیں۔ تو جو لوگ مدرسہ کو روکتے ہیں اور گرل اسکول کرنے کے بہانہ سے سرکاری قبضہ میں دینا چاہتے ہیں اور فساد کرتے ہیں کیا شرعاً جائز ہے۔ بیہواؤ جود۔

(نوٹ اور پٹہ میں سوائے لڑکوں کے پڑھانے کے دوسرے کام میں لانے کی ممانعت ہے۔)

الجواب :- جب وہ عمارت لڑکوں کے پڑھانے کے لئے وقف کر دی گئی ہے تو اسی کام میں لائی جاسکتی ہے۔ دوسرے کام میں اسکو نہیں لاسکتے اگرچہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت کاغذ میں تحریر نہ ہوئی اور یہاں تو اس امر کی تصریح بھی موجود ہے کہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت ہے باوجود اس تصریح کے اس کو دوسرے کام میں لانا اور وہ عمارت حکومت کو دیدینا اور اس میں لڑکیوں کا اسکول قائم کرنا ہرگز جائز نہیں۔ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں۔ شرط الواقف کنص الشارع۔ جائداد موقوفہ میں خلاف شرائط وقف تصرف کرنا درست نہیں جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں کہ اسے حکومت کے قبضے میں دیدیا جائے بالڑکیوں کا اسکول اس میں قائم کیا جائے وہ گنہگار اور مستحق مواخذہ اخروی و عذاب نار ہیں کہ اولاً تو خود وقف کو خلاف شرط دوسرے کام میں لانا ہی جائز نہیں دوسرے لڑکیوں کے اسکول میں جو کچھ برے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں، تبیکر علم دین کے خلاف جدوجہد کرنا خود شدید جرم و حرام ہے کہ اس فریضہ دینی میں رکاوٹ پیدا کرنا اور علم دین سے لوگوں کو محروم کر دینا نہایت سخت حرام اور اس کا عظیم وبال ہے۔ اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا بھی حرام ہے قرآن مجید میں اس کی مذمت بکثرت مواقع پر مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالعظیم صاحب، سلسلہ از گریفہ ضلع چوہیس پرگنہ۔ ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ

مسجدوں، مدرسوں، کی تعمیر و اخراجات کے لئے یا کسی اور مذہبی و دینی ضرورت کے لئے جو چندے وصول ہوتے ہیں یہ محض صدقہ ہیں یا وقف بھی کہے جاسکتے ہیں۔ اگر صدقہ ہی ہوں تو جس خاص غرض کے لئے وصول کئے گئے ہیں اس کے علاوہ دوسرے کار خیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ ہندوستان میں عموماً تو ہیں مسجد وغیرہ یا منع قربانی کیوجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں فسادات ہو جاتے ہیں اور پھر مقدمہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ایسے مقدموں میں چندہ دینا کار خیر ہے یا نہیں باعث اجر ہے یا نہیں؟

تعالیٰ کی وجہ سے فقہاء نے دراہم و دنانیر کے وقف کو صحیح فرمایا ہے ہمارے ملک میں اس زمانہ میں اس کی کیا صورت ہوگی۔ پھر جس کام کے لئے دراہم و دنانیر صدقہ یا وقف کئے گئے اگر اس کے انجام پانے کی صورت نہ ہوتی اور وہ روپے بونہی رہ گئے تو اب کیا کئے جائیں گے؟

الجواب :- عموماً یہ چندے صدقہ نافذ ہوتے ہیں ان کو وقف نہیں کیا جاسکتا کہ وقف کے لئے یہ ضرور

ہے کہ اصل جس کر کے اس کے منافع کام میں صرف کئے جائیں۔ جس کے لئے وقف ہو نہ یہ کہ خود اصل ہی کو خرچ کر دیا جائے۔ یہ چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے۔ اگر وہ غرض پوری ہو چکی ہو تو جس نے دیئے ہیں اس کو واپس کئے جائیں۔ یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں۔ بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔ ہندو مسلم مساوات کے سلسلے میں خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو بے شک خرچ کرنا کار خیر ہے کہ مسلم اور اسلام کی اعانت اعلیٰ رکھنا۔ اللہ ہے اس میں جو کچھ امداد کیجاسکے کار ثواب ہے اور کرنے والا مستحق اجر ہے۔

دراہم و دنانیر کو وقف کیا ہو تو ان سے کوئی چیز خرید کر یا ان کو غیر جنس سے بدل کر جو منافع حاصل کریں ان کو بہت موقوف علیہا میں خرچ کریں۔ اور اگر اس کام کے انجام پانے کی صورت باقی نہ رہے تو وقف نے جو کام بتایا ہے اس کے بعد اس میں صرف ہو اور نہ بتایا ہو تو فقراء و مساکین پر صرف کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ: - مسئلہ شمس العالم شاہدی۔ پورنبہ، سید باڑہ، مورخہ یکم رجب ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک وقف کا متولی ہے اور عمرو وظیفہ خوار زید کے ذمہ متولی وقف ہونے کی حیثیت سے عمر کے پانچ ہزار روپے چاہئے۔

عمرو برابر تعاضد کرتا ہے زید ٹال ٹال کر تار ہتا ہے لہذا اب ناش کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر اس رقم کے وصول کی کوئی صورت نہیں نکلی تو عمرو کا دس پانچ ہزار کے علاوہ اور ایک سو ستر روپے ماہانہ کا نقصان ہوگا مگر عمرو کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ ناش کر سکے۔ سودی روپیہ ملتا ہے مگر عمرو لینا نہیں چاہتا کہ حرام ہے اس لئے عمرو اس پانچ ہزار روپیہ کو چار ہزار یا ساڑھے تین ہزار میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ عمرو بدرجہ مجبوری یہ شرط بھی منظور کرنے کو طیار ہے کہ فی الحال مشتری چھ سات سو روپے دے باقی وصول ہونے پر ادا کرے لہذا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو شرعاً اس کے جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہوا۔

الجواب: - یہ بیع ناجائز و حرام ہے کہ روپے کی بیع روپے سے ہو تو مساوات شرط صحت ہے۔

سہ۔ روپے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے۔ جس میں مساوات شرط صحت ہے۔ نوٹ کی بیع نوٹ سے کرنے میں مساوات شرط نہیں۔ کمی بیشی بھی جائز ہے۔ ۱۲، مصباحی۔

کی بیشی حرام و سود ہے۔ اور قطع نظر اس سے دین کی بیع حرام ہے۔ اس کے لئے دست بدست یعنی تقابض بدین شرط ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کسی کو دکیل و اجیر روپیہ وصول کرنے کے لئے کیا جاوے وہ جب وصول کرے اسکی طے شدہ اجرت دے دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از مسیح الدین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ ۱۹۱۹ء میں پرانے قبرستان کو گورنمنٹ کے بند کر دینے کے بعد جناب محمد ابراہیم ملا صاحب نے ایک قطعہ اراضی تقریباً ۱۶ ایکڑ خرید کیا اور اس میں سے ۲۰۰ فٹ مربع (۲۰۰ x ۲۰۰ فٹ) مسجد اور مدرسہ اور حوض اور کنواں وغیرہ بنائے اور بقیہ اراضی قبروں کیلئے رکھی گئی اور اس کا ایک وقف نامہ ملا صاحب موصوف نے اپنے والدین کے ایصال ثواب کی غرض سے لکھ دیا یہ وقف نامہ انگریزی زبان میں رجسٹرڈ کیا گیا جس کا ترجمہ بزبان اردو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے۔ اس وقف کے نظم و نسق کے لئے تیرہ متولیوں کا ایک بورڈ جن میں ایک ملا صاحب موصوف واقف بھی شامل ہیں۔ مقرر کیا گیا اور مذکورہ جائداد وقف ۱۹۲۱ء میں تمام وکمال ان کے قبضے میں دے دی گئی اور اب وہی متولی اس کا انتظام کر رہے ہیں چونکہ اراضی موقوفہ کے انتظام و قیام و محافظت کے لئے کوئی نقد رقم نہیں تھی اور نہ واقف نے کوئی آمدنی کی۔ جائداد عطا فرمائی تھی اس لئے متولیوں نے یہ طے کیا کہ اس نئے قبرستان وغیرہ کا انتظام اسی طریق پر کریں جس طرح پرانے قبرستان کا کیا گیا تھا۔ یعنی (الف) جوان میت کی قبر کھودنے کے لئے فی قبر تین روپیہ بارہ آنہ اور بچے کے لئے فی قبر دو روپیہ چار آنہ بخوبی فرمادئے اور اس کے علاوہ متولیوں نے دوسری ضروریات (یعنی قبروں کے لئے) لکڑی کے صندوق اور لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں وغیرہ قبرستان میں مہیا کر دیئے اور (خواہش مندوں کے ہاتھوں) فروخت کرنے کے لئے ان کی قیمتیں مقرر کر دیں۔ (ب) چونکہ یہ نیا قبرستان شہر سے بہت دور تھا اس لئے جناب سیٹھ محمد اسماعیل عارف صاحب نے ایک موٹر بار برداری جنازہ لانے کے لئے عطا فرمایا جیسا کہ رنگون کی دوسری جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس موٹر کا کرایہ فی جنازہ مبلغ سات روپیہ لیا جاتا ہے۔ لیکن غریبوں اور لاوارثوں کے جنازے اس موٹر پر مفت لائے جاتے ہیں، مذکورہ بالا اصول سے حاصل کی ہوئی آمدنی بطور ذیل صرف کی جاتی ہے۔ (۱) گورنمنٹ کی اجرت۔ (۲) موٹر ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ مثلاً مرمت۔ (۳) پٹرول اور موٹر اویل۔

(۱) روغن برائے موٹر، کی خرید۔ (۲) قبر کے لئے پیمان (صندوق) تیار کرانے کے مصارف۔ (۵) قبر کے لئے لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں خریدنے میں۔ ان مفصلہ بالا مصارف کے بعد بچی ہوئی رقم مصارف ذیل میں خاص طور پر خرچ کی جاتی ہے۔

(۱) عزیز اولاد وارث مسلم میت کو لانا اور باقاعدہ صحیح طریقہ پر ان کی تجہیز و تکفین یہ لاوارث زیادہ تر اسپتال کے ہوتے ہیں۔ (۲) قبرستان مذکورہ میں جہاں پر ضرورت ہو آراہنی کی درستی۔ (۳) قبرستان کی دیکھ بھال رکھنے والے ملازمین اور ان لوگوں کی اجرت جو عزیز اور لاوارث میت کو غسل دیتے ہیں، اور مالیوں اور مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں۔ (۴) مدرسہ ملازمین کے رہنے کے لئے مکان، غسل خانے، طہارت خانے، کنواں، اور پانی کا پمپ تعمیر کروانے اور انکی حفاظت رکھنے میں اور کنویں سے پانی نکالنے کے لئے الیکٹرک کا خرچ۔ (۵) متعلقہ قبرستان کھلے ہوئے مقام کاتاروں وغیرہ سے احاطہ۔ (۶) اس آراہنی ملحقہ کی قیمت جو کہ خرید کر کے قبرستان کے ساتھ شامل کی گئی اور بعض معتبر کمپنیوں کے شہر میں (حصص) خریدے گئے۔ جملہ مصارف مذکورہ کے بعد جو کچھ فاضل رہتا ہے اس کو قبرستان فنڈ کے حساب میں جمع رکھا جاتا ہے اس غرض سے کہ جس وقت اس قدر رقم ہو جائے جو کہ وقف نامہ کے دفعات ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ کے مطابق وقف کے لئے کوئی دوسری جائیداد خریدنے کے لئے کافی ہو جائے تو متولیوں اس سے ایسی جائیداد خرید سکیں۔ مذکورہ وقف نامہ منسلک صفحہ ۲، سطر ۱۲، دو سو فٹ طویل اور دو سو فٹ عریض قطعہ زمین پر بعض، دین دار اہل خیر حضرات نے ایک مسجد اور نماز جنازہ کیلئے ایک جماعت خانہ اور کنواں اور وضو کے لئے حوض اور دیواریں تعمیر کی ہیں اور مذکورہ بالا طریقہ پر آمدنی سے متولیوں نے مدرسہ اور ملازمین کے لئے مکانات اور غسل خانے اور طہارت خانے تعمیر کئے ہیں۔ اور ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ اور دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا وقف نامہ اور شریعت مقدسہ کے مطابق متولیوں کو مذکورہ بالا انتظامات کرنا، آمدنی مذکور سے تعمیر مدرسہ میں روپیہ خرچ کرنا، ملازمین کے لئے مکانات بنانا، غسل خانے تعمیر کرنا، مدرسین کی تنخواہ اور کنویں پر پانی نکالنے کیلئے پمپ کی قیمت ادا کرنا، اور مذکورہ بالا تمام چیزوں کی مرمت اور قائم رکھنے میں آمدنی مذکور خرچ کرنا جائز اور درست ہے؟

اصل مقصد کے لئے وقف نامہ منسلک کی تفصیل صفحہ ۲، سطر ۱۲ اور دفعہ ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ کی جانب اور بیان کئے ہوئے وقف کے تمام امور کے لئے دفعہ ۱۱ کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ بینوا تو جبروا۔

(نوٹ) وقف نامہ مطبوعہ منسلکہ استفتار کو واپس نہ بھیجیں بلکہ اپنے پاس رہنے دیں اس لئے کہ واپس میں ڈاک کا خرچ بڑھ جائے گا۔

الجواب :- وقف نامہ اور سوال کی اس تخریر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ محمد ابراہیم ملانے یہ زمین قبرستان کے لئے اور اس زمین کے ایک مخصوص حصہ کو مسجد و مدرسہ و وضو خانہ وغیرہ کے لئے وقف کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے متعلق کوئی جائیداد دوسری وقف نہیں جس کی آمدنی اس پر خرچ کی جانی بلکہ وقف نامہ کے دفعہ ۹ و ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آمدنی اور اخراجات کا مدار عطیہ اور چندہ پر رکھا ہے۔ چونکہ یہ قبرستان وقف ہے۔ قبر کی زمین کسی معاوضہ پر نہیں دی جاسکتی کہ آمدنی کا یہ ذریعہ قرار پائے۔ جب عطیہ و چندہ پر آمدنی کا دار و مدار ہے تو دینے والے جس مقصد کے لئے چیز دیں یا کوئی اہل خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائیداد وقف کرے اسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں مثلاً اگر مدرسہ کے لئے ہو تو مدرسہ پر صرف کی جائے اور مسجد کے لئے ہو تو مسجد پر اور قبرستان کی حد بندی کے لئے ہو تو اس پر اور اگر دینے والے نے اس کا صرف کرنا متولیوں کی رائے پر رکھا ہو تو یہ اپنی رائے سے جس میں مناسب سمجھیں صرف کر سکتے ہیں قبر کھودنے کی اجرت جو کچھ لی جاتی ہے۔ چونکہ اس اجرت لینے کا تعلق خاص متولیوں سے ہے۔ گورکنوں کے دینے کے بعد جو کچھ بچے یہ اپنی رائے سے صرف کر سکتے ہیں۔ یا جو چیزیں فروخت کی جانی ہیں ان میں جو کچھ نفع ہو وہ بھی اور موٹر لاری کا کرایہ یہ سب متولیوں کی رائے پر ہے کہ وہی اس آمدنی کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اپنی رائے سے جس میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں جبکہ موٹر لاری دینے والے نے اسکو یوں دیا ہو کہ اس آمدنی کے خرچ کرنے کی کوئی جہت مخصوص نہ کی ہو بلکہ متولیان کی رائے پر چھوڑا ہو کہ وہ مسجد یا مدرسہ یا قبرستان جس پر چاہیں صرف کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسٹر جناب حکیم حیات خاں صاحب دہلوی۔ از آگرہ کوچہ حکیمان، حیات منزل۔

ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید بخمد ۵ رکنوں کا ایک رکن (ممبر کیٹی منتظم اوقاف کا ہے جس کے زیر اہتمام بشمول جامع مسجد دیگر مساجد اور درگاہیں اور مدارس عربیہ و مکتب متعلقہ ہیں۔ اخراجات کی قبیل صرف وہ آمدنی ہے جو جائیداد ہائے متعلقہ اوقاف منقبوضہ کیٹی کے کرایہ سے وصول ہوتی ہے کیٹی کا انتظام اور اس کے احکام کا

عمل درآمد بصورت اختلاف کثرت رائے ممبران پر ہوتا ہے۔ زید تقریباً دس برس تک خدمت اوقاف بحیثیت ممبر کارکن (سکریٹری کمیٹی) کے انجام دیتا رہا اور اس زمانے میں کمیٹی کی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ لہذا قواعد بفرض عملے درآمد جو پہلے مکمل نہ تھے مدون کئے گئے اور کمیٹی کو شعبہ جات ششہ تعلیم اوقاف مال تعمیر میں منظم کیا گیا جس سے بہت سے پھل پھولیں اور ہو گئیں اور ہر صیفہ کام اور اس کی جانچ روزانہ اچھی طرح انجام پانے لگے۔ بہت سے نیک کاموں کا اجرا ہوا اکثر مساجد کی مرمت ہوئی اور جو شکستہ اور بوسیدہ اس قابل تھیں ان کو اسیروں تعمیر کرایا گیا۔ دو برس سے کچھ زائد زمانہ گزرا کہ ایک ڈی انٹر صائب الرائے ماہر فن تعمیر ممبر کمیٹی (جنہوں نے تعمیری خدمات اوقاف نہایت نیک نیتی سے انجام دی تھیں جو زید کے ہم خیال تھے) بعض سازشوں کا شکار ہو کر مستعفی ہو گئے۔ ان کی جگہ پر کر لی گئی۔ اور جب ہی سے زید کے خلاف دیگر ممبروں نے اپنی متحدہ قوت سے کمیٹی کے منتظم کا نقشہ اور صورت بدل دی اور ہر کام میں ایک عام بے اصولی اپنی کثرت رائے کے زعم پر جاری کر دی۔ جس کا نہایت مختصر خاکہ یہ ہے کہ ہفتہ وار مقررہ جلسہ کمیٹی جو اسلامی و قدیمی دستور کے موافق بعد نماز مسجد جامع میں منعقد ہوتا تھا۔ اب چونکہ کثرت رائے سے متروک کر دیا گیا۔ جلسہ کمیٹی مدتوں منعقد نہیں ہوتا۔ حکمی وجہ سے علاوہ بہت سی ابتزلیوں کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی، مسجد جامع کے صدر دروازہ کے سامنے زمین کا ایک بڑا حصہ جس سے معقول آمدنی نفی سڑک میں شامل ہو گیا۔ مگر کثرت رائے خاموش ہے۔ مسجد جامع میں سے فرش و شامیانہ کی سخت ضرورت ہے بعض مساجد اس درجہ مرمت طلب ہیں کہ بے توجہی سے بڑے نقصان کا اندیشہ ہے۔ مگر کثرت رائے پر واہ ہے۔ بعض مساجد میں زید کے زمانہ کارکردگی میں ان کے متعلقہ زمینوں پر عمارت بن فرض اضافہ آمدنی بنائے جانے کی تجویز تھی عمل کرایہ داروں سے خرید لیے گئے تھے بعض لوگوں سے چندہ دینے کا وعدہ بھی لے لیا گیا تھا۔ مگر اب کثرت رائے کچھ نہیں کرتی۔ منظور شدہ روپیہ بے منفعت پڑا ہوا ہے۔ چندہ وصول نہیں کیا گیا۔ مدرسے بلا وجہ درجہ تجوید جس کی مقامی سخت ضرورت تھی توڑ دیا گیا۔ حساب کتاب کی یہ حالت ہے کہ سال گذشتہ کے مصارف رمضان المبارک اس سال کے ماہ مبارک اختتام پر درج نہیں ہوئے ایک کرایہ دار کی نسبت معلوم ہوا کہ سات ماہ کا کرایہ اس پر باقی ہے۔ مگر اس کا نام تک درج فہرست کرایہ داران نہیں۔ ایک مسجد جو ایک بڑے بارونق بازار میں واقع ہونے کی وجہ سے معقول آمدنی کی جائداد اپنے تخت میں رکھتی ہے۔ اور اسی وجہ

سے اس کے کرایہ کا انتظام ایک مستقل مفاد اور آئندہ پیش آنے والی دقتوں پر لحاظ کر کے کیا جانا تھا موجودہ کثرت رائے نے ایک نمائشی منظر کے ساتھ بالقصد اس انتظام کو توڑ کر بجائے تین سو روپیہ ماہوار کے چھ سوہ سو روپیہ ماہوار پر ٹھیکہ دیا۔ جو بظاہر وقف کے لئے مفید تھا۔ مگر جب تعمیل کا وقت آیا اور شکست ٹھیکہ مجبور کیا تو یہ بے محل جیلہ پیدا کر کے بلا اجازت جج صاحب کیٹی کو ایک سال سے زیادہ ٹھیکہ دینے کا منصب نہیں ہے۔ (حالانکہ ساٹھ برس سے زیادہ سے کیٹی قائم ہے اور کبھی جج صاحب کی اجازت لینے کا ثبوت نہیں) تقریباً ایک سال کے بعد زرخیرام مجتہد واپس کر کے ٹھیکہ کو توڑ دیا۔ اور نہ صرف اس دوران بلکہ اب تک اس کا کرایہ جھگڑوں میں ڈال رکھا ہے۔ اس بنا پر یہ روئے حساب تین سال میں جس قدر جزوی کرایہ داروں سے وصول ہو سکے گا۔ اس کو منہا کر کے تقریباً نصف عرصے کا وقف کر کے ایک حصہ کو نقصان پہونچا دیئے ہیں۔ اور باوجودیکہ اس کا خراب اثر دو سو ٹھیکہ داروں اور کرایہ داروں پر پڑ رہا ہے۔ مگر انسداد پر کثرت رائے کچھ پرواہ نہیں کرتی۔ چنانچہ آمدنیاں بہت گھٹ رہی ہیں آمدنی و خرچ پر کوئی غور نہیں کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً ۲۹ ہزار روپیہ میں سے جو باوجود مسلسل اخراجات تعمیر وغیرہ جاری رہنے کے زبید کے زمانہ کارکردگی وہ سالہ کا مجتہد سرمایہ تھا۔ اس دورے اہولی میں جسے ابھی دو ہی برس گزرے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اگر رقم میں اضافہ ہوتا صرف ۵ ارباب ۱۱ ہزار باقی رہ گیا ہے۔ اور باوجود زبید کے مسلسل چنچ و پکار کے کبھی اس کے اسباب و علل پر توجہ تک نہیں کی گئی جس سے اندیشہ ہے کہ اگر یہی پیل و نہار اور یہی حالات جاری رہے تو شاید آئندہ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ بھی نہ ختم ہو جائے زبید نے جسکو بامید اصلاح کیٹی ان ممبروں کے ساتھ، اتحاد عمل کرتے ہوئے دو برس سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے۔ مجبور ہو کر علاوہ اپنی اس روزمرہ تحریکوں کے جن کے ذریعہ سے وہ ہر غلطی و لغزش پر ہوشیار کرتا رہا ہے۔ ایک ماہ سے زائد گزرا کہ ایک مفصل و مشرح تحریر ممبر ہر ممبر کے نام ان جملہ امور کے بارے میں ایک تحریر لکھی اور دو ہفتے میں جواب چاہا۔ مگر کچھ التفات نہیں بلکہ اصرار ہے لہذا ان متحدہ ممبران کثرت رائے کے واسطے کیا حکم شرعی ہے اور زبید واحد ممبر کی رائے بمقابلہ کثرت رائے متذکرہ بالا مغلوب ہے آیا باوجود متوازن غلطیوں اور لغزشوں نقصانات اوقاف دیکھنے کے ان ممبروں کے ساتھ اتحاد عمل جاری رکھیں اور احکام و اختیار کثرت رائے کو واجب التعمیل اور ناظرین سمجھتا رہے یا خود کو علیحدہ کر لے حالانکہ بظن غالب اس کی علاحدگی سے حالات بد سے بدتر ہو جانے کا قوی احتمال ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب :- ایسے منتظمین کو جو وقف کے کام میں سستی کرتے ہوں یا اصحاب رائے نہ ہوں یا ان کی بے توجہی سے وقف کو نقصان پہنچا کرتا ہو۔ معزول کرنا واجب اور ان کی جگہ پر متدین ہو بشا ر ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کریں۔

در مختار میں ہے۔ وینزع وجوباً بذاذیہ لوالواقف دہر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون او عاجزا۔ رد المختار میں ہے قال فی الاسعاف دلاویۃ امین قادر بنفسہ او بنائبہ لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولیة الخاص لانه یخل بالمقصود کذا قولیۃ العاجزان المقصود لا یحصل بہ۔ اور ایسے لوگوں کی کثرت رائے کوئی شئی نہیں جو نہ صاحب رائے ہیں نہ وقف کے ہمدرد بلکہ اپنی ذاتی منفعت یا آپس میں میل کی وجہ سے یا کسی اور عرض فاسد سے دوسرے کی ہاں میں ہاں ملائے اور جان بوجھ کر وقف کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ نہ ایسے احکام زید کے لئے قابل عمل ہیں زید جو وقف کا ہی خواہ ہے اور جس کی علیحدگی میں وقف کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے ہرگز اپنے کو علیحدہ نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ یہ بیکار جدا ہو جائیں اور ان کی جگہ کو کارآمد لوگوں سے پر کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- میرا حجامی گھوڑن خاں معرفت امیر اشرف ولد حاجی عبدالرحیم صاحب حسن پورہ بنارس۔ مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص بحالت تندرستی اپنی جائداد کو وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے۔ بیوی اور اپنے لڑکے کو کچھ نہیں دیتا چاہتا ہے۔ بیوی کے گذر بسر کے لئے اسی وقف میں سے ایک رقم مقرر کرنا چاہتا ہے۔ لڑکا باپ سے علیحدہ رہتا ہے۔ اور باپ کی کچھ خبر گیری نہیں کرتا۔ اور لڑکے نے مال کا نقصان بہت کچھ کیا ہے۔ لہذا اس ناراضگی کی وجہ سے نفع آخرت کے خیال سے پوری جائداد وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ دلیل شرعی سے مطلع فرمائیے؟

الجواب :- واقف کی نیت اگر اچھی ہے تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب اخروی کا مستحق ہوگا۔ تنویر الابصار در مختار میں ہے۔ وسببہ ارادة محبوب النفس فی العنیا۔ ببر الاحباب و فی الآخرة بالثواب۔ ہاں اگر اگر وقف سے مقصد ہی صرف یہ ہے کہ داروں کو میراث سے محروم کر دے تو یہ نیت بری ہے۔ اور ایسا کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ رد المختار ج ۲ ص ۲۱ کتاب الوقف۔ ۱۲ معیاری۔ ۱۲ در مختار ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الوقف۔ ۱۲ معیاری۔

اگرچہ وقف اس صورت میں بھی ہو جائے گا۔ اور اگر بڑا بدلہ ملے گا کہ باپ کی جائداد کو برباد و ضائع کر ڈالے گا تو وقف کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ وارث کو محروم کرنا نہیں بلکہ اپنی کمائی کو ناجائز چیزوں میں صرف کرنے سے بچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ عبدالرحمن۔ از خانقاہ سراجیہ برکت آباد، محلہ برکت پورہ مقام مالپکاؤں، ضلع ناسک۔

۱۸ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ

(۱) متولی مسجد کو شرعاً کیا حق تھا ہے۔ کیا سیاہ، سفید اپنی رائے سے جو کچھ بھی چاہے کر سکتا ہے۔ مسجد کی کوئی چیز اپنے خرچہ میں لے سکتا ہے۔ مثلاً مسجد کی جونی تبدیل، مصلّا یعنی جائے نماز، لکڑی، چونا، پتھر، لوہا، اینٹ، پھل، وغیرہ وغیرہ اور مسجد کی آمدنی کا روپیہ کھا جانا، یا ان روپیوں کو اپنے کاروبار میں لگانا، اور اپنا کام چلانا، اس کا جو منافع ہو، خود کھانا یا ان روپیوں میں سے خود قرض کے طور پر لینا، ان روپیوں کو دوسرے کو قرض دینا، اور لوگوں کو حساب نہ بتانا، اگر کسی نے حساب کے متعلق کبھی کچھ پوچھتا ہے تو کچھ ہاں، ہوں غیب شب باتیں کر کے موقعہ کو کسی بہانے سے ٹال دینا، یا لڑائی پرتل جانا اپنا پورا قبضہ کر لینا اور کہہ دینا، کہ ہم کھا گئے۔ اب ہمارے پاس کچھ رقم نہیں ہے یا ہے مگر خرچ میں میرے خرچہ ہو گیا۔ اس وقت موجود نہیں۔ جب ہوگا سنبھالو اس سنبھالو جس طرح ہوگا دیا جائے گا۔ مانگنے پر بہانا کرنا، مقصود دینا نہیں؟

(۲) ایک گاؤں میں ایک ہندو اپنی زمین میں اپنے پیسے سے مسجد بنوا کر مسجد کو مسلمانوں کو لوگوں کو دیدیا کہ یہ مسجد میں نے دیدیا۔ اب تم لوگ اس میں اپنا نماز پڑھو اور میں اس سے لادعویٰ ہو گیا۔ میرا ہمیشہ کے لئے کوئی دعوئی نہیں ایسا لادعویٰ لکھ بھی دیا آیا اس مسجد میں نماز پڑھنا مسلمانوں کو بلا کر اہت درست ہے یا نہیں یا کراہت ہے؟

الجواب :- متولی کا کام مسجد کی ضروریات کا انتظام کرنا ہے مسجد کی چیزوں کو اپنے ذاتی صرف میں نہیں لا سکتا، مسجد کی رقم کو صرف کر لینا خیانت میں داخل ہے ایسے متولی کو معزول کرنا واجب ہے کذا فی الدر المنثور وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس میں نماز بہر صورت جائز ہے کیونکہ جو از نماز کے لئے مسجد شرط نہیں وہ زمین اور عمارت مسجد اسی وقت ہوگی کہ کافر نے مسلمان کو دے دی اور مالک کر دیا۔ پھر اس کو مسلمان نے وقف کر دیا۔ کیونکہ وقف مسجد نہیں ہوتی اور خود کافر کا یہ وقف صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

در مختار میں ہے۔ لا یمسح بالواقف فغیرہ بالادنی غیر مومن او عاجز۔ ج ۳ ص ۲۲۱۔ معباجی۔ ۲۵ در مختار میں ہے۔ لا یمسح وقف جونی اور یہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوتی کہ کافر نے بے تمیز مسلمانی ملک میں مسجد بنوائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ معباجی۔

مسئلہ: ازیر علی، محلہ گندہ نالہ، مسلہ حافظ محمد یسین صاحب سرفروش۔ یکم جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں۔ زید نے اپنی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ و اثاث البیت و زر نقد و آمدنی دکان تجارت سرمہ کو وقف علی الاولاد کیا۔ اور لوجہ اللہ مصارف غیر کملے وقف کر دیا۔ اور اپنی کل جائداد موقوفہ مذکورہ کا متولی تاحیات خود اپنے آپ کو گردانا، اور اپنے بعد اپنی زوجہ منکوحہ کو حق تولیت دیا۔ اور اس کے بعد اپنے برادر زادہ حقیقی مسمی بکر کو، اور اس کے بعد اولاد بکر کو متولی قرار دیا۔ اور بکر کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں اپنے دیگر برادر زادگان حقیقی اور ان کی اولاد در اولاد کو متولی تسلیم کیا۔ اور حسب وقف نامہ تاحین حیات خود جائداد موقوفہ مذکورہ کا متولی اور اس میں ہر طرح متصرف رہا۔ یعنی وقف کرنے کے بعد بھی ان تمام جائداد موقوفہ مذکورہ میں زید (واقف) اسی طرح تصرف کرتا رہا۔ اور اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا رہا۔ جیسا کہ وقف کرنے سے پہلے اس کا تصرف تھا۔ حتیٰ کہ جائداد موقوفہ سے ایک دکان موقوفہ کو ہی فروخت کر ڈالا جو شرائط وقف نامہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور بموجب شرائط وقف نامہ جائداد موقوفہ یا اسکی آمدنی سے مصارف خیر میں بھی کچھ صرف نہ کیا۔ بنا بریں لمبرات ذیل قابل استفسار ہیں؟

(۱) کیا از روئے شرع شریف زید کو یا کسی اور واقف کو یہ حق حاصل ہے؟ کہ اپنی کل جائداد و اثاث البیت وغیرہ کو وقف علی الاولاد یا وقف فی سبیل اللہ کر دے۔ اور اس طرح بقیہ مستحقین و ورثاء کو محروم القیمت کر دے اگر زید کا یہ عمل شرعاً درست نہیں تو پھر ایسے وقف و واقف کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے اپنی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ و اثاث البیت و آمدنی دکان تجارت سرمہ کو وقف علی الاولاد کر دیا اور فی سبیل اللہ اس میں سے مصارف خیر بھی تعین کر دیا اور وقف نامہ لکھ کر قانوناً و اصولاً ہر طرح وقف نامہ مکمل کر دیا۔ اس کے چند روز کے بعد دوسری تحریر متعلق وقف نامہ سابقہ بطور تتمہ لکھا۔ جس میں وقف نامہ اول کے شرائط کے خلاف دیگر تشریحات و توضیحات ہیں۔ مثلاً ۶ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو وقف نامہ اول تحریر کیا اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو دوسری تحریر بطور تتمہ لکھا۔

حالانکہ وقف نامہ اول میں کسی قسم کے رد و بدل اور ترمیم و تغیر کا استحقاق نہیں چھوڑا تھا۔ تو ایسی صورت میں تحریر ثانی جو بطور تتمہ ہے۔ معتبر ہوگی یا نہیں؟ اور شرعاً اس پر عملدرآمد درست ہوگا کہ نہیں؟ یا وقف نامہ اول ہی کی تحریر قابل عمل و لائق تسلیم ہوگی؟

(۳) یہ بھی واضح رہے کہ زید (واقف) نے جب وقف نامہ اول مرتب و مکمل کر دیا تو بکر موصوف نے زوجہ واقف پر ناجائز دباؤ و اثرات ڈال کر طرح طرح سے مجبور کر کے خوشامد درآمد تعلق و چالپوسی سے کام لے کر پوشیدہ طور پر ان کے ذریعہ زید (واقف) سے تتمہ مذکورہ لکھایا۔ اور عرصہ تک اس کو پوشیدہ ہی رکھا۔ حتیٰ کہ بعد وفات زوجہ واقف لوگوں کو اس تتمہ کا علم ہوا۔ دریں صورت یہ تتمہ واجب العمل و قابل تسلیم ہو گا۔ یا نہیں؟

(۴) علاوہ ازیں بعض وہ جائداد جو وقف نامہ اول میں شامل نہ کی گئی تھی اور زید (واقف) نے اس کو مصلحتاً بکر موصوف ہی کے نام سے خرید کی تھی۔ اس کو واقف نے محض اس ارادے سے اپنے نام منتقل کرایا تا کہ تمام مستحقین و ورثاء کو اس میں مطابق شرع شریف حصہ پہنچے اور ملے کیونکہ واقف موصوف بکر کے علاوہ دیگر برادر زادگان حقیقی و مستحقان حصہ اس کو محروم القسمت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور واقف کی نیت خیر تھی۔ مگر بکر موصوف کو واقف کا یہ فعل ہی ناگوار گذرا اور باعٹال ورنجیدگی خاطر ہوا۔

چنانچہ درپردہ مسلسل کوشش اور عنایت ہوشیاری و چالاکی، خوشامد و چالپوسی سے بکر نے اسی طرح اس بقیہ جائداد کو زید (واقف) سے وقف کر دیا۔ جس طرح تتمہ لکھانے میں ہوشیاری و چالاکی اور زوجہ واقف کی ذات سے کام لیا گیا۔

چنانچہ ۱۹۲۸ء کو اس بقیہ جائداد کو بھی واقف موصوف نے بکر کے کہنے سننے اور اپنی زوجہ کے اثرات سے متاثر ہو کر وقف کر دیا۔ اور تاریخ مذکور میں وقف نامہ بھی لکھ دیا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ واقف کی نیت ابتداً خیر تھی یعنی وہ بکر کے علاوہ اپنے دیگر برادر زادگان حقیقی کو بھی چاہتے تھے اور کسی طرح کی حق تلفی گوارہ نہ تھی۔ لیکن چونکہ بکر کے اثرات زوجہ واقف پر تھے۔ لہذا اس ذریعہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بکر نے واقف کے خیالات کو بدل دیا۔ اور اپنے اثرات سے کام لے کر اس بقیہ جائداد کو بھی وقف کر دیا۔ جیسا کہ واقف کے اس عمل سے بھی ظاہر ہے کہ بقیہ جائداد جو اولاً غیر موقوفہ ہیں اس کو بکر کے نام سے اپنے نام منتقل کرایا؟

(۵) زید واقف کے بعد زید کی زوجہ منکوحہ جائداد موقوفہ مذکورہ کی متولیہ رہی اور اس میں حسب سابق متصرف بھی رہی اور اس کے بعد زید کا برادر زادہ حقیقی مستی بکر متولی ہوا اور ہے۔ لیکن نہ کبھی واقف متولی اول نے شرائط وقف نامہ کے مطابق عمل کیا۔ اور نہ آج تک شرائط وقف نامہ مندرجہ وقف نامہ اول پر عمل درآمد ہوا بلکہ ہمیشہ جائداد موقوفہ مذکورہ کو

متولیان موصوف اور متولبیہ موصوفہ نے اپنی جائداد اور ملکیت ذاتی کے مثل سمجھا اور اسی طرح اس میں جائز و ناجائز تصرف بھی کرتے رہے۔ ایسی صورت میں وقف نامہ قابل تسلیم و عمل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور جائداد موقوفہ میں اس قسم کا تصرف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت عدم جواز ایسے متولی و واقف اور ایسے وقف کیلئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) جو جائداد و اثاث البیت وغیرہ زید (واقف) نے وقف کیا اس کی حیثیت وقف کرنے وقت تقریباً ڈیڑھ لاکھ یا سو لاکھ روپے کے کم کی نہ تھی۔ مگر واقف (زید) نے کل جائداد و اثاث البیت وغیرہ کو وقف نامہ میں بیس ہزار کی مالیت لکھ لیا ہے۔ جو سراسر خلاف حقیقت و اصلیت ہے۔ ایسی صورت میں زید (واقف) کی تحریر شرعاً معتبر ہوگی یا جائداد موقوفہ کی حیثیت کا اعتبار ہوگا؟

(۷) وہ زر نقد موقوفہ جس کو واقف و متولی اول نے وقف کیا اس سے متولی ثالث نے متولی اول (واقف) کی وفات کے بعد ہی فوراً بذریعہ بیع نامہ جات و رقعہ جات و رہن نامہ جات دیگر جائداد حاصل کر لی، ایسی صورت میں اس جائداد میں بھی کل مستحقین و ورثہ مستحق القسمت ہوں گے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل تو جبروا۔

الجواب :- واقف کا مقصد اگر وقف کرنے سے محض یہ ہو کہ ورثہ کو جائداد اور میراث سے محروم کر دے تو یہ ناجائز و گناہ ہے، حدیث میں ارشاد ہوا۔ من قطع میراث و ارثہ قطع الله میراثہ من الجنة۔ مگر قصہ وارادہ کا دل سے تعلق ہے۔ کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا ارادہ وارثوں کو محروم کرنے ہی کا تھا، ہو سکتا ہے اس نے ثواب کے لئے اپنی جائداد وقف کی ہو لہذا وقف بہر صورت جائز و نافذ ہی ہوگا۔ اور اس کا کیا ارادہ تھا۔ اور کیا نہ تھا اسکو نہیں دیکھا جائے گا۔ اگر اس کی نیت خیر تھی ثواب کا مستحق ہوگا۔ زید نے اپنی جائداد غیر منقولہ کو وقف کیا اس کی صحت میں کلام نہیں مگر شے غیر منقولہ کا وقف جب ہی درست ہے کہ اس کے وقف کا رواج و تعامل ہو اور جن چیزوں کے وقف کا رواج مسالوں میں نہ ہو ان کا وقف درست نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ واما وقف المنقول مقصود افان کان کرا عا و سلاخا بیجوز فیما سونی ذالک ان کان شیئاً لم یجوز التعارف بوقفہ کالشیاب والحيوان لا یجوز عندنا وان کان متعارفا کالمنفا والقنودم والجنارۃ وشیابہا وما یحتاج الیہ من الادوی والقدر فی غسل الموتی والمصاحف بقراءة القرآن۔ قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ انہ لا یجوز وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیجوز والیہ ذهب عامۃ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ منہم الامام النخعی کذا فی الخلاصۃ وهو المختار رد الفتویٰ علی قول

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال کذا شمس الاثمتہ الحلوائی کذا فی مختار الفتاویٰ^۱۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ واقف نے جو جائیداد منقولہ وقف کی ہے اور اس کے وقف کا عرف (رواج) نہیں ہے وہ وقف نہیں ہے۔ اس میں وراثت جاری ہوگی۔ اور وراثت پر تقسیم ہوگی۔ اسی طرح آمدنی تجارت سرمہ کو وقف کرنا بھی لغو اور بے معنی ہے، اولاً، وہ بوقت وقف موجود نہیں ہے۔ اور وقف اسی چیز کو کر سکتا ہے۔ جو بوقت وقف موجود ہو۔ اور واقف کی ملک میں ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں۔ شرائط وقف میں یہ لکھا ہے۔ ومنہا الملك وقت الوقف حتی لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من مالکھا ودفع الثمن الیہ او صالح علی مال دفعه الیہ لا تكون وقفا کذا فی البحر الرائق^۲۔

ثانیا۔ وقف کے معنی ہیں۔ جس العین، والتصدق بالمنفقہ کذا فی الدر المختار^۳۔ جب خود آمدنی ہی کو وقف کر دیا تو موقوف علیہم پر کیا چیز خرچ کی جائے گی۔ لہذا وقف نامہ کا یہ جز ہی صحیح نہیں ہے۔ اور جو کچھ آمدنی واقف کی زندگی میں ہوئی اس میں سے مرنے کے وقت جو کچھ بچی ہے وہ وراثت پر تقسیم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب وقف، وقف نامہ کی تکمیل کر چکا تو اب اس کو اس میں ترمیم، تنسیخ کا کوئی حق باقی نہ رہا البتہ اگر وقف نامہ کی کچھ عبارت ایسی ہو جس سے اس کے مقصد کے خلاف کوئی دوسرا مطلب نہیں لیا جاسکتا ہو تو اس کی وضاحت کر سکتا ہے۔ بیان کر سکتا ہے کہ میری مراد اس عبارت سے یہ ہے۔ لہذا وقف نامہ اول کے خلاف جو اس نے تتمہ لکھا ہے۔ وہ قابل اعتبار نہیں۔ وقف کو انہیں شرائط پر لکھا جائے گا۔ جو وقف نامہ اول میں درج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تتمہ کو پوشیدہ رکھا ہو یا ظاہر کیا ہو جبکہ وہ اصل وقف نامہ کے خلاف ہے تو معتبر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب زید نے بقیہ جائیداد کو ہی وقف کر دیا تو اس وقف کو صحیح مانا جائے گا۔ اس کو توڑنے اور باطل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے خواہ اس بقیہ جائیداد کا وقف اس نے خود اپنی ہی خواہش سے کیا ہو یا کسی کے کہنے سننے سے ایسا عمل کیا۔ بکرنے اگر زید سے کہا اور اس کے کہنے سے زید نے وقف کر دیا، اس کی وجہ سے وقف پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۸، کتاب الوقف الباب الثانی۔ فیما یجوز دفعہ وما لا یجوز۔ ۲۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الوقف، الباب الاول

شرائط الوقف۔ ۱۲۔ مصباحی۔ ۳۔ در مختار ج ۳ ص ۳۹۱ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ مصباحی۔

(۵) واقف یا متولی کے ناجائز تصرف کرنے سے وقف باطل نہیں ہوتا۔ وہ وقف بدستور وقف رہے گا۔ اور یہ ناجائز تصرف کرنے والا مرتکب حرام و خائن و گنہگار ہوگا۔ اور ایسے واقف، متولی کو وقف سے جدا کر دینا اور اس کے قبضہ و تصرف سے وقف کو نکالنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔ وینزع وجوباً بزازیبہ لوالواقف درمغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجز۔ ردالمختار میں ہے۔ قال فی البحر واستنفید منه ان للفاصلی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی۔ نیز اسی میں ہے۔ قال فی الاسعاف ولا یولی الامین قادراً بنفسه او بنائیه لان الولاية مقیّدہ بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به لیستوی فیہ الذکر والانتی۔ واللہ فاعلم۔

(۶) جب واقف نے اشیاء موقوفہ کی تحدید و تعیین کر دی ہے تو وقف صحیح ہے اگرچہ اسکی مالیت اور قیمت وقف نامہ میں کم دکھائی ہو کیونکہ وقف کی صحت کے لئے موقوفہ کی قیمت بیان کرنا ضروری چیز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) واقف کے انتقال کے بعد جو کچھ زرقہ موجود تھا، اس کی تقسیم حسب شرائط فرائض تمام ورثاء پر ہوگی۔ متولی ثالث نے جو کچھ جائدادیں اس سے حاصل کی ہیں ان کے تمام ورثاء مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ جائداد موقوفہ فی سبیل اللہ تعالیٰ یا موقوفہ علی الاولاد گلیسی ہو کہ اس کی آمدنی قلیل اور وصولیابی میں مشکلات کثیر ہوں تو ایسی صورت میں اس کو بیع کر کے کوئی دوسری جائداد خریدی جائے جس میں سہولتیں ہوں۔ اور آمدنی زائد ہونے کا گمان غالب ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک صورت یہ کہ متولی وقف علی الاولاد کی غیر موقوفہ کوئی زمین ہو اس میں موقوفہ جائداد کو فروخت کر کے کوئی عمارت بنادی جائے۔ اور متولی اس زمین کو بھی اس کے ساتھ وقف کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کیا متولی کو وہ زمین ملو کہ وقف کرنا ضروری تھا ایسا بھی کر سکتا ہے کہ زمین اپنی ملکیت پر باقی رکھے اور موقوفہ جائداد کی قیمت سے مکان تعمیر کر دے؟

(۴) اگر کوئی وقف نامہ علی الاولاد اس صورت سے ہو کہ اس میں جائدادیں وقف ہیں ان میں سے ایک قلیل ہوا اسکی

آمدنی کے بارے میں واقف نے یہ لکھا ہے کہ متولی سے اہل حرمین شریفین پر صرف کرے۔ اور ایک زائد آمدنی کی جائداد پر اسے واقف نے متولی کی ذات و اہل و عیال وغیرہ پر صرف کرنا بتایا ہے۔ دونوں جائدادیں دو موضوعات ہیں۔ تو کیا متولی ایسا کر سکتا ہے۔ کہ ان دونوں جائدادوں کو فروخت کر لے۔ جن کا وقف نامہ ایک ہی ہے۔ اور موقوفہ علی اہل حرمین شریفین کی آمدنی جو وقت وقف میں تھی یا جو وقت بیع میں ہے۔ اس کثیر خالص وقف علی الاولاد کی آمدنی سے اہل حرمین شریفین پر خرچ کرنا اپنے اوپر لازم کرے اس لئے کہ وہ اتنی قلیل ہے کہ اس کے انتظام میں خرچہ اور وقت زائد ہوتی ہے؟

(۵) وقف نامہ میں واقف نے آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "لہذا یہ تملیک نامہ بطور دستاویز وقف علی الاولاد لکھ دیا"۔ تو یہ جائداد وقف ہوئی یا تملیک۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ واقف کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ جائداد تلف نہ ہو اور قلیل آمدنی والی کی اہل حرمین پر بھی صرف ہو کرے؟

الجواب: (۱) وقف نامہ کے آخر میں شرط سوم میں واقف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ کسی قسم کے انتقال کا استحقاق نہ ہوگا۔ واقف کی یہ شرط ہوتے ہوئے وقف کو فروخت کر کے دوسری جائداد اس کے بدلے میں کیونکر خریدی جاسکتی ہے۔ علامہ شامی نے استبدال کی تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ واقف نے اپنے لئے یا دوسرے کیلئے اس کی شرط کر دی ہو۔ اس میں جائز۔ دوسری اور تیسری صورت یہ ہیں۔ "الثانی ان لا یشتراط سواء شرط عدمہ او سکت لکن صار بحیث لا ینتفع بہ بالکلیۃ یا ان لا یحصل منہ شیء اصلاً او لا یفنی بمؤنتہ فهو ایضاً جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی و رأیہ المصلحتہ فیہ۔ والثالث بان لا یشتراط ایضاً و لکن فیہ نفع فی الجملة و بدله خیر منہ و یعاد نفعاً و هذا لا یجوز استبدالہ علی الاصح المختار۔"

سوال میں جو صورت مندرج ہے وہ قسم سوم میں داخل ہے۔ اور اس میں استبدال جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ باقی نمبروں کی بنا تبادلہ کے جواز پر تھی جب تبادلہ ہی ناجائز ہے۔ تو ان نمبروں کے جواب کی حاجت نہ رہی۔ واللہ اعلم۔ (۵) یہ تحریر وقف نامہ ہی ہے۔ تملیک کا مطلب یہ ہے کہ متولی آمدنی کا مالک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سہ۔ رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۷ میں ہے۔ الاول ان یشتراطہ الواقف لنفسہ او لغيرہ او لنفسہ و لغيرہ، فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح "سہ ایضاً۔ ۱۲، مرصا حی۔"

مسئلہ :- مرسلہ عبداللطیف خاں دکاندار، روڈ بڑو ٹال، رحیم خاں صاحب محلہ چیمڑہتی آبادہ۔ ۸ سوال شدہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔ مساجد و عید گاہ کا متولی کیسا ہونا چاہئے۔ اگر شہر والوں نے کسی دنیاوی
غرض کی وجہ سے کسی غیر یا بند مذہب اور تارک صوم و صلوٰۃ کو متولی بنا دیا تھا۔ تو اب اسکو معزول کر سکتے ہیں یا نہیں؟
جبکہ تولیت کے قابل بہترین ہستیاں جو اس کی اہل بھی ہیں۔ موجود ہیں؟ بیہذا توجروا۔

الجواب :- متولی ایسے شخص کو مقرر کیا جائے۔ جو کار تولیت کو بخوبی انجام دے سکے۔ دین دار اور متدین
ہو، خائن نہ ہو، اگر اسکی خیانت ثابت ہو اور تولیت کا کام اچھی طرح انجام نہ دیتا ہو تو اسے معزول کر کے دوسرا شخص
متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم

کتابت کے مرحلہ سے گزر رہی ہے اور بہت جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔
ارباب علم اور دینی ذوق رکھنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ
خود بھی مطالعہ کریں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

تذیل سے بالاسم تاریخی
قامع الواہیات جامع الجریا
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الذی خص لنفسہ المساجد فلم یرضھا الا لذكر وساجد والصلاة والسلام علی من امرت بنزہیھا
 تحقیقا وحرم ان یمرنہا بنجس او تتخذ طریقا واتی بالوعد بحبل لمن عمر یا آدابا وبالوعید الشدید علی من سعی
 فی خرابھا تسلی وسلم وبارک علیہ الواجد لما جدد علی آلہ وصحبہ وابنہ وحرزہ الاکارم الامجاد **وبعد**
 فہذہ تقييدات لطيفة وتنقيدات شريفة علی دريقات للفاضل المولوی عبد الباری اللکنوی
 الفزنگی محلی جمع فیہا بزعمہ جزئیات من کتب الفقہ فی جواز ہدم المسجد وجعلہ طریقا کل کافر علی تمام لایہ تقوی
 ماصدر منہ فی مسجد کافور صینت عن الشرور آذہم بعض حکام النصاری شقصا منہ بلا حجة وادخلتہ فی
 الطريق الواسع من قبل فوق الحاجة لتحسينه وتنزینہ کما نظروا وادار المسلمون اعادة بنائه فقتلوا واسروا
 ثم جاء نائب السلطنة واراد جبر خاطر المسلمين وعلن انه یحفظ فی ہذا احکام شرعية المؤمنین فاشارة الفاضل
 المذكور الی ان یبقى ارض المسجد طریقا للعامة کما فعل لہاد مومن وبنی اذ ظلت فوق سہل مسجد ہم یؤذنون لسان
 ثم علق فی العوام ان الذی فعلتہ ہو حکم الاسلام وفيہ لہ الاحترام التام وآلف لبيان ذلك ہذا الورق
 والفاضل بنیاد بنیہ صداقة ومن حق المسلم علی المسلم لاسباب الصديق علی الصديق ان یردہ عن الباطل یرى
 سواء الطريق فآلفت ہذہ الکلمات فعماد تقع فی الوریقات من الاغلاط والواہیات وسمیتہ
قامع الواہیات من جامع الجزئیات وما قصدی ہذا ولله الحمد الاصون المساجد عن صولة کل سطل
 صائل وان یمیز اللہ الخبیث من الطیب ویحق الحق ویطل الباطل لانی خشیت علی من لا یعرف
 ولم لیقف تلك المواقف ان تنزل قدم بعد ثبوتہا اذ سیجمل حرمة المساجد من لم یکن من اہل النبی وما
 توفیق الالباب علیہ توکلت والیہ انیب ویحسب نعم الوکیل والحمد للہ القریب المجیب لما روی علی

حضرة شيخنا مجدد المائة الجافرة مؤيد الملة الطاهرة آدام الله تعالى لنا بركاته وتمتع المسلمين بطول حياته
في فتواه ابانة المتواري في مصالحة عبد الباري بخسين دلائل قاهرة وكتابي نذير
بنيت عليه النمرة فاقول وجول الله اصول

(۵۱) قال الفضل الفرغلي على سده الله والى حفظ حرمات الدين ارشده الله الارض بعد

صيرورة مسجد الايجوز استبدال الشيء مخصوص يرجع نفعه الى شخص بعينه) يريد ان يقول كل ما شئت
به الزبر المذهبية ودوا دين الاسلام الحديثية والفقهية بل القرآن العظيم نفسه من خلوص المساجد
لله عز وجل وتبنيهما عن حقوق العباد قاطبة وحفظ آدابها وتحريم السعي في خرابها وتحريم ان تجعل لشيء
لم تمن له وتحريم ان تصرف فيها بالغير فباللهانة الى غير ذلك ما شاع وذاع وملا الاسماع ولبقا
الى استبدالها بما يرجع نفعه الى شخص بعينه اما لو استبدلت باللا يختص نفعه لواحد معين فليست فيه
تلك النصوص القاهرة القطعية الاجماعية الايمانية الايقانية وتلك كلمة هو قائلها ما انزل الله بها
من سلطان وقد قال في رد المحتار تحت قول الدر عن البرازية لا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئا

منه مستغلا ولا سكنى بالنصر وهذا علم حرمة احوال الخلوات في المساجد كالتي في رواق المسجد الاموي الخ
قال ورايت تاليفا مستغلا في منع ذلك ام ومعلوم ان الخلوات في المساجد لا ينبغي لشخص بعينه
(۵۲) بل نص العلماء قاطبة ان الوقت لا يحول الى غير ما هو وقف عليه وان نص الواقف كينص

الشاع في وجوب الاتباع وان غرض الواقفين واجب اللحاظ قال في الجوهرة النيرة صفة لثبتي
ان يستعملها في غير ما وقفته له اه فاذا كان هذا في عامة الاوقات فكيف في المساجد وهل يجوز ان يقول
مسلم ان المسجد من هو مسجد كل جعله خانا او باطا واصطبلا لدواب الغزاة او حماما او داما ومنع
به العامة حاش الله ان يتفوه به مسلم فضلا عن عالم

(۵۳) سيعترف صاحبنا الفاضل في هذا التاليف نفسه آخره ان محل جواز ان يجعل تحت
سرواب لمصالحه وغير ذلك ما هو نافع للعامة واهل المسجد كالطريق والحمام وموضع الوضوء وانما هو
قبل ان يصير مسجد الابعد كما صرح به الفقهاء وانت تعلم ان قبل المسجد يتبعه مسجد فابن الاستبدال

مسجد

وہذا حدیثنا ان المسجدین ہو مسجد۔

(۵۴) قال فلا يجوز ان يبنى فوق سطحه ارامه بيا) ارأيت لو بنى لكل من يؤم فانه لا يكون اذن لنفع
شخص بعينه فان قلت لا بد من التعين عند السكونية قلت لا يتأتى شيء من الاستعمالات الا من
معين فان الهدية لا انفكاك عنها للوجود لعيني فلا يتطرق اذ تطرق الامين فان قلت هم كثير
بخلاف الامام قلت فليجربا بيت للامة اذ اكثر واكثر اقامة المسجد الحرام ثم من لعجب ان لا يجوز لو
ويجوز لكثيرين فان العلة الاستتماء هي في الاكثر اكثر فافعلت اريد الاستبداد وادام موجودا وان
جاز التعاقب قلت فالما مستبد موضع مره مادام الاستحالة التداخل في الاجسام وبالجملة فافعلت
الذميمة ليست للامام ايضا اذ بنى لمن يؤم كما هو المعتاد لا الزيد والخراجية لا بد منها للامام ايضا فطاح
الفرق فانهم۔

(۵۵) قال ولا تحته حوانيت وان كان لمصالح المسجد والايقات عليه نقصل منزل فان لمصالح
المسجد ليست مما يرجع نفقه الى شخص بعينه

(۵۶) قال اجعل المسجد ما يفتتح به العامة كالطريق ففيه مذاهب الاول لا يجوز جعل كل طريقا
الثاني عكس الاول وهو جعل كل طريقا الثالث لا يجوز ان يجعل شيئا منه طريقا الرابع عكس الثالث
وهو ان يجعل بعضه طريقا ومما لا يخدم من خاص وهو الخلف في الطريق وعداه الى العام وجعل الخلف
مثالا للعام فجعل المذاهب الاربعه في جعل المسجد كله او بعضه اصطبلا للفراسة او مرصفا للمسافرين او حماما
للحائض والنساء وادهم المسلمين ان من اتهم من قال يجوز جعل المسجد كله بيت خلا للامة وان منهم
من قال يجوز ان يجعل بعضه للبول والغائط ويبقى بعضه للسجود ويأتم المسلمون بل سمعتم مثل هذا في الاسلام
ام ياتونكم من الاحاديث ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم۔

(۵۷) المذهب الثاني من مختصراته ليس في كلمات العلماء عین ولا اثر وسمعت به بالاثراوى
مسلم يقيرونه الحكم بان يجعل المسجد كل طريقا وما هو الا تخريبه ومنع الصلاة فيه فانما ممنوعة في الطريق وسمع
ربه تعالى يقول ومن اظلم من منع مسجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها

اعلم ان هذا
هو المسجد
الذي هو
الحرام
من المسجد
الحرام
الحرام
الحرام

اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم فلا يتأتى هذا من يؤمن بالقرآن العظيم ونسبته اليهم فريته بما مرت به عند ذبي قتل سليم.

(۵۸) مع قطع النظر عن ذلك في ترتيب المذاهب بخط بدیع فان التأمل الاول ان يجوز جعل بعضه طريقاً نظراً الى المفهوم المخالفة كان عين الرابع وان لم يجوز كان عين الثالث ولو نظر المؤلف الى المحر العقلی انه لم يجوز جعل كل طريقاً ام لا وعلى الثاني لم يجوز جعل بعضه ام لا العلم ان لا امکان هنا الرابع الا الرابع لم تذكره ولا يتوهمه الا بمحذور وهو جواز جعل الكل دون البعض بل على طريقة المؤلف الفاضل يجوز التوهمين الكثير دون التقليل كما اشرنا اليه وسيأتي لنص منه عليه فاذا كان عليه ان يجعل الرابع هذا باطل الحلي ولكن النظر يخطى ويترك وبما ذكرنا ظاهره من ان لا تربيع ولا تثليث لان الشق الاول لا يتفوه به مسلم فما ثم الا قولان ولم يذكر في الكتب الاثنان ولكن حول عين لعقل يجعل الاثنين اربعة.

(۵۹) استند للمذهب الاول بقول الدرر باز جعل الامام الطريق مسجداً لا عكسه لجواز الصلاة في طريق لا المرد في المسجد واستشور وودجوا ان المراد بالعكس عموم السلب لا سلب العموم فيرجع الى الثالث فقال صح الشايع بان المراد هنا الكل بقوله وفيه نوع مدافعة لما تقدم (اي من قول المتن جعل شئ من الطريق مسجداً لا عكسه) الا بالنظر لبعض الكل اقول اولاً فاذا يرجع الى الرابع فابن المحيى وثانياً المحشى لم يصرح بهذا بل نقله عن الشربلا الى ثم عدل عنه الى اختلاف الرواية وحق لان يبدل فان لتقليل قاض ارادة عموم السلب وقد اشار اليه المحشى بقوله بقرينة لتقليل المذكور يستفعل كل ذلك عن ولكن لفهم محض السرب من يشاء.

(۶۰) ثم ابيده الارادة الفاسدة بالنقل الشامي في الطريق عن الشربلا الى ايضا ان فيه نوع يتدرك بالتقدم الا ان يقال ذلك في اتخاذاً بعض الطريق مسجداً هذا في اتخاذاً جميعها ولم يدر ان القرآن في الذكر لا يوجب القرآن في الحكم كيف ولتقليل ناطق بفساد ذلك المراد هنا.

(۶۱) قال قال صاحب رد المحتار اما جعل كل مسجد طريقاً لنا ظاهر انه لا يجوز قولاً واحداً لا ادرى

۹۱
اراد به شئ
على خلاف
ما عليه عليه
العلماء

ولذا قال العلامة الشرنبلالی بعد نقل كلام الفتح فی غیبة ذوی الاحکام فلیفت بجعل طریقاً وفیه تسقط حرمة المسجد فلیتأمل هو به علم جهالة من تثبت بذیل الفتح فی جواز جعل شیء من المسجد طریقاً والله الهادی الی سوا الطرق۔

(۶۵) العلامة الشامی نفسه لم یتقرر علی هذا الاستئناس ولینه بقوله هذا النکان المراد به جعل بعضه حجة

فلا اشکال فیه وانکان المراد جعل کل فلیس فیه البطالة من کل جهة لان المراد تحویله بجعل الرحبة مسجداً به بخلاف جعله طریقاً تأمل فلم یبق بیدک ولا حشیش تثبت به فی ابتداء المذهب الثانی وقد نقلت هذا ایضاً فالک تأثرنا به علی الحق تعشر ثم تقیم علی ما نزل به وتعشر وتنسب الی العلماء وایهم عن برآء (۶۶) ثم اراد ان یمدی من کیسہ یتوصل به الی البطلان کل المسجد فنقل عن الحادیه مسجد ضاق فقال

رجل اعطونی المسجد وعطی مکاناً یسکون لایبغی ان یعطوه حتی یمیزا مسجداً فاستغنی عن هذا المسجد فمیزد لایس ولا یسرفا ورواه سوا الاثم اجاب عنه بقوله هذا مبني علی قول محمد اقول سبحن الله قول محمد فیماء با وخراب ما حوله فاستغنی عنه لعدم من یصلی اما ان یلکون المسجد والمحلة عامرین فیمیزوا مسجداً لیسطلوا الاول بل یسطلوه فیتبطل مسجدیة وتعود لمکالالبانی فاشا محمد ان یقول به وما هو الا دخول من فی قوله تعالی وسعی فی خرابها الی قوله تعالی ولهم فی الاخرة عذاب عظیم فالفرع باطل قطعاً لا یکل الرجوع الیه بل ولا یجوز العروج علیه۔

(۶۷) هو عند محمد یعود عند الخراب لمکالالبانی وورثته لا لاهل المحلة ولا کل من قال اعطونی مسجدکم واعطیکم داری فلا مبني له علی قول محمد ولا قول احد۔

۶۸ اطبقوا ان المسجد اذا ضاق باهلہ وبجنبه ارض لرجل لو ذکرها بالقيمة وقد فعله الصحابة رضی الله تعالی عنهم ولم یخالف فیه محمد فلو کان یجوز تکصیل هذا عنده وجب ان یخالف فی ذاک لان اختلاف الخبر کما حرام بالاجماع اذا کان ثم مندوحة عنه وهذا یجحد الله سبحانه دلیل آخر علی بطلان هذا الفرع بالاجماع اذ لو ساغ لما ساغ القول بالکراهة لمن ینسب الیه۔

(۶۹) ذکر فی السندبة عن الذخيرة عن محمد فی نفس الفرع حکم محمد بتجریمه فقال قال محمد لا یسکون ذاک

وہذا ہوا لما شئى على الجادة واين الحمادية من الذخيرة وقد نعلت هذا ايضا فلم تنسب الي محمد باہو عنہ بری
(۷۰) قال وهو غير المفتي به لتفديدان البطل لمسجد راسا وجعل كل طريقا عندك قول مفتي به حتى
لا ترضى تأييده باہو غير المفتي به فسجن من علمته الفاخر۔

(۷۱) قال وايضا فيه منفعة لرجل مخصوص لا للعامة لو فرض جوازہ عند محمد فالرجل لمخصوص اتا
ينفع به بعد لطلان المسجديۃ كالباقي وورثته وكان ما ذا۔

(۷۲) قال فلذا لا يطابق بالمقصود (محمدا) لم لا اذا جاز الاستبدال بما ينفع شخصا بعينه فجاز جعله ما ينفع
العامة من باب اولي ما امر بالاصول والمفهوم والمعقول من يزعم ان الدلالة على المقصود لا تطابق المقصود
نعم قل بهذا ان افرع يدل على جواز ابدال ما ينفع شخصا بعينه وهو باطل قطعاً بالاجماع فالفرع لا يكل
الاستشهاد به ولا الالتفات اليه فان قلت بهذا صحت الا في التقييد بالمعين وينهيم تبنى عليه فيما ياتي
(۷۳) قال وعند محمد ان لم يستغن عن المسجد لا يجوز نقله الى شخص بعينه (افيجوز الى شخص لا بعينه) حاصل
لم يقل به محمد ولا احد۔

(۷۴) قال فرع دفع في بلاد استولت عليها الكفرة انهم اهدوا المساجد لاجل لطريق العامة وبنو مسجد
آخروا اعطوا للمسلمين اوردوا القيمة للمسلمين بدل مسجد منہمۃ وقد اتى بجواز الصلاة في المسجد المبطل
بعض معاصرين (اي شبهة في جواز الصلاة في مسجد آخروا) اما اجاز المنہور على ما سمعنا استبدال المسجد وهو
فيه فقر على الله تعالى وقد استخنت فتياءه اذ جعلت ما تزعم احسن منها۔

(۷۵) قال وعندى حسن من هذا ان يطالب اولا ببناء مسجد عوض المسجد يا سبحن الله تقول استولت
الكفرة وبنوا مسجدوا واعطوا المسلمين اوردوا القيمة فما وجهان وتختار منها ما لا يكون مسجد ابدال ان يطالبوا
اولئك ببناء مسجد عوض المسجد ويل لصيغ بنا مسجد من كافروا الله تبارك وتعالى يقول ما كان
للمشركين ان يعبدوا مسجدا لله شهد يزعم على انفسهم بالكفر اولئك حبطت اعمالهم وفي النار هم
خلدون انما يعبدون مسجدا لله من امن بالله واليوم الآخر الآية انظر نصوص الفقهاء قاطبة۔

(۷۶) قال فلما تم البناء بصلوات في المسجد الجديد حتى يستغنى عن المسجد القديم ان كان امكان الصلاة

في مسجد
الاول طريق
العامة
كان لا لام التقوية
لان اعطوا اخذوا
ما لم ضعيف
مع كبريات
الكلف ومما
منه كبريا
المبطل ما يدل
ايضا
الان نسب

فی مسجد موجباً للاستغناء عن غیرہ حتی یجوز بہ فکرم من مساجد تہمہا علی محمد تہل دہا وکذا حصول لصلۃ
فی غیرہ من دون نیت تعطیلہ وان کان ذلک اذا صلوا فی آخر نادین تعطیل الاول فہذا ہو تخریب المسجد
ومن اهل الصلاة بهذه النية۔

(۷۷) الصلاة لا تتوقف على البناء ولا هو شرط المسجد كما نص عليه في الخانية والهندية وغيرهما فلم تطالب
بالبنارور بما يتأخر الامر الى سنة او سنتين بل قل بطلانها بارض فيصلوا فيها لتكون شغرتك الى خلق
المسجد اسرع۔

(۷۸) قال فلويدم الاول لباس به قد علمت ان هذا ليس قول محمد ولا احد ان يكون المسجد والمجتمعات
فيبنوا جديدا ويطلوا قديما ويهدوه اما قولك لباس به فنعم اي لباس في يدهم المسجد انما لباس في يدهم شقص
من جدار دارك۔ يادفراه اخذ ام الكعبة وهد ام المسجد كلا ورب البيت۔

(۷۹) قال وهذا وقت الضرورة الشديدة زعمت بناءه على قول محمد وقول محمد غير مقيد بوقت ضرورة
وانما يقول كما في الهداية والكافي والتبيين وغيره انه عينه نوع قرينة وقد انقطعت فصار كمدى الاحصار
اذا زال الاحصار فادرك الحج كان لان يصنع بهديه ماشاء اه فانطلت قيده سالان قوله غير مفتي به
فلا عمل به الا للضرورة قلت است زعمت ان المتأخرين افوا بقول محمد وقلت ان المفتي بالخيار ان
شاء افق وان شاء لم ليفت لان ابا حنيفة كما روى عنه موافقة ابي يوسف يردى منه موافقة محمد فانطلت
انما قلت عن المتأخرين انهم افوا للضرورة ودفع انتظم على قول محمد قلت مغناه على فرض صحة انهم رأوا
ان في القائه مسجد ابدأ قد خرب ما حوله وتفرق الناس عنه مظنة ان تتصرف الظلمة في نقضه وارضه
وتسرى الالهات الى المسجد فافتوا به لهذا فذا حالهم على الافتاء لا قيد اجازة لعمل به نظير ما ذكره الشامي
في افتائهم به واية ابي يوسف الاخرى وانت القائل ان المفتي بالخيار وامي خيار عند الضرورة۔

(۸۰) قال كالتشدد من الحكومة انما تشديد بالان الجملة باعنه وبنهم بدنيا غيرهم يهون اليها ان في
الشرعية الاسلامية جواز هدم المساجد للطريق ولوا خبروا المسلمون ان هذا حرام في ديننا وقد وعدت ان لا نجسنا
في ديننا لا اجمت۔

لقد علمت ان
هذا ليس قول محمد ولا احد
ان يكون المسجد والمجتمعات

(۸۱) قال (ادالارضاء) سجن الله الارضاء ايضا من الضرورة نسأل الله السلامة ولا حول ولا قوة الا بالله او يكون عطفاً على الضرورة فيكون انص واصرح وشنع واقبح وبالجملة جعل الناس بيت الواحد القهار مالک الملکوت کادهن البيوت بيت العنكبوت کيل بهمه لارضاء حاکم نصراني وان لم يوجه منه تشديد فيه فالى الله المشتكى وليک على الاسلام من استطاع البکاء

(۸۲) قال والدليل فيه ما من الحادية قد علمت انه باطل نصاً واجماعاً كما اتفقا البرهان عليه نبذت به انت ايضا لا باخه جعل لمسيح العام ملک شخص بعينه وهو باطل قطعاً حتى عندک فاهو الاسو صريح او تحريف قبيح وبالله العصمة ومن ههنا ظهران ايرادک اياه بصورة السؤال ثم جوابک عنه بانه على قول محمد وهو غير مفتى به انما کان تستر اذ کان ببالک ان تستند اليه وتعتد عليه وتجعله ايضا مفتى به وتخير المفتى بين اختياره واختيار غيره -

(۸۳) على تسليم ذلك الباطل اى دليل فيه على جوازه للارضاء فانه لضرورة لضيق فالدليل خص من المدعى -

(۸۴) قال اما المتأخرون فافتروا للضرورة على قول محمد اين ومن ولا تنس تمام دعوىک ثم قد علمت ان الذمى ابتدعت ليس قول محمد ولا احد -

(۸۵) قال والمفتى بالجناز فلم ردودت اولاً فرع الحادية تستر اياه على غير المفتى به فان قلت ذلك حکمى فى الاصل وهذا حکمى فى الضرورة قلت الضرورة والخيار لا يجتمعان -

(۸۶) قال المذهب الثالث لا يجوز ان يجعل شيئا من مسجداً طريقاً قبيلاً هو الصحيح للمسلمين كان ذلك سعيه فى ذلك الباطل المبين واذا اتى على ذکر الحق خدشه بزيادة قيل من عند نفسه وليس التزجيج والتزييف بيده المبيران الذى صحه هو الامام الفقيه الجليل ابو الليث من اکابر ائمة الفتوى والامام الجليل برهان الدين محمود صاحب المحيط والذخيرة وان خلافه لم يصح وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع يذاعلى فرض الاختلاف والا فالحقيق ان لاختلاف راجع جدهمستار تعليقات شيخنا المجدد على رد المحتار ترجيحاً وتجبتن رطباً وتجنب عطباً فانا اذكر لك بعض ما افاد

الحق المبرر بالبر والتوفيق بخلق البائع في سائر جهل شيء من السهر طريفا

قال حفظه الملك الجواد علم ان المسجد منزه عن حقوق العباد جميعا اجماعا ولا يكل لاحد ان يحبد او شيئا
منه لغير ابني لمن العباد والذكر ويكرم قطعاً تحويه وشئ آخر تبديله مادام مسجد وهذا اجماع من دون نزاع
قال الله تعالى وان المسجد لله قال الحق على الاطلاق في الفتح المسجد خالص له سبحانه ليس لاحد
فيه حق قال الله تعالى ان المسجد لله مع العلم بان كل شيء له فكان في هذه الاضافة اختصاصه به به
بالقطع حق كل من سواه عنه اه وفيه ايضا قبله المسجد جعل لله تعالى على الخصوص محرراً عن ان يملك
العباد فيه شيئا غير العباد وما كان كذلك خرج عن ملك الخلق جميعاً اصله الكعبة الحق المسجد بها اه
وقال الامام برهان الدين في الهداية المسجد جعل خالصاً لله تعالى ولذا لا يجوز الانتفاع به اه وقال بعده
لانه (اي المسجد) تجرد عن حقوق العباد وصار خالصاً لله تعالى وهذا لان الاشياء كلها لله تعالى واذا
اسقط العبد ما ثبت له من الحق رجع الى اصله فالقطع تصرفه عنه وقال الامام الاجل فخر الدين في الخانية
المسجد لا ينقل الى مكان آخر اه وقال الامام السمعاني في خزائن المفتين رافض لفصول علماء الدين
لو كان مسجد هم ضيقاً فاستبداه بدار رجل هي ادسع لم يجز اه وفي الذخيرة ثم الهندية قال محمد لا يسعهم
ذلك اه وفي فصول الهادي ثم خزائن المفتين مسجد واسع جعل المتولي بعينه حائزاً للمسجد لا يجوز اه
وفيما عن فتاوى الامام فخر الدين لو جعل القيم تحت المسجد حوائيت للغلة او لبنائه لم يجز اه وفي نوازل
الامام الفقيه الى البيت ثم التجنيس والمزيد للامام برهان الدين صاحب الهداية ثم فتح القدير وفي فتاوى الامام
قاضي خان وتهذيب الواقعات والاسفاف في احكام الاذقات ثم فتاوى الانقروبي وفي محيط
الامام شمس الأئمة السخري ثم الفتاوى العلمكية واللفظ لما قيم المسجد لا يجوز له ان يبنى حوائيت في حد المسجد
او في فناءه لان المسجد اذا جعل حائزاً وسكن تسقط حرمة وهذا لا يجوز والقضاء تبع المسجد فيكون حكمه حكم
المسجد اه وفي دجيز الكردي والبحر الرائق والدر المختار لا يجوز للقيم ان يجعل شيئاً من المسجد مستغلاً
ولا مسكناً اه وفي القنية ثم البحر قيم الجامع القديم آجر موضعا تحت طلة الباب لبعض الصكاكين
لا يصح اه وفي جامع الفتاوى والتأثر خانية ثم البحر والنهر والدرسي فوة ميباً للامام لا يضر لاه من المصالح
الاولمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال غيب ذلك لم يصدق اه قال البحر والدر فاذا كان هذا

فی الوقت فکیف لغيره فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ودر فی الکتاب اعنی رد المحتار ما یصنع بعض
جیران المسجد من وضع جذوع علی جداره فانه لا یکل ولو دفع الاجرة اہم وفیه وہذا علم حرمة احداث
الخلوات فی المساجد الی آخر ما مر وبالجملة لنقل فیه کثیر من شہیر مستفیض شہیر اذا علمت ہذا فجعل شیء من المسجد
طریقاً لموزنان الاولی ان یقطع من المسجد وتبطل مسجديہ ویدخل فی الطریق فیتحول طریقاً لمفظلاً
بعد ما کان مسجداً محفوظاً فتمرقیہ الحائض والنفساء والحجوب والدواب والحجیر والکلاب وتردث وتبول
وتمنع الصلاة فیہ شرعاً کما ہو حکم الطریق والثانیۃ ان یبقی المسجد بجمیع اجزائہ مسجداً کما کان وتجب آدابہ
وتحفظ حرمة غیرہ ان یؤذن بالمرور فیہ عند الحاجة للمشاۃ غیر الحجب واختیہ والدواب ومن علم ذلک
الاصل الاصلی المقر المحرر المدلول علیہ بکتاب اللہ واجماع الامتہ وکان فی قلبہ تعظیم حرمت اللہ و
شعائر اللہ علم قطعاً ان فی قول الجواز لا تصلح الادلی انتکون مرادہ بل الثانیۃ ہی المقصودة بالافادة
فہی معنی جعل شیء من المسجد طریقاً کما فی الکفر والغرر والتویر والکلاصۃ والفتح او جعل مرفیہ کما فی تبیین
الاحتقائ والعینی والبحر ولنہر والدر دالی لسعود والشربلالی والحامی والعجمی واسخى ناده علی الدرر
وغیرہا ولا یکل ان یحمل الاعلیہ لفظ الزیادۃ فی الطریق من المسجد کما فی العنابیۃ عن خواہر ناده او توسیع
الطریق منہ کما فی الاستنباه ومختار الفتاوی والملتقى او ادخال بعضہ فی الطریق کما فی المنع فان الطریق
اذا کان ضیقاً وبجنبہ مسجد واسع یجتمل المرور فاذن للناس ان یخلوا فیہ من جانب ویخرجوا من جانب
آخر غیر محدثین بالحدث الاکبر ولا یرکبوا ولا یدخلوا بابه ولا نجاسة فقد حصل لهم من المسجد بحصل من الطریق
والطریق لم یکن طریقاً الا لاستطراقہ والتوصل الی المقصود بالمرور فیہ فاذا اسقطنا حرمة ہذا من یخل من
المسجد للحاجة مع ابقاء مسجد کما کان وابقاء سائر الحرمات والاحکام فقد حصل فیہ معنی الطریق واما بطریق
طریق واما کان مخطوراً واذن فیہ لحاجة فانما یستقدر بقدرہا ولا یکل تعدیہا ولا حاجة الی اسقاط سائر الحرمات
قال لمعنی الی الصورة الثانیۃ وہو الواجب حتماً عند کل من رزق حظاً من العقل والذین ولم یلم یلمہم
ولا کان من المفسدین ان یردوا لمحتل الی المفسر لا یخرج بابہام ضعیف عن اصل مقرر ولا ینسب طائفۃ
من علماء الدین الی مخالفة نص القرآن لعظیم وانتہاک حرمت الشرع القویم ولا یرضی باوخالہم فی

من منع مسجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها اولئك لهم خلود في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم
 لاجرم قد نص المجوزون انفسهم على ارادة الصورة الثانية وبمراى منك عبارة الشرح نقلا عن
 الزيلعي ونفس الزيلعي تحت قول الكثر ان جعل شئ من الطريق مسجدا صح كعكسه معناه اذا بنى قوم
 مسجدا واحتاجوا الى مكان ليتسع فادخلوا من الطريق في المسجد وكان ذلك لا يضر باصحاب الطريق
 جاز وقوله كعكسه اي كما جاز عكسه وهو ما اذا جعل في المسجد ممر لتعارف اهل الامصار في الجوامع و جاز
 لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر الا اجنب والحالف والنفساء لما عرفت في موضع وليس لهم ان يخلوا
 فيه الدواب اه فانظر كيف فسر الاول با دخال جز من الطريق في المسجد ثم اذا اتى على العكس
 حاد عن ذلك السنن كيلا يوهى خلاف المقصود وقال جعل في المسجد ممر وحصر المراد فيه بقوله وهو ما اذا
 جعل وعبارة البحر الرائق لصاحب الاستبصار المذكورة ومعنى قوله كعكسه انه اذا جعل في المسجد ممر فانه
 يجوز لتعارف اهل الامصار الى آخر ما في التبيين مغزيا اليه وتبعه عليه الامام العيني والعلامة عمر بن نجيم
 في النهر السيد الازهرى في لفتح وناظر الدرر الشريفي والناظر حسني العجبي المكي وعبد الحكيم الرضى
 ولما نقل في جامع لفصولين عن العدة جعل شيئا من المسجد طريقا ومن طريق مسجدا جازاه قال العلامة
 الخبزي في حاشيته قال العلامة الغزالي (اي صاحب المنج المذكور) ان جعل شئ من الطريق مسجدا
 صح كعكسه قال شافعي الزيلعي عكسه هو ما اذا جعل في المسجد ممر (الى قوله الدواب) وهذا يوافق ما نقله المصنف
 عن عدة انتهى كلام الغزالي اه وانا وهو لا اجد الجلة ارادة لصورة الثانية وبطلان الاول باربعة وجوه
 الاول الاستدلال بتعارف ذلك في جوامع الامصار ومن زعم ان ابطال مسجدية جزء من المسجد
 وتحويل طريقها مستعار في جوامع الامصار فقد اقرى والثاني تحريم ان يدخل جنب او حالف او
 نفساء والثالث الاحالة على ما عرفت في موضعه من كتاب الطهارة انه لا يجوز دخول هؤلاء في المسجد
 والرابع تحريم ان يدخلوا فيه الدواب وهذا صاحبنا السيد العلامة المحشى نقله عن التناخانية عن القتيبي
 عن الامام بكر خواهر زاد بلغة تجوز الزيادة في الطريق من المسجد لان كلمة للامة اه ثم جعله عين ما عليه المتأمن
 ما عليه المتون هو ما فسر الاكابر ما سمعت ثم بنفسه في آخر كلامه بقوله هو جاز جعل شئ منه سطر أو سقفا

حجة المردوفية للضرورة لكن لا تسقط جميع احكام المسجد فلذا لم يحجز المردوفية لجذب نحوہ كما مرہ فاتح لعین
 وادفع لغین ینیب الشین ویزہق المین وظاهر ان الزیادة فی الطریق من المسجد و توسیعہا منہ وادخال
 شئ منہ فیہا متساویۃ الاقدام فی ذلک الایہام ومع ذلک لم یرد ہذا صاحبنا السید العلامة المحشی عن
 تفسیرہ بالصورة الثانية وروہ الی الحق بل لم یفدح منہ فی ذہنہ الا محل الصیحہ لعلمہ بان خلافہ من لطل الاصل
 واشنع المحالات لا یحظر ارادتها فی قلب من ادلی تعظیم الحرات و ما یلی امثال ہذہ التصریحات الجلیۃ بل منہا
 ایرادہم مسئلہ سبعل المسجد رجبۃ فی مبحث جعل شئ منہ طریقاً قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیۃ تحت قولہ
 جاز جعل شئ من الطریق مسجد الا عکسہ مانصہ نقل مسئلۃ فی فتح القدیر وقال ولہم جعل الرجبۃ مسجد وقلہ
 کذا فی الخلاصۃ اہ فقد جعل المسالۃ عین المسالۃ وقال العلامة سید احمد الطحطاوی علی قول الدرکماجا
 جعل الامام الطریق مسجد امانصہ لم یقیدہ فی الدرر بالامام بل الذی فی الہندیۃ عن الکبری مسجد ارادہ ان
 یجعلوا الرجبۃ مسجد او المسجد رجبۃ لم ذلک و سیاتی لعلنا المتنا المحشی المام بہ حیث اور و مسالۃ الرجبۃ
 فی ہذہ المسالۃ و قائل و رجبۃ المسجد ساحتہ اہ قلت و ذکر المسالۃ فی الخانیۃ و خزائنہ لمفینین بلفظ لو اختلفوا
 الی تحویل باب المسجد و جعل المسجد الخاج و اخلا و نحوہ فالرأی فی ذلک لافضلہم ولا کثرہم اہ فالمعنی و
 واللفظ مختلف فلو کان الکلام علی تحویل المسجد الی غیرہ لکانہ کما تم ہذہ کلام من لا یمیز بین المبحث و غیرہ
 کما بل افادوا ان المراد ہی الصورة الثانية ای المردوفی المسجد مع ابقائہ مسجد بحالہ و یستقیم ایرادہ
 الرجبۃ فیہ لان المراد یلکون عادة فی الساجات دون المنازل المسقفة فاذا جعل المسقف من المسجد
 صیفیا غیر مسقف فالذی یدخل المسجد لیمیر فیہ الی جانبہ الآخر انما یقصد ہذا الصحن الذی کان مستفان قبل
 فتتحقق المردوفی جزؤ من المسجد بعد المکین فیہ و لو انقصینا اولیہ ہذا الطال الکلام و لا حاجۃ بعدہ بالتشہید
 قلوب اہل الاسلام فالحمد لله علی وضوح المراد و انقطاع عرق الضلال والفساد و بما ذکرنا یلح التحقیق و یلح
 التوفیق فالمانعون ارادوا الصورة الاولى و المجوزون قصدوا الصورة الاخری و لله الحمد ہذا وجہ
 آخر ان یتوارد الکلامان معاً علی الصورة الثانية ومع ذلک یتفقان و ذلک لما علمت ان الاصل فیہ
 المحذور و الا حازۃ للحاجة فالمانعون ذکر داحکم الاصل و المجوزون قصدوا الحاجة و الدلیل علیہ انہم اطلقوا فقیدہا

بالاحتیاج قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير فی کتاب الکراہیۃ من الخلاصۃ عن الفقیہ ابی جعفر عن
ہشام عن محمد بن یحوز ان یجعل شیء من لطریق مسجد الاویکل شیء من المسجد طریقاً للعامة اھ یعنی اذا احتاجوا
الی ذلك اھ ولمولنا السید المحشی رحمہ اللہ تعالیٰ علی قول الدرکعلیہ ہذا عند الاحتیاج كما فیہ فی
الفتح اھ ونظیرہ قول البرازیۃ لا یجعل شیء من لطریق مسجد ولا شیء من المسجد طریقاً للعامة اھ فافادہم
الاصل فی الموضعین وذلك لان الاصل فی لطریق ان لا یؤخذ منه شیء لغيرہ وانما یدخل بعضہ فی
المسجد اذا احتیج الیہ ولم یضر بالمارة كما قد مناعن البتیین ومن معہ من کثیرین و فی الفتح لوضاق المسجد
و کجنا رض وقف علیہا وحالت جازان یؤخذ یدخل فیہ ولو کان ملک لرجل اخذ بالقیمۃ کربا فلوکا
طریقاً للعامة ادخل بعضہ بشرط ان لا یضر بالطریق اھ و فی الدرر جعل شیء من لطریق مسجد الضیقہ ولم یضر
بالمارین جاز قال ط و محشینا افاد ان الجواز مقید بہذین الشرطین اھ ہذا فیہم کلمات الفقہاء من
ماعدہ التوفیق وبالله التوفیق لارب سواد و ہنا وجہ ثالث یبقی مع بعض خلا دتیق وان استقصی
اکمن ان یؤدی الی التوفیق و ہوان نقول کلا الکلامین فی الصورة الثانیۃ وحالۃ الحاجة غیر ان الحاجة
اعم من الضرورة ومواقع الضرورة مستثناة بالضرورة فالمانعون لا یجوز وعدہ ولو للمیۃ بالمتبلغ حد
الضرورة والمجوزون لیتحدون مطلق الحاجة کما یدل علیہ تعلیلہم بالتعارف دون الضرورة فالقلت
فاذن ما المخرج منها قلت المنع مصحح بصریح التصحیح من الامامین کلہما الی البیث الفقیہ والبرہان
محمود کما سیأتی للمحشی عن التاثر خانیۃ عن ابی الیث و مثله فی المندیۃ عن المیحد ولا کذلک فی الاجازۃ
غیر ان کلام اکثر النظار ناظر الیہا ما قول مولنا المحشی رحمہ اللہ تعالیٰ ان المتون علی الثاني فکان المعتمد
فاقول المتون مطلقة کالروایۃ عن محمد سواد لسواد ولا بد من التقتید اجماعاً لا طباقاً علی عدم جواز المورد فی
المسجد الا بعد رفعی الاستنباہ لا یجوز استناد طریق فیہ للمورد الا بعد اھ قال الحموی لغی بان یکون لہ بان
فالکثر فیدخل من ہذا یدخرج من ہذا اھ و فیہ عن منبۃ لمفتی لا یمرنی المسجد و تیخذہ طریقاً فان کان لبعذر لم یکرہ اھ
و فی فتاوی الامام قاضی خان دخرانۃ لمفتیین لا یجوز ان تیخذ فی مسجد طریقاً یمرنیہ من غیر عذر فان
فعل بعد جاز اھ و فی فتاوی الخلاصۃ والبحر الرائق والعلمکیرۃ زجل یمرنی المسجد و تیخذ طریقاً ان کان

بغیر عذر لایکوز و بعذر یکوز ثم اذا جاز یصلی فی کل یوم مرة لانی کل مقام فی البرزخ لایکوز فی المسجد و تیخذہ طریقاً ان بعذر
 میعذر و بدونه لا یصلی فی کل یوم مرة لانی کل دخلہ ام و فی التذکرہ الوطء فوقہ و البول و التغوط و اتخاذه
 طریقاً بغیر عذر ام و فی الغیابہ لواتخذ ممر فی المسجد فان کان بعذر جاز دفعاً لخرج و بغیر عذر یکوز ثم فی موضع
 العذر یکوز عن التکثیر ما لکن حتی قالوا یمر فی الیوم مرة و مسألتنا ہذہ فاشیئہ فی الزیر و دارة فی الکنت و تطلقا
 کثیرون علی عاداتہم من ترک قیود قد عرفت ففی البحر عن الحادی یکوز التوضؤ فی المسجد کالبرق و المخطما فیہ من
 الاستحقاق و کذا یکوز ان تیخذ طریقاً و یکوز فیہ حدیث الدینا و یکوز الدخول فیہ بغیر طہارۃ ام و فی غنیۃ ذوی
 الاحکام لایکوز ادخال نجاستہ فیہ و لا استنطاقہ و یأتی للشراح فی الخطر عن الوہابیتہ و فیسق متعاد لمرد و کجایہ
 و من علم الاطفال فیہ و یوزر بہ قال طفا لتقبل الشہادۃ اذا کان مشہوراً بہ ام قال الشربلائی و الحیلۃ لمن ابتلی بہ
 ان ینوی الاعتکاف حال الدخول و ینوی فیہ لیسکات فیما بین الخطوات ام و فی السندیۃ عن قتادی التمرناشی عن
 صلاۃ الجمالی لا تیخذ طریقاً فی المسجد بان یكون لہ بان فیدخل من ہذا و یمخرج من ذلک ام فمرة اطلقوا المنع و اخری اطلقوا
 الجواز و اخری بنیوا و اوضحوا و ہو لم یجد فی جمیع الموضع فاطلاق المنع مقید بالاستثناء و اطلاق الجواز مقید بالشروط و اذا کان
 الامر علی ہذا فان قیدنا بالضرورة و افقت المتن قول المنع و ان قیدنا بالحاجۃ کما فعل کثیر من النظار و افقت
 قول الاجازۃ فلیس فی نفس المتن ما یرجح احد القولین و کذلک استثنائہم العذر فان اردنا بالتعذر
 و افق الاول و ان ممناہ لتعسر و افق الثانی ہذا ما یعطیہ ظاہر النظر و انا نقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول
 الی ذری التبحر القی ربی فی قلبی ان انتطرق المسجد ای جعلہ طریقاً بالمعنی الذی وصفنا لا بمعنی التبدیل
 الباطل المستعمل علی سبغۃ اوجہ لا یصلح منہا للخلات الادبہ و احادیث ان المرور فی المسجد یحقق
 بكل من الدخول و الخروج فان الامام مثلاً اذا دخل من الباب و تقدم الی المحراب لا بد لہ من نقل الاقدام
 و قطع المسافۃ و ہو المرور و عقد الامام البخاری فی الجامع لصیح باب المرور فی المسجد و روی فیہ حدیث
 ابی موسی رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من مر فی شئ من مساجدنا و اسواقنا
 بنبل فلیأخذ علی نصابہا لا یعقر کفہ مسلماً قال الحافظ فی الفتح باب المرور فی المسجد ای جوازہ و ہو مستنبط
 من حدیث الباب من ہمتہ الاولیۃ ام و عقد قبلہ باب یاخذ بنصول النبل اذا مر فی المسجد و اخرج فیہ

حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مررت فی المسجد ومعه سهام فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امسک بنصا لہا غیر ان الدخول والتقدم وان لم یجئ عن معنی الاستطراق لان ما بین الباب والمحراب کان طریقا الیہ ومعلوم ان کل جزء من المسجد مسجد لکن لا یقال علیہ استطراق المسجد فی متفہم العرف فان الطریق لا یقصد لنفسہ وبہنا مقصودہ المسجد فلا یتعلق غرضنا ہذا الفصل ولا ہو مفز بحکم بل حکم ما قصدہ الدخول فمن ما توریہ کما ذکرنا فی الامام والمقدمین الاولین یقبلون ومن بعدہم یصلون لصفوف ومن رأى فی صف فرجة تقدم وسببا للبتش لصفوف ومنہ الدخول لبناء المسجد ومرمتہ وتنظیفہ وتجمیرہ والعلوف ومنہ دخول القاضی لیمسک فیہ للقضاء والدخول لعقد النکاح وما ذلک فیہ کدخول المدعی علی القاضی عین کونہ فی المسجد وتقدم للنفر والی حیث شاء خائلا لایومر ان لایمر بعد الباب والدخول للتعلیم والتعلیم والذکر کل ذلک بشروطہ ومنہی عنہ کالدخول لحدیث الدنیا الی غیر ذلک لایخفی اما الخروج منه فلا یحید عن استطراقہ وان لم یکن الا داخلا للصلاة صلی قارب فانہ لا یقید المسجد بل انما یرفی لیتوصل بہ الی بیتہ مثلاً وہذا هو الاستطراق وقد عقد الانام البخاری باب الخوخة والممر فی المسجد واورد فیہ حدیث ابی سبیل الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقبلین فی المسجد باب الاسد الاباب ابی بکر و حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدوا عنی کل خوخة فی ہذا المسجد غیر خوخة ابی بکر قال الامام العینی فی العمدۃ الظاہر ان مراد البخاری من ہذہ الترجمة الاشارة الی جواز اتخاذ الخوخة والممر فی المسجد لان حدیث الباب یدل علی ذلک فان قلت لیس فیہ ذکر الممر قلت الممر من لازم الخوخة ف ذکرنا لیمنی عن ذکرہ اہم ومعلوم ان لا لزوم للخوخة الا لان یدخل منها للصلاة ویؤب فقد جعل اتخاذ ممر فی المسجد واقروہ وبمراى منک ما یفیدہ العلامة لمحشی علی قولہم لتعارف اہل الامصار فی الجوامع انہ یوجد فی اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشی فیہا وقت المطر ونحوہ لاجل الصلاة اذ الخروج من الجامع لا یمرور المارین مطلقا ولعل ہذا مرادہم فترجى ان مرادہم یجعل الممر فی المسجد للدخول للصلاة والخروج للبيت اذا عرفت معنی الاستطراق فلنستکلم علی وجہہ وبالله التوفیق فاقول استطراق المسجد علی سبعة اوجہ لانه لا لازم ادعاء من العارض

اما لا تجل المسجد وغيره وما غيره اما حادث او منوي والمنوي اما مطوي او مستقل والمستقل اما حاجا او بدو
 وما حاجا اما بلغت حد الضرورة او لا وتعني باللازم ما لا نظرية الى مقصود آخر غير الرجوع فان كل من
 دخل المسجد ولو لحاجة لا بد له في الرجوع من قطع مسافة ما في المسجد فان لم يريد الا ان يذهب الى ما لا يلزم من قصد
 مقصد آخر وتوصل اليه باستطراق المسجد فهو العارض كمن دخل للصلاة وخرج من باب الى السوق
 ليذهب الى ما لا يلزم حكم الدخول لان الخروج لا بد منه للولوج ولازم شيء له حكمه فان كان دخل للصلاة
 مثلاً فهو في رجوعه ايضا في الصلاة تكتب آثارا يابها كآثار ذهاب جنات والصد بالصد فكذا مثل الدخول
 لا يفرز بحكم والعارض ان كان في رجوعه من طريق رجوعه فهو مغرور في اللازم فان زاد نية مباح لم تزد
 شيئا كمن يرجع الى بيته ناديا نواميا مباحا أدنية حسنة كان يريد في قفوله اعانة ملوف او زيارة عالم
 فقد استجد حسنة ذاتية تزيد في حسنة الرجوع العرضية اذا كان الدخول حسنة وتبارى سيئة الرجوع
 العرضية اذا كان الدخول سيئة ومن ذلك خروج من دخل المسجد متجازا فندم فانه يؤمر بان يخرج من
 حيث دخل اعدا لما جنى كما في البرازية والبحر قال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا علمت سيئة فابتعها وتجهز
 رواه الامام احمد عن ابي ذر الغفاري رضي الله تعالى عنه بسند صحيح أدنية سيئة فلما علمها فمراونا بالعارض باستجد في غير
 كما مثلنا اولم يريد الرجوع كما يأتي لان في كل منهما استطراقا جديا غير القفول فنه ما للمسجد كذا لم
 في المسجد وجب عليه الخروج الاغتسال حاقن يريد الصلاة عليه الخروج للتخلي وكذا من اراد اخراج الزرع على الصحيح ومخرج
 ليأتي بالملات تعمير ودهن سرقة تجبره ونوره وسائر مصالحه ومنه خروج المؤذن للاذان والمتوضي ولو متوضئا
 للوضوء لكرهتهما داخل الى غير ذلك وهذا كله مطلوب شرعا من النذب الى الوجوب اما لغيره فان بدله
 هذا القصد ولم يكن من نية حين دخل فحادث وان كان منها تبعاً كمن دخل للصلاة وهو يريد ان يخرج
 بعد الى السوق مطوي والحادث لا يرب في جوازه اذا كان دخوله وخروجه كلاهما داخل فيه
 كمن دخل للصلاة وغيره مما تقدم من المطلوبات وخرج للسوق وغيره من الساعات فان الدخول
 لا يؤمر بالخروج من باب معين بل له ان يخرج من اى الابواب شاء ولا تعلم احدا تقيده بذلك بل كل
 يخرج الى باب على مقصده الا ان كبية ادبيت عالم يريد ان يسأل او يدين بقصد زيارة او سوق فخير

مع فدية لا فدية
 ان الدخول متجاوزا
 لا يؤذن له في الخروج
 من باب فدية
 من حيث دخل
 نقضاً لا اذ تكتب كذا
 ان دخل بغيره فخرج
 بغيره فخرج
 بغيره فخرج
 بغيره فخرج

فيا الى غير ذلك من الحوائج كل ذلك مشهود في الحرمين الشريفين وغيرهما من غير تكثير من العلماء بل العلماء
 انفسهم يفعلونه وكذلك المنوي المطوي فانه لا يصير به دخول للاجتياز لان مقصده الادل متعلق بمسجد
 كالصلاة والدرس والذكر ونحوها وكونه ينوي انه اذا فرغ من هذه يذهب الى كذا لا يجعل دخوله لكذا كمن
 نوى بستان بنى عامر في قلبه انه يدخل بعده مكة شرفها الله تعالى لم يلزمه الاحرام كمن نوى مسيرة ليلة
 وانه يذهب من هناك مسيرة ليلتين لم تجز له القصر الا في الرجوع اذا رجع بقصد واحد ومن الدليل عليه
 مسأله مقيم الجماعة بل من خرج للجماعة في مسجد حبه واستأذنه لدرسه ولسماع وعظ فانه يباح له الخروج
 من المسجد ولو بعد الاذان احرار الفضل كما مر في الكتاب شرعا عن النهرو حاشية عن الدراية النجاشي
 فانهم لم يقيدوه بان لا يكون هذا الخروج من نية عند الدخول بل هو الظاهر من حال المتفقه العارف
 بالمسأله العازم على الصلاة في مسجد الاستاذ اما المنوي المستقل فهو من دخل المسجد لم يدخله الاجتياز
 منه الى مقصده وهذا هو مطلق الانظار وهو المراد في النصوص التي تقدمنا من كراهية المرور في المسجد الا العذر
 ولا شك ان اتخاذ طريق فيه لانه اذا دخل المسجد للمسجد بل ليبرزه ويتوصل منه الى مقصده فلا معنى للطريق
 الا هذا وقد سمعت كلام المندية والحموي والتمراشي والجلابي حيث فسروا اتخاذ طريق فيه بان يكون له بابان
 فيدخل من هذا ويخرج من ذلك فمن يتوهم ان المراد بجعل ممر في المسجد واتخاذ طريق فيه تحويل بعضه طريقا
 ففسفه وظلم فهذا ان كان بدون حاجة لم تجز وفاقا وان اعتاد فسق وصار مردود الشهادة متضاعف
 الامة وان كان لضرورة جازاجا ما بل فيجب كمن لم يجد سبيلا الى مأمنه من عدو يريد قتله ظلما الا من
 مسجد والمسائل كلها الى هنا لا تصلح للخلاف في النظر نفقتي بقيت الصورة الاخيرة السابعة ان يدخل
 المسجد لمحض الاجتياز منه لم حاجة لم تبلغ حد الضرورة فهذا الذي يتصور فيه الخلاف ويظهر لي والله تعالى اعلم
 ان الراجح فيها هو المنع فان المحظورات انما تباح للضرورات والا فلما جات الانسان عرض عريض
 فلما نحن المحظور لكل حاجة لكاد ان يفقد الخطر من الدنيا الا ترى الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم من سمع
 رجلا يشذ ضالة في المسجد فليقل لا ربه الله عليك فان المساجد لم تبين لهذا رواه مسلم واللفظ لا والترند
 والحاكم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه والحاجة هنا معلومة ولم يقبلها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

لا مكان الانشاد خارج المسجد وان لم يكن كمثل داخله فربما لا يبلغ الصوت كل من فيه ولا يصغى له لاشتغال
بالذكر وان انتظر خروج جميعهم واحد بعد واحد لضاق عليه ولزوماته لشيء وربما يكون عند احد هم لعلم فان
تعداه اشتغل بالالفيد وترك ما يفيد وقد لا يلقاه بعد وتصيح المحيط والامام ابى الليث لشيء الحاجة لقولها
ان اراد اهل المحلة ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح فانه يدل انه
قيل ان لهم ذلك وهذا يقال الاحتج به ولا يظن بالمسلمين ان يريدوه عتثا اما الضرورة فمستثناة
عقلا ونقلًا ولا نسلم تعارف ذلك في جوامع الامصار بين العلماء والاخبار وانما الجهاد الرعاع
لا تصلح للاعتبار نعم قد تعرف الحوادث والمطوى والازتاب في جوازها واذ اجاز فان بنيت له رواقا
مستوفى في اطراف صحن المسجد كما هو واقع في المسجدين الكريين المكي والمدني ليكون مرورهم بعيدا عن
المصلين وليكون غظم حرمة محل الصلاة كما سيفيده العلامة المحشي كان حسن وازين ولا يعارضه تصحيح
الامامين فان المتبادر من ارادة اهل المحلة ان يجعلوه طريقا للمسلمين هو المرور المستقل العام وهذا ليس به
فلو حل كلام المجوزين على هذا وعلى الضرورة فان الجواز شملهما ويكون لتقليل بالتعارف نظر الى هذا
وإستثناء الجنب واغتية والدواب نظر الى الصورة الاخرى لحصل التوفيق ولا يعكر عليه قوله حتى الكافر
فان الكافر الذي اد المستامن ايضا قد يخل لبعض مصالح المسجد وغيره من المهمات كما افاده لعلامة
المحشي فانه ان خرج لمقصد آخر من باب آخر مشي في هذا المرفأ ضير ولا ضرر ونقول كلامهم مخصوص بهذه
الصورة دون الضرورة بدليل الاقتصار في التقليل وإستثناء الجنب ومن معه منقطع ولا غرو فانه في
الكلام كثير من الغاية يقال في التوفيق على هذا الوجه الثالث فان قبل والابقي الخلاف في الصورة السابقة
فقط والانه كما علمت ترجيح تصحيح الصريح فانه احق واثبت وبالادب اوفق وان كان الآخر السيوارف
والله سبحانه علم بالحق هذا كل ما ظهر بعد ادون رقيق وارجو ان يكون غاية التحقيق ونهاية التوفيق وبالله
التوفيق ومنه سبحانه بداية الطريق والحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على سيدنا وآله وصحبه جميعين
انتهى ما افاده شيخنا العلامة في هذا المقام فانظر الى هذا التحرير المنيّر المشرق التنوير العديم النظر والمنا
بعده حاجة الى كلام كثير وانا نسير نسير الى كلم لسيروا الحمد لله اللطيف الخبير

(٨٤) ذكر عبارات فتاوى ابي الليث والتا تاريخية ورد المختار والمحيط والهندية ولم يفرق بين
 قولهم قد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح وبين زعمه قيل هو الصحيح بل علم فبدل ولكن نقل فنقص ما غزل -
 (٨٨ الى ٩٠) ثم اتى على المذهب الرابع وهو ملاذه بعد الثاني المختار لو تم له ولكن قد منا ليس بعد
 للباطل الا الزهوق وقدم رواية الفتح عن الخلاصة عن الفقيه ابي جعفر عن هشام عن محمد لما سيدي به
 وتم نردية قول الله تعالى لكن لعجب ذكر عبارة التفسير وشرح الدرر حيث قال وفي الدر المختار وشرحه
 جاز لكسده هو ما اذا جعل في المسجد عمر الى آخر ما فرج من الله من تيسر بالعلم وتكلم في الفقه ولا يعرف
 النافع من المضرو ولا النظم ولا الحور ولا الطلمات ولا النور اقلب ورتة وانقلب الى بدر كلامك
 جعلت استبدال المسجد بشئ آخر على وجهين احدهما استبدال الشئ بمخصوص يرجع نفعه الى شخص بعينه
 وحلت عليه انه لا يجوز ولم تذكر فيه خلافا وهو كذلك والاخر جعل المسجد ما ينتفع به العامة كالطريق
 وقلت فيه مذاهب فخرت اربعة هذا هو الرابع منها ان يجعل بعضه طريقا ومرا لا كل فمزعوك كقول
 المسجد كلا وبعضا الى طريق واستبدال بهاد ما حلت عن الدراية لانه كان ساكنا مما تريد فلم يشكك
 الاكتسك الفرق باكتشيش لا يغني ولا يفيد لكنه قاض عليك برد شديد ولا برد واحد بل سيدي بعينه
 فقوله لتعارف اهل الامصار في الجوامع رد عليك وقوله جاز ان يمر فيه الا الجنب الخالف رد ثان
 وقوله والدواب رد ثالث كما تقدم تقرير ذلك كله وهاجلة العبارة بكل لفظة لفظة منها حاكمة بان المسجد
 مسجد كماله لم يتحول ولم يستبدل ولكن المبدلين لا يفقهون -

(٩١) لما كان تعليلهم بالتعارف من اظهر قاض عليه بالتقص حاد الباطل ليستجيز محال فبدء سألما
 قائلما فانقلت قد انكر صاحب المختار على تعليله بقوله لا تعلم ذلك في جوامعنا الخ وما دمجيا بقوله اقول
 لا شك ان في تعليل المصنف وغيره بالتعارف محل تايل والحق ان تعليل المسألة هو الحاجة والاستغناء
 عن بعض المواضع لا التعارف قد علمت ان المسندين بالتعارف ائمة اجلاء وتبعهم من بعدهم من كبار
 العلماء وقد اثرنا ذلك عن الامام الاجل فخر الدين الزيلعي والامام الاجل بدر الدين العيني والمحقق صاحب
 البحر الرائق والمدقق عمر صاحب النهر الفائق وخاتمة المدققين العلاني صاحب الدر المختار والمحقق العلاني

حسن الشربلانی والعلامة حسن العجمي لمكي والفاضل النجاشي والفاضل الخاضعي زاده عبد الحليم الرومي العلامة السيد ابی السعود
الازهري وغيرهم رحمهم الله تعالى ورحمنا بهم وهذا الكلام شمل على شيئين احدهما رواية ان ذلك متعارف
في امصارهم في اعصارهم ولا سبيل الى انكاره فانهم ثقات اجلار والعلامة الشامي لم ينكره وكان
ان ينكره انما قال لا نعلم ذلك في جوامعنا فانكر علمه بهذا في عصره ومصره فان لم يقع فشي كان وبان ان
لم يعلم من يعلم حجة على من لا يعلم والآخرة راية ان ذلك حجة في الجواز وما لك ولا لالوف امثالك
ان تباريم في الدراية فكيف يقبل الجنب طباقهم مجرد انكارك بفيك من دون دليل كفيك فضلا عن
تأملك الدال على عدم وثوقك بما يخلج فيك وعد ذلك في ذلك الآن الى الجزم بالبطلان بقولك
والحق كذا دليل على انك لا تميز بين تلك جزك تأملك عزك -

(٩٢) هب انك بزعمك تفوقهم في الدراية فهل تكذبهم ايضا في الرواية وهي المقيمة على منوعوك
الطامة الكبرى هم يقولون ان هذا متعارف في جوامع الامصار فهل ترى ان المتعارف تحول المنا
وتبديلها بالطرق -

(٩٣) هب ان العلة ما ذكرت ولكن بالسالة الممر في المسجد مع بقائه بحاله واحكامه وآدابه فلاقرة
عين لك فيه اذ تحمله على التبديل ام التبديل فهو لكلامهم صريح تبديل وتحريف مستحيل -

(٩٤) ثم قال نعم المتعارف في الجوامع المصرية والشامية ومكة والمدينة بل في مسجده بابان

بغير تعين لطريق لا يعينون موضع المرور في المسجد بل يرون في مساجد ليت فيها رواقات مسقوفة
وهذا خلاف الشرع فان المراور في المسجد كرويه بغير العذر تعلم من رد المختار وتكلم من دون افتكار ولم يرد
النافع من الضار وانه قضاء على منوعه بالتبار رد المختار انكر تعارف الممر في الامصار ثم قال نعم تعارف
الناس المور في مسجده بابان وقد قال في البحر كره ان يتخذ المسجد طريقا اى ان الذي يعرف من
التعارف هذا ولا حجة فيه فانه خلاف الشرع اى وانما تعارفه الجملة ولا اعتداد بهم هذا ارادوا الكلام عليه
يعرف من جد الممار شيخنا حفظه الله تعالى ولكن صاحبنا بادرا الى تقليده بدون فهم ولم يدركه اذ لم يحضر
ان يجاز احد في المسجد بالدخول من باب والنخرج من آخر كيف يجوز ان يجعل فيه ممر للامة يسلكه المسلم

لغة مكران الله
لام اللغو
مع نه ثلث
ايرادت ثانيا
وكيف على
ثالثا على
لا جواب انهم
لقد بنا الا واحد
لاننا عود الى
الاثنين في الجوامع

والكا فواذن لا يكون تعيين الطريق الا تقرير الاثم وكثيره وكيف يحل لتعيين ان لم يكن من البسانی قبل تمام المسجديه كما تقدم لنقل فيه عن البرازيه والبحر والدرو غير ما وسينقل بعضه صاحبنا ايضا واذا كان هذا شغوا فالحش فاذن قد را تریدل فعلت من تحويل المسجده طريقا وعلى هذا الاجواب عما اعترض به العلامة السيد احمد الطنطاوي حيث قال ثم يقال ان كان البانی عين الطريق وجعل على حافتيها مسجدین فالمانع من مرور الحائض والنفساء في الطريق وان كان بعد انعقاد المسجديه فلا يجوز احداث الطريق فيه وما ذكر بعده ان ظاهر كلام المصنف والشارح جوازه الا انه لا يعطى حكم الطريق من كل وجه اه فلا يصلح جوابا بل هو المحط للايراد على تقدير هذا المراد.

(٩٥) قال الا اد غير حرام فلذا انعقد البخاري في صحيحه باب المرور في المسجد (المرور بالمعنى المنوع ان لم يكن مرا فمكره تحريما كما تقدمت النصوص عليه فكيف يفرع عليه عقد البخاري بابا في جوازه وقد تقدم في كلام شيخنا المسجد وحفظ الله تعالى بيان ذلك الباب وحديثه دای دلالة فيه على المخطئ (٩٦) لما انكر تعارف المروا ثبت تعارف المرور وثن ان قد روي به على هو لا كابر الصدور اراد ان يرحم ويستخرج وجه صحة لكلامهم فقال اللهم الا ان يستدل بمطلق المرور الثابت من التعارف ويقاس عليه اخذ الطريق لمجى المرور فيها او بحجتها العذر والاحتياج) اي ان المتعارف وان لم يكن الا المرور من دون تعيين ممر في المسجد لكن الائمة احتجوا بهذا المتعارف قائلين عليه اخذ الطريق من المسجد اي جعل بعضه ممر وطريقا للعامة بجامع المرور بينهما او بجامع العذر والاحتياج قال فافهم فانه دقيق) دای كلام ادق من الفاظ جمعت ولا معنى تحتها فنيه اولا ان حكم لمقيس عليه اذا كان المحظور المنع كما اعترفت فكيف يتعدى الى لمقيس الجواز فان قلت يجوز بالعذر قلت فرجع الامر الى الاحتياج بالعذر دون التعارف نفيم تقول اللهم.

(٩٧) وثانيا لمقيس عليه المرور ولمقيس اتخاذا الممر وتجعل الجامع بينهما المرواى ان لمقيس عليه هو الجامع بين نفسه ومقير

(٩٨) وثالثا ان كان التعارف لمقيس عليه من دون عذر فكيف يحجج بينهما العذر وان كان بعد

سواء كان في المسجد
أو في الطريق
أو في العذر
أو في الاحتياج
أو في المقيس عليه
أو في المقير

فكيف قلت هذا التصرف لا يستدل به لانه خلاف الشرع

(۹۹) ورابعاً اذا استند الامر الى العذر دخل تحت اصل اصل منصوص عليه في القرآن بحمل قال تعالى
ما جعل عليكم في الدين من حرج الى غير ذلك من النصوص والداخل تحت النص لا يحتاج الى تأكيد
(۱۰۰) وخامساً الحاجة تلجئ الى المورد لا الى تعيين الممر بل لتعيين تضييق والحاجة تطلب التوسيع
فاي عذر يدعى الى التعيين-

(۱۰۱) وسادساً سلمناه فاي حاجة الى تحويل تلك القطعة عن المسجدية فبطل ما تحمل عليه من الاستبدال
(۱۰۲) وسابعاً الحكم على الطبيعة المتكئة من اى فرد شئت او الفرد المنتشر على القولين سابقاً بنفسه
الى اى فرد وجد فلا معنى للتعدية الا ترى ان من حرر في كفارة عبده زيد الايقال انه قاس هذا المعين
على مطلق العبد المذكور في قوله تعالى فتحرير قبلة-

(۱۰۳) قال الممر المقيس به عين الطريق نعم ان كان شئ عين مبانیه فان الممر المذكور هنا جزء المسجد
و جزء المسجد مسجد والطريق الذي تريد بيان المسجد الممر تراكم في الاستبدال-

(۱۰۴) قال والمراد بالطريق هنا اعم قال في ردالمحتار اطلق الطريق فعم النافذ وغيره ط كلام ط
در المختار هذا في جعل شئ من الطريق مسجداً وانت عديته الى عكسه فصار المعنى يجوز ان يجعل شئ من المسجد
طريقاً للعامة ادلائل در رب خاص فان هذا هو معنى الطريق النافذ وغيره فعدوت عن جواز الاستبدال
بنفع العامة الى جواز الاستبدال بنفع خاص فكان صاحبنا لا يدرى ما يخرج من رأسه-

(۱۰۵) ثم تحرك عرق التمسك بالمضر القاطع فقال الى اذكر لك بعض عبارات الفقهاء في جواز
جعل المسجد طريقاً قال في العليكية اذا جعل في المسجد ممرافاً يجوز لتعارف اهل الامصار في الجوامع
اي فانهم يهيمون ببعض مسجد هم ويبدلون بالطريق-

(۱۰۶) جاز لكل واحد ان يمر فيه الا بجانب والحائض والنفساء اي لانه لا تحول طريقاً لم يحز لهؤلاء
ان يدخلوه لان مرورهم في الطريق حرام انما يمرون في المسجد لاسيما المسجد الحرام-

(۱۰۷) وليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب لان الطريق مصون عن ذلك انما ترسل الدواب في المساجد

لأننا افارشت في الطريق وليس عليها حائل فصاعقت الارواح بخلاف المساجد فانها محفوظة موطنة
وان لم يكن حرزا-

(۱۰۸) ثم ذكر عبارة رد المحتار عن القنابية عن خواهرزاده وقد تقدم بياننا فيها كافيا فيما اشرنا عن
جد الممتار لكن عرق المتحرک بحسبان كل صارنا فلما الجاه الى ان قال فعلم ان جوازاخذ بعض المسجد
للطريق مع ابتقاء احترام البقعة وسقوط حرمة المروءة ظاهر الرواية (واشار به الى ما قدم عن الدرر السمين
والهندية من تحريم دخول الجنب والحائض والنفساء وادخال الدواب ولم يبرانه الحجة القاطعة
على ابطال ما زعم فعل من الاستبدال-

(۱۰۹) قال بل الزعم بانه قول ضعيف لم يذهب اليه احد من الفضلاء قول لم يخرج من فم قائم
الا بالانفلة والاعفال) نعم الذي تريد فعلت من الاستبدال والابتدال ليس قولا ضعيفا بل
فاسد لقينا قطعاً ولم يذهب اليه احد من الفضلاء وهذا الجمع بين الحليتين سواء كان منك او ممن اشرت
عنه زعم جمع بين النصب والنون فانه لا يكون قولا ضعيفا لم يذهب اليه ذاهب واذا لم يذهب اليه
احد لا يقال انه قول ضعيف-

(۱۱۰) ثم اورد على نفسه سوا الاساقط من راسه واجاب عنه باربعة ساقطة بانفسها او عليه قائلاً فقلت

يمكن ان يجوز على قول محمد لا بالقول المفتى به اقول يحتمل ان يكون عند ابى يوسف فرق بين جميع لمسجد البعض
لاسوال فهم طيبات ولا جواب علم اجبت فان الكلام في العامر وخلافهما في العامر-

(۱۱۱) المذاهب لا تقر بل جعل يحتمل بل رأيت في هذا انطلا عن ابى يوسف ام المذاهب ايضا تخترع
من عندك-

(۱۱۲) انت مستدل فما ينفعك كتمل-

(۱۱۳) قال اذ يكون الفتوى على قول محمد في بعض وعلى قول ابى يوسف في كل (ناه على الفتوى علمت

(۱۱۴) الاناء لا يحصل بالاختراع-

(۱۱۵) الاحتمال لا يفيد الاستدلال-

(١١٦) قال اوكمل الاختلاف على صورة انتقال المسجد الى المنفعة الخاصة من المنفعة العامة (الآن يريد ان اباليوسف القائل بتبايد المسجد وعليه الفتوى انما ينهي ان ينقل المسجد الى نفع خاص انقل الى نفع عام كجعله كراصبلا للنزاة او حاما للحائضات او بيت خلاء للمسافرين فيجوز وفاقا للاختلاف صدق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سد الامر الى غير ابله فانتظر الساعة ولا حول ولا قوة الا بالله العظيم
 ١١٧ ان صح شيء من هذه التريات لم يكن معنى لاستثناء الجنب والحائض والنفساء والدواب لان المنقل مخرج عن المسجدية واذ الم سبق مسجد الم يتقيد بشيء الا ترى ان الخراب اذا رجع عند محمد الى بناء او وارثه كان له ان يصنع به ما شاء وبالحكمة يعني هذه الارجيف كلها على ارادة معنى التحويل والقطع عن المسجدية وهو مع بطلان نصا واجما باطل بنفس هذه النصوص النامة على تحريم دخول الجنب واخيه وادخال الدواب -

(١١٨) قال اوكمل الاختلاف في وقت خروج الارض عن حكم المسجد بالكلية بخلاف ما نحن فيه فانه مسجد الى الابد كما هو قول ابى يوسف الا انه سقطت حرمة المرور فيها ولا يجوز ان يمر فيه الجنب والحائض والدواب) كانت الثلاث السوالف سواقط بانفسها ونداسا قاط عليك فقد آمنت هانه مسجد ابد ولا يحل لجنب حائض ودابة فبطل زعمك الاستبدال فبجرح الله ممن يريد لتكلم في الفقه ولا يميز بين المسلمين والشمال ولا يدرى ما اخذ وما ترك وما اجنب وما سلك من ملك من ملك من نجا ومن ملك -
 (١١٩) انما الخلاف في خروج الارض عن حكم المسجد اذا خرب او خرب ما حوله فقال ابو يوسف يبقى مسجد ابد وقال محمد يعود ملكا وانت تقول ان الاختلاف حين هذا الخروج واذ اقدر الخروج نفيم الخلاف او تقول اختلفنا في وقت الخروج فقال محمد عند الخراب قال ابو يوسف بوقت غيره وبالحكمة ما هو الا نطق ببيانك -

(١٢٠) اذا كان ما انت فيه لاختلاف فيه فامنى قولك كما هو قول ابى يوسف بل قل اجماعا -
 (١٢١) ثم ارجع بعبارة الاشبهاء لهم ان يوسعوا الطريق من المسجد وقد قدمنا عن جد المتار ما يكفي ويشفي بل حسب قول نفسه الآن انه مسجد الى الابد لا يجوز ان يمر فيه جنب وسيصرح بعد صفوة تحت هذا القول

ولعمري ما مثله الاكن يقول ان صفع الاب ولطم خده لا يكل للابن المم يجعله عامة اولاده انبائه واحفاه
محل لضرب فاذا جعلوه محل ضربهم وعينو اخذه وقفاه موضعاً للصفع وللطم جاز لكل احد من اولاده ان
يضربه ولطمه ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

(۱۲۵) ثالثاً ما يجدي تعيين الناس بعد تمام المسجدة فكل من فعل فانما احدث حدثاً مردوداً عليه لو
كان او جماعة ولو جاز الاحداث لجماعة لجاز ان يجعلوا بعض المسجدين كنيفاً للجماعة فانه خير عندك من بناء
بيت لسكنى الامام لكونه يرجع الى نفع شخص بعينه۔

(۱۲۶) قال في الحاشية نظيره كراهية الوضوء في المسجد فان اعد له محلاً فلا كراهية (الى من ضمير في
اعدان كان للباني حين بنى قبل تمام المسجدة رفقاً والتقدير باطل فان الكلام ههنا في المسجد وان كان
لغيره اوله بعد ما تمت فباطل مردوداً النظر جد الممتار۔

(۱۲۷) رابعاً تعيين الناس موضعاً في المسجد للطريق لو لم يجز عندك الا العذر لطاح الفرق بين
الواحد والجماعة فان الواحد ايضا ماذون له بالعذر فوجب تجويزك اياه لهم ولو بدون عذر ولا حاجة
وقد اخبرناك انه باطل من فحش الاباطيل وانظر الى قول رد المحتار تحت ما مر عن خواهر زاده اذا
كان الطريق ضيقاً الى قوله لان كلها للجماعة مانعه وتسقط حرمة المرور فيه للضرورة وانظر قوله ونذا عند
الاحتياج وقول الفتح يعني اذا احتاجوا الى ذلك۔

(۱۲۸) خامساً ناقضت به نفسك فانت القائل في صدر بيان المذهب الرابع يجوز عند الاحتياج
وقلت الحق ان تعليل المسألة هو الحاجة وقلت بجمعها العذر والاحتياج۔

(۱۲۹) سادساً انت الزاعم تعارف الناس الاجتياز في مسجد ذي بابين وقلت وهذا التصرف
لا يتدل به لانه خلاف الشرع لان المرور في المسجد مكره لغير العذر كما سيأتي فقد اعترفت
ان حكم الناس وحكم الواحد في هذا سواء فالك تقرباً للحق ولا تستقر ثم الاحالة على ما يأتي وهو خلاف
ما مر عجب عجب لكن لا منك۔

(۱۳۰) ثم اراد ان يأتي بشاهد على ما ابتدعه من الفرق بين الواحد والجماعة فقال انهم يهزون المردود

راجع من نسخ
عليه السلام

لکل احد حتی الکافروا و رد صاحب الرد اعتراضا وجوا بالیظهر منه تصریح ما قلت حيث قال اعترض بان الکافر لا یمنع من دخول المسجد الحرام فلا وجه جعله غایة هنا طلت فی البحر عن الحاوی لا بأس ان یخل الکافر لمصالح المسجد وغیرها من المهمات مفهومة ان فی دخوله لغیر مهمة باسا و به نتیجه ما هنا فانهم انتم اشار الی ان عدم منع دخول الکافر مطلقا مقید بالمهمة و هنا جواز دخوله غیر مقید و قد مر من قبل جاز لکل واحد فلیتذکر) نعم ان لم یکن ذلک تصریحا بما زعمت کان تلویحا الیه لو ان جعل الممرکان مطلقا لکنه مقید بنفسه بالضرورة والاحتیاج کما مر عن الشامی نفسه والفتح فبطل قولک انه هنا غیر مقید طاح الفرق و تمام الکلام فی جد المتنازعینا المجد وحفظه اللہ تعالی و قد مر طرف منه فی ابانة المتواری قد ما کیفی و شفی

(۱۳۱) د ع الشامی الم تصریح فی غیر موضع ان الجواز عند العذر والاحتیاج فکیف تقول انه هنا غیر مقید و انما العلة انک لا تدری ما یخرج من رأسک و اذن حاصل زعمک ان السقیة بالعذر انما هو للمسلمین اما الکافر فالمسجد مطلق لجواز لا یشاء و متى یشاء ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

(۱۳۲) باب المسلمین ان یقولوا لم یمنع بمسجد کافور بل جمع هذه الوریقات لیجعل مساجد الهند کلها عرضة للهدم والتبديل بالطرق والانهار و سلک الحديد و غیر ذلک مما لا یرجع نفعه الی شخص بعینه کما مرح به اول ما فتح اللسان فی هذه الوریقات فاراد و اداة هذا الداء العضال و لات حین مناص فقال ولا یخرج فی مالک ان فی اظهار جواز اخذ الطرق مفسدة عظيمة فی البلاد التي استولى علیها الکافر فانهم یصلونہ حيلة لانهدام المساجد لاننا نقول لا یکن لهم) سبحن اللہ تنکرا لامکان و قد وقع وانت القائل قد وقع کثیرا فی البلاد التي استولت علیها الکفرة انهم اهدوا المساجد لاجل الطرق العامة الی آخر الامر فاذا فعلوه بلا حيلة فکیف اذا كانت بایدیم و ریتاکم حاکمة بجواز تبديل المسجد بالنفع العامة۔

(۱۳۳) قال ولا یجوز ان یأخذ جزء المسجد للطریق) لم وانت المبدل ینفع العامة بل انت القائل ان من أمننا من جوز جعل المسجد کل طریقا فمالک تقر ولا تقر۔

(۱۳۴) قال ولا یجوز للمحر فی المسجد الا الحاجة ارضا و اکثر اهل المحلة من المسلمین) هذه حاجة جدیدة

لک الذی فی
نسخة قلندرا
مع کان البلاد
عند فتحی قال
الذی قال
حیدر علی
من یفعل

ابتدعنا دمعناه ان اكثر اهل المحلة ان غضبوا باحترام بيت الله واقامته اذ به فيجوز لارضائهم ان
يؤذن لهم في الانتهاك . يا هذا الانتهاك حرمت الله لا مضار احد والله تبارك وتعالى يقول
والله ورسوله احق ان يرضوه ان كانوا مؤمنين .

(۱۳۵) قال فبمثل هذا لا يخرج ذلك الموضع من المسجدة (كم مرة تبنى وتهدم اين ذ
الاستبدال الذي كنت تردم .

(۱۳۶) قال فلما فائدة لهم في اغراضهم الفاسدة لعدم امكان تصرفاتهم في ذلك الموضع قصص
العيان وناقض ما قدمت من البيان قل انتشار فوطة كالغور في سجاد عاديك كيت لا تمحي
(۱۳۷) قال فانه يبقى مسجد الى الابد ويسقط فيه حرمة المرور فقط وكما لا يخرج عن المسجدة لانخرج
عن احكامه) ارجع واسرع فقد وقع المحرق في عرش التبدل .

(۱۳۸) ثم اورد سوالا وجوابا بالاحاجة بنا الى الكلام عليها ولكن نجد ان نزيه المبره قال فانقلت
مسئلة الدر مقيدة بالامام الباباني فلا يقاس عليه غيره قلت صرح به صاحب رد المحتار بانه غير
لم يصرح به بل استظهر ولا جزم للمستظهر فضلا عن التصريح وصرح قبل السيد العلامة الطحطاوي انه
قيد حيث قال قلت لانخالق لان ما في المصنف في جعل الباباني وما في الهندية في جعل اهل المحلة ثم يقال
ان كان الباباني عين الطريق وجعل ما على حاقبها مسجدين الى آخر ما قد منا وتحقيق الحق ما اسلفنا من
جد المتتار .

(۱۳۹) ثم لم يرض تبسوية المسجد بالطريق بل ارا تفصيل الطريق عليه ان تبديل المسجد بالطريق سهل من تبديل الطريق
بالمسجد فقال الا ان الطريق لو جعل مسجد اففيه خلاف) اي ولو جعل المسجد طريقا جاز بلا خلاف قال
لتعلق حق العامة في الطريق لا المسجد فان الحق في المسجد لاهل المحلة اي والضرر الخاص تحيل لدفع
الضرر العام ولا يعكس فالمسجد يجعل طريقا والطريق لا يجعل مسجدا هذا مودى كلامه وبطلانه واضح عند
كل مسلم لاسلامه ولم يدان لاحق في المسجد لاحد من العباد لانه ينفي الخلو لله عز وجل وقد منا من
الفتح والهداية نعم لهم العبادة فيه ولا يختص بهم فقد نصوا ان ليس لهم منع غيرهم بل لو شرط الباني

على اهل المحلة ان
يجعل المسجد
طريقا
فان كان
الطريق
يسهل
من تبديل
الطريق
بالمسجد
فان كان
الطريق
يسهل
من تبديل
الطريق
بالمسجد

المقصود وايضا ليضع ضم العامة لان مصالح المسجد مصالح عامة لمسلمين وان اريد بالعامة ما هو اعلم
فلا يفتني الجواز عليه بل يكفي كونه من مصالح المسجد وان لم تكن فيه منفعة ما اصلا لمن ليس اهل مسجد مطلقا
وهو الكافر والعياذ باللہ تعالیٰ۔

(۱۴۵) فی خلال هذه الفروع التي بردايات شاذة عن العاصمين فساق عبارة الاختيار الى قوله
وعن محمد انه لما دخل الري اجاز ذلك بكل حال لضيق المنازل وعن ابي يوسف مثله لما دخل بغداد
يريد انما اجاز ان يجعل العلو وحده مسجدا وسفل مملوك لاحد فادلى بالجواز ما فعلته بكافور من جعل
العلو مسجدا والارض طريقا للمارين ولم يدر ادرى ولم يحف الله تعالیٰ ان هذا المروى عنهما في انشاء
المسجد فذهب الامام وظاهر الرواية عنهما انه لا يصير مسجدا بالمخلص من جميع جهات لله تعالیٰ دروي عنهما
في مثل الري وبغداد حيث يكثر العمران وتضيق الارض ان يجعل العلو وسفل مسجدا ويبقى الآخر مسكنا
بحكم الضرورة ام يقولان ان المسجدة يجوز ان تفعل به ما فعلت من جعله مسكنا او طريقا وربع غلة فوقه
يكون بدله مسجدا والعياذ باللہ من الحيرة على الله۔

(۱۴۶) لم يصبر على استبدال المسجدة بالطريق حتى اراد جعل مسجدة بيت خلافتي عن الشامي لقي جعل
الواقف تحت بيتا للخلاء لم اره صريحا نعم سيأتي انه لو جعل تحت سرابا بالصالح جاز وهو كما ترى ليس
نقلنا وليس في قوله نعم سيأتي الحكم بتجويزه ولا ما يصلح وليا عليه فالفرق بين السراب وبيت الخلاء
واضح وصيانة المسجدة عن الروائح الكريهة واجب ومع قطع النظر عنه انما كلامه فيما اذا جعله الواقف قبل
المسجدة كما هو حكم العلو والسراب فاي تعلق له بما انت فيه۔
(۱۴۷) ومع هذا فكيف للمصلين لاسبغ المتكفين من مصالح المسجد كالموضاء والمغتسل بخلاف
ما تريده بالمساجد وقد فعلته۔

۱۴۸ الى ۱۵۴) ثم اراد التردى فيه من مسألة البر فقال بل يجوز ان يتغير المسجد بما ينفع

بكل الوجه غير ضار بوجه من الوجوه نعم في رد المحتار في الهندية عن الكبرى اراد ان يحفر بئر في مسجد اذا
لم يكن في ذلك ضرر بوجه من الوجوه وفيه دفع من كل الوجه فله ذلك كذا قال هناك ذكر في باب المسجد

قبل کتاب الصلاة لا یحفر ویفیمین والفتویٰ علی الذکور ہنا) قال شیخنا المجد وحفظہ اللہ تعالیٰ فی
جد المتار صواب والفتویٰ علی الذکور ہنا ک ای فی باب المسجد کذا ہونی نسخۃ لعلکیرۃ المندیۃ
ج ۵ صفحہ ۱۴۵ وکذا ہونی نسخۃ المصریۃ ج ۵ صفحہ ۲۸۹ فالکاف ساقطۃ من نسخۃ الشامی المندیۃ
او من نسخۃ رد المحتار و فی فتاویٰ الامام الاجل قاضی خان و نزانۃ لمفتین والندیۃ والبحر الرائق
والاشبہاء وغیرہا واللفظ للامام لا یحفر فی المسجد بمرار لانہ لو حضر یدخل فیہ السوان ولصبيان
فتجب حرمة المسجد ومہارتہ ولو کان البئر قد بارتک کبیر زمزم اھم ولفظ البحر قالوا ولا یتخذ فی
المسجد بمرار لانہ یخل بحرمۃ المسجد لانہ یدخلہ یجنب والحالض وان حفر فہو ضامن بما حفر الا ان ما کان
قد بارتک کبیر زمزم فی المسجد الحرام اھم و فی غمر العیون لا یحفر فیہ بمرار لما فیہ من اذباب حرمتہ اھم
قلت وترک القدیمۃ المحلل علی انہا من البانی قبل تمام مسجدیۃ الاتری ان زمزم وجہین لا بلد
ولا مسجد و ہذا کو فقت استثبت مصارفہ تطیر الی ما کان یفیلہ القوام من قبل فانہ منطقتہ ان ذلک بشرط
الواقف اقول فیہ علۃ اخری اشدن الاولی و ہو منع قطعۃ حضرت فیما البئر عن الصلاة وعن
ذکر اللہ فی دخل تحت قولہ تعالیٰ ومن اظلم من منع مسجد اللہ ان یدکر فیہ اسمہ و
سعی فی سخرایہا و قد اشار الامام الی ہذا التعلیل فی مسالۃ غرس الشجر فی المسجد قال فی الخانیۃ
و نزانۃ لمفتین والندیۃ وغیرہا یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہ البیتۃ و یشغل مکان الصلاة اخر
ونص فی الظہیرۃ والبرزازیۃ والبحر وغیرہا انہ اذا کانت ارض المسجد نزعۃ لا تستقر بہا الاسطوانات
جاز الغرس لجذبہا والا فلا قال فی منحة الخالق و فی قولہ الافلاک لیل علی انہ لا یجوز احداث الغرس فی
المسجد ولا البقاؤہ فیہ لغير ذلک العذر ولو کان المسجد واسعا کمسجد القدس الشریف ولو قصد بالاستغلال
للمسجد لان ذلک یؤدی الی تجویز احداث وکان فیہ ادبیت للاستغلال او تجویز البقار ذلک بعد
احداثہ ولم یقل بذلک احد بلا ضرورة داعیۃ ولان فیہ البطلان ما بنی المسجد لاجلہ من صلاة واعنکاف
وتجویہا وقد رایت فی ہذہ المساکن رسالۃ بخط العلامة ابن امیر الحاج الجلی الفنا فی ارد علی من اجاز
ذلک فی المسجد الاقصی و رایت فی آخرہا بخط بعض العلماء رانہ وافقہ علی ذلک العلامة الکمال

ابن ابی شریف الشافعی اہم و قد مر فی کتاب اعنی رد المحتار نقلاً عن تلمک الرسالة للامام ابن امیر الحاج
انہ قال فی تعلیل عدم جوازہ لان فیہ شغل ما عد للصلاة ونحو ہاوان کان المسجد واسعا وکان فی الفرس
نفع بثمرتہ والا لزم ایجار قطعہ منہ ولا یجوز ابقاؤہ ایضا لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس لعرق ظالم
حق لان الظلم وضع الشئ فی غیر محلہ و ہذا کذلک اہم ومن نظر ہذہ الکلمات الشریفیۃ بعین الاضاف
لم یثبت فی الحکم بتحریم کل احدث فی المسجد یمکن فیہ شغل محل منہ لغير ما بنی لہ سواء کان بیتا او حائطا او
وکتۃ او منارۃ او حاصلۃ او خزائنۃ او بئر او حوضا او شجر او اودا و قلت و فی کل ذلک فوق ما مرقع
الصف وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ رواہ النسائی
والحاکم صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اقول ویظهر لی بتوفیق اللہ تعالیٰ لقول الجواز اربعۃ توجہات
بعضہا الملح من بعض الاول ان المراد حفر البانی قبل مسجدیۃ والدلیل القاہر علیہ ما علمت من لنص
القرآنی ونصوص الأئمۃ والاصل المقر ان المسجد یمکن جعلہ لغير ما ہولہ والقرنیۃ علیہ فی
نفس الکلام قولہ اذا لم یکن فی ذلک ضرر بوجہ من الوجوہ فان انفکاک حفر البئر فی المسجد عن الضرر
تصویر محال کما ستری انشاء اللہ تعالیٰ وقد علمت الاشارات الیہ ففی قولہ فی مسجد مجاز الاول
وہو محمل مسالۃ بیت البواری الثانی ان المراد بقولہ فی مسجد فی حدود المسجد وفناء وہی محاذہ
سائغۃ شائعۃ ولما قال فی الکافی مستدلا علی سنیۃ الطہارۃ لخطبۃ الجمعة انہ ذکر اللہ تعالیٰ فی المسجد
فصار کلاذان قال الامام المحقق فی فتح القدیر ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہتہ الاذان
فی داخلہ اہم وہو محمل مسالۃ وضع الحجاب الثالث معناه لایجوز وذلک لانه علق الجواز بما اذالم
یکن فی ذلک ضرر بوجہ من الوجوہ وہو تعلیق بالمحال فحاصلہ نفی الجواز بالمآل واستحالۃ لان قل
ما فیہ شغل مکان الصلاۃ ومنع مساجد اللہ ان یدکر فیہا اسمہ لان کل بقعۃ من المسجد مسجد کما نصوا علیہ
ولیکذا فیہ تفریق الصفوف وقطعہا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمعت وایضا الماء
شئ لایل منہ فتخلہ النار والصبیان والکفرۃ الارجاس وتذهب مہابۃ المسجد وتمتک
حرمانہ کما نصوا علیہ ورحم اللہ علما نا اذ لم یامنوا مع ذلک دخول الجنب والحائض وہو اخبث

واشنع فمذه مضار لازمة او غالبة لا انفكاك عنها عقلا او عادة وما علق بمحال محال فكان معناه
 المنع وكذا انظار في الحديث والفقه اما الحديث فقوله صلى الله تعالى عليه وسلم في الرجل كان
 نبي من الانبياء ويخط من وافق خطه قداك رواه مسلم والبوداود والنسائي والامام احمد عن معوية
 بن الحكم السلمي رضي الله تعالى عنه علق الجواز بالموافقة وهي غير مقدورة لعدم العلم بكيفية خط ذلك
 النبي عليه الصلاة والسلام فكان معناه المنع قال الامام الجليل ابو زكريا يحيى النوذوي رحمه الله
 تعالى في شرحه الصحيح ان معناه من وافق خطه فهو مباح له ولكن لا طريق لنا الى العلم اليقيني بالموافقة
 فلا يباح والمقصود انه حرام لانه لا يباح الا بيقين الموافقة وليس لنا يقين بها اهـ واما الفقه
 ففي التجنيس رعت فكتب الفاتحة بالدم على جهته والنفقة جازة للاستشفاء وبالبول ايضا ان علم
 فيه شفاء اهـ وحققنا في فتاوانا ان معناه المنع للتعلق بالعلم ولا سبيل اليه وفي الفتح ثم البحر
 ثم الشامي اهل الطب يشيرون للبن البنت نفعالوج العين واختلف المشايخ فيه قبل لا يجوز قبل
 يجوز اذا علم انه يزول به الرمد ولا يخفى ان حقيقة العلم متعذرة فالمراد اذا غلب على الظن والا فهو معنى
 المنع اهـ وانت تعلم ان الكتابة المذكورة ليست من باب المظنون ايضا فلا يتأتى فيه تاويل الفتح ولا يكون
 معناه الا المنع ففي العمادية ثم الهندية الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المنزل لضرر
 العطش والى مظنون كالمسهل وسائر ابواب الطب والى موهوم كالكي والرقية اهـ الرابع محل
 الضرورة الصحيحة الملجئة كمسجد ليس قربه ماء ولا حول فناء احاطت به طريق العامة ودور الناس ومعلوم
 ان المسجد لا بد من الماء اذا صلاة الا بطهور فلاجل الضرورة لو حضرت في اخريانه بربعيدة عن
 الباب لم يكن به بأس لان فيه احياء معنى اذ لو ترك بل الماء لم يعطل او تقل جماعة بل المرحوانه
 لا يكون اذن احداثا فان كل باني مسجد يقصد له تهيئة ماء ان لم يكن فلا يشك انه قصد وقصرت
 به النفقة او حدث به حادث فلم يتيسر له هذه اربعة وجوه يحصل بها التوفيق والله سبحانه وتعالى
 هذا هو النظر في هذا الباب والله تعالى اعلم بالصواب والحمد لله العزيز الوهاب صلى الله تعالى على سيد
 الاواب محمد والال واصحاب انتهى ما في هذا الممتار وقد تمت بها عليك ستة ردود كما اشرنا

الیہا بالنزات والسنابج ان البس من مصالح المسجد بل من ضروریاتہ فکیف تعم حکما کل ما یمنع العامة لتتوصل بہ الی راتہوی وقد فعلت من استبدال جز من المسجد طریقاً عامۃ تنبیه اور دہنانی خلال کلامہ متفرقا فروعالا تعلق لہا بالمقام کجبل الرحبہ مسجد او بالعکس بل ہو قاض علیہ کما علمت وان لاہل المحلۃ تحویل الباب ان لہم نقض المسجد وبنارہ احکم وغیر ذلک لا متعرض لہا واعداد کثیرا مما سبق من الکلام علیہ فنکتفی فیہ علی التذکیر واللہ المستعان۔

(۱۵۵) قال وفي جامع الفتاوى لم تحویل المسجد الى مكان آخر ان تركوه بحيث لا یصلی فیہ) قال شیخنا حفظہ اللہ تعالیٰ فی جد المتار معناه اذا خرب واستغنی عنہ فیکون مبنیاً علی روایۃ نادرۃ عن ابی یوسف اور روایۃ ہشام عن محمد ومجال ان یراد التک قصد الیتعطل فیبطل فہا ہوالامنع مساجد اللہ ان یدکر فیہا اسمہ والسعی فی خرابہا وہو حرام شدید کبیرۃ عظیمۃ بنص الذکر الحکیم و لن یطبلن بہ المسجد بل القصد الفاسد مردود علی وجہ القاصد وقد یشیر الی ما ذکرنا قولہ ترکوہ بحیث لا یصلی فیہ ای علی حالۃ فیہ تقتضی ذلک حیث لم یقل ترکوہ لا یصلون فیہ ولا ترکوہ بحیث لا یصلون فیہ فالفرق لا یخفی علی عارف بنیہ اہر فلیس فیہ قرۃ عین لک فانک انت عبارة جامع الفتاویٰ ہكذا نقل عنہ فی رد المحتار والذی مر عنہ فی الحمادیۃ نقلاً بالمعنی زاد ذلک ثلثہ شدیدۃ فی نقلہا فان اذن خطأ شدید صریح وغلط فی الغزو قبیح۔

(۱۵۶) قال ولهم بیع مسجد عتیق لم یعرف بانیہ وصرف ثمنہ فی مسجد آخر ساجانی) نقل تمامہ کی تیم لک مرام ہدم المساجد فی بالبحر عن القنیۃ لو خرب احد المسجدين فی قریۃ واحدۃ فللقاضی صرف خشبہ الی عمارة المسجد الاخر اذا لم یعلم بانیہ ولا وارثہ وان علم یصرفہا ہونفسہ قلت انشاء اہر فلا یختص المسالۃ بالم یعرف بانیہ وانما شرطہ لیسیر کاللقطۃ فیجوز للقاضی صرفہ الی مسجد آخر کما نصوا علیہ انا اذا عرف ہوا ووارثہ فالملک لہ یصرف ان شاء این شاروبہ علم ان المسالۃ فی العامر وانہا مبنیۃ علی قول محمد کما نص علیہ فی الاجناس والسر اجتیۃ وجوابہر الا خلاطی کما ذکرنا نصوصہا شیخنا حفظہ اللہ تعالیٰ فی جد المتار ولكن ہذا کعادۃ صرفہ الی المسجد العامر فلم یبق لہ مسجد اعتیقانی مشارق الارض ومغار بہا الا جعلہ جائز

البيع والهدم ان عرف بانيه فله ذلك والا فللقاضي وای ظلم اشد واخبت من هذا الهدم المساجد ونحوه
الكلبة كلا والذي فلق الحجة۔

(۱۵۷) قال اجارة شئ منه قبل يجوز وقيل لا قال الناظم القياس ان يجوز اجارة سطح لمزمنة محيط
كفانار وعلیه ما قال عقبيه قدر وفي الفتح ما بحثه في الخلاصة من انه لو احتاج المسجد الى نفقة توجب برقطه
منه بقدر ما يتفق عليه بانه غير صحيح ثم هو ضرورة المسجد واذا صحت الضرورات ابيحت لمخاطرات
فان هذا من الطريق الذي انت فيه۔

(۱۵۸) قد علمت ان الذي فعله في مسجد كانفور هو اشارة النصارى الى ان يبقوا ارض المسجد خلة
في الطريق العام ويبنى المسلمون عوضا عنها طلة فوقها ولا يخفى على مسلم ان صنع هذا ظلم شديد بالمساجد
وانتهاك عظيم لحرمتها كما بينه شيخنا المجد وحفظه الله تعالى في ابانة المتواري باين بيان وكان من الرد
عليه ما قدمنا من النصوص القاهرة عن كتاب شيخنا المجد وجد الممتار عن النوازل والتجنيس والفتح
والخانية وتمذيب الوقعات والاسعاف والالتقوى ومحيط السخسى والمندية وفصول العمادى
وخزانة المفتين ووجيز الكردى والبحر الرائق والدر المختار وغيره بانه لا يجوز للقيم ان يبنى حوانيت في
حد المسجد وفي فناءه لما فيه من اسقاط حرمة فاراد عنه الخلاص ولات حين مناص فاخترع وجهين
الاول قال هذا لا يدل على ان لا يجوز ان يجعل تحته ممر من المسجد للعامة (اي كما فعلت انا في كافه

برفع المسجد على السماء وجعل ارضه مداسا للكلاب والدواب) فانه لا تسقط حرمة المسجد به بخلاف
الحانوت) يا للمسلمين يقول حانوت البيع والشراء يذهب حرمة المسجد اما ان يمر فيه الجنب والحائض
والنساء والكلاب والحمر والدواب وثروت وتبول فليس فيه خلاف حرمة اصلا فان الله وانا اليه
راجعون انها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور ولا حول ولا قوة
الا بالله العلى العظيم۔

(۱۵۹) والثانى قال وايضا لا يدل على ان لا يجوز تحت بعض اجزاء المسجد شيئا وان كان ينتفع به
وهو الطريق الذى ابحثه في كانفور فان الطريق وان كان واسعا من قبل فوق الحاجة لكن جعلته

مسجد
موجود في كتاب
الكلاب
فقال النجاة ان
الفاعل ينتفع

اوسع يكون ازين وهذا القدر كاف في نفع كل لهم المساجد ولا يضره لان الجنب والحاضر
والنفساء والكلاب والحميم والدواب والابوال والارواث لا تنقص من المسجد شيئا بل ياتفع
الابوال ارضه كرش المار وانما لا يدل الفرع على منعه (لان) الائمة انما نوا عن ذلك في حد
المسجد وفناءه وتحت المسجد ليس في حده ولا فناءه اما فناء الفناء فغني عن البيان لان الفناء حوله
وهذا تحتها واما عدم حده فلانا بديننا المسجد في كنفور بالظلمة ومعلوم ان الارض ليس في حد الظلمة فاذا
ارض المسجد قد خلا لك وجهها قبل فيها واخر فانه هنا لك وامر بهذا كلام شرحه لغني عن حرجه
بل حكاية لغني عن نكاية ولكن الى الله تعالى المشتكى فليبك على الاسلام من استطاع البكار-
(۱۶۰) اما سمعت ما قد مناعن جد الممتار عن خزائن المفتين عن الخاينة لوجعل لقيم تحت المسجد
حواشيت للظلمة او نقاء لم يجز

(۱۶۱) اما علمت ان المسجد مسجد في جانبيه من تحت الارض الى عنان السماء وتنفقه انت وتكلم
عليه كلام من لا يعلم كما استعلم-
(۱۶۲) انت القائل انفا يجعل تحت ممر من المسجد واذا لم يكن ماتحت المسجد مسجد كيف يجعل تحت
ممر من المسجد ان الباطل كان زهوقا-

(۱۶۳) ثم ادرد فرع البرازية لايحوز اخذ الاجرة ولا يجعل شي منه مستغلا ولا سكني وهو كما ترى
عليه لالكن اراد ان يزيدني الطنبور نعمة وفي الشطرنج بغلة فقال وقد انشئت عنده من الله كاكين التي
بنيت لمصالح المسجد اول الوقف عليه كما في الاسعاف اذا كان السرداب او العلو لمصالح المسجد و
كان وقفا عليه صار مسجد انتهى) هذه فرية على الاسعاف انما فيه لو ارا دقيم المسجد ان ميني حواشيت
في حرم المسجد وفناء قال الفقيه ابو الليث لايحوز ان يجعل شيئا من المسجد مسكنا ومستغلا اه
فهل ترى فيه ثنيا ومسئلة السرداب والعلو في انشاء المسجد قبل تمام المسجدة كما تقدم تحقيقه لاني
جعل شي من المسجد سر دابا او علوا حتى يدل على ثنياك الباطلة الا ترى الى قوله فيما نسبت اليه صار مسجد
اما قدمت عن الاستباه من قوله قالوا لناظران يوجر فناءه للنخلة ليتحرر فيه لمصلحة المسجد وله وضع

ان الصبيان
الذين يلقون
بهم في
الشارع
يجوز
لهم
الوقوف
عليه

السري بالاجارة في فناء اه فكماترى في الفناء لاني المسجد فمن اين اخترقت الثنياني المسجد ثم هو
 محجوج باقد مناسن المنصوص القاهرة عن الكتب المتظافرة منها بحر صاحب الاشباه ثم هو شئ
 انما يعرف نقله عن واحد وهو ايضا متروك فيه غير جازم به قال في السندية عن التتار خانية عن لهيعة
 عن النجدي سئل عن قيم المسجد يبيع فناء المسجد ليتجر القوم هل له هذه الاباحة فقال اذا كان فيه مصلحة للمسجد
 فلا بأس بان ثار الله تعالى قيل لو دمنع في الفناء سررا فاجرها الناس ليتجروا عليها وابعاح لهم فناء
 ذلك المسجد بل ذلك فقال لو كان لصلاح المسجد فلا بأس به اذا لم يكن ممر للعامة اه واستثناؤه
 في الاول استثناؤه في الثاني وقد تواردت الائمة الاجلة على المنع والقاعدة العمل بما عليه الاكثر وقومهم
 على والمدلل مرجح وهم جازمون وفي الجزم الحكم فوجب التعويل عليه بوجه افاده شيخنا في جزمه
 ولو فرضنا ترجيح الجواز في الفناء بل الاجماع عليه لم يخن عنك شيئا كما علمت -
 (۱۴۴) ثم عاد الى بيت الخلاء وقد تقدم روه -

(۱۴۵) ثم عاد الى بناء الواقع ببيتا لالامام فوق سطح المسجد وقد علمت انه قبل تمام المسجدية لكنه
 اراد به ههنا دابة لما خالف تبصر في الفقهاء الكرام من زعمه ان تحت المسجد ليس في حده فنقل ادلا
 ذلك التصريح عن الدر المختار وعن الشامي عن البيري عن الاسدي الى انه مسجد الى عثمان السمار وكذا
 الى تحت الثرى ثم عقبه بفتح بيت الامام ثم جعل بحمته فقال فقد علم ان قولهم مسجد الى السمار
 والى تحت الارض ان لم يجعل تحته او فوّه شئ اخر اما جعل الممر تحته فانه مسكت عنه في هذا المحل
 تقدم مرارا وقد اعترف به ايضا ان كل هذا قبل تمام المسجدية لان المسجد انما يصير مسجد بجعله فاذا بني
 فوّه او تحته ببيتا او سورا بالمصالح لم يجعل هذا القدر مسجد افكان منعلا نزعا وفعالا لرفع الخلاف ما اذا
 المسجدية ولم يجعل تحته ولا فوّه شيئا فقد صار مسجد في جانبه الى منقطع الجنتين باقرارك ايضا
 فكيف يحل الآن النزاع والرفع والاخراج والقطع وكلما في هذا اذ هو في الاستبدال وهو فعلك
 في كنفور فالتغني الجليل -

(۱۴۶) مصلح المسجد تواجد المسجد وتايج شئ له حكم شئ تقول ماني الدار غير الامير ومعه خدمه ما سمعت

الاعمال الخزانة
 في المساجد
 تحت الارض
 عن

اتقدم عن الكتب الكثيرة ونقلته ايضا ان الفناء يتبع للمسجد فيكون حكمه حكم المسجد۔

(۱۶۷) غير ان التابيع ليس له ان يبارى الاصل فلا يحل الاستبدال ولو بتابع كما تقدمت
التصوص القاهرة عليه عن جد الممتار فافظك بخارج اجنبى فكيف تقول ان جعل الممر سكوت
فى هذا المحل۔

(۱۶۸) يا هذا اتق الله انت جعلت الممر تحتك او جعلت نفسه طريقا واستبدلت به غلته فوقع فلم
هذه التلبسات۔

(۱۶۹ الى ۱۷۳) طلع العذامرة وطفق يحتج على استبدال المسجد بالطريق بما ذكره فى استبدال
اوقات الغلة واثابها فقال قال فى فتح القدير والحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال

اولا عن شرطه فان كان خروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم فينبغى ان لا يختلف وان كان
لذلك بل الفوق انه امكن ان يؤخذ بتمنه ما هو خير منه مع كونه منتفعا به فينبغى ان لا يجوز لان الواجب

البقاء الوقف على ما كان عليه دون زيارة فان كان لا يفهم فحرام على مثله الكلام فى الفقه
وان كان يفهم ويكتم فالوزنه اشد واعظم المبرر اولاً ان فيه جواز الاستبدال مطلقا اذا شرطه
الواقف ومن زعم ان باني المسجد ان شرط ان يبيع المسجد متى شار ويستبدله بأخر جاز له بيع المسجد
العام فقد اقرى على الله تعالى وثانياً نقل هذا عن رد المحتار ولم ير فى نفس هذا المبحث تحت قول
المفتى الشرح جاز جعل غلة الوقف لنفسه عند الثاني وعليه الفتوى وجاز شرط الاستبدال حينئذ

قول رد المحتار اى حين اذ كان الفتوى على قول ابي يوسف واثاب هذا الى ان اشترط الاستبدال
مفرع على القول بجواز اشترط الغلة لنفسه اهـ فقد جعلت المسجد شيئا يوقف للاستغلال به

وجعلت ابا يوسف قائلما بجواز ان يبنى المسجد ليستغله لنفسه وعلى هذا تفرع جواز ان يشترط الباني
استبدال وثالثاً نقل قوله بخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم وحمله على المساجد فلعله يرى

ان المساجد ومسجد فرنگى محل خاصة وقف عليه وراى بما حل على المساجد قوله يؤخذ بتمنه ما هو خير منه
فلعل المساجد فى كهنوتها واثابها فينقل قوله الواجب البقاء الوقف على ما كان دون زيادة

وَجَعَلَنِي الْمُسْلِمَ فَاَزَادَ بَنِي صَلَّيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم ثُمَّ امیر المؤمنین عمر ثم امیر المؤمنین عثمان رضی اللّٰهُ
تَعَالٰی عَنْهُمَا ثُمَّ الْمُسْلِمُونَ فَكُلُّ ذَلِكَ غَيْرُ الْوَاجِبِ اِنَّمَا كَانَ الْوَاجِبُ الْبَقَارُ الْمَسْجِدَ عَلَى قَدَرِهِ الْاَوَّلِ
اِیْ وَامَّا ذِكْرُ الْاَمَّةِ وَفَعَلَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ مِنْ اخْذِ اَرْضِ نَاسٍ كَرِهًا لِلْزِيَادَةِ فِي الْمَسْجِدِ
كَانَ حَرَامًا لَئِنْ كَانَ لَمْ يَرِغْمِ الْوَاجِبِ وَلَعَمْرِي لَوْ اسْتَقْصَيْنَا فِي اِبَانَةِ فُسَادِ هَذَا الْوَسْمِ الشَّنِيعِ وَالظُّلْمِ
الْقَطِيعِ لَا تَسَعُ الْخَرْقُ وَلَكِنْ مَسْفَرُ الْاَصْبَاحِ غَنَى عَنِ الْمَصْبَاحِ .

(۱۷۴ الى ۱۹۱) ثُمَّ تَذَكَّرْ عَمْدًا سَمَّاكَ بِالْفَضَائِلِ بَلْ اسْتَسْقَاةً بَانَائِلَاتٍ فَقَالَ

فَلَمْ تَذَكَّرْ عِبَارَاتِ الْفُقَهَاءِ الْمُحَقِّقِينَ الدَّالَّةَ عَلَى جَوَازِ اخْذِ بَعْضِ الْمَسْجِدِ (وَسُودَ فِيهِ نَحْوُ ثَمَانِ مِائَةٍ)

اَوَّلًا بِاِيرادِ عِبَارَةِ الْبَحْرِ بِرَمْتِهِ بَعَالَهُ تَعْلُقُ بِالْحُلِّ وَمَا وَفِيهَا اِذَا ضَاقَ الْمَسْجِدُ وَبَحْنُهُ اَرْضَ رَجُلٍ
تَوْخِذَ اَرْضَهُ بِالْقِيَمَةِ كَرَاهًا لَمْ دَانَمَا الْوَاجِبُ عَذَكَ الْبَقَارُ الْمَسْجِدَ عَلَى مَا كَانَ دُونَ زِيَادَةٍ وَفِيهَا

لَمْ يَرَوْى عَنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اخْذَ الْاَرْضِينَ بِالْقِيَمَةِ بَكْرَهُ مِنْ اصْحَابِهِمْ اَزَادُوا فِي الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ (اَخْتَوَاعْزَكَ وَالتَّوَامَا ذَا اللّٰهُ بَغْضَبِ حَرَامٍ وَفِيهَا مَعْنَى كَعْلَسَةِ حَجَلٍ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّةً) فَتَحَ
اَعْيَنَ فَمَسْرُجُ حَجَلٍ شَيْءٌ مِنَ الطَّرِيقِ مَسْجِدَ الْقُبُولِ اَدْخُلُوا شَيْئًا مِنْ الطَّرِيقِ لِيَتَسَعِ الْمَسْجِدُ وَاِذَا اتَى عَلَى عَكْسِهِ

حَادٍ عَنْ هَذَا السَّنَنِ وَقَالَ مَعْنَاهُ حَجَلٌ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّةً وَفِيهَا فَانْ يَجُوزُ لِقَارِفِ اَهْلِ الْاِمَارَةِ فِي
الْجَوَامِعِ (اَفْتَحَ اَعْيَنَ دَا طَرَحَ اَلَيْنَ وَفِيهَا جَازِ كُلِّ اَنْ يَمُرَّ اِلَّا الْجَنْبَ وَالْحَاكُضُ النَّفْسَارُ)
اسْمَحْ اِنْ كَانَ لَكَ اِذْنٌ تَنْفَعُ وَفِيهَا لَمَاعَرَفُ فِي مَوْضِعِهِ اَيُّ قَلْبِكَ اَتَرَكَ يَرْبِكَ

وَفِيهَا وَلَيْسَ لِمَنْ اَنْ يَدْخُلُوا فِيهِ الدَّوَابَّ (لَا تَقْرُبُوا الْكَلَامَ وَانْتُمْ سَكَرَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ
ثُمَّ عِبَارَةُ النَّهْرِ وَفِيهَا عَكْسُهُ هُوَ مَا اِذَا جَعَلَ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّةً) اَمْ اخْذَ بَعْضُ الْمَسْجِدِ كَمَا قُلْتَ وَحَوْلَ طَرَفَيْهَا
كَمَا فَعَلْتَ وَفِيهَا لِقَارِفِ الْجَوَامِعِ (اَنْهُمْ يَأْخُذُونَ بَعْضَ الْمَسْجِدِ فَيَبِيعُونَهُ وَيَاكُلُونَ ثَمَنَهُ وَفِيهَا)

يَجُوزُ كُلُّ اَنْ يَمُرَّ اِلَّا الْجَنْبَ وَالْحَاكُضُ وَالنَّفْسَارُ (فَانْ حَرَامٌ عَلَيْهِمْ اَنْ يَدْخُلُوا الطَّرِيقَ وَفِيهَا)
وَلَيْسَ لِمَنْ اَنْ يَدْخُلُوا فِيهِ الدَّوَابَّ (لَئِنْ اَنَا اَنَا تَدْخُلُ عِندَ الْمَنَبْرِ وَالْمَحْرَابِ ثُمَّ عِبَارَةُ الزَّيْلَعِيِّ وَالْعَيْنِيِّ وَفِيهَا
عَكْسُهُ هُوَ مَا اِذَا جَعَلَ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّةً) بَانَ هَدَمَ الْمَسْجِدَ وَجَعَلَهُ طَرِيقًا لِلْكَلَابِ وَالِدَّوَابِّ وَرَفَعَ فَوْقَهُ طَلَّةً

لعبادة رب الارباب وفيها لتعارف اهل الامصار (الامصار في لغتهم بمعنى كنفور والاهل
 هو صاحبنا المذكور وفيها جاز لكل ان يمر الاجنب والخالص والنفساء) لانه الان صار محترما
 بجعله طريقا لبعض حكام البرطانية وفيها لما عرفت في موضعه (اي في جامع الجزئيات
 ان المسجد يمان والطريق يمان وفيها ليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب) لانه صار طريقا
 لحكام الدولة والنواب ثم اُحال بايراد عبارة طويلة عن ابي السعود لامساس لها بالمسألة
 الاخرى في آخرها عن الشر بنحوه عن الزبيعي وفيها لكل ان يمر الاجنب (وهو الذي جاء
 الحق وجامع الباطل (والخالص) اي لسان بالترتبات فالخص (والنفساء) وهي القرية
 التي تليها باطيل وترمي بداء التحريف والتبديل وفيها وليس لهم (اي للمسلمين) ان يخلو فيه
 اي في مبحث فقهي (الدواب) التي لا تعلم ولا تعقل ولا تفهم -

(۱۹۳ الى ۱۹۷) ثم بعد الاتيان بهذه الصراح القاهرة الباهرة الواضحة القاضية لمغرمه
 عند الى الاتيان بالبهات المجلات المحتملات حاملا اياها بمحض اجزائ بل خلاص المفسرات
 على مفهومه فاورد عن المعدن عن الذخيرة صح عكس المذكور بان جعل لبعض لمسجد طريقا وعن
 الدرر والغفر جاز جعل شيء من الطرق مسجدا وعكسه كذا في كتاب الكراهية من الخلاصة وعن المأثور
 عن العدة جعل شيء من المسجد طريقا جاز وعن مسكين عن الذخيرة كعكسه بان جعل لمسجد طريقا
 كذا في نسخة وعبارة مسكين جعل بعض المسجد وعن خزنة الفتاوى عن محمد بكوز ان يجعل شيء من
 المسجد طريقا للعامة وعن خزنة الروايات روى الفقيه ابو جعفر عن هشام عن محمد لاباس بان
 يجعل شيء من المسجد طريقا لان لكل لعامة المسلمين اه وانت تعلم ان لو كانت الوفا لم تسمن
 ولم تغن من جوع فمعنى الكل ما تقدم في المفسرات المتواترات القاهرة الا ترى ان
 ما في المعدن ومسكين هي مسألة الكثر المفسرة باسلف فانما عليهما يتكلمان اذ هما شرعا وما
 مسألة الغفر الا هذه فانها متن كالنزهة هي مسألة المتون وقد عزاها في درره الى الخلاصة
 والتي في الخلاصة مصرح فيها بانها رواية الى جعفر عن هشام عن محمد وهي المذكورة في خزنة

الفتاویٰ و خزائن الروایات و لماعز اہل الدرر الخلاصة قال العلامة حسن العجمی المکی فی حاشیۃ
ہذا العزو لا تظهر الحاجة لہ اذ ہو فی اکثر کذا لک اہم فظہر ان لكل واحد و المعنی واحد و الفرق فاسد الہم
(۱۹۸) بل لولا ذلك لوجب الحمل عليه للدلائل القاطعة المارة عن جد الممتار۔

(۱۹۹) بل لو احتمل الامر ان كان الاحتمال يقطع عرق الاستدلال فالاستدلال بكل حال
خرط الفتاوى۔

(۲۰۰) كيف نقلت قول محمدان مسجد لعامة المسلمين ورضيت به مع قولك فيما يتعلق حق
العامة في الطريق لا للمسجد فان الحق في المسجد لاهل المحلة۔

(۲۰۱ و ۲۰۲) لم يترك تَعَوُّدَهُ بَاتِيَانِ الْمَضْرَاتِ فَاَدْخَلَ فِي خِلَالِ الْمَبَاهِاتِ قَوْلَ الدَّرَجَانِ
اَيْضًا جَعَلَ الطَّرِيقَ مَسْجِدًا اَلْعَكْسُ اِذْ تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي الطَّرِيقِ لَا الْمُرُورُ فِي الْمَسْجِدِ وَقَوْلُ الْعِمَادِيَّةِ
ذَكَرَ شَيْخُ الدِّينِ الْاِمَامُ لَوْ جَعَلَ الْمَسْجِدَ طَرِيقًا لَا يَجُوزُ وَلَوْ جَعَلَ الطَّرِيقَ مَسْجِدًا جَازَ لَانَهُ تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي
الطَّرِيقِ فَجَازَ اِنْ جَعَلَ مَسْجِدًا لَا يَجُوزُ الْمُرُورُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَجُوزُ جَعْلُ الْمَسْجِدِ طَرِيقًا اَهْمٌ وَلَمْ يَدْرَ اِنْ فِيهِ رَدُّ
الْبَالِغِ عَلَيْهِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي النَّمْرَةِ ۵۹ فَاِنْ اِمْتِنَاعُ الْمُرُورِ فِي بَعْضِ الْمَسْجِدِ مُثَلٌّ فِي كُلِّ بَلٍ لَا يَكُونُ الْمُرُورُ
الْاِثْمَ فِي بَعْضٍ۔

(۲۰۳) اور دَعْنِ الْعِمَادِيَّةِ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ بَيْعِ الْمَسْجِدِ وَحَصِيرِهِ اِذَا اسْتَفْغَنُوا عَنْهُ (مَنْ جَلَّ
اِنَّهُ فِي تَالِيْفِهِ بِذَوْنِ اَخْبَرَهُ عَلَى اسْتِبْدَالِ الْمَسْجِدِ كَيْفَمَا اسْتَطَاعَ سَقَطَ مِنْ قَلَمِنَا لَفْظُ الْبِنَاءِ فَانْتَسَبَ
الْبَيْعُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَانْتَصَبَ عَلَى جَوَازِ بَيْعِ اَجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ مِنْ اَمْرِ الْاِبَاطِيلِ وَانْمَا عِبَارَةُ الْعِمَادِيَّةِ
وَعِنَاهَا فِي جَامِعِ الْفُضُولِ عَلَى جَوَازِ بَيْعِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ الْخَوَاصُّ كَمَا مَرَّتْ لَكَ فِيهِ فَاَلْبِنَاءُ وَصَفَتْ فِي الْمَسْجِدِ
لَا مَسْجِدًا وَكَلَامُكَ فِيهِ وَبِهِ فَعَلْتَ فَعَلْتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ۔

(۲۰۴) اِنَّمَا مَحَلُّ الْاِجْمَاعِ نَقْضُ نَفْصِلٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَبُنَى وَبَقِيَ مَا لَبَقِيَ مَالًا حَاجَةً اِلَيْهِ لِلْمَسْجِدِ وَهُوَ
لِبِنَائِهِ اَحْكَمُ نَفْصِلٍ شَيْءٍ لَا مَحَلَّ لَكَ اِذَا كَانَ سَقْفُهُ مِنْ جَدُوعٍ فَبُنُوا مَكَانَهُ قَبَّةً فَالْجَدُوعُ تَبَقَّى فَاِذَا
لَا حَاجَةَ اِلَيْهَا فَمَثَلُ هَذَا يَحْفَظُ لِلْحَاجَةِ الْاَلِيَّةِ فَاِنْ تَعَسَّرَ وَخَشِيَ فُسَادَهُ اَوْ ضَيَاعَهُ اَوْ وَقَعَ اسْتِغْنَاءُ مَطْلَقًا

كما في الجذوع فهذا يجوز بيعه باذن القاضي اجماعا ويده خرمته لحاجة البناء خاصة لا يصرف الى
غيره من مصالح المسجد كما بينه شيخنا المجدد حفظه الله تعالى في رسالته التحرير المجدي في بيع حق المسجد
من رسائل فتاواه المباركة العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية فاي مساس له بالمسألة وان حملته
على الغامر بطلت دعوى الاجماع بل المفتوى على انه لا يباع قال في رد المحتار قال في البحر
الفتوى على قول محمد في آلات المسجد على قول ابي يوسف في تاييد المسجد اهداه والمراد بالآلات
المسجد نحو القنديل والمحضير بخلاف النفاضة لما قد مناعته قريبا ان الفتوى على ان المسجد لا يجوز
ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر اهـ ولئن فرضنا فما يجديك الغامر دكلاك في العالم
(۲۰۵) قال وفي فتاوى قاضي ظهير الدين بيع البناء الموقوف لا يجوز قبل الدم ويجوز بعده
اولا هو في البناء فافيه عنك غنار-

(۲۰۶) ثانيا تام كلام النظرية وكذا الشجر المثمر الموقوف جاز بيعه بعد القطع لا قبله ولو كان الشجر
غيرثمر جاز بيعه قبل القطع وبعده اهـ جامع الفصولين فلو فهمت الكلام لميزت بين الحلال والحرام
واذ لم تفهم فالق السمع وانت شهيد وقف الشجر المثمر يكون للاستغلال ثماره او ياكلها الموقوفون
عليهم لا لان القطع ويقطع وكذا البناء لا تستغل او للسكنى لا لان يدم ويعدم فلا يحل قطع الشجر المثمر حتى
لعمارة الدار الموقوفة لما فيه من تغيير صيغة الوقف ولو فعله لقيم استحق الغزل حتى لو بس نصفه لم يحل قطع
الباقى في جهل المتار عن العقود الدرية عن فتح القدير عن الامام ابي القاسم الصقار انه سئل
عن شجرة وقف بس بعضها وقفي بعضها فقال بایس منها فبیله بسیل غلتهما وبالقى فترک على
حاله اهـ وفيه عنها عن البحر الرائق عن النظرية ليس لان بيع الشجرة ويعمر الدار ولكن يكرى الدار
ويستعين بالكرار على عمارة الدار لا بالشجرة اهـ وفيه عنها سئل في ناظر وقف قطع اشجار بيتا
الوقف ايانته الغير الشائبة ولا ايا بسنه وابعها بلا وجه شرعى فهل اذا ثبت ذلك عليه بالوجه
الشرعى يستحق الغزل الجواب نعم وافق الشيخ اسمعيل بمثل ذلك اهـ اما غير المثمر الذي يقصد
حطبه فانما يحل ينتفع الوقف بثمنه فيجوز بيعه لمصارف الوقف ولو قاما والبناء كالشجر فلا يحل

بلازم
في
الفتوى

بیعہ قائم و لا یدہم الا اذا وہین وجداد ارید بنار احکم منه ثم اذا انہدم اودہم لما قلنا فلا یحل
بیعہ الا لیصرف ثمنہ الی العمارة کما قد مناعن الفتاوی الرضویۃ فظہر ان القلع والقطع والبيع
کل ذلک لمصالح الوقف والاحرم فاین ہذا ما نقول وفعلت من تظہیر المسجد لغير المسجد وبالجملة
تخلل کل سلیم یجد سبیلانی المسجد الی التہدیم ۵ بخت اطفار نور اللہ غمۃ ۶ ویا بی اللہ الان تبخہ
(۲۰۷) داور دعن مختار الفتاوی لوضاق الطرق وسع من المسجد) نعم کما امر الائمۃ من
جعل محر فیہ لا یدخل جنب الحائض ولا نفسار ولا دابة کما علمت وبہذا اللفظ ذکر فی الاشباہ
وقد فسرہ فی بحرہ بما سمعت وتقدم عن جد المتار ما فیہ رد المتار علی الدر المختار عند السادة
الاخیار والحمد للہ الغریز الغفار ہذا کل ما اتی بہ تطمین القلوب وقد رأیت انہ لم یأت الا بما
لا یفیہ او بالیض مر غومہ ویبیدہ وكذلك کل من جانب الحق وتبع الباطل فان الباطل
لا یؤیدہ الا باطل ومحال ان تطمین قلوب الاسلام بقلب الشرع وانتہاک حرمت الغریبۃ
السلام الا بذکر اللہ تطمین القلوب۔

(۲۰۸) انذار بکل عدوۃ قاصینہ وخطب بعضہا فی کل زاویۃ ولم یجد لدائہ وارۃ ولا مدویۃ
وکان من اعظم ما یرد علیہ بل یرد علیہ انہ اشار بابقار ارض المسجد بدخلۃ فی طریق العامۃ
فقد اباح المسجد لکل جنب وحائض ونفسار وکلب وحمار وکل دابة ولولہا ورد ثلثا وثلثیہا
وفرثا وی اہانتہ اشد من ہذا المسجد ولا یکن سدہ الباب بعد قطعہ من المسجد وادخالہ فی
البيع لاسبیما فی سلطنتہ النصاری ولذا حقق شیخنا المجد وحفظہ اللہ تعالی فی کتابہ
ابانۃ المتواری ان مسالۃ جعل الممر فی المسجد مختصۃ بالسلطنتۃ الاسلامیۃ وان المراد بقولہم
حتى الکافر ہو الذی او المستامن وقد بینہ بما نقلہ القلوب المطمینۃ بالایمان فراجعہ فان
بمراى منک اراد ان ینخرج عن ہذا الضیق بابانۃ المسجد للجنب ونظر اء فقال فی خزائن
الفتاوی و ذکر ابو الیسر بیاح للجنب الدخول فیہ لغير الصلاۃ والمستماضۃ تدخل اذا انت
تکون المسجد) یا ہذا احاط بلیل انت ام جار و سیل التقاط الایات الضعیفۃ المرجوۃ

المجروحة المطروحة لا يمين ولا يفتي من جوع وقد علمت ما في الدر وغيره ان الحكم والفتيا
بالقول المرجوح جمل وخرق للاجماع فضلا عن مثل هذا الباطل باجماع ائمتنا بالانزعاج -
(۲۰۹) هذا ان كان رواية والذي جئت به ليس من الرواية ايضا في شيء بل هو قول تفرد به
ابو اليسر من المشايخ قال في البحر بعد ذكر حديث البخاري في تاريخه وابي داود وابن ماجه
عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اني لاجل مسجد الحان
ولا جنب هو بطلاقة حجة على الشافعي في اباحة الدخول على وجه العبور وعلى ابي اليسر من اصحابنا
في اباحة الدخول لغير الصلاة كما نقله عنه في خزائن الفوائد اهر ومعلوم ان بخنا يتفرد به بعض
الشافعية على خلاف اجماع ائمة المذهب لا يحل الخروج عليه لاسيما ولا دليل يؤمى اليه وعمري
من تتبع اشكال هذا كان من افسق عبادة الله كما قال الامام الاجل عبد الله بن المبارك تلميذ سيدنا
الامام الاعظم امام الائمة رضي الله تعالى عنه وعنه -

(۲۱۰) سلمنا فان ذبيت عنك الحائض والنفساء رداي غنا في حديث مستحاضة -
(۲۱۱) عدونا عنهم فبالالدواب والكلاب والابوال والارواث فاخرج رواية في الحائض
والنفساء وثالثه في البول والعذرة وجئنا بخلوك وجه المسجد وتجذضا كنت تفقد اعوذ بالله
من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا يسمع -

(۲۱۲) قال في الخلاصة بكرة التوضي والمضمضة في المسجد الا ان يكون فيه موضع اتخذ للتوضي
ولا يصلي فيه) تقدم ان هذا فيما اتخذ الباني قبل تمام المسجدين فلم يكن في المسجد لان هذا الموضع
يبقى مستثنى لان المسجدين انما هي بجعله فاذا استثنى موضعا لمصالح المسجد صح ولم يكن الموضع مسجدا
ولا عن المسجدين مانعا -

(۲۱۳) قد اعترف به هو فيما سلف حيث ذكر موضع الوضوء وغير ذلك ثم قال محل الجواز هو قبل
تمام البناء لكنه يقر ثم يغيره هو ويدر الستم -

(۲۱۴) قال في مفيد استفيد من الايضاح كره ابو حنيفة وابو يوسف الوضوء في المسجد لان

الماہ المستعمل عنہما وقال محمد لا باس به اذ لم يكن عليه قدر لانه عنده طاهر كاللبن كذا في
خزانة الروايات قال الامام ملك العلماء ابو بكر بن مسعود الكاساني في البدائع كبره المتوفى
في المسجد لان ماہ مستقذر طبعاً فيجب تنزيهه عنه كما يجب تنزيهه عن المخاطاة والبلغم اھ
روا المتحار قال شيخنا حفظه الله تعالى في جد المتنازع التعليل على نذهب محمد لمقتضى به اما على قول
الامام بنجاسته الماہ المستعمل فظاهر وبه ظهر الجواب عما ذكر في خزانة الروايات من حوازه عند محمد
اذ لم يكن عليه قدر قال لانه عنده طاهر كاللبن اھ فان حرمة البصاق في المسجد مقطوع بها في
وطهارة البصاق معا ولا يخله محمد ولا احد وصحاح الاحاديث فيه مشهورة مستفيضة والطهارة
لا تنفي الاستقذار فلا يصح انه عنده طاهر كاللبن وبه علم ان فرض ما اذ لم يكن عليه قدر كفرض محال
فان ماہ مستقذر بنفسه اھ ما في جد المتنازع على التسليم اذ انفعك اف تكون البوال الطلاب
ايضا طاهرات بل كاللبن فاذا ن يصير عندك نجوا كما كحلوا فان اقمتم على هذا نجوت ودجوت
ما رجوت ان لم يكن بعد اليوم غد ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

(۲۱۵) كان رجا يماشي الائمة في جبل ممرني المسجد لاجل الحاجة مع حفظ حرمة وتحرير دخول
الجنب واخواته وادخال حيوان ونجاساته وفي قلبه ان كل ذلك الزام بالايذاء بعسف
وتحكم ممن حكم فلما تمالك نفسه ان الهمر ما ضم فوضع الاختتام لنهية المرام كي يروح بسره شفاء
صدره فقال نقابل ان يقول ان تاويل الطريق بالمر هو على نذهب الامام الى يوسف لانه

لا يجوز عنده ان يحول المسجد من مكان الى مكان آخر فلذا اخرج الى التعليل وعلوه بالتعارف
في الجوامع اما على قول محمد فلا حاجة فيه فلذا لم يعللوا المسئلة في المتون قد علم كل صبي من الحنفية
ان خلاف الامامين انما هو في مسجد خرب واستغنى عنه اما العامر فلا يحل استبداله بطريق ولا شيء
عند ابي يوسف ولا محمد۔

(۲۱۶) تاويل الطريق بالمر قد نظافت عليه كما تم واطبق عليه المتأخرون الى صاحب
الدر المتحار الى صاحب روا المتحار وانت نزعتم ان المتأخرين افتوا على قول محمد فمن ادلك

وكيف وافقوا على هذا التاويل مع عدم الحاجة اليه عندك على قول محمد المختار لهم وهل رأيت
احدا صرح في هذه المسألة بان معناها ان تهدم المساجد وتبطل مسجديتها وتدخل في الطرقات
(۲۱۷) لما كان محتاجا فيما سلفت الى ان يبدي لمزومه الباطل مستند من كلمات العلماء
نقول هناك ان الممرين الطريق كما تقدم والآن لما انسح عن اتباعهم وترقى الى اجتهاد
نفسه اعترف بالحق ان الممر المذكور في كلامهم غير الطريق وانهم اولاد وحوالوا كلام المتن
والصواب على قول محمد ان مراد المتن بالطريق هو الذي ادخل فيه مسجد كالفور وبالحكمة متنا
بان يقيم فيبوح ويقول فجور -

(۲۱۸) استدلى على ذلك بان المتن لم تعلق المسألة اى ولو مشوا على قول ابي يوسف
لعلوا وادى مسألة تعللها المتن -

(۲۱۹) الاستدلال تبرك لتعليل على نفيه عجيب -

(۲۲۰) كان يحتاج سالفان كجبل مزعومه مطابقا للقول لمقتضى به كيلا يقال ان الحكم
والفتيا بالقول المرحوح جبل وخرق للاجماع فانكر بناء مسألة المتن على قول محمد وجره
بالهوسات الى قول ابي يوسف كما تقدم والآن لما خلع عن رقبة ربيعة ربيعة اتباع الفتوى
جعل ليقر ان المتن ماسية على قول محمد وان الشراح ظلموا بيجرها الى قول ابي يوسف
(۲۲۱) دفع الى هنا حفظ حرمة المسجد بقى نحتلج في قلبه شركة التقييد بالحاجة وقد كان حياء
من العلماء وفرق من المسلمين حملاه على القول بالاحتياج كما اسمعناك نصوصه من قبل وهو
نفسه ان لا حاجة الى الحاجة بل يجوز بدم المساجد واذالها في الطرق من دون حاجة
فلم يصبر ان قال واروى عن محمد فهو ايضا مطلق ليس بمقتيد اى كما ان المتن مطلقة
فتقييد الشراح بالحاجة ظلم ولكن نسي ما قدمت يداه ان الحق ان لتعليل المسألة بالحاجة
فما ذا بعد الحق الا الضلل -

(۲۲۲) قال بل صرح بتحويل المسجد وقت الاستفتاء من حالة الوقف الى الملك

تمام بحیث ویدعی لنفسه منصب اجتہاد الفتوی والی له ذلک۔
(۲۲۹) قول محمد لایمیل شیاً الی ما فعلت و تقول فان تعین للآثار بل لو فرض علیہ الاجماع

لم ینفک۔

(۲۳۰) شبعث من التقول علی الائمة حتی عدوت الی الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وستری ان لا اثر لما تزعم فی ما بدیت من اثر۔

(۲۳۱) علی التذلل عن کل قول الی یوسف مؤید بنصوص القرآن لعظیم قال تعالیٰ
وان المسجد لله وقال تعالیٰ ومن ظلم من منع مسجد الله ان یدکوفیہا اسلحہ
وسعی فی خرابہا فیمقرض التویل علیہ و یحرم الخروج عنه و یجب القول ببطلان کل
ما خالفہ فاین ہذا من مسألة الاثریة المؤید فیما قول محمد باحدیث لا تخصی وبالاحتیاط فی الدین
وسد الذرائع بل الحق ان الفتوی علی قوله فیما لفساد الزمان وسد البواب الطغیان وحفظ الامة
عن استحواذ الشیطان والا فقول الامام لاضعف فیمن حیث الدلیل کما تحققہ شیخنا المجدد
حفظہ اللہ تعالیٰ فی رسالۃ الفقہ النجیل فی عجین النارجیلی من رسائل قوادہ المبارکۃ العطا یا
النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

(۲۳۲) ائمة الفتوی ہم الذین افتوا فی الاثریة بقول محمد فاین ہذا ما لفتی بہ جل لم یبلغ
درجۃ آحاد المقلدین فضلا عن الائمة المجتہدین۔

(۲۳۳) الآن عیس من المذہب ولم یجد فیہ من مہرب فتیاً للخروج عن مذہبہ تشبثاً بذیل
ابن تیمیہ لمطلبہ فقال قال ابن تیمیہ فی قوادہ و ابلغ من ذلک ان احمد یجوز ابدال المسجد
بغیرہ للمصلح کما فعل ذلک الصحابة ہذا لفظ ابن تیمیہ علی ما فہمہ ولا حجة فیہ
ولانی فہمہ و انسب الی الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فلم یثبت عنہم و لا ابن تیمیہ و الصحابة وقد تأ
لخصنی اذ کفر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کتبہ السہمی بانظم الصراط المستقیم کما فی کشف الظنون
(۲۳۴) قال صالح بن احمد قلت لابی المسجد یخرج مذہب الہ تری ان یحول الی مکان آخر

قال اذا كان يريد منفعة الناس فنعيم والافلا) هذا صحيح عن احمد وقد عزاه له الثقات فنفى حمة
 الامة للعلاء محمد بن عبد الرحمن المستفي الشافعي رحمه الله تعالى اتفقوا على انه اذا خرب الو
 لم بعد الى ملك الواقع ثم اخطفوا في جواز بيعه وصرف ثمنه في مثله فقال مالك والشافعي
 لا يباع وقال احمد يجوز بيعه وصرف ثمنه في مثله وكذلك في مسجد اذا كان لا يربح عوده اهر
 وقال المحقق حيث اطلق في الفتح لو خرب ما حول المسجد واستغنى عنه بان كان في قرية فخرت وجو
 مزارع يبقى مسجد على حاله عند ابي يوسف وهو قول ابي حنيفة ومالك والشافعي وعن احمد يباع
 نقضه ويصرف في مسجد آخر اهر وهو يوافق رواية هشام عن محمد ورواية اخرى عن ابي يوسف
 ولا دخل له هنا ولو لم تأس عنه لم تخرج عن المذهب لوجوده فيه عن امامي المذهب وقد اثبت به
 جماعة من مشايخ المذهب كما فصل السيد امين الشامي.

(۲۳۵) ثم نقل عنه ان كان الذي بنى المسجد يريد ان يحول خواف من لصوص اذ يكون موضعه
 قذرا فلا باس) الرجل يبنى المسجد فلا يكون مسجدا وان تم بناؤه لم يقل جعلته مسجدا هذا هو ذ
 احمد ومالك والشافعي وابي يوسف بل يجمع عليه في جانب النفي لان الوقف لا يتم بمجرد النية
 اجماعا كنوى عتاق عبده او طلاق عرسه لا يعتق ولا تطلق ما لم يتكلم فمذاق ان يقول اطلع
 على لصوص لا يتركون فرش المسجد ومعايقه فلا ان يحول لانه لم يكن مسجدا شرعا بعد وبالاولي
 اذا علم ان بناءه وقع على المقابر.

(۲۳۶) بنى مسجد فخرت وذهب اليه رجل اللصوص ياخذون النقاضه فله نقلها الى مسجد آخر
 على رواية ابي يوسف وقد جزم به في الاسعاف وآفتى به السيد الامام ابو شجاع خانيه في شمس
 الائمة الكلواني وشيخ الاسلام ذخيرة والشيخ امين الدين بن عبد المال والشيخ احمد الشافعي والمحقق
 ابن نجيم والشيخ محمد الوفاي شر بنلا في رسالته ولا سيما في زماننا فان مسجد اذا لم ينقل ياخذ
 النقاضه اللصوص والمتغلون كما هو مشاهد والمتحارفا المطلق اللاحق محمول على المقيد سابق
 (۲۳۷) المسجد الجامع يقضى فيه امير البلدة واحد عنده بيت المال مخاف اللصوص فله

ان يحول الجامع الى موضع احفظ وامنع اى يترك هذه الصلوات الخمس لمن حوله ومنى او يعين
للجمعة مسجد آخر والاستدلال يقطع الاحتمال فان كان عندك ما يرد هذه الاحتمالات فمات.
(۲۳۸) بل لا بسيل الا الى هذه فان المسجد عقار لا يخاف عليه من اللصوص ولا هم يزدون
عامراني محل عامر في اخذون انقاضه اما الآلات نحو البسط والتعلقات فالخوف عليها يستحيل
ان يخرج المسجد عن المسجدية مع ان عدوها اصلا لا يضر بالمسجد ولم تكن في فضل الاعصار واذ
هو مسجد قطعا فتحويله وتركه سعى في خرابه قطعا وهو محرم كبيرة بالنص لقطع قطعا فلا يظن القول
به عن نجاف وعيد الله وعظيم حرمة الله وان كان من آحاد الناس وهل سمعت مسلما يقول
اذا خيف من لص على قنديل المسجد فخر به وهدموه فضلا عن امام حليل من ائمة المسلمين لا سيما
مثل احمد بن حنبل ولا يزل سيف ماض من سيوف الاسلام الذي جعله النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم ربيع الاسلام وجاد بنفسه في حفظ حرمة الاسلام رضى الله تعالى عنه وعن
سائر الائمة في دار السلام آمين.

(۲۳۹) وبه ظهر معنى اثر امير المؤمنين عمر رضى الله تعالى عنه الذي رواه احمد عن القاسم
قال لما قدم عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه الى بيت المال كان سعد بن مالك
رضي الله تعالى عنه بنى القصر واتخذ مسجدا عند اصحاب التمر فنقب بيت المال فاخذ الذي
نقبة فكتب فيه الى عمر رضى الله تعالى عنه فكتب عمر ان قطع الرجل والنقل المسجد وجعل بيت
المال في قبلة المسجد فانه من يزال في المسجد ^{مصل} فنقله عبد الله فخط له هذه النخبة معلوم انه كان
مسجدا الجامع كما صرح به احمد اذ قال كما نقلت عن ابن تيمية عنه ان ابن مسعود حول الجامع المسجد
وتحويل الجامع بتحويل الجمعة لا يلزمه بل لا يفهم منه ابطال نفس المسجد وهدمه وجعله طريقا كما
تقول وفعلت.

(۲۴۰) امير المؤمنين اراد حفظ بيت المال ام يدم بيت ذي الجلال فاذا اخذ الاسير سينا
عبد الله مسجد آخر للجمعة وترك اقامتها هناك ونقل المال الى قبلة المسجد الجديد حصل المقصود ففهم بانه

منه
الجمعة

امیر المؤمنین بإبطال مسجدیة المسجد العتیق لاهو مفهوم من الحدیث ولا هو معقول ولا مقبول
(۲۴۱) الامام المحقق فی الفتح نقل الحدیث بلفظ ان عمر کتاب الی موسی لما نقب بیت المال

الذی بالکوفة نقل المسجد الذی بالتارین واجعل بیت المال فی قبله المسجد واجاب عنه بقوله
یکن اذ امره بان یخار بیت المال فی المسجد اھ فجملة من باب الحذف والایصال والمفعول به بیت المال
والمعنی ان ما فہم منہ احد ففیہ مجال مقال وعلى کل لم یبق للاثار دلالة علی ما تزعم انت فبطل الاستدلال
(۲۴۲) ثم ہذا القدر من التحویل الذی لیس من التحویل فی شئی انما کان لفروزة کما فی نفس الحدیث
وانت حملت قول محمد علی اطلاقہ ثم ادعیت تأییدہ بالاثار واتیت باثر واحد ہو تحت القید
فاین الدلالة علی الاطلاق ویالیتک نقول بعد ما فہم فان لم تستطع تفہم بعد ما نقول فان لم تستطع
نقل الحدیث من سکت سلم۔

(۲۴۳) ثم قال ابن تیمیہ قال صالح قال ابی یقال ان بیت المال نقب فی مسجد الکوفة
فحول عبد اللہ بن مسعود المسجد ہذا لایس تبفسیرنا نعم یرد علی توجیہ المحقق انکانت فیہ حجة و
لا حجة فیہ اولا لان یقال یقال للتبری والتضعیف ونقل ما فی بعض الافواه وثانیاً
نقل عن مجول وثالثاً معضل۔

(۲۴۴) ثم اورد موضع التارین الیوم فی موضع المسجد العتیق یعنی احد ان المسجد الذی بناہ ابن
مسود کان موضع التارین فی زمان احمد و ہذا المسجد ہو المسجد العتیق ثم غیر مسجد الکوفة مرة ثالثة
قد دفعنا المولی سبحنہ وتعالی تفسیر واضح منیر لا یحول التحویل ولا یغیرہ التفسیر کما علمت و الحمد
اما قولہ یعنی احمد فحقہ یعنی ذلک القائل المجول لان القول لیس لاحد واما قال یقال ثم قوله
وہذا المسجد لیسیر نظاہرہ الی بقارہ المسجد بعد التحویل۔

(۲۴۵) ثم قال قال ابو الخطاب سئل ابو عبد اللہ مجول المسجد قال اذا کان ضیقاً لایسع
اہلہ فلا یاس ان یحولہ الی موضع اوسع منہ ہذا فی الجامع فانہ الذی یضیق عادة لجمعة الجماعات
لا سیما عند اتحاد جمعة کما کان فی زمنہم فلیس فیہ الا التحویل الوصف ولو جاز البطلان المسجدیة

نسخة
سند من
تاریخ
الامان
میں
موجود
ہے

لاجل الضيق لما حل اخذارض بكرة للتوسيع وقد فعله الصحابة رضي الله تعالى عنهم ولعمري ما بطل مسجد
للضيق الا قتل مسلم مرضه.

(۲۲۷) ما تقول في المسجد اذا ضاق بل هو مسجد ام لا على الثاني فما الضائق وهل قال به احد من
علماء العالم ان المسجد لضيقه لا يبقى مسجد او قد ضاق المسجد النبوي صلوات الله تعالى وسلامه
عليه فوسعه امير المؤمنين عثمان رضي الله تعالى عنه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم كما روى الترمذي
عن امير المؤمنين علي كرم الله تعالى وجهه رحم الله عثمان زاد في مسجدنا حتى وسعنا وعلى الاول كيف
يجل البطار ومن ذا الذي ينجي من قول الواحد القهار ومن اظلم من منع مسجد الله
ان يدكر فيها اسمه وسعى في خرابها.

(۲۲۷) قال وجوز احمد ان يرفع المسجد الذي على الارض ويعني تحته سقاية للمصلين (الآن
ظن انه ظفر كالمشبه ما ازكبي في كنفور حيث رفع المسجد على السمار جعل الارض طريقا للنصار
والمشركين والعامّة وكفانا جوا باعنه بالنقل ابن تيمية نفسه عن بعض اصحاب احمد ان هذا على ابناء
البنار) وهو الماشي على الجادة والموافي لقول العزيز المليك المنزه من شريك وان المسجد
لله وانكار ابن تيمية لا يعبويه فقد انكر جملة من احاديث صحيح البخاري وحججه ان تكون فيه مع طهور
كونها فيه عند الطلبة المستغنين به واعتذر عنه العسقلاني بانه كان يعتمد على ما في صدره والصدور تحظى
وقد قال فيه العلامة الزرقاني في شرح المواهب انما يستحي هذا الرجل من تكذبه بالمعتمد بطر
(۲۲۸) ان سلم فاي قرّة عين لك فيه فسقاية المسجد من مصالح المسجد ومصلح الشيء من
توابه وتوابع الشيء في حكمه بل جوز احمد ان يرفع المسجد على السمار وتجعل الارض طريق العامة.

(۲۲۹) قال فلو افتي مفتي وقت الضرورة الشديدة الواقعة على قول احمد قياسا على زخ
المفقود فاي مانع له لما ليس من المذهب خرج عنه الى قول احمد بزعمه وسوغ لعل بالضرورة
الشديدة ومبناه على شيئين ان يكون احمد قال بما يفيد وقد علمت بطلانه وان احمد كحمد برمي
منه والثاني ادعاء الضرورة وهو باطل بالضرورة عند كل من شابه صنيعة لعقل سليم ودين قويم

قد من بطلان شیخنا المجد وحفظہ اللہ تعالیٰ فی کتاب المستطاب ابانہ المتواری فی مصاحفہ
عبدالباری بدلائل قاهرة سواطع باہرة جعلت البیان احلی من العیان۔

(۲۵۰) قال (والضرورة) ای فی ہدم المسجد وادخالہ فی طریق واسع من قبل فوق الحائے
وجلد مداس الاقدام وموطئ الجنب والخص وبيع الکلاب الدواب ومحط الابل والارواح
(اشد من ضرورة احتمال الزنا) التي انج لها الفتيا بذهب مالک فی عرس الفقو ذفان قلت
یس هذا ايضا كما زعم ادعاء المرأة الضرورة فيما ربا يكون كاذبا كما بينه شيخنا في عدة مواضع
من فتاواه المباركة العطايا النبوية فی الفتاوى الرضوية وان الحاجة نفس اشد من بدني شاة
من زوات الیات يموت زوجها فتجلس مدة عمرها بلا زواج لانهم يستقبحون النكاح الثاني
تبعا لكفار الهند فاين ذهب تلك الدعاوى لاتباع الرسم الجاهلي مع حلها للزواج قطعاً
والعلم بعدم عود الميت اليها يقينا وهما لا تقدر تصبر مع رجاء العود وكونها محضنة قطعاً وقول
اللہ تعالیٰ والخصنت من النساء عرفا هو الاوسنة شيطانية كما فی الحدائق على بعض اربعة
اشهر عشر ادا كانت احد من ترمي بالبعرة على اس الجول كما فی الحديث لصحيح وقد ارشد النبي صلى اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم الى العلاج بقوله ومن لم يستطع فعليه بالصوم ثم ليس بذهب مالک ما رمنة بعض ابناء الزنا
من اهل الكهنة وغيرها ان المرأة تترخص بنفسها للبع سنين ثم تعقد عدة الوفاة وتخرج من شاريت حاشا
مالکان يقول به دأنا مذهب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان المرأة ترفع الامر الى قاضي الشرع وهو يهبها البع
سنين من يوم رخصت ولا عبرة بما مضى قبله لو عشرين سنة كما صرح به مالک لنفسه فی المدونة فاذا
مضت هذه اللبوع وتحقق ذلك عند القاضي حكم بموتة فتعد وتخرج ولا ادري كيف تفعل حينئذ من
تمنى انما ان لم تجد الزوج تزني ثم القال باحمل فيها بقول مالک رجل من متأخري الناطرين
ولم يجرم به بل قاله على الظن والتخمين قلت هذه الاسباب هي التي صحت لصاحبنا القياس اذ بها
قامت المساواة بين القيس والمقيس عليه بل فاقه القيس وذلك لان ادعاء الضرورة ههنا الكذب
ونسبة القول بما يوافق ضيقه الى احمد لغلطه وذهب اما قول احمد فقد علمت واما الضرورة فاما

یستند لها الى ما وقع من لقتل والاسر ونهذه مغالطة واضحة او مغلطة فاضحة فان الحكومة لم تکره احد
 على اعطار حصته من المسجد ولم یکن علیه قتل ولا اسر بل على نقض القانون ومعاوضة الحكومة ولولا
 ذلك لم یکن شیء من الممالک علا انک فعلت ما فعلت اذا نطفت النيران وحصل الامان جوار
 الاعلان بمراجعة احکام الايمان فباي ضرورة کان منک ما کان فاذن صدقت فی قولک فان
 المصائب کانت ان اردت انها کانت وبانت وذهب وقتها وجار نائب السلطنة
 لفصل الامر على مقتضى الشريعة الشرفیة الاسلامیة فصرفته الى ما شرت وفعلت وانخرت المسلمین
 ان احترام الاسلام ومواقفة الاحکام فیما جعلت واعترفت فی دریاقتک هذه ان من وجوه
 الضرورة رضار واحد من الاحکام او اکثر اهل المحلة من اهل الاسلام مع ان الواحد القهار
 یقول والله ورسوله احق ان یرضوا ان کانوا مؤمنین اللهم احینا مؤمنین
 وامتنا مؤمنین واحشرنا فی المؤمنین وصل وسلم وبارک علی سیدنا ومولینا محمد و
 آله وصحبه والحمد لله رب العلمین وانا العبد الفقیر المستجیر بربہ القوی من شر کل غبی وغوی عبده
 امجد علی الاعظمی القادری البرکاتی الرضوی کان الله وحقق الله وصلى الله تعالى علی سیدنا
 ومولینا محمد وآله وصحبه اجمعین آمین فهذه مائتان وخمسون خمسون علی ما صنع بمسجد کافور من
 هباته ومائتان کاملتان علی دریاقتہ والحمد لله علی هباته وفصل صلواته وکل تسلیاته علی سید
 بریاته محمد وآله وصحبه وذریاته والحمد لله رب العلمین

بشارت

ابانة المتواری نمبر ۱۲ صفحہ ۱۲ پر ایک فتویٰ مفصل لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا بحمدہ تعالیٰ اس خوفناک ملک گنا
 قاصح الواسیات نمبر ۸۶ میں صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۹ تک جو کلام جلیل کتاب مستطاب جد المماز حاشیہ رد المحتار
 کا منقول ہے ان تمام مباحث پر حاوی ہے اور اسکے علاوہ اور نمبروں میں بھی اسکی بحث ہے اور فضل الہی یہ کہ
 وہ بیان ہمارے معزز مرفرا جناب مولوی عبدالباری صاحب کو مقبول بھی ہو چکا اسکے مقصد عظیم کا نہایت کافی
 دانی خلاصہ مولوی محمد حسین صاحب صدیقی میرٹھی نے اپنے اس مضمون میں لیا جو انھوں نے دربارہ مسجد کافور مفتی
 عبدالرشید صاحب ٹونکی کے رد خیالات میں لکھا اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۵ کو زمیندار اور ۲ محرم ۱۳۳۶ کو بدیع سکندری
 میں شائع ہوا اور ۲۲ ذی الحجہ کو قبل طبع مفتی ٹونکی اور جناب مولوی عبدالباری صاحب کی خدمت میں لکھنؤ
 بھیجا مفتی ٹونکی صاحب نے تو آج تک اس پر ان نہ کچھ نہ کہا حالانکہ وہ انھیں کاردار اس میں انھیں ہی سوالات

مگر مولوی لکھنوی صاحب نے اُسے نہایت نظر استحسان سے دیکھا اور اُس پر اظہارِ مسرت و شکر کا خط
 مولوی صدیقی صاحب کو باین عبارت لکھا بخدمت شریف کرمی معظمی مولوی محمد حسین صاحب صدیقی
 دامِ مجدکم۔ السلام علیکم۔ مجھے جس قدر تاسف مولوی عبداللہ صاحب کی تحریر دیکھ کر ہوا تھا وہ جناب کی
 تحریر کو پا کے دفع ہوا۔ میں عجیب شش و پنج میں تھا جس امر کا تحفظ تمام علماء کرتے آئے اور میں نے باوجود
 ابتلا کے حتی الوسع کیا اُسکو مولوی صاحب موصوف نے چند حروف میں درہم برہم کر دینا چاہا تھا مگر اکمل اللہ
 غیر الخیر، فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ۔

بشارت عظمیٰ

الحمد للہ ہمارے معزز دوست مولوی صاحب لکھنوی کی انصاف دوستی نے انھیں ارشاداتِ امانۃ
 المتواری کے قبول کی طرف بھی مائل کیا۔ یہ فتویٰ قبل طبع ارسال خدمت ہوا تھا جسکی رسید میں ۱۴ محرم کو
 تحریر فرماتے ہیں مولینا المعظم دام بالہجہ والکرم۔ بعد تسلیم بصدہ مکرم گزارش ہے کہ میں نے جواب سامی استغفار
 مولوی سلامت اللہ صاحب دیکھا اللہ تعالیٰ جناب کو بدیر ہمارے سروں پر زندہ و سلامت رکھے کہ
 جناب اپنی شفقت بزرگانہ سے ہماری لغزش کو درست فرماتے رہیں اور ہم کو نیک مشورہ دیتے رہیں
 آمین ثم آمین۔ اُسی میں فرماتے ہیں جس قدر امور جناب نے تحریر فرمائے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ان سے میں
 غافل نہیں ہوں البتہ استحقاقِ مرد اور جوازِ مرد کا فرق نظر انداز ہو گیا تھا جس سے جناب نے متنبہ
 کر دیا، مبارک وہ دل کہ حق کی طرف حقیقتہ رجوع کریں و باللہ التوفیق۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ

مسئلہ () مسئلہ مولوی آفتاب الدین طالب العلم مدرسہ ہلسنت
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی کوئی چیز مسجد
 کے کام سے فاضل ہو اور وہ چیز اس مسجد کے کام میں آنے کی نہیں ہے اور وہ چیز ایسی ہے کہ
 کثرت تک بے کار رہنے سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں وہ چیز بیع
 کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مشتری اس چیز سے جو کام کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور
 اگر مشتری ہندو ہو تو اس کے پاس بیع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب وہ چیز بے کار ہے اور اندیشہ نقصان ہے تو فروخت کر کے قیمت مسجد میں صرف
 کریں، اور وہ اگر مسجد کے استعمال میں آچکی ہے تو بے ادبی کے موقع پر مشتری اس کے استعمال
 سے بچے اور ایسی چیز کافر کو بھی نہ دی جائے کہ وہ اس کا ادب ملحوظ نہ رکھے گا۔ بحر الرائق میں
 ہے واما المحصر والقنادیل فالصحيح من مذهب ابی یوسف انه لا يعود الى
 ملك متخذ بل يحول الى مسجد آخر او يبيعه قيم المسجد للمسجد یعنی چٹائیاں
 اور قندیلیں اگر مسجد کے لئے بیکار ہو جائیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ
 وہ بیے والے کی ملک کی طرف نہیں لوٹیں گی بلکہ کسی دوسری مسجد کو دے دی جائیں یا متولی
 مسجد انھیں مسجد کے کام میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بحر الرائق، من النفع، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد ص ۵۱ فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحكام ص ۴۶ مصباحی

مسئلہ (۱) (مرسلہ عبدالحکیم حسنا شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار مسجد محمد تقی ۳۲ رجب ۱۳۲۲ھ) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ جس مسجد میں شخصی حکومت ہو اس مسجد کی کیا حیثیت سمجھی جاوے گی اور اگر مصلیان غریب ہوں اور قوت مقابلہ کی نہ رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں وہ مسجد سے علحدہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر مجبوراً مسجد میں جانا چھوڑ دیں تو گنہگار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب اگر امام مسجد صالح امامت نہ ہو یا فاسق فاجر ہو کہ اسے امام بنانا گناہ و مکروہ تحریمی ہو تو اہل محلہ متفق ہو کر ایسے امام کو معزول کر دیں اور اگر اپنے میں اتنی طاقت نہ پاتے ہوں کہ معزول کر سکیں تو اس مسجد کو چھوڑ کر کہیں دوسری مسجد میں نماز پڑھیں۔ غنیہ میں ہے۔ فی فتاویٰ قاضی خاں اذا کان امام الحی زانیا واکل الربولہ ان یتحول الی مسجد آخر وکذا ینبغی اذا کان فیہ خصلۃ تکرہ بسببها امامتہ لان التحرز عن الکراہتہ اولیٰ من الاتیان بالفضیلۃ اور اگر اس مسجد میں امام قابل امامت ہے کہ نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی مگر متولی مسجد اہل محلہ کو انتظام میں دخل نہیں ہونے دیتا جو جی چاہتا ہے وہ کرتا ہے دوسرے کی بات نہیں مانتا تو مسجد چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ جو ناجائز تصرفات کرے ان سے حسب استطاعت روکیں اور جب مقابلہ کی طاقت نہیں تو الزام اس پر ہے اہل محلہ بری ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲) (مرسلہ حاجی ابوحنیدہ سیٹھ سانگلی ۱۴ شعبان ۱۳۲۲ھ) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ریاست سانگلی میں ایک مسجد کا سرمایہ عرصہ سے بیکار پڑا ہوا ہے اور اس مسجد میں کوئی موقع صرف کرنے کا نہیں ہے اس لئے اس سرمایہ کو مسلمانان سانگلی چاہتے ہیں کہ کسی تجارت میں لگا کر اس کا نفع مسجد کے کام میں لگائیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

لے غنیہ ص ۵۶۔

الجواب

سرمایہ مسجد سے کوئی جائداد مسجد کے نام سے خریدی جائے اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی رہے اور خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہو تو اسے محفوظ رکھیں کہ اس سے دوسری جائداد خریدی جائے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الفاضل من وقف المسجد ھل یصرف الی الفقراء و ھل لا یصرف و انہ صحیح و لکن یشتری بہ مستغلا للمسجد کذا فی المحیط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ () مرسلہ منشی محمد عبدالعزیز خاٹنہ کلکتہ ذکر یا اسٹریٹ ۲۲ ۲۸ ذیقعد ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد خام جس کو قریب ٹھو برس کے گذرتا ہے موجود ہے۔ اس کے متولی ہمیشہ سے سنت جماعت رہے اور ہیں لیکن درمیان میں ایک بیوہ مستما نصیباً بگیم جو کہ مذہب شیعہ رکھتی ہے اپنے ثواب کے لئے اس مسجد خام کو پختہ بنوا دیا بعد چند روز کے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے بنوایا ہے اس لئے میں متولی ہوں۔ سنت جماعت کہتے ہیں کہ تم نے ثواب کے لئے بنوایا ہے۔ سنت جماعت کے مسجد کی متولیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ تو مذہب شیعہ رکھتی ہے۔ پس شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسجد سنیوں کی ہے اور سنی ہی اس کے متولی ہو سکتے ہیں یہ عورت رافضیہ جس نے اس کو پختہ کرایا ہرگز اس کی متولیہ نہیں ہو سکتی کہ اولاً مسجد بنانے والا کوئی اور ہے جس نے بنائی وہی واقف ہے۔ حق تولیت اس کو تھا، وہ نہیں ہے تو عام مسلمان سنی جس کو متولی بنائیں۔ بحر الرائق میں ہے الولایۃ للواقف ثابتہ مدۃ حیاتہ وان لم یشرطہا وان لہ عزل المتولی۔ رد المحتار

۱۔ مسجد کے وقف سے جو فاضل بچے وہ فقیروں پر خرچ کیا جائے گا یا نہیں؟ تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں خرچ کیا جائیگا اور یہی قول صحیح ہے لیکن فاضل مال سے مسجد کیلئے کوئی ایسی چیز خریدی جائے جس کا کرایہ وغیرہ آیا کرے یہ محیط میں ہے

ج ۲ کتاب الوقف۔ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد ص ۳۵ قادری

بحر الرائق کتاب الوقف ج ۵ ص ۲۳۱۔ مصباحی

میں تا تا رخانیہ سے ہے۔ اہل المسجد لو اتفقوا علی نصب رجل متولياً لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح ولكن الافضل کونه باذن القاضی ثم اتفق المتأخرون ان الافضل ان لا یعلموا القاضی فی زماننا لما عرف من طمع القضاة فی اموال الاوقاف ثانیاً اگر یہ عورت متولیہ ہوگی تو یہ مسجد سنیوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ وہ اپنے مذہب کے لوگوں کو اس میں رکھے گی اور یہ سنیوں کے لئے سخت منہر ہے اور اس سے بڑھ کر کیا خیانت ہوگی اور خائن کو متولی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اگر خود واقف بھی خائن ثابت ہو تو اسے معزول کر دیں گے درمختار میں ہے۔ ینزع وجوب الوالواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشر بخمر ونحوہ ردالمحتار میں ہے وکذا اذا اجرها الراتق سنین كثيرة فمن یخاف ان یتلف فی یدہ یبطل القاضی الاجارة ویخرجہا من ید المستاجر فاذا کان هذا فی الواقف فالمتولی اولی ثالثاً جب نسق علی کیوجہ سے متولی نہیں بنایا جاسکتا کما مر عن الدر المختار تو یہاں تو نسق اعتقادی ہے کہ یہ اس سے بدرجہا بدتر بلکہ روافض زما کی علماء نے تکفیر کی۔ کما فی رد الرافضة شیخنا المجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو کیسے وقف کا متولی کہا جائے گا اور وہ بھی مسجد کا بالجملہ اس مسجد کے متولی سنی ہی رہینگے وہ عورت ہرگز نہ متولی کیجائے واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعمیر مسجد کی غرض سے کچھ چیزیں ہتیا کی لیکن

سہ ردالمحتار، کتاب الوقف ج ۳ ص ۴۴۹

سہ امام احمد علیہ الرحمۃ نے رد الرافضة میں متعدد کتب فقہیہ کی تصریحات اور ائمہ ترجیح و فتاویٰ کی تصحیحات سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ » رافضی تبراؤ جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے گرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے ایسے رافضیوں تبراؤیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں « ان مصطفیٰ مصباحی

قبل اس کے کہ مسجد کا کام شروع ہو اس کا ارادہ ہوا کہ اشیائے فراہم شدہ سے بہتر اور پائدار چیزیں مسجد کیلئے مہیا کرے اور اپنے اس ارادہ کے موافق ایسی چیزوں کی فراہمی بھی زید نے شروع کر دی اس صورت میں زید کو شرعاً اختیار حاصل ہے یا نہیں کہ پہلی چیزیں کسی دوسرے مصرف میں صرف کرے۔ بینوا توجروا

الجواب: جو چیزیں اس نے مسجد کیلئے خریدیں اب اگر ان سے بہتر چیزیں مسجد میں لگانا چاہتا ہے تو انہیں فروخت کر کے اس قیمت کی دوسری چیزیں خرید کر اس مسجد میں لگا سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از ہورہ جان محمد رضوی۔ ۷، محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو قوم کی زمین ہے جس میں مسلمان مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کسی طریقہ سے زمین دینے پر راضی نہیں۔ اب مسلمانوں نے بزور مسجد تعمیر کر لی تو اس مسجد کا کیا حکم ہے۔ یا متصل مسجد کے اسکی زمین تھی مسجد میں شامل کر لی گئی تو اس مسجد میں نماز حائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: ہندو یا کوئی کافر اگر اپنی خوشی سے زمین مسجد کیلئے دے جب بھی مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد ہونے کے لئے نیت تقرب ضرور ہے اور کافر اس کا اہل نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ان المسجد للہ فتاویٰ غلگیری میں ہے۔ لوجعل ذی دارہ مسجد المسلمین و بناہ کما بنی المسلمون و اذن لہم بالصلۃ فیہ فصلو فیہ ثم مات یصیر میراثا لکما شہ و ہذا قول الک کذا فی جواہر الاخلاطی۔ جب کافر کی زمین اسکی رضا سے بھی مسجد نہیں ہو سکتی تو جبراً لینے سے کب مسجد ہوگی۔ لعدم الاستیلاء المسلم علی الکافر فہنا رہا جواز نماز اسکے لئے مسجد شرط نہیں اس میں اگر نماز پڑھی تو ہو جائے گی اور چونکہ حربی کی زمین ہے لہذا ارض مغصوبہ

لے جب کافر اس کا اہل نہیں۔ تو بغیر ایمان لائے ہوئے اس کی نیت عبادت بھی معتبر نہیں۔ اشتباہ و نظائر میں ہے لا ثواب الا بالنیۃ اسی میں ہے۔ من شرط النیۃ الاول الاسلام ولذا لم تصح العبادات من کافر (واللہ اعلم) لے نیز ارشاد فرماتا ہے۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاعداً علی انفسہم بالکفر و لکن حبطت اعمالہم اسی آیت کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے۔ فالْمَقْصُودُ ان اللہ تعالیٰ صنم المشرکین عن تعین المساجد حال کو فہم الشریک ص ۲۹۸

میں جو کراہت تھی یہاں نہیں کہ غصب کیلئے مال محترم ہونا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے۔ فلا یتحقق ای الغصب فی مال حربی۔ اور دوسری صورت یعنی اسکی زمین مسجد میں شامل کر لی گئی اسمیں جتنی زمین مسجد کی تھی اس حصہ میں نماز پڑھی تو مسجد کا ثواب پایگا کہ اسکی مسجدیت بدستور ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ منبر بخش موضع ٹسوا متصل فرید پور ضلع بریلی ۸ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ رافضی لوگ اہلسنت و جماعت کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ انکو اپنے مسجد میں نماز پڑھنے دیں یا نہ دیں اور ان لوگوں سے کھانا وغیرہ رکھیں یا نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سنیوں نے امام علیہ السلام کو شہید کیا ہے اور سنت جماعت کہتے ہیں کہ رافضیوں نے کیا از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب :- رافضی کو اہلسنت مسجد میں آنے سے روک دیں کہ یہ لوگ بزرگان دین کی توہین کرتے

اور مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں اور ہرموڈی کو مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ ان کے یہاں کھانا پینا اور ان سے میل جول حرام حدیث میں ہے۔ ایاکم وایہم لا یصلونکم ولا یفتنونکم۔ یتوہ بھی جانتے ہوئے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود انھیں نے شہید کیا جھوٹے محبت کے لیے جوڑے دعوے کر کے بلایا اور پھر شہید کر دیا۔ مولے تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از رائے پوری پی محلہ بنچنا تھ پارہ مرسلہ مرزا محمد اسماعیل بیگ متا ۱۰ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم : منحمدہ و منصلی علی رسولہ الکریم

مخدومنا و مکرنا حامی شریعت ماحی بدعت عالی جناب معالی القاب حضرت مولینا صاحب قبلہ زید محمد کم پس از سلام مسنون عرض پرداز مدعا ہوں کہ اس شہر میں ایک مسئلہ چند روز سے چند اشخاص کی وجہ سے رونما ہوا ہے شہر میں ایک مسجد ہے جو جامع مسجد کہلاتی ہے اسکی کمیٹی کے چند افراد نے عام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اس مسجد کو مسجد محلہ سے موسوم کیا ہے اور اب یہ کہتے ہیں کہ اب وہ جامع مسجد نہیں ہے حالانکہ اسکی تعمیر کے لئے جو روپیہ وصول کیا گیا وہ جامع مسجد کے نام سے وصول کیا گیا اور اب تک اسکے اشتہاروں و جبرڈ کتابوں رسید بہیوں میں جامع مسجد ہی لکھا پڑھا جاتا ہے اور مشہور یہی ہے کہ وہ جامع مسجد ہے اس نام نہاد کمیٹی کو حضرت مجدد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فتویٰ بھی دکھلایا گیا پڑھ کر سنایا گیا جو احکام شریعت صفحہ ۷۱، ۷۲،

پر مرقوم ہے جس کے سوال کا مفہوم ہے کہ جو مسجد جامع مشہور ہے وہ جامع مسجد ہی کہلائیں گی۔ لیکن افسوس کہ کمیٹی کے افراد کو باوجود اسکے کہ وہ اپنے آپکو سنی حنفی کہلاتے ہیں اس فتویٰ کے ملنے میں تامل ہوا برخلاف اس کے کہ انھوں نے تمام مسلمانانِ رائے پور کے نمائندگان کے مقابلے میں جو نمائندگان مقرر کئے اسمیں ایک ایسے شخص کو شریک کیا اور اسکا سہارا ڈھونڈھا جو علمائے دیوبند کا ماننے والا ہے اور انکا ہم خیال ہے حتیٰ کہ قاضی شہر جو اس نام نہاد کمیٹی کے رکن اعلیٰ ہیں انھوں نے اعلان کیا کہ ہم اپنی طرف سے نمائند مولانا محمد حسین صاحب کو رکھتے ہیں یہ مولوی محمد حسین شہر کے ان لوگوں کے سرغنہ ہیں جو علمائے دیوبند کے پیرو اور ان کے معتقد ہیں رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا اور سردار مانتے ہیں۔

پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا مسجد مذکورہ جامع مسجد ہے یا کیا۔ اور ایسی کمیٹی اور ایسے قاضی کے متعلق کیا احکام ہیں جو ایسے اشخاص کی مدد لیتی ہو اور انکے ناموں کو ایسی عزت سے پکارتی ہو؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جب اس شہر میں یہ مسجد جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جامع مسجد ہی کہل کر چندے لئے گئے اور لوگوں نے اسی نام سے دیئے اور وہاں جمعہ بھی ہوتا ہو تو اب جامع مسجد ہی مانی جائے گی اور مسجد جامع کے ہی احکام اس پر جاری ہونگے مسجد محلہ اگر اسے کوئی کہے تو اس کے کہنے سے جامع مسجد ہونے سے خارج نہ ہوگی مسجد محلہ کے یہ معنی نہیں کہ کسی محلہ میں واقع ہو ایسا ہو تو ہر جامع مسجد کا تمام محلوں سے خارج ہونا ضرور ہوگا جامع مسجد وہ ہوتی ہے کہ عامہ مسلمین شہر اسمیں جمعہ ادا کرتے ہوں اگرچہ پنجوقتہ نماز بھی اس میں ہوتی ہے اسلئے عموماً جوامع بلاد مساجد محلہ سے بڑی ہوتی ہیں کہ انمیں صرف اہل محلہ ہی کی نماز مد نظر نہیں ہوتی بلکہ دوسرے محلوں سے بھی لوگ آتے ہیں لہذا مسجد جامع کی تفسیر رد المحتار میں یہ فرمائی: ای الذی جماعۃ اکثر من مسجد الحی۔ لہ اور وہابیہ دیوبند کہ توہین خدا جل جلالہ و تنقیص شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے یا ان کو اپنا پیشوا قرار دیتے یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں موافق فتویٰ علما جزمین طیبین کفار ہیں ان علماء کے قباوی حسام الحقین میں مذکور ہیں وہ فرماتے ہیں۔ من شئت فی عن ابہ و کفرہ فقد کفر۔ ایسی کمیٹی جس میں وہابیہ کی مداخلت ہو

بلکہ وہابی کو اس نے اپنا سفر بنا رکھا ہو، مگر قابل اعتبار نہیں: جامع مسجد سے اس کمیٹی کو کوئی تعلق شرعاً ہو سکتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ انتظام مسجد اس کمیٹی کے ہاتھ سے عملدہ کریں اور ہی متدین کار گزار اراکین مقرر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- ماقولکم رحمہ اللہ تعالیٰ کہ دریں درپار چاٹنگام مسجدت قریب از مدت دودھ و شصت و پنج سال بنام جامع مسجد است۔ در اطراف صحن آن مسجد دیوارے سنگے است۔ گاہ گاہ چوں مصلیاں در مسجد ننگیند در صحن دہم صف کنند۔ چند سال شد کہ از حامیاں دین اسلام از تائید مسلمانان نصف صحن را از فرش سنگین و سقف پنختہ شامل مسجد ساخته اند۔ و مصلیاں با سانی نماز میگزاردند در جانب یمن صحن ہست۔ نل آب جاری بہت و ضرور مصلیاں بود، اما بحساب مصلیاں آن نل جاری بسیار قلیل بود۔ لہذا مصلیاں بتکالیف گوناگون بل از جماعت ہم محروم ماندند۔ پس برائے دور کردن آن تکالیف بعض خادمان اسلام در جانب جنوب آن صحن حوضے کھاں کہ در یک وقت سی و پنج کس و ضرور توانند کرد۔ ساخته اند۔ بوقت کندیدن درتہ آن قدرے خاک ممیز از جنس خاک یافتہ شد۔ بعضے گفتند استخوان رمیمہ است۔ بعض گفتندے و جنین شخصے در شہر چاٹنگام یافتہ نشد کہ در اینجا نشان قبر دید و نیز اندرون دیوار صحن قبر شدن ممکن ہم نیست۔ زیرا کہ برو صحن بسیار قبر پنختہ موجود است۔ تا ہم آن خاک بجائے دیگر در زیر خاک نہادہ شد۔ ہمہ مسلمانان متفق شدہ تعمیر حوض کناہند و مصلیاں بسہولت تمام و ضرور نمازی گزارند۔ اکنون بعض کساں بخیاں آنکہ چوں آن نہا مسدود شد ثواب ہم منقطع شد۔ و حوض دہندہ جمع ثوابہا میگرد۔ بر حوض دہندہ حسد کردہ می گویند کہ دریں حوض وضو کردن درست نباشد۔ بد و وجہ اؤل انیکہ آل قبرستان واقع شدہ۔ دوم اینکہ دہندہ برائے نام و زیادہ است۔ پس بے نشان و نمونہ قبر عدم ثبوت قبر بشہادت شاہداں بر چنین خاک مثل استخوان رمیمہ دیدہ آنجا قبرستان شمر دن لازم باشد یا نہ۔ بر تقدیر اؤل در اینجا حوضے و خانہ و مسجد وغیرہ ساختن درست باشد یا نہ۔ بر تقدیر ثانی آنجا صحن مسجد ساختن باز نصف صحن را داخل مسجد کردن جائز است۔ یا نہ و بر کسیکہ چنین کار عظیم برائے تائید دین کردہ است و طعن تشنیع کردن و بحقارت نظر کردن بحسب شریعت محمدیہ چہ حکم دارد؟ بینوا توجروا

الجواب:- مجرد این چنین خاک درتہ آن حوض یافتن ثبوت قبر نمی شود خصوصاً در آنجا لیکہ بنیندگان

راہم یقین نیست کہ این خاک استخوان مرده است و از شک حکمے ثابت نہی گردد بر اثبوت قبرستان این چنین شک کافی نیست بلکہ ضرور بہت کہ ساکنان موضع گواہی دہند کہ این قبرستان ست مرد ہارادر بنجادفن کردہ بودند من دیدہ ام یا لا اقل قبرستان بودن معروف و مشہور است اگرچہ نشان قبر فی الحال موجود نیست پس تا وقتیکہ ثابت نشود قبرستان چگونہ قرار می دہند لہذا اگر حوض خارج مسجد تعمیر کردہ شدہ است باکے ندارد ریافعل قلب است ایشان بہ نیت وارادہ اش چگونہ مطلع شدند کہ بانی حوض بطور ریافعل تعمیر کردہ و گمان بد بسوئے مسلم حرام۔ قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من النطن ان بعض النطن اثم و اگر فرض کردہ شود کہ بقصد ریابنا کردنہ خالصا لوجہ اللہ پس از ثواب محروم خواہد گشت اما و خود را آن نادرست گفتن غلط است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از اجمیر شریف مسئلہ محمد ثارت علی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۲
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی آمدنی دوسرے کسی کام میں صرف کی جاسکتی؟
بجز اس کے اصراف کے؟

(۲) مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی کرنا کہاں تک درست ہے؟

(۳) مسجد خانہ خدا کو دانستہ ویران کرنا کہاں تک درست ہے؟

(۴) جو منتظران مسجد ایسا کرتے ہیں انکے لئے شرع شریف میں کیا سزا مقرر ہے؟

الجواب (۱) ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف نہیں کی جاسکتی ردالمحتار میں ہے۔

لا یجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیہ اولادہ و الفتویٰ حاوی القدسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ لفظ بہت عام ہے بعض حرام بعض مکروہ بعض خلاف اولیٰ کسی خاص امر کی نسبت سوال ہو تو جواب دیا جائے

اور ادب یہاں تک کیا جائے کہ مسجد کا کوڑا بھی ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں نجاست یا گندگی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مسجد کو ویران کرنا یعنی منہدم کر دینا جبکہ بقصد تعمیر نہ ہو اور بلا وجہ ہو تو حرام ہے قال اللہ تعالیٰ

من اظلم من منع مسجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔ اور اگر دیران کرنے سے یہ معنی ہیں کہ اس
پس والے نماز پڑھنے نہیں جاتے کہ نمازیوں سے مسجد آباد ہوتی تو برا کرتے ہیں اور ترک جماعت کرتے ہیں
تو بھی گنہگار ہیں حدیث میں ہے لا صلوة لجماع المسجد الا في المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حکم اوپر مذکور ہو چکا اور سزا کا بیان جرم کی نوعیت معلوم ہونے پر موقوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ از جے پور گھاٹ دروازہ پوسٹ نمبر ۱۵۰۰ فیاض الدین ۲۶ رجب ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس میں قدیم سے حنفی نماز پڑھتے آئے ہیں
اب محض جاہل مسلمان نجدی و بابیوں کے گمراہ کرنے سے بعض لوگوں نے مذہب حنفی ترک کر دیا ہے اور وہ ناخواندہ
مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں اور اس طرح مسلمانوں میں فتنہ پھیلا رہے ہیں ایسی صورت میں جب کہ قوی اندیشہ ہو
کہ وہ جاہل مسلمان گمراہ ہو جائیں گے اور عملاً ہو بھی گیا۔ کیا نجدی و بابیوں کو جو سخت غیر مقلد ہیں اور مقلدین کو گمراہ و کافر
بناتے ہیں مسجد میں سے نکلانا جائز ہے یا نہیں؟

اجواب۔ بیشک فی مقلد و بابی کو مسجد سے روکا جائیگا کہ اس کے مساجد میں داخل ہونے سے طرح
طرح کے فتنے ہوں گے اور انداد فتنہ واجب، حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم
وایاہم لا یصلونکم ولا یفتنونکم تم اپنے کو اون سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کر دو کہیں وہ تمہیں
گمراہ نہ کر دیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور بیشک یہ لوگ حنفی سنی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں لہذا مسجد میں
نہ آنے دیا جاوے نیز حدیث میں ہے لا تصلوا معہم ولا تصلوا علیہم تم ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو ان کے
جنازہ کی نماز نہ پڑھو، جب ہمیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے تو ہم اپنی مسجدوں میں انہیں کیوں آنے
دیں نیز ان کے آنے سے مسلمانوں کو تشویش ہوتی اور ان کا مسجدوں میں وجود قاطع خشوع ہے اور ایسی
چیز جس سے تشویش پیدا ہو مسجد سے روکی جائے۔ نیز یہ لوگ ائمہ کرام مجتہدین عظام کی شان میں بے
ادبی کرتے ہیں ان کے ساتھ گستاخی کرتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو ایذا ہوتی

لے پل رکوع ۱۳ بقوہ۔ مصباحی

ہے اور موزی کو مسجد سے دفع کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ خام لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے اور اس کی علت حدیث میں یہ فرمائی فان الملكة تاذی ما یثاذی منه الانس - اسی واسطے درمختار میں فرمایا واکل نحو ثوم و یمنع منه و کذا کل موز و لبسانہ لہ۔
ردالمحتار میں عینی شرح صحیح بخاری سے ہے۔ والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ و بہ افتی ابن عمر و ہواکلاصل فی نفی کل من یتاذی بہ ایہ جب مطلقاً موزی کو مسجد سے روکنے کا حکم ہے تو وہ شخص جس سے عقائد خراب ہوتے اور گمراہ ہونے کا خوف ہو بدرجہ اولیٰ دفع کیا جاوے گا کہ اس سے زیادہ کیا چیز سبب ایذا ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں بینوا تو جروا۔ تیل کی بھری دری چڑھیں تیل کی چکناہٹ سے بو ہو گئی نماز جائز ہے یا نہیں۔
الجواب: مسجد میں مٹی کا تیل جلانا ممنوع ہے کہ اسکی بو سے ملکہ کو ایذا ہوتی ہے درمختار میں ہے اکل نحو ثوم و یمنع منه و کذا کل موز۔ عینی شرح صحیح البخاری پھر ردالمحتار میں ہے یعلق بمانص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحة کرہیۃ ماکولہ او غیرہ۔ تیل کی بھری دری پر نماز ہو جائے گی مگر چراغ جلانے میں احتیاط کیجائے کہ مسجد کا فرش یا جانماز آلودہ نہ ہو اور ہو جائے تو اسے صاف کر لیا کریں اسکی نوبت ہی کیونہی کہ اس میں بو پیدا ہو کر باعث ایذا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بڑودہ مرسلہ محمد عثمان عیش ۲۰ رذی الحجہ ۱۲۵۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مرقومۃ الذیل مسائل میں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم یا مکان وغیرہ یا چند لوگ چندہ کر کے ایک معقول رقم مسجد میں اس غرض سے دیں کہ اس رقم سے ختم تراویح

لہ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۹ مطلب فی الفرس فی المسجد ۱۲ لہ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۹، ۱۲ لہ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۹ مطلب فی الفرس فی المسجد ۱۲

کے موقع پر اور ربیع الاول میں بعد وعظ شیرینی تقسیم کیجاوئے اور واعظ صاحب کو اور تراویح خواں حافظ صاحب کو کچھ رقم اسمیں سے دیجائے اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب اور شب عیدین وغیرہ مبارک راتوں میں خوب روشنی کیجائے تو شرعاً یہ امور مذکورہ رقم سے کرنا درست ہیں یا نہیں ؟

مسئلہ (۲) ایک شخص نے ایک مکان و زمین وغیرہ مسجد کیلئے وقف کر دی اور کچھ شرط نہیں کی کہ اس کا نفع مسجد کے کس کام میں صرف کیا جاوے لیکن اس کو معلوم ہے کہ مسجد کی آمدنی وقف مذکورہ بالا امور میں بھی صرف ہوتی ہے اور اسکے مکان و زمین موقوفہ وغیرہ کی آمدنی بھی مذکورہ بالا امور میں صرف کر نیے وہ ناخوش بھی نہیں۔ بلکہ خوش ہے پس اس شخص کو اس مکان و زمین موقوفہ بلا شرط کی آمدنی مذکورہ بالا امور میں صرف کرنا درست کیا نہیں ؟

مسئلہ (۳) مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط کی آمدنی اس قدر ہو کہ مسجد کے اخراجات کے علاوہ اس آمدنی کو مذکورہ بالا امور میں صرف کر نیے بعد بھی تنویر و ترویج کی سالانہ بچت ہے پھر ایسی آمدنی کو مذکورہ بالا امور میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۴) اگر مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط آمدنی اتنی کم ہے کہ جو اخراجات مسجد کیلئے کافی نہیں یا اخراجات مسجد کیلئے تو کافی ہے مگر مذکورہ بالا امور میں اس آمدنی کو صرف کریں تو کچھ رقم نہیں بچتی یا دس بیس روپیہ کی قلیل رقم بچتی ہے تو ان مذکورہ صورتوں میں اس مسجد کی آمدنی وقف بلا شرط کو موقوفہ بالا امور میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۵) اگر مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط کی آمدنی اسکے اخراجات سے دو گنی چو گنی ہے اور اس کی املاک موقوفہ موجودہ کو دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس آمدنی کو کچھ نقصان پہنچے گا پس اس آمدنی کی کچھ رقم مدارس اسلامیہ میں دینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) یہ امور مذکورہ جائز ہیں واعظ یا حافظ کی خدمت ایک پسندیدہ امر ہے یونہی بعد ختم تراویح یا بعد میلاد شریف شیرینی کا تقسیم کرنا بھی جائز، مبارک راتوں میں جہاں کثرتِ روشنی کا رواج ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس سے مقصود اظہار شوکت اسلام ہے۔ اور عوام کے

ذہنوں میں ان راتوں کی عظمت کا متکمن کرنا جس طرح حرمین طیبین کی دونوں مسجدوں میں بکثرت روشنی ہوتی ہے اور فقہار بھی اسے جائز بتاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اگر کہیں دوسری جگہ بھی عادت ہو جائے تو جواز کا حکم ہوگا، یوں ہی اگر دینے والا رات بھر مسجد میں چراغ جلانے کیلئے رقم دے تو رات بھر جلانے کا وقت ضرورت تک ہی نہ رکھینگے۔ علمگیری میں ہے۔ ولا يجوز ان يترك فيه كل الليل الا في موضع جرت العادة فيه بذلك كمسجد بيت المقدس ومسجد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والمسجد الحرام او شرط الواقف تركه فيه كل الليل كما جرت العادة به في زماننا كذا في البعوالائق^{لہ}۔ جن لوگوں نے رقم یا مکان وغیرہ اسلئے دیئے کہ امور مذکورہ میں صرف ہوں تو انکی رائے کے موافق صرف کریں انکے علاوہ دوسرے امور میں وہ رقم صرف نہیں کیجا سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲ تا ۵) اگر واقف نے وقت وقف اسکے مصارف کی تعیین کر دی ہے تو آمدنی کو اس شرط کے موافق خرچ کریں۔ لان شرط الواقف کنص الشارعی اور اگر شرط واقف کا علم نہ ہو یا اس نے شرط کی ہی نہیں تو آمدنی جو کچھ ہو اسے عمارت مسجد پر صرف کریں اور بعد عمارت جو کچھ بچے حسب ضرورت تنخواہ امام دموذن اور چراغ بتی فرش و فروش و دیگر ضروریات مسجد میں خرچ کریں جو جائداد کہ مسجد پر وقف ہے اسکی آمدنی سے نہ واعظ کو دیا جاسکتا ہے نہ میلاد شریف یا ختم تراویح کی شیرینی اس سے تقسیم کی جاسکتی، اور نہ ضرورت سے زیادہ اس سے روشنی کی جاسکتی ہے۔ در مختار میں ہے ویبدأ من غلته بعمارة ثم ما و هو اقرب بعمارة كمام مسجد و مدراس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم البساط كذلك الى اخر المصالح و تمامہ فی البعوالان لم يشترط الوقف لثبوت اقتضاء^{لہ} یونہی مسجد کی جائداد موقوفہ کی آمدنی کو مدراس میں بھی صرف نہیں کر سکتے در مختار میں ہے۔ المتعد الواقف والجمعة و قل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدها جاز للماكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه لانها جينئذ كشي واحد وان اختلف احدهما بان بنى به جلان مسجدین او رجل مسجد او مدرسة

لہ عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۸۔ الباب الحادی عشر فی المسجد و ما یعلق به ۱۲ لہ در مختار ج ۳ ص ۳۱۳ مطلب فی حکم الوقف ۱۲ مصباحی

ورق علیہما اوقافا لا یعوزنہ ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد بنوائی نمازی جو اس مسجد میں آئے ان میں سے بعض کو دو ایک مرتبہ بوجہ ذاتی مخالفت کے مسجد میں آنے سے روک دیا عمرو کا خیال ہے کہ چونکہ زید نے مسجد میں آنے سے لوگوں کو روکا۔ لہذا اسکا یہ فعل مسجد کو اپنی ملک ہونا ثابت کرتا ہے۔ لہذا یہ مسجد مسجد ہی نہیں رہی۔ شرع شریف کا اس میں کیا حکم ہے۔

مسئلہ (۲) اگر کسی مسجد کے قریب بھی دوسری مسجد کسی شخص نے بنوائی۔ وہ مسجد مسجد بھی جائیگی یا نہیں؟
الجواب (۱)۔ جب اس مسجد کا مسجد ہونا ثابت ہو گیا تو اب اگرچہ بنانے والا چاہے بھی کہ میں اپنی ملک قرار دیدوں تو نہیں کر سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ ان المسجد للہ اور نہ اسے نمازیوں کو بلا وجہ شرعی مسجد میں آنے سے منع کر نیکا کوئی حق ہے وہ اور دیگر مسلمان اس میں نماز پڑھنے کا یکساں حق رکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ مسجد کے قریب جو مسجد ہے وہ بھی مسجد ہے بلا وجہ اسے مسجد کے حکم سے کیونکہ خارج کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پالی مار وار ٹھکانہ بوسی کی گلی مرسلہ جناب عبدالرحمن ولد اللہ رکھا چھپیا ۴ شعبان ۱۳۲۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں تیل لگا سلیٹ اسکی بدبو کسی عطر وغیرہ کی روح ڈال کر اڑاویں اور جلایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں اور ایک ڈبہ بھر میں عطر کی روح کتنی ڈالنی چاہیے اس کا اندازہ پورے طور سے لکھ کر روانہ کریں؟

الجواب۔ مٹی کا تیل نجس نہیں بلکہ پاک ہے۔ اور بدبو کی وجہ سے اسکا مسجد میں جلانا ممنوع ہے۔ در مختار میں ہے۔ ویکرہ اکل معوثوم و يمنع منه وکذا کل موز و المختار میں ہے ای کیصل و نعوہ ممالہ رائحة کریمۃ للحدیث الصمیم و یعلق بہانص علیہ فی الحدیث کل ماله رائحة کریمۃ ماکولا کان وغیرہ

لے در مختار ج ۳ ص ۴۰۸ مطلب فی ما یؤخرب المسجد وغیرہ ۱۲ لے رد المختار ج ۱ ص ۴۸۹ - ۱۲ مسباحی

جب اس کے جلانے کی ممانعت بدبو کی وجہ سے ہے تو اگر کسی چیز سے اسکی بودور کر دی جائے تو اب جلانے میں کوئی حرج نہیں۔ روغن سنترہ اسکی بودو بالکل دور کر دیتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ لوگ خود کر سکتے ہیں کہ کتنے میں اسکی بود جاتی رہے گی، اسکو ڈال کر دیکھئے جب تیل کی بدبو نہ رہے۔ مسجد میں جلانے سے **مسئلہ**۔ از مقام جو دھپور ماروار مسجد لوہارن مرسلہ جناب شیخ محمد بن رضا امام مسجد، محرم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مشرک اخلاق کیساتھ کسی طرح کی نیت سے یعنی ایک ہندو ذات دھوبی مسجد میں اگر چراغوں میں تیل ڈالے، یا دے جاوے، واسطے روشنی کے تو وہ تیل مستحق جلانا کیسے جائز ہے یا نہیں، یہاں بعض لوگ فرماتے ہیں کہ تیل میں کیا حرج ہے کہ جسکے جلانے سے مسلمانوں کے ذمہ گناہ لازم آتا ہے، اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں اور کہن لاتے ہیں کہ دھوبی کا خود ہندو رذیل قوم چھینٹا لیتی اور اس سے پرہیز کرتے ہیں، لہذا بوجہ کراہیت وہ تیل باہر پھینک دیا گیا اور دوسرے روز اس کو تیل لانے سے روک دیا گیا، تو اس نے مایوس ہو کر کہا کہ تم کو خدا سمجھے جب اس بات کا چرچہ ہوا۔ تو آپ کو لکھا گیا۔ شرعاً جو حکم ہو تحریر فرمائیے۔

الجواب۔ کافر اگر مسجد میں تیل جلانے کیلئے دیتا ہے تو یہ تیل مسجد میں جلایا جاسکتا ہے۔ اسکی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولوقال (ای الذی) یسرج بہ بیت المقدس او یحول فی مرمۃ بیت المقدس جاز۔ دھوبی اگرچہ ہندو میں رذیل قوم ہے مگر اسکے تیل میں کیا نقصان ہے جسکی وجہ سے ممانعت کی جاتی ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین نقشہ بالا جو مع مسجد نقشہ حوض ہے، الف تک تمام حوض کھلا ہوا تھا، اسی طور پانچ یا کم زیادہ برس تک رہا، بعد میں بچہ پانا مینا وغیرہ کے گرنے کے خوف سے تمام حوض پر فرش بچھا گیا، اور وضو کرنیکی جگہ کھلی رکھی، اور اب ہمیشہ بیس پچیس برس سے اس پر ہمیشہ نماز پڑھی جاتی ہے آیا۔

طوالت کے خوف سے نقشہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲۰

- ۱۔ صحن مسجد میں حوض بنانا کیسا ہے ؟
- ۲۔ صحن مسجد میں قبر بنانا کیسا ہے ؟
- ۳۔ صحن مسجد میں بنایا گیا تو یہ حوض خارج مسجد ہوگا یا داخل مسجد اور اس میں وضو وغیرہ کا کیا حکم ہے ؟
- ۴۔ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے، مکروہ ہے یا نہیں ؟
- ۵۔ صحن مسجد میں حالت جنابت والا اور حیض والی کا جانا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز ؟
- ۶۔ صحن مسجد داخل مسجد ہے یا فناء مسجد ہے۔ اور فناء مسجد میں حالت جنابت والے کا جانا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ ؟
- ۷۔ جو حوض مسجد کی بنار کے وقت مسجد کے ساتھ بنایا گیا ہو وہ حوض خارج مسجد ہوگا یا داخل مسجد کا حکم رکھے گا ؟
- ۸۔ جو حوض کے فناء مسجد میں بنایا گیا وہ حکم میں داخل مسجد کے ہوگا یا کیسا اور فناء مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب (۱) :- صحن مسجد یعنی مسجد کا وہ حصہ جسمیں عمارت نہیں ہے، جسے مسجد صیفی کہتے ہیں یہ مسجد ہی ہے، اور اس حصہ میں بعد تمام مسجدیت حوض نہیں بنایا جاسکتا، اور اگر مسجد بناتے وقت قبل تمام مسجدیت حوض بنائیں تو بنا سکتے ہیں، کہ ابھی تک وہ جگہ مسجد نہیں ہے، یوں اگر صحن مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو فرش مسجد کے بعد جوتے وغیرہ اوتارنے کیلئے ہے، یا بیکار پڑی ہے اور اس غرض سے ہے کہ اگر کبھی مسجد بڑھانے کی ضرورت ہو یا غسل خانہ وغیرہ ضروریات مسجد کیلئے کام میں لائی جائیگی، تو اس میں بھی حوض بنا سکتے ہیں کہ یہ بھی حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ وہ ایسی ہی اغراض کیلئے ہے، درمختار میں ہے

لَوْ بَنِيَ فَوْقَهُ بَيْتًا لِلْإِمَامِ لَا يَضُرُّ لَأنَّهُ مِنَ الْمَصَالِحِ أَمْالُ تَمَتُّ الْمَسْجِدِ ثُمَّ إِرَادَ الْبِنَاءَ مَنَعَ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

الجواب (۲) قبر بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علہ درمختار ج ۳ ص ۴۰۶ مطلب فی احکام المسجد ۱۲ مصباحی

الجواب (۳) :- جواب سوال اول سے اسکا جواب معلوم کیجئے۔ اگر اندرون مسجد بعد تمام مسجدیت

حوض بنایا گیا تو یہ بنانا ناجائز اور اس میں وضو ناجائز بلکہ اسے پاٹ دینا ضرور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :- صحن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسقف نہیں، جس کو عرف

فقہاء میں مسجد مصفی کہتے ہیں، اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات و مصالح مسجد کیلئے ہے

اول میں نماز جنازہ مکروہ ہے، دوسری میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) :- صحن مسجد بمعنی اول میں ناجائز اور بمعنی ثانی میں جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) :- جواب سوال ۷ سے اسکا بھی جواب واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۷) :- یہ حوض کہ بنائے مسجد کے وقت قبل تمام مسجدیت بنایا گیا۔ خارج مسجد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۸) :- وہ خارج مسجد ہے۔ اور اس میں نماز جنازہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بانسی مار وارٹر مسلہ جناب امیر احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بانسی کی بڑی مسجد کا بسوئے شرق ایک شمالی گوشہ اس قسم کا

واقع ہے کہ ایک جانب سے تو فنائے مسجد اور اسکے مابین کچھ حائل نہیں اور ایک سمت سے دالان مسجد

اور اسکے مابین کچھ حائل نہیں بلکہ ایک عرصہ سے تو دونوں جانب سے منضم و مدغم رہا اور مرتب رہا، یعنی تین

چار گز کا طول اور اس قدر عرض کا البتہ اس گوشہ کا فرش دالان مسجد سے ملتا ہموار رہا، اور فنائے مسجد

کا فرش اسکی نسبت کسی قدر ناہموار رہا، اب اس گوشہ اور فنائے مسجد کے مابین عدم حیولت کے باوجود

قدیم سے عرصہ تک اس میں سامان کا رہنا پھر سامان ہی کیلئے اسی کا حجرہ بنایا جانا، اور حجرہ بننے پر اسکا

دروازہ فنائے مسجد میں رکھا جانا، یہ ایسے امور ہیں کہ اسکے فنائے مسجد میں داخل ہونے پر مال ہیں، انہیں

ایک عرصہ تک تو سامان مسجد پڑا رہا، اور جوتے بھی رکھے گئے، اور بچی ہوئی جگہ پر تنگی کے وقت پر نماز بھی پڑھی

گئی، اور اسکی چھت پر بھی نماز پڑھی جا چکی ہے، اس گوشہ کا نقشہ قدیمہ نمبراً ملاحظہ فرمائیں، ایک عرصہ کے بعد

وہی گوشہ دالان مسجد میں دیوار حائل کرتے ہوئے مسجد میں اسکا دروازہ قرار دیتے ہوئے

علم طوالت کے خوف سے نقشہ حذف کر دیا گیا ہے ۱۱

سامان مسجد کیلئے ایک مختصر سا حجرہ بنا دیا گیا، نقشہ حجرہ نمبر ۲ دو ملاحظہ فرمائیں؛ اب جدید تعمیر کے موقع پر اسی حجرہ کو دوکان مسجد میں داخل کرتے ہوئے اسکی چھت پر ایک کمرہ اس غرض سے بنانا چاہتے ہیں کہ مصالین میں سے جو اشخاص تالیین قرآن ہوں وہ اسمیں بیٹھکر تلاوت قرآن کیا کریں یا تسبیح خواں وہاں بیٹھکر اپنا درود وظیفہ پڑھا کریں، یا کوئی نووارد مولوی آجائیں تو اس میں ٹھہرا کریں یا اہل بانسی کے پیر و مرشد شریف لائیں تو اسمیں قیام فرمادیں؛ الغرض ان اغراض کی وجہ سے بایں صورت مسئلہ کمرہ بنانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب :- اگر وہ گوشہ داخل مسجد نہ ہو تو ضرورت مسجد کیلئے اسے دوکان بنانا جائز ہے۔ ورنہ نہیں، بظاہر کوئی ایسی وجہ نہیں معلوم ہوتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ خارج مسجد ہے۔ بلکہ اس گوشہ کا دالان مسجد سے بلا حائل متصل ہونا اور اسکی زمین ہموار ہونا اور مسجد سے اس کا کچھ اتنا نہ ہونا، بظاہر اسکی دلیل ہے کہ وہ جز مسجد ہے، ہاں اگر اگلے لوگوں کی زبانی یہ ثابت ہو کہ یہ خارج مسجد ہے یا جن لوگوں نے وہ حجرہ سامان مسجد کیلئے بنایا اور یہ تحقیق تھی کہ یہ مسجد کا جز نہیں ہے تو دوکان بنانا بھی جائز، اور اسکے اوپر مسافر علماء و مشائخ کے ٹھہرنے کی جگہ بنانا بھی جائز ہے، غرض تحقیق سے جو ثابت ہوا اسکے موافق کیا جائے، اور ثابت نہ ہو سکے تو احتیاط اسمیں ہے کہ نہ بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کشنگڑہ ریاست راجپوتانہ محلہ دیوالیاں مرسلہ جناب شاہ میر خاں واسمعیل خان صاحب ۲۸ رجب ۱۲۷۵ھ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ ایک شخص جو مسلم ہے وہ محلہ کی مسجد میں قیام کرتا ہے باوجودیکہ اس کے چند مکان ذاتی ملکیت کے ہیں مسجد کے صحن میں غسل کرتا ہے اور مسجد پر اپنی دراشت قائم کر کے اہل محلہ کو مسجد میں آنے سے منع کرتا ہے۔ اور اپنے مکان سے جو اس مسجد سے ملحق ہے، اور مسجد کی دیوار سے ملا ہوا ہے، ایک راستہ مسجد کے اندر نکالنا چاہتا ہے۔ اور مسجد کو بطور مکان کے برت رہا ہے، اور خود ایسے کام مسجد میں کرتا ہے، جو آداب مسجد کے خلاف ہیں، اور دوسروں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم یہ کام مسجد نہ کرو، پس ایسے شخص کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور مسجد پر کیا ملکیت قائم ہو سکتی ہے؟ اور اہل محلہ کو اسکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ رکھنا لازم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- مسجدیں عبادت کیلئے ہیں، اپنے بسنے کیلئے مسجد نہیں بنائی جاتی نہ اس کام میں لائی جاسکتی ہے، صحن مسجد میں غسل کرنا ممنوع ہے کہ غسل کا پانی یا ناپاک ہوگا یا کم از کم قدر اور ایسے پانی کو مسجد میں گرانا منع ہے، اور احترام مسجد کے خلاف ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وتکرہ المضضۃ والوضو فی المسجد۔ مسجد نہ کسی کی ملک ہے نہ اسمیں وراثت جاری ہو سکتی ہے کہ جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں اور جب وقف ہوئی ملک انسان سے خارج ہوگئی۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰہِ اور الوقف لایملک۔ کتب فقہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور نمازیوں کو مسجد سے روکنا اور آنے نہ دینا سخت حرام اور ظلم شدید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللّٰہِ اَنْ یَّذْکُرَ فِیْہَا اُسْمَہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا۔ اور مسجد کی دیوار میں تصرف کرنا، اس میں اپنے مکان کا دروازہ بنانا حرام ہے۔ کہ مسجد کی کسی شئی میں اپنا ذاتی تصرف نہیں کر سکتا۔ اگر واقعات یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو ایسے شخص کو مسجد کی ولایت سے جدا کر دینا واجب ہے درختار میں ہے۔ وینزع عنہ وجوباً ولو الواقف نفیہ اولیٰ لو غیر مامون۔ اہل محلہ پر لازم ہے کہ جس طرح ممکن ہو مسجد کو ایسے شخص کے تصرف سے نکالیں۔ اور وہ متولی ہو تو ایسے معزول کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از موضع شجاع نگر ضلع سلہٹ ... مرحیٹ جناب حامد علی صاحب ۲۸ رجب ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس صورت میں کہ (۱) موضع شجاع نگر پر گنہ پتر با ضلع سلہٹ میں تقریباً ایک سو گھر کی آبادی ہے ستر سال سے زیادہ ہوئے کہ ایک عورت نے ایک قطعہ زمین میں مسجد بنانے کیلئے زبانی وقف کی، مسجد تو بنائی گئی مگر اسکے متعلق کوئی حوض یا تالاب نہ ہونے کی وجہ سے وضو وغیرہ میں سخت تکلیف ہے (۲) مسجد اکثر لوگوں کے مکانات سے دور ہے راستہ کٹھن ہے کیچڑ پانی میں راہ چلنی دشوار ہے خصوصاً برسات کے زمانے میں بغیر کشتی کے نماز کو پہنچنا مشکل اور جنگلے پاس کشتی نہیں انکا پہنچنا تو بالکل ناممکن کیونکہ راستہ پانی میں ڈوب جاتا ہے۔

(۳) مسجد کے قریب آٹھ مکان والے بلا وجہ شرعی حاجی حامد علی صاحب کیساتھ سخت عداوت رکھتے ہیں

لے و حرام ہے۔ درختار میں ہے۔ یعزم فیہ (ای فی المسجد) الوضوء لافیہا عدل لذلک۔ عہ میل کچیل ۱۱ مصباح

یہاں تک کہ عشاء اور مغرب کی نماز کیلئے آنے جانے میں اور جمعہ کے روز نماز پڑھنے میں حاجی صاحب کی جان کا خطرہ ہے، اسلئے کہ وہ لوگ ہر وقت حاجی صاحب کی عزت و جان کے درپے ہیں۔ مسجد کے صحن میں بیٹھ کر روزانہ مشورہ کرتے ہیں کہ غریبوں کو کس طرح ستایا جائے۔

(۵) مسجد کے پاس وضو کیلئے دوسرے مسلمان تالاب بنانا چاہتے ہیں، تو واقفہ کی اولاد مسجد کے قریب زمین نہیں دیتی (۶) مسجد میں ان مفسد لوگوں کی بدولت سال میں ایک دو بار گالی گلوچ ہوتی ہی رہتی ہے اور مسجد کا احترام مد نظر نہیں رکھا جاتا، ان سب باتوں کو دیکھ کر حاجی حامد علی صاحب نے اپنا ایک مکان جو اس مسجد کے قریب یا سو قدم کے فاصلہ پر ہے وقف کر کے مسجد بنائی ہے، وقف نامہ حکومت میں رجسٹری ہو گیا ہے اور مسجد کے پاس ہی ایک بہت بڑے تالاب کی ایک سمت بھی وقف کر دی ہے تاکہ وضو وغیرہ میں آسانی رہے، ان حالتوں پر غور کرتے ہوئے سوال یہ ہے کہ۔

۱۔ اس نئی مسجد کا بنانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ شرعاً نئی مسجد کا وقف جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ نئی مسجد میں جمعہ کی نماز بھی شروع کر دی ہے لہذا ایسی بستی میں دو مسجدوں میں جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ نیز اول الذکر مسجد میں کسی تقریب میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے وقت لوگ ہجوم کرتے شیرینی لوٹتے شور و غوغا مچاتے اور آپس میں جھگڑا فساد کرتے ہوئے فحش اور بیہودہ گالیاں بکتے ہیں، یہ آداب مسجد کے خلاف ہیں یا نہیں شرع شریف کا اسکے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ جبکہ مسجد اول تک پہنچنے میں نمازیوں کو دقت ہے کہ پانی کی وجہ سے وہاں جا نہیں سکتے خصوصاً بعض لوگوں کا وہاں جانے میں عزت و آبرو بلکہ جان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں دوسری مسجد بنانے میں اصلاً حرج نہیں بلکہ بنانے والا اس ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے جو احادیث میں ارشاد ہوا مثلاً جو اللہ تعالیٰ کیلئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ من بنی لله مسجداً ولو فحم قطاة بنی الله له بیتاً فی الجنة۔ نئی مسجد بنانا اس وقت ناجائز و ممنوع ہے کہ بنانے والا

محض اسلئے بنائے کہ پہلی مسجد کو نقصان پہونچائے اور اسکی جماعت کو درہم برہم کر دے اور اگر یہ نیت نہ ہو بلکہ اپنے کو ضرر سے بچانے کیلئے مسجد بناتا ہے اور محض اللہ کیلئے بناتا ہے تو یہ مسجد مسجد ضرار نہیں اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ یہ صورت مسجد ضرار کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲۔ جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں ہو سکتی۔ مسجد ہونے کیلئے وقف کرنا شرط ہے۔ اگرچہ یہی لفظ کہے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا کہ اس سے بھی وقف ہو جائے گا کہ جب تک اسکی ملک سے جدا نہ ہوگی اللہ کیلئے نہ ہوگی۔ اور جب تک اللہ کیلئے نہ ہو مسجد نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰہِ۔ مسجدیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ در مختار میں ہے ویزول ملکہ عن المسجد والمصلیٰ بالفعل وبقوله جعلته مسجداً عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوٰۃ فیہ نجماۃ وقیل یکفی واحد وجعله فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ ۱؎ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ من بنی مسجد الم یزل ملکہ عنہ حتی یفرغ عن ملکہ بطریقہ ویاذن بالصلوٰۃ فیہ اما الاقرار فلا نہ لا یخلص للہ تعالیٰ الا بہ کذا فی الہدایۃ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۳۔ اگر وہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں تو نئی مسجد میں بھی جمعہ وعیدین کی نماز جائز ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ کہ مصر واحد میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ اگرچہ بلا ضرورت جمعہ کی نماز متعدد مقام پر پڑھنا اچھا نہیں کہ وہ شوکت اسلام جو اجتماع میں ظاہر ہوتی ہے تفریق سے جاتی رہتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۴۔ مسجد میں لوٹ مار کرنا یا شور وغل مچانا ناجائز ہے۔ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے اور مسجد کا ادب جاتا رہتا ہے حدیث میں ہے یاتی علی الناس زمان یكون حدیثہم فی مساجدہم فی امر دنیاہم فلا تجالسوہم فلیس للہ فیہم حاجۃ۔ ۱؎ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ دنیا کی باتیں مسجد میں کریں گے ان کے ساتھ تم مت بیٹھو کہ اللہ کو انکی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے ایاکم وحیثیات

۱؎ ارشاد ہے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین (پک ر۔ ۲) اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہونچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو ۱؎ رد المحتار میں ہے وعلیہ المتون کالکفر والملق و غیرہ ۱؎ ج ۲ ص ۲۰۵ مطلب فی احکام المسجداً ۱؎ عالمگیری ج ۲ ص ۲۴۴ الباب العادی عشر۔ ۱؎ رد المحتار میں ہے عن ابن مسعود ۱؎ مشکوٰۃ باب بیابان ۱؎ مصباحی

مسجد میں بازاروں کی طرح شور و غل کرنے سے بچو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد نے ایک چبوترہ بنوایا جس میں عام لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی، لیکن جسکو چاہتا تھا یعنی جس شخص سے کچھ بخش ہو جاتی تھی اس کو منع بھی کر دیتا تھا، چند دنوں کے بعد چبوترے کو ایک عمارت بصورت مسجد بنوادی لیکن یہ طرز عمل ہمیشہ رہا کہ جسکو چاہا اس مقام پر نماز نہیں پڑھنے دیتا تھا۔ عمرو کا خیال ہے کہ مسجد ہو نیکیلئے یہ ضروری ہے کہ جس عمارت کو مسجد کرنا چاہتے ہیں اسکی زمین و عمارت وقف کر دی جائے کسی کی ملک نہ رہے، اور مقام مذکور کیلئے مالک عمارت کی کوئی تقریر یا تحریر ہو یہ بات اصلاً ثابت نہیں کہ اس نے اس مقام کو وقف کر دیا ہے بلکہ بخلاف اسکے اسکا اور اسکے ورثہ کا یہ طرز عمل کہ جسکو چاہتے ہیں وہاں آنے سے روک دیتے ہیں، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ انھوں نے اس مقام کو ہمیشہ اپنی ملک میں رکھا اور وقف نہیں کیا۔ زید کہتا ہے کہ اس مقام کو بصورت مسجد بنوانا ہر مسلمان کو اسمیں نماز پڑھنے دینے کی اجازت دینا لوگوں کے لئے وضو وغیرہ کو پانی رکھوانا جو صریح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مقام وقف کر کے ملک سے خارج کر دیا، اور بعض لوگوں کا نماز سے روکنا یہ خالد اور اسکے ورثہ کی جہالت ہے، اس مسجد میں کبھی کوئی مؤذن مقرر نہیں کیا اور نہ یہاں کبھی جمعہ قائم ہوا تو دریافت طلب یہ ہے کہ اس مقام کو مسجد سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ بنو اتوجروا

الجواب :- بلاشبہ یہ مسجد ہے اسکے مسجد ہونے میں کوئی کلام نہیں خالد کا کسی کو وہاں سے بلا وجہ شرعی نکال دینا ظلم ہے، اسکی اس زبردستی اور ظلم کی وجہ سے اسکی مسجدیت باطل نہوگی، نہ یہ اسکی دلیل ہے کہ یہ مسجد نہیں، جب خالد نے وہ عمارت مسجد کی ہیئت پر بنائی اور اس میں نماز کا اذن دے دیا، اور باجماعت اسمیں نماز ادا کی گئی، تو مسجد ہو گئی، آخر لوگوں کو نکالتے وقت اس نے یہ تو کہا بھی نہیں کہ یہ مسجد نہیں ہے میرا مکان ہے لہذا تمکو یہاں آنے کا کوئی حق نہیں، پھر اسکے فعل اخراج سے عدم مسجدیت کا کیوں حکم دیا جائیگا، جبکہ وہ نفی مسجدیت نہیں کرتا بلکہ اگر نفی کرے بھی اور یہ کہے کہ یہ میرا مکان ہے جب بھی نفی نہیں ہو سکتی، کہ مسجدیت دلیل شرعی سے ثابت ہو چکی پھر اسکو ابطال کا حق نہ رہا، درمختار میں ہے

ويزول ملكه عن المسجد والمصلیٰ بالفعل وبقوله جعلته مسجداً عند الثاني وشرط محمد

والامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ ردالمحتار میں ہے قوله بالفعل ای بالصلوٰۃ فیہ نفی شرح المتقی انہ یصیر مسجدًا بلا خلاف۔ بیشک مسجد کیلئے وقف ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس نے مسجد کی مثل عمارت بنوائی، اور لوگوں کو نماز کیلئے اجازت دی اور نماز جماعت پڑھ لی گئی لفظ وقف زبان سے کہنے کا وقف نامہ تحریر کر نیکی کوئی ضرورت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ فاذا اذن بالصلوٰۃ فیہ قضی العرف بزوالہ عن ملکہ ومقتضی هذا انہ لا یحتاج الی قوله وقفت ومنحوہ و ہو کذلک۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عرف میں لوگ مسجد بنانا بولتے ہیں، اور یہ کہ بانی مسجد یہ کہے میں نے وقف کیا ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ لہذا یہ عرف اثبات مسجدیت کیلئے کافی ہے نیز اگر خالد نے وقف کا لفظ نہ استعمال کیا ہو تو اس کے یا اس کے ورثہ سے اس عمارت کے متعلق وہ لفظ مسجد بولنا سیکڑوں دفعہ ثابت ہوگا۔ مثلاً مسجد میں چلو مسجد میں چراغ جلا دو مسجد میں لوٹے رکھ دو وغیرہ وغیرہ اس قسم کے الفاظ بکثرت ہوں گے، اور نہ بھی ہو جب بھی مسجد ہے کہ مسجد ہونے کیلئے فعل بھی کافی ہے قول کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صحن میں پتھر نصب ہیں، چونکہ پتھر زیادہ گرم رہتے ہیں۔ لہذا اگر اسکے پتھروں کو نکلوا کر گٹی اور چونے کا فرش کر دیا جائے اور جس قیمت کے وہ پتھر ہوں اتنی قیمت اس فرش میں صرف کر دیا جائے تو وہ پتھر جو مسجد سے نکلیں وہ شخص اپنے کام میں لے سکتا ہے جبکہ اس سے زیادہ قیمت صرف کر کے اس شخص نے فرش درست کر دیا ؟

الجواب :- اہل محلہ کی رائے سے پتھر نکلوا کر چونے وغیرہ کا فرش کر سکتے ہیں، اب کہ وہ فرش مسجد کی ضرورت کے نہ رہے انھیں مناسب قیمت پر فروخت کر سکتے ہیں۔ جب تک پتھر مسجد میں نصب ہیں اس وقت تک ادبکی بیع نہیں ہو سکتی، جدا کرنے کے بعد بیع کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از پانی مارو اڑ علاقہ جو دھپور محلہ بوسی کی گلی مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب چھپا، ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ مسجد کے فرش کا پتھر مکانوں میں لگانا کیسا ہے اور جس نے لگایا اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

۲۔ ایک دری مسجد کی وقف ہے اسمیں کوئی شخص کہے کہ یہ میری ہے۔ اس دری پر نماز پڑھنی کیسی ہے؟ اور وقف کرنا والا کہتا ہے میری ہے۔

الجواب (۱) مسجد کا پتھر اگر مسجد کے کام کا نہ رہا۔ اور اہل محلہ کے مشورہ سے بیچ دیا گیا تو اس کا خریدنا جائز، اور مکان میں لگانا بھی جائز، مگر اسکو بے احتیاطی کی جگہ مثلاً پاخانہ میں نہ لگائے اور اگر ویسے ہی کوئی اٹھا کر لے گیا اور اپنے مکان میں لگالیا تو ایسا کرنا حرام ہے، اور اسکے مکان سے نکلوا کر مسجد میں داخل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کوئی یہ کہتا ہے کہ میری ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کی نہیں، بلکہ یہ کہ میں نے مسجد کو دی ہے اور اگر بضر ہی مطلب ہو کہ میری ملک ہے تو اسکے کہنے سے اسکی نہیں ہوگی نہ اسکو مسجد سے لیجانا جائز ہوگا، اس پر نماز جائز ہے کوئی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ازستکو باضلع گورداس پور مرسلہ جناب صوفی علیم الدین صاحب ۱۹ اردی الحجہ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع شکوہ پتی غنی میں ایک مسجد خام مل کی بنیاد لوگوں نے ڈالی کہ جسکو عرصہ تخمیناً چالیس سال کا ہوا اور عمارت اسکی اس حد کو پہنچی کہ قریب سائبان ڈالنے کی ہوئی لیکن سائبان سے جھتی نہ گئی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ نماز پنجگانہ نہ ہوئی۔ مگر نماز ہونے یا نہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہے۔ اور نہ آباد کی گئی اور اس پتی میں دو چار نمازی ہیں۔ وہ بھی پنجگانہ نماز کے پورے پابند نہیں ہیں بلکہ اس مسجد کو برباد اجاڑ کر مکان بنالیا ہے۔ جواب تک موجود ہے عرصہ تقریباً تیس سال کا ہوا کہ بموقعہ تکیہ مونشاہ مسجد خام مل تخمیناً پچاس قدم جانب مغرب ہٹ کر اسی پتی میں ایک اور مسجد خام مل بنائی اور مکمل ہو گئی اور یقین شاہ پیش امام مقرر کئے گئے۔ جو مدت مدید تک صلوٰۃ پنجگانہ کراتے رہے۔ کبھی کبھی مولوی صاحب نواب الدین بھی و صوفی صاحب بھی پنجگانہ پڑھاتے رہے، اور تکیہ مونشاہ کے نام سے یہ مسجد مشہور ہے۔ تخمیناً ۵ سال سے اس مسجد کی مرمت وغیرہ لوگوں نے اپنی کم فہمی سے چھوڑ دی۔ لیکن نماز ہوتی رہی۔ عرصہ تین سال کے قریب ہوا ہے کہ چند اشخاص نے ارادہ کیا کہ مسجد خام مل کو پختہ بنا دیا جائے چنانچہ لوگوں نے روپیہ وغیرہ جمع کیا واسطے خام مل کے، بحدۃ اصل بانی نے ذکر کیا کہ مسجد مسطورہ سے جانشرق

۲۷ قدم ہٹ کر اسی پتی میں جدید مسجد بنوائی جائے گی، یہ سنکر صوفی صاحب نے سمجھایا بلا اجازت علمائے دین کے بالمقابل مسجد خام ۲ کے جدید مسجد ۳ نہ بنواؤ۔ اور پہلی مسجد ۱ کو نہ اجاڑو۔ چنانچہ اصل بانی نے اپنی رائے کو دخل دیکر مسجد ۲ سے ۲۷ قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق جدید مسجد نچہ ۲ بنوانا شروع کیا۔ اور یہ مسجد ۳ ابھی تک نامکمل ہے۔ اس مسجد کی آراضی مشارکت ہے چند شریک اس مسجد ۲ جدید کیواسطے اپنی زمین دینے پر راضی نہیں ہیں، چند بانیان جدید مسجد ۳ نے مسجد ۲ کا صحن کاٹ کر اندر جانے کا راستہ بنایا ہے۔ بدیں وجہ ایک فقیر تکیہ دار واسطے تکیہ داری اس مسجد ۲ میں آباد کریں۔ اور مسجد اجاڑ دیں۔ یہ صورت ناجائز عبد العزیز نمبر دار وغیرہ نے دیکھ کر مسجد خام ۲ کے اجاڑنے اور فقیر آباد کرنے سے روک دیا کہ مسجد میں فقیر نہ رہنے پائے وہ اصل بانی نے مسیحی شیر محمد ولد نتھو کو مسجد ۲ سے نماز پڑھنے سے منع کیا التماس خدمت علمائے دین ہے کہ ہم لوگ کس مسجد کو جائز اور کس مسجد کو ناجائز سمجھیں اور کس مسجد میں نماز ادا کریں اگر مسجد جدید ۲ از روئے شریعت مطہرہ ناجائز ہوئی تو جن لوگوں نے مالی امداد دی ہے، وہ رقم واپس کرنے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱) مسجد جس کی عمارت نامکمل رہی اگر بنانے والے نے اسے مسجد کر دیا یعنی زبان سے کہہ دیا کہ اس زمین کو میں نے مسجد کیا تو وہ مسجد ہو گئی کہ مسجد ہونیکے لئے اس میں نماز ہونا ضرور نہیں بلکہ یہ کہہ دینے سے بھی مسجد ہو جاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد کیا۔ در مختار میں ہے وینزل ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجداً عند الشافعی۔ اور اگر اس میں نماز ہوتی ہے جب تو بالاتفاق مسجد ہے۔ اور مسجد ۲ جو خام تھی اسکو اجاڑ ڈالنا اور اسکی مسجدیت کو باطل کر دینا جرم ہے کہ مسجد کی مسجدیت ہمیشہ کیلئے ہوتی ہے، اسکو باطل نہیں کیا جاسکتا، اور جو اسکو اجاڑتا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا۔ اور مسجد ۲ چونکہ زمین مشترک میں بنائی جا رہی ہے۔ اور چند شریک مسجد کیلئے زمین دینے سے انکار کرتے ہیں، لہذا یہ نہ اب مسجد ہے نہ آئندہ مسجد ہوگی جب تک تمام شرکار اسکو مسجد نہ کریں کہ مسجد کیلئے مشاع کا وقف بالاتفاق ناجائز ہے۔ رد المحتار فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ المسجد لو كان مشاءً لا يصح اجتماعاً

سوال میں یہ مشکوک معلوم ہوتا ہے کہ چندہ ۲ کیلئے ہوا یا مسجد ۲ کیلئے، اگر ۲ کیلئے چندہ کیا گیا تھا کہ اسکو
بختہ کرایا جائیگا تو اس چندہ سے جدید مسجد ۲ بنانا جائز نہیں ہے، اور جس نے صرف کیا اسکو رقم واپس
کرنی ہوگی اور اس سے مسجد ۲ کی تعمیر ہوگی۔ اور اگر مسجد ۲ کیلئے چندہ دیا ہے جب بھی دینے والوں کا مطلب
یہ ہے کہ اس سے مسجد بنائی جائے۔ لہذا زمین کے تمام شرکاء سے اجازت لیکر بنانا چاہیے تھا، کہ
بغیر اجازت شرکاء مسجد ہو نہیں سکتی، لہذا قبل اجازت شرکاء اس رقم کو صرف کر دینا ناجائز ہوگا، اور
اس صورت میں بھی تاوان دینا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کلکتہ محلہ فقیر چند مترو لین مرسلہ جناب بدرالدین احمد صاحب ۹ شعبان ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے سات متولی ہیں۔ اور وہ مسجد
اہلسنت والجماعت کی ہے۔ ان میں کا ایک مختلف العقیدہ ہے جو کہ سابق میں خلافت کمیٹی راجہ بازار کلکتہ کا صدر تھا
اور اسی زمرہ میں سورویہ جرمانہ کا گورنمنٹی مجرم بھی ہو چکا ہے۔ اور مقدمہ مولوی ابوالکلام آزاد اور مولوی
عبدالرؤف صاحب دانا پوری اور مدیہ صوفی اذان گاجی گھنٹا پیر کا ہے۔ اس نے مسجد پر اپنا اقتدار قائم کرنے
کی غرض سے امام مسجد مذکور کو جو کہ سنی حنفی ہیں۔ اور مجدد مائتہ حافظہ کے معقدوں میں سے ہیں انکو مسجد سے
نکلانے کی غرض سے ان پر طرح طرح کے ممانعت لگانا شروع کیے بلکہ متہ صبی کی وجہ سے امام مذکور کو مارا بھی
جس کا مقدمہ دیگر متولی صاحبان کی رائے سے نہٹ مار پیٹ کا عدالت میں دائر کیا گیا۔ بعد از متولی مذکور نے
مصلیان مسجد کو امام سے برگشتہ کرنا شروع کیا۔ جب دیگر متولیان مسجد اسکو محسوس کیا تو حضرات علمائے کرام
کی ایک میٹنگ بھلائی جس میں امام پر اس بات کا سوال پیش کیا گیا۔ متولی مذکور خلافتی کے ایک جگہ دوست
مولوی خلافتی نے تقریر کی دوران تقریر میں امام مسجد پر اس بات لگانے کا ثبوت طلب کیا گیا۔ مگر چونکہ الزامات
جھوٹے تھے لہذا وہ متولی مذکور مدعی کے سامنے اس بات کو قبول کے متلاف سے بالکل جھوٹے ثابت ہوئے۔
اس وقت مجلس علمائے کرام میں سے جناب مولانا مولوی مہدی مشنق احمد صاحب محدث کا بیوری نے

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان ولادت ۱۲۶۲ھ وفات ۱۳۴۲ھ ۱۰ شعبان

متولی مذکور مدعی پر جرم عائد کیا کہ جو الزامات امام مسجد پر تم نے لگائے تھے۔ وہ بالکل بھوٹے ثابت ہوئے۔ اگر یہ دارالاسلام ہوتا اور میں قاضی ہوتا تو تم کو اسی درہ کی سزا دیتا خیر اب تم امام سے دست بستہ معافی مانگو اور تمام مجمع سے بھی معافی مانگو۔ چنانچہ متولی مذکور نے مجمع کثیر کے سامنے امام مسجد سے اور مجھ سے معافی مانگی۔ بعد اسکے حضرت مولانا موصوف نے متولی مذکور مدعی کو اور امام مسجد مدعی علیہ کو گلے ملوا دیا۔ پھر متولی کو حکم دیا کہ کل صبح سے تم امام مسجد کے واسطے سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ ثابت ہونا۔ ان سے دل سے ملنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور امام مسجد کو حکم دیا کہ اب تم مقدمہ عدالت سے اٹھاؤ مگر متولی مذکور نے خلاف معاہدہ کیا کہ دوسرے روز کی صبح ہی سے مصلیان مسجد کو امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا اور متولی مذکور کی پارٹی کے کچھ لوگ رک بھی گئے اور خود اس نے بھی پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ تب امام مسجد کو دیگر متولیان مسجد و معزز حضرات اہل محلہ نے مجبور کیا اور کہا خلاف وعدہ کا ظہور متولی مذکور کی طرف سے ہوا۔ لہذا مقدمہ عدالت سے مت اٹھاؤ اور امام مسجد نے بھی محسوس کیا کہ نمازیوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی جا رہی ہے اور خود متولی مذکور شریک جماعت نہیں ہوتا اپنی نماز علیحدہ پڑھتا ہے۔ لہذا مقدمہ ابھی عدالت سے نہیں اٹھایا گیا۔

بعدہ متولی خلافتی نے مولوی خلافتی کو براہِ نیگتہ کیا اور امام مسجد پر کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا اور اس ترکیب سے مسجد سے لٹکانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد پھر ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں تین حضرات علماء مدعو کئے گئے اور یہ کفر و ارتداد کا مقدمہ ان کے سپرد کیا گیا ان علماء میں سے ایک عالم صاحب حکم بنائے گئے۔

متولی مذکور نے کہا کہ ہم نے امام کو مٹنگ میں کہتے سنا کہ ہم قرآن و حدیث کے فیصلے کو نہیں مانتے۔ جناب متولی مذکور پر قسم پیش کی گئی کہ قرآن کے کس قسم کھاؤ تب متولی مذکور نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے امام کو کہتے نہیں سنا۔ بلکہ اس جانب سے ایسی آواز آئی۔ یہ سنتے ہی مولوی خلافتی صاحب اپنے دوست کی خاطر سے خود مدعی بن گئے۔ اور مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور آنکھوں سے دیکھا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے اور طرفہ برآں مولوی صاحب نے اپنے بیان کی صداقت کے لئے مٹف بھی اٹھایا حالانکہ اس میٹنگ میں علماء و فضلاء و حضرات معززین موجود تھے۔ وہ اس کا عکس بیان کرتے ہیں کہ امام نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں کیا اور خود امام صاحب بھی انکاری ہیں بلکہ قسم کھانے کو طیار تھے۔ اور

اور کہیں کہ میں نے ہرگز ہرگز ایسا کوئی لفظ نہیں کہا۔ بلکہ میرے منہ سے تو ایسا لفظ نکل بھی نہیں سکتا بلکہ میری عقیدت تو یہ ہے کہ مسلمان ہونے کی حالت میں ایک شرابی یا جواری یا عیاش یا قزاق وغیرہ وغیرہ بھی تو ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکال سکتے۔ چہ جائیکہ خاکسار مگر مولوی صاحب بفسد تھے کہ کسی نے سنایا نہ سنا ہم نے تو سنایا دتیسوں پارے قرآن کے میں اٹھا لوں۔ بعد اسکے متولی مذکور دو گواہ اور تیار کر کے لایا جن میں کا ایک گواہ وہابی اور قدیمی دشمن امام مسجد کا تھا اور ہے۔ اور دوسرا گواہ گلابی وہابی و متولی مذکور کی دوستی کی وجہ سے امام مسجد کا دشمن ہوا۔ ان دونوں نے بھی یکے بعد دیگرے وہی مولوی صاحب کے جیسے کلمات امام کے متعلق کہتے ہوئے حلف اٹھائے۔ حضرت مولانا موصوف نے امام کو ان تینوں شخصوں کے حلف اٹھانے پر برطرف از امامت کر دیا اور کسی قسم کی جرح نہ مولوی صاحب سے کی نہ ان دونوں گواہوں سے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا شریعت میں دو گواہوں اور ایک مدعی کی گواہی مطلقاً خواہ وہ دیانت وغیرہ نہ رکھتے ہوں اور خواہ وہ مدعی علیہ کے عدد اور دشمن ہوں ہر حال میں معتبر ہے یا نہیں۔ اور اگر بالفرض مدعی اور گواہوں کا قول کسی وجہ سے معتبر بھی ہو جائے تو آیا ہر حالت میں ایسی صورت سے اس مسجد میں یا دنیا کی کسی مسجد میں امام مذکور امامت کر سکتا ہے یا ان گواہوں اور مدعی کے حلف اٹھانے کی وجہ سے وہ ایسا ناقابل ہو گیا ہے کہ اب کسی مسجد میں وہ امامت بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی صورت سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ جو مولوی خلافتی امام مسجد حنفی سنی المذہب کو جھوٹا حلف اٹھا کر مسجد مذکور سے نکلوا چکے ہیں۔ ان کو اہلسنت و جماعت اسی محفل میں برائے بیان بلا کر ان سے بیان کرادیں یا نہیں؟ جن متولیان مسجد مذکور نے امام مسجد کو نکلوانے کی غرض سے جھوٹے حلف اٹھانے کے واسطے گواہ تیار کئے ان کا شمار کس طبقہ کے مسلمانوں میں کیا جاوے؟ اور وہ مسجد مذکور کے متولی رہنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں؟

بیٹو! لکھنا واجب السنۃ تو جبراً

الجواب :- سوال سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کمیٹی ہوئی تھی جس میں مدعی کی کذب بیانی ظاہر ہوئی تھی اسی کمیٹی میں امام مسجد سے کلمات کفر صادر ہونے کا متولی نے دوسری کمیٹی میں دعوٰی پیش کیا اگر واقعہ یہ ہے جب تو بالکل الزام کی غلطی ظاہر ہے اس متولی یا اس کے طرفداروں کو اسی وقت

کہنا چاہئے کہ چونکہ انھوں نے ایسے کلمات اپنی زبان سے نکالے ہیں لہذا ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے برخلاف اسکے خود متولی امام مسجد سے معافی مانگنا ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کا وعدہ کرتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ متولی کا چونکہ جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور امام کو مسجد سے نکال نہ سکا اس وجہ سے یہ دوسری ترکیب اسکے علیحدہ کرنے کی نکالی اور پہلے ہی گواہ تیار کر لئے جن کو پیش کر کے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا اور اگر پہلی مجلس میں ان کلمات کا صادر ہونا نہیں بیان کیا جاتا ہے بلکہ اسکے بعد کسی دوسرے موقع پر ان کا یوں ناظر کیا جاتا ہو جب بھی معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے خصوصاً کسی شخص پر کفر کا الزام لگانا کیونکہ معمولی بات نہیں کہ بغیر تحقیق کئے امام مسجد کو کافر قرار دے کر امامت سے معزول کر دیا جائے نہ مدعی کی حیثیت دکھی جائے نہ گواہوں کو جانچا جائے۔ واقعات مندرجہ سوال سے مدعی کا جھوٹا ہونا اور امام کو مسجد سے بلا وجہ شرعی نکالنے کا ارادہ کرنا بخوبی ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عداوت کی اصل وجہ امام کا سنی صحیح العقیدہ ہونا اور متولی کا اس بات کو ناپسند کرنا ہے فیصلہ کنندہ ان باتوں سے چشم پوشی کر کے گواہوں کی عداوت و دشمنی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے فیصلہ صادر کر دینا بالکل درست نہیں۔ گواہوں اور مدعا علیہ کے مابین جب عداوت ہے تو اوہی گواہی قابل قبول نہیں۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: لا تجوز شہادۃ خائن ولا خائنة ولا مجلود ولا ذی غمر علیٰ خبیثہ۔ اور گواہ بھی وہابی جن کے تعصب کی کوئی حد نہیں جن کی ہمیشہ ہی کوشش رستی ہے کہ سنیوں کو ایذا پہنچے یا انکو کسی طرح کافر و مشرک بنائیں عوام تو عوام انکے علماء کے کذب و افتراء و بہتان کا یہ حال ہے کہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کتابوں کی عبارتیں گڑھ لیتے اور انہیں قطع دبرید کر دیتے ہیں۔ ایسے متعصب اور مفتریوں کی شہادت البسنت کے خلاف کیوں کر قبول ہوگی۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں: و علیٰ ہذا کل متعصب لا تقبل شہادۃ پھر یہ سب کچھ برسبیل تنزل ہے ورنہ وہابیہ کہ تنقیص الوصیت و توہین شان رسالت کرتا ہے یا ایسوں کو انکے اقوال پر مطلع ہو کر اپنا پیشوا جانتے ہیں جو کفار و مرتدین ہیں اور مرتد کی شہادت مسلمان کے

لے گواہی جائز نہیں ہے خیانت کرنے والے کی اور نہ خیانت کرنے والی کی اور نہ بطور حد کوڑے مارے ہوئے شخص کی اور نہ ہی اپنے بھائی کے غلام کینہ اور دشمنی والے کی۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۸ باب شہادات۔ مصباحی

مقابل نامعتبر قال اللہ تعالیٰ لیجعل اللہ لکفرہ علی المؤمنین سبیلاً و رفعتار میں ہے ولا تقبل شہادۃ مرتد جب امام مذکور ان کلمات سے تبری کرتا ہے اور ان کلمات کفر کہتا ہے اور سلم سے ان کے مدد کو مستبعد بناتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے قول کو نہ مانا جائے البتہ اگر مینہ عادل سے ثابت ہوتا تو یہ کہتا اس پر لازم کئے جاتے مگر اسی وقت تک حکام اس پر ہوتا جب تک توبہ نہ کرتا۔ توبہ کے بعد بصورت ثبوت بھی مسلماً ہو جاتا اور اس پر اسلام کے احکام جاری ہوتے، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی اور صورت مستفسرہ میں تو شہادت بھی قابل قبول نہیں پھر اس کو امامت سے علیحدہ کرنا کیا معنی ؟ اور اس کے پیچھے نماز باطل ہونا بھی درست نہیں، بھوٹا حلف اٹھانا گناہ کبیرہ ہے حدیث میں ہے -

الکبار اکشراک باللہ وعقوق الوالدین قتل النفس الذیہ الغیوس ایسا شخص فاسق ہے اس کو منبر پر بٹھانا اس کے بیانا کرنا چاہئے۔ ایسا متعلیٰ جو مام حق امام علی لہذہب کو ایذا پہنچاتا ہے اور اپنے تعصب ہی کی وجہ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اس کو تولیت معزول کرنا چاہئے اگر قابو پایا تو امام مذکور کو علیحدہ کر کے کسی بد مذہب کو امام بنادے گا جس سے مسلمانوں کی نمازیں خراب ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از لاہور کسالی دروازہ مرسلہ جناب مولوی محمد غلام جان صاحب قادری رضوی ۱۲ جمادی الثانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد جو کہ بالکل برسر بازار واقع ہے اول زمانہ سے اب تک کچھ حصہ اس صحن کا جو بازار کی طرف ہے صحن میں داخل نہیں تھا اور وہاں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی، محض کچی سفید زمین تھی اور مسجد کے قبضے میں تھی نہ اس کا وقف معلوم اور نہ یہ معلوم کہ وہ ٹکڑہ زمین کا مسجد کے کسی کام سے وقف کیا گیا تھا۔ اب چند سال ہوئے کہ وہ حصہ جو کہ مسجد کے صحن سے خارج تھا صحن میں داخل کر دیا گیا۔ اور اہل محلہ ایسے غریب ہیں جو مسجد کے اخراجات کو باہم نہیں پہنچا سکتے۔ اسلئے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مسجد کے اخراجات کیلئے اس حصہ میں جو بازار کی طرف

ہے اور پہلے صحن میں داخل نہیں تھا دوکانیں بنالیں تو جائز ہے ؟ بینوا تو جردا

الجواب :- جب وہ حصہ صحن مسجد کے قبضہ میں تھا وہ ملک مسجد ہی قرار پائے گا۔ اگرچہ معلوم نہ ہو کہ

کس نے وقف کیا تھا کہ قبضہ دلیل ملک ہے اور جب معلوم نہ ہو کہ وہ کس غرض سے ہے تو اہل محلہ کی رائے

سے مسجد کے مناسب مصرف میں لایا جائے اور اب چونکہ لوگوں نے اسے داخل مسجد کر دیا تو یہ مصرف یعنی

بوقت ضرورت توسیع مسجد سب پر مقدم ہے اور اب یہ مسجد کا جز ہو گیا اسکے نیچے دکانیں نہیں بنائی جائیں

کہ دوکانیں بنانے میں شرط یہ ہے کہ قبل تمام مسجدیت بنائیں تو جائز ہے ورنہ نہیں کافی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مراد آباد بدھ بازار چوکی پولیس جنکشن مرسلہ جناب سید حمید حسن قادری و عبد القدیر صاحب ہیڈ کلرک از رجب ۱۴۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ وہ روپیہ جو مساجد کے ضروریات کیلئے مسلمان دیتے ہیں یا جائداد وقف کرتے ہیں آیا اس روپیہ سے مسجد میں بجلی کی لائٹ لینا شرعاً درست ہے یا نہیں نیز یہ کہ موسم گرما میں جبکہ گرمی شدت کی پڑتی ہے سخت گرمی کی شدت بسا اوقات نمازیوں کی پریشانی طبع کا باعث بنکر انکے خشوع اور خضوع کو دور کر دیا کرتی ہے، خصوصاً ان نمازوں میں جس میں جماعت کثیرہ اور نماز مسجد کے اندر ہوتی ہے گرمی زیادہ پریشانی کا باعث بنتی ہے آیا اس صورت میں مسجد میں اس تکلیف کے دور کرنے کیلئے مسجد کے روپیہ سے بجلی کا پنکھا لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مسجد کے علاوہ اگر کوئی شخص بجلی کی لائٹ اپنے مکان میں اپنے روپیہ سے لے لے تو آیا یہ عقد شرعاً جائز ہوگا یا نہیں اور اگر جائز ہے تو یہ عقد عقد اجارہ خیال کیا جائیگا یا عقد بیع؟

الجواب :- اگر دینے والے نے یہ تصریح کر دی ہو کہ اس رقم سے یا اس جائداد کی آمدنی سے بجلی کی روشنی کرائی جائے تو اس رقم کو بجلی کی روشنی میں صرف کرنا جائز ہے، اور اگر ضروریات مسجد کے لئے رقم دینا ہے یا جائداد وقف کی ہے تو بجلی کی روشنی اس سے نہیں ہو سکتی کہ یہ ضروریات مسجد میں داخل نہیں۔ اور اگر مصالح مسجد کے لئے وقف کیا ہے تو چونکہ مصالح مسجد میں روشنی بھی داخل ہے اس سے روشنی ہو سکتی ہے مگر روشنی سے مراد وہ روشنی ہے جو مسجدوں کیلئے عرف میں جاری ہے مثلاً چراغ یا قندیل وغیرہ اس رقم سے ایسی روشنی نہیں کیجا سکتی جس سے مقصود تزیین ہے، یہاں تک کہ ایک چراغ

سہ لیکن اس زمانہ میں بجلی مصالح مسجد میں داخل ہے، اب عرف یہی ہے کہ اس سے روشنی مقصود ہوتی ہے محض تزیین مقصود نہیں ہوتا۔ اسلئے آج کے زمانے میں اگر کسی نے مصالح مسجد کیلئے رقم دی یا زمین وقف کی تو اس کی آمدنی کو بجلی کی روشنی میں صرف کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک یا دو بلب سے مسجد کا کام چل جاتا ہو تو اسے زائد بلب نہیں لگائے جاسکتے کہ اب زائد لگانا تزیین کیلئے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

سے اگر اس مسجد کا کام چلتا ہے تو متعدد چراغ نہیں جلائے جاسکتے در مختار میں ہے ویدخل فی وقف المصالح وقاد وغراش وموذن وناظر وشن زیت وقنادیل وحصر وماء وضوء فتاویٰ علمگیری ہے سئل ابوبکر عن اوصی بثلث ماله لاعمال البرہل یعونہ ان یسرج فی المسجد قال یعونہ قال ولا یعونہ ان یزاد علی سوا ج المسجد سواء کان فی شہر رمضان وغیرہ قال ولا یزین بہ المسجد کذا فی المحیط۔ پنکھا مصالح مسجد میں داخل نہیں وقف مسجد کی آمدنی اسمیں صرف نہیں کیجا سکتی اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اسمیں صرف کرے یا اسکے لئے جائداد وقف کرے تو ہو سکتا ہے اپنے طور پر خود اپنے مکان میں بجلی کی روشنی لینا جائز ہے اسمیں حرج نہیں اور عقد عقد بیع ہے اور ذریعہ تعاطی میں اسکا شمار ہوگا کہ جسقدر بجلی خرچ کرے گا اسکی قیمت جو کچھ مقرر ہے دیگا جس طرح مل کا پانی، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بنارس محلہ قطبن شہید مرسلہ قاسم علی خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قطعہ زمین افتادہ مسجد واقعہ محلہ قطبن شہید شہر بنارس جسکا طول بجانب شرقاً و غرباً بر سر راہ سرکاری ۲۶ فٹ ۸ انچ و عرض بجانب شمالاً و جنوباً ۱۲ فٹ ۶ انچ جو کہ منظر نقشہ منظور کردہ میونسپلٹی بلکہ استفادہ ہذا ہے اور بعد زمین افتادہ مسجد بگوشہ مشرق و جنوب گلی میونسپلٹی ۸ فٹ ۲ انچ و بگوشہ مشرق و شمال گلی میونسپلٹی ۱۲ فٹ نقشہ مذکور الصدر میں واضح ہے اور بعد زمین مسجد و گلی میونسپلٹی مکان یکے مسلمان موجود ہے جس نے کہ گلی میونسپلٹی بگوشہ مغرب و شمال کی تجاوز کر کے اپنے مکان میں شامل کر لیا ہے۔ اگر اجازت میونسپلٹی کے مطابق مسجد تعمیر کرائی جاتی ہے تو گلی میونسپلٹی بند ہو جاتی ہے۔ جبکی وجہ سے میونسپلٹی کی جواب دہی مسلمان اہل محلہ پر ضروری ہوگی اور نقشہ بند و بست و خسرو میں بھی ۲۲ فٹ زمین مسجد اور ۱۲ فٹ گلی بگوشہ مشرق و شمال موجود ہے جس کے مطابق اگر کاروائی عمل میں لائی جائیگی تو

نہ اگر عمرو کے اندر امامت کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ تو۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ مذکورہ بالا عقد کی بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

مکان دار مذکور کو سخت تکلیف پہونچگی اور باعث باہمی نزاع ہوگا اور چند مسلمان خواندہ اور ناخواندگی رائے ہے کہ چار فٹ گلی مسجد کی زمین سے چھوڑ دی جائے بقیہ مسلمان کی رائے ہے کہ مسجد کی زمین بالکل نہ چھوڑی جاوے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد کی زمین بجانب شرق ایک یا دو یا چار فٹ برائے عام آمد و رفت کے گلی چھوڑ دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو مسلمان کہ زمین مسجد کی چھوڑنے کیلئے آمادہ ہیں اور زمین مسجد کی چھوڑنے والے کیلئے کوشش کرتے ہیں؟ انکے متعلق شرع کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب :- کسی زمین پر مسجد بن جانے کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے مسجد ہو جاتی ہے مسجد کی عمارت باقی رہے یا منہدم ہو جائے ہر حال میں وہ مسجد ہی ہے اور اس کی حرمت بدستور باقی ہے۔ مسجد کے کسی جز کو راستہ میں شامل کر لینا کہ اس پر مومن کافر جنب حائض سب کی گزرگاہ کر دینا مسجد کی سخت توہین ہے اور یہ حرام، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ ان ارادوان يجعلوا شیاً من المسجد طريقاً للمسلمین فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح کذا فی المحيط۔ جو لوگ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ مسجد کا ایک جز راستہ میں شامل کر کے اسکی مسجدیت کا ابطال کریں وہ ظالم ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خواہما۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس سے روکے کہ اس میں خدا کی یاد کی جائے اور اس کو خراب کرنے کی کوشش کرے۔ تمام مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بروجہ اتم بنجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرحلہ مولوی محمد غلام جان صاحب خطیب ازلاہور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسنی زید کا باپ ایک پرانی مسجد کا پیش امام رہا اب تقریباً پچیس سال ہو گئے کہ وہ فوت ہو گیا اور بعد کو جو صاحب آیا ۶ مہینہ سال بھر نماز پڑھائی چلا گیا۔ اب چونکہ اس مسجد کے ساتھ ۴/۲ دکانیں تعمیر ہو گئی ہیں لہذا نیک اس طبع اور لالچ کے مارے کہتا ہے کہ چونکہ میرا باپ مدت تک مسجد ہذا میں نمازیں پڑھاتا رہا ہے، لہذا متولی و مالک مسجد میں ہوں۔ مسجد کی آمدنی مجھے ملنا چاہیے حالانکہ نہ زید نے اور نہ زید کے باپ دادا نے یہ مسجد بنائی اور نہ قاضی و اصل محلہ نے اس کو متولی مسجد ٹھہرایا اور یہ زید لا علم، ریش تراش، فاسق

فاجر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید مذکور مسجد ہذا کا متولی و مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی آمدنی کا وہ مستحق ہے یا نہیں؟ مینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب

الجواب :- زید کا یہ کہنا کہ میں مالک مسجد ہوں بالکل غلط ہے۔ مساجد خالص ملک الہی ہیں کسی دوسرے کی ملک نہیں ارشاد ہوا اِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰہ جس نے مسجد بنائی وہ بھی اسکا مالک نہیں ہوتا نہ کہ دوسرا بلکہ بنانے والا جب تک اسے اپنی ملک سے خارج نہ کر دے مسجد نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے ویزول ملکہ عن المسجد والمصلیٰ بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدًا۔ اگر زید کا متولی بننے میں یہ پیش کرنا کہ انکا باپ امام تھا یہ بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کے باپ کا امامت کرنا اسکے متولی ہونے کا سبب نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ فاسق و فاجر ہے کہ ایسے کو متولی بنانا درست نہیں۔ متولی ایسے شخص کو کیا جائے جو امانت دار ہو۔ اور وقف کا کام بخوبی انجام دے سکتا ہو۔ ردالمحتار میں ہے ولا یولی الا امین قادر بنفسہ وبنائہ اور سوال کی عبارت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس طلب تولیت سے زید کا مقصود مسجد کی آمدنی کو اپنے صرف میں لانا ہے لہذا اسکو ہرگز متولی نہ کیا جائے کہ اس سے دیانت داری سے کام کر نیکی ہرگز توقع نہیں خصوصاً جبکہ وہ فسق و فجور میں بھی مبتلا ہے۔ فقہائے کرام کا تو یہ ارشاد ہے کہ جو تولیت کا خواہشمند ہو اسے متولی نہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے قالوا من طلب التولية على الوقف لا يعطى له۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب حاجی عبدالغفور صاحب محلہ بازار سداننداجن اشاعت الحق شہر بنارس، ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ علی ایک مسجد قدیم تعمیر جدید کرتے وقت مسجد اونچی کی گئی اور قدیم فرش مسجد کے آگے کا جس پر نماز پڑھی جاتی تھی نیچا کر کے دوکان جدید قائم کی گئی اور اس پر فرش مسجد بنایا گیا اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ دوکان جدید کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ مسجد یا فرش مسجد ٹھوس ہوا اسکو کھود کر نیچے دوکان قائم کرنا اور دوکان کی چھت پر فرش قائم کرنا کیسا ہے؟ مینوا توجروا

الجواب (۱) :- جب مسجد تعمیر ہو گئی تو تحت الشری سے عرش تک ادنیٰ فضا مسجد ہو گئی اور

مسجدیت باطل نہیں کیجا سکتی پھر اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کرانے میں حدود مسجد کے اندر نیچے اوپر دوکان نہیں بنائی جاسکتی کہ وہ دوکان کی زمین بھی مسجد ہو چکی ہے اور اسکو مسجد سے خارج نہیں کیا جاسکتا نہ اسکو کرایہ پر دے سکتے ہیں نہ اس میں ایسا کام کر سکتے ہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہو فتاویٰ عالمگیری میں ہے قیم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد او في فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسكنات سقط حرمة وهذا لا يجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- یہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید زین الدین صاحب علوی خطیب مسجد الف خان احمد آباد لال دروازہ روڈ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جو چھوٹی تھی اب بڑی بنائی گئی اسکے نیچے دوکانیں بھی بنوائی گئی ہیں دوکانوں کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے تو اسکے متعلق آپ کی کتاب بہار شریعت حصہ دہم مسجد کے بیان میں لکھا ہے کہ، قبل مسجدیت مسجد کے نیچے دوکانیں بنانا مباح ہے، اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ اباحت مذکور الذیل صورت میں رہتی ہے یا نہیں۔ صورت مسجد یہ ہے کہ مسجد وسط بازار میں اچھی خاصی اونچائی پر ہے اسکے جماعت خانہ کے نیچے اطراف میں جنوبی شمالی اور مشرقی جانبوں میں مسجد کی دوکانیں تھیں اور ہیں اور مغربی طرف مسجد کی ملکیت کا مکان جو کرایہ سے دیا گیا تھا وہ اب چونکہ مصلیوں کی کثرت آمد سے مسجد چھوٹی ہونے سے اور تنگی کی وجہ سے مسجد کو شہید کر کے بڑی بنائی گئی ہے اور ہزاروں روپے خرچ کئے ہیں اور مسجد کی ملکیت کا مغربی مکان بھی مسجد میں لیکر اس پر جماعت بڑا وسیع بنایا گیا ہے اور پورے جماعت خانہ کے نیچے موٹر کی دوکانیں یا در قسم کی مگر کرایہ پر ہی دینے کی غرض سے دوکانیں بنائی ہیں مسجدیت کا کچھ حصہ صرف ایک دوکان میں لیا گیا ہے باقی زمین مسجدیت میں داخل نہ تھی نہ اب ہے اور دوکانوں کی آمدنی کا مصرف بھی مسجد ہے اگر یہ صورت خلاف شرع ہے تو مسجد کی ساری عمارت شہید کرنی ہوگی اور ختم ختم ہوگا؟

الجواب :- اس جدید تعمیر میں مسجد کے نیچے اون مواقع میں دوکانیں بنائی جاسکتی ہیں جہاں پہلے سے دوکانیں تھیں اور جانب مغرب میں جو مکان مسجد کا تھا اور اب اسے مسجد میں شامل کیا گیا

اوسکے نیچے بھی دوکانیں بنائیں گئیں اس میں بھی حرج نہیں کہ یہ مکان پہلے سے مسجد نہ تھا بلکہ مصالح مسجد کے لئے وقف تھا ضرورت کے وقت اسے مسجد میں شامل کرنا اور اسکے نیچے مسجد کے مصالح کیلئے دوکانیں بنالینا جائز ہے جب کہ تعمیر ہی یوں کی ہو کہ نیچے مصالح مسجد کے لئے دوکانیں ہونگی اور اوپر مسجد ہوگی کہ یہ دوکان بنانا اس زمین کو مسجد کرنے سے قبل ہوا اور مسجد کا وہ حصہ جس کے نیچے پہلے دوکان نہ تھی مگر اب دوکان میں شامل ہو گیا یہ ناجائز و حرام ہے کہ بعد تمام مسجدیت اسکے نیچے دوکان نہیں بنائی جاسکتی علامہ شہاب الدین احمد شبلی حاشیہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں امام فقیہ ابواللیث کا کلام نقل فرماتے ہیں فان قبل لوجعل تحتہ حانوتا وجعلہ وقفاً علی المسجد قیل لا یتحب ذالک ولکنہ لوجعل فی الابداء ہکذا صار مسجد وما تحتہ صار وقفاً علیہ ویعوز المسجد والوقف الذی تحتہ ولوانہ بنی المسجد اولاً ثم اراد ان یجعل تحتہ حانوتا للمسجد فهو مردود باطل وینبغی ان یرد الی حالہ ترجمہ اگر مسجد کے نیچے دوکان بنا کر مسجد پر وقف کر دی گئی ایسا کرنا مستحب نہیں ہے مگر ابتداء ہی میں اگر ایسا کیا ہو تو اوپر مسجد ہوگی اور نیچے کی دوکان مسجد پر وقف ہوگی اور یہ مسجد بھی جائز ہے اور نیچے جو وقف ہے وہ بھی جائز اور اگر پہلے مسجد بنالی پھر اسکے نیچے مسجد کیلئے دوکان بنانا چاہتا ہے ایسا کرنا رد و باطل ہے اور اسکو پہلی حالت پر واپس کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- مرسلہ عبدالغفور صاحب بنارس بازار سداننداجن اشاعت الحق یکم جمادی الثانی مسجد کے متعلق جو سوال حضور سے کیا گیا تھا وہی سوال یہاں کے مقامی علماء سے بھی کیا گیا تھا جن میں سے مولینا محمد ابراہیم صاحب کے پاس تو حضرت کا جواب بھی پیش کر دیا گیا مولوی صاحب موصوف نے اسکا جواب جدا تحریر کیا اور فرمایا کہ میری تحریر حضرت کی خدمت میں روانہ کر دو تاکہ مسئلہ کی تحقیق ہو جائے اگر میری غلطی ہو تو مزید تحقیقات سے آگاہ کیا جائے۔ اس لئے عریضہ اور استفتاء ارسال خدمت ہے۔ امید کہ حضور توجہ فرما کر جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ اگر یہ مسئلہ صاف ہو جائے تو اسکی اشاعت کرنا ہے امید کہ غایت توجہ فرمائیں گے۔ اور امور لائقہ سے بھی یاد فرمائیں گے۔ زیادہ فیاض حضور

کی خدمت میں اراکین مدرسہ اور جناب قاری محمد شفیع صاحب دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں یا اور ایک سوال مولوی عبدالرشید صاحب کا یہ ہے کہ جس جگہ نماز پڑھی گئی وہ جگہ تو تحت الشریٰ سے لیکر عرش تک مسجد ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ جو جگہ پہلے مسجد نہ تھی اس جگہ پر ایک چھت قائم کی گئی اور اس چھت پر مسجد قائم کی گئی تو اب اس چھت سے عرش تک مسجد ہوئی یا تحت الشریٰ سے اور اسکے نیچے کی دوکان وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

نقل فتویٰ مولوی ابراہیم رضا

ابتداءً یعنی مسجد بننے سے قبل اگر نیچے یا اوپر کوئی تعمیر کی جائے تو دو شرطوں سے جائز ہے (۱) مسجد کی کسی بھلائی اور مصلحت کیلئے کیجائے جیسے آمدنی وغیرہ کا خیال (۲) یہ عمارت مثل مسجد کے وقف ہو کہ رہن و بیع و دیگر تصرفات کے قابل نہ ہو درالمنفقہ میں ہے صرح فی الاسعاف بانہ اذا كان السرداب او العلو لمصالح المسجد اذا كان وقفاً علیہ صار مسجداً اور مسجد بنانے کے بعد اسکے نیچے یا اوپر کچھ بنانا جائز نہیں درمختار میں ہے اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع کیونکہ مسجد تیار ہو جانے پر تحت الشریٰ تک ملا اور عرش تک خلا یہ ساری فضا محترم باقرا م مسجد ہو جاتی ہے کما فی الدر والرد۔ فقہار کا قول قدیم تو یہی ہے مگر قول جدید میں صاحبین کے نزدیک بضرورت کسی مصلحت کے واسطے جائز ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے عن ابی یوسف انہ جوز ذالک فی الوجهین لما دخل بغداد ورأی ضیق الاماکن وکذا عن محمد لما دخل الری وھذا تعلیل صحیح لانہ تعلیل بالضرورة وھکذا فی العینی کما فی حواشی الكنز۔ پس صورت مسئلہ میں اگر آمدنی کی سبیل دشوار ہو اور اسی خیال سے دکان بنائی گئی ہو تو مضائقہ نہیں معلوم ہوتا اگر مسجد کے ضروری اخراجات کیلئے آمدنی ہو جاتی ہے تو بہتر یہی ہے کہ دکانات کی تعمیر نہ کیجائے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب :- آپ کے سوال کا وہی جواب ہے جو مینے پہلے روانہ کر دیا ہے دوسرے فتویٰ میں جن روایات پر جواب کی بنا ہے وہ مخفی نہیں، بکثرت ایسے مسائل ہیں جن میں روایات مختلفہ پائی جاتی ہیں مگر حکم ان روایات کے موافق دیا جاتا ہے جو باقوت ہوتی ہیں ورنہ یہیں

نہیں بلکہ بیشتر مسائل میں اس طور پر اختلاف کیا جاسکتا ہے بیشک وہ روایات ہدایہ میں ہیں مگر ضعیف ہیں۔ لہذا مدار کا ظاہر الروایۃ پر ہے بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے حاصلہ ان شرط کو نہ مسجد ان یكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى وان المسجد بخلاف ما اذا كان السرداب والعلو موقوفاً لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية وهناك روايات ضعيفة مذکورة في الهداية اس مذکورہ عبارت میں ہدایہ کی اون روایات کی نسبت ضعیف ہونے کی تصریح موجود ہوتے ہوئے اس روایت کو کیونکر معمول بہا قرار دیا جائے پھر یہ کہ جو سوال آپ نے بھیجا تھا اس کی صورت یہ ہے کہ مسجد قدیم کی تعمیر جدید میں اس کے نیچے دوکانیں بنائی گئیں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے جو یہ روایتیں منقول ہیں انکی صورت یہ ہے کہ اوپر مسجد بنائی گئی اور نیچے رہنے کا مکان جو مصالح مسجد کیلئے نہیں ہے یا نیچے مسجد بنائی گئی اوپر مکان یہ دونوں صورتیں جائز ہیں ہدایہ کی عبارت یہ ہے اذا جعل السفلى مسجداً وعلی ظہرہ مسکن الخ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہ کلام ابتداء مسجدیت میں ہے لہذا صورت مسئلہ عنہا سے اسکو تعلق نہیں، سوم یہ کہ اس روایت پر فتویٰ دینے کا محصل یہ ہے کہ مسجد کے نیچے، اوپر بعد تمام مسجدیت اپنی رہائش و آسائش کیلئے مکان بنانا جائز ہے اگرچہ وہ مکان مصالح مسجد کیلئے نہ ہو کیونکہ ان روایات کی یہی صورت تھی، وہ مکان مصالح مسجد کیلئے نہ ہو اور بعد تمام مسجدیت اگرچہ اس روایات میں نہیں ہے مگر صورت مسئلہ عنہا یہی تھی اور اس روایت کو وہاں چسپاں کرنے میں یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعد تمام مسجدیت اسکے نیچے اور اوپر ایسا مکان بنانا جو مصالح مسجد کیلئے نہ ہو جائز ہے۔ اب اس فتویٰ کا حاصل یہ ہوگا کہ مسجد توڑ کر اسکے نیچے رہنے کا مکان بنالیا جائے، اوپر اپنا ذاتی مکان بنالیں اس میں کوئی قباحت نہیں ایسا حکم دینا مسجد کو خطرہ میں ڈالتا ہے مولوی عبدالرشید صاحب کے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسجد بناتے وقت اس کے نیچے مصالح مسجد کیلئے دوکانیں بنالینا جائز ہے اور آٹا ٹکڑہ اس حکم احترام سے مشتکی ہے جو مسجد کیلئے ہے۔ دائرۃ تعالیم

مسئلہ :- آمدہ از محلہ مفتی ٹولہ اٹا وہ مرسلہ ولی محمد انصاری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان دین متین درمیان ان مسائل کے

(۱) یہ کہ کسی مسجد کے امام کے تقرر کا حق اس متولی مسجد کو ہے جو نہ اسکے قریب میں رہے اور نہ کبھی اسمیں نماز کو آوے یا ان محلہ داران و نمازیان مسجد کو حق ہے جو روزمرہ اور پنج وقتہ اس مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ایسی شکل میں اگر متولی مسجد نمازیان مسجد و محلہ داران کے مشورہ کے بغیر کسی امام کا تقرر کر دے اور اس تقرر کو جملہ نمازیان مسجد و محلہ داران نامناسب بتاتے ہوں تو متولی مسجد کا اس طرح سے امام کا تقرر شرعاً جائز ہے ؟

(۲) اس طرح سے متولی کے مقرر کئے ہوئے امام سے اکثر و بیشتر نمازیان مسجد و محلہ داران ہیں ایسی صورت میں مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگیں اور نمازیان قدیم کی اکثریت اس (جدید) امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو شرعاً کیا حکم ہے ؟

(۳) اس طرح سے مقرر شدہ امام کی وجہ سے اگر مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگیں ایک ہی وقت میں تو کونسی جماعت شرعاً قابل شرکت ہے ؟

الجواب :- متولی مسجد چونکہ مسجد کا منتظم ہے مسجد کے کام اوسکے سپرد ہیں لہذا امام کو مقرر کرنا بھی اس کا کام ہے مگر اس تقرر کے مسئلہ میں اگر متولی اور مصلیان مسجد میں اختلاف ہو تو جس امام کو متولی نے مقرر کیا اگر وہ بہتر ہے تو وہی امام ہے اور اگر بہتر وہ امام ہے جسکو مصلیان مسجد نے مقرر کیا ہے تو اسی امام کو رکھنا بہتر ہے اور اگر دونوں امام ایک ہی طرح کے ہیں تو متولی کا امام اولیٰ۔ متولی تو متولی ہے خود بانی مسجد اور مصلیان مسجد میں اختلاف ہو تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے و مختار میں ہے البانی للمسجد اولیٰ من القوم ینصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ رد المختار میں ہے قولہ اذا عین القوم اصلح ممن عینہ لان منفعة ذالک ترجع الیہم۔ لہذا اگر مصلیان مسجد کا مقرر کردہ امام بہتر ہے تو متولی کو بھی اسی کا تقرر منظور کر لینا چاہیے تاکہ یہ فتنہ و فساد اور تفریق جماعت جو ہو رہی ہے اسکا سلسلہ بند ہو جائے بیک وقت ایک مسجد میں دو جماعتوں کا قائم کرنا ممنوع ہے سب کو متفق ہو کر ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی جلال شاہ پنجابی متعلم مسجد بی بی جی مظہر اسلام ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جنگ کے دوران میں حکومت نے ایک گاؤں کو اپنی ضرورت کیلئے نکال دیا تو انھوں نے اور جگہ قیام کیا۔ اور وہاں مسجدیں بچتے بنالیں اب انھیں پھر حکم ہوا ہے پہلی جگہ واپس آنیکا۔ اب ان مسجدوں کا کیا حکم ہے کیا انھیں وہاں ویسے رہنے دیں یا اپنی پہلی جگہ لا کر مسجدوں میں استعمال کریں اگر وہاں رہنے دیں تو بے حرمتی کا خطرہ ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب :- امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے کہ جب لوگوں نے مسجدیں بنالیں تو اب وہ تا قیام قیامت مساجد ہو گئیں۔ اسکے اسباب دوسری مسجد میں نقل کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہوگا۔ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا یصلون وعلیہ الفتویٰ کذا فی الحاوی القدسی۔ در مختار میں ہے

ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجد عند الامام والثانی ابد الی قیام الساعة وعلیہ الفتویٰ۔ یہ حکم اس زمانہ کیلئے تھا جبکہ مساجد کی اشیاء کے لینے اور ان میں تصرف کرنے کو لوگ برا جانتے تھے۔ اور اب یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے کہ لوگ حلال حرام میں امتیاز نہیں رکھتے مسجد کی چیزوں میں بھی بطور تغلب تصرف کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اس زمانہ میں بہت ممکن ہے کہ جب ان مساجد کا کوئی نگران نہیں تو ان کے عمارتی سامان لوگ اپنے تصرف میں لائیں گے۔

اور مسجدوں کو منہدم کر کے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اسی طرح یہ بھی خطرہ اور اندیشہ ہے کہ کفار و مشرکین موقع پا کر اسکا سارا سامان رفتہ رفتہ اٹھالیں گے۔ پس ایسی صورت میں امام ابو یوسف سے جو دوسری روایت ہے اس پر عمل کر کے اسکا عمارتی سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگا دیا جائے۔ اور اس زمین کو چوتراہ کی شکل میں باقی رکھیں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ مسجد ہے

اور مسلمان اسکا احترام کریں۔ در مختار میں ہے۔ وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی

رد المحتار میں فرمایا۔ فی الاسعاف لو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس عنه لا یعود

الی ملک الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضہ باذن القاضی ویصرف ثمنہ الی بعض

المساجد انتهى مختصراً. پھر فرمایا۔ والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين
 في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما اُفتي به الامام ابو شجاع والامام
 العلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا
 لم ينقل ياخذ انقاضه للمصروف والمتغلبون كما هو مشاهد وكذلك اوقافه ياكلها النظار
 او غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الى النقل اليه وقد وقعت
 حادثه سئلت عنها في امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب في سفح قاسيون
 بد مشق ليلط بها صحن الجامع الاموي فافقت بعدم الجواز فتابعة للشر نبلا لي ثم
 بلغني ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار لنفسه فندمت على ما اُفتيت به ثم رأيت
 الآن في الذخيرة قال وفي فتاوى النسفي سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتلاى
 مسجدها الى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبه وينقلونه الى دورهم هل
 لواحد لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضى ويمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد
 او الى هذا المسجد قال نعم وحكى انه وقع مثله في زمن سيدنا الامام الاجل في رباط
 في بعض الطرق خرب ولا ينتفع المارة به وله اوقاف عامرة فسئل هل يجوز نقلها
 الى رباط آخر ينتفع الناس به قال نعم لان الواقف غرضه انتفاع المارة
 ويحصل ذلك بالشأن له والله تعالى اعلم

له در مختار در المختار ج ۳ ص ۲۰۷ مطلب في احكام المسجد ۱۲ مصباحی

کتاب البیوع

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فصل غلہ گندم و نخود آج بوجہ ارزاں ہونے کے خرید کر رکھنا چاہتا ہے، اس نیت سے کہ جسوقت نرخ بازار گراں ہوگا تو اسکو فروخت کروں گا لہذا اس غلہ کا بھرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو کس صورت سے جائز ہے؟

اجواب :- جائز ہے کہ تجارت نفع و فائدہ حاصل کرنیکے لئے ہوتی ہے اللہ عز و جل فرماتا ہے:

احلّ اللہ البیع وحرم الربوا، ہاں احتکار ناجائز ہے، اور اسکی صورت یہ ہے کہ اس جگہ کی آمد کا غلہ جو اپنی ملک نہ ہو خرید کر ایسا کر رکھے کہ اسکے روکنے سے خلق پر تنگی ہو جائے، اور یہ صورت غلہ بھر کر رکھنے والوں میں عموماً نہیں پائی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہلسنت ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ء تالاب وغیرہ میں مچھلی ہوتی ہے، مالک زمین مچھلی کو پانی میں رہتے ہوئے فروخت کر لیتے ہیں خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

اجواب :- جو مچھلیاں تالاب میں ہیں۔ انکا خریدنا بیچنا ناجائز۔ ہدایہ میں ہے۔ ولا یجوز بیع السمک قبل ان یسطاد لانه باع مالا یملکہ ولا فی حظیرۃ اذا کان لا یؤخذ الا بصید لانه غیر مقدور التسليم ومعناه اذا اخذه ثم القاه فیہا ولو کان یؤخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیہا بانفسہا ولم یسد علیہا المدخل لعدم الملك۔ مچھلیوں کی بیع قبل اسکے کہ انھیں شکار کیا جائے جائز نہیں کہ اس نے ایسی چیز کو بیچا جس کا مالک نہیں۔ ایسے ہی وہ مچھلیاں جو کسی گڑھے میں ہیں جن کو بغیر شکار پکڑا نہیں جاسکتا ہو کیونکہ وہ مقدور التسليم نہیں ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ مچھلیوں کو پکڑ کر کسی گڑھے میں ڈال دیا گیا ہو اور اگر اس قسم کی مچھلیاں بغیر حیلہ پکڑی جاسکتی ہوں تو بیع جائز ہے۔ ہاں اگر کسی گڑھے میں وہ مچھلیاں خود آکر جمع ہو گئیں اور راستہ بند نہ کیا تو بیع جائز نہیں کہ یہ شخص ان کا مالک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبد العزیز خاں صاحب از کلنتہ ذکر یا اسٹریٹ ۲۲۔ ۲ جمادی الاولیٰ ایک بینک ہے جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے پاس دس روپے ماہوار جمع کرے، تو دس سال کے بعد بجائے اسکے کہ جمع کردہ رقم مجموعی ۱۲۰۰ روپے ہوئے۔ ۱۶۰۰ روپے۔ یعنی چار سو مزید دیے جائیں گے۔ اور ۲۵ روپے ماہوار کے حساب سے ۲۰ سال تک جمع کرے تو بعد ۲۰ سال کے اسکی مجموعی رقم ۶۰۰۰ کے بجائے ۱۱۰۰۰ روپے یعنی پانچ ہزار روپے مزید دیئے جائیں گے۔ آں جناب سے عرض ہے کہ اس رقم میں مزید پانچکی امید پر جمع کرنا درست ہے یا نہیں وہ مزید رقم جو مدت معینہ کے بعد ملےگی رہا میں داخل ہے یا نہیں؟

اجواب :- یہ کھلا ہوا سود اور حرام ہے ہاں اگر بینک داکسب برے کافر ہوں ان میں کوئی مسلم نہ ہو اور اس مدت مذکورہ کے بعد وہ اتنے روپے زائد دیں تو یہ شخص مال مباح سمجھ کر لے سکتا ہے کہ کافر نے اپنا مال اپنی خوشی سے دیا۔ لیلے اور سود کی نیت ہرگز نہ ہو۔ رد المحتار میں کافی سے ہے۔ وان بايعهم الدرهم بالدرهمين نقدا او نسيئة فلا باس بذلك لان له ان ياخذ اموالهم برضاهم، وهو تعالى اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب محمد ثروت یا رخاں صاحب از مینی تال ۲۱ جمادی الاخرہ ۱۳۴۵ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک رقم بینک میں صرف اسکی امداد کی غرض سے جمع کی اور اسوقت یہ کہہ دیا تھا کہ سود لینا منظور نہیں ہے بینک مذکور انگریزی نہیں، عام پبلک کا ہے عام مخلوق کو زیادہ سے زیادہ شرح سود پر روپیہ دیا جاتا ہے اور ان شخصوں کو جتنا روپیہ اسمیں جمع ہے سال تمام پر بعد منہا اخراجات ضروری سود تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ بصورت مذکورہ بالا اصول بینک کے موافق سود زید کے پاس بھی آیا زید اسکو اپنے صرف میں لانا پسند نہیں کرتا ہے۔ اس صورت میں جو سود آتا ہے اسکو کس کام میں صرف کیا جاوے؟ بینوا تو جروا

اجواب :- بینک کی امداد کے لئے روپیہ دینا جبکہ وہ بینک سود پر لوگوں کو روپیہ دیتا ہے حرام ہے، قال تعالى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان، اور وہ سود کے روپے حرام ہیں

قال تعالى وحرم الربوا۔ اگر معلوم ہو سکے کہ یہ روپے کس کے ہیں تو واپس کرے ورنہ فقرا پر
تصدق کوئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ بخشاجی محمود جی سوداگر پارچہ شہر اودے پور میواڑ، ۲ رجب ۱۳۷۵
ما قولکم ایہا العلماء الکرام رحمکم اللہ، کفار ہنود کو ہزار دو ہزار یا کم زیادہ کا دو مہینے کے
وعدے پر قرض کپڑا فروخت کیا، کپڑا دیتے وقت اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ اگر دو مہینے کے وعدے پر
روپیہ نہ ادا کیا تو میں تجھ سے فی صدی ایک روپیہ زیادہ لوں گا، یا یوں کہد یا کہ مثلاً دو مہینے کے
وعدے پر اس کپڑے کی قیمت سو روپے، اور اگر اس وعدے پر نہ آئے تو ایک سو ایک روپے
ہونگے یہ اسلئے کہ کفار مسلمانوں کے روپیوں کا وعدہ پر ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے یہ جائز ہو گا یا نہیں؟

مسئلہ (۲) نوٹ سو سو روپے کا ایک سو ایک یا ایک سو بارہ آنے پر ایک مہینے کے
بعد واپس روپیہ لینا کر کے دیئے گئے وہ نوٹ تو اسکے کام میں آگئے۔ مگر مہینہ ہونے پر وہ بدلے میں روپیہ

نہ دے اور نوٹ دے تو لینا جائز ہے یا روپیہ ہی لیا جائے؟ بینوا تو جروا

اجواب (۱) ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مسلمان
لہذا اگر وہ اپنا مال خوشی سے دیں اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے جو مسلمانوں میں باہم جائز
نہ ہو تو کافر وہ مال مسلم کے حق میں جائز ہے مثلاً یہ صورت کہ ایک مہینے کے وعدہ پر اسکی قیمت تو
روپیہ ہے اور اگر دو مہینہ پر دے تو ایک سو ایک یا زیادہ اور اس پر وہ راضی ہو گیا تو یہ زیادتی لے
سکتے ہیں رد المحتار میں کافی امام شہید سے ہے وان بايعهم الدرهم بالدرهمين نقداً او نسيئة

فلا بائس بذلك لان له ان ياخذ اموالهم برضاهم الخ ولان مالهم غير معصوم فيجوز

اخذہ باي نحو کان مالہم یکن عندہ فانہ ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجواب (۲) سو روپے کے نوٹ اگر ایک سو ایک روپے یا کم و بیش کے بدلے

میں اودھار بیچے تو خریدار پر روپے لازم ہیں ہاں اگر دونوں نوٹ یا اشرفی سے دین ادا کرنے پر

راضی ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہے جبکہ یہ اسی قیمت کے ہوں جو باہم طے ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نفع میں اشرافیوں کے بدلے
 اڈٹ بیچتا اسکے بجائے اشرافیوں کے روپے لیتا یا روپے کے بدلے میں بیچتا اور اشرافیاں لیتا
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ارشاد فرمایا لا باس ان تاخذھا
 بسر لومہا مالہم تفترقا و بینکما شئ، رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی والدالمی۔ اور اگر نوٹ
 بیچا نہیں بلکہ قرض دیا ہے تو جتنے کا نوٹ ہے خواہ اس قیمت کا نوٹ یا روپے اس سے زیادہ حرام
 و سود ہے اگر قرض دیتے وقت مقرر کر لیا ہو کہ ایک سو کا نوٹ دیتا ہوں اور سو روپے اور اتنے پیسے
 لوں گا حدیث میں فرمایا کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب از کانپور بنگالی محال ۲۲ رجب سنہ ۱۳۴۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) زید نے بکر کے ہاتھ مبلغ
 پندرہ روپے کا نوٹ مبلغ چوبیس روپے کو قرض فروخت کئے (۲) ادائیگی قرض کی یہ صورت
 قرار پائی کہ آٹھ آنے مہینہ کر کے یعنی چھ روپے سال میں اور بقایا ۱۸ روپے سال ختم ہونے پر
 بکر زید کو ادا کر دیں۔ (۳) زید نے یہ قرض کا وصول کرنا ہندہ کے سپرد کیا اور بکر نے بھی ہندہ کو دینا
 منظور کر لیا۔ کیونکہ زید غیر ولایت کو جانیوالا ہے۔ (۴) بکر نے ہندہ کے حق میں ایک مکان دخلی
 رہن کر دیا۔ اور اقرار نامہ لکھ دیا۔ جو حسب شرائط مذکورہ ۲ کے مطابق ہے یعنی آٹھ آنے مہینے کا اسی
 رہن شدہ مکان کا کرایہ نامہ لکھ دیا۔ اور بقیہ سال ختم ہونے پر ادا کرنے کا رہن نامہ لکھ دیا۔ یہ صورت
 ادائیگی کی ٹھہری۔ چونکہ حکومت غیر اسلام اس وجہ سے تکمیل رجسٹری وغیرہ کی یہ کل رقم جو قرض اتارا
 گیا ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور نہ زیادہ ہوگی۔ (۵) اگر زید بکر کو قرض نہ دیتا تو بکر غیر مسلم کے
 ہاتھ اپنی ریاست برباد کرتا اور کافر ایک مسلمان کی ریاست کو پیسے کی جگہ ڈھیلے میں لیتا۔ (۶) مکرر
 بکر نے ہندہ کو لکھ دیا کہ چھ روپے ریاست سے بذریعہ کرایہ وصول کرے۔ جو کہ یہ بھی بکر ہی دے گا
 اور بقیہ ۱۸ روپے بعد ایک سال نہ ادا کرنے پر شئی رہن شدہ ہے وصول کرے۔ ان دونوں صورتوں میں
 چوبیس ہی روپے وصول ہونے ہیں زیادہ نہیں ؟

الجواب :- نوٹ کو کم و بیش پر بیچا جائز ہے نقد اور ادھار دونوں طرح بیچ ہو سکتی ہے

والمسألة مصرحاً بموافقي كفل الفقيه الفاهم من شاء الاطلاق ۶ فليراجعہ۔ اور ادھار میں قسط بقسط روپیہ ادا کرنا ٹھہرا یا یک مشت دونوں صورتیں جائز ہیں، دخلی رہن ناجائز ہے بلکہ بکر ہندہ کو آٹھ آنے ماہوار کرایہ پر اپنا مکان دیدہ اور ہندہ اس میں متصرف ہو اور کرایہ دین میں ادا ہوتا رہے۔ اور اگر صورت یہ ہو کہ بکر نے اپنا مکان ہندہ کے پاس رہن رکھا پھر ہندہ نے بکر کو کرایہ پر دیا جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے۔ تو یہ بھی ناجائز، اور ہندہ کرایہ کی مستحق نہ ہوگی، ہاں بکر نے جو روپے کرایہ میں دیے تو اتنے روپے دین سے مجرا ہونگے فتاویٰ خیرہ میں ہے۔

استعجار الراهن من المرتهن باطل لانه ملكه واستعجار المالك ملكه باطل والباطل لا أجر له فيرجع بهادفع ان لم يكن من جنس الدين وان كان من جنسه تقع المقامضة به۔ اور زید کے روپے جب بکر پر ہیں تو ہندہ کے پاس رہن کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہندہ کا کوئی دین بکر پر نہیں۔ بلکہ ہندہ کو زید نے اپنی جانب سے دین وصول کرنے پر وکیل کیا ہے اور رہن کسی دین کے مقابل ہوتا ہے ہدایہ میں ہے وفي الشريعة جعل الشيء معبراً بما يملكه من الرهن والله اعلم

مسئلہ :- مرسلہ خلیفہ عزیز الدین صاحب کاتب از لاہور شاہ عالمی دروازہ مسجد مران والی ۲۵ محرم ۱۳۴۷ھ :- ۱۔ اگر کسی مسلمان کو کوئی مال حرام یا مشتبہ یا حلال و حرام سے مرکب جسمیں کثرت و قلت اور حلت و حرمت کی تمیز نہ ہو سکے کفار اہل کتاب یہود و نصاریٰ و مشرکین سے حاصل ہو یا واجب الطلب ہو اس مال کی نسبت شرعاً کیا عمل کرے۔ جو اسکے حق میں مناسب ہو اگر واجب الطلب کو کفار کے پاس چھوڑ دے تو وہ اس مال کو اپنے دین کی اشاعت یا امداد اور اسلام کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں۔ اگر حاصل شدہ مال کو واپس کرے تب بھی وہ اس مال سے ویسا ہی کام لیتے ہیں۔ اور یہ امر صراحۃً یقینی ہے (اخبار میں شائع ہو چکا ہے کہ گزشتہ سال میں صرف

سیونگ بنک میں روپیہ رکھوانے والوں کی سودی رقم جو انھوں نے بوجہ مسلمان ہونے کے وصول نہ کی کہ اسکو حرام سمجھتے تھے۔ وہ بقدر تین لاکھ روپے کی تھی جو عیسائی مشربوں کو عیسائیت کی اشاعت کیلئے دی گئی اور عام بینکوں میں ایسی رقموں کی مقدار تو بہت ہی زیادہ ہوگی، ایسا مال ان سے نہ لینا یا واپس دینے سے اعانت علی الاثم والعدوان کا بھی خوف ہے۔ ؟

۲۔ اگر کوئی مسلم کسی مسلمان فاسق و فاجر حرام کے کاروبار کرنے والے حرام کے کمائی رکھنے والے کی کوئی اجرت مثل مزدوری، معمری، تجارتی، حمالی، خیاطی وغیرہ امور کی کرے تو اجرت اپنی اسکے مال حرام سے لے سکتا ہے یا نہیں جس کو وہ جانتا ہے کہ اسکی کمائی حرام ہے اجرت میں لینے والے کیلئے حلال ہوگی یا نہیں۔ اس پر فتویٰ شریعت درکار ہے تقویٰ کا سوال نہیں ؟

الجواب :- جب کسی مال کی نسبت معلوم ہو کہ یہ بعینہ حرام ہے تو لینا جائز نہیں ورنہ لے سکتا ہے مخیر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وبہ نأخذ ما لم تعرف شيئاً حراماً بعينه لهذا وہ مال جسکی نسبت شبہ ہے اور یہ یقین نہیں کہ یہ حرام ہے اسے لے سکتے ہیں خواہ وہ کافر اپنی طرف سے دے یا اسکے مطالبہ میں یوں نہیں مال مختلط جسمیں تمیز باقی نہ رہے اسکو بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہ حرام ہے۔ نیز اگر دوسرے کا مال اپنے مال میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہ رہے تو یہ غاصب اس مال کا مالک ہو جاتا ہے اور اس کا تاوان اس پر لازم۔ در مختار میں ہے ان اختلط المغضوب بملك الغاصب بحيث يمتنع امتيازہ كاختلاط برہ ببرہ او يمكن به حرج كيرة بشعيرہ ضمنہ و ملكه بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضا مالکہ بآداء او ابراء او تضمين قاضی والقياس حملہ وهو رواية ۱۱ لهذا ایسا مال مسلمان لے سکتا ہے اقول واما عدم حل الانتفاع فيرجع الى الغاصب لا الى الاخذ منه ولهذا ينفذ تصرفه فيه كالتملك لغيره كما هو مصرح في الطحاوی، اور محض اوہام کی بنا پر اپنے روپے کفار کے پاس کیونچھوڑ

خصوصاً جب یہ معلوم ہو کہ یہ اشاعت کفر میں صرف ہوگا اور اس صورت میں حاصل شدہ کو واپس نہ دے یہاں تک تو الفاظ سوال کا جواب مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا مقصد سود کے متعلق سوال کرنا ہے کہ کفار سے یا سیونگ بنک سے جو سود کے نام سے کچھ رقم روپیہ جمع کرنے والوں کو ملتی ہے اسکا لینا جائز ہے یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ جو رقم کافر حربی اپنی خوشی سے دے اگرچہ وہ اپنے زعم میں اسے سود سمجھے یا کوئی اور حرام طریقہ تصور کرے مسلمان اسے بلا تکلف لے سکتا ہے جبکہ یہ مسلمان نہ اسے سود سمجھے نہ سود کہہ کرے کہ لا رہا بین المسلم والعربی فی دار العرب کہ کافر حربی کا مال معصوم نہیں سواندر کے جس طرح ملے مسلمان کیلئے مباح یہاں تک کہ اگر کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے ملا جو دو مسلمانوں کے درمیان جائز نہ تھا جب بھی وہ مال حلال ہے رد المحتار میں ہے فی کافی العالم وان بايعهم الدرهم بالدرهمین نقداً او نسيئة او بايعهم بالخمر والخنزير او الميتة فلا بأس بذلك لان له ان ياخذ امرا لهم برفضاهم في قولهما ولا يجوز شئ من ذلك في قول ابي يوسف - والله تعالى اعلم

الجواب :- اس کا حکم بھی سوال اول کے جواب سے ظاہر کہ اگر وہ فاسق فاجر بعینہ ہی مال کو دے جو اس نے حرام طریق سے حاصل کیا ہے، اور اجیر کو بھی معلوم ہو تو لینا ناجائز اور اگر بعینہ وہ نہ ہو بلکہ مثلاً اس نے کوئی چیز خریدی ہے اگرچہ مال حرام ہی سے خریدی مگر حرام مال پر عقد و نقد جمع ہوں تو یہ شئی حرام نہیں اور اجیر اسے لے سکتا ہے عقد و نقد جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ حرام مال دیکھا کر کہا کہ مجھے اسکی فلاں چیز دے یہ مال حرام پر عقد ہوا پھر اس نے یہی حرام روپیہ دیا بھی یہ نقد ہوا تو ایسی صورت میں وہ خریدی شئی بھی حرام ہو گئی اور اگر ایسا نہیں مثلاً یہ کہا کہ ایک روپیہ کی فلاں چیز دے اس نے دی اس نے حرام روپیہ دیا یا حرام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکی فلاں چیز دے اور وہ نہ دیا یا مال حلال کی طرف اشارہ کیا اور دیا حرام، تو عقد و نقد مال حرام پر نہ ہوئی تو اب وہ شئی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تنویر الابصار میں ہے وان اشار اليها ونقد غيرها او اطلق ونقدها لا يتصدق وبه يفتي قهستاني میں ذخیرہ سے ہے

وعليه الفتوى دفعا للخرج في هذا الزمان ودر مختار میں ہے واختار بعضهم الفتوى على قول الكوفي
 في زماننا لكثرة الحرام ودر میں ہے ذكر في الجامع الصغير اذا اشترى بها فانه يتصدق
 بالربح فظاهر هذا العبارة يدل على انه اراد به اذا اشار اليها ونقد منها واما اذا اشار
 اليها ونقد من غيرها او اطلق ونقد منها او اشار الى غيرها ونقد منها ففي كل ذلك
 يطيب له لان الاشارة لا تفيد التعيين فيستوي وجودها وعدمها الا ان يتأكد بالنقد
 منها وبه كان يفتي الامام ابوالليث، ادرية سمجھ لینا کہ اس کا پیشہ حرام ہے لہذا یہ مال حرام ہی
 ہوگا غلط ہے کہ ممکن ہے کہیں سے قرض لایا ہو کیا جو لوگ حرام پیشے کرتے ہیں وہ قرض نہیں لیتے
 یا انھیں کوئی قرض نہیں دیتا یا ممکن ہے کہ جو چیز اسنے اس طرح پر خریدی تھی کہ عقد و نقد مال حرام پر
 مجتمع نہ تھے اسے بچکر یہ روپیہ لایا ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ حرام پیشے والے بعض انہیں کبھی کوئی
 جائز پیشہ بھی کر لیتے ہیں اس جائز سے یہ حاصل ہوا ہو غرض جب تک اس خاص کی نسبت حرمت
 کا علم نہ ہو لینا جائز ہے اشباہ والنظائر میں ہے الحرمة تنقل مع العلم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سوال کا جواب لکھنے کے بعد انجمن نعمانیہ لاہور سے ایک چار ورق کی چھپی ہوئی تحریر آئی جس کے مضمون ہوا
 کہ یہ سوالات حقیقہً انجمن کی جانب سے تھے کسی مصلحت کی بنا پر اصلی سائل کا نام ظاہر نہ کیا گیا تھا
 اور سوال کی وجہ یہ بتائی کہ انجمن میں کہیں سے قریب ساڑھے چار سو روپیہ کی ایک رقم آئی اور
 بھیجنے والے نے یہ ظاہر کیا کہ یہ سود کا روپیہ ہے اور انجمن کے اراکین میں کوئی اسے لینا چاہتا ہے
 اور کوئی کہتا ہے واپس کر دیا جائے لہذا چھپا ہوا یہ استفادہ غرض دریافت حکم شرع روانہ کیا اور
 اب دوبارہ یہی استفادہ مع مکالمہ اراکین شوریٰ طبع کر کے بھیجا اور اس میں دو سوال کا اور اضافہ کیا اور
 غالباً سائل نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرے کہ یہ فتویٰ ہم نے رشوت دیکر نہیں لکھوائے
 وہ سوال مع جواب درج ذیل ہیں

۱۔ کیا شریعت غرای مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رو سے احکام شریعت عبادات
 اور معاملات حالات زمانہ کے مطابق رد و بدل ہو سکتے ہیں۔ یا ہوتے رہتے ہیں۔ امثالاً آج

سے بیس سال پیشتر ایک ہی ملک میں ہر قسم کا سود حرام قطعی قرار دیا گیا ہو اور اب امتداد زمانہ کے باعث حلت کے درجہ میں آجائے۔ اور ایسے معاملہ میں کوئی تقویٰ وغیرہ کی ضرورت بھی نہ رہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دین دنیا سے کوئی عمدہ چیز نہیں ؟

۲۔ کسی حرام ثابت شدہ کے خلاف حلت کا حیلہ تلاش کرنا کہ کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر حرام شے حلال ہو جائے۔ ازودئے فقہ حنفی کیا حکم رکھتی ہے ؟

—: درخواست :—

جن علمائے کرام کی نظر سے یہ تحریر گزرے وہ تمام تحریر کو غور سے ملاحظہ فرما کر اور خشیت الہی کو مد نظر رکھتے ہوئے بقول حافظ لسان الغیب -

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند : چوں خلوت می روند آں کار دیگر می کنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس : تو بہ فرمایاں چہ را خود تو بہ کستری کنند
گوئی باور نمی دارند روز داور ی : کایں ہمہ قلب و دخل در کار داور می کنند
قنادی پتہ ذیل پر ارسال فرماویں جو بلا کم و کاست شائع کر دئے جائیں گے۔

السائل۔ سراج الدین ضمیر معرفت مطب حقانی لاہور موچی دروازہ کوچہ لوہار ان

الجواب :- اللہم ہدایۃ الحق والصواب رب انی اعوذ بک من ہزات الشیطن واعوذ بک رب ان یحضر و ن۔ احکام قطعیہ منصوصہ میں رد و بدل کا کسکو اختیار نہیں۔ جو حرام ہیں حرام ہی رہیں گے اور جو حلال ہیں حلال۔ اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک ہوا الفوز العظیم۔ اللہ کے کلمات بدلے نہیں جاسکتے یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور فرماتا ہے لا تبدل لکلمتہ وهو السميع العليم۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

بعض احکام ظنیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عموم بلوی وغیرہ وجوہ سے علمائے کرام نے زیادت و نقص و خلاف کا حکم دیا۔ اور اسکے نظامت کتب فقہ میں کثیر ہیں کہ متقدمین نے ایک قول

پرفتوے دیا تھا اور متاخرین نے اسکے خلاف پر۔ بعض احکام کہ مرد و زمانہ سے متبدل ہو گئے۔ یہ ہیں مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عورتوں کو مسجد سے روکنا منع تھا۔ کہ ارشاد فرمایا اذا استاذنت احدکم امرأۃ الی المسجد فلا یمنعہا۔ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔ رواہ البخاری و مسلم و النسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و فی روایۃ احمد و ابو داؤد و عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہذا اللفظ۔ لا تمنعوا امماء اللہ مساجد اللہ۔ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

مگر جب حالت زمانہ متغیر ہو گئی اور صلاح فساد سے متبدل ہوا تو خود ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔ لو رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء فی زماننا المنع من المساجد كما منعت نساء بنی اسرائیلؑ یعنی اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کو دیکھا ہوتا جن کو ہمارے زمانہ کی عورتیں کرتی ہیں۔ تو انکو مسجدوں سے منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں سے روک دی گئیں۔ پھر اور زمانہ بدلا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو بعض اوقات میں منع فرمایا۔ پھر اور بدلا تو متاخرین نے عورتوں کو مطلقاً منع فرمادیا۔ اور اب اسی پر عمل ہے۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضور ہن الجماعۃ و یولجۃ و عید و وعظ مطلقاً و لو عجوز الیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان۔ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ والفتویٰ الیوم علی الکراہۃ فی الصلوات کلہا لظہور الفسق فی هذا الزمان مگر یہ حقیقتہً مخالفت نہیں۔ بلکہ عین مقصد شارع ہے کہ شریعت مطہرہ کے اصول میں سد باب فتنہ جو چیز ایک وقت میں سبب فتنہ نہ تھی اور اب منجر الی الفتنہ ہے اس سے روکا جائیگا۔ اسی وجہ

۱۔ بخاری ج ۱ ص ۱۲۰ کتاب الاذان، باب استیذان المرأة زوجاً بالخروج إلی المساجد۔ مسلم ج ۱ ص ۱۸۲ کتاب الصلوۃ۔ باب خروج النساء إلی المساجد۔ ۲۔ ابو داؤد ج ۱ ص ۸۴ کتاب الصلوۃ، باب ما جاز فی خروج النساء إلی المساجد۔ ۳۔ مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ کتاب الصلوۃ۔ مصباحی

سے جب اس مذہب مفتی بہ پر صاحب بحر نے اعتراض کیا کہ یہ تو نہ امام اعظم کا مذہب ہے نہ صاحبین کا
 حیث قال وقد يقال هذه الفتوى التي اعتمدها المتأخرون مغالفة لمذهب الامام وصاحبه
 فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً واما العجز فلها حضور الجماعة عند الامام
 الا في الظهر والعصر والجمعة اى وعندهما مطلقاً فالافتاء يمنع العجائز في الكل
 مخالف لكل فالاعتقاد على مذهب الامام اهـ۔ تو صاحب نہر نے جواب دیا کہ یہ امام کے
 مذہب سے مستفاد ہے۔ لہذا قول امام ہی قرار دیا جائیگا۔ عبارت نہر یہ ہے وفيه نظربل هو
 ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما يمنعها لقيام العامل وهو فرط الشهوة بناء على
 ان الفسقة لا ينتشرون في المغرب لانهم بالطعام مشغولون في الفجر والعشاء نائمون
 فاذا فرض انتشارهم في هذه الاوقات لغلبة فسقهم كما في زماننا بل تعدى بهم اياما
 كان المنع فيها اظهر من الظهر اهـ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول مقصد شرع کے بالکل مطابق ہے
 اور اسے مخالفت حدیث بھی نہ کہیں گے۔

سدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد کریم تک جمعہ کی صرف ایک اذان تھی جو امام کے منبر پر
 بیٹھنے کے بعد ہوتی پھر زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جب لوگوں کی کثرت ہوئی۔ اور چستی
 باقی نہ رہی تو ایک اذان کا اضافہ فرمایا کہ اس سے پہلے ہوتی ہے۔ اور وہ اب تک جاری ہے۔ صحیح بخاری
 شریف میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔ كان النداء يوم الجمعة اوله اذا
 جلس الامام على المنبر على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والى بكر وعمر
 فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء لے

یو نہیں زمانہ متقدمین میں تشویب کو علماء نے بدعت فرمایا تھا مگر جب لوگوں میں سستی آگئی
 اور اذان سنکر بھی حاضر نہیں ہوتے تو کھٹکھٹانے کی ضرورت ہوئی اور متاخرین نے اسے جائز بلکہ مستحب

لے بخاری ج ۱ ص ۱۲۴ باب الاذان يوم الجمعة۔ مصباحی

و مستحسن فرمایا۔ در مختار میں ہے۔ و یتوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل رد المختار میں ہے
 لظهور التواني فی الامور الدينية قال فی العناية احدث المتأخرون التثویب بین الاذان
 والاقامة علی حسب ما تعارفوه فی جمیع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل
 وهو تثویب الفجر و ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن ^ا۔

یونہی مساجد کی آرائش اور ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کے اگلے زمانہ
 میں نہ تھا۔ بلکہ حدیث میں فرمایا۔ لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصارى ^۱ تم مسجدوں
 کی آرائش کرو گے جس طرح یہود و نصاری نے آرائش کی ہے۔ رواہ ابو داؤد عن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مگر اب دلوں کی وہ حالت نہ رہی ظاہری زیب و زینت سے اثر پیدا ہوا ہے
 لہذا علماء نے جواز کا حکم دیا۔ بتین میں ہے لایکرہ نقش المسجد بالجص و ماء الذهب۔

یونہی مساجد کیلئے کنگرے بنانا کہ صدر اول میں نہ تھا۔ بلکہ حدیث میں ارشاد ہوا۔
 اتخذوا المساجد واتخذوها جمارا رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن
 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی مسجدیں منڈی بناؤ انہیں کنگرے نہ رکھو مگر مسلمانوں میں رائج ہے
 و ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ یعنی جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک
 اچھا ہے۔

یونہی تعلیم علم دین و امامت و اذان پر اجرت لینا دینا ممنوع و حرام تھا۔ حدیث میں ارشاد ہوا
 واتخذوا مؤذنا لا یأخذ علی اذانه اجرا ^۲ مؤذن ایسا مقرر کرو جو اذان پر اجرت نہ لے۔ رواہ
 الامام احمد و ابو داؤد و النسائی عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حدیث میں ہے۔
 اقراءوا القرآن ولا تأکلوا بہ۔ قرآن پڑھو اور اس کے بدلے میں نہ کھاؤ۔ ہدایہ میں ہے۔ ولا یجوز

^۱ در مختار و رد المختار ج ۱ ص ۲۸۶ باب الاذان۔ ^۲ ابو داؤد ج ۱ ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المسجد
^۳ ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹ کتاب الصلوٰۃ، باب اخذ الاجر علی التأذین۔ مصباحی

الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامة وتعليم القرآن والفقہ ^۱ لہ مگر جب متاخرین نے دیکھا کہ علم دین ضائع ہو جائیگا نماز و جماعت میں کمی واقع ہوگی تو جواز کا فتویٰ دیا ہدایہ میں ہے وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعليم القرآن اليوم لانه ظهر التواني في الامور الدينية نفي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى ^۲ در مختار میں ہے۔ ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقہ ويفتق اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقہ والامامة والاذان ويجبر المستاجر على دفع ما قيل فيجب المسمى بعقد واجرا مثل اذا لم يذكر مدة شرح وهبانية من الشركة ^۳ لہ طحاوی میں ہے قوله ويفتق اليوم بصحتها ای فی هذا الزمان لظهور التواني في الامور الدينية وهذا مذهب المتأخرين من مشائخ بلخ استحسنوا ذلك وقالوا بنى اصحابنا المتقدمون الجواب على ما شاهدوا من قلة الحفاظ ورغبة الناس فيهم وكان لهم عطيات من بيت المال وافتقار المعلمين في مجازاة للاحسان بالاحسان من غير شرط مروءة يعينونهم على معاشهم ومعادهم وكانون يفتون بوجوب التعليم خوفاً من ذهاب القرآن وتعريضاً على التعليم حتى ينهضوا الاقامة الواجب فيكش حفاظ القرآن واما اليوم فذهب ذلك كله واشتغل الحفاظ بمعاشهم وقل من يعمل حسبة ولا يفرغون له ايضاً فان حاجتهم تمنعهم من ذلك قلولم يفتح لهم باب التعليم بالاجر لذهب القرآن فانصروا بجوازه لذلك ورأوه حسناً وقالوا الاحكام تختلف باختلاف الزمان ^۴ اھ

یہ چند نظائر بیان میں آئے جن میں تبدل زمان سے حکم مختلف ہو گیا۔ اور جس نے کلمات علماء کا تتبع کیا وہ جانتا ہے کہ کلام علماء میں اسکی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ زمانہ سابق میں

^۱ لہ ہدایہ ج ۲ ص ۳۰۳ باب الاجارة الفاسدہ۔ ^۲ لہ ایضاً۔ ^۳ لہ در مختار ج ۵ ص ۲۸ کتاب الاجارة

^۴ لہ طحاوی علی الدر ج ۲ ص ۳۰ کتاب الاجارة۔ مصباحی

اور حکم تھا۔ اور اب کچھ اور۔ طحاوی کا یہ جملہ، "وقالوا الاحکام مختلف باختلاف بالزمان" اس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ نیز جواہر اخلاطی میں ہے۔ "هو وان كان احدا ثا فهو بدعة حسنة وکم من شئ یختلف باختلاف الزمان والمكان۔ مگر حقیقتہً ان سب صورتیں تبدیل احکام نہیں۔ بلکہ الضرورات توجع المحذورات پر نظر ہے۔ یا اذا ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما کا لحاظ ایسے امور کی طرف داعی ہوتا ہے۔ یا اختلاف زمانہ و مصالح مسلمین انکی مقتضی ہوتی ہیں کہ یہ حالت اگر زمانہ متقدم میں پائی جاتی تو اس وقت بھی یہی حکم ہوتا جواب ہے اور متقدمین بھی اسی پر فتوے دیتے جس پر متاخرین نے دیا۔

لہذا سوال کا جواب یہ ہے کہ احکام حقیقتہً نہیں بدلتے ہاں بعض احکام صورۃً متغیر ہو جاتے ہیں۔ سود لینا حرام قطعی ہے۔ پہلے بھی حرام تھا اور اب بھی حرام ہے اور ہمیشہ حرام رہے گا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ الذین یا کلون الربوا لا یقولون الا کما یقوم الذی یتخیط الشیطن من المس۔ ذلک بانھم قالوا انھا البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءه موعظۃ من ربہ فانتھم فیہ ما سلف۔ وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار ہم فیہا یدخلون۔ یمحق اللہ الربوا ویر لی الصدقات واللہ لا یمحب کل کفار انیم۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسا وہ شخص کہ اسے شیطان نے چھو کر مغبوط کر دیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا کہ بیع تو نہیں مگر سود حالانکہ اللہ نے سود کو حرام کیا اور بیع کو حلال کیا۔ پس جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور باز آگیا تو اسکے لئے وہ ہے جو گزر چکا۔ اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ اور جو اسکے بعد لوٹیں وہ آگ والے ہیں۔ وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کفر کرنے والے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا

اور فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا انکمتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا لجرب اللہ ورسولہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تو مؤمن ہے اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہیں اللہ و رسول کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔

سود کی حرمت و مذمت میں بکثرت احادیث وارد ہیں ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں کہ انھیں دیکھ کر شاید کوئی سود خوار ہدایت پائے اور توبہ کرے۔ واللہ ہوا التواب الغفور۔ حدیث (۱) درہم ربوا یا کلمہ الرجل وهو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ۔ جان کر ایک درہم سود کا کھانا چھتیس بار زنا سے سخت تر ہے رواہ احمد والدارقطنی عن عبد اللہ بن حنظلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۲) الربا سبعون حوباً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ سود ستر گناہ ہے ان سب میں ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث (۳) الربوا بضع وسبعون بابا۔ سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں۔ رواہ البزار عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۴) الربوا سبعون باباً اذناھا کالذی یقع علی امہ رواہ البیہقی عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث (۵) الربوا اثنان وسبعون باباً اذناھا مثل اثنان الرجل امہ وان اربا الربا استطالة الرجل فی عرض اخیہ۔ سود کے بہتر دروازے ہیں انہیں کا ادنیٰ ایسا ہے جیسے آدمی کا اپنی ماں سے زنا کرنا اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی آبرو میں زبان درازی کرے رواہ الطبرانی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۶) ابن ابی الدنیا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقافا راوی۔

لہ مشکوٰۃ ص ۲۴۶ باب الربا۔ م ۸ ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۴ باب التغلیظ فی الربا۔ مصباحی

الربا اثنان وسبعون حوبا اصغرها حوبا كمن اتى امه في الاسلام ودرهم من الربوا
اشد من بضع وثلاثين زنية قال وياذن الله بالقيام للبر والفاجر يوم القيامة
الا آكل الربا فانه لا يقوم الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس - سودترگناہ
کے برابر ہے انہیں کا سب سے چھوٹا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے اسلام لانے کے بعد زنا کرے
اور سود کا ایک درہم کچھ اور پچیس بار زنا سے سخت تر ہے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
نیکو کار و بدکار کو قیام کا حکم فرمائے گا مگر سود خوار کہ یہ نہیں کھڑا ہوگا مگر اس طرح جیسے وہ شخص
جس کو شیطان چھو کر مغبوط کر دیتا ہے۔ (آسیب زدہ)۔

حدیث (۷) خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكر امر الربا
وعظم شأنه وقال ان الدرهم يصيبه الرجل من الربا اعظم عند الله في الخطيئة
من ست وثلاثين زنية يذنبها الرجل وان اربا الربا عرض الرجل المسلم
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے وعظ بیان فرمایا اور اس میں سود کا ذکر فرمایا اور اسکی
حالت کی بڑائی (معصیت میں) بیان فرمائی۔ اور فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم لیتا ہے یہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا میں چھتیس بار زنا سے بڑھ کر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر سود مرد مسلمان
کی آبرو لینا ہے۔ رواہ ابن ابی الدنيا والبيهقي عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه۔

حدیث (۸) من اعان ظالما باطل ليدحض به حقا فقد بوى من ذمة
الله وذمة رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن اكل درهما من ربا فهو مثل
ثلاثة وثلاثين زينة ومن بنت لحمه من سعت فالنار اولى به - جس نے ظالم کی باطل
کے ساتھ اعانت کی اسلیے کہ کسی حق کو لغزش دے وہ اللہ و رسول کے ذمہ سے بری ہو گیا۔ اور
جس نے ایک درہم سود کا کھایا تو وہ مثل تینس بار زنا کے ہے۔ اور جو گوشت حرام سے اوگا اس
کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔

حدیث (۹) اجتنبوا سبع الموبقات قالوا يا رسول الله وما من قال الشرك بالله

والسحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف
وقذف المعصنات الغافلات المؤمنات۔ سات ہلاک کر میوالی چیزوں سے بچو لوگوں نے عرض
کی وہ کیا ہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جادو اور اس نفس کو جس کو اللہ
نے حرام کیا ہے۔ ناحق قتل کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیرنا
اور مسلمان پار سے عورت پر تہمت لگانا جو زنا سے غافل ہے۔ رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد
والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۰) لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربا و موكله
و كاتبه و شاهديه و قال هم سواء۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے
اور کھلانے والے اور اس کا غنڈ بکھنے والے اور اس کی گواہی کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا
وہ سب برابر ہیں۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی کی مثل بالفاظ مختلفہ
مسلم و نسائی و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و ابن خزمیہ و ابو یعلیٰ و امام احمد نے عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث (۱۱) لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواشمة والمتوشمة
واكل الربا و موكله و ينهني عن ثمن الكلب و كسب البغي و لعن المصورين۔ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گودوانے والی اور سود کھانے والے اور کھلانے والے
پر لعنت فرمائی اور کتے کے دام اور زانیہ کی اجرت سے منع فرمایا اور مصوروں پر لعنت فرمائی
رواہ البخاری و ابو داؤد عن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۲) اربع حق على الله ان لا يدخلهم الجنة ولا يذيقهم لقيمها
لا من الخمر۔ واكل الربا و اكل مال اليتيم بغیر حق و العاق لوالديه۔ چار شخص ایسے ہیں

۱۔ مسلم ج ۱ ص ۶۴ باب الکبائر و اکبرها۔ ۲۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷ کتاب الربا۔ ۳۔ بخاری ج ۱ ص ۲۹۸ کتاب البیوع و مسابغی

کہ اللہ پر ثابت ہے کہ انھیں نہ جنت میں داخل کرے اور نہ اسکی نعمت کا انھیں منہ چکھائے شراب کی مداومت کرنیوالا اور سود کھانیوالا اور یتیم کا مال ناحق کھا جانیوالا اور اپنے ماں باپ کا نافرمان۔ رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۲) اذا ظهر الربا والزنا في قرية فقد اهلوا بانفسهم عذاب الله جب کسی بستی میں سود اور زنا کا ظہور ہو تو انھوں نے اپنے اوپر عذاب خدا کو حلال کر لیا۔ رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی کے مثل ابو یعلیٰ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث (۱۳) ما من قوم يظهر فيهم الربا الا اخذوا بالقسط وما من قوم يظهر فيهم الرشاد الا اخذوا بالرعب۔ جس قوم میں سود کا ظہور ہوگا قحط میں گرفتار ہوگی۔ اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا۔ رعب میں ماخوذ ہوگی۔ رواہ احمد عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفی اسنادہ مقال۔

حدیث (۱۵) بین یدی الساعة يظهر الربا والزنا والخمر۔ قیامت کے پہلے سود خوری و زنا کاری و شراب خوری کا ظہور ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۶) یا ائی اکل الربا یوم القيامة مغبلًا یجر شفته ثم قرأ لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس۔ سود خوار قیامت کے دن مجنوں کی طرح آئیگا اپنے ہونٹ گھیسٹتا ہوگا۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ رواہ الطبرانی والاصبہانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۷) ما احد اکثر من الربا الا کان عاقبته امره الى قلة۔ جس نے سود سے مال بڑھایا اس کا انجام قلت ہے۔ رواہ ابن ماجہ والحاکم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لہ ابن ماجہ ۲۷ ص ۱۶۵ باب التغلیظ فی الربا۔ مصباحی

حدیث (۱۸) قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت اللیلة رجلین ایتانی فاخرجانی الی ارض مقدسة فالطلقنا حتی ایتنا علی نہر من دم فیہ رجل قائم علی وسط النہر رجل بین یدیه حجارة فاقبل الرجل الذی فی النہر فاذا اراد الرجل ان یمخرج رھی الرجل بحجر فی فیہ فردہ حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رھی فی فیہ بحجر فیرجع کما کان فقلت من هذا فقال الذی رأیتہ فی النہر اکل الربا لہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے۔ پھر ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ اس نہر میں ایک شخص بکھڑا ہوا تھا اور ایک شخص نہر کے کنارہ پر تھا۔ اسکے سامنے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ وہ نہر والا شخص ادھر متوجہ ہوتا اور جب نہر سے نکلنا چاہتا تو یہ دوسرا شخص اسکے منہ میں پتھر مار کر دہیں لوٹا دیتا جہاں تھا پھر جب کبھی وہ نکلنے کیلئے آتا یہ شخص پھر پتھر مارتا کہ وہ لوٹ کر وہیں پہنچتا جہاں تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے تو جواب دیا جس کو آپ نے نہر میں دیکھا سود خوار تھا۔ رواہ البخاری عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفي الحدیث قصۃ طویلة

حدیث (۱۹) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت لیلة اسری بی لہما انتہینا السماء السابعة فنظرت فوقی فاذا انا برعد و بروق و صواعق۔ قال فایتت علی قوم بطونہم کالبیوت فیہا العیات ترى من خارج بطونہم قلت یا جبریل من ہولاء قال ہولاء اکلۃ الربا لہ فرماتے ہیں شب معراج جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے۔ میں نے اپنے اوپر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کی طرح گرج اور کوندے اور بجلیاں ہیں۔ پھر میں ایک قوم کے پاس گیا جنکے پیٹ گھر کے مثل ہیں (بڑے بڑے) اور ان میں سانپ ہیں کہ پیٹ کے باہر سے دیکھائی دیتے ہیں۔ میں نے کہا اے جبریل

لہ بخاری ج ۱ ص ۲۸۰ باب اکل الربا و شاہدہ و کاتبہ۔ ۲ ابن ماجہ ص ۱۶۴۔ مصباحی

یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا یہ سود خوار ہیں۔ رواہ احمد و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
یہ چند حدیثیں ذکر کی گئیں جن سے سود کی حرمت و شناعیت ظاہر اور اسکا گناہ کبیرہ
ہونا عیاں۔ مسلمانوں پر لازم کہ ایسی قبیح شئی سے اپنے کو بچائیں اور عذاب آخرت سے ڈریں کہ
اگرچہ بظاہر اسکا نام سود ہے۔ مگر حقیقتہً اسمیں ضرر شدید ہے۔ یہ تو سود کے متعلق حکم تھا مگر
بعض جگہ صورتہً ربا ہے۔ اور حقیقتہً ربا نہیں۔ اسکے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ مثلاً حربی کے
ہاتھ دار الحرب میں ایک روپیہ دو روپیہ کو بیچا یا اسے قرض دیا اور زیادہ لینا ٹھہرا لیا۔ یہ صورتہً
ربا ہے۔ حقیقتہً ربا نہیں۔ کہ کافر حربی کا جو مال بلا غدر حاصل ہو وہ حلال خالص ہے۔
اسی واسطے یہ ارشاد ہوا۔ کہ لا ربا بین المسلم والعربی فی دار الحرب۔ یعنی ربا ہی نہیں نہ
یہ کہ سود تو ہے مگر جائز ہے۔ ایسا ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ میجونہ الربا بین المسلم والعربی فی
دار الحرب۔ حقیقتہً ربا ہونے کیلئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے کہ جو مال مباح ہو اگر اس
میں بھی ربا ہو تو لینا حرام ہوگا۔ پھر مباح کہاں ہوا اور معصوم وغیر معصوم میں کیا فرق رہا۔
طحطاوی علی الدر میں ہے۔ شرط الربا عصمة البدلین جمیعاً۔ اور اسی وجہ سے ہدایہ و
فتح القدیر و عنایہ و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و بحر الرائق و درر مختار و غیرہ عامہ اسفار میں
کافر حربی و مسلم میں سود نہ ہونے کی علت یہ بیان فرماتے ہیں۔ لان مالہم مباح فی دارہم
کہ انکا مال مباح وغیر معصوم ہے۔ اور ایسا مال جس طرح مل سکے لے سکتے ہیں۔ سوا غدر کے
کہ غدر حرام ہے۔ اور جو مسلمان دار الحرب میں امان لیکر گیا ہے غدر کر نہیں سکتا۔ لہذا یہ شرط لگائی
کہ جو مال انکی رضامندی سے ملے وہ جائز ہے۔ اور اگر امان لیکر نہ گیا ہو تو جس طرح بھی وہاں سے
مال لائے گا حلال ہوگا کہ فی نفسہ وہ مال مباح ہے۔ اور غدر پایا نہ گیا لہذا حلال خالص
ہے۔ اور یہ قطع نظر حدیث لا ربا بین المسلم والعربی فی دار الحرب کے اس صورت
میں سود نہ ہونے کی ایک مستقل علت ہے۔ لہذا امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ معترضین
کا جواب دیتے ہوئے اس کے علت مستقلہ ہونے کا افادہ فرماتے ہیں۔ حیث قال

ان المطلقات مراد بمعلمها المال المحظور بحق لمالكه و مال الحربی ليس محظورا الا لتوقى الغدر وهذا التقرير في التحقيق يقتضى انه لو لم يرد خبر مكحول اجازة النظر المذكور اعنى كون ماله مباحا لا تعارض لزوم الغدر له نیز ہدایہ و تبیین و بحر و غیر ہائے بھی اسکی طرف اشارہ کیا کہ عدم ربا کی دو دلیلیں ذکر کریں۔ ایک حدیث دوسری یہ کہ انکا مال مباح ہے تو ثابت کہ ربا کیلئے عصمت شرط۔ و اذافات الشرط فافات المشروط۔ اور اسی عدم عصمت کی بنا پر ہر ایسے طریق سے جس میں غدر نہ ہو حربی کا مال لے سکتے ہیں۔ کہ یہاں اسکے سوا حرمت کی کوئی صورت ہی نہیں اور جو اسباب اخذ مال کیلئے استعمال کئے جائیں وہ سب بنظر ظاہر ہیں۔ حقیقت میں ہمیں اس چیز کا لینا ہے۔ جو ہمارے لئے حلال ہے۔ اور یہ ظاہری صورت غدر سے بچنے کیلئے ہے مثلاً حربی سے کسی معاملہ میں شرط لگائی۔ اور حیثیت لی تو جو مال ملے جائے و مباح ہے۔ اور مسلمان یا ذمی سے ایسا ہو تو حرام۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جس نے اسکا جواز ثابت۔ وہ یہ ہے۔ ان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل الهجرة حين انزل الله تعالى الم غلبت الروم الآية قالت له قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال هل لك۔ ان تخاطرنا فخطرهم فاجبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم اذمت اليهم فزدني الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بكر خطره فاجازه النبي صلى الله عليه وسلم وهو القباريعينه مشركي مكة وكانت مكة دار شرك۔ اس مضمون کے نصوص شروع و فتاویٰ میں بکثرت مذکور کہ جس طرح مال حربی ملے لینا جائز ہے۔ بعض دیگر عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔ ہدایہ میں ہے ولان مالهم مباح في دارهم فباي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا بلا غدر، فيملكه بحكم الا باحة السابقة۔ شلبیہ علی الزیلعی میں ہے۔ المسلم الذي

لہ فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ باب الربا۔ لہ فتح القدیر باب الربا ج ۶ ص ۱۷۸۔ لہ ہدایہ ج ۳ ص ۸۶ باب الربا۔

کہ ارشاد ہوا۔ اذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف نشئتم اذا كان يدا بيد رواه مسلم عن
عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت انھیں سے
یوں ہے۔ ولكن ببيعوا الذهب بالورق والورق بالذهب والبر بالشعير بالبر والتمر بالملح
والملح بالتمر يدا بيد كيف شئتم۔ اللہ عز وجل حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم
پوری کرنے کا حیلہ یہ تعلیم فرماتا ہے۔ خذ بيدك فمغتافا فمضرب به ولا تحنت ليه بلال رضي
الله تعالى عنه نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور حاضر لائے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ تم
کہاں سے لائے۔ عرض کی۔ کان عندنا تمر ردئي فبعت منه صاعين بصاع۔ ہمارے یہاں
خراب کھجوریں تھیں انکے دو صاع کے بدلے میں ان کا ایک صاع خریدا۔ فرمایا وہ عین الربا
عین الربا لا تفضل۔ اے یہ تو خالص سود ہے۔ خالص سود ہے ایسا نہ کرو پھر ارشاد فرمایا۔
ولكن اذا اردت ان تشتري فبيع التمر ببيع اخر ثم اشتريه۔ ہاں اگر خریدنا چاہو تو اپنی
کھجوریں کسی اور شے کے بدلے بیچو پھر اس سے خریدو۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابی سعید الخدری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی
ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر فجاءه بتمر خبيث فقال له رسول الله صلى الله
اكل تمر خيبر هكذا قال لا والله يا رسول الله اننا لناخذ الصاع من هذا بالصاعين
والصاعين بالثلث فقال فلا تفعل بيع الجمع بالدرهم ثم اتبع بالدرهم خبيثا
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل کر کے بھیجا تھا۔ وہ خدمت اقدس
میں خرابائے خبیث حاضر لائے ارشاد فرمایا کیا خیبر کے سب چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں۔
عرض کی نہیں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ ہم اسکے ایک صاع کو دو صاع کے بدلے میں اور دو

۱۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۔
۲۔ پ ۲۳ سورہ ص = ۳ باب الربا۔ مسلم ج ۲ ص ۲۶ باب الربا۔ مصباحی

کو تین صاع کے عوض میں خریدتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو۔ اپنے چھوہارے روپے سے بیجو۔ پھر روپے سے انہیں خریدو۔ ان دونوں حدیثوں کا صریح مفاد یہی ہے کہ جس چیز کی خریداری مقصود ہے۔ اسکو اسی جنس سے خریدیں۔ تو کھلا سود ہے۔ اس سے بچنے کیلئے طریقہ بدلا گیا کہ مقصود بھی حاصل ہو اور سود بھی نہ ہو۔ اسی کو حیلہ کہتے ہیں۔ کہ مقصود حاصل ہو اور محذور شرعی سے اجتناب ہو۔

امام قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں حیلہ کی ایک مستقل فصل ذکر فرمائی فصل فیما یكون فدا عن الربا۔ اس فصل میں ان باتوں کا ذکر ہے جن میں سود سے گریز ہو۔ اور اس میں متعدد صورتیں ایسی ذکر کیں کہ آدمی خاطر خواہ نفع حاصل کرے اور سود نہ ہو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیع عینہ کو جائز بتایا بلکہ کرنے والے کو ماجور فرمایا۔ رد المحتار میں ہے عن ابی یوسف العینۃ جائزۃ ماجور من عمل بہا۔ فتح القدیر میں ہے قال ابو یوسف لا یکرہ ہذا البیع لانہ فعلہ کثیر من الصعابۃ وحمد واعلیٰ ذلک ولم یعدوہ من الربا بحر میں ہے لا باس بالبیوع اللتی یفعلہا الناس للتحرز عن الربا۔

کسی کے پاس زمزم شریف ہے جسے تبرک وغیرہ کیلئے لیجاتا ہے اور وہ اتنا ہے جس سے وضو ہو سکے اور دوسرا پانی وہاں نہیں جس سے وضو کرے اور زمزم کو وضو میں صرف کرنا نہیں چاہتا تو تیمم کیونکر جائز ہو اسکا حیلہ فتاویٰ خانہ وفتح القدیر وغنیہ و بحر و در مختار و حلیہ وغیرہ کتب میں مذکور۔ در مختار میں ہے۔ حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع۔ رد المحتار میں ہے یہبہ ای من یشق بانہ یردہ علیہ بعد ذلک فافہم کسی فقیر پر اسکے روپے آتے ہیں اور یہ چاہتا ہے کہ وہ روپے زکاۃ میں ادا ہو جائیں اسکا حیلہ یہ تعلیم فرمایا کہ مدیون کو روپے دیدے پھر اپنے آتے ہوئے میں وصول کر لے نہ دے تو چھین لے یا زکاۃ کے روپے کفن میت یا تعمیر مسجد میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ فقیر کو دیدے پھر وہ فقیر ان چیزوں میں خرچ کرے

درمختار میں ہے۔ وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مالغہ رفعہ للقاضی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعبیر المسجد وتماصہ فی حیل الاشیاء۔

یہ چند مثالیں حیلہ کی ذکر کی گئیں مسئلہ کی وضاحت کیلئے اتنی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ عبداللہ از موضع درو۔ ضلع نینی تال۔ ۱۳ صفر ۱۲۸۵ھ
 میں نے ایک شخص کی زبانی یہ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت گندم کی اور جو اور بھوسہ

کی تجارت کو ناجائز فرماتے تھے۔ ؟

الجواب :- یہ کسی نے غلط کہہ دیا۔ گیہوں اور جو اور بھوس کی تجارت جائز ہے

اللہ عزوجل فرماتا ہے الا انتکون تجارۃ حاضرة تدیر ونہا بینکم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اختلف هذه الاوصاف فبیعوا کیف شئتم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ سید حسین علی صاحب ساکن اجمیر شریف محلہ خادمان ۲۷ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نوٹ

حسب ذیل عمل کے ساتھ بیع کیا۔ یہ صورت حد جواز کے اندر ہے یا نہیں یعنی اسی طرح عمل

جائز ہو گا یا کوئی اور صورت سے اس طرح لینا اور بیچنا دونوں جائز ہیں یا نہیں ؟

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن فلاں ہوں۔ جو کہ دس دس کے ۱۰ عدد نوٹ کرنسی اور

سوسو کے دو عدد نوٹ کرنسی جملہ تین سو کے کرنسی نوٹ میں مبلغ چار سو روپے سکے سیمی رنج الوقت

فلاں ابن فلاں ساکن فلاں سے خرید کئے ہیں۔ اور اقرار یہ ہے کہ روپے تین سال میں ادا کر دینگا

اور ہر نو ماہ بعد ایک قسط دینگا اور کوئی قسط ایک سو روپے سکے سیمی سے کم نہ ہوگی۔ بعض

اس روپے کے اطمینان کی خاطر میں اپنی فلاں جائداد زمین و مکان رہن مکفول کرتا ہوں

جو آج تک کسی کے پاس رہن و گرانبار نہیں ہے۔ اور جب تک یہ روپیہ باقی رہے گا یہ جائداد

رہن مکفول رہے گی اگر تین سال کے اندر میں زرمذکور کو ادا نہ کر سکوں تو فلاں کو اختیار ہوگا کہ جائداد کو بیع کر کے زرمذکور وصول کر لیں۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطور رہن مکفول جائداد کے لکھ دئے کہ سندرہ ہے۔ اور بوقت ضرورت کام آئے۔ بینوا تو جردا۔

الجواب :- تین سو کے نوٹ چار سو کو بیچنا جائز ہے۔ کہ نوٹ کا غذبہ چاندی نہیں حدیث میں فرمایا۔ اذا اختلفت هذه الاصناف فبیعوا کیف شئتم، امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں فرماتے ہیں لو باع کاغذہ بالف یجوز ولا یکرہ، اور بیع نقد ہوا اودھار دونوں طرح جائز ہے کہ یہاں نہ اتحاد جنس ہے نہ قدر، کہ نوٹ نہ کیلی ہے نہ وزنی اور روپیہ وزنی اور جب قدر و جنس کسی میں شرکت نہ ہو تو کم و بیش بھی جائز اور نسبیہ بھی کما هو مفرج فی عامۃ الکتب وان شئت تفصیل المسئلۃ فانظر الی کفل الفقیہ الفاہم فان فیہ مباحث نفیۃ تقریہا العیون واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیل بھینس اور گائے کا اس غرض سے خریدنا کہ اس کا گوشت خشک کر کے پرونجات میں بھیج کر غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور تجارت کی جائے جائز ہے یا نہیں پہلے ایسے گوشت کو خرید کر کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جبکہ جانور حلال بسم اللہ اکبر کر کے ذبح کیا تو حلال ہو گیا اور اس گوشت کو مسلم و کافر سب کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں، اور یہ گوشت جس طرح تازہ حلال و پاک ہے سو کھنے کے بعد بھی حلال و پاک ہے، کیلی چیز سوکھ کر ناپاک نہیں ہوتی ہاں اگر سوکھانے میں کسی نجس چیز کی آمیزش کرتے ہوں تو ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں، اور جب وہ حلال ہے تو مسلمان بھی خرید سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں، سوکھے گوشت کھانے کا ذکر بہت احادیث میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از موضع بڑ بیل ڈاکخانہ محی پور ضلع رنگپور مسئلہ منشی کبیر الدین صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ملک بنگال میں عام رواج ہے کہ پاٹ یا وہاں خواہ دوسری چیزوں پر۔ روپیہ پیشگی اس شرط پر قبل فصل بھاؤ ملے کر کے وہاں خواہ پاٹ یا غیر چیز وغیرہ کو دو روپیہ خواہ چار روپیہ من ہم تم سے لینے غریب لوگ اپنی غرض تصور کر کے اسی طرح کا لین دین کرتے ہیں۔ لہذا قبل فصل بھاؤ مقرر کر کے روپیہ پیشگی سب چیزوں پر لین دین کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ ملک ہندوستان خواہ ملک بنگال میں غلام خواہ باندی خرید کر کے رکھنا اور باندی

کے ساتھ جو زر خرید ہے مباشرت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱)۔ یہ بیع سلم ہے اگر اسکے سب شرائط پائے جائیں تو جائز ہے اصلاً اس میں حرج نہیں اسکے شرائط میں بیان جنس و نوع و صفت ہے اور بیان میعاد، اور وہ میعاد ایک ماہ سے کم نہ ہو اور وہ چیز وقت عقد سے ختم میعاد تک بازار میں ملتی ہو اور مجلس عقد میں بائع کو ثمن دیدیا جائے۔ وغیرہ مذکور موضح فی کتب الفقہ۔ حدیث میں فرمایا۔ من اسلف فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم و اجل معلوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ بیع سلم کے جواز کی کل چودہ شرطیں ہیں۔ اگر ایک شرط بھی کم ہوئی تو یہ بیع ناجائز اور سود ہو جائیگی۔ ۱۔ بیع سلم کی جنس بیان کرنا مثلاً گیہوں یا دھان یا چاول یا پاٹ۔ لہذا اگر صرف یہ کہا کہ غلہ لیں گے تو بیع ناجائز ہو جائے گی۔ ۲۔ جنس اگر کئی قسم کی ہو تو اسکی قسم کا متعین کرنا بھی شرط ہے جیسے آجکل مختلف قسم اور مختلف نام کے چاول، دھان پائے جاتے ہیں، لہذا اگر صرف یہ کہا کہ چاول دیں گے یا کہ دھان دینگے اور چاول یا دھان کی قسم معین نہ کی تو بیع ناجائز ہے ۳۔ صفت کا بیان کرنا مثلاً یہ کہ عمدہ قسم کا دے گا یا خراب ۴۔ مقدار متعین کرنا یعنی یہ کہنا کہ آٹنا من یا آٹنا کیلو ۵۔ میعاد متعین کرنا جو ایک ماہ سے کم نہ ہو ۶۔ وہ چیز ایسی ہو جسکی بار برداری صرف کرنی پڑتی ہو وہ جگہ بھی معین کرنا شرط ہے جہاں ادا کرنا ہے ۷۔ ثمن کی تعیین بھی شرط ہے مثلاً کاغذی نوٹ روپے یا اشرفی ۸۔ اگر ثمن چند قسم کا ہوتا ہو مثلاً مختلف قسم کے سکے یا نوٹ رائج ہوں تو قسم بھی معین کرنا شرط ہے

الجواب (۲) باندی غلام کار کھنا ہندوستان یا بنگال میں شرعاً ممنوع نہیں اور کنیز شرعی کے ساتھ وطی بھی جائز ہے اور باندہ وہ ہے جو جہاد میں بطور غنیمت حاصل ہوتی ہے جب تک وہ آزاد نہ ہو کنیز ہے اسکی بیع جائز اور جس نے خریدی وہ وطی بھی کر سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ یو نہیں باندی کی اولاد جو غیر مولے سے ہو غلام ہے، اور اس کے بھی وہی احکام۔ بعض لوگ گرائی وغیرہ کسی وجہ سے اپنی اولاد کو بیچ ڈالتے ہیں یہ بیچنا اور خریدنا حرام اور یہ نہ باندی ہے

بقیہ حاشیہ ص ۹۱ اگر ثمن کھڑا کھڑا ہر طرح کا ہوتا ہو تو کھڑے یا کھوٹے کا بیان کر دینا بھی شرط ہے نہ اگر ثمن اس قسم کا ہے کہ اسکے ہر ٹکڑے کے مقابل بیع کا ٹکڑا ہوتا ہو تو ایسے ثمن کی مقدار کا تعین بھی ضروری ہے مثلاً گیہوں، چار سو روپے کرنسی نوٹ کے ایک کوئٹل ہوں تو ایک من کے ایک سو ساٹھ روپے ہونگے اور ایک کیلو کے چار روپے، فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ دسوں شرائط خاص عقد بیع میں کرنا ضروری ہیں ۱۔ اسی مجلس میں ثمن ادا کرنا شرط ہے لہذا اگر پوری گفتگو ہو جانے کے بعد ثمن دیئے بغیر بائع مشتری متفرق ہو گئے تو یہ عقد فاسد و ناجائز ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر مشتری مجلس سے اٹھ کر کہیں روپے لینے گیا اور بیچنے والے کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا تو عقد فاسد ہو گیا ۲۔ وہ چیز عقد سے ختم میعاد تک بازار میں ملتی ہو لہذا اگر یہ کہا کہ فلاں دھان مثلاً باس موتی تو ضروری ہے کہ وہ دھان وقت عقد سے وقت ادا تک بازار میں باسانی ملتا ہو اگر وقت عقد سے ادائیگی کے درمیان بازار سے مفقود ہو جائے تو عقد فاسد ہو جائے گا ۳۔ خیار شرط نہ ہو ۴۔ خیار رویت نہ ہو۔ ۵۔ ملخصاً از فتاویٰ رضویہ در مختار و ہدایہ میں ہے۔ ولا یصح السلم عند الجا خنیفة الابیع شرائط جنس معلوم کقولنا حنطة او شعیر ونوع معلوم کقولنا سقیہ او بخسیة وصفت معلومة کقولنا جید او رادی و مقدار معلوم کقولنا کذا کیلا بمکیال معروف او کذا و زمانا و اجل معلوم و معرفة مقدار رأس المال اذا کان یتعلق العقد علی مقدارہ کامل کیل والموزون والمعدود و تسمیة المكان الذی یوفیہ اذا کان له حمل ومونة ہدایہ جلد ۳ کتاب البیوع ص ۹۵ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

نہ غلام نہ اس کے لئے وہ احکام اگرچہ بیچنے والا کافر ہو۔ رد المحتار میں ہے۔ ہم ارقاء بعد الاستیلاء علیہم اما قبلہ فاحرار لما فی الظہیریۃ و فی المعیط دلیل علیہ۔ یوہیں بعض لوگ لا وارث یا غریبوں کے بچوں کو پا لیتے ہیں اور انہیں لونڈی غلام کہتے ہیں یہ شرعاً لونڈی غلام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۰۔ مسئلہ مولوی شفاء الرحمن طالب العلم مدرسہ اہلسنت بریلی ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جو اپنی بھینس یا گائے یا بکری کی پرورش اکثر یا گائے یا بکری کے غیر کے چارہ و گھاس سے بلا اجازت بلکہ چرا کر کرتا ہے اس سے ان جانوروں کا دودھ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ گائے بھینس جانور نے جو دوسرے کی چیز کھائی وہ مستہلک ہو گئی دودھ گوشت گھی وغیرہ پر حکم حرمت نہیں آسکتا ہاں بطور ورع اگر کوئی بچے تو یہ امر آخر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱۔ از بریلی شریف ڈاکخانہ انبرٹ نگر ساکن صالح نگر میرزا حاجی کفایت حسین صاحب ۷ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ۔ بیع سلم کی کیا تعریف ہے؟

الجواب۔ بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ قیمت کسی چیز کی اب دیجائے اور وہ چیز آئندہ لینا قرار پائے مثلاً اس وقت کسی کو دس روپے دیئے اور ٹھہرایہ کہ مثلاً دو مہینے کے بعد وہ شخص ان کے عوض میں دو من گیہوں دیگا تو یہ سلم ہے اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں۔ اگر وہ سب پائی جائیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ بیان جنس مثلاً گیہوں یا جو۔ بیان نوع مثلاً سرخ گیہوں یا سفید، بیان صفت یعنی کھرے یا خراب۔ یوہیں جنس ثمن مثلاً روپیہ یا اشرفی اور بیان نوع جبکہ متعدد قسم کے سکے رائج ہوں اور بیان صفت، اور بیان مقدار مثلاً اتنے من اتنے روپے کے بدلے میں۔ میعاد کا بیان اور وہ میعاد ایک ماہ سے کم نہ ہو، مکان تسلیم یعنی

۱۔ در مختار میں ہے۔ السلم۔ بیع اجل وهو السلم فیہ بعاجل وهو اس المال ۱۲ (ج ۲ ص ۲۲۶ باب السلم) مصباح

وہ چیز کہاں پر مشتری کو بائع دیگا اسکی ضرورت اس وقت ہے جب وہ چیز ایسی ہو جسکی بار برداری صرف کرنی پڑتی ہو اور مجلس عقد میں ثمن بائع کو سپرد کر دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر اندور محلہ نیا پورہ مرسلہ جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب کا نذرہ ۵ ارجادی ۱۲۸۸ھ
ایک مسلمان دوکاندار حنفی مذہب متفرق سامان بہت کم منافع پر فروخت کرتا ہے اور خریدار اسکے وہاں سے مال نقد اور ادھار ہر دو طریقے سے خرید کرتے ہیں۔ اب چونکہ وہ کم منافع سے مال فروخت کرتا ہے اگر ادھار مال نقد کے نرخ سے ہی فروخت کرے تو اسے کوئی منافع اسکی تجارت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ ادھار کے روپیہ کم از کم ایک ماہ دو ماہ میں وصول ہوتے ہیں اگر ایسی حالت میں دوکاندار نقد مال کے نرخ سے ادھار مال زیادہ نرخ سے فروخت کرے تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب :- بیع میں ثمن کا معین کرنا ضروری ہے در مختار میں ہے و شرط لصعته معرفة قدر مبيع و ثمن اور جب ثمن معین کر دیا جائے تو بیع چاہے نقد ہو یا ادھار سب جائز ہے اور سمیں ہے و صح بضمن حال و مؤجل الی معلوم اور یہ بھی ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو کم یا زیادہ جس قیمت پر مناسب جانے بیع کرے، تھوڑا نفع لے زیادہ شرع سے اسکی ممانعت نہیں، مگر صورت مسئلہ میں یہ ضرور ہے کہ نقد یا ادھار دونوں سے ایک صورت کو معین کر کے بیع کرے اور اگر معین نہ کیا ہو میں محل رکھا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو تو یہ بیع فاسد ہوگی۔ اور ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے رجل باع علی انہ بالنقد بكذا و بالنسیئة بكذا او لی شہر بكذا او لی شہرین بكذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از رانی کھیت جامع مسجد مسئلہ قاری جلیل الدین احمد صاحب ۵ ارجادی الآخرہ
درختوں کے پھل قبل آنے پھول یا پھل جبکہ غیر منفعت ہوں یا پھل قابل منفعت

لے در مختار ج ۲ ص ۲۳ کتاب البیوع۔ لے ایضاً ص ۲۵۔ مصباحی

ہوں درختوں میں فروخت کرنا شرعاً یہ بیع درست ہے کہ نہیں اگر جواب نفی میں ہے۔ تو کوئی صورت بیع اشجار اشجار کے جواز کی نکلتی ہے کہ نہیں۔ بالعموم ہندوستان میں اشجار اشجار کی بیع اشجار ہی میں ہوا کرتی ہے۔ شرعاً یہ کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب :- معدوم کی بیع نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع مالیس عندک۔ دوسری حدیث میں ہے نہی عن بیع السنین۔ لہذا جب تک پھل نہ آئے ہوں ان کی بیع نہیں کی جاسکتی کہ معقود علیہ موجود نہیں عقد کس چیز کا ہوگا اور جو پھل آچکے ہیں اگرچہ وہ قابل انتفاع نہوں ان کی بیع جائز ہے مگر اس میں یہ شرط کہ اتنے زمانہ تک درخت سے توڑے نہ جائیں گے بیع کو فاسد کر دیگی درختار میں ہے (ومن باع شجرة بارزة) اما قبل الظهر فلا یصح اتفاقاً وظهر صلاحها أولاً (صح) فی الاصح (ولو برز بعضها دون بعض لا) یصح فی ظاہر المذهب ویقطعها المشتري فی الحال جبراً علیہ وان شرط ترکها علی الاشجار فسد) اس کے جواز کی یہ صورت ہے کہ بیع مطلق واقع کی جائے بلکہ وقت بیع بائع صاف کہدے کہ مجھے اختیار ہوگا کہ درخت خالی کرالوں اور بیع تمام ہونے کے بعد اپنی خوشی سے درخت پر پختہ ہونے تک چھوڑ دینے کی اجازت دیدے تو اب یہ جائز ہوگا۔ درختار میں ہے۔ وقید باشتراط الترك لانه لو شراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الزیادة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیم کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اور کتے پال کر انکو ویزان کے بچوں کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- افیم کا کھانا جائز، مگر جبکہ کسی دوا وغیرہ میں اتنی قلیل ملائی گئی کہ

۱۔ مشکوٰۃ ص ۲۴۸ باب المنہی عنہا عن البیوع۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۴۷۔ ۳۔ در مختار ج ۴ ص ۴۲ کتاب البیوع۔ ۴۔ ایضاً ص ۴۴۔ ۵۔ مصباحی

اس دوا کے کھانے سے حواس پر اثر نہ پڑے تو جائز ہے، حدیث میں ہے نہی رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من کل مسکر و مفتّر، افیون شراب کی طرح بحس و ناپاک نہیں، لہذا وسکالیپ وغیرہ کرنا جائز، اکثر آشوب چشم میں اسکا ضماد آنکھوں پر لگاتے ہیں، اور یہ لگانا جائز اسی حالت میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا اسکی بیع و شرا جائز ہے، البتہ اسکی بیع ایسے شخص سے کرنا جو اسے ناجائز طور پر کھاتا ہو۔ ممنوع ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے کتے کی بیع بھی جائز ہے ہدایہ میں ہے ویجوز بیع الکلب والفہد اور اسکی دلیل میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں لانه منتفع به حراسۃ واصطیاداً فان مالا فیجوز بیعہ اور ترمذی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ثمن الکلب الا کلب صیدؑ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصیدؑ یہ کتے کی نفس بیع کے متعلق حکم ہے، مگر اسکا پالنا صرف مواضع ضرورت میں جائز ہے۔ انکے علاوہ ممنوع احادیث صحیحہ میں پالنے کی صرف تین صورتیں جائز فرمائی گئی ہیں، شکار کے لئے اور مویشی کی حفاظت کیلئے اور کھیتوں کی نگہبانی کیلئے۔ اور فقہائے کرام نے مکان کی حفاظت کیلئے بھی پالنے کی اجازت دی ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں اسکی تصریح ہے۔

عینی شرح ہدایہ میں ہے فان کل کلب یحفظ بیت صاحبه ویمنع الاجانب عن الدخول فیہ ویخبر علی الجانی بنباہہ علیہ فساوی المعلم فی الاللائتفاعؑ لہذا پالنا اگر ان ضرورتوں کیلئے نہ ہو بلکہ محض تجارت کیلئے ہو تو یہ پالنا جائز نہیں۔ اگرچہ بیع بوجہ اسکی مالیت کے جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ ہدایہ ج ۲ ص ۱۰۱ مسائل منشورہ ۲ ترمذی ج ۱ ص ۱۵۲ باب ماجاء فی ثمن الکلبؑ مسند امام اعظمؒ ج ۱ ص ۳۴۱۔ رواہ الہیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہؑ حاشیہ ہدایہ عینی ج ۲ ص ۱۰۱ مسائل منشورہ مصباحی

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ باغ کے پھل اس طریقہ پر فروخت کرتے ہیں کہ پھل ابھی آئے نہیں ہیں، اور پھل فروخت ہو چکے، یا آئے ہیں لیکن چھوٹے ہیں اور قیمت پوری پھل بڑے پھل کی طے کی گئی، تو آیا یہ طریقہ جائز ہے، یا نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ سود ہوا عمرو کہتا ہے کہ تمام باغات اس طریقہ پر فروخت ہوتے ہیں آخر علماء کیوں نہیں منع کرتے اور اگر یہ طریقہ ناجائز ہے تو کیا طریقہ ہونا چاہئے جس سے پھل جائز طریقہ پر فروخت ہوں؟

الجواب :- جب تک پھل نہ آجائے اسکی بیع نہیں ہو سکتی، اور یہ بیع باطل ہے۔ کہ

بیع میں بیع کا وجود ضرور ہے حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع مالیس عندک۔ اور اگر پھل آگئے تو اگرچہ پختہ نہوں انکی بیع جائز ہے۔ اور قیمت کا ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کی جو قیمت چاہے لے، اس میں ممانعت نہیں، مگر یہ شرط کہ جب تک پھل تیار نہ ہونگے توڑے نہ جائیں گے اسی درخت پر رہینگے شرط فاسد ہے۔ اور اس شرط سے بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مصرح ہے، ہاں اگر وقت عقد نہ یہ شرط ذکر کی نہ عرف ہو اور عرف ہو تو بائع نے صاف کہہ دیا ہو کہ تم کو درخت خالی کر دینا ہوگا اور مشتری قبول کر لیا اب اگر بائع اپنی طرف سے مشتری کو اجازت دے دے تو جب مشتری چاہے اس درخت پر رکھ سکتا ہے، اور اب کوئی حرج نہیں کہ اس صورت میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہ زمیندار ہے اس نے کچھ غلہ اپنے آسامی کے ہاتھ فروخت کیا لیکن قرض دیا اور یہ طے کر لیا کہ جب تم قیمت دینا تو غلہ خرید کر جو بھاؤ اس وقت ہو دیدینا میں وہ قیمت نہ لوں گا تو آیا یہ طریقہ سود تو نہیں ہوا۔ یا شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- زید نے جب غلہ فروخت کیا ہے۔ اور روپیہ کے بدلے فروخت کیا ہے تو آسامی پر بھی روپیہ یا اسکی قیمت کی کوئی چیز واجب ہے۔ مگر زید کا قیمت لینے سے انکار کرنا

اور اس قیمت کا غلہ طلب کرنا دھوکے میں ڈالنا ہے۔ زید کو اگر غلہ ہی لینا منظور ہے تو اسامی سے روپیہ لیکر بازار سے غلہ منگالے یا خود اسی آسامی کے حوالہ کر دے، کہ ان روپیوں کا غلہ لا کر میرے یہاں بھیج دو، ایسی مشتبہ صورت بلاوجہ کیوں اختیار کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ :- از قصبہ چانود مارواڑ ڈاکخانہ اسٹیشن رانی نور محمد ولد رمضان - ۸ جمادی الاول ۱۳۹۹
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی کو ایک من جو اس شرط پر فروخت کرے کہ جو کے عوض میں ایک من گہیوں فصل پر ٹھکود دینا۔ لہذا جو کچھ حکم شرع شریف ہے مع حوالہ کتاب تحریر فرمادیں؟ کیوں کہ جنس مختلف ہو نیکی وجہ سے اگرچہ بیشی جائز ہے مگر نسیہ جائز نہیں۔ اور یہ حرام اور سود ہو گا یا کیا؟ جناب مولینا مولوی شمس الدین صاحب قادری رضوی
 کہا روی سود بتلاتے ہیں کیونکہ یہ دست بدست نہیں ہے اور باقی غلو نکا بھی یہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے؟ باجرہ دیکر گہیوں لینے یا مکی دیکر باجرہ یا گہیوں لینا سب کیلئے کیا حکم ہے؟
 تحریر فرمادیں اور یہ بیوپار کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے، مگر باوجود اختلاف جنس اگر قدر یعنی ناپ یا وزن میں اتحاد ہو یعنی دونوں ناپ سے بکتی ہوں یا دونوں وزن سے تو ایسی صورت میں اگرچہ تفاضل جائز ہے گہیوں دیکر اس سے دو چند جو لے سکتے ہیں مگر نسیہ کہ ایک اب دیا جائے اور اسکے بدلے کا دوسرا آئندہ لیا جائے یہ ناجائز و حرام ہے۔
 صحیح مسلم شریف میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فاذا اختلفت هذه الا صناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد
 نیز انھیں سے دوسری روایت مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں ولكن بيعوا الذهب بالورق والورق بالذهب والبر بالشعير والشعير بالبر والتمر بالملح والملح بالتمر يدا بيد كيف شئتم لہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جنس مختلف ہونے کی صورت میں

لے مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵ باب الربا۔ لے مشکوٰۃ ص ۲۴۵ باب الربا۔ ۱۲ مصباحی

اگر دست بدست نہ ہو تو رہا ہے کہ گیہوں جو دونوں کیلی ہیں اور اگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو لیا جائے تو دونوں آجکل کے عرف کے لحاظ سے وزنی ہیں بہر حال قدر میں اتفاق ہے اور نسبہ جائز نہیں، در مختار میں ہے: **وان وجد احدهما ای القدر وحده ادا الجنس حل الفضل وجرم النساء لومع اتسادی**۔ یوہیں باقی غلوں کا یہی حکم ہے کہ وہ سب وزنی ہیں کیوں کہ شرع سے او سمیں کوئی نص نہیں اور جس میں کیل یا وزن کی تنصیص نہ ہو وہ بالاتفاق عرف و عادت پر محمول ہے، یہ تمام کلام اس تقدیر پر ہے کہ جو گیہوں کے بدلے میں بیع کیا ہو اور اگر الفاظ سوال کی طرف نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گیہوں کے بدلے میں نہیں ہوئی بلکہ فصل میں گیہوں دینے کی شرط ہے اور نمک کچھ اور ہے اگر یوں بھی ہو جب تک کہ یہ شرط مقتضائے عقد نہیں، اور اسمیں بائع یعنی جو دینے والے کا فائدہ ہے لہذا یہ شرط فاسد بیع کو فاسد کر دیگی۔ کمافی الہدایہ وغیرہا۔ بہر حال یہ بیع صحیح نہیں اور بلا ضرورت سود کا گناہ لیتا ہے۔ اگر اسکو جو بیچنا ہے تو روپیہ کے عوض بیچے جو نرخ چاہے مقرر کر دے اور خریدار اس وقت نہیں دے سکتا ہے تو فصل پر روپیہ ادا کرنے کی میعاد مقرر کر دے اور اس روپیہ کے گیہوں خریدے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خریدار روپیہ کی جگہ گیہوں دے دے۔ مگر اس میں یہ ضرور ہوگا کہ اس روپیہ کے جتنے گیہوں ملتے ہوں اتنے ہی لے سکتا ہے زیادہ نہیں، یہ شرعاً جائز بھی ہے اور نفع بھی غالباً ہوگا۔ یا بیع سلم کرے کہ اسمیں بھی غالباً نفع ہی ہوتا ہے، اور اسکو شرع نے جائز بتایا ہے۔ بیوپار کیلئے خریدنا بیچنا ہو یا کھانیکے لئے سب کا ایک حکم ہے جائز ہے تو جائز ہے۔ ناجائز ہے تو ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ میرسلہ سید ضمیر الدین احمد رضا ازالہ آباد محسلہ دارا گنج ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۲۹۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے بکر کہتا ہے کہ جو کچھ آپ اس کی قیمت دیں گے لے لوں گا۔ مگر اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گا

لے در مختار ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب البیوع۔ مصباحی

اور بکریہ کہتا ہے کہ جو کچھ آپ دیں گے بخوشی منظور کر دوں گا۔ ایسی حالت میں بیع جائز ہوگی یا نہیں جبکہ زید بکر کا ماتحت ہے۔ اور ایسی چیز جو خاص اللہ تعالیٰ کے نذر کرتا ہے اسکی بیع بھی مندرجہ بالا صورت میں بلا طے کے جائز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً قربانی کا بکرا؟

الجواب :- جبکہ زید نے بکر کو جو کچھ زر ثمن دینا کہا۔ بکر نے اسے منظور کر لیا اور عقد بیع واقع ہو گیا تو بیع درست و صحیح ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ تراضی طرفین سے جبلی باب و قبول ہو چکا تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ زید افسر ہے مگر جب اسنے دباؤ نہیں ڈالا تو کوئی حرج نہیں اور اگر زر ثمن کا زید نے بھی اظہار نہیں کیا اور بکر نے یہ کہہ دیا کہ جو آپ دینگے منظور کروں گا تو یہ بیع نہ ہوئی کہ یہاں ثمن مجہول تھا اور اس طرح بیع نہیں ہو سکتی۔ قربانی کا جافور ہونا اور چیز سب کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از منیکہ برہان پور شریف ڈاکخانہ سودھانی اسٹیشن ضلع پورنیہ سید مخدوم شرف الہدی صاحب ۷ ارذی قعدہ ۱۲۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندرین صورت کہ زید عمرو کو کچھ روز کیلئے مبلغ ایک سو روپیہ بطور قرضہ یعنی دستگواں دیئے مگر اس شرط پر کہ مبلغ نوے روپیہ کے بدلے مجھے روپیہ ہی ملنے چاہئے اور باقی مبلغ عنہ روپے کے عوض پانچ یا چھ من دھان یا کوئی غلہ بعد طیاری فصل خواہ دو مہینے بعد ہو یا چار مہینے بعد مجھے دینا اور نرخ بھی دو یا تین روپے کے حساب سے باہم طے کر لیا یہ صورت بیع و شراء و نیز قرضہ کی عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- روپیہ اسوقت دینا اور بیع آئندہ کسی وعدہ پر لینا اسکو بیع سلم کہتے ہیں اور بیع سلم کی چند شرطیں ہیں۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مدت مقرر ہو جو ایک ماہ سے کم کی نہ ہو حدیث میں ہے۔ من اسلف منکم فلیسلف فی کیل معلوم او وزن معلوم الی اجل معلوم لہذا یہ کہہ دینا کہ چاہے دو مہینے میں دینا یا چار مہینے میں دینا یہ مدت کی تعیین نہیں ہے بلکہ اس صورت میں مدت مجہول ہے لہذا بیع سلم صحیح نہ ہوئی۔ بلکہ فاسد ہوئی۔ اور غلہ کا

مستحق نہیں ہوگا۔ بلکہ اپنے روپیہ کو واپس لینے کا حقدار ہے اگر مدت معین ہو تو فقط ان دس روپوں کا غلہ لے سکتا ہے اس نرخ سے جو وقت عقد سلم باہم طے ہو چکا ہے باقی نوے روپے قرض ہیں کہ ان کے عوض میں روپے ہی کا مطالبہ ہوگا۔ اور اگر مدیون غلہ دے اور یہ لینا چاہے تو وقت ادا جو نرخ بازار کا ہے اس حساب سے لینا ہوگا۔ اس سے زائد کا مطالبہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازبرہان پور شریف تکیہ ڈاکھانہ سودہانی اسٹیشن ضلع پورنیہ مرسلہ جناب شرف الہدی صاحب سجادہ نشین۔

۱۔ زید نے عمرو کو مبلغ یکھتر روپیہ دیا اس شرط پر کہ مبلغ دس روپے کے بدلے دو یا تین روپیہ من کے حساب سے کوئی غلہ دینا اور غلہ کو معین کر لیا اور باقی روپے کے بدلے نقد روپے

ہی دینا؟

۲۔ اگر وہ نوے روپیہ تم اس سال ادا نہ کر سکو تو پھر دس روپے کے بدلے غلہ معین دینا ہوگا

اسی بھاؤ کے اعتبار سے جو اوپر مذکور ہوا اور باقی مبلغ انہی روپے نقد دینے پڑیں گے؟

۳۔ اگر دوسرے سال بھی ادا نہ کر سکو تو پھر اس روپیہ کے بدلے نرخ مذکور کے اعتبار سے

کوئی غلہ معین دینا ہوگا اور باقی نقد ہلم جبراً از عرض نہیں دینے کی تقدیر پر ہر دس کے بدلے نرخ

معین کے اعتبار سے غلہ معین ہوگا۔ اس قسم کی بیع و شریا قرضہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دس روپے کے مقابلہ میں جتنا غلہ دینا قرار پایا ہے اس میں اگر بیع سلم کے جملہ

شرائط پائے جائیں۔ تو عقد صحیح ہوگا اور میعاد پر وہ غلہ دینا پڑے گا اور باقی روپیہ کے مقابلہ

میں روپیہ ہی دینا قرار پایا ہے اور اگر اس سال روپے ادا نہ کرے تو ان میں سے دس روپے کے

بدلے میں اسی حساب سے دوسرے سال غلہ دینا ہوگا۔ یہ عقد سلم نہیں ہے کہ اس عقد کو معلق

بالشرط کرتا ہے اور بیع کو معلق بالشرط نہیں کیا جاسکتا کہ بیع اثبات ملک کیلئے ہے اور اثباتات

کو خطر پر معلق نہیں کر سکتے کما فی الہدایہ وغیرہ لہذا بقیہ نوے قرض ہے اس مال سلم نہیں ہے

اور جب قرض ہے تو مستقرض سے زیادہ نہیں لیا جاسکتا اور جو کچھ زیادہ لیگا سود ہوگا حدیث میں ہے کل قرض جر منفعتہ فہو ربا اور اگر ان روپوں کے عوض غلہ لیا جائے تو بازار کے نرخ سے نوے روپے کا غلہ لے سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نصیر آباد ضلع مشرقی خاندس احاطہ بمبئی مرسلہ جناب قاضی سید منظر علی صاحب ۵ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ۔

ایک شخص سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے خود جائداد نہیں خرید سکتا تھا لہذا اس نے اپنے خانہ کو روپے دیکر اسکے داماد کے نام پر کچھ جائداد خریدی اور سرکاری کاغذات وغیرہ میں داماد کا نام درج کرایا۔ شخص مذکور کو سوا ایک لڑکی کے دوسری اولاد بھی نہیں تھی البتہ سوتیلے بھائی تھے جو لڑکی کیساتھ ترکہ کے وارث ہو سکتے تھے۔ داماد کا روپیہ یہ رہا کہ وہ جائداد کی آمدنی وصول کرتا تھا اور خسر کو لا کر دیدیتا تھا۔ اسکے خود کے اور بیوی بچوں کے کھانے پینے کا خرچ خسر ہی کے ذمہ تھا خسر کے انتقال کے بعد وہ آمدنی اپنی خوشدامن کے پاس دیتا رہا خوشدامن کے انتقال کے بعد بیوی کو نہیں دی بلکہ خود لیتا رہا اب داماد کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب جھگڑا یہ ہے کہ جائداد خسر کے ورثہ کی تصور کی جائے یا داماد کے ورثہ کی۔ یہ جائداد خسر کی امانت کے طور پر داماد کے پاس تھی ایسا سمجھا جائے۔ یہ احتمال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ خسر سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ملازمت کے حدود ہی اپنے نام پر جائداد نہیں خرید سکتا تھا یا خسر نے عاریت کے طور پر دی تھی کہ تازلیست خود فائدہ اٹھائے اور بعد مرنیکے داماد مالک ہو یا یہ سمجھا جائے کہ خسر نے داماد کو ہبہ کر دی تھی ؟

لیکن داماد رضامندی کے خیال سے اور یکجا رہنا سہنا تھا اس وجہ سے بزرگی کے خیال سے خسر کے پاس آمدنی دیتا تھا۔ اب داماد کے ورثہ شرعاً وراثت کے مستحق ہیں یا خسر کے اگر داماد کے ورثہ خسر کے ورثہ کو حصہ نہ دیں تو آیا روز قیامت ماخوذ و مستحق عذاب ہوں گے ؟

الجواب :- اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ جائداد اس شخص نے اپنے لئے خریدی تھی اور دستاویز میں داماد کا نام کسی مصلحت کی بنا پر تھا جب تو اسی شخص کی قرار دی جائیگی۔ کاغذات میں داماد کا نام درج کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر گواہوں سے ایسا ثابت نہ ہو تو جائداد داماد کی ہے خسر یا خوشدامن کے پاس آمدنی لا کر محض رکھ دینا اسکی دلیل نہیں کہ وہ خسر کی ہی ہے کہ جب یہ اونکے یہاں رہتا تھا اور وہیں کھاتا پیتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ بڑا سمجھکرا یا کرتا ہو۔ رد المحتار میں ہے فی الخیرۃ من کتاب الدعوی سئل عن اخوة اشقاء عائلتهم وکسبهم واحد وکل

مفوض لایخیه جمیع التصرفات ادعی احدہم انه اشتری بستانا لنفسه فاجاب اذا مات البینۃ علی انه من شركة المفارضة تقبل وان کتب فی صکت التبایع انه اشتری لنفسه ^{واللہ تعالی اعلم}

مسئلہ :- ازاجمیر شریف پٹن بازار شیر محمد پیش امام پٹن مسجد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ۔

(۱) ایک شخص ایک بکرا جھٹکے کیلئے دیتا ہے اور جھٹکے کے بعد گوشت تو لاجاتا ہے گوشت

کے وزن پر چھ آنہ فی سیر کے حساب سے فروخت کرتا ہے اور کھال بھی خود ہی بیچ دیتا ہے

شرعاً یہ تجارت کیسی اور ایسی تجارت کرنیوالے مسلمان کے ساتھ مسلمانوں کا کیا حکم شرعاً صادر ہوگا ہے

(۲) اگر صرف بکرا فروخت کرے یہ سمجھکرا جھٹکا ہوگا نیز اس کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص مردار جانور کی کھال مول لیکر فروخت کرے تو اس کیلئے کیا حکم ہے۔ ان

تینوں حالتوں کا کتب معتبرہ کے حوالے سے تفصیل کیساتھ تحریر فرمایا جائے؟

الجواب (۱) جانور کو جھٹکے کیلئے دینا کہ کوئی کافر اسے جھٹکا کر دے پھر یہ مسلمان اسے

لے جانور کی گردن پر تلوار کا ہاتھ مار کر اسے جدا کرنے کو۔ جھٹکا کرنا کہتے ہیں۔ اگر کافر ایسا کرے۔ تو وہ جانور حرام و مردار

ہوگا۔ کہ اس صورت میں کافر ہی ذابح ہوا۔ اور کافر کا ذبیحہ حرام۔ ذبیحہ کی علت کیلئے ذابح کا مسلمان یا کتبی ہونا

شرط ہے۔ در مختار میں ہے۔ و شرط کون الذابح مسلماً اذ کتاباً ج ۵ ص ۲۰۸ واللہ تعالی اعلم مصباحی

بیچے یہ حرام ہے۔ پھر اسکو بیچنا یہ دوسرا حرام ہے کہ اب یہ جانور مردار ہے اور مردار کی بیچ حرام اور باطل۔ درمختار میں ہے بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة ولا فرق فی حق المسلمین المتی ماتت حتف انفہا او یخنق ونحوہ۔ اسکی کھال بھی جب تک پکائی نہ جائے اسکو بیچنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) ایسے کے ہاتھ فروخت کرنا نہ چاہیے جسکی نسبت معلوم ہے کہ جھٹکا کرانگا مگر بیچا تو یہ بیع باطل و حرام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) مردار کی کھال اگر سوکھی ہوئی ہے تو خرید بھی سکتا ہے بیچ بھی سکتا ہے ورنہ خریدنا اور بیچنا دونوں حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کلکتہ مطب سنت الجماعت نارکل وانگہ قصاب بستی ۹ کروں لین کلکتہ غلام حسین حامدی رضوی ۱۱ اشعبان ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دوکان ہے اسمیں تقریباً چالیس پچاس روپیہ کا سرمایہ ہے زید نے وقت ضرورت پر عمرو سے کچھ روپیہ طلب کیا عمرو نے کہا کہ میں اس شرط پر تمکو پہلے دینگا کہ تم اپنے منافع میں سے ایک پیسہ نفع کا مجھے دو اور میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں جسوقت طلب کروں وہ روپیہ میں لے سکتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی چیز اتفاقاً ٹوٹ پھوٹ جاوے گم ہو جاوے تو میں اسی حساب سے اپنے منافع میں سے ادا کرونگا۔ زید نے منظور کر لیا عمرو نے دس روپیہ اسکو دیا زید نے کہا کہ مجھے ایک روپیہ میں ۲ نفع ہونا ہے عمرو نے کہا کہ روپیہ میں ایک پیسہ میرا رہا اور عمرو ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امام کے نہ آنے پر کبھی کبھی امامت بھی کرتا ہے تو یہ سود ہوا یا نہیں اور اسکے پیچھے نماز ہوئی یا نہیں ؟

لے درمختار ج ۲ ص ۱۱۲ کتاب البیوع ۱۲۔ لے ہدایہ میں ہے ولا بیع جلود المیتة قبل ان تدبغ۔ واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی

الجواب :- کسی کو تجارت کیلئے روپیہ دینا کہ دوسرا اس سے تجارت کرے اور جو کچھ نفع ہوگا اوسمیں سے ایک حصہ معینہ کا یہ شریک ہے مثلاً ایک روپیہ کا نفع ہو تو ۸ یا ۱۷ یا ۲۲ یا کم و بیش جو چاہیں ٹھہرائیں اسکو اصطلاح شرع میں مضاربت کہتے ہیں۔ اور شرعاً یہ جائز ہے مگر روپیہ اسوقت لے سکتا ہے جب مال فروخت ہو چکا ہو اور مضاربت میں جو کچھ نقصان ہو گا وہ روپے والے کا ہوگا اور یہ شرط کہ اگر مال ہلاک ہو جائے تو میں ذمہ دار نہیں یا دونوں پر اوسکا نقصان ڈالا جائے اس سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے فتاویٰ قاضیخان میں ہے ومنہا اذا شرط

على المضارب ضمان ما هلك في يده والله تعالى اعلم

مسئلہ :- از شہر بریلی مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ یوم پنجشنبہ ۱۲۵۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک باغ اہل ہندو کا فروخت ہو رہا تھا جسکی قیمت وہ مبلغ چار سو روپیہ مانگ رہا تھا ایک صاحب نے مبلغ تین سو روپے لگائے دوسرے صاحب نے سوا تین سو روپیہ تیسرے صاحب نے تین سو پچاس روپیہ میں طے کیا مبلغ مبیانے کے دیے کل روپیہ پندرہ یوم میں دینے کا وعدہ کیا۔ جس صاحب نے سوا تین سو روپیہ لگائے تھے انھوں نے بیانے دینے کے بعد پونے چار سو روپیہ کالے لیا اب ان صاحب کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اہل ہندو کا فائدہ کرایا اور مسلمان کا نقصان ؟ بینوا تو جروا

الجواب :- بیان سائل سے معلوم ہوا کہ باغ سے مراد اسکی بہار نہیں بلکہ اوسکے درخت کٹوانے کیلئے خریدے تھے جب ساڑھے تین سو روپے میں درخت خرید لئے اور بیعانہ بھی دیدیا جس کے معنی یہی ہوئے ہیں کہ عقد بیع ہو چکا صرف قانونی طور پر کاغذ لکھنا باقی رہ گیا ہے تو یہ درخت خریدار کے ہو چکے کہ عقد صحیح ہو جائیکے بعد بیع مشتری کی ملک ہو گئی بائع کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا حرام ہوتا ہے اور جس کو یہ بات معلوم ہو اوسے خریدنا حرام ہے حدیث میں ہے لا یبیع الرجل علی بیع اخیه جس نے جان بوجھ کر خریدا وہ اس کا مالک نہیں اور جو کچھ اوس سے

سیدی دامت برکاتہم العالیہ نیازمندانہ آداب معروض مفاد ضہ عالیہ شریف لاکر عزت افزا
 ذرہ بیقدر ہوا۔ اگر مال میں اشتراک بالاخلاط ہو تو ایک شریک کے بیع کرنے کو اجنبی سے بدون
 دوسرے کی اجازت کے فقہار کرام ناجائز فرماتے ہیں۔ علمگیری مطبوعہ مطبع مصطفائی جلد ۲ ص ۸۸

کتاب البیوع میں ہے اذا كانت الشركة في المال بسبب الخلط منهما باختيارهما او بالاختلاط من غير اختيارهما يجوز بيع احدهما نصيبه من شريكه ولا يجوز من الاجنبي الا باذن شريكه
ور مختار کی کتاب الشركة ص ۲۶۷ میں ہے فلا يجوز بيعه الا باذنه فلو كانت الدار مشتركة بينهما
باع احدهما بيتا معنيا او نصيبه من بيت معين فلا خرا ان يبطل البيع - بہا شریعت میں
بھی یہی تحریر فرمایا ہے ۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ بیع باطل ہے یا فاسد یا موقوف اگر باطل ہے یا فاسد ہے تو حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اسکے ثبوت کیلئے ضروری ہے کہ ملک بائع سے زائل ہو جائے اور ان دونوں صورتوں میں زائل نہیں ہوتی بلکہ موقوف کی صورت میں بھی زائل نہ ہوگی تا وقتیکہ حبسکی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت بذید ہے۔ بہر کیف دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اور عمر کو ترکہ میں ایک مکان ملا۔ اور ابھی تک تقسیم شرعی نہ ہونے پائی تھی کہ زید نے اپنا حصہ ایک اجنبی کو بیع کر دیا۔ اور عمر سے اجازت بھی نہ ملی تو اس صورت میں یہ بیع کیسی ہے باطل ہے یا فاسد یا موقوف اور بہر تقدیر عمر کیا کرے یعنی حاکم کے یہاں شفعہ کا دعویٰ کرے یا حاکم سے بیع باطل کرے جواب میں عبارت فقہی نقل فرمائیں اور ہر ایک کتاب کے صفحات بھی تحریر فرمائیں تاکہ یہاں آسانی عبارتیں نکال لی جائیں ؟

حاشیہ ص ۱۷ مسلم ج ۲ من ۳ کتاب البیوع . مصباحی

الجواب :- صورت مذکورہ میں یہ بیع نہ باطل ہے نہ فاسد نہ موقوف بلکہ صحیح تام نافذ ہے علمگیری کسی جو عبارت نقل کی گئی ہے اسکے اول اور آخر دونوں کو نقل نہیں کیا معلوم ہوتا ہے اس پر نظر نہیں پڑی ورنہ یہ غلطی نہ ہوتی عبارت کی ابتداء یہ ہے واذا كانت الحنطة او الموزون مشتملین کا بین اثنتین فباع احدهما نصيبه من شريكه او من الاجنبي فنقول اذا كانت الشريكة في المال۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم مکمل و موزون کا بیان کیا جاتا ہے عقار سے اس حکم کو تعلق نہیں۔

ثانیاً یہ حکم خلط و اختلاط کا ہے، یعنی ہر ایک شخص کی ملک میں تھی اس سے دوسرے کو تعلق نہ تھا دونوں نے قصداً اپنی اپنی چیزیں دوسرے کی چیز میں ملا دیں یا بلا قصد دونوں چیزیں مل گئیں مثلاً بوری پھٹ گئی اور غلہ مل گیا صورت مسئلہ میں نہ خلط ہے نہ اختلاط بلکہ دونوں کی ملک ابتداء ہی یوں حاصل ہوئی کہ باہم شرکت ہے کیونکہ میراث سے جو ملک حاصل ہوگی وہ ابتداء ہی سے متاع ہے نہ یہ کہ ممتاز ہوا اسکے بعد شرکت ہوئی ہو اسی لئے اس کے بعد علمگیری میں جو کلام ذکر کیا وہ یہ ہے واذا كانت الشركة بسبب الميراث او الشراء او الهبة يجوز بيع احدهما نصيبه من شريكه ومن الاجنبي۔ اسکے بعد علمگیری کی عبارت بعد اذن شريكه مگر یہ نسخ کی غلطی ہے صحیح یہ ہے کہ بغیر اذن شريكه ہو چنانچہ مصحح محشی نے لکھا کذا في جميع النسخ ولعل صوابه بغیر اذن شريكه بدليل المقابلة تامل الخ چنانچہ رد المحتار کتاب الشركة میں خلط و اختلاط کی صورت میں عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہوئے مسئلہ کی جو تصویر کی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارث و ہبہ و شرا کی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں۔ اجنبی کے ہاتھ مطلقاً جائز ہے عبارت یہ ہے قوله الا في صورة الخلط والاختلاط فانه لا يجوز البيع من غير شريكه بلا اذنه والفرق ان التركة اذا كانت بينهما من الابتداء بان اشترط حنطة او وراثتها كانت كل حبة مشتركة بينهما فيبيع كل منهما نصيبه شايعاً جائز من الشريك والاجنبي بخلاف ما اذا كانت بالخلط او الاختلاط كانت كل حبة مملوكة بجميع اجزائها ليس للاخر فيها شركة فاذا باع نصيبه من غير الشريك لا يقدر على تسليمه الا مغلوطاً بنصب الشريك فتوقف على اذنه بخلاف بيعه من الشريك للقدره على التسليم والتسليم نعم

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ خلط و اختلاط کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کے ملک میں مطلقاً امتیاز نہ ہو جس طرح وراثت کی صورت میں ہر ایک کا حصہ شایع ہے کہ یہ نہ خلط ہے نہ اختلاط اب ضرر یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ غیر شریک کے ہاتھ بیع کرنے میں شریک کا ضرر ہوتا ہے اور اس صورت میں اجازت پر موقوف ہونا چاہیے تاکہ اگر ضرر ہو تو بیع کو رد کر کے ضرر سے محفوظ رہے جس طرح بناء مشترک باغ اس وغیرہ کا حکم ہے اسمیں بیع اذن شریک پر موقوف ہوتی ہے اسکا یہ جواب ہے کہ یہاں شریک سے دفع ضرر ممکن ہے کیونکہ شریک لیلے شرع نے عقار میں حق شفع رکھا ہے اگر وہ اپنا ضرر سمجھتا ہے تو شفعہ کر کے اجنبی سے واپس کیلئے پھر اسکی اجازت پر بیع موقوف کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ علامہ شامی کتاب السرقہ صفحہ ۳۲۶ میں فرماتے ہیں قلت ویؤیدہ ان قولہ الا فی صورۃ الخلط والاختلاط استثناء من صحتہ البیع بلا اذن الشریک وحاصلہ توقف الصحتہ علی اذن الشریک و هذا لا یتأتی فی الشفعۃ فانہ اذا ادعی الشفعۃ فان بیع الحصۃ من الدار صحیح وان کان الشریک حق التملک بالشفعۃ فانہ اذا ادعی الشفعۃ یتملکها ملکاً جدیداً وان سقط یبقى ملک المشتري علی حالہ سواء اذن اولاً۔ در مختار کی عبارت سے یہ بھی استدلال صحیح نہیں کہ اسمیں شریک دار مشترک سے ایک معین بیت کو بیع کرتا ہے اور معین بیت اسکی ملک نہیں کیونکہ ہر شریک قبل تقسیم جزر شائع کا مالک ہے بیت کے ہر جزر میں دونوں شریک ہیں لہذا تسلیم مبیع پر قادر نہیں بخلاف اس صورت کے کہ اپنا حصہ جو دار مشترک ہے مثلاً منجملہ اتنے سہام کے بائع اس شائع کا مالک ہے اور شائع ہی کی بیع کرتا ہے لہذا یہ بیع اجنبی کے ہاتھ بھی جائز ہے جیسا کہ شامی کی پہلی عبارت میں مذکور ہے و بیع کل منہا نصیبہ شائعاً جائز البتہ دوسری صورت میں در مختار کی عبارت یعنی او نصیبہ من بیت معین مطلق ہے مگر اس سے مراد نصیب من البناء ہے جیسا کہ اسکے بعد واقعات کی عبارت کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں قولہ باع احدہما نصیبہ ای من البناء فقط لکما هو مرید العمدۃ اما بیع النصیب من الدار بتمامہا فلا مانع من جوازہ افادہ) لہذا صورت مسئلہ میں شریک اگر چاہے تو شفعہ کا دعویٰ کر سکتا ہے ابطال بیع کا دعویٰ بیکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۵۵ھ

مسئلہ :- مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدراسلامیہ میرٹھ ۱۷ ربیع الآخر

بیع بالوفا کس صورت میں جائز ہے اور کس صورت میں ناجائز اور کس کس چیز کی ؟

الجواب :- بیع بالوفا میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اگر اس کو بیع کہا جاوے تو شرط

فاسد کی وجہ سے فاسد ہے اور واقعیت کی طرف نظر کی جائے تو رہن ہے جس سے مرہن منتفع

ہے اور یہ بھی ناجائز لہذا اسکے عدم جواز ہی کا حکم دیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب محلہ اندر کوٹ میرٹھ ۲۵ محرم ۱۳۵۶ھ

سلم فی الحيوان جائز نہیں حدیث میں نہیں وارد ہوئی ہے سلم فی السمک الطری

کس حدیث سے ثابت ہے ؟

الجواب :- سلم فی الحيوان کے عدم جواز کی دلیل حدیث بھی ہے اور قیاس بھی دونوں

قسم کی دلیلیں ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہیں، پھلی کا اس حکم سے استثنا نہیں ہے کہ استثنا کی دلیل

حدیث سے مانگی جائے بلکہ پھلی ایسا مائی جانور ہے کہ پانی سے جدا ہونے کے بعد عموماً زندہ نہیں

رہتا بعض زندہ رہیں بھی تو تھوڑی دیر کیلئے۔ جب عموماً یہی ہے کہ زندہ نہیں رہتی ہیں تو سلم الیہ

نے جب تسلیم کیں تو مری ہوئی مچھلیاں اور یہ ظاہر کہ جب وہ زندہ ہی نہیں تو ان کو حیوان کیونکر

کہا جاسکتا ہے کہ حیوان میں حیاۃ ضروری چیز ہے اگر حیوان کہیں بھی تو مجازاً نہ کہ حقیقتہً لہذا معلوم

ہو کہ یہ سلم فی الحيوان میں داخل ہی نہیں کہ سلم فی الحيوان کی ممانعت سے یہ بھی ممنوع ہو جائے

ہاں اگر بوقت سلم زندہ مچھلیوں کی شرط ہو تو اسکو سلم فی الحيوان میں داخل کیا جائے گا اور اسے

ممنوع بھی کہا جائے گا کہ ظاہر حدیث کا مقتضی بھی ہے چنانچہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں فان قیل فالسمک الطری مخصوص من عموم الحيوان فجاز فی العصفایر

قیاساً علی الشیاب بقلة التفاوت قلنا انما یتسم لو شرط حیاۃ السمک الطری فی المسلم فیہ

لہ اس کی قدرے تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۲۷۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مصباحی

ولیس كذلك بل كيفما كان حتى لو شرط ذلك كان لنا ان نمنع صحة السلام فيه . والله تعالى علم
مسئلہ :- مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ سیرتھ ۱۲ صفر ۱۳۵۶ھ

فتح القدیر میں فرمایا فالسمک الطری مخصوص من عموم الحيوان اس لفظ مخصوص سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ سمک طری عموم میں داخل ہے مگر کسی دوسری دلیل سے اسکا اخراج کیا گیا اور جواب سے ظاہر ہے کہ وہ داخل ہی نہیں تو جب داخل نہیں تو مخصوص ہونے کے کیا معنی ؟

الجواب :- عبارت فتح القدیر کو غور سے نہیں دیکھا ورنہ یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا سمک طری کا مخصوص کرنا معترض کا قول ہے جسکا امام ابن ہمام نے جواب دیا ہے . عبارت یہ ہے فان قيل فالسمک الطری مخصوص من عموم الحيوان فجاز في العصفان قیاسا على الشيا ببقلة التفاوت قلنا انما يتم لو شرط حياة السمک الطری فی المسلم فيه ولیس كذلك بل كيفما كان حتى لو شرط ذلك ان لنا ان نمنع صحة السلام فيه . خلاصہ جواب یہ ہے کہ سمک طری کا مخصوص کرنا جب صحیح و تمام ہوگا کہ زندہ محلی مسلم فیہ قرار پائے اور سلم فی السمک میں ایسا نہیں ہوتا اور اگر یہ شرط ہو تو اس سلم کو ہم صحیح نہیں مانتے لہذا مخصوص کہنا غلط ہے . والله تعالى اعلم
مسئلہ :- مسئلہ حاجی عبدالغفور صاحب دفتر انجمن اشاعت الحق بنارس ۲ شعبان المعظم

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ”کلا بتواد دھار خریدنا بلا سود کیسا ہے ؟
 (۲) کلا بتواد دیگر چیزیں نقد جس حساب سے بکتی ہے اودھار دینے میں یہ ہوتا ہے ایک آنے روپیہ بڑھا دیتے ہیں ایسا لینا دینا کیسا ہے ؟

(۳) کپڑے کے خریدنے میں یہ رداج ہے کہ جس دوکان پر خرید کرتے ہیں تو ایک آنہ روپیہ آڑھٹ کا خریدار سے لیتے ہیں اور بیچنے والے سے بھی لیتے ہیں یہ پیسہ لینا دینا کیسا ہے ؟

فتح القدیر ج ۶ ص ۲۱۲ باب المسلم . ۲ آڑھٹ ، دلال . مصباحی

(۴) طوائف مسلمان ہو یا ہندو کے ہاتھ مال بیچنا کیسا ہے ؟

(۵) ایک پیسہ روپیہ میں کم بیچنا یا خریدنا کیسا ہے ؟

الجواب :- (۱) کلابتو میں چونکہ چاندی ہی غالب ہے اور وہی مقصود ہے لہذا اسکی

ادھار بیع جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جن چیزوں کی ادھار بیع جائز ہے اگر یوں بیع ہوئی کہ نقد اس حساب سے اور ادھار

اتنے کو یہ ناجائز ہے کذا فی الہدایہ اور اگر عقد میں ایک صورت متعین ہو گئی مثلاً ادھار

بیع ہے اور اتنے کو تو یہ صورت جائز ہے کہ اب جہالت باقی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر وہ کپڑے خود اسی دکان والے کے ہیں جب تو ثمن سے کچھ زیادہ نہیں لے سکتا

اور اگر اس کے نہیں ہیں بلکہ دوسرے کے ہیں اور یہ فروخت کرتا ہے جیسا کہ سوال سے

یہی ظاہر ہے تو یہ دلالت کی ایک صورت ہے اور دلالتی جائز ہے جبکہ دلال کچھ کام کرتا ہو

اور اپنے کام کی اجرت لیتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) طوائف کا حرام مال جبکہ معلوم ہو کہ یہ حرام ہے اسکو اپنے کسی مطالبہ سے ثمن

یا اجرت وغیرہ میں نہیں لے سکتا یعنی جبکہ بیع میں حرام مال پر عقد و نقد جمع نہ ہوں تو

اگرچہ یہ بیع جائز ہے مگر جب کہ یہ معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو ثمن میں لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایک روپیہ کے پونے سولہ آنے پیسے خریدنا اور بیچنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

لے کلابتو۔ چاندی یا سونے کے تار جو ریشم پر چڑھا کر بنے جاتے ہیں۔ مصباحی

باب القرض

مسئلہ:- مرسلہ مولوی عبدالحی سلمہ از ہلدوانی ضلع نینی تال ۱۵ صفر ۱۳۵۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قرض عمرو پر ہے اور زید کا انتقال ہو گیا
زید کے ورثاء میں کوئی نہیں ہے اس صورت میں عمرو کا قرآن شریف ہدیہ لیکر زید کی طرف سے
زید کے ثواب کیلئے دیدے تو قرض سے سبکدوش ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:- اگر کوئی وارث نہ ہو تو یہ مال حق بیت المال ہے اور چونکہ بیت المال یہاں نہیں
لہذا فقرار و مساکین پر اوسکی طرف سے تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از کلکتہ ذکر یا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مرسلہ جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب
کیا حکم ہے شریعت طاہرہ کا زندگی کے بیمہ کرانے کے متعلق اس صورت پر کہ (۱) جس کمپنی سے
بیمہ کرایا جاتے اسکے تمام شرکاء غیر مسلم ہوں (۲) بیس سال تک ہر سال تین ہزار روپیہ کے حساب
سے ادا کرنا ہوگا اور بشرط زندگی بیس سال بعد جملہ اسی ہزار روپیہ کمپنی سے واپس ملے گا اور بیس سال
کے اندر موت ہو جائے تو اس وقت تک جتنا روپیہ دیا جا چکا ہے وہ سب کا سب منزید چالیس ہزار
روپیہ کے ساتھ کمپنی سے واپس ملے گا (۳) جس کمپنی سے بیمہ کرایا جائیگا اسکی مالی ذمہ دار حکومت
کناڈا ہے۔ (۴) اس کا سرمایہ انداز تیس کروڑ روپیہ ہے۔ اگر کوئی شخص برابر بیس سال تک روپیہ
ادا نہ کر سکا بلکہ چند سال ادا کرنے کے بعد پھر بند کر دیا تو بیس سال کے بعد اسکو کل روپیہ جتنا کہ اس
نے دیا تھا واپس ملے گا۔

الجواب :- یہ بیمہ ظاہر اس کمپنی کے پاس روپیہ امانت کے طور پر دنیا معلوم ہوتا ہے، مگر چونکہ کمپنی سے اسکا مطالبہ ہر وقت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ مدت پوری ہونے کے بعد مطالبہ ہوگا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کمپنی اس روپیہ کو تجارت وغیرہ میں لگائیگی۔ لہذا اسکو امانت نہیں بلکہ قرض سمجھنا چاہیے کہ کمپنی قرض لیتی ہے۔ اور ادا کرنے کی ایک میعاد مقرر کرتی ہے۔ اور اس میعاد کے پورے ہونے پر کل روپیہ مع اضافہ دیتی ہے۔ اور اثناے میعاد میں مرجانے پر بھی جو کچھ اس نے دیا ہے کمپنی وہ کل رقم مع شئی زائد دیگی۔ یہ اس بیمہ کا خلاصہ ہے۔

رہا اس کے متعلق حکم شرع وہ یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والے نے اپنی طرف سے زائد لینے کی شرط نہیں کی ہے، اور کمپنی اپنی طرف سے زائد دیتی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کے روپیہ سے من نے بہت منفعت حاصل کی ہے۔ لہذا اپنی طرف سے کچھ زیادہ دینا چاہیے تو یہ لینا دینا جائز ہے۔ اور اسکو سود سے علاقہ نہیں۔ کہ سود اس زیادہ کو کہتے ہیں جو عقد میں مذکور و مشروط ہو اور اگر مستقرض مقرض کو بلا شرط دے تو جائز و مباح ہے۔ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا۔ خیارکم احسنکم قضاء۔ اور یہ اس وقت فرمایا کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اونٹ قرض دیا تھا جب ادا کا وقت آیا تو صحابہ سے فرمایا کہ اسکو اونٹ دیدیا جائے۔ لوگوں عرض کی جیسا اسکا اونٹ تھا ویسا موجود نہیں ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ فرمایا وہی دیدو جو اچھا ہے۔ کہ اچھا دینا اچھے لوگوں کا کام ہے۔ تو اگرچہ یہاں زیادت موجود ہے مگر چونکہ عقد میں مشروط نہ تھی لہذا جائز ہوئی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کان لی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین فقضانی و نہ ادنی۔ اس محمل بھی وہی ہے کہ یہ زیادت غیر مشروط تھی۔ اور اگر زیادت مشروط ہو کہ دینے وقت یہ کہہ دیا ہو کہ اتنی مدت کے بعد اصل رقم پر آنا زیادہ لینگے۔ اور اس بیمہ کی صورت میں ظاہر یہی ہے اور اگر شرط نہ بھی کرے مگر چونکہ کمپنی نے یہ طے کر رکھا ہے اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہے۔ لہذا المعروف کا مشروط کے تحت میں داخل ہو کر اسے بھی مشروط کا حکم ہوگا۔ اس صورت میں اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود ہوگا۔ کہ حدیث میں ارشاد فرمایا

کل قرض جس منفعۃ فہم و سربوا۔ مگر چونکہ یہ مابین المسلمین نہیں اور نہ مابین المسلم و اہل الذمہ ہے۔ بلکہ ان نصاریٰ کے ساتھ ہے جنکو بادشاہ اسلام نے امان نہیں دیا ہے۔ لہذا یہ سود نہیں کہ ایسے لوگوں کا مال اگر مسلمان کو عقد فاسد کے ذریعہ سے مل جائے تو لینا جائز ہے اور یہ سود میں داخل نہیں۔ علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں شرط الربو اعصمۃ البدلین۔ اس صورت میں جبکہ وہ اپنا مال اپنی خوشی سے دیتے ہیں تو حطرح بھی لیا جائے جائز ہے۔ اس میں اصلاً نہ قباحت ہے نہ یہ سود و المختار میں سیر کبیر اور اسکی شرح سے منقول ہے۔ اذا دخل المسلم دار الحرب بامان فلا بأس بان يأخذ منهم امراہم بطیب انفسہم بائ وجه کان۔ اور یہ امر کہ دار الحرب میں ایسا جائز ہے۔ دارالاسلام میں ایسا نہیں۔ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ مدار امان و عہد پر ہے۔ اور جبکہ دارالاسلام میں کفار معاہدہ ہوں تو انکا مال انکی خوشی سے لینے میں مضائقہ نہیں۔

خصوصاً اس صورت مسئلہ میں کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمپنی حکومت ہندوستان سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ ایسی جگہ کی یہ کمپنی ہے جو دارالاسلام نہیں تو اس سے زیادت کا لینا جائز ہے۔ اور اسے سود سے تعلق نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان میں بیمہ زندگی میں ایک اہم اور خطرناک شرط یہ لگادی گئی ہے کہ بیمہ دار کے لئے تین سال کی تمام قسطیں بیمہ کمپنی کی قرارداد کے مطابق جمع کرنی ضروری ہیں۔ اگر کسی وجہ سے کچھ قسطیں جمع ہونے سے رہ گئیں تو اسے ایک میعاد پھردی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ توسیعی میعاد بھی گزر گئی اور بیمہ دار باقی باندہ قسطیں جمع کرنے سے قاصر رہا۔ تو اس کا کھاتا بند کر کے اسکی تمام جمع شدہ رقم ضبط کر لی جاتی ہے۔ جو بیمہ کمپنی کی ملک ہو جاتی ہے اس شرط کی وجہ سے شرعاً عقد بیمہ کی اجازت ہر شخص کو نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ اس کے جواز یا عدم جواز کے فیصلہ کیلئے اس پہلو کو سامنے رکھنا ہوگا۔ کہ بیمہ دار کا ذریعہ آمدنی کیا ہے؟ اور اس کے اخراجات کتنے ہیں؟ اور رقم کی بچت کتنی ہے؟ اگر بیمہ دار کی شرح آمدنی اس کے اخراجات سے زیادہ ہے مثلاً وہ تنخواہ دار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کے پاس روپیے رکھے تھے اور عمرو کو اختیار دیا تھا کہ تم ان روپیوں کو اپنے کام میں خرچ کر سکتے ہو۔ عمرو نے کہا کہ بہت اچھا جس وقت تمکو روپیوں کی ضرورت ہو اگرے تو آٹھ دس روز پہلے سے خبر دیا کر دو میں روپیہ تیار کر کے دیا کرونگا۔ اسی طرح سے زید اور عمرو کے درمیان یہی معاملہ رہا۔

ایک مرتبہ زید نے عمرو کے پاس روپیے رکھے تھے کہ عمرو نے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اپنے مکان میں چوری ہونے کا واقعہ ظاہر کیا۔ اور زید سے کہنے لگا کہ تم مت گھبرانا تمہارا جب ضرورت پڑے تو میرے سے کہدیا کرنا میں روپیہ دیا کرونگا۔ چنانچہ زید نے تھوڑے تھوڑے کر کے دو مرتبہ روپیہ عمرو سے مانگے اور عمرو نے دیدیئے۔ لیکن زیادہ رقم زید کا عمرو کے ذمہ باقی رہا۔ مگر ساتھ ہی زید نے عمرو کے پاس روپیہ رکھنا چھوڑ دیا۔ اب باقی ماندہ رقم جب زید نے عمرو سے طلب کئے تو عمرو نے روپیے دینے سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ وہ رقم جس کا مسطور بالا میں ذکر ہو چکا، امانت تھی، اس کا دنیا مجھ کو لازم نہیں ہے، تو جواب طلب یہ امر ہے کہ صورت بالا مذکورہ میں زید کا رقم یعنی روپیہ جو عمرو کے پاس تھے بطور امانت ہوئے یا قرض۔ اور کس صورت میں عمرو کو امتحان دینا لازم ہے اور کس میں نہیں۔ کتاب کے حوالے سے جواب عنایت فرمادیا جائے؟

حاشیہ بقیہ ص ۲۰۱ کا

لازم ہے کہ ہر ماہ ضروری اخراجات کے علاوہ معتد بہ رقم پس انداز کر لیتا ہے۔ یا تاجر وغیرہ ہے کہ اپنی آمدنی سے خطیر رقم بچالیا کرتا ہے۔ جس کی بنا پر بیمہ شدہ رقم کی کم از کم مدت مقررہ یا موسعہ تک قسط وار ادائیگی کا اسے ظن غالب ہو۔ تو ایسے شخص کو شرعاً یہ اجازت ہوگی کہ وہ زندگی بیمہ کرائے۔ کیونکہ اس صورت میں بیمہ دار کو ایسی کمپنی سے جو حکومت کے زیر انتظام ہے نفع کا حصول منظون بہ ظن غالب ہوگا۔ اور حکومت کفار کی ہے۔ لہذا ایسے شخص کیلئے زندگی بیمہ کرنا ناجائز ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اپنی آمدنی پر ظن غالب نہیں کہ ہم قسطیں وقت پر ادا کر سکیں گے تو اسے اجازت نہیں کہ اس میں مسلمان کے مال کی تفسیع ہے بلکہ بالقصد کافر کو ایذا مال دینا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

الجواب :- جب زید نے عمرو سے کہہ دیا کہ خرچ کر سکتے ہو تو اب یہ رقم امانت و ودیعت نہیں کہ ودیعت کا بعینہ واپس اور رد کرنا واجب ہے۔ بلکہ یہ قرض ہے جو مثل کے ساتھ ادا کیا جائیگا۔ اور واجب فی الذمہ ہوگا۔ لہذا صورت مذکورہ میں اس رقم کا مالک عمرو ہے اور اسی عمرو کا مال ہلاک ہوا زید کو اس سے تعلق نہیں زید کے جتنے روپے عمرو پر ہیں وہ واجب الادا ہیں یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ عمرو نے زید سے کب مانگا تھا جو قرض قرار دیا جائے کہ قرض کیلئے یہ ضرور نہیں کہ مستقرض طلب کرے اور اپنی ضرورت سے مانگے بلکہ بغیر طلب مستقرض کے بھی قرض ہو سکتا ہے اور بطور خود بھی دوسرے کو قرض دیا جاسکتا ہے۔ فقہانے سفتجہ کو قرض ہی میں شمار کیا ہے۔ ہدایہ وغیرہ عامہ کتب میں اوسکا قرض ہونا مصرح ہے حالانکہ یہ مقرض اپنی غرض اور فائدے کے لئے دیتا ہے اور بغیر مانگے خود دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ عبد اللہ حبیبی از پالی مارواڑ ۸ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ یوم شنبہ ایک شخص نے اپنا زیور بنئے کے یہاں سود پر گرور رکھا دوسرا شخص مسلمان اس کے روپیہ دیکر زیور چھڑا لا کر زیور والے کو زیور دیتا۔ اب یہ زیور چھڑانے والا اپنا روپیہ زکوٰۃ میں وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں؟ اللہ اجر دے گا

الجواب :- جس نے زیور چھڑایا ہے اگر مالک زیور نے اس کو چھڑانے کے لئے کہا تھا تو اس شخص نے جتنا روپیہ ادا کیا ہے زیور کے مالک سے وصول کر سکتا ہے اور اگر بغیر اس کے حکم کے اس نے اوسکا قرض ادا کر کے زیور چھڑایا تو قرض کے ادا کرنے میں متبرع ہوا اب زیور والے سے اس روپیہ کو وصول بھی نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ دونوں صورتوں میں سے کسی میں ادا نہیں ہوگی بلکہ اگر زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو زکوٰۃ کا روپیہ زیور کے مالک کو بطور تملیک دیدے اگر وہ مالک نصاب نہ ہو اور زکوٰۃ کی نیت کرے اب وہ شخص اس روپے سے اپنا زیور چھڑالے تو اس صورت میں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور وہ زیور بھی رہن سے چھوٹ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الربا

مسئلہ :- مسئلہ فضل الرشید خان محلہ فراشی ٹولہ بریلی ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۵
زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان ایک کافر یعنی ہندو سے سودے سودے سکتا ہے
اور اس کو سود پر روپیہ دے سکتا ہے، کیا زید کا یہ خیال صحیح ہے ؟

الجواب :- سود لینا دینا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا
حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموكله وكاتبه و
شاهدیه قال وہم سواء فی سود بہر حال حرام ہے مسلمان سے لیا جائے یا کافر سے۔ ہندوستان
میں ہو یا عرب میں ہاں اگر نہ سود کہا جائے نہ سود کی نیت ہو۔ بلکہ ایک مباح مال سمجھ کر لیتا
ہو کہ کافر حربی کا مال مسلمان کیلئے مباح ہے جب تک غدر یعنی عہد شکنی نہ ہو تو اس میں حرج نہیں۔
مثلاً ہندو کو سو روپے دے اور ٹھہر لیا کہ سال بھر پر سو سو لونگا۔ ردالمحتار میں ہے فی
کافی الحاكم وان بايعهم الدرهم بالدرهم نقداً او نسيئة فلا باس بذلك لان له
ان ياخذ اموالهم برفائهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حافظ نبی ازینی تال یکم ذیقعدہ ۱۳۸۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو کچھ روپیہ تجارت کرنے
کو دیا اور زید نے اپنی تجارت میں شرکت بھی قائم رکھی، اب زید اپنے روپیہ کے ذریعہ سے
بکر کے ذمہ خوراک کھاتا ہے، اور بکر اپنی خوشی سے کھلاتا ہے اور بکر ہر طرح کی خدمت کرتا ہے
اور جس وقت زید بکر سے روپیہ لیگا ایک حصہ خوراک کا اپنی جمع میں سے مجرانہ دیگا۔ اب زید نے
بکر سے روپیہ لے لیا بکر نے خوراک کھلانا۔ اور خدمت کرنا چھوڑ دی۔ اس صورت میں زید نے

جو خوراک کھائی ہے، اور خدمت کرائی سود تو نہیں ہوا۔ بینوا تو جبروا

الجواب: جب زید خوراک کا روپیہ مجرانہ دیگا۔ محض اس وجہ سے کھانا ہے کہ اس کا روپیہ بکر کے پاس ہے تو یہ کھانا ناجائز ہے اور سود کہ قرض کے ذریعہ سے یہ نفع حاصل کرتا ہے اور جب قرض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا ہے تو سود ہے احادیث میں ہے کہ قرض جو منفعۃ فہو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ رشید الدین احمد ضلع نرسنگھ پوری۔ پی ۴، ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص کا کچھ روپیہ کسی ہندو مہاجن کے یہاں بطور امانت (بنک کے طریقہ پر) رکھا ہے اور مہاجن اس رقم پر اپنے قاعدہ کے موافق سود دیتا ہے، کیا مسلمانوں کو اس مہاجن سے سود لینا جائز ہے، نیز جو بینک گورنمنٹ کی طرف سے پوسٹ آفس میں ہوتے ہیں (سیونگ بینک) اور عام بینکوں سے اس میں شرح سود کم ہے۔ اس سے سود لینے کا کیا حکم ہے اور کسی دوسرے بینک کہ جو گورنمنٹ سے تعلق نہ رکھتے کیا مسلمان ان سے سود لے سکتا ہے در صورت عدم جواز کوئی سورت و حیلہ شرعی ہندوستان میں نفع حاصل کرنے کیلئے ہو سکتا ہے۔ جس سے وہاں سود لازم نہ آئے؟ بینوا بالکتاب تو جبروا یوم الحساب۔

الجواب:۔ سود حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا۔ ہاں کفار غیر ذمی سے جو مال بغیر غدر حاصل ہو وہ حلال ہے، اور وہ سود نہیں، اگرچہ وہ کافر سود کھردیتا ہو مگر اس لینے والے کو چاہئے کہ اسے سود نہ سمجھے کہ سود کیلئے مال معصوم شرط ہے، طحاوی علی الدر میں ہے شرط الربا عصمة البدلین جمیعاً۔ اور انکے اموال مباح، ہدایہ و فتح القدیر و عنایہ و جامع

الرموز و جوہرہ نیزہ و بحر الرائق و در مختار و غیرہ عامۃ اسفار میں ہے لان مالہم مباح فی دارہم واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:۔ مسئلہ محمد عطاء اللہ وار د حال بریلی محلہ کلاب نگر گوٹھی سردار منزل معترضہ خشتی ابراہیم حسین صاحب ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ
علمائے دین و مفتیان شرع متین سے فتویٰ طلب ہے اس بارہ میں کہ زید مدرس سرکاری انگریزی میں مدرس تھا۔ اسکی تنخواہ سے آنہ فی روپیہ وضع ہوا کرتا تھا اور آدھ آنہ فی روپیہ

لے طحاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ باب الربا۔ لے ہدایہ ج ۲ ص ۱۸۶ باب الربا۔ مصباحی

کے حساب سے خود سرکار دیتی تھی۔ اس طرح ڈھیڑھ آنہ فی روپیہ تنخواہ پر ہر ماہ میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ اس مکان نام فنڈ تھا۔ دوران ملازمت تا انفکاک ملازمت وہ اس کے واپس لینے کا مجاز نہ تھا۔ آخر سال میں اس روپیہ کا کچھ سود بھی جیسا کہ بینک کا معمول ہے اصل روپیہ میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ ۱۹۰۴ء سے یہ قاعدہ بطور پنشن جاری کیا گیا ۱۹۲۳ء میں اختتام ملازمت پر بجائے پنشن انیس سال کے بعد یہ کل رقم مع سود نامبرہ کو حوالہ کر دی گئی۔ اس دوران میں یہ رقم چند مرتبہ حد نصاب زکوٰۃ کو بھی پہنچ چکی ہے اب امور ذیل قابل استفسار و استفتاء ہیں۔

۱۔ موجودہ صورت میں جو روپیہ نوٹوں میں سرکار سے ملا ہے اور سود بھی اسکے ساتھ ہے تو اس سود کا لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ زید نے سود لینے سے انکار بھی کر دیا تھا کیا جمع شدہ روپیہ جو زیادہ روپیہ دیا گیا ہے وہ سود کی حد میں داخل ہے؟

۲۔ اگر یہ زیادتی سود ہے تو اس کو کیا کیا جائے؟ واپس یا خیرات؟

۳۔ انیس سال کی زکوٰۃ دینی چاہیے یا صرف سال حال کی جبکہ روپیہ وصول ہوا ہے اور سود کی رقم پر زکوٰۃ دی جائے یا اصل رقم پر صرف؟

۴۔ یہ روپیہ نوٹوں میں ملا ہے تاوقتیکہ تقری سکے سے تبدیل نہ ہوں نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

۵۔ کسی غریب سید یا بیوہ سیدہ کو جبکہ وہ سخت اہل ضرورت ہوں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

۶۔ اس روپیہ سے حج ہو سکتا ہے؟

الجواب ۱۔ وہ روپے کہ بینک یا گورنمنٹ سے سود کھردیئے انکا لینا جائز ہے۔ کہ یہ سود نہیں سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عقد میں مشروط ہو اور اگر عقد میں مشروط نہ ہو وقت ادا کچھ زیادہ دیا تو یہ سود نہیں، اور صورت مسئلہ میں زید نے روپے دیتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اتنا زائد لونگا بلکہ زید نے تو سرے سے بطور خود یہ روپیہ جمع کیا بھی نہ تھا بلکہ گورنمنٹ ایک آنہ فی روپیہ اسکی تنخواہ کا ٹکڑ جمع کرتی رہی، اب بینک کے سود کھدینے سے سود نہیں ہو جائے گا ملتقے البحر میں ہے ہو فضل مال خال عن عوض شرط

لاحد العاقدین^۱۔ تنویر الابصار میں ہے ہو فضل خال عن عوض بمعيار شرعی مشروط
 لاحد العاقدین^۲۔ ہاں اسکا خیال رکھے کہ لیتے وقت بہ نیت سود نہ لے کہ سود سمجھ کر لینا
 گویا اپنے طور پر حرام لینا ہے، اور خلاف شرع کرنا ہے اگرچہ یہ نیت مال کو حرام نہ کر لگی مگر یہ فعل حرام
 ہوگا۔ بلکہ اس نیت سے لینا چاہئے کہ ایک شخص اپنی خوشی سے اپنا مال دے رہا ہے۔ مجھے اسکا
 لینا مباح ہے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ یہ زیادتی مشروط نہیں مگر چونکہ یہ معروف و مشہور ہے
 لہذا حکماً مشروط کہ المعروف کا مشروط اور اس نے اگرچہ خود نہیں دیا گورنمنٹ نے دیا ہے عقد
 وکیل موکل کیلئے ہوتا ہے اور فضولی کا عقد قبول مالک پر موقوف ہوتا ہے، تو عاقد حقیقتہً زید
 ہی ہوا مجمع الانہر میں ہے عقد الوکیل عقد للموکل وعقد الفضولی يتوقف على قبول
 المالك فیصير العاقد حقیقۃً الموکل او المالك۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مسلمان کا بنک
 ہو اور اسکے یہاں سودینا معروف ہو تو یہ ہو سکتا ہے مگر یہاں کے کفار سے جو اموال ان کی
 خوشی سے ملیں وہ مطلقاً جائز ہیں، اور سود نہیں لان شرط الرباعصمة البدلین كما
 فی الطحطاوی و ما لہم غیر معصوم جوہرہ نیرہ میں ہے اذا اخذه علی هذا الوجه
 بطیبة نفسه کان اولى بالجواز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ زکاة انیس سال کی دینی ہوگی، جبکہ وہ اس وقت سے مالک نصاب ہو۔ اور سال
 گزر چکا ہو ورنہ جب سے مالک نصاب ہو کر ایک سال پورا ہو گیا ہو ہر سال کی زکاة دے، مگر
 سال اول میں جتنا روپیہ تھا اتنے ہی کی زکاة واجب ہے، یہ نہیں کہ جتنا وصول ہوا، سبکی
 زکاة ہر سال دی جائے یو ہیں سال دوم میں دو سال کے جتنے روپے ہوئے، انکی زکاة دے
 بلکہ سال اول زکوة کی رقم نکال کر اب جو کچھ باقی بچے، اگر نصاب یا نصاب ثانی کا پانچواں حصہ ہے
 تو چالیسواں حصہ زکاة دے اور اگر نصاب ثانی کے خمس سے کم ہو تو صرف نصاب اول کی زکاة،

۱۔ ملتی الابحرج ۲ ص ۳۹۲ باب الربا۔ ۲۔ تنویر الابصار ج ۴ ص ۱۹۶ باب الربا جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۲۱۸ باب الربا۔
 مصباح

اور وہ زیادتی کہ خمس سے کم ہے معاف ہے، مثلاً سال اول میں وہ رقم دو سو درہم تھی اور دوسرے سال چار سو تو پہلے سال کی زکاة پانچ درہم ہوئی دوسرے سال میں اس رقم کے نکالنے کے بعد پانچ کم چار سو ہوئے تو صرف تین سو ساٹھ درہم کی زکاة ہوئی کہ ۳۵ درہم خمس نصاب سے کم ہے، و علیٰ ہذا القیاس ہر سال کا حساب کر لیں اور زکاة صرف اس رقم پر ہے جو اسکی تنخواہ ہے ایک آنہ روپیہ کٹ کر جمع ہوتا گیا باقی آدھ آنہ فی روپیہ جو گورنمنٹ جمع کرتی رہی، اور وہ رقم کہ بنک سے سود کھردی انکی زکاة واجب نہیں کہ یہ رقمیں وصول ہونے سے قبل اسکی ملک ہی نہیں، ہاں اب وصول ہونیکے بعد جب اور اموال کا سال پورا ہوگا تو ان کے ساتھ انکی بھی زکاة دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ نوٹ حکم میں پیسوں کے ہیں کہ پیداشی ٹمن نہیں مگر عرف نے انھیں ٹمن قرار دے رکھا ہے، لہذا نوٹ پر بھی زکاة واجب ہے سونے یا چاندی سے بدلنے کی کچھ ضرورت نہیں، اور ادائے زکاة کے وقت وہی قیمت لگائی جائیگی جس قیمت کا کہلاتا ہے، واللہ اعلم

۵ سادات کرام کو نہ زکاة دینا جائز نہ انکا لینا جائز اور ان کو دینے سے زکاة ادا نہ ہوگی۔

حدیث میں فرمایا۔ انما الصدقات اوساخ الناس لا تعل محمد ولا آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ فقیر کو دیں، پھر وہ فقیر اپنی طرف سے سید یا سیدہ کی نذر کرے۔ اگرچہ پیشتر اس فقیر سے یہ تذکرہ ہو چکا ہو۔ کذا فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جب یہ رقم جائز ہے تو اس سے حج بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ محمد امین محلہ بھوڑ متصل دیوان خانہ ضلع بریلی ۱۷ ارڈی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمر دآوے اور یہ کہے کہ میرے پاس بیس روپیہ کے نوٹ ہیں اسکے بھکرو روپیہ دیدو۔ زید اس سے یوں کہے کہ میں بھکرو دو آنہ کم بیس روپیہ دوں گا۔ تیرا جی چاہے بھکرو ضرورت ہو تو دو آنہ کم بیس روپیہ لیجا اور بڑے کا

لے مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ باب تحریم الزکاة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ ۱۲ مصباحی

زید و عمرو کے درمیان لفظ نہ آئے۔ عمرو رضامند ہو کر زید سے دو آنہ کم پیش روپیہ لے لئے اور زید اسکو دے دیے۔ زید اس پیسہ کو اپنے صرف میں لاوے۔ تو اس صورت سے اس کو لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور زید کو بھی ایسا ہی موقعہ درپیش آوے اور زید عمرو کو چار آنہ یا آٹھ آنہ کم دیدے تو زید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- نوٹ کو کم و بیش پر خریدنا بیچنا جائز ہے۔ مثلاً دس کا نوٹ آٹھ روپے یا بارہ میں بیچا کچھ حرج نہیں، اور اگر دس کا نوٹ قرض دیا ہے تو پیسہ اوپر دس روپے لینا بھی جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد امین محلہ بھوڑ ضلع بریلی ۱۷ ار ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص مسلمان کہ جنکا نام کڑے و پیر بخش ہے۔ یہ دونوں آدمی سود کھاتے ہیں۔ علانیہ طور سے اور بدعا فقیری مسماۃ نصیبین سلاز بخش یہ سب لوگ بھی سود کھاتے ہیں۔ انکو برادری میں رکھنا سلام کلام کرنا ایک جگہ ان کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ان شخصوں کا شریک ہو اس کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟

الجواب :- سود لینا حرام، حرام اشد حرام ہے۔ حدیث میں ہے الربا سبعون جزءا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ سود ستر گناہ ہے ان سب میں ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے باقی اُنہتر اس سے بھی بدتر ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ان سب لوگوں پر تو بہ فرض ہے اگر تو بہ کر کے اپنی اس ناپاک حرکت سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان سے مقاطعہ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حاجی نعمت علی صاحب ضلع مظفر پور ڈاکخانہ رائے پور ساکن پنٹول ۱۴ صفر ۱۴۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ کسی شخص نے سود پر روپیہ لیا یا غلہ لیا

لہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۸ باب الربا۔ مصباحی

پھر ادا کرتے وقت اصل دیا اور سود نہ دیا تو اس پر مواخذہ شرعی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر بلا ضرورت شرعیہ سود پر روپیہ یا غلہ لیا تو یہ عقد ربا بہر حال حرام ہے اور سود دیا تو یہ دوسرا حرام ہوا۔ اگر ادا کرتے وقت سود نہ دیا جب بھی انشاء عقد حرام کا گناہ

تو اسکے ذمہ رہا۔ اس سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ آفتاب الدین طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی ۱۲ جمادی الاولیٰ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کے مال حیلہ

و بہانہ سے اپنی عزت بچا کر لینا جائز ہے یا نہیں مع دلائل ارشاد فرمائیے ؟

الجواب :- کافر حربی کا مال مباح ہے۔ یعنی عہد شکنی نہ ہو۔ کہ غدر حرام ہے۔ اور وہ صورت بھی جائز نہیں کہ ذلت کا سامنا ہو۔ کہ مسلمان کو عزت کا تحفظ نہایت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ منشی عبدالعزیز خان صاحب از کلکتہ ذکر یا اسٹریٹ ۲۲

بینک میں جو روپیہ رکھا جاتا ہے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- سود حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و حرم الربوا۔ ہاں اگر سود سمجھ کر نہ لیں

بلکہ یہ کہ کافر اپنی خوشی سے اپنا مال دیتا ہے اگر بینک والا سود ہی کہتا ہے مگر یہ نہ کہے نہ سود

سمجھے تو اس نیت کے ساتھ لینے میں اصلاً مضائقہ نہیں کما بینا ہ فی فتاویٰ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد عبدالقادر محلہ ملوکپور بریلی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ کو ڈیڑھ سو روپیہ کی ضرورت ہے

اور دائن بھی مسلمان ہے سود سے بچنے کی واسطے شرعی طور سے روپیہ دین اور منافع بھی اٹھاؤں ؟

الجواب :- اگر سود کے لین دین سے بچنا چاہیں تو دائن کو چاہئے کہ روپے بطور قرض۔

بلا شرط دیدے اور مدیون دائن کے پاس کوئی چیز قینچی چاقو وغیرہ رکھ دے اور یہ کہدے کہ

اسکی حفاظت کا معاوضہ اتنا ماہوار دیا کریں گے ہر ایک سود سے بچ گیا اور دائن کو نفع

بھی مل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱): مولوی شفا الرحمن طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ کوئی غریب بحالت
مجبوری مہاجن سے کچھ غلہ یا روپیہ سود پر لیکر دفع ضرورت کیا اور یہ بتا ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں
بلا سود کے نہ مسلمان ٹکاپیہ دینے والے ہیں نہ ہندو یہ کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟

مسئلہ (۲): مضمون حدیث کا سود کے کھانے والے دینے والے کتابت کرنیوالے وکالت
کرنیوالے شہادت دینے والے سب پر وعید شدید بتلا رہا ہے پھر اس زمانے میں کوئی کھاتا ہے
کوئی کھلاتا ہے کوئی گواہی کرتا ہے کوئی کتابت کرتا ہے شاید ہی کوئی اس سے بچا ہو پھر عمل کی
کیا صورت ہوگی ؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱): اگر واقعی ضرورت ہو تو لے سکتے ہیں۔ الضرورات تبیح المحذورات مگر شادی
غنی کی بیجارسمیں یا جائداد خریدنے یا تجارت بڑھانے کیلئے سود پر روپے لینا جائز نہیں
کہ یہ کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عمل اس پر کرے جو اللہ و رسول کا حکم ہے نہ اس پر جو شیطان اسے تعلیم دے جو بچنا
چاہے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ
حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور جو خود مبتلا ہونا چاہے تو وہ غنی عن الغلین ہے لوگ بلا وجہ حرام کو ترک
نکریں تو وہ خود گنہگار ہونگے وہ حرام حلال نہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳): از کو سالپورہ ملک مارواڑ ڈاکخانہ گڑیا مرسلہ پیرزادہ سید مولابخش
صاحب ۳ رذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ایک شخص نے دوسرے شخص کو روپیہ دیا اور وعدہ یہ کیا کہ جب تک تم روپیہ ادا
نہیں کرو گے جب تک ہمارا فلاں کام کرنا ہوگا ہمارے روپے کا بیاج نہیں یعنی سود اور
تمہارے کام کی مزدوری نہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- قرض دیکر یہ ٹھہرا لینا کہ جب تک ادا نہ کرے میرا کام کرنا ہوگا یہ سود ہوا کہ یہ کام اسی روپیہ کے نفع میں لے رہا ہے اور سکا یہ کہنا کہ سود نہ لیگا مہمل ہے آخر یہ کام کس چیز کے عوض میں لیتا ہے حدیث میں ہے کل قرض جبر منفعۃ فهو سوا قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از درگاہ کمیٹی اجمیر شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سرکار گورنمنٹ ہند نے جنگ کے وقت امداد کیلئے قرضہ مبلغ دو ہزار روپیہ خزانہ درگاہ شریف سے لیا وہ رقم تو بدستور موجود ہے اور اس میں کچھ کمی نہیں لیکن علاوہ اصلی رقم قرضہ کے کچھ زائد روپیہ اضافہ ہو کر وہ رقم اضافہ کیسا تھ درگاہ شریف میں آیا کرتی ہے اور وہ خزانہ درگاہ شریف میں شامل ہو کر استعمال میں لائی جاتی ہے تو ایسا روپیہ شرعاً داخل سود ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب :- سود کیلئے یہ ضرور ہے کہ قرضہ دیتے وقت مقرض نے مستقرض سے ٹھہرا لیا ہو کہ جتنا دیا جاتا ہے اس سے زائد لیا جائے گا۔ اور اگر اس وقت ایسا نہ ہوا اور مستقرض نے بطور خود یہ سمجھ کر کہ اس نے ہماری ضرورت کے وقت رقم دیکر ہمارا کام چلا دیا۔ یا اس کو صاحب حاجت جان کر یا کسی دیگر وجہ سے کچھ زائد دیا تو یہ ربوا نہیں۔ نہ اس پر ربوا کی تعریف صادق۔ ربوا اگرچہ لغتاً زیادتی کو کہتے ہیں۔ مگر شرعاً ہر زیادت نہ ربوا، نہ حرام، بلکہ ایک خاص قسم کی زیادتی کو کہتے ہیں۔ اور اس کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں۔ کہ اگر وہ مستحق نہ ہوں تو شرعاً ربوا نہیں۔ مثلاً عدریات میں ایک اخروٹ کو دو اخروٹ کے بدلے میں بیچارہ ربوا نہیں۔ اگرچہ زیادتی ایک جانب میں موجود ہے۔ یا ایک لپ گیہوں دو لپ کے بدلے میں بیچے یہ بھی سود نہیں یا ایک معین پیسہ کو دو معین پیسوں کے بدلہ میں خرید یا مثلاً یوں کہا کہ اس پیسہ کے بدلے میں وہ روپیہ خریدے یہ بھی سود نہیں۔ ہدایہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے ویعوز بیع البیضة بالبیضتين والتمرة بالتمرین والجوزة بالجوزتین لا نعدام المعیار

فلا يتحقق الربوا ويحوز بيع الفليس بالفلسين باعيا نهما باوجودیکہ ان صورتوں میں عقد معاوضہ یقیناً ہے۔ اور ایک طرف زیادت بھی یقیناً موجود ہے۔ بلکہ وہ زیادت عقد میں یقیناً داخل ہے پھر بھی جائز ہے۔ اور سود نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شرع مطہر نے اس کے تحقق کیلئے کوئی خاص معیار قرار دے رکھا ہے۔ کہ اسی صورت میں ربوا ہوگا۔ اور حرمت کا حکم دیا جائیگا لہذا پہلے اسکی شرعی تعریف بیان کی جاتی ہے اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ صورت مستفسرہ اس حد کے اندر داخل ہے یا نہیں۔ اور حکم بھی وہیں سے واضح ہو جائے گا۔

در مختار میں ہے۔ هولة مطلق الزيادة وشرعاً فضل خال عن عوض معيار شرعی وهو الكيل والوزن مشروط ذلك الفضل لاحد المتعاقدين في المعاوضة^۲ یعنی عقد معاوضہ میں احد المتعاقدين کیلئے جو زیادتی ایسی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری جانب عوض نہ ہو اور اس کیلئے کوئی شرعی معیار بھی یعنی ناپ یا تول ہو تو سود ہے۔ جب ان سب قیدوں کا تحقق ہوگا اسی وقت سود کہہ سکتے ہیں، ورنہ نہیں، لہذا مقرض نے قرض دیتے وقت اگر زیادتی کا ذکر نہ کیا تو عقد میں زیادت مستحق نہ ہوئی، اور سود نہ ہوا اگرچہ مستقرض نے بطور خود وہ چیز دے دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل اور ارشاد سے بھی اسکا جواز ثابت۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں۔ کان لی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین فقضانی و زادنی۔ میرا کچھ قرضہ حضور کے ذمہ تھا حضور نے اسے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔ رواہ ابو داؤد۔ شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں لم یکن الزيادة مشروطة فی صلب العقد یہ زیادت نفس عقد میں مشروط نہ تھی لہذا جائز ہے۔ ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے اونٹ قرض لیا تھا جب حضور کے پاس اونٹ آگئے مجھے حکم فرمایا کہ اس کے قرض کا اونٹ ادا کر دوں

۲ ہدایہ ج ۳ ص ۸۱ کتاب البیوع، باب الربا۔ ۳ در مختار ج ۴ ص ۱۹۶ باب الربا۔ مصباحی

میں نے عرض کیا ان میں سب اونٹ انکے اونٹ سے بہتر ہیں ارشاد فرمایا یہی دسے دو فان خیر الناس احسنهم قضاء رواہ مسلم البتہ یہ زیادتی جو مدیون نے دی اور نفس عقد میں نہ تھی اگر حد شہرت کو پہنچی ہو کہ مدیون جس سے لیتا ہے اسے علاوہ دین کے بھی کچھ ضرور دیتا ہے۔ تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے جو اسے دیا یہی سمجھ کر دیا کہ زیادہ ملیگا تو اگرچہ ایسی زیادتی کا عقد میں ذکر نہ ہوا مگر المعروف کا ملشروط کے تحت میں داخل ہو کر ناجائز ہوگی کہ کل قرض جرم منفعۃ فہو ربوا۔ ہاں اگر بوقت عقد دونوں میں سے ایک نے بھی زیادہ لینے یا دینے سے انکار کر دیا اور بروقت ادا مستقرض نے زیادہ دیا تو حرام نہیں کہ الصریح فوق الدلالہ۔

یہاں تک کہ جو کچھ کہا گیا اس کا حکم ہے کہ جہاں سود ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ داخل عقد نہیں لہذا سود نہیں اور بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خصوصیت عاقدین اسے ربوا ہونے سے خارج کر دیتی ہے۔ اگرچہ زیادت نفس عقد میں مذکور ہو مثلاً کافر حربی جو دارالاسلام میں امان لیکر نہ آیا ہو اس سے اگر اس قسم کا عقد کیا جائے جو دو مسلمان یا مسلم و ذمی کے مابین ہوتا تو سود ہوتا اس کافر حربی سے یہ عقد ربوا نہیں۔ حدیث میں ہے لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب۔ بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ربوا ہے اور جائز ہے یہ ان کی غلطی ہے جب قرآن مجید میں مطلق وارد کہ حرم الربوا تو ربوا حلال کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ حقیقت حال یہ کہ یہ سود ہی نہیں جس کیلئے حکم حرمت ہو اسی واسطے حدیث شریف میں لا ربوا فرمایا کہ یہ سود ہی نہیں نہ یہ کہ میجوز الربوا کہ سود تو ہے مگر جائز ہے۔ اور خود صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ سود نہیں۔ و بینہما بون بعید۔

اب رہا یہ معاملہ کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام اگر دارالحرب ہو جیسا کہ بعض نے کہا۔ جب تو مسئلہ صاف واضح ہے کہ حدیث اور امام اعظم کا قول ہوتے ہوئے کلام کی کیا جگہ۔ اور اگر دارالاسلام ہے اور یہی صحیح و مختار ہے کہ دارالاسلام ہونے کے بعد دارالحرب

بننے کیلئے جو شرائط ہیں وہ یہاں مفقود۔ اس تقدیر پر یہ بات قابل غور ہے کہ دارالحرب میں ربا ہونے کی علت کیا ہے۔ اگر وہ علت یہاں موجود ہے تو یہاں بھی ربا نہیں۔ کہ حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے اور اسکی علت ہم اپنے دل سے تراشیں تو کیوں مسموع ہو۔ لہذا فقہاء کی طرف نظر منعطف کی جائے۔ اور انھیں کے کلام سے استدلال کیا جائے۔ یہی ادنیٰ والنسب جب ان کے کلام میں اس حکم کی کوئی علت ملے تو اسی پر حکم کا مدار ہوگا۔ اور ظاہر ہو جائے گا کہ فی دارالحرب، کی قید اتفاقی ہے۔ مقصود صرف اتنا ہے کہ ذمی و مستامن سے ایسا عقد ربا ہے۔ کہ ذمی کیلئے خود حدیث کا نص صریح لہم مالنا وعلیہم ما علینا انکو خمر و خنزیر کی بیع و شرا کے سوا تمام معاملات میں حکم مسلم میں قرار دیتا ہے۔ اور مستامن کو چونکہ اپنے دنوں کیلئے امان دی گئی۔ لہذا اس زمانہ تک ذمی کے حکم میں ہے۔ باقی بغیر امان اگر دارالاسلام میں گھس آئے۔ تو اسے یہاں چھوڑ کب سکتے ہیں۔ کہ لوگوں سے معاملہ خرید و فروخت اقراض و استقراض کرے کہ وہاں یہ سوال پیدا ہو سکے کہ سود ہوگا یا نہیں۔ بلکہ اسکا مال شرعاً مباح ہے۔ جو چاہے جس طرح چاہے لے سکتا ہے پھر کیسا سود اور کیسی حرمت اسی واسطے ردالمحتار میں فرمایا و قید بہ لانه لو دخل فی دارنا بامان فباع منه مسلم درہما بدرہمین لا یجوز اتفاقا اھ طعن مسکین۔ اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ امان کیوجہ سے اسکو معاملات میں وہی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو ایک ذمی کے لئے ہیں۔ اور اگر امان کیساتھ اسکا آنا یا قیام کرنا نہ ہو تو وہ حربی محض ہوگا۔ اور اسکے لئے دارالاسلام میں کوئی ایسی مراعات نہ ہوگی جو ذمی کیلئے ہے۔ مسلم و حربی میں ربا متحقق نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ ربا کیلئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے۔ اور حربی کا مال دارالحرب میں معصوم نہیں لہذا غدر و عہد شکنی کے سوا جس طرح بھی ان کا مال حاصل ہو مباح ہے۔ طحاوی علی الدر

لے ردالمحتار ج ۴ ص ۲۰۹ کتاب البیوع، باب الربا۔ مصباحی

میں ہے۔ شرط الربو اعصمة البدلین جمیعاً۔ اور یہ شرط مال حربی میں مفقود۔ اس لئے ہدایہ فتح القدیر و عنایہ و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و بحر الرائق و درر و در مختار و غیرہ عامہ ہمارے میں فرمایا۔ لان مالہم مباح فی دارہم۔ ان کا مال دار الحرب میں مباح ہے۔ نبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحاً اذالم یکن فیہ غدر۔ مسلمان اس مال کو جس طرح لے۔ مال مباح کو لینا ہوگا۔ جب تک غدر نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ مال مباح میں ربوا اور حرمت کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے کہ مباح بھی ہو اور حرام بھی۔ اور ان دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ نیز صاحب ہدایہ کی یہ عبارت کہ بخلاف المستامن منہم لان مالہ صار محظوراً لعقد الامان۔ صاف طور پر بتاتی ہے کہ اس کا مال امان لینے کی وجہ سے ممنوع ہو جاتا ہے۔ جب تک امان نہ ہو مباح ہوتا ہے اور اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان جب دار الحرب میں گیا تو اسے کوئی ایسا فعل جائز نہیں جو عہد شکنی ہو۔ اور اسکے علاوہ انکی خوشی سے انکا مال ہر طرح لے سکتا ہے۔ اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے ہو جو مال معصوم میں حرام ہو۔ بحر الرائق میں ہے لان مالہم مباح و بعقد الامان منہم لم یصر معصوماً الا انہ التزم ان لا تعرض لہم بغدر لا لہما فی اید یہم بل وں رضاہم فاذا اخذ برضاہم اخذ مالا مباحاً بلا غدر فیملکہ بحکم الاباحۃ السابقۃ اسی کے مثل تبیین اور دیگر کتب میں ہے۔ در مختار میں ہے۔ فیحل برضاہم مطلقاً و طحاوی میں ہے و لو بعقد فاسد۔ غرض یہ ہے کہ اصل علت عدم ربوا کی اباحت مال ہے اب اگر فرض کیجئے کہ دارالاسلام میں کفار مقیم ہوں یا کفار کی حکومت ہو جائے تو مسلم کو ان سے عہد شکنی جائز نہ ہوگی۔ اور انکی خوشی و رضامندی سے اگر کوئی مال ہمارے ہاتھ آئے اگرچہ کسی عقد فاسد کے ذریعہ سے ہو یا وہ اسے سود کھردیتے ہوں تو یہ حقیقتہً سود نہیں۔

لے ہدایہ ج ۳ ص ۸۶ باب الربا۔ لے ایضاً۔ مصباحی

اور اسکا لینا جائز۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدار کار عصمت و اباحت ہے۔ دار الحرب کی قید ضروری نہیں۔ لہذا اگر ایسی صورت دارالاسلام میں متحقق ہو جائے تو یہاں بھی جائز۔ امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل علت اباحت ہے اور وہ حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اگر نہ بھی ہوتی جب بھی حکم یہی ہوتا۔

حيث قال ان المطلقات مراد بمحلها المال المحظوراً بحق لملكه و مال الحربی ليس محظوراً الا لتوقى الغدر و هذا التقرير في التحقيق يقتضى انه لو لم يرد خبر مكحول يكون اجازة النظر المذكور اعني كون ماله مباحاً لا لعارض لزوم الغدر. جب حکم ایسے اکابر اجلہ کی تصریحات سے معلول ٹھہرا۔ تو ضرور علت ہی کی طرف نظر ہوگی۔ اور دارالاسلام میں بھی علت کے تحقق سے اخذ مال جائز ہوگا۔ نیز اس سے بھی صریح تر درمختار اور اس کے متن تنویر الالبصار کی عبارت ہے جسکا محصل یہ کہ جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو اور ابھی تک اس نے ہجرت نہ کی ہو اگر اس سے اس قسم کا عقد ہو تو وہ بھی ربوا نہیں۔ عبارت یہ ہے۔ وحکم من اسلام في دار الحرب ولم يهاجر كحبي فللمسلم الربا معه خلافا لهما لان ماله غير معصوم. جب مابین المسلمین ربوا نہ ہوا کہ مال غیر معصوم ہے حالانکہ وہاں قید بین المسلمین و الحربی تھی۔ اور غیر حربی میں بھی بوجہ علت متحقق نہ ہونے کے سود نہ ہوا۔ تو غیر دارالحرب میں علت ربوا کی عدم تحقق کی صورت میں ربوا کیوں ہوگا اب رہا یہ امر کہ ہندوستان کے کفار کس قسم کے ہیں۔ یہ تو ظاہر کہ ذمی نہیں۔ جب تک اسلامی سلطنت تھی اس وقت تک بے شک ذمی تھے۔ جب سلطنت گئی اس کے ساتھ ساتھ عہد و ذمہ بھی رخصت ہوا۔ انکو ذمی کہنا ایسا ہی ہوگا کہ اندھے کو آنکھوں والا کہا جائے۔ مستامن بھی نہیں کہ یہاں سکونت پذیر ہیں۔ اور مستامن کیلئے ایک محدود زمانہ تک کی اقامت کی اجازت ملتی ہے، نیز کسی بادشاہ اسلام نے انھیں امن نہ دیا کہ مستامن ہوں وہ تو ہندوستان سے مسلمانوں ہی کو

لے فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ باب الربا۔ ۲ درمختار ج ۴ ص ۲۱۰ باب الربا۔ مصباحی

نکالنے کی ہی فکر میں ہیں۔ پھر ہم ان کو مستامن کہے جائیں۔ کیسی جہالت ہے، اور جب یہ دونوں نہیں تو ضرور حربی ہیں۔ اگر حکومت کا خوف نہ ہوتا تو اپنی حریت کا ظاہر ثبوت دیدیتے۔ اور اب بھی جب موقعہ پاتے ہیں کیا اٹھا رکھتے ہیں۔ اپنے دوسرے ملک کے غیر مسلم وہ یہاں بطور حکومت ہیں۔ یا انکے ہم قدم۔ نہ وہ ہمارے ذمہ میں ہیں نہ وہ ہماری امان میں غرض ذمی یا مستامن کا وجود سلطنت اسلام سے وابستہ ہے۔ اور جب سلطنت نہیں تو نہ ذمی نہ مستامن لہذا ہم کو غدر جائز نہیں۔ اور انکے اموال جو انکی خوشی سے ہمیں ملیں لینا جائز۔ سلطنت یا کوئی بنک جسکے پاس روپیہ رکھا گیا اگر اصل سے زائد کر کے کچھ رقم دے۔ اسکا لینا حلال طیب، تصریحات بالا سے ثابت کہ وہ ہرگز سود نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دینے والے اسے سود کہہ دیتے ہیں انکے کہنے سے سود نہیں ہو سکتا۔ کہ جو چیز سود نہ ہو اسے سود کوئی کہہ دے تو سود نہ ہوگی۔ کیا بکری کو کسی نے سور کہدیا تو سور ہو جائے گی۔ اور اس کا کھانا حرام ہو جائیگا ہرگز نہیں۔ ہاں لینے والے کو چاہیے کہ نہ اسے سود کہے نہ سود سمجھے بلکہ ایک مال حلال تصور کرے کہ اسے سود سمجھ کر لینا گویا اپنے ذہن میں اپنے کو حرام کا مرتکب قرار دینا ہے۔ اور فعل حلال کو بہ نیت حرام کرنا بھی گناہ ہے۔ مثلاً ایک لکڑی پر کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اندھیرے سے اس نے اسے عورت تصور کیا اور اسکی طرف چلا۔ اور ہاتھ بڑھایا تو معلوم ہوا کچھ اور ہے اگر یہ اجنبی عورت کا خیال کر کے ایسا نہ کرتا تو یہ افعال اسکے گناہ نہ ہوتے۔ مگر اسکی نیت نے اسے گناہ میں مبتلا کر دیا۔ غیر مصرف زکوٰۃ کو مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ مصرف نہیں تو ثواب ملے گا۔ اور جان بوجھ کر کرتا تو جائز نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال رجل لا تصدقن اللیلة بصدقة فخرج بصدقة فوضعها فی ید سارق فاصبحوا يتعدون تصدق اللیلة علی سارق۔ فقال اللهم لك الحمد علی سارق لا تصدقن بصدقة فخرج بصدقه فوضعها فی ید زانیة فاصبحوا يتعدون تصدق اللیة علی زانیة قال اللهم لك الحمد علی زانیة لا تصدقن

بصدقة فخرج بصدقة فوضعها في يد غني فاصبحوا يتحدثون تصدق الليلة على غني
 فقال اللهم لك الحمد على سارق وزانية وغني فأتى فقيل له اما صدقتك على سارق
 فلعله ان يستعف عن سرقة واما الزانية فلعله ان تستعف عن زناها واما الغني فلعله
 يعتبر فينفق مما اعطاه الله رواه البخاري ومسلم وله نظائر كثيرة لا نطيل الكلام بذكرها
 مسئلة حاضرہ اگرچہ بہت بسط چاہتا ہے مگر انصاف پسند کو اتنا ہی کافی اور نہ ماننے والے کیلئے
 دفتر ناوائی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ
 کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سود لینا جائز ہے اور خصوصاً اہل ہندو سے ؟

الجواب :- سود حرام ہے نہ ہندوستان میں جائز نہ دوسرے ملک میں، قال اللہ تعالیٰ
 و احل اللہ البیع و حرم الربوا یہ حکم مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائیگا، ہاں
 کافر حربی کا مال اسکی خوشی سے لینا جائز ہے۔ اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے یہ لینا ہو جو
 مابین المسلمین جائز نہ ہو۔ اور یہ ربوا نہ ہوگا کہ ربوا کیلئے عصمت بدین شرط ہے طحاوی
 علی الدر میں ہے شرط الربوا عصمت البدلین اور حربی کا مال معصوم نہیں۔ غدر کے سوا
 جس طرح لے گا جائز ہوگا۔ بحر الرائق میں ہے۔ لان ما لهم مباح و بعقد الامان منهم لم
 یصر معصوما الا انه التزم ان لا يتعرض لهم بغدر ولا لہما فی ایدیہم بدون رضاهم
 فاذا اخذ برضاہم اخذ ما لا مباحا بلا غدر فیملکہ بحکم الاباحۃ السابقۃ۔ واللہ اعلم
مسئلہ :- ازگر ٹشکال ڈاکخانہ ناراین پیٹھ ریاست حیدر آباد کن مرسلہ مولوی
 اسرار الرحمن صاحب ۱۸ رجب ۱۲۶۷ھ

سود کا اس زمانہ میں جواز و عدم جواز کے بڑے تین مسائل ہیں (الف) عام طور پر

لہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۹ باب ثبوت اجراء تصدق۔ بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ باب اذا تصدق علی غنی وہو لا یعلم۔ مسباحی

ہندوستان دارالحرب ہے۔ لینا جائز ہے بعض کا قول (ب) صرف کفار سے لینا جائز ہے مسلمان سے نہیں لینا (ج) سیونگ بنک کا سود لینا چاہئے نہ لیں تو وہ رقم گرجاؤں کو دیدی جاتی ہے (د) مسلمان رئیسوں کے ریاست میں نہ لینا، جہاں کفار کا تسلط ہے لینا چاہئے (ه) ایسے مصارف جس میں بھجوری رقم دینی پڑتی ہے جیسے غیر مسلم اقوام کیلئے کچھ چندہ لیا جاوے یا فیس منی آرڈر وغیرہ میں سود لیکر صرف کر سکتے ہیں ان پانچوں صورتوں کے مفصل جواب باصواب مرحمت فرمائے جائیں

الجواب:- صحیح یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے، دارالحرب نہیں۔ اور قرآن پاک میں سود کو مطلقاً حرام فرمایا گیا۔ وحرّم الربوا۔ اس میں نہ دارالاسلام کی قید ہے نہ مومن کی۔ پھر تخصیص کہاں سے آئی یہ ضرور ہے کہ کافر حربی سے اگر کوئی مال ہاتھ آئے اگرچہ کسی عقد معاوضہ کے ذریعہ جو مابین المسلمین فاسد ہو تو بر بنائے حلت اصلہ وہ مال حلال ہوگا۔ اور سود نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ سود ہے اور حلال ہے، بلکہ یہ سود نہیں ہے اسوجہ سے حلال ہے۔ حدیث میں ہے لا ربوا بین المسام والحرب فی دار الحرب یعنی سود ہی نہیں ہے کیونکہ سود کیلئے عصمت بدین شرط ہے، طحاوی علی الدرر میں ہے شرط الربوا عصمة البدلین اور حکام مال معصوم نہیں تو سود کیونکر ہو۔ لہذا ہندوستان کے کفار سے جو رقم انکی خوشی سے دستیاب ہو۔ اگرچہ وہ کچھ کہہ کر دیں مگر جب لینے والا سود سمجھ کر نہ لے تو جائز ہے۔ اور سود سمجھ کر لینا ناجائز۔ اسلامی ریاست کے کفار جو رئیس کے عقد ذمہ میں ہوں ذمی ہیں انکے اموال معصوم ہیں، معاملات میں انکے لیے مسلم کے احکام ہیں۔ لہم مالنا وعلیہم ما علینا۔

سیونگ بنک اگر وہ رقم گرجا میں دے تو اسکا فعل ہے اسکا موافقہ دوسرے نہیں۔ اسکو بھی دی سمجھ کر لے سکتے ہیں کہ کافر نے اپنا مال اپنی خوشی سے دیا۔ سود سمجھ کر لینا ناجائز، فیس منی آرڈر تو اجرت ہے۔ ان کو ناجائز کیوں کہہ سکتے ہیں، ہاں اگر کوئی رقم بھجوری سے دی ہو۔ تو اسکی واپسی کی نیت سے بھی سود والی رقم لیجا سکتی ہے کہ یہ سود لینا نہیں، بلکہ اپنا آنا ہوا وصول کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از دھوراجی کاٹھیاواڑ مرسلہ جناب سید دوست محمد ابن عبدالقادر صاحب پیش امام نگینہ مسجد محلہ پھولواری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسلمان مشرکوں کیساتھ اس شرط سے یعنی مدت سے مال بیچتے ہیں کہ اس مال کا اتنا روپیہ اتنی مدت پر لیں گے اگر مدت پر ادا نہ کرو گے تو بعد مدت کے ان روپیہ کا بیاج لیں گے، آیا یہ بیاج ان مشرکوں سے لینا کیسا ہے، کیونکہ اگر بیاج نہ لیں تو مدت کے بعد روپیہ نہیں دیتے، اور بیاج کے خوف سے جلد وصول ہوتے ہیں۔ اب جو بیاج کہ مدت کے بعد لیا گیا ہے اس روپیہ کو کس جگہ صرف کرنا چاہیئے؟ کیونکہ وہ شخص بیاج کا لین دین نہیں کرتا۔ صرف جلد روپیہ وصول ہوں، اسلئے مدت کے بعد کا بیاج لیتے ہیں، تو مدرسہ مسجد یا یتیم خانہ یا خانقاہ وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:- سود لینا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرّم الربوا۔ ایسے اعذار کی وجہ سے حرام حلال نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از ہوڑہ مرسلہ محمد عبدالستار رضا معرفت عبدالحمید محمد شکر اللہ خان سنی حنفی قادری ناظم انجمن اظہار الحق ۱۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا صرف سود کا

سود لینا ناجائز و حرام ہے۔ لہذا کسی عذر سے لینا بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ لیکن اگر مسلمان، مشرک حربی سے مال فروخت کرنے کے بعد مدت گزرنے پر وہ زائد رقم بیاج اور سود کہہ کر لے بلکہ مال مباح سمجھ کر لے تو لینا جائز و حلال ہے۔ کہ کافر حربی کا مال کسی ایسے عقد کے ذریعہ بھی لینا جائز ہے جو مابین المسلمین ناجائز۔

لہذا مدت گزرنے پر مذکورہ زائد رقم لینا سود نہ ہوگا۔ کہ یہاں بد لین میں ایک جانب عصمت مفقود ہے۔ اور تحقق رہا کیلئے بد لین کا معصوم ہونا شرط ہے کما مر مراراً۔ البتہ ایک مباح مال کو سود بیکر لینے کا گناہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل معتمد مصباحی

کاروبار ہے، ایسے شخص کے یہاں تقریب شادی بیاہ میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور سود دینے والا دلانے والا لینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے، ایک مولوی صاحب نے کہا کہ سود کے مسئلہ میں ۷۳ درجہ ہے ۷۳ واں درجہ یہ ہے کہ جس نے سود کا کاروبار کیا کہ گویا اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ ایسی حالت میں سود خور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا مسلمان کو اس سے ربط و ضبط جائز ہے؟ اپنے گھر میں بلا کر اپنے برتن میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتب و سنت ارقام فرمادیں؟ بینواتو جبروا۔

الجواب :- سود خوار کے یہاں کھانا پینا اس کے ساتھ میل جول کرنا نہ چاہیے، حدیث میں ہے۔ لیا تین علی الناس زمان لا یبقی منهم احد الا اکل الربا فان لم یاکلہ اصابہ من بخارہ وغبارہ۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سب سود خوار ہو جائیں گے اگر خود کوئی سود نہ کھائے تو اسے بھی سود کا بخار و غبار پہنچے گا۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ وذلک بانیکون موکلا و شاحدا و کاتبا و ساعیا و اکل من ضیافتہ و ہدیتہ۔ اس کا بخار پہنچنے کی صورت یہ ہے کہ سود دے یا اس کا گواہ بنے یا کاغذ لکھے یا دینے دلانے کی کوشش کرے یا اسکی ضیافت یا ہدیہ میں سے کھائے۔ یعنی سود خوار کے یہاں ضیافت کھانا بھی اسکا بخار پہنچنے کا سبب ہوتا ہے۔ جس طرح سود کھانا حرام ہے سود دینا بھی حرام ہے۔ اور سود دلانا بھی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العداوان۔ حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربا و موکله و کاتبه و شاحديه و قال وہم سواء۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود دینے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اسکی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔ رواہ مسلم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث میں ہے

۱۔ ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۵ باب التغلیظ فی الربا۔ ۲۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷ باب الربا۔ مصباحی

درہم ربایا کله الرجل وهو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زینۃ ^۱۔ ایک درہم سود کار یعنی تخمیناً ۱۰۴) دانستہ کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ رواہ احمد والدارقطنی عن عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک دوسری حدیث ہے الربا سبعون جزءا یسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ سود ستر گناہ کا مجموعہ ہے ان میں سب سے کم درجہ کا گناہ اس کے مثل ہے کہ اپنی ماں سے زنا کرے۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تہتر کی روایت میرے پیش نہیں ہے۔ مگر ستر کیا کم ہیں۔ جن میں ادنیٰ مرتبہ اپنی ماں سے زنا کرنے کی مثل ہے۔ واللہ اعلم ^۲

مسئلہ:- ازینجانب مرسلہ جناب میان دین محمد صاحب خوشابی ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زاد ہم اللہ شرفاً و تعظیماً مسئلہ ذیل میں بینک میں بطور حفاظت روپیہ جمع کرتے ہیں اس پر بینک والے اپنے قاعدہ کے مطابق کچھ زیادتی دیتے ہیں جسکو وہ سود سے تعبیر کرتے ہیں اسکا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکولیکر مدرسہ یتیم خانہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- سود لینا دینا دونوں حرام ہے۔ مگر جبکہ بینک کفار غیر ذمی کا ہو جیسا کہ یہاں کے بینک کہ نہ مسلم کے ہیں نہ ذمی کے، اور بینک والے اس کے روپیہ سے کچھ زیادہ دیتے ہیں، اور اسے سود کہتے ہیں یہ حقیقتہً سود نہیں لہذا اگر لینے والا سود سمجھ کر نہیں لیتا ہے بلکہ یہ جان کر لیتا ہے کہ یہ کافر کا مال ہے جو اپنی خوشی سے دیتا ہے، تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اس سے لیکر مدارس یا یتیم خانہ میں صرف کر سکتے ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق فقیر نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ لہذا نفس حکم پر اکتفا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از کھردہ جمعہ مسجد ڈاکخانہ انڈیا گڑھ مرسلہ شاہ محمد رضا ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپیہ ڈاکخانہ میں جمع کیا بعد چند روز کے ایک بیک ڈاکہ روپیہ سود کا لیکر زید کے پاس پہنچا۔ زید نے دریافت کیا کہ روپیہ کس نے بھیجا تو ڈاکہ کہتا ہے کہ جو روپیہ تم نے ڈاک گھر میں جمع کیا ہے اسی کا سود ہے زید نے روپیہ لیکر یتیم خانہ میں دیدیا تو کیا وہ یتیم خانہ میں یا مدرسہ میں یا کسی بیوہ یا کسی مسکین کو دیدینا جائز ہے اگر جائز ہے تو دلیل شرعی سے ثبوت کیا ہے یہ سوال ہے ایک سردار بیچ کا وہ کہتے ہیں کہ بذات خود کھانا منع ہے دوسرے کو دیدینا منع نہیں ہے ؟

الجواب :- بینک سے جو رقم زائد ملتی ہے وہ سود نہیں۔ اسکو کسی نیک کام میں خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ کافر غیر ذمی سے جو مال بلا غدر حاصل ہو اس میں اصلاً حرج نہیں۔ اگرچہ وہ کچھ ہی کہہ کر دیں مگر اسے سود سمجھکر لینا ناجائز ہے کہ جب سود سمجھکر لیا تو قصداً گناہ کیا

لہذا اس طرح لینا ناجائز ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از ہورہ پنچن تلاب صدر بخشی لائن محمد اسلام میان کی باڑی مرسلہ عبدالکریم صاحب ۲۳ / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں کہ
۱۔ ڈاک خانہ یا بینک میں روپیہ جمع کرنا کیسا ہے جبکہ اسکا سود بھی ملتا ہو ؟

۲۔ پراوینڈنٹ فنڈ کا سود کیسا ہے ؟
الجواب :- روپیہ جمع کرنے میں کوئی ممانعت نہیں یہ کیا ضروری کہ یہ جمع کرنے والا سود بھی لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ پراوینڈنٹ کے معنی معلوم نہیں لہذا اسکا حکم کیونکر لکھا جاسکتا ہے۔

۱۔ پراوینڈنٹ فنڈ (PROVIDENT-FUND) وہ رقم جو ملازم کی تنخواہ سے وضع کر لی جاتی ہے اور ملازمت کے خاتمہ پر اسے واپس ملتی ہے۔ یہ گورنمنٹی محکموں میں ہوتا ہے۔ ملازمت کے خاتمہ پر رقم اضافہ کے ساتھ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ :- از پیلی بھیت محلہ منیر خاں قریب مسجد مرسلہ محمد احسان صاحب ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنیکا جو بنیک ہوتا ہے اسمیں روپیہ جمع کرنا اور اسکا منافع لینا مسلمانوں کیلئے کیسا ہے، مشہور تو یہ ہے کہ اسوجہ سے جائز ہے کہ گورنمنٹ جو رعایا سے مالگذاری یا ٹیکس لیتی ہے وہ بہت زائد ہے، اس بنا پر وہ منافع سود نہ ہوگا بلکہ اپنے حقوق کے بدلے میں وصول کرتا ہے۔ اب اسمیں دو باتیں عرض کرنا ہے، ایک تو یہ کہ ڈاکخانہ کا محکمہ گورنمنٹ سے علیحدہ ہے دوسرے یہ کہ مالگذاری اور ٹیکس سب لوگ نہیں دیتے تو کیا اسکے لئے بھی جائز ہے جو نہیں دیتے اور ٹیکس وغیرہ دینے والوں کو اسی ہی قدر لینا جائز ہے جتنا زائد دیا یا جتنا مل سکے سب جائز ہے اور مالگذاری اور ٹیکس کی زائد مقدار کس طرح معین کرے شریعت مطہرہ میں بادشاہی حق فی صدی کتنا ہے ؟

الجواب :- اگر وہ بینک صرف کفار کا ہے اور اسمیں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ بینک والے کچھ زائد رقم دیتے ہیں تو مسلمانوں کو اس نیت سے لینا جائز ہے کہ کافر اپنا ایک مال اپنی خوشی سے دیتا ہے سود کی نیت سے لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد محمود محلہ قاضیان الورا سٹیٹ

استاذنا المحترم۔ السلام علیکم باعث تصدیعہ یہ ہے کہ ڈاکخانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اور وہاں سے زائد رقم سود کے نام سے ملتی ہے اسکے جواز عدم جواز کی تحقیق سے آگاہ فرما کر ممنوں فرمائیں ؟

بقیہ حاشیہ ۲۲۳ کا۔ گورنمنٹ، ملازم کو ادا کرتی ہے۔ وضع کی گئی رقم پر اضافی رقم کو گورنمنٹ سود کہہ کر دیتی ہے، لیکن چونکہ سود کا تحقق اموال مخدورہ میں ہوتا ہے۔ اور گورنمنٹ کی یہ اضافی رقم مال مخدورہ نہیں۔ لہذا یہ حقیقتہً سود نہیں۔ اس لئے مال مباح سمجھ کر اسے لینا جائز و حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ میں یہ چیز بالکل نئی تھی۔ اور اب تو گورنمنٹی ملازمت کا لازمہ بن چکا ہے۔ آل مصطفیٰ مسباتی

الجواب :- ہندوستان کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن لہذا شق ثالث متعین اور

ذمی بحکم حدیث لھم مالنا وعلیہم ما علینا۔ معاملات میں مسلم کا حکم رکھتے ہیں اور مستامن جب تک امن میں ہے ذمی کے حکم میں ہے، حربی کا مال معصوم مال نہیں نہ ان اموال کے لئے مسلم و ذمی کے مال کا حکم ہے البتہ ایسی صورت جس میں مسلم کی ذلت و بے آبروئی کا اندیشہ ہو یا ان کے ساتھ غدر کیا جائے یہ تو بیشک ناجائز ہے، اور اسکے علاوہ جس طرح ان کا مال دستیاب ہے اگرچہ ایسے عقد کے ذریعہ سے جو مابین المسلمین ناجائز و فاسد ہو۔ وہ مال مسلمان کیلئے لینا جائز و درست ہے۔ ڈاکخانہ سے جو رقم دستیاب ہوتی ہے وہ سود نہیں اگرچہ وہ سود کا نام لیتے ہیں کہ طحاوی علی الدر میں ہے۔ شرط الربا عصمة البدلین۔ اور یہ مال معصوم نہیں اور یہاں غدر بھی نہیں ہے تو اس کو ایک مال حلال سمجھ کر لینا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس روپیہ کا نوٹ بارہ روپیہ میں فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قیمت کی وصولی بحساب ایک روپیہ ماہوار کر سکتا ہے یا نہیں۔ نیز ایک روپیہ کے پیسے سولہ آنہ یا زائد پر بیچ ہو سکتی ہے یا نہیں یا اور بعد کسی قدر مدت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جردا

الجواب :- دس روپیہ کا نوٹ بارہ روپیہ میں بیچنا جائز ہے کہ دونوں ایک جنس نہیں وہ کاغذ ہے اور روپیہ چاندی جس طرح ایک گنی کو پندرہ سے زیادہ پر بیچنا جائز ہے حدیث میں فرمایا اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔ اور چونکہ دونوں میں کیل یا وزن کا اشتراک نہیں کہ روپیہ وزنی ہے کیونکہ چاندی ہے اور نوٹ عددی ہے لہذا مجلس عقد میں تقابض بدین بھی ضروری نہیں کہا ہو مصرح فی الہدایہ وغیرہا۔ جب مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری نہ ہوا تو اختیار ہے کہ قسط کے ساتھ وصول کیا جائے یا ایک ساتھ، پیسوں کو روپیہ سے خریدنا بیچنا جائز ہے اختیار ہے کہ روپیہ کے پندرہ آنے خریدے یا بیچے یا سترہ آنے اور چونکہ یہ ثمن خلقی نہیں بلکہ اصطلاحی ہیں تمبیایان اسکی ثمنیت کے ابطال کا حق رکھتے ہیں اور ان میں بھی اگر وصولی کی کوئی میعاد مقرر کی جائے تو ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)۔ مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

بینک اور ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود کیوں نہیں؟
لاریبوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب۔ میں دار الحرب قید اتفاقی ہے کس کتاب میں اس کی تصریح ہے؟

مسئلہ (۲)۔ آجکل کے کفار کو دس روپیہ مثلاً قرض دیکر لے سکتے ہیں یا نہیں؟
الجواب:۔ حربی اگر دارالاسلام میں آئے اوسکی دو صورتیں ہیں۔ امان لیکر آئے گا یا بغیر امان اگر دوسری صورت ہے تو اوسے اتنا موقع کب دیا جائیگا کہ وہ بیع و شراء اقراض و استغراض کرے، سلطنت اسلامی کے حدود میں بغیر امان دوسرا داخل ہو تو اوسکا مال و جان محفوظ نہیں جو چاہے تلف کر ڈالے۔ کوئی مطالبہ نہیں ہو سکتا اب بھی ایک سلطنت کا آدمی دوسری میں بغیر استیمان نہیں جاسکتا، اور پہلی صورت میں اس محدود زمانہ تک وہ ذمی کے حکم میں ہو جاتا ہے لہم مالنا وعلیہم ما علینا۔ کے تحت میں آجاتا ہے اس لئے ردالمحتار میں فرمایا و قید بہ لانه لو دخل فی دارنا با امان فباع منه مسلم درہا بدرہمین لایعجز اتفاقاً۔ یعنی دار الحرب کی قید اسلئے ہے کہ اگر دارالاسلام میں امان لیکر داخل ہوگا اور کمی بیشی کے ساتھ مسلم اس سے بیع کر لے گا تو ضرور ناجائز ہوگی اس سے صاف ظاہر ہے کہ امان کی وجہ سے عدم جواز کا حکم ہے نیز ہدایہ میں فرمایا کہ بخلاف المستامن منہم لان مالہ ہمار محظور باعقدا الا مان۔ اس عبارت میں تصریح ہے کہ عقد امان ہی عدم جواز کی علت ہے پس معلوم ہوا کہ دارالاسلام میں حربی سے ربا اور سود ہونے کی وجہ عقد امان ہے کہ اوسے اوسکا مال معصوم و محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ عصمت سبب حرمت ہوتی ہے چنانچہ طحاوی علی الدر میں ہے شرط الربا عصمة البدین جیسا

لے ردالمحتار ج ۴ ص ۲۰۹ کتاب البیوع باب الربا۔ مصباحی

اور جب عقد امان نہ ہو مال معصوم نہ ہوگا پھر رہا کا تحقق نہ ہوگا۔ ہندوستان اگرچہ بنا بر مذہب صحیح دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن کہ بادشاہ اسلام نے انکو امان نہیں دی ہے کہ معاملات میں ان کیلئے وہ احکام ہوں جو مسلم کے لئے ہوتے ہیں بلکہ انگریزی معاہدہ کا خلاف نہ کرتے ہوئے انکے اموال جس طرح حاصل کئے جا سکیں جائز ہے کہ اسلامی احکام کی پابندی نصاریٰ کے امن دینے سے لازم نہیں ہوتی ان امور کی پابندی لازم ہوگی جو اسکے معاہدہ کی رو سے ہو اس مختصر تقریر سے بات واضح ہو گئی کہ قید کیسی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب :- جائز ہے جب کہ انھیں تک محدود رکھے اگر خواہنا خواستہ اسکی عادت پڑ جائے کہ مسلمانوں سے بھی اسی طرح کے معاملے کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امر ذیل میں۔

مسئلہ ۱۔ ہندوستان دارالحرب ہے کہ نہیں ہمارے اطراف میں جہاں چاہا قربانی بند کر دی جاتی ہے ایسی ہی مساجد کے قصبے ہیں کیا ایسے امور سے ہمارے حضرت امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہندوستان دارالاسلام رہیگا ؟

۱۔ ہم مسلمان اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو مسلمان مستامن ہونگے یا دارالحرب میں رہنے سے حربی کہنے جائیں گے ؟

۲۔ اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو ہندوؤں سے سود لینا سود ہوگا یا نہیں ؟

۳۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے اور کہتا ہے کہ کتب فقہ میں لادبا بین المسلم والعربی فی دارالحرب لکھا ہے لہذا ان (ہندوؤں) سے سود لینا سود نہیں ہے ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا کیسا ہے ؟

۴۔ لادبا بین المسلم والعربی میں مسلم سے عام مسلم مراد ہے خواہ دارالحرب میں رہتا ہو۔ یا دارالاسلام کا مسلم مراد ہے ؟ اور حربی سے حربی کافر مراد ہے یا عام شخص دارالحرب رہنے والا مراد ہے خواہ مسلم ہو۔

۶۔۔ شخص مذکور ملازم افسر ڈاکخانہ ہے کہتا ہے کہ جو روپیہ ڈاکخانہ میں جمع کیا جاتا ہے اس سے تجارت نہیں کی جاتی جس سے نقصان کا بھی احتمال ہو ٹکٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں نقصان کی صورت نہیں ہے محض انتظاماً نفع کی رقم معین کی ہے اسلئے اسکا سود سود نہیں ہے بخلاف بینک کے کہ اس میں تجارت کی جاتی ہے۔ لہذا نفع و نقصان میں شرکت ہونی چاہیے پس ایسی صورت میں کیا ڈاکخانہ کا سود واقع میں سود نہیں ہے ؟

الجواب (۱) ہندوستان دارالاسلام ہے اسکو دارالحرب قرار دینا غلطی ہے اسمیں اصلاً شک نہیں کہ یہاں زمانہ دراز تک اسلامی سلطنت رہ چکی ہے اور مستقل طور پر مسلمان بادشاہ حکمران تھے لہذا اسکا پیشتر زمانہ میں دارالاسلام ہونا یقینی اور مسلم ہے، پھر یہ ملک مسلمانوں کے قبضہ سے نکلا کفار کے قبضہ میں آگیا، اب سوال پیدا ہوا کہ دارالحرب ہو گیا یا بدستور دارالاسلام ہے پس یہ امر غور طلب ہے کہ جو ملک دارالاسلام تھا وہ محض کفار کے قبضہ میں آنے سے ہی دارالحرب ہو جائیگا یا اس کیلئے کچھ دیگر شرائط بھی ہیں فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب بننے کیلئے تین شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور اسلام کے احکام جاری نہ ہوں (۲) دارالحرب سے اسکا اتصال ہو جائے (۳) کوئی مسلم یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔ تنویر الابصار متن درمختار میں ہے۔ لا تصیر دارالاسلام دار حرب الا باجراء احکام اهل الشرك و باتصالها بدار الحرب و بان لا یبقی فیہا مسلم و ذمی امانا بالامان الاول۔ رد المحتار میں ہے قولہ۔ باجراء احکام اهل الشرك ای علی الاشتہاد وان لا یعمکم فیہا بحکم اهل الاسلام ہندیہ و ظاہرہ انہ لو اجريت احکام المسلمين و احکام اهل الشرك لا تكون دار حرب قولہ و باتصالها بدار الحرب بان لا یتمخلل بینہما بلدة من بلاد الاسلام ہندیہ۔ ہندوستان میں اگرچہ کفر و شرک کے احکام جاری ہیں مگر بہت سے احکام اسلام بھی

۱۔ تنویر الابصار ج ۳ ص ۲۷۷ باب المستامن، کتاب الجہاد۔ ۲۔ رد المحتار۔ ایضاً مصباحی

جاری ہیں نیز دارالاسلام سے اسکا اتصال بھی ہے لہذا یہ دارالاسلام ہی ہے ہنود کا قربانی کے معاملہ میں یا مساجد کے متعلق کہیں کہیں نزاع کرنا اسکو دارالاسلام ہونے سے خارج نہیں کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۲) ہم مسلمان ہیں اور ہندوستان دارالاسلام لہذا یہ ہمارا دار ہے مستامن نہیں واللہ اعلم ج (۳ و ۴) اگرچہ ہندوستان دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن۔ ان سے بذریعہ عقود فاسدہ ان کے اموال لینا جائز ہے۔ وہ سود نہیں کماحقناہ فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ج (۵) مسلم عام ہے۔ اور حربی وہ کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن کہ یہ بھی مدت معینہ تک کے لئے حکم ذمی میں ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۶) جسے ڈاکخانہ سود کہہ کر دیتا ہے وہ سود نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳۵۷ھ

مسئلہ: جناب عبدالغفور صاحب از دفتر انجمن اشاعت الحق بازار سدانند بنارس ۱۶ رجب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو دس روپے کی سخت ضرورت تھی۔ اسکا تیس روپہ پائیش روپہ کا نقصان ہو نیکی امید تھی اس نے اپنے قریب کے ایک آدمی سے کہا کہ اسوقت دس روپہ ہمیں دو اس نے کہا میں دوسرے سے دلا دوں گا تو تم اسکو کیا زیادہ دو گے۔ اس نے کہا دس روپہ کے بجائے ساڑھے بارہ روپہ میں دوں گا ایک ماہ میں۔ یہ سنکر اسکو اسی شخص نے دس روپہ کا نوٹ دیا۔ یہ خیال کر کے کہ یہ ساڑھے بارہ روپہ دیگا تو نصف یعنی ساڑھاروپہ میں لے لوں گا۔ سو روپہ انجمن میں کار خیر میں دوں گا تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ زائد روپہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور انجمن یا مدرسہ میں جو زائد ملے اسکا نصف یا کل لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب:۔ یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے قرض کی ہے اور قرض میں جو کچھ لیا جائے

ہ ہندوستان کو دارالحرب کہنے میں یہ شخص غلطی ہے کہ۔ ہندوستان اب بھی دارالاسلام ہے۔ البتہ اس شخص نے دوسرا مسئلہ صحیح بتایا۔ بہر حال اسکی یہاں کھانا کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

اس کی مثل قرض لینے والے پر واجب ہے اس میں زیادت کی شرط ناجائز اور سود ہے۔
حدیث میں ہے کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ لہذا یہ زائد رقم جو لیگئی نہ اسے انجمن
میں دیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور کام میں صرف کیا جاسکتا ہے بلکہ جس سے لی ہے اسے
واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: آمدہ از پالی مار و اڑ محلہ چھپساں علاقہ جو دھپور مرسلہ عثمان غنی ولد
عبدالرحمن جی سو جت والے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں
بینک میں روپیہ جمع کر نیکے بعد جو ہم کو سیکڑا کے حساب سے نفع ملتا ہے اسکا لینا کیسا ہے۔
اور کس بینک سے یہ نفع لینا جائز ہے اگر صرف گورنمنٹ کا بینک ہو تو اسکا نفع ہمارے لئے
جائز ہے یا نہیں اور اگر ہندو مسلم شرکت کا ہو تو کس صورت میں اسکا نفع جائز ہے اگر صرف
مسلم بینک ہو تو اسکا کیا حکم ہے؟ کس صورت اور کس بینک سے نفع ہوگا اور کس سے سود؟
الجواب: بینک اگر صرف کفار کا ہو اور بینک والے کچھ رقم زائد دیں۔ تو اس قصد
سے لینا جائز ہے کہ کفر اپنی رضا و خوشی سے یہ چیز ہم کو دے رہا ہے۔ سود کی نیت ہرگز نہ کرے
یہ حقیقتاً سود نہیں اور اگر مسلمانوں کا بینک ہو یا اس بینک میں مسلمان بھی شریک ہوں تو
اس زائد رقم کا لینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ عبدالغفار و عبداللطیف صاحبان گوڈیل از دھوراجی کاٹھیاوار ۲۸ محرم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل مسطورہ میں کہ
ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارحرب، اگر دارالاسلام ہے تو دور حاضر میں کون سا
ملک دارحرب ہے؟

س ۱ ہندوستان کے کفار نصاریٰ و یہود و مجوس و ہندو حربی ہیں یا غیر حربی؟
س ۲ ہندوستان میں اہل اسلام اور مرتدین کے سوا کفار میں کوئی ایسی قوم بھی ہے جو حربی نہ ہو؟

س ۲۔ ”لادبا بین المسلم والحبی فی دار الحرب“ میں ”فی دار الحرب“ کی قید احترازی ہے

یا اتفاقی، اور قید احترازی ہے تو پھر اس صورت میں کہ ہندوستان دارالاسلام اور ہندوستان کے کفار حربی ہوں، زندگی کا بیمہ کرانا جائز ہوگا یا نہیں؟

س ۵۔ دیوبند کے مفتی کفایت اللہ گنگوہی نے جواب دیا ہے کہ، زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے کہ رباً یعنی سود یا قمار (جوا) ہے۔ مفتی مذکور کا جواب صحیح ہے یا غلط؟ ہر ایک سوال کا

جواب مدلل غنایت کیا جائے؟

الجواب :- اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ کی حکومت سے پہلے ہندوستان دارالاسلام تھا

مسلمانوں کی یہاں حکومت تھی۔ مسلمان بادشاہ تھا اور اسلامی احکام جاری تھے۔ اب چونکہ نصاریٰ

کی یہاں حکومت ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار کی حکومت کی وجہ سے ہندوستان دارالحرب ہو گیا

یا اب بھی دارالاسلام ہی ہے جیسے پہلے دارالاسلام تھا۔ فقہاء کی تصریحات سے اگر یہ ثابت ہو کہ

محض کفار کی حکومت دارالحرب ہو جانے کیلئے کافی ہو جب تو بیشک دارالحرب ہو جائیگا اور اگر

اسکے سوا اور باتوں کی بھی ضرورت ہو تو دیکھا جائے کہ وہ باتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں، ائمہ کے

ارشادات کی طرف توجہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو جگہ دارالاسلام ہو اسکے دارالحرب

ہونے کیلئے فقط اتنی بات نا کافی ہے کہ کفار کی وہاں حکومت ہو جائے بلکہ اس کیساتھ اور

تین چیزوں کی ضرورت ہے (۱) اہل شرک کے احکام علی الاعلان جاری ہوں اور اسلامی

احکام بالکل جاری نہ ہوں (۲) دارالحرب سے اس کا اتصال ہو جائے (۳) کوئی مسلم یا

ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔ تنویر الابصار متن در مختار میں ہے ولا تصیر دارالاسلام دارحرب

الاباء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدارالحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امانا

بالامان الاول۔ رد المحتار میں ہے قوله ولا تصیر دارالاسلام دارحرب الخ۔ ای بان یغلب

اہل الحرب علی دار من دوسرنا وادرت اہل مصر وغلبوا واجر و الاحکام الکفر

اونقض اہل الذمۃ العهد وتغلبوا علی دارهم ففی کل من هذه الصور لا تصیر دارحرب

الابہذہ الشروط الثلثۃ۔ یعنی ممالک اسلامیہ میں سے کسی ملک پر اگر اہل حرب کا غلبہ و تسلط ہو جائے یا کسی شہر کے سب لوگ معاذ اللہ مرتد ہو جائیں اور اپنا تسلط قائم کر لیں اور کفر کے احکام جاری کر لیں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر مسلط ہو جائیں ان سب صورتوں میں وہ جگہ دارالحرب نہیں ہوگی جب تک وہ تینوں باتیں نہ پائی جائیں جنکا ذکر ہوا قولہ باجراء احکام اہل الشرک ای علی الاشتہار وان لا یحکم فیہما بحکم اہل الاسلام ہندیہ و ظاہرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین و احکام اہل الشرک لا تکن دار حرب۔ یعنی احکام اہل شرک کے جاری ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ علی الاعلان جاری ہوں اور اسلامی حکم بالکل جاری نہ ہوں اس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر احکام مسلمین و احکام اہل شرک دونوں جاری ہوں تو وہ جگہ دارالحرب نہیں ہوگی اسی شرط اول کو اگر دیکھا جائے تو اسی سے ثابت کہ ہندوستان دارالاسلام ہی ہے دارالحرب نہیں کہ بحمدہ تعالیٰ اب بھی ہندوستان میں بہت کچھ احکام اہل اسلام جاری ہیں، شعائر اسلام باقی ہیں اذانیں ہوتی ہیں جمعہ و عیدین ہوتی ہیں ترکہ و میراث میں شریعت مطہرہ کے موافق فیصلہ ہوتا ہے وغیر ذلک، لہذا اگرچہ یہاں اہل شرک کے احکام جاری ہیں مگر جب کہ اہل اسلام کے احکام بھی جاری ہیں تو بموجب تصریح علامہ سید احمد طحطاوی اور علامہ سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہندوستان دارالاسلام ہی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس زمانہ میں کون ملک دارالحرب ہے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں مگر اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جو ممالک اب تک حکومت اسلام کے تحت میں نہیں آئے وہ اب بھی دارالحرب ہیں یورپ کا کثیر حصہ ایسا ہی ہے، اور اس کے سوا بھی کچھ ممالک ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ج ۲ کفار کی تین قسمیں ہیں ذمی، مستامن، حربی، ذمی وہ ہیں جو بذریعہ عہد و پیمان دارالاسلام میں سکونت رکھتے ہیں، مستامن وہ ہیں کہ امان لیکر کچھ دنوں کیلئے دارالاسلام

لے تنویر الابصار و درمختار ج ۳ ص ۲۷۷ باب المستامن لے رد المحتار ایضاً۔ مصباحی

میں آگئے ہیں ظاہر ہے کہ اب جو کفار ہیں انھوں نے بادشاہ اسلام سے نہ کوئی عہد و پیمان کیا ہے نہ امن لیکر آئے ہیں لہذا یہاں کے سب کفار قسم سوم میں داخل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۲۔ ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳۔ دارالحرب کی قید احترازی نہیں بلکہ یہ قید اتفاقی ہے اسلئے کہ یہ حکم کہ دارالحرب میں بن المسلمہ والحر بی ربا نہیں، معلول بعلت ہے، اور جو حکم کسی علت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ اسی علت کیساتھ دائر رہتا ہے اس کی علت یہ ہے کہ ربا اس وقت ہوتا ہے کہ وہ مال معصوم ہو جیسا کہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرمایا شرط الربا عصمت البدلین اور یہ شرط مال حربی میں مفقود ہے اسلئے ہدایہ فتح القدیر و عنایہ و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و بحر الرائق اور در مختار وغیرہ عامہ اسفار میں فرمایا لان مالہم مباح فی دارہم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالاً مباحاً اذالم یکن فیہ غدر۔ اون کا مال اون کے دار میں مباح ہے مسلمان اون کے مال کو جس طرح لے مال مباح کو لینا ہو گا جب تک غدر و عہد شکنی نہ ہو معلوم ہوا کہ مال مباح میں ربا نہیں ہو سکتا کہ ربا اگر ہو تو ایک چیز حلال بھی ہوا اور حرام بھی اور مال کی عصمت و حرمت جب ہی ہوگی کہ مسلمین سے ان کا معاہدہ ہو کہ اس صورت میں لہم مالنا وعلیہم ماعلینا کے تحت میں داخل ہو کر اون کے اموال کا وہی حکم ہو گا جو اموال مسلمین کا ہے یا عقد امان کی وجہ سے وہ حکم ذمی میں داخل ہونگے اور ان کے اموال حرام ہونگے اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا کہ بخلاف المستامن منہم لان مالہ صار معظوراً بقصد الامان یعنی کفار مستامن کا مال دارالاسلام میں اس وجہ سے ممنوع قرار پایا کہ انھوں نے امان حاصل کر لیا ہے اور ردالمحتار میں فرمایا وقید بہ لانه دخل فی دارنا بامان فباع منه مسلم درہما بدرہمین لایجوز اتفاقاً، دارالحرب کی قید اسلئے ہے کہ اگر کافر دارالاسلام میں امان لیکر آیا اور کسی مسلم نے اس سے ایک روپیہ کو دو روپیہ میں بیچا تو یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ ان تصریحات فقہار سے ثابت ہوا کہ مدار کار عقد امان ہے اگر یہ پایا جائے تو عقود میں وہی

احکام ہونگے جو مسلم ذمی کے ہیں ورنہ نہیں اور یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن
لہذا عقود فاسدہ کے ذریعہ سے انکے اموال حاصل کرنے میں وہ احکام نہیں جو کہ مسلم و
ذمی کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۵۔ اگر یہ کمپنیاں خاص کفار کی ہوں تو بیمہ کروانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ مسلم کا نقصان
نہ ہو اور اس کو ربا و قمار قرار دیکر حرام کہنا صحیح نہیں جیسا کہ سوال نمبر چار کے جواب سے
ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ یاد علی صاحب وارثی مہنداول ضلع بستی ۷، محرم ۱۳۶۷ھ
ہمارے قصبہ میں جب کوٹہ کا سوت تقسیم ہوا اس وقت جن برادران کے پاس
روپیہ نہیں تھا وہ بہت پریشان تھے۔ اس لئے ایک مالدار مسلمان نے ان کو اس شرط پر روپیہ
دیا کہ فی کارخانہ کے سوت کا جو دام ہوگا ہم دینگے اور ڈھیر روپیہ فی کارخانہ کے حساب سے
زیادہ لینگے یعنی ایک کارخانہ کا دو گڈہ سوت ملا اور مبلغ اٹھائیس روپے سو اسات آنہ
دو گڈہ کا دام ہوا اسی طرح اس مالدار مسلمان نے جس کو اٹھائیس روپے سو اسات آنے دیا تھا
اس سے اونیس روپے سوا پندرہ آنہ لیا یا جنکے ذمہ ابھی باقی ہے ان سے اتنا ہی لے گا
یعنی فی کارخانہ کے روپے پر ڈھیر روپیہ زیادہ لیتا ہے لہذا ایسا لینا اور دینا کیسا ہے؟ بینو اتو جروا
الجواب :- ظاہر ہے کہ یہ روپیہ جو وہ شخص دے رہا ہے کارخانہ والوں کو بطور قرض دیتا
ہے تاکہ وہ لوگ کوٹہ والوں سے سوت خرید کر کام چلائیں اور قرض میں جتنا دیا ہے اس
سے زیادہ لینا سود ہے ہدایہ وغیرہ میں ہے کل قرض جر منفعتہ فہو ربوا جب قرض
کے ذریعہ نفع حاصل کیا جائے تو یہ سود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی محمد یوسف صاحب از نیپال ترائی موضع بیلا ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ
ہندوستان اور نیپال دارالحرب ہیں اگر دارالاسلام اگر دارالاسلام ہے تو نیپال میں راجہ
بعض احکام سے منع کرتا ہے، مثلاً گائے کی قربانی کرنا۔ دارالحرب اور دارالاسلام سونے کیلئے

کیا کیا شرائط ہیں ؟ سینواتوجروانی الدارین خیرا

الجواب :- ظاہر ہے کہ پہلے ہندوستان میں اسلامی سلطنت تھی اور یہ دارالاسلام تھا اور اب اس پر نصاریٰ کا قبضہ ہے۔ اور جو جگہ دارالاسلام ہو چکی ہے اس کے دارالحرب ہونے میں تین شرطیں ہیں۔ کہ اگر وہ سب پائی جائیں تو دارالحرب ہو جائے گی۔ اور ایک بھی ان میں سے معدوم ہو تو دارالحرب نہیں۔ دارالاسلام ہی ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور احکام اسلام وہاں سے اٹھالیے گئے ہوں۔ شرط دوم یہ کہ اس کا اتصال دارالحرب سے ہو جائے دارالاسلام سے منقطع ہو۔ شرط سوم یہ کہ کوئی مسلم یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو درمختار میں ہے لاتصیر دارالاسلام دارحرب الا بامور ثلاثہ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدارالحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امان بالامان الاول ردالمحتار میں شرط اول کے متعلق فرمایا تولہ دباجراء احکام اہل الشرک ای علی الاشتہار وان لا یحکم فیہما اہل الاسلام۔ ہندیہ و ظاہرہ انہ لواجریۃ احکام المسلمین و احکام اہل الشرک لا تکون دارحرب۔ اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اب بھی احکام اسلام مثل جمعہ وعیدین وغیرہ جاری ہیں۔ لہذا شرط اول نہیں پائی گئی۔ اور ہندوستان دارالحرب نہ ہوا اور دوسری شرط یعنی اسکا اتصال دارالحرب سے ہو گیا ہو۔ اس کے متعلق ردالمحتار میں فرمایا ای بان لا یتخلل بینہما بدۃ من بلاد الاسلام اس شرط کے اعتبار سے بھی ہندوستان کو دارالاسلام ہی کہا جائے گا کہ اس کا اتصال اب تک بلاد اسلام سے باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

لے اب بحمد اللہ تعالیٰ نصاریٰ کا قبضہ ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمارے ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے۔ مصباحی

مسئلہ :- مرسلہ ایجنٹ سنڈلائٹ انشورنس کمپنی آف کینڈا ساکن بنارس محلہ بھوتی اہلی کیا فرماتے ہیں علمائے دین جان کے بیمہ کے بارہ میں (۱) جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے ڈاکٹری تشخیص کے ذریعہ سے ایک مدت دس یا پندرہ برس یا اس سے کم و بیش مقرر کر لی جاتی ہے پھر جسکی جتنی حیثیت ہوتی ہے اتنا روپیہ مقرر ہوتا ہے مثلاً ایک ہزار یا دس بیس ہزار روپیہ۔ اب اتنا روپیہ کمپنی میں چاہے ایک دم سے جمع کر دیا جاوے یا تھوڑا تھوڑا روپیہ مدت مقررہ کے اندر جمع کرتا رہے جب مدت پوری ہو جاتی ہے اور پوری رقم کمپنی میں پہنچ جاتی ہے تو یہ رقم بیمہ کرانے والے کو واپس مل جاتی ہے اور اگر مدت مقررہ کے اندر بیمہ کرانے والا فوت ہو گیا اگرچہ پورا روپیہ کمپنی نے نہیں پایا ہے مگر اسکے بال بچوں کو کمپنی پورا روپیہ دیتی ہے اسی فائدہ کے خیال سے لوگ بیمہ کراتے ہیں۔ (۲) مثلاً کسی نے ایک ہزار روپیہ کا جان بیمہ دس برس کیلئے کرایا ہے اور سو یا دو سو روپیہ جمع کیا تھا کہ آمدنی بند ہو گئی یا اور کوئی مجبوری ایسی ہوئی کہ بقیہ روپیہ کمپنی میں جمع نہ کر سکا تو اس صورت میں جتنا جمع کرتا ہے وہ سب نہیں واپس ہوتا بلکہ کچھ کم کر کے مثلاً آدھا یا تہائی یا کمپنی میں جو قاعدہ ہو پس سوال یہ ہے کہ اس طرح جان کا بیمہ کرانے میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے اکثر مسلمان بیمہ کرانا چاہتے ہیں مگر ان کو حکم شریعت اسلامیہ کا انتظار ہے۔

لہذا مدلل و مفصل جواب بحوالہ کتاب لکھ کر مطلع فرمائیے ؟

الجواب :- کمپنی بیمہ کو جو روپیہ دیا گیا ہے وہ قرض ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ جتنا دیا ہے اتنا ہی وصول کرنے اور اس سے زیادہ لینا ناجائز ہے کل قرض جو منفعۃ فہور یا۔ اس کمپنی کا محض کفار کی ہونا یا نہ ہونا دونوں کا اس صورت میں وہی حکم ہے کیونکہ اگر یہ کمپنی خالص کفار کی نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ زیادہ لینا ناجائز ہے اور اگر خالص کفار کی ہو تو اگرچہ انکی رضامندی سے ایسی زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ سود نہیں مگر چونکہ یہاں دو صورتیں ہیں۔ مرجاتے ہیں تو ورثہ کو پوری رقم جو معین کی گئی ہے ملتی ہے

اگرچہ کل رقم جمع نہ کی ہو اور یہ ایک صورت فائدہ کی ہے مگر دوسری صورت کہ کسی وجہ سے رقم جمع کرنا بند کر دیا تو جو کچھ جمع کیا ہے وہ بھی پورا نہیں ملتا یہ صورت سراسر نقصان کی ہے اور کفار سے اس طرح پر عقد فاسد کے ذریعہ رقم حاصل کرنے میں جواز اسی وقت ہے جبکہ نفع مسلم کا ہو۔ فتح القدیر پھر رد المحتار میں ہے لا یخفی ان هذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرة العقد اذا كانت الزیادة ینالها المسلم۔ نیز فرمایا وقد التزم الاصحاب فی الدرر السعد ان مرادهم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادة للمسلم نظرا الى الحلة وان كان اطلاق الجواب خلافه۔ پھر اسی رد المحتار میں ہے فانظر کیف جعل موضوع المسألة الاخذ من اموالهم برضاهم فعلم ان المراد من الربا والقمار فی کلامهم ما کان علی هذا الوجه وان كان اللفظ عاما لان الحكم یدور مع علته غالباً اور پہلی صورت کہ اشار مدت میں مر جائے اگرچہ موت کا وقت معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ مدت میں مرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدت کے بعد بہت دنوں تک جیتا رہے مگر ظاہری طور پر ڈاکٹری کر اگر کمپنی نے اطمینان کر لیا ہے کہ یہاں کوئی سبب عادی ظاہری نہیں ہے لہذا کمپنی نے اس صورت میں بھی اپنا ہی نفع ملحوظ رکھا ہے کہ وہ رقم جو داخل کرے گا اسکو ادا کرنا پڑے گا اور سود کا بیوپار کر کے اس کے روپیہ سے کمپنی نفع اٹھائے گی اور اگر ناگہانی طور پر کوئی مر بھی جائے تو جہاں اتنے لوگوں سے نفع حاصل کیا ہے ایک جگہ کچھ نقصان ہی سہی اسی کے لالچ میں لوگ بیمہ کرائینگے اور ان کے اموال سے کمپنی خاطر خواہ نفع حاصل کرے گی پس یہ بیمہ حقیقتہً ہر صورت میں کفار ہی کو نفع پہنچنے کیلئے ہے بعض نادور صورت میں بیمہ کرنے والے کا فائدہ ہے۔ لہذا ایسا بیمہ شرعاً ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ قاضی طیب علی صنادید مدرس مدر اسلامیہ اہلسنت مقام لاٹونون کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ حسب ذیل میں عموماً آج کل زندگی کا بیمہ ہونے کی کئی کمپنیاں جاری ہیں اکثر بیشتر افراد اس کام میں حصہ لیتے ہیں اور ظاہر اسباب فائدہ کا

صورت ہے یا یہ جائز ہے یا نہیں کوئی سود کی خرابی تو نہیں ہوگی یا ہوگی دس سال پندرہ سال بیس سال تک جتنا روپیہ دیا جاتا ہے اسکا دونا منافع حاصل ہوتا ہے کئی بیمہ زندگی کے ہیں کہ بعد مرنے تک کے ہوتے ہیں جس سے آپ صاحبان واقفیت حاصل کئے ہوئے ہیں ؟

الجواب :- اگر یہ کمپنیاں صرف کفار کی ہوں اور اسکے شرکاء میں کوئی مسلم نہ ہو اور بیمہ بھی اس طرح ہو جس میں مسلم کا فائدہ ہی فائدہ ہو یہ نہ ہو کہ بعض صورت میں فائدہ ہو اور بعض صورت میں نقصان تو یہ بیمہ جائز ہے کہ جتنا دیا ہے کمپنی اس سے زائد دیتی ہو اسکو یہ سمجھ کر لینا جائز ہے کہ کافر اپنا مال اپنی خوشی سے دیتا ہے کیونکہ کافر کا مال بدعہدی کے سوا جس طرح حاصل ہو حرام نہیں۔ اور اگر مسلمانوں کی کمپنی ہو تو بیمہ کرنا جائز نہیں۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، از بیع الآخر ۱۳۵۵ھ زندگی کا بیمہ جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کس دلیل سے ؟

الجواب :- زندگی کے بیمہ کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں بعض میں نفع نقصان دونوں ہوتے ہیں یہ ناجائز ہے اور بعض ایسی صورت ہے کہ نقصان نہیں ہوتا یہ بیمہ اگر کفار سے ہو تو جو کچھ زیادہ ملے لینا جائز ہے ورنہ نہیں واللہ اعلم

مسئلہ : میرٹھ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، از بیع الآخر ۱۳۵۵ھ لاٹری میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کس دلیل سے ؟

الجواب :- یہ جوا اور قمار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے کوئی عقد شرعی نہیں۔ لہذا ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانساب والاذلام جس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون ہ۔ لاٹری حرص و طمع کا ایک جال ہے اس میں شریک ہونے والا امید ہو ہوم پر پانسہ ڈالتا ہے۔ اور یہی اصل جوا اور رواج قمار ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ القمار من القمار الذی یزید و ینقص و سستی القمار قماراً لأن کل واحد من المقامرین ممن یعوز ان ینتفع مال صاحبہ و یعوز ان ینتفع مال صاحبہ۔ یعنی لہذا قمار قمار سے بننا ہے جو کھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ قمار کو قمار اسلئے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر آدمی کے اندر یہ امکان رہتا ہے کہ اسکا مال اس کے مقابل کو مل جائے یا اس کا مال دوسرے کی طرف چلا جائے۔ صادی علی الجلائین میں ہے۔ قولہ القمار من المقامرة دمی الغالبۃ لأن کلاً یرید الغالبۃ لصاحبہ (ج ۱ ص ۳۶۳)۔ لہذا لاٹری میں شریک ہونا کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

باب القضاء

مسئلہ: مرسلہ عبد الحمید خاں افسر مسلح خانہ فچیوری دروازہ ۱۲، شوال ۱۳۴۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین متین و مفتیان شرع سید المرسلین کثر ہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین
دریں صورت کہ دو شخص مسلمانان در امرے متخاصم و متنازع شدہ در محکمہ عدالت حجاز مقدمہ و قضیہ
دائر گردند۔ آخر الامر حاکم عدالت حجاز آن فریقین را حکم کرد کہ شما حسب شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
فیصلہ منظور کنید۔ ہر دو فریقین فیصلہ حکم شرعی منظور و مقبول نمودند کہ عالمے شرعی فیصلہ مقدمہ
بایاں نماید، آیا دریں صورت عالمے شرعی در دیار مایاں قاضی و حکم خواہد شد یا نہ؟ بینوا بالکتاب والسنۃ

الجواب: ہر مسلمانان اتباع شرع واجب و لازم است، وعدول ازوے روانیست

و جمیع معاملات خود بر شرع پیش کنند، بآنکہ شرع حکم کنند مطیع و منقاد شوند، قال تعالیٰ: فَإِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ سَوَّلَهُ۔ و بر حکام فرض است کہ قطع نزاع و رفع خصومت

مطابق شرع کنند۔ قال تعالیٰ: مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ، وقال جل مجدہ

مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ، وقال عز اسمه: مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ یہ نظر آن حکم اور انکند کہ عالم علم و پی باشد، و اگر خیر نباشد پس لازم است کہ اور جوع

بعلمائے تافصلہ اش بر طبق شرع واقع شود و ہر دو فریق اتباع آن لازم گردد و منصادق فضلوا و اضلو

نشد و در تنویر الابصار فرمود حکما رجلا نفعکم بینہما بینۃ و اقرارا و نکول صغ لونی غیر حد و قود و دیتہ علی عاقلہ اھ

۱۔ سورہ نسا، پارہ ۵، رکوع ۵۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

۲۔ ۶ رکوع ۱۱، سورہ مائدہ۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ ۳۔ حوالہ مذکور۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے

تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ۴۔ ایضاً۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ مصباحی

وفی الہندیہ ولکل من المحکمین ان یرجع مالہم بحکمہ بینہما واذ احکم لزمہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ علی بخش خاں قوم شیخ ساکن بریلی۔ محلہ کانکر ٹولہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

شرعی فیصلہ کسی بے علم مسلمان کو کرنا کیسا ہے۔ شرعی فیصلہ عالم کا مکروہ جاننا کیسا ہے؟
الجواب :- جو شخص علم نہ رکھتا ہو اس کا فیصلہ کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر وعید
 آئی اور عالم نے جو فیصلہ موافق شرع کیا اس کو مکروہ جاننا حکم شرع کو مکروہ جاننا ہے ایسے شخص کو
 توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مسئلہ ہاشم غلام محمد منشی احمد بادی گجرات۔ اسٹوڈنٹس انجمن اسلامیہ اسکول
 ۲ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ
 بیٹی کا حصہ اپنے ماں باپ کے مال میں نہیں؟

ایسا قانون اپنی جماعت کا ٹھہرا کر اس پر بجز عمل کرنیکی کوشش کرے اور قرآن شریف کے
 حکم کے خلاف اس حکم کو منوانے کی کوشش کرے ایسے شخص پر شرع شریف کا کیا حکم ہے؟
مسئلہ (۲) ایک جھگڑے کو ایک گروہ قرآن شریف کے حکم کے موافق فیصلہ کرنا چاہتا ہے
 مگر فریق دوسرا جماعت کے رکن کے موافق فیصلہ کرنا چاہتا ہے شریعت کے فیصلہ سے دوسرا
 فریق راضی نہیں اس دوسرا فریق پر حکم شرعی کیا ہے؟

مسئلہ (۳) اس قانون پر بجز عمل کرنے سے انکار کرنے کی وجہ سے کسی شخص کو جماعت
 سے خارج کرنے والوں پر شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۴) جماعت سے خارج کرنیوالوں اور جماعت سے خارج سمجھنے والوں سے مسلمانوں
 کو کیسے تعلق رکھنا چاہیے؟

مسئلہ (۵) آیا یہ حکم ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے یا نہیں جو شخص ایسی فساد کی بات اٹھاویں
 جس سے حکم خدا و سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کا رسم قائم رہے یا جاہلوں کو کہنے سننے
 کا خیال کر کے خدا و رسول کا حکم قبول نہ کریں، تو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہوتے ہیں، عورتیں

ان کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں نماز اور روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا کھانا پانی پینا ان لوگوں کے ہاتھ سے ہرگز درست نہیں اور اپنی شادی وغنی میں ان کو نہ بلاویں اور نہ ان کے خازنہ میں جاویں، بنوا تو جروا

الجواب: - اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الحكم الا الله۔ حکم نہیں مگر اللہ کیلئے۔ اللہ عزوجل نے جن لوگوں کے جو کچھ حصے مقرر فرما دیئے انھیں نہ دینا نہایت سخت ظلم ہے اللہ عزوجل نے لڑکے اور لڑکی دونوں کے حصے والدین کے مال میں رکھے لڑکیوں کو نہ دینا حرام قطعی ہے فرمایا ہے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ اور فرمایا۔ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْعُلَمَاءِ لِيَأْكُلُوا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ کہ لوگوں کے کچھ اموال گناہ کے ساتھ کھا لو حالانکہ تم جانتے ہو۔

قرآن مجید کے حکم کے خلاف قانون بنوانیکی کوشش کرنا بلکہ اس پر جبر کرنا پہلے کفر رکھتا ہے اگر حکم الہی کو ناپسند کرتا ہے تو یقیناً کافر ہے، ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ اُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ اُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔ اور ایسا قانون بنوانیوالا ضرور خلاف مآئیںزل اللہ پر حکم کرانیکی کوشش کرتا ہے اور یہ اعانت علی الاثم والعدوان، اور کم از کم حرام و فسق ہے فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور اس قانون پر عمل کرنے میں یتیم لڑکیاں اپنے حصوں سے محروم رہ جائیں گی اور یتیم کا مال کھانا آگ کھانا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب بھڑکتی آگ، ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّہُمْ یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہُمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھا جائے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

۱۔ پ ۱۲ سورہ نساء۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے عورتوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ، تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا

۲۔ پ ۲ سورہ بقرہ۔ ۳۔ پ ۲ سورہ مائدہ۔ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ ۴۔ پ ۱۲ سورہ نساء۔ ۱۱ مصباحی

اور عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے۔ ان کا مال کھانا تو کھانا اچھے کے بدلے میں انھیں برا دینا بھی حرام ہے فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا الْخَبِيثَاتِ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا** یہ یتیموں کے اموال انھیں دیدو اور اچھے کے بدلے میں بیکارہ دو اور ان کے اموال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے، میراث کے احکام اللہ عزوجل نے بیان فرما کر یہ ارشاد فرمایا اس وعدہ و وعید کو مسلمان غور سے پڑھیں اور احکام الہی کے سامنے گردنیں جھکائیں سرکشی نہ کریں: **فَرَمَاتَا هِيَ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّتُ مَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يَدْخُلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ** یہ اللہ کی حدیں باندھیں ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اسے جنتوں میں داخل فرمائیں گاہن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے آگ میں داخل کریگا اس میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس کے لئے ذلت

کا عذاب ہے۔ اعاذ باللہ منہا ومن عذابہا والمومنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): شریعت کے حکم پر راضی نہ ہونا اور اس پر اپنے بنائے ہوئے قانون کو ترجیح دینا کفر ہے

فتاویٰ علما گیری میں ہے اذ قال الرجل لغيره حکم الشرع فی هذه العادۃ کذا فقال ذالک الغیر من برسم کارمی کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ حکم شرع سے اعراض کرنا اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر راضی نہ ہونا منافق کا کام ہے، مومن کی شان نہیں، ارشاد فرماتا ہو **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا** اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنْزَلِ الْكِتَابَ وَمَا اَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ اَنْ يَتَعَالَوْا اِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوا اَنْ يَكْفُرُوا بِهٖ وَيُرِيدَ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُضِلَّهُمْ فَلَا يَبْعِدُ اِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلَى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُولِ رَاٰیْتُ الْمُنٰفِقِيْنَ يُصَدُّوْنَ عَنْكَ مُدُودًا

لے پ ۴، سورۃ نسا ر ۱۳، لے ایضاً۔ ص ۵ پ ۵ رکوع ۵ سورۃ نسا ر ۱۱۔ مصباحی

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں اور اگر تم میں باہم کسی شئی میں نزاع ہو تو اسے اللہ و رسول کی حضور پیش کرو اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اسکا مال پسندیدہ کیا تم نے ان کو نہ دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا اور اس پر جو تم سے قبل نازل کیا گیا وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس فیصلہ کو جائیں۔ حالانکہ انھیں حکم دیا گیا کہ اسکے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے دور کی گمراہی میں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسکی طرف آؤ جو خدا نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھو گے کہ منافقین تم سے اعراض کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے فَلَا وَرَءَاکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُعْلِمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یُعْجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرْجًا مِّمَّا قَضٰیَتْ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۚ تِیْرَے رب کی قسم وہ ایمان والے نہونگے جب تک تمہیں حکم نہ بنائیں۔ ان امور میں جن میں باہم مختلف ہوئے پھر جو تم نے فیصلہ کر دیا اس سے اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور

اسے پورے طور پر مان نہ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳): جو حکم خلاف شرع ہے اس سے بیشک انکار ہی کیا جائیگا اور اس پر

عمل کرنے والا یا لوگوں کو عمل کرنے پر مجبور کرنا یا لا اور نہ عمل کریں تو جماعت سے خارج کرنے والا سخت فاسق فاجر گنہگار و مستحق نار و غضب جبار ہے، اس پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴): لڑکیوں کا حصہ انھیں نہ دینا رسم کفار ہے، اور اگر کوئی مسلمان ان کی

پابندی کرے تو نہایت سخت مجرم مسلمانوں کو تو قرآن نے یہ حکم دیا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَدْخُلُوْا

فِی السَّلَامِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا اَخْطَاۤءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ تِکُمْ

الْبَیِّنٰتُ فَاَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ اے ایمان والے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان

کے قدموں کی پیروی نہ کرو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر ظاہر و لیلوں کے آنیکے بعد اس سے

مائل ہوئے تو جان لو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ باپ دادا کے کفری رسموں پر اڑے رہنا

۱۷ پارہ ۵ رکوع ۶ سورہ نسا - ۱۷ پارہ ۲ رکوع ۹ سورہ بقرہ - مصباحی

کافروں کا طریقہ ہے مسلمان پر تو احکام خدا و رسول کی پیروی لازم، اللہ عز و جل کافروں کی صفت بیان فرماتا ہے۔ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ**۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو اتنا رہا ہے اس کا اتباع کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسکی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا تو کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور راہ پر ہوں جب بھی انھیں کی پیروی کرینگے، پھر قرآن عظیم کے ایسے واضح و بین ارشادات ہوتے ہوتے نصوص قطعیہ کے خلاف پر عمل کرنا اور اس پر اڑے رہنا بلکہ لوگوں کو اسکے عمل پر مجبور کرنا کسی مسلمان کی سرگزشتان نہیں ہو سکتی قرآن عظیم نے تو یہ کام منافقوں کا بتایا ہے، فرماتا ہے۔ **الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ**، منافق مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے ہیں بری بات کا حکم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں۔ اور مومن و مسلم کی وہ شان ہونی چاہیے جو فرماتا ہے۔ **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** مومن مرد اور عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں، اور یہ جماعت سے خارج کرنے والے یا سمجھنے والے بیشک امر بالمعروف اور نہی عن المعروف کرتے ہیں، ان سے میل جول سلام کلام سب ترک کر دیا جائے جب تک تائب ہو کر قرآنی ارشاد کی پابندی پر راضی نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵)۔ اگر ان لوگوں نے ان احکام کو مانا نہ ہو اور ان پر ایمان نہ لائے تو اسلام سے خارج، کہ پورے قرآن پر انکا ایمان ہی نہیں اور بے اسکے مسلمان نہیں، **أَفْتَسِمُونَ** بَعْضُ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ اور اگر پہلے مانا تھا اور اب انکار کرتے ہیں تو اب کافر و مرتد ہو گئے، ان کی عورتیں نکاح سے خارج ہو گئیں، اور اس صورت میں ان سے میل جول

۱۔ پارہ ۲۵ سورہ بقرہ۔ ۲۔ پارہ ۱۰ رکوع ۱۵ سورہ توبہ۔ ۳۔ ایضاً۔
۴۔ تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔
مسباحتی

شادی بیاہت ان کے ساتھ کھانا پینا سب حرام۔ اور ان کے جنازہ کی نماز حرام اور ان پر تمام وہی احکام ہیں جو مرتدین کے ہیں اور اگر قرآنی احکام حق جانتے ہیں اور سچ جانتے ہیں ان پر ایمان ہے مگر شامت نفس اور شیطان کے دھوکے میں گرفتار ہیں کہ انکی پیروی نہیں کرتے اور شیطان کے بھلاوے میں پڑے ہیں تو سخت فاسق فاجر ہیں توبہ کریں اللہ تعالیٰ توبہ قبول کریں والا ہے ورنہ مسلمان ان سے قطع تعلق کریں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **وَمَا يُنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَعُدُّ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**۔ اگر تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبد الحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار، مسجد محمد تقی، ۳ رجب ۱۴۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مسائل شرعیہ عبادات میں غیر مسلم کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے باوجودیکہ امیر شریعت موجود ہیں؟

الجواب :- کفار کے پاس فیصلہ لیجانا ممنوع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا نُزِّلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ فَلَا بَعْدَ لَهُمْ**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبد الحمید صاحب محلہ لائیکان متصل جونی بال مسجد ریاست جوہ پور ماڑ واڑیکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

علمائے مذہب احناف سے نہایت ادب کیساتھ التماس ہے کہ ہمارے یہاں اکثر اشخاص مسائل ذیل کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں، اور بارہا مقدمہ بازی کی نوبت آجاتی ہے، اس لئے حسبہ اللہ امورات مندرجہ ذیل کا جواب کتب معتبرہ مذہب احناف سے

۱۔ پارہ ۷ رکوع ۱۴ سورہ انعام۔ ۲۔ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا۔ اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر جانتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اٹلانہ انہیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے۔ پارہ ۵ رکوع ۶ سورہ نسا۔ مصباحی

مع حوالہ کتب مزین بمواہر عنایت فرمادیں اسکا اجر اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے پاویں ؟
 ۱۔ قاضی کا نفقہ یا روزینہ یا تنخواہ کا بیت المال سے مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟
 ۲۔ اس وقت جبکہ ہندوستان میں بیت المال نہیں ہے اگر قاضی کا نفقہ اہل اسلام پر ڈالا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

۳۔ ہمارے یہاں ہندو ریاستوں میں قاضی کے متعلق صرف نکاح خوانی اور نماز عیدین کی انجام دہی ہے اور بنا براسناد شاہی مہاراجگان ریاست مارواڑ بھی وقتاً فوقتاً اسناد نکاح خوانی عطا فرماتے آئے ہیں۔ نیز وقت نزاع فیما بین اہل اسلام متعلقہ نکاح و طلاق و مہر وغیرہ قاضی کے رجسٹر سے عدالت ریاست مقدمات کے فیصلہ کرنے میں مدد حاصل کرتی ہے، اور رجسٹر مذکورہ کو مستندان کر بموجب احکام شریعت حکم نافذ فرماتی ہے، ریاست مذکورہ نے قاضی مذکور کی اس خدمت کے صلہ میں بطور نفقہ کچھ رقم فی نکاح مقرر کر دی ہے جس کو نکاح خواں منکوچہ بروقت ایقاع نکاح ادا کرتے ہیں آیا یہ نفقہ جو راج نے مقرر کر دیا ہے قاضی کو لینا جائز ہے یا ناجائز ؟

۴۔ ایسے قاضیوں کی بیاض یا رجسٹر میں اگر کوئی اپنا نکاح درج نہ کرائے اور بالا بالا بلا اجازت پڑھ لے حالانکہ سرکار سے یہ حکم صادر ہو چکا ہے کہ کوئی بلا اجازت قاضی نکاح نہ پڑھائے تو ایسے لوگوں کا یہ فعل کیسا ہے۔ حسب اللہ مسئولات بالا کا جواب بادلہ دیکھو کہ کتب معتبرہ و مستندہ سے استنباط و تدقیق منیع فرما کر مع مہر مزین فرمادیں ؟

جواب :- قاضی کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے مصارف بیت المال سے لئے کہ جب قاضی اپنا وقت امور مسلمین میں صرف کرتا ہے تو مصارف اگر بیت المال سے دیئے جائیں تو گزارہ کی کیا صورت ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے۔ ومصروف الجزیۃ والغراج مصالحنا کسد ثغور و بناء

قنطرة وجسر وكفاية العلماء والقضاة انتهى ملتقطاً واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی
 (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب (۲): اگر ہندوستان میں بیت المال نہیں ہے تو قاضی بھی نہیں جن کے لئے تکلیف کرنے کی حاجت ہو، رہے علماء یہ نوکری وغیرہ کر کے خدمت دین بھی کرتے ہیں اور گزراوقات بھی کر لیتے ہیں، غالباً سائل کی مراد قاضی سے وہ لوگ ہوں جو شاہی زمانہ کے قاضیوں کی اولاد سے ہیں اگر یہ ہے تو نہ وہ قاضی ہیں نہ ان کیلئے مصرف مقرر کرنے کی حاجت کہ قضاۃ کوئی میراث نہیں ہے نہ یہ نسب کی صفت ہے کہ باپ قاضی ہو تو بیٹا بھی قاضی بلکہ ان لوگوں کو براہ ادب مجازاً قاضی کہتے ہیں جیسے علماء کی اولاد کو مولوی صاحب مشائخ کی اولاد کو شاہ صاحب وغیرہ کہتے ہیں قضاۃ ایک عہدہ ہے جو بادشاہ کی طرف سے لوگوں کو دیا جاتا ہے اور اس کیلئے تقلید شرط ہے، یعنی جس شخص کو قاضی بادشاہ نے بنایا وہی قاضی ہے وہ مرجائے یا معزول ہو جائے تو اب قاضی نہیں۔ اور قاضی کے متعلق معاملات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور اس عہدہ کی وہی نوعیت ہے جیسے انگریزی سلطنت میں جج کی ہے تو جس طرح جج کی اولاد جج نہیں اسی طرح قاضی کی اولاد قاضی نہیں اور آج کل لوگ انھیں بھی قاضی کہتے ہیں جو نکاح پڑھا دیا کرتے ہیں حالانکہ نکاح پڑھانا ان امور میں نہیں جو قاضی کے سپرد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳): نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے راج نے مقرر کیا ہو جب بھی لے سکتے ہیں اور نہ مقرر کرے اس وقت بھی لے سکتے ہیں اس کے عدم جواز کی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴): نہ مسلمانوں کے ذمہ شرعاً یہ لازم کہ نکاح قاضی ہی سے پڑھوائیں نہ یہ واجب کہ نکاح خواں کے دفتر میں نکاح درج کرائیں۔ اگر راج اندراج پر مجبور کرے تو یہ ریاست کا حکم ہوگا جو مسلمانوں پر واجب الاتباع نہ ہوگا بلکہ اس کو مذہبی دست اندازی تصور کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الافتاء

مسئلہ :- مرسلہ محمد حسین از بمبئی ۱۹، ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں مینڈک و تمساح وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

اجواب :- ہم سے جب کسی مسئلہ کی نسبت سوال ہو کہ امام شافعی کا اس بارہ میں

کیا قول ہے تو فقہائے کرام کا یہ حکم ہے کہ یوں جواب دو کہ امام اعظم کا اس امر میں یہ ارشاد ہے اور

حق فرمایا کہ ہمیں اپنے ہی مذہب کے متعلق فتویٰ دینے میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں، نہ کہ

مذہب دیگر امام، جنکے مذہب سے کافی اطلاعیہ نہیں، نہ اس مذہب کی کتابیں موجود، اور ان کے اقوال

جو ہماری کتابوں میں منقول، کیا علم کہ وہ کس درجہ کے اقوال ہیں، آیا وہ اس مذہب میں معمول بہا و

مفتی بہا ہیں یا نہیں، اس امام کا وہ مذہب ہے یا محض ایک روایت ہے، اور مذہب میں وہ قول

یا قوت ہے یا نہیں، لہذا اگر سائل شافعی المذہب ہے تو مفتیان شافعیہ کی طرف اسے رجوع چاہیئے

مینڈک و تمساح وغیرہا مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور ہمارے مذہب میں حرام ہیں، درمختار

میں ہے ولا یحل حیوان مائئ الا السمک غیر الطافی جو ہرہ نیرہ میں ہے ولا یوکل من حیوان

الماء الا السمک، ہاں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے تمام دریائی جانوروں کو طلال

فرمایا اور بعض نے انسان و کلب و خنزیر کا استثنا کیا، ہدایہ میں ہے ولا یوکل من حیوان الماء

الا السمک وقال مالک وجباعتہ من اهل العلم باطلاق جمیع مائ فی البحر واستثنی بعضہم

الخنزیر والکلب والانسان وعن الشافعی انہ اطلق ذالک کلمہ والخلاف فی الاکل والبیع

واحد لہم قولہ تعالیٰ اٰھل لکم صید البحر، من غیر فصل، وقولہ علیہ السلام فی البحر

سے مگر مچھ

هو الطهور ماؤه والحل ميتته. ولانه لادهم في هذه الاشياء اذ الد موى لا يسكر الماء والمحرّم هو الدم
فاشبه السمك، قلنا قوله تعالى ويحرم عليهم الغبائث وما سوى السمك خبيث، ونهى رسول الله عليه السلام
عن دواء يتخذ فيه الصفد ع، ونهى عن بيع السرطان والصيد المذكور فيما تلى محمول على الاصطيا وهو
مباح فيما لا يعل والميتة المذكورة فيما روى محمولة على السمك وهو حلال مشتت من ذلك لقوله عليه السلام
احلت لنا ميتتان ودمان اما الميتتان فالسمك والجراد واما الدمان فالكبد والطحال. وهكذا هو
المذكور في كتب اخر. والله تعالى اعلم

مسئلہ: مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از امرتسر جامع مسجد متصل عید گاہ ۱۹ از یقعدہ ۱۴۲۱ھ

کیا کتاب صلوٰۃ مسعودی کے مسائل عند الخفیہ درست ہیں اور قوی ہیں یا ضعیف ؟
الجواب: کسی کتاب کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکے تمام مسائل قوی ہیں، اس
میں کوئی ضعیف نہیں، ہدایہ وغیرہ یا کتب معتبرہ مستندہ کے بعض مسائل پر جب فتویٰ نہیں
دیا گیا تو صلوٰۃ مسعودی تو صلوٰۃ مسعودی ہے، مصنفین سے بعض مواقع میں لغزش واقع ہونا کیا
مستبعد، یا بی اللہ العصمۃ الا لکلامہ او کلام رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر یہ حکم
علی الاطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ اسکے تمام مسائل صحیح و مفتی بہا و معمول بہا ہیں، کہ بعض مسائل بوجہ
اختلاف عصر و مہر و ملک و عادت و غیرہ وجوہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ مسعودی تو کوئی ایسی
کتاب بھی نہیں کہ علماء و فقہاء اسکے اقوال سے استناد کرتے ہوں، فقیر نے کتب متداولہ میں کہیں نہ دیکھا
کہ اس کے اقوال سے استناد کیا ہو اور اگر کسی نے اسکا حوالہ دیا ہو تو یہ نظر فقیر سے نہیں گذرا اور اگر
استناد کیا بھی ہو اور اسکا کوئی قول عامۃ کتب معتبرہ کے خلاف ہو یا اسکے خلاف پر فتویٰ ہو یا جمہور
کے خلاف ہو تو عمل اس پر ہوگا جسکی ترجیح ہو، درمختار میں ہے۔ امانعن فعلینا اتباع ما رجوہ، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: مسئلہ قاسم علی خاں بمقام اسلام پور ریاست جے پور ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر غیر مقلدین

سے ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۲ کتاب الذبائح ۱۲ - مصباحی

اور وہابی کا بہت بڑا زور و شور ہو رہا ہے تو کیا ان کے مسائل پر اور ان کے طریقے پر عمل کرنا جائز یا نہیں؟
الجواب :- ان کے طریقے پر چلنا گمراہی اور ان سے مسائل پوچھنا اشد حرام کہ یہ جب گمراہ ہیں تو تمہیں
 گمراہ کرنے میں کیا کمی کریں گے۔ کہ جب جاہلوں سے فتویٰ پوچھنا ناجائز ہے افتو بغیر علم فضلو و اضلو۔
 اور یہ تو بدترین کہ - ع ' او خوشیتن گم است کرار ہیری کند ' واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کَلِیَّةُ الْبَنَاتِ الْاَلْحَدِیَّةِ

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم و تربیت کے لئے غلہ ایک منظم و باضابطہ شعبہ
 بنام "کلیۃ البنات الالحادیۃ" پوری ذمہ داری کے ساتھ مصروف
 عمل ہے۔ جہاں سے ہر سال قوم کی بچیاں عالمہ و فاضلہ ہو کر فارغ
 ہو رہی ہیں۔

بیرونی طالبات کے لئے دارالاقامہ رہوشلہ کی تعمیر جاری ہے۔ اس
 تعمیر میں حصہ لے کر ثواب دارین سے مالا مال ہوں۔

رابطہ

علاء المصطفیٰ قادری کلئۃ البنات الالحادیۃ گھوسی منو

کتاب الدعوی

مسئلہ :- از ضلع ناسک نیل باوڑی کی مسجد مرسلہ رحمت اللہ علیہ امام حکیم بیچ الاولیاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نوکر نے عمرو سے کہا کہ میں نے پانچ ہزار کا مال خریدا ہے۔ اور وہ نوکر مرگیا۔ حالانکہ وہ نوکر جنون کی حالت میں تھا۔ اور زید سے بیس کو س کے فاصلہ پر تھا اور زید کو کچھ معلوم نہیں تھا اب عمرو زید کے اوپر دعویٰ کرتا ہے کہ تمہارے نوکر نے ہم کو کہا ہے کہ میں نے پانچ ہزار روپیہ کا مال تمہارے واسطے خریدا ہے وہ دنیا یہ مال کا خریدنا زید کو بالکل معلوم نہیں ہے اور نوکر نے بھی نہیں خریدا صرف ایک دعویٰ کرتا ہے اب عمرو زید کے اوپر تقاضا کرتا ہے یہ دعویٰ عمرو کا زید کے اوپر صحیح ہے یا غلط ؟

الجواب :- جب وہ نوکر مجنون تھا تو اسکی بات کا اعتبار ہی نہیں نہ اسکے تصرفات صحیح ہو سکتے کہ بیع و شرار کیلئے عاقل ہونا ضرور ہے۔ اور مجنون عاقل نہیں حدیث میں فرمایا رفع القلم عن ثلث (الی ان قال) ومن المجنون حتی یفیک ورمختار میں ہے۔ وشرطہ اہلیۃ المتعاقدين ردالمحتار میں ہے ای بكونہما عاقلین نیز اسی میں بکر ہے فشرائط العاقد اثبات العقل والعدد فلا ینعقد بیع مجنون وصبی لا یعقل الیہ اور اگر مجنون نہ بھی ہو تو محض اسکا آنا کہ دنیا کہ میں نے تیرے واسطے پانچ ہزار کا مال خریدا ہے۔ اس سے عمرو کو دعویٰ کا اختیار نہیں جبکہ نہ عمرو نے اسے وکیل کیا نہ خریدنے کے بعد اپنی رضا ظاہر کی۔ اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ عمرو نے اسے وکیل کیا تھا تو اس پر یا مرنے کے بعد اسکے ورثہ پر دعویٰ کر سکتا ہے زید سے کیا تعلق ہے زید کا تو نوکر تھا جب مرگیا تو زید سے کوئی تعلق نہ رہا نہ زید پر کوئی مطالبہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاقرار

مسئلہ (۱) مرسلہ سید اکبر شاہ امام مسجد شریف سو بھر بازار کراچی ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ متوفی اپنے تین مکان چھوڑ کر فوت ہوا مگر مکان
 دوکان جسکو خرید کیا ایک رسید موجود ہے، اس میں خریدار منکوحہ متوفی کا نام ہے، اور اسکے ساتھ ایک
 قطعہ اسٹانپ آٹھ آنے کا بطور اقرار نامہ ہمراہ ہے۔ مضمون اقرار نامہ اس طرح ہے کہ اس
 دوکان کی مالک زوجہ منمقرہ ہے اور خریدی ہوئی اسکی ہے، جو حاصل ہوگی وہ سب خرچہ مجرا کر کے باقی
 منکوحہ مذکورہ کو دیا کرونگا، لیکن بیعنامہ اپنے نام کرا لیتا ہوں، اسلئے کہ عورت پردہ نشیں ہیں میرا
 اور میرے وارثوں کا کوئی حق نہ ہے نہ رہے گا۔ اس کے بعد پھر ایک ہبہ نامہ بلا عوض اسی دوکان
 کے متعلق لکھا ہے۔ اس کے والد صاحب نے ادویہ لڑکا اس منکوحہ سے ہوا ہے۔ حین حیات
 متوفی کے وہ دوکان قبضہ میں اسکے تھی اور اب تک ہے حین حیات زوجہ مذکورہ کے متوفی نے
 دوسری عورت کی اس سے چار فرزند ہوئے، تب متوفی نے داخل خارج ان چار بچوں کے نام
 پر کیا ہے، اور جسکو کہ ہبہ نامہ لکھا تھا اسکو کچھ حصہ نہیں دیا۔ لیکن اس نے قبضہ نہیں چھوڑا ہے
 ع ۲ :- دو مکان دوسرے بھی چار بچوں کے نام پر کئے ہیں اسمیں بھی کوئی حق نہیں دیا۔
 اب آپ از روئے شرع محمدی کیا فتویٰ فرماتے ہیں، تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ خداوند تعالیٰ آپکو دونوں جہان کی عزت بخشے؟
الجواب :- جب شخص مذکور نے خود اقرار کیا اور کاغذ لکھ دیا کہ یہ مکان زوجہ کی ملک ہے
 اسی نے خریدا ہے بیعنامہ میں اپنا فرضی نام محض اسلئے لکھوایا کہ مسماۃ پردہ نشیں ہے تو اب
 وہ ملک زوجہ ہی قرار پائے گا۔ اور زوجہ اولیٰ کے لڑکے نام جو ہبہ کیا یہ کوئی چیز نہیں کہ دوسرے
 کی ملک کو ہبہ کر نیکا اسے کیا اختیار، اور زوجہ ثانیہ کے بچوں کے نام داخل خارج کرنا باطل محض

کہ اگر زوج کی ملک ہوتی بھی تو جب وہ پہلی عورت کے ٹکے کو ہبہ کر چکا تو اب ان چاروں کے نام کس طرح کر سکتا ہے کہ اس صورت میں تو ہبہ سے رجوع بھی نہیں کر سکتا۔ مجمع الانہر میں ہے: ینقطع حق الرجوع اذا كان الموهوب له ذا رحم محرم منه، امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں من وھب ہبۃ لذی رحم فلیس لہ ان یرجع فیہا۔ لہذا یہ دکان زوجہ ثانیہ کے ٹکوں کے نام نہیں کر سکتا۔ اور داخل خارج محض باطل۔ واللہ اعلم ج ۲۔ اس شخص کو اپنی زندگی میں اپنے مال کا اختیار ہے۔ جسے چاہے دیدے اگر مرض الموت سے پہلے زوجہ ثانیہ کی اولاد کو دیدیا تو اب دوسرے وارثوں کو کوئی حق نہ رہا۔ مگر انکو دینا اگر دوسرے وارثوں کو محروم کر نیکی نیت سے ہو تو بہت برا کیا۔ حدیث میں فرمایا۔ من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة۔ جو اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی میراث جنت سے قطع فرما دے گا۔ اور اگر مرض الموت میں ان چاروں ٹکوں کے نام کیا تو یہ حکم وصیت میں ہے۔ اور وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ حدیث میں فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ للوارث۔ ہدایہ میں ہے لا یجوز الوصیۃ لوارثہ الا ان یجیزھا الورثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ رائے بہادر سند رلال۔

۱۔ حکم شرع یہ ہے کہ جب اقرار کاذب کی صورت ہو تو سوائے اسکے کہ مقررہ سے حلف لیا جائے اور کوئی چارہ کار مقرر کے واسطے نہیں ہے ؟

۲۔ اور اب کہا جاتا ہے کہ مکرہ کو جسے ڈر کی وجہ سے جھوٹا اقرار کیا تھا ثبوت پیش کر نیکی کا قیام دیا جائے گا اور خاص اس صورت میں مقررہ سے حلف نہ لیا جائے۔ بد نصیب جاہل دنیا دار آخر کس راہ پر چلے ایک جگہ کچھ حکم ہے دوسری جگہ کچھ اس لئے اسکی ضرورت ہے کہ شرعی

لہ روی فی مشکوٰۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۶۶ باب الوصایا۔ وخطہ ابن ماجہ و البیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ص ۲۶۵ مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا۔ مصباحی

کوئی روایت ایسی بتائی جائے کہ صورت ۲ میں حکم ۱ نہیں ہو اور اگر اقرار مکرہ اقرار کاذب سے مشتقی نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حکم کلی کا انطباق اس فرد خاص پر نہ ہو؟

الجواب :- اقرار کی صحت کیلئے رضا شرط ہے، جو اقرار بغیر رضامندی مقرر کے ہو وہ اقرار اقرار ہی نہیں، اور اقرار کے جتنے احکام ہیں اس پر وارد ہی نہیں۔ جبر و تعدی کے ساتھ جو اقرار ہوگا وہ صرف صورت اقرار ہے نہ کہ حقیقتہً و شرعاً۔ شریعت مطہرہ نے ایسے اقرار کو جو جبراً ہو صحیح نہ مانا۔ تو ایسے اقرار کا مقرر شرعاً کچھ اثر نہیں۔ قاعدہ کلیہ ہے۔ اذافات الشرط فإت المشروط فتاویٰ خیر یہ میں ہے۔ لا یصح الاقرار مع الاکراه بالاجماع۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ وکذا الرضا والطوع شرط حتى لا یصح اقرار المکره کذا فی النہایۃ۔ در مختار میں ہے فلواکره بقتل او ضرب شدید او جس حتی باع او اشتری او اقرا او آجر فسخ ما عقد ولا یبطل حق الفسخ بهوت احدهما ولا بهوت المشتري ولا بالزيادة المنفصلة وتضمن بالتعدی وسیجی انه یسترد وان تداولته الایدی او امضی لان الاکراه الملجئ و غیر الملجئ یعد مان الرضا والرضا شرط لصحة هذه العقود وكذا الصحة الاقرار لیه اکراه سے جو اقرار ہو اس میں مقرر کو اختیار رہتا ہے کہ اگر وہ چیز مقررہ کو نہ دی ہو تو نہ دے اور دیدی ہو تو واپس لے اگرچہ مقررہ نے اسے بیچ ڈالا یا اور کوئی تصرف کر لیا ہو اور اگر اقرار مکرہ اقرار صحیح ہوتا تو یہ احکام نہ ہوتے۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے۔ لا ینفذ اقرارہ اذا الرضا شرط لصحة الاقرار فیفسد الاقرار عند فوات الرضا وهذا باجماع المسلمین فله الامتناع عن دفع المقربہ للمقررہ ان لم یکن دفعه وله استرداده منه ان کان دفعه له مکرها والا کراه یعدم الرضا ویفسد کل امر توقف صحته علیه وقد رفع عن هذه الامة بقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیہ ۱۱ ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ دعویٰ اقرار بالاکراه دعویٰ اقرار کاذب نہیں کہ اقرار کاذب میں سوا اس کے کہ مقررہ سے حلف لے، مقرر کو کچھ اختیار نہیں مقرر اگر دعویٰ اکراه کرے تو ضرور اس سے ثبوت طلب کیا جائے گا۔ بینہ پیش کرے

تو وہ اقرار کا عدم قرار دیا جائے گا محض یہ خیال کر کے کہ وہ تو اقرار کر چکا ہے اس دعویٰ اکراہ کو تناقض قرار دیکر رد کر دینا جیسا کہ مدعی علیہ کے پیش کردہ فتویٰ میں ہے) بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے اگرچہ مقرر نے بوقت اقرار یہ بھی کہا ہو کہ یہ اقرار برضا و رغبت ہے جیسا کہ فتاویٰ علمگیریہ کی آئندہ عبارت سے واضح ہوگا اگر اسی کا نام تناقض ہو تو جس سے چاہیں مار پیٹ کر دھمکی دیکر بیع و ہبہ اور ہر قسم کا اقرار کرایا کریں اور اس مظلوم کی نہ داد ہو نہ فریاد کہ دعویٰ کرنے کو جائے تو تناقض قرار دیکر خارج کر دیا جائے اور اس مظلوم کی ایک نہ سنی جائے۔ اگر قسمت سے دعویٰ مسموع بھی ہوا تو اگرچہ ہزاروں آدمیوں کے سامنے اس پر جبر و تشدد ہو اور سب گواہی و شہادت بھی دیں مگر کسی کی گواہی کا کچھ اثر نہیں۔ بس مدعی علیہ سے حلف لیکر مظلوم کی دادرسی کا خاتمہ کر دیا جائے کہ یہ تو اقرار کاذب ہے اور اقرار کاذب میں محض مدعی علیہ پر حلف ہے و بس بھلا اسکو دعویٰ اقرار کاذب سے کیا تعلق۔ مقرر نے صورت موجودہ میں کب دعویٰ اقرار کاذب کیا ہے اسکا دعویٰ تو اکراہ کا ہے نہ اقرار کاذب کا اقرار کا نفس الامر کے مطابق نہ ہونا اور بات ہے اور کذب اقرار کا دعویٰ کرنا شے دیگر۔ کیا اگر کسی مجنون نے حالت جنون میں اقرار کیا اور بعد افاقہ دعویٰ کیا کہ اس وقت مجنون تھا تو اسے یہ کہا جائیگا کہ یہ اقرار کاذب کا دعویٰ ہے یا یہ ہوگا کہ اگر جنون کا ثبوت دے تو اقرار لاشعے مانا جائے گا۔ اقرار کاذب اور دعویٰ اقرار کاذب میں فرق نکرنا عجیب ہے کیا اگر مقرر کا اقرار واقع میں کاذب ہو اور دعویٰ اقرار کاذب نہ کرے تو قاضی خواہ مخواہ مقررہ پر حلف رکھ سکتا ہے ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ دونوں باتوں میں فرق بتن ہے۔ مقرر اگر کذب کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نامسموع ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ پر حلف ہے اور بوجہ فساد زمان اسی پر فتویٰ۔ بالجملہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اقرار مکروہ بالا جماع نامعتبر پھر دونوں کو ایک سمجھنا اسکو اسکی فرد قرار دینا کیونکر جیسا کہ فتاویٰ خیر یہ کی عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر و روشن تر ہے، ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ دعویٰ اقرار کاذب و دعویٰ اکراہ دو چیزیں ہیں۔ ورنہ جس طرح دعویٰ اقرار کاذب کو امام اعظم و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے نامعتبر و نامسموع فرمایا۔

اور مدعی علیہ سے انکے نزدیک اسمیں حلف بھی نہ لیا جائیگا اسی طرح چاہیے تھا کہ دعویٰ اکراہ کو
 نامسموع فرماتے، حالانکہ یہ دعویٰ بالاجماع مسموع ہے، اور خود یہ اقرار ہی بالاجماع نامعتبر۔ لہذا
 ضرور ہیکہ اگر مقرر اکراہ کا دعویٰ کرے تو اس سے بینہ طلب کیا جائے اور اس بینہ کا اعتبار ہوگا زبردستی
 دعویٰ اقرار کا ذب قرار دیکر بینہ کو رد نہ کریں گے فتاویٰ علمگیریہ ہے۔ لو اکره علی ان یقر بانہ
 لم یتزوج هذه المرأة وانه لا بینة له علیہا بذالک اور علی ان هذا الیس بعد وانه حر لا
 فاقراہ بذلك باطل لان الاکراہ دلیل علی انہ کاذب فیما اقربہ فلا ینع ذلک قبول بینتہا
 علی ما یدعی من النکاح والرق بعد ذلک کذا فی المبسوط۔ بلکہ اگر مدعی علیہ طوع ورضا بینہ
 سے ثابت کرے تو مدعی کے بینہ کو مدعی علیہ کے بینہ پر ترجیح ہے۔ بینة الاکراہ اولیٰ من
 بینة الطوع۔ بلکہ صورت مستفسرہ میں خود مدعی علیہ نے جو فتویٰ پیش کیا ہے اسکے نمبر ۲ میں
 یہ عبارت مذکور ہے۔ اگر وقت بیع میں شرائط اکراہ جو شرع میں ہے موجود ہوں اور بینہ سے
 ثابت ہوں تو یہ بیع مکروہ ہے جو منعقد غیر لازم ہے رضا بائع پر موقوف ہے وہ چاہے فسخ کرے
 چاہے جائز رکھے۔ مفتی کی یہ عبارت خود بتاتی ہے کہ مقرر کے بینہ کا اعتبار ہے۔ اور یہ اقرار
 کاذب میں داخل نہیں ورنہ بینہ سے ثبوت کی کیا حاجت تھی مدعی علیہ کے حلف پر مدعی کا فائدہ
 کر دیا جاتا کتب فقہ میں بکثرت روایات موجود ہیں کہ اقرار بالاکراہ میں مقرر کے بینہ مقبول ہیں
 اور اس اقرار کا کچھ اثر نہیں فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

سوال فی حرمة هذد هانر وجہا بالسلاح وهو یقول لہا اذا لم تقری لی عند القاضی
 بان لی ذمتک المقدار الفلانی وتصادقینی علی دعویٰ التی ادعی بہا علیک والقتلک
 ویحلف ویغلظ الایمان اذا لم توافقینی علی ذالک قتلک فوافقت علی ذالک واقترت
 عند القاضی فقال لہا القاضی عندک ما ادعی بہ زوجک واقترت عند القاضی فسجل
 علیہا ذالک الاقرار فہل لہا اذا ثبت التہدید منہ لہا اقرار ام لا وهل محتاج الی
 الاثبات علی التہدید ام لا افتونا۔ الجواب ان اقامت بینتہ علی ذالک لا یعتبر اقرار ہا

مع الاكراه ولا يلزمها شئ مما اقترت به والعالة ما شرح^۱ والله اعلم۔ ہاں اگر مقرر گواہ
اکراہ نہ پیش کر سکے تو اکراہ ثابت نہوگا اور مقررہ کے حلف پر فیصلہ ہوگا اور بصورتِ بینہ حلف نہیں
فتاویٰ خیر یہ میں ہے۔ سئل فی رجل اشترى من اخر ثلثی رمی بثن قدره ستون قرشاً واقر
بقبضها ومات فدعت ورثته ان الاقرار بقبض الثمن كان تلجئة ولم يقبض منه شیاً
فما الحكم فی ذالك اجاب يلزم المقر له الحلف بالله تعالى نقداً اقراراً صريحاً فان حلف
على ذالك منع الحكم الورثة عنه وان نكل عن اليمين لزمه ما ادعته الورثة وان اقامت^۲
الورثة المذكورون البينة على ما ادعوا قبلت والله اعلم بالجمله ان عبارات سے بخوبی واضح
ہوا کہ اقرار کاذب و اقرار مکرمہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ اقرار مکرمہ بھی بظاہر اقرار کاذب ہی
معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتہً یہ اقرار ہی نہیں جیسے مجنون کا اقرار۔ اقرار کاذب طوع و رضا کے
ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً عام طور پر رواج ہے کہ قبل وصول زر ثمن اقرار نامحبات میں لکھا جاتا ہے
کہ زر ثمن تمام و کمال وصول پایا حالانکہ اس وقت تک وصول نہ کیا تھا بلکہ بعد میں ملے گا اسی عام
رواج کی بنا پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے کذب کے دعویٰ کو مسموع رکھا اور مدعی علیہ پر حلف
عائد کیا قرۃ العیون میں ہے۔ وجہ ان العادة جرت بین الناس انهم اذا ارادوا الاستدانة
يكتبون الصک قبل الاخذ ثم ياخذون المال فلا يكون الاقرار دليلاً على اعتبار هذه
العالة فيحلف عليه لتغير احوال الناس وكثرة الخداع والغیانات۔ اور امام غزالی نے مسموع
فرمایا اور اسکی وجہ بھی اسی قرۃ العیون میں یہ لکھی۔ لان الاقرار حجة تلزم شرعاً كالابينة
بدل اولی لان احتمال الكذب فيه، ابعدا و رطاً ہر ہے کہ بصورتِ اکراہ کذب ہی کا پہلو غالب ہے
تو اسے دعویٰ اقرار کاذب میں داخل کرنا خود دلیل ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے، والله تعالیٰ اعلم

۱۔ فتاویٰ اسعدیہ ج ۲ ص ۳۴۴ کتاب الاکراہ۔ ۲۔ فتاویٰ خیر یہ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الاقرار۔

مصباحی

کتاب الہیۃ

مسئلہ :- مسئلہ از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مرسلہ ظہور محمد خان صاحب
ایک شخص کے چند لڑکے لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے بعض جوان ہو گئے۔ بعض
کی والدین نے شادی کر دی۔ بعض جوان بلا شادی کے ہیں۔ بعض کمسن ہیں۔ اگر والدین
کوئی شئی جیسے مکان زمین وغیرہ تقسیم کرنا چاہیں تو جوان اور بچہ کمسن سب کا برابر ایک
مطابق حق سمجھ کر تقسیم کریں یا والدین کی رضامندی پر موقوف ہے ؟

الجواب :- اگر انہیں کوئی اولاد دینی ترجیح رکھتی ہے تو اسکو زیادہ دینے میں کوئی حرج
نہیں ورنہ تمام اولاد کو برابر دیں۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انکے والد نے ایک غلام
عطا فرمایا تھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی
میں نے اپنے اس لڑکے کو غلام دیا ہے، ارشاد فرمایا کیا تم نے اپنی اور اولاد کو بھی اسی کے
مثل دیا ہے عرض کی نہیں، فرمایا فارجدہ تو واپس کر لو، اور ایک روایت میں ہے فاتقوا اللہ
واعدوا بین اولادکم۔ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔ اور ایک روایت میں ہے
لا اشهد علی جور۔ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبداللہ از موضع دروہ ضلع نینی تال ۱۳ صفر ۱۴۲۸ھ
زید نے اپنے لڑکے کی منگنی بکر کی لڑکی کیساٹھ کی بعد منگنی زید بکر کے یہاں ۲۰، ۲۵ روپوں
کیساتھ عیدی لیکر آیا۔ عیدی میں لڑکی کو کپڑے اور زیور دے گیا۔ بعد کو زید کا اور زید کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔
اب وہ کپڑے تو لڑکی نے پہن کر بھاڑ ڈالے لیکن وہ زیور باقی ہے اب وہ زیور وارثوں کو دینا چاہیے یا نہیں ؟
الجواب :- اگر لڑکی کو اس زیور کا مالک کر دیا۔ یا وہاں کا عرف یہی ہے کہ شادی سے پہلے جو
کچھ دیتے ہیں۔ لڑکی کو اس کا مالک کر دیتے ہیں۔ تو اب واپس نہیں لے سکتے کہ بہہ صحیح ہو گیا

اور موت احد العاقدین مانع رجوع فی الہبہ ہے۔ ہدایہ میں ہے ادموت العاقدین^۱۔ اور اگر مالک نہیں کیلئے نہ وہاں کا ایسا چلن ہے بلکہ پہننے کو دیا ہے اور ملک اپنی باقی رکھی ہے تو واپس لے سکتے ہیں کہ یہ ہبہ نہیں^۲۔
مسئلہ:۔ مسئلہ محمدیل اختر موضع شہباز پور۔ پوریاں ضلع مظفر پور، ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں حامی حمایت دین و مفتی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زندگی میں اپنی لڑکی کو کوئی چیز ہبہ کیا اور اسکی لڑکی نے اس کی زندگی میں قبضہ کر لیا اب بعد وفات زید کے اس کا لڑکا چاہتا ہے تقسیم کر لیں یہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ جب ہبہ کر چکا اور لڑکی نے قبضہ بھی کر لیا تو یہ ہبہ تمام ہو گیا اور زید کے لڑکے کو اس میں کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا۔ لکھا ہو منصوص علیہ فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم^۳۔
مسئلہ:۔ مسئلہ جناب مولوی ممتاز علی صاحب از کانپور محلہ پریٹ مکان شیخ منصور شاہ شہان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی کل جائداد غیر منقولہ کے دو غیر مساوی حصے کر کے ایک چھوٹا اپنے واسطے رکھا ایک حصہ کو اپنی چار لڑکیوں کے حق میں مساوی طور سے بذریعہ دستاویز ہبہ نامہ رجسٹری شدہ ہبہ کیا۔ اور اس حصہ موہوبہ کے ایک جزو میں دو اجنبی شخص جنکا اب انتقال ہو گیا ہے۔ اور شریک تھے۔ اب ان دونوں کے ورثہ موجود ہیں اور ان اجنبی شخصوں کے مقابلہ میں بھی اس وقت تک کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ اور ہندہ کی ان چار لڑکیوں میں ایک لڑکی نابالغہ تھی۔ ہندہ نے اپنے کو اسکی ولیہ سمجھ کر کیوں وہ ہندہ کی عیال داری میں تھی۔ عمل درآمد کیا۔ اور ہبہ کے وقت سے تین چار سال تک جائداد اصلی صورت پر غیر منقسم رہی۔ مگر رجسٹریو نیسٹری میں صرف نام کا داخل خارج کر دیا اور کیرا یہ بعض جائداد موہوبہ کا خود وصول کر کے لڑکیوں کی دیتی رہیں۔ اور بعض جائداد غیر منقسم کا کیرا یہ لڑکیاں خود وصول کرتی رہیں۔ بعد اس کے جائداد موہوبہ کی ایک جزو کو چاروں موہوبہ لہم نے چار حصوں پر تخمینہ مساوی تقسیم کر کے اس میں جداگانہ حد بندی قائم کر لی۔ اور جائداد موہوبہ کا دوسرا قطعہ غیر منقسم یعنی مشاع رہا۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے دو لڑکیوں کا انتقال ہو گیا۔ اور

مرمت کل جائداد موہوبہ کی بندہ ہی کرتی رہیں۔ اس وقت تک جائداد کا دوسرا قطعہ غیر منقسم یعنی مشاع ہے۔ اور سماء ہندہ خود حیات ہے۔ اور دو لڑکیاں بھی۔ اور دو متوفیہ لڑکیوں کے ورثہ بھی موجود ہیں۔ بصورت مذکورہ بالا سماء ہندہ کا اپنی لڑکیوں کو سبہ کر دینا شرعاً مفید ملک ہے یا نہیں۔ اور جس جزو جائداد کو چند سال بعد موہوب لہم نے نظری تخمینی طور پر دے دی۔ تقسیم کیا ہے۔ کیا اس جزو پر اس طرح کا قبضہ ہو جانے سے پوری جائداد موہوبہ پر شرعاً قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔ یا کل جائداد پر قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس جزو منقسمہ اور غیر منقسمہ دونوں پر اعتبار کیا جائے گا۔ یا صرف جزو منقسمہ پر اعتبار کیا جائے گا۔ اور غیر منقسمہ پر نہیں، کیا صرف نام کا داخل خارج کرنا اور بقدر اپنے حصے کے کرایہ پانا اور جائداد کے برابر غیر منقسم یعنی مشاع رہنے کی حالت میں شرعاً قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔ یا نہیں۔ اگر یہ سبہ مفید ملک نہیں تو دو لڑکیوں متوفیہ کے ورثہ اپنے مورث کے کل اس جائداد موہوبہ کو اس کے بعض حصہ کو ترک کی حیثیت سے پاسکتے ہیں یا نہیں۔ ایک لڑکی نے جائداد کا ایک کھڑا بیع کر ڈالا اور ایک نے اس پر عمارت بنوالی ؟

الجواب :- یہ سبہ کہ ہندہ نے کیا سبہ مشاع ہے۔ اور سبہ مشاع ناجائز فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ ہبۃ المشاع فیما یحتمل القسمة لا تجوز۔ ہدایہ میں ہے ولا تجوز الہبۃ فیما یقسم الامعوزۃ مقسومۃ۔ نیز اسی میں ہے وان دہبہا واحد من اثنتین لا یجوز عندہ۔ بلکہ یہ سبہ مذکورہ فی السؤال بالاتفاق ناجائز ہے۔ اس میں وہ خلاف کہ امام صاحبین میں دربارہ شیوع ہے، نہیں پایا جاتا۔ اسلئے کہ موہوب لہم میں ایک نابالغہ لڑکی ہے اور وہ ہندہ ہی کے عیال میں ہے ایسی صورت میں صاحبین کے طور پر بھی یہ سبہ ناجائز۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ وھب دارہ لابن لہ احدھا صغیر فی عیالہ کانت الہبۃ فاسدۃ عند الكل۔ در مختار میں ہے۔ وھب اثنان دار الواحد صغیر لعدم الشیوع وبقلبه لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمة قید نابکبیرین لانہ لو وھب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر اولاً بنیۃ صغیر وکبیر لم یجوز اتفاقاً۔ جب یہ سبہ فاسد ناجائز ہے

تو اگر شیوع کے ساتھ مؤتب لہم نے اس پر قبضہ کیا تو ظاہر الروایت یہی ہے کہ یہ مفید ملک نہیں اور موہوب لہم کے اس میں تصرفات نافذ نہوں گے اور تصرف کیا ہو تو ضمان دیں و مختار میں ہے۔ ولو سلمہ شائعاً لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ و ینفذ تصرف الواهب رد المختار میں ہے قال فی الفتاویٰ الخیریہ ولا تفید الملک فی ظاہر الروایۃ قال الزیلعی ولو سلمہ شائعاً لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفہ فیہ فیکون مضموناً علیہ و ینفذ فیہ تصرف الواهب ذکرہ الطحاری وقاضیخان وافتی بہ فی العامدیۃ ایضاً والتاجیۃ وبہ جزم فی الجوہرۃ والبحر و فی نور العین عن الوجیز الہبۃ الفاسدۃ مضمونۃ بالقبض ولا یتبث الملک فیہا الا عند اداء العوض نص علیہ معہ فی المبسوط وهو قول ابی یوسف اذا الہبۃ تنقلب عقد معاوضۃ اھ و ذکر قبلہ ہبۃ المشاع فیہما یقسم لا تفید الملک عند ابی حنیفۃ و فی القہستانی لا تفید الملک وهو المختار کما فی المضمرات و ہذا مروی عن ابی حنیفۃ وهو الصحیح اھ۔ جب یہی قول ظاہر الروایت ہے اور اسی کو صحیح اور مختار بتایا گیا پھر محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نص فرمایا اور خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تو بعض مشائخ کا اسے مفید ملک ٹھاننا کیا مفید ہوگا۔ پھر بھی جو مفید ملک کہتے ہیں اسے ملک نجیث واجب الرد قرار دیتے تو ایسی ملک موہوب لہ کیلئے کیا مفید جبکہ ہندہ پر انکے نزدیک بھی واجب ہے کہ یہ جائداد موہوب لہ سے واپس لے۔ رد المختار میں ہے۔ و ذکر عصام انہا تفید الملک وبہ اخذ بعض المشائخ اھ۔ ومع افادتها للملک عند هذا البعض اجمع الكل على ان الواهب استرادھا من الموهوب لہ ولو كان ذا رحم معرم من الواهب۔ عبارات مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ ہبہ مفید ملک نہیں۔ نہ موہوب لہ کے تصرفات نافذ۔ تو اس جائداد کے

لہ رد مختار ج ۴ ص ۵۶۹ کتاب الہبۃ۔ لہ رد المختار ج ۴ ص ۵۷۰ ملخصاً۔ " مصباحی

بیع کا بھی موہوب لہم کو کوئی حق نہیں رہا مختار میں ہے۔ نقل عن المبتغی انہ لو باعہ
 الوہوب لہ لا یصح۔ غلگیری میں ہے۔ ونص فی الاصل انہ لو رهب نصف دارہ
 من اخر وسلمہا الیہ فباعہا الوہوب لہ لم یجز ونص فی الفتاویٰ انہ ہو المختار
 کذا فی الوجیز الکروری۔ اور یہ امر اظہر ہے کہ موہوب لہم کا باہم تقسیم کرنا یا انکے نام کا داخل
 خارج ہونا کچھ مفید نہیں نہ جز و منقسم کے مالک ہیں نہ غیر منقسم کے کچھری کے کاغذ میں
 اندارج نام قبضہ نہیں اور قبضہ ہوتا بھی تو ملک نہ ہو جاتی لہذا اس جائداد موہوبہ کی
 ہندہ ہی مالک ہے لڑکیاں جو فوت ہو چکی ہیں انکی ملک ہی نہیں تو ترکہ کیوں کر ہو سکے
 اور ورثہ کا کچھ استحقاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مبارک علی طالب علم بدرالہ سنت و جماعت بریلی ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم سب اہل محلہ
 میلاد شریف کی واسطے کچھ روپیہ چندہ کیا تھا۔ لہذا میلاد شریف ختم ہونے کے بعد کچھ روپیہ
 باقی ہے۔ متولی مسجد کی رائے یہ ہے کہ وہ روپیہ مسجد کے امام کو دینا چاہیے وہ کتاب
 خرید کر یگا۔ دیگر چند لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس روپیہ سے جو مکان مسجد کے نام ہے
 وہ تعمیر کرانا چاہیے۔ اب اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے ؟

الجواب :- چندہ جس کام کیلئے لیا گیا اس سے کچھ بچ رہا اگر معلوم ہے کہ یہ روپیہ
 فلاں کا ہے تو اسے واپس دیں یا اس کی اجازت سے جس کام میں چاہیں صرف کر دیں اور معلوم
 نہ ہو سکے تو بقیہ کو اس جیسے کام مثلاً میلاد شریف کیلئے لیا اور بچا تو میلاد شریف میں صرف
 کر دیں۔ اور یہ نہ ہو تو صدقہ کر دیں اور اس صورت میں اگر امام حاجتمند ہے تو اس کو
 دے سکتے ہیں درمختار باب الجناز میں ہے۔ فان فضل شیء رد للمصدق ان علم
 والا کفن بہ مثله والا تصدق بہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت
رضا مصطفیٰ ۱۳ شعبان ۱۲۳۰ھ

جو ماں باپ اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں کمتی بڑھتی دیتے ہیں ان کے لئے اللہ
درسوں کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- زندگی میں جو کچھ اولاد کو دینا چاہے سب کو برابر دے یہاں تک کہ
لڑکے اور لڑکی میں بھی برابری ملحوظ رکھے۔ لحدیث النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما ان اباه اتي به الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال اني نعلت ابني هذا
غلاما فقال اكل ولدك نعلت مثله قال لا قال فارجه وفي رواية انه قال
ايسرك ان يكونوا اليك في البر سواء قال بلى قال فلا اذا لے ہاں اگر کم و بیش دینا
کسی مصلحت شرعیہ کی بنا پر ہو اضرار مقصود نہ ہو مثلاً ایک خدمت دین میں مشغول ہے
کہ کسب معیشت میں مشغول ہو تو اس خدمت میں نقصان واقع ہوگا اور دوسرا
ایسا نہیں یا ایک فاسق فاجر ہے کہ مال ضائع کر دیگا تو ایسی صورتوں میں کمی بیشی جائز
ہے اور اگر اضرار مقصود ہے تو گناہگار ہے فتاویٰ امام قاضی خان پھر در مختار میں ہے
لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم
یقصد به الا ضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الشافی
وعلیہ الفتویٰ ولو ذهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از لاہور مرسلہ صوفی احمد دین صاحب ۲۰ رجب ۱۲۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی
پھوپھی نے زید کے حق میں جائداد منقولہ وغیر منقولہ ہبہ کی۔ اور قبضہ ہو ہو ب الیہ کو دیکر

دست بردار ہوئی، زید عرصہ تک اس پر قابض و متصرف رہ کر فوت ہو گیا اور اپنے ورثہ میں ایک زوجہ حاملہ اور ایک ہمشیرہ اور دو بھوپھی حیات چھوڑیں۔ زید کی وفات کے بعد اسکی بیوی کو لڑکا پیدا ہوا اور چند یوم زندہ رہ کر فوت ہو گیا اب واسبہ اس جائداد موہوبہ کو اپنی ملکیت بنانا اور اس پر پھر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ آیا زید کی بیوہ کل جائداد موہوبہ کی وارث ہے یا دیگر ورثہ زید بقدر حصص شرعیہ کس قدر کے مالک ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جب ہبہ کر کے قبضہ بھی دلا دیا تو تمام ہو گیا اور چونکہ یہ ہبہ بھتیجے کو ہوا جو ذی رحم محرم ہے۔ لہذا اسکی زندگی میں بھی اگر رجوع کرنا چاہتی تو نہ کر سکتی کہ ذی رحم محرم سے ہبہ واپس نہیں ہو سکتا نہ کہ اب کہ زید کا انتقال ہو گیا کہ موت موہوب لہ بھی مانع رجوع ہے ہدایہ میں ہے۔ او موت احد المتعاقدين لان بموت الموهوب له ينتقل الملك الى الورثة فصار كما اذا انتقل في حال حياته۔ نیز اسی میں ہے وان وهب هبة لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها لقوله عليه السلام اذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها۔ لہذا اس جائداد بلکہ زید کی جملہ جائدادیں بحسب شرائط فرائض آٹھ سہام ہوں گے ایک سہم زوجہ کو اور سات سہام اس کے لڑکے کو ملیں گے اور لڑکے انتقال کے بعد اگر کوئی عصبہ ہو تو اس کے حصہ میں سے ایک ثلث اسکی ماں کو اور دو ثلث عصبہ کو ملیں گے اور عصبہ نہ ہو تو کل اسکی ماں کو ملیں گے زید کی ہمشیرہ اور بھوپھی بہر حال محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ محمد ذکریا تمباکو فروش ۹۰ پبلیشس روڈ ہٹورہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور زید خود جاہل لیکن بڑے لڑکے حافظ قرآن اور درس عربی پر بھی دخل رکھتے ہیں زید کی دونوں لڑکی کی شادی ہو چکی ہے زید کو ۱۹۲۶ء میں ادائے حج کا خیال ہوا قبل حج کے جس قدر جائداد تھی اس جائداد کو اپنے دونوں لڑکے کے نام ہبہ کر دیا

اور دونوں لڑکی کو ایک دم محروم کیا اب اسکے متعلق جو کاغذی کارروائی ہوئی یعنی دستاویز لکھنا اسکے مضمون کے اصلاح کیواسطے زید کے جو بڑے لڑکے حافظ قرآن ہیں چند محکمہ ڈویژن میں وکلاءوں سے صلاح و مشورہ کیا اسکے بعد دستاویز تعمیل ہوا زید جاہل ہیں اگر ان کے لڑکے پڑھے لکھے نہ ہوتے تو ایسا مضمون جس سے دونوں لڑکی ایک دم محروم ہوتی ہیں زید سے انجام نہیں ہوتا زید کی یہ کارروائی از روی شریعت جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو زید پر کیا حکم ہے۔ اور زید کے لڑکے اپنے نفع کے باعث اس کارروائی میں حصہ لیا ہے جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو زید کے لڑکے پر کیا حکم ہے اور اس دستاویز پر جو گواہ ہوئے ہیں ان پر کیا حکم عائد ہوتا ہے جواب بحوالہ کتب ارسال فرماویں۔ بینوا تو جروا

الجواب :- زندگی میں جو جائیداد اپنی اولاد کو دینا چاہے تو سب کو برابر دے یہاں تک کہ لڑکی کو بھی اتنا ہی دے جتنا لڑکے کو دیا اگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض اولاد کو دیا بعض کو نہ دیا تو برا کیا جیسا کہ حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اکل ولدك منعت مثل هذا اور فرمایا لا شہد علی جوہر پھر بھی اگر دے دیا تو سبہ ہو گیا جیسا کہ اسی حدیث کی بعض روایات میں آیا شہد غیری میرے سوا کسی اور کو اس پر گواہ کر لو۔ زید کے لڑکے نے جو سعی و کوشش کی اس نے بھی اچھا نہ کیا برا کیا کہ برے کام کے متعلق کوشش بھی بُری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از چوری پٹی دینا ج پور مرسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ انصاری صاحب صفحہ ۳۷۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں کیا زید ان چاروں لڑکوں کے حقوق جو ان کو اس سے ملنے والے ہیں اپنی زندگی میں یک لخت غیر شخص کو دے سکتا ہے یا نہیں ؟

اگر موافق شرع کے زید کو اختیار بھی ہو تو کیا لڑکے بالکل اس سے محروم ہیں اور ان کا کوئی حق نہیں پہنچتا ؟

الجواب :- ہر شخص کو اپنے مال کا زندگی میں اختیار ہے چاہے کل خرچ کر ڈالے یا باقی رکھے مگر اس غرض سے دوسرے کو دینا تاکہ ورثہ میراث سے محروم ہو جائیں ناجائز و حرام ہے۔ بلاوجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حدیث میں فرمایا من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة۔ جو شخص اپنے وارث کی میراث کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کو قطع کر دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نابیل بازار بنارس مرسلہ جناب خان محمد و عظیم اللہ گوٹہ فروش کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی یار محمد مرحوم ساکن محلہ ہنومان پھاٹک شہر بنارس نے اپنے کل حقوق و جائداد مکان نمبری ۳۳ اور زیر مکان مرحوم کی موروٹی خرید کردہ جو زمین ہے اور مکان نمبری ۳۳ میں سے نصف حصہ جسکے مالک اور حصہ دار ہیں۔ اپنے حین حیات میں موجودہ پسران ولی محمد و حبیب اللہ اور دونوں پوتے عظیم اللہ و مطیع اللہ کو ہبہ کامل کر کے مالک و قابض کر دیا۔ اور احتیاطاً ایک ہبہ نامہ بھی عدالت سرکار میں رجسٹری کرادیا۔ جسکے مضامین یہ ہیں۔ ہم مقرر کے تین بیٹے ہیں اس میں دو بیٹے ایک ولی محمد اور ایک حبیب اللہ زندہ موجود ہیں اور ایک خان محمد پسرکلاں فوت ہو گئے ان کے دو بیٹے ایک عظیم اللہ بعمر ۱۴ سال و ایک مطیع اللہ بعمر ۹ سال نابالغان موجود ہیں۔ اور میں ان سب سے خوش و رضا مند ہوں اور یہ سب خدمت و طاعت کرتے ہیں۔ اور مجھے خوش رکھتے ہیں اور اب بعوض ان کے خدمت و تابعداری کے مکان نمبری ۳۳ مذکور الصدر یعنی مسلم مکان مع زمین و عمارت و تمامی حقوق و مرافق متعلقہ مکان مذکور بحق ولی محمد و حبیب اللہ اپنے پسران مذکور و نیز بحق عظیم اللہ و مطیع اللہ پسران نابالغان خان محمد متوفی ساکنان محلہ مذکور کو ہبہ کرتا ہوں و دیدیتا ہوں اس تصریح سے کہ ولی محمد و حبیب اللہ مذکورین ایک ایک سیوی و عظیم اللہ و مطیع اللہ مذکورین ایک ایک سیوی حصہ میں دونوں نصف نصف کے مالک و حقدار ہیں۔ آج کی تاریخ سے ولی محمد

ایک سیومی کے مالک و قابض ہیں اور حبیب اللہ ایک سیومی کے مالک و قابض ہیں۔ اور عظیم اللہ و مطیع اللہ ایک سیومی حصہ میں نصف نصف کے مالک و قابض ہیں۔ اور ہم مقرر نے اپنا قبضہ مالکانہ اٹھالیا اور موہوب علیہم کو مالکانہ قابض و خیل کر دیا۔ اور ایسا ہی مکان نمبری ۳۳ معزین و عمارت مذکورہ میں سے جو میر نصف حصہ ہے اسکو بھی مذکورین کے حق میں ہبہ کر دیا۔ اسی تصریح کیسا تھا اور اس ہبہ کو موہوب علیہم نے قبول و منظور کیا اور عظیم اللہ و مطیع اللہ زمین و لی شرعی ہوں انکی طرف سے اس ہبہ کو میں نے قبول و منظور کر لیا ہے۔ اب میرا میرے وارث کا مکانات موہوبہ میں کوئی حق باقی نہیں ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی دعویٰ کرے تو ناجائز و باطل ہو۔ اس واسطے یہ چند کلمہ بطریقہ ہبہ نامہ تحریر کر دیا کہ وقت پر کام آئے اور سند کامل رہے۔ لہذا از روئے شرع شریف یہ ہبہ نامہ درست ہے یا نہیں اور پوتوں کو روزگار و اثاث البیت سے حصہ ملیگا یا نہیں؟ بالتصریح فرمادیں؟ اور ثواب دارین حاصل کریں۔ بینوا تو جروا

الجواب :- ہبہ نامہ کی عبارت مجمل ہے، حاجی یا محمد نے اپنے دونوں مکان اپنے دونوں بیٹوں اور دونوں پوتوں کو ہبہ کئے۔ اسکی دو صورتیں ہیں آیا ہر ایک کا حصہ متعین و ممتاز کر کے ہبہ کیا، اور قبضہ دلا دیا یا بغیر تقسیم و تعیین ایک ایک ثلث دلی محمد و حبیب اللہ کو اور ایک ثلث عظیم اللہ و مطیع اللہ کو ہبہ کیا اگر پہلی صورت ہے کہ تقسیم کر کے قابض کر دیا ہے جب تو یہ ہبہ صحیح و تام و نافذ اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ ہبہ تام و نافذ نہوا کہ وقت عقد شیوع پایا گیا اور ایسا شیوع مانع تمامیت ہبہ ہے، بلکہ موہوب لہم میں بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں، لہذا یہ ہبہ صاحبین کے نزدیک بھی درست نہوگا ہدایہ میں ہے، افادہ اشان من واحد داراً جازوان و ہبھا واحد من اثنین لا یجوز عند ابی حنیفہ و قال یصح در مختار میں ہے و ہب اشان دار الواحد صح لعدم الشیوع و بقلبه لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمة اما مالا یحتملہ کالبیت فیصح اتفاقاً قید نابکیرین لانه لو و ہب لکبیر و صغیر فی عیال الکبیر و لابنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقاً۔ اور پوتے اپنے دادا کے اس صورت میں وارث نہیں کیوں کہ ان سے اقرب ان کے چچا موجود ہیں۔ البتہ جو کچھ انھوں نے کمایا ہے اس کے مالک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الحجارۃ

مسئلہ :- از شہر بریلی محلہ بہار پور :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اچکن جامہ دار کی درزی سے سلائی اور مبلغ ۹ کا صرف کپڑا ہے، علاوہ سلائی کے، لیکن تراش میں اولٹا سیدھا ہو گیا۔ یعنی بوٹیوں کا سرا پر ہونا چاہیئے۔ وہ نیچے ہو گئے۔ اور وہ نقص اب نہیں جاسکتا۔ لہذا ایسی صورت میں درزی سے قیمت یعنی جائز ہے یا نہیں۔ اور اسکی مزدوری دینی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر زیادہ تفاوت ہو یعنی اس کام کے کرنے والے یہ کہیں کہ بہت فرق ہے تو اختیار ہے کہ کپڑے کی قیمت لے یا وہی سلا ہوا کپڑا، اور اس صورت میں سلائی وہ دے جو اس خراب سلے ہوئے کی ہونی چاہئے، نہ وہ جو باہم ٹھہر چکی ہے اور تھوڑا فرق ہو تو تاوان لینا جائز نہیں اور صورت مسئلہ میں چونکہ بہت زیادہ تفاوت نہیں کہ کپڑا الٹا نہیں سیا گیا بلکہ بویوں کا رخ جو اوپر کو ہونا چاہیئے نیچے ہو گیا، معمولی درزیوں کو اسکی تمیز بھی نہیں ہوتی، لہذا تاوان جائز نہیں، اور وہ سلائی دی جائے جو اسکی ہونی چاہیئے نہ وہ جو باہم ٹھہر چکی ہے، بحر الرائق میں ہے فی الخلاصۃ لو صبغ ردئاً ان لم یکن فاحشاً لا یضمن وان کان فاحشاً بحیث یقول اهل تلك الصناعة انه فاحش یضمن قیمتہ ثوب ابیض و فیہا ایضاً رجل دفع الی خیاط ثوباً وقال اقطعہ حتی یمسب القدم و کمہ خمسۃ اشبار و عرضہ کذا فجاء بہ ناقصاً ان کان قدراً اصبع و نحوہ فلیس بشئ وان کان اکثر یضمنہ۔ اگر زنگر نے کپڑا خراب رنگ دیا اگر فاحش خرابی نہ ہو تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر زیادہ خرابی ہے کہ اس کام کے کرنے والے اسے زیادہ خراب بتاتے ہوں تو اس سے سفید کپڑا کی قیمت کا تاوان لے۔ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا اور یہ کہا کہ اتنا نیچا قطع کرو کہ قدم تک پہنچ جائے اور اس کی آستین پانچ بالشت کی ہو۔ اور

چوڑائی بھی اسکی ایسی ہو، کو چھوٹا کر لایا اگر بقدر ایک انگلی سے چھو ہوتا تو اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زائد چھو ہوتا تو اوان - واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب از چوہدری کوٹ تحصیل بارکھانہ ملک بلوچستان غرہ جاری الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

چہ می فرمایند علما کرام علیہم الرضوان اندر میں مسئلہ کہ آیا ملازمت و نوکری قوم نصاریٰ کردن جائز است یا نہ خصوصاً شخصے حاجی و مولوی و متقی بمشاہرہ خمس و عشرین بعہدہ معلمی در نوکری مصروف است بعضے علماں بعدم جوازاں مشاہرہ قائل ؟

الجواب :- بعض ملازمت ناجائز است مثلاً ملازمت حکم کردن خلاف ما انزل اللہ

و ملازمت رخصتری کہ کاغذ سود بنویسد - بروگواہ می باشند - وغیرہما - و اگر در کار ہائے متعلقہ محذورے نبود - جائز ہست - ہچنین تعلیم کہ اگر بتعلیم امر مباح مامورست مثلاً حساب اقلیدس وغیرہ اجارہ جائز ہست و اگر بتعلیم عقائد باطلہ و امور منہیہ اشتغال دارد ناروا - واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ عبد الغنی متعلم مدرسہ منظر اسلام ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان زمیندار نے اپنی رعیت سے دو یا تین سال کے باقی خراج وصول کرنے کے وقت اصل خراج سے کچھ زیادہ لیا - اس غرض سے اگر یہ خراج زمیندار کے قبضے میں ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرتا - چونکہ رعیت نے ادا کرنے میں تاخیر کی اس سے زمیندار کا نقصان ہوا - آیا اس قسم کی زیادتی لینا جائز ہے یا نہیں ؟

اور یہ سود ہوگا یا نہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب :- کھیت کی جو مالگزاری مقرر ہو چکی ہے - زمیندار اتنا ہی لے سکتا ہے اگرچہ

کاشتکار نے کئی سال تک ادا نہ کی ہو اس زیادہ لینا حرام ہے - واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳۴۸ھ

مسئلہ :- مسئلہ جناب عبد العزیز صاحب محلہ سکروال قصبہ مانڈہ ضلع فیض آباد ۲۸ رجب ۱۳۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو مسلمان ایسے ہوٹل میں ملازم ہوئے کہ جس میں گوشت خنزیر کا پکتا تھا اور بھی ہر قسم کا گوشت پکتا تھا ان دونوں میں سے ایک کا یہ کام تھا کہ ڈھکی ہوئی رکابی اوٹھا کر ایک دوسرے مسلمان کو دیتا تھا جو مینر پر رکھنا تھا لیکن ان

دونوں کو علم نہ تھا کہ اس ڈھکی ہوئی رکابی میں کیا ہے جو کہ ظاہر میں گوشت خنزیر سے پرہیز کرتا تھا اب دونوں کے حق میں کیا حکم ہے۔ آیا شرعاً کوئی کفارہ ہے جو ادا کر کے یہ دونوں برادری شامل ہو جائیں؟

الجواب :- جبکہ یہ معلوم تھا کہ اس ہوٹل میں خنزیر کا گوشت پکتا ہے اور ان دونوں کے متعلق یہ کام تھا کہ کھانا میز تک پہنچائیں۔ تو ایسے ہوٹل میں انھیں ملازمت ہی نہ چاہئے تھی۔ تو یہ کر کے برادری میں شامل ہو جائیں، حدیث میں ہے التائب من الذنب

کمن لا ذنب له۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ فیض اللہ ساکن محلہ معماران بریلی ۱۴۱۰ھ ۲۹ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام باڑہ اس شرط پر کہ پانچ روپیہ ماہواری کو سرکاری مدرسہ نسوانی کی واسطے دیا گیا تھا کہ کلام مجید اور شرع کی کتابیں پڑھائی جاو نیگی اب کلام مجید اور مسائل کی کتابیں نہیں پڑھائی جاتی ہیں، حساب اور اردو کی کتابیں مدرسہ کی تعلیم کی پڑھائی جاتی ہیں اور عیسائین آکر امام باڑہ میں لڑکیوں کا امتحان لیتی ہیں۔ اب امام باڑہ ان سے خالی کر لیا جاوے یا ان کے پاس رہنے دیا جاوے اس میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبراً

الجواب :- مسلمان لڑکیوں کے پاس عیسائی عورتوں کا آنا اور ان کا امتحان لینا اخلاق

خراب ہونے کا سبب ہے اور انھیں دیکھ کر لڑکیاں بھی آزادی پسند ہو جائیں گی۔ اور یہ فتنہ

کا دروازہ ہے ایسے مدرسہ میں مسلمان اپنی لڑکیوں کو نہ بھیجیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے وامانیسینک

الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ اگر مسلمان عورتیں تعلیم قرآن مجید و مسائل

شرع کی دیں اور عیسائی عورتوں سے سابقہ نہ پڑے تو مکان دیا جائے ورنہ مدرسہ اٹھا دیا جائے؟ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ رحمت حسین ساکن محلہ بہاری پور بریلی یکم ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں امام باڑہ یہ نجاتی عرصہ دراز سے خالی پڑ رہا تھا

جس میں کہ غلاطت کرتے تھے اور جو وغیرہ ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے کیرا یہ پر جنگی کو دے دیا گیا۔

جس میں مدرسہ تعلیم نسوان جاری ہو گیا۔ اس میں تعلیم اردو و قرآن شریف کی ہوتی ہے، کافروں کی

کوئی زبان نہیں سکھائی جاتی۔ اس کے کیرایہ کی آمدنی تعمیر و مرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ کثرت رائے مدرسہ قائم رکھنے کی ہے۔ چند آدمی اسکے خلاف ہیں۔ اس میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ آیا مدرسہ قائم رکھا جاوے یا خالی کرالیا جائے؟

الجواب :- اگر اس مدرسہ میں لڑکیوں کو قرآن مجید و مسائل شرع کی تعلیم دی جاتی ہو تو مسلمان اپنی لڑکیوں کو اس میں پڑھوا سکتے ہیں۔ جبکہ عیسائی عورتیں یا دیگر کفار عورتوں کی صحبت مسلمان لڑکیوں کو نہ ہوتی ہو۔ اور وہ امام باڑہ خوگی کو کیرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا حکم ہے علمائے دین و خلیفہ مرسلین کا مسائل ذیل میں۔ کہ کسی مسجد کی دکان کسی تصویر کھینچنے والے کو دیجا سکتی ہے یا نہیں دراصل ایک اس مسجد کے گرد و پیش ایسے ہی دوکاندار ہیں جو انگریزوں کے ہاتھ کاروبار کرتے ہیں، نیز مسجد مذکور کے جو ممبر اور خپہ دہندہ ہیں ان کا بھی کام و کاروبار انگریزوں سے ہے؟

الجواب :- اس شخص کو دکان کیرایہ پر دیجا سکتی ہے۔ مگر یہ کہہ کر نہ دیں کہ اس میں تصویر کھینچنے۔ اب یہ اسکا فعل ہے کہ تصویر بناتا ہے اور عذاب آخرت مول لیتا ہے۔ پھر بھی بہتر یہ ہے کہ مسجد کے آس پاس خصوصاً دکان مسجد کو محرمات سے پاک رکھیں، اور ایسے کو کیرایہ پر دیں جو جائز پیشہ کرتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ اسمعیل صالح محمد از رانا داد ضلع کاٹھیاوار ۴ زوی الحجہ ۱۴۱۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت پر قرآن شریف پیسہ لیکر پڑھا جائے کہ نہیں اور قرآن شریف پڑھ کر پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ اور اس طرح پڑھوانے کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ گنہہ ہے، جوہرہ نیرہ میں ہے واختلوا فی الاستیجار علی قراۃ القرآن

مدۃ معلومۃ قال بعضهم لا یجوز وهو المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد فاروق از رسترا بلیا ۶ زوی الحجہ ۱۴۱۰ھ

بکری اس طرح چرانے کو دینا کہ اسکے بچوں میں نصف چرانے والے کو دیے جائیں جائز

ہے یا نہیں ؟

الجواب :- بکری یا مرغی یا کوئی جانور چرانے کو اس طرح دینا کہ بچے نصف نصف تقسیم کر دیے جاتیں گے۔ یعنی چرائی میں آدھے بچے دیے جائیں گے یہ ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو دفع غزلاً لاخر لیسجد له بنصفه ای بنصف الغزل او استاجر بغدا یعمل طعامه بعضه او ثوراً یطحن برہ ببعض دقیقه فسدت فی کل لانه استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذالک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان ^۱ ہاں اگر بکری کے مثلاً دو بچے ہیں اور ایک معین کر کے چرواہے کو دیا اور دوسرا اپنے لئے رکھا تو جائز ہے۔ یعنی جبکہ بکری کو بچے دینے کے بعد چرانے کو دیا۔ اور بیان سے قبل یہ صورت ہو نہیں سکتی۔ درمختار میں ہے والعیلة ان یفرز له الاجرا ولا یاما ہوا ریاسا لانه چرائی مقرر کر کے دیں جیسے گائے بھینس چرانے کو دیتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالعزیز امام کلس داخلی سیرع ہزارہ ۱۱ زوی الحجہ ۱۴۱۰ھ میت کیواسطے قرآن عظیم کا ختم پڑھانا میت کو ثواب حاصل ہو سکتا ہے یا نہ ؟

الجواب :- قرآن مجید پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا جائز بلکہ مستحسن ہے، ہاں قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے کہ طاعات پر اجارہ صحیح نہیں۔ الاما استثنی المتأخرون وھذہ لیست منہ اور جب اجرت پر پڑھنے کا کچھ ثواب ہی نہیں تو میت کو کیا پہنچائیں گے۔ واللہ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ شاہ قمر الدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدرسہ معینیہ از پوکرن ماٹروار ریاست جوڈھپور ۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۲ھ

شادی کے موقع پر جو قوم خدمت گار ہے۔ مثل سقہ و خاکروب و نائی وغیرہ کو حق خدمت کچھ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مواقع خوشی میں ان لوگوں کو اگر بطور انعام کچھ دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حفیظ اللہ طالب علم الہ آباد۔ محلہ یاقوت گنج مدرسہ عالیہ مصلح العلوم
درجہ عالم ۲۴ / ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے امام کے متعلق متولیان مسجد یہ طریقہ رائج کریں کہ جس وقت کے نماز میں وہ امام نہ آئے اس وقت کی تنخواہ وضع کرتے ہیں یعنی اس وقت کی تنخواہ نہیں دیتے، کیا یہ عند الشرع جائز ہے اور اس میں امام کی کوئی توہین تو نہیں ہوگی فقط۔ بینوا تو جبروا

اور کسی جزئیہ سے اسکا ثبوت تحریر کریں ؟

الجواب :- جب وہ امام نماز پڑھانے کیلئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا کہ اجیر خاص جب تک تسلیم نفس نہ کرے مستحق اجر نہیں اور اگر یہ پڑھانے کیلئے تیار تھا مگر لوگوں نے دوسرے سے پڑھوالی تو مستحق اجر ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویستحق الاجر بتسلیم نفسه فی المدة وان لم يعمل۔ طحاوی میں ہے۔ فیستحق الاجر بذالک (ای بتسلیم نفسه) عمل اولم يعمل اه ذیلہ الا اذا ابی العمل ولو حکما کمرض او مغل فلا اجر لہ اھ درمستقی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اجرت تعلیم قرآن کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں ؟

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ختم سورہ انعام تین بار پڑھتے ہیں اور ثواب مردہ کو بخشتے ہیں اور اس کا ہدیہ بھی لیتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں آیا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اجرت تعلیم متاخرین فقہاء حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ایصال ثواب کیلئے جو قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے اسکی اجرت لینا دینا جائز اور بغیر اجرت ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن مجید محمود اور پڑھنے والے کو کھانا کھلانا یا کچھ ہدیہ دیدینا بھی جائز اگر المعروف کا مشروط کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ ورنہ پیشتر نفی کر دیا جائے کہ اس کا عوض کچھ نہ دیں گے

پھر جو ہو سکے اسکی خدمت کی جائے اس میں اصلاً حرج نہیں کہ، «الصریح يفوق الدلالة» داشت علم
مسئلہ:- ازپالی مارواڑ ریاست جو دھپور سلسلہ سید قمر الدین صاحب امام مسجد جامع ۲۸ شوال ۱۳۴۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں قصبہ پالی ملک مارواڑ ریاست جو دھپور میں
 قاضی کو نکاح خوانی کی اجرت اکثر لوگ دیتے ہیں اور بعض تو میں سید و پیر زادہ وغیرہ نہیں دیتے
 ہیں اسلئے کہ وہ خود نکاح پڑھاتے ہیں، مجھ قمر الدین پیش امام مسجد جامع نے اپنے قدیمی دستور
 کے موافق اپنی ہمشیرہ اور ہر سہ برادر نے وہاں کا نکاح پڑھایا۔ قاضی نے اجرت نکاح کا دعویٰ
 عدالت میں پیش کیا اور پے درپے ہر سہ عدالت سے ڈگری حاصل کر کے آخر کار اب ایک
 رپورٹ چیف جج صاحب کے اجلاس سے یہ دعویٰ مدعی احکام شرع کی محتاج طے پایا جا کر
 بقائمی سقینات و تحقیقات و تجویز بعد دیکھنے عدالت ماتحت میں واپس رکھا گیا ہے اس لئے
 سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات ازروئے شرع شریف بحوالہ کتب فقہ و حدیث پاک مفصل
 تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل فرماویں ؟

(۱) ازروئے شریعت قاضی جبراً اجرت نکاح کے حاصل کرنے کا مستحق ہے یا نہیں ؟
 (۲) مسائل نکاح و محرمات و رضاعت و طلاق و عدت وغیرہ سے ناواقف ہو وہ
 شخص قابل عہدہ قضاہ ہے یا نہیں ؟

(۳) عہدہ قضاہ کون کون کتب تحصیل کرنے اور کس قدر علم کی ضرورت ہے ؟
 (۴) قاضی کو احکام شریعت کے مقابلہ میں ریاست ہذا کا حکم غالب سمجھنا چاہیئے یا نہیں ؟
الجواب:- نکاح خواں جسکو لوگ قاضی کہتے ہیں یہ شرعاً قاضی نہیں اس کا قاضی کہنا
 عام لوگوں کی اصطلاح ہے لہذا شرائط قضا کی بھی اس میں ضرورت نہیں عموماً نکاح خواں
 ایسے ہوتے ہیں جسکو قاضی کہنا عہدہ قضا کو دلیل کرنا ہے یہ قاضی عرفی و کیل و معبر ہوتا ہے
 کہ الفاظ ایجاب کہہ کر قبول کرنا اس کام ہوتا ہے اس کیلئے بس اتنی ہی ضرورت ہے کہ ایجاب
 و قبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے اسلئے نہ عالم ہونی کی ضرورت نہ نکاح و طلاق

مسئلہ :- مرسلہ حفیظ اللہ طالب علم الہ آباد۔ محلہ یاقوت گنج مدرسہ عالیہ مصلح العلوم
درجہ عالم ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے امام کے متعلق متولیان مسجد یہ طریقہ رائج کریں کہ جس وقت کے نماز میں وہ امام نہ آئے اس وقت کی تنخواہ وضع کرتے ہیں یعنی اس وقت کی تنخواہ نہیں دیتے، کیا یہ عند الشرع جائز ہے اور اس میں امام کی کوئی توہین تو نہیں ہوگی فقط۔ بنوا توجروا اور کسی جزئیہ سے اسکا ثبوت تحریر کریں ؟

الجواب :- جب وہ امام نماز پڑھانے کیلئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا کہ اجیر خاص جب تک تسلیم نفس نہ کرے مستحق اجر نہیں اور اگر یہ پڑھانے کیلئے تیار تھا مگر لوگوں نے دوسرے سے پڑھوالی تو مستحق اجر ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویستحق الاجر بتسليم نفسه في المدة وان لم يعمل. طحاوی میں ہے۔ فيستحق الاجر بذالك (ای بتسليم نفسه) عمل اولم يعمل اه ذلیعی الا اذا ابى العمل ولو حکما مکرمض او مل فلا اجر له اه درمنته۔ ولا شر متعالی و علم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اجرت تعلیم قرآن کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں ؟

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ختم سورہ انعام تین بار پڑھتے ہیں اور ثواب مردہ کو بخشتے ہیں اور اس کا ہدیہ بھی لیتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں آیا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اجرت تعلیم متاخرین فقہاء حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ایصال ثواب کیلئے جو قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے اسکی اجرت لینا دینا جائز اور بغیر اجرت ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن مجید محمود اور پڑھنے والے کو کھانا کھلانا یا کچھ ہدیہ دیدینا بھی جائز اگر المعروف کا مشروط کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ ورنہ پیشتر نفی کر دیا جائے کہ اس کا عوض کچھ نہ دیں گے

پھر جو ہو سکے اسکی خدمت کی جائے اس میں اصلاً حرج نہیں کہ، «الصریح يفوق الدلالة» و اشہد علم
مسئلہ:- از پالی مارواڑ ریاست جو دھپور سرسلہ سید قمر الدین صاحب امام مسجد جامع ۲۸ شوال ۱۳۲۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں قصبہ پالی ملک مارواڑ ریاست جو دھپور میں
 قاضی کو نکاح خوانی کی اجرت اکثر لوگ دیتے ہیں اور بعض تو میں سید و پیرزادہ وغیرہ نہیں دیتے
 ہیں اسلئے کہ وہ خود نکاح پڑھاتے ہیں، مجھ قمر الدین پیش امام مسجد جامع نے اپنے قدیمی دستور
 کے موافق اپنی ہمشیرہ اور ہر سہ برادر نے وہاں کا نکاح پڑھایا۔ قاضی نے اجرت نکاح کا دعویٰ
 عدالت میں پیش کیا اور پے در پے ہر سہ عدالت سے ڈگری حاصل کر کے آخر کار اب ایک
 رپورٹ چیف جج صاحب کے اجلاس سے یہ دعویٰ مدعی احکام شرع کی محتاج طے پایا جا کر
 بقائمی سقینات و تحقیقات و تجویز بعد دیکھنے عدالت ماتحت میں واپس رکھا گیا ہے اس لئے
 سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات از روئے شرع شریف بحوالہ کتب فقہ و حدیث پاک مفصل
 تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل فرماویں ؟

- (۱) از روئے شریعت قاضی جبراً اجرت نکاح کے حاصل کرنے کا مستحق ہے یا نہیں ؟
 - (۲) مسائل نکاح و محرمات و رضاعت و طلاق و عدت وغیرہ سے ناواقف ہو وہ
 شخص قابل عہدہ قضاہ ہے یا نہیں ؟
 - (۳) عہدہ قضاہ کون کون کتب تحصیل کرنے اور کس قدر علم کی ضرورت ہے ؟
 - (۴) قاضی کو احکام شریعت کے مقابلہ میں ریاست ہذا کا حکم غالب سمجھنا چاہیئے یا نہیں ؟
- الجواب:-** نکاح خواں جسکو لوگ قاضی کہتے ہیں یہ شرعاً قاضی نہیں اس کا قاضی کہنا
 عام لوگوں کی اصطلاح ہے لہذا شرائط قضا کی بھی اس میں ضرورت نہیں عموماً نکاح خواں
 ایسے ہوتے ہیں جسکو قاضی کہنا عہدہ قضا کو دلیل کرنا ہے یہ قاضی عرفی و کیل و معبر ہوتا ہے
 کہ الفاظ ایجاب کہہ کر قبول کرانا اس کام ہوتا ہے اس کیلئے بس اتنی ہی ضرورت ہے کہ ایجاب
 و قبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے اسلئے نہ عالم ہونی کی ضرورت نہ نکاح و طلاق

کے مسائل جاننے کی حاجت نکاح خواں کو اجرت نکاح خوانی لینا جائز ہے۔ مگر اجرت اس وقت لے سکتا ہے جب اس نے نکاح پڑھایا بھی ہو ورنہ بغیر عمل گھر بیٹھے ہوئے اجرت ہرگز نہیں لے سکتا بلکہ یہ بھی ضرور نہیں کہ یہی لوگوں کے نکاح پڑھائے نکاح کرنے والوں کو اختیار ہے جس سے چاہیں پڑھوائیں اور اگر اس قاضی نے جبراً اجرت لی تو گناہ و حرام ہوگا۔ قال اللہ

تعالى ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلو ابہا الی الحکام لتا کلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون۔ حکم شریعت کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہیں ان الحکم الا للہ اگر حکم خدا کے مقابل دوسرے کے حکم کو حق جانا تو کفر ہے من لم یعلم بما انزل اللہ فادلک ہم الکافرون

از جگہ صلح چوبیس پر گنہ مرسلہ عبد الوحید ۷ محرم الحرام ۱۲۶ھ
مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے تنخواہ مسجد میں نماز پڑھاتا ہے۔ لوگ اسے عیالدار سمجھ کر صدقہ فطرہ و قربانی کے حشرہ دیا کرتے ہیں اب کچھ عرصہ سے بعض غیر مقلدوں نے لوگوں کو ورغلا یا ہے کہ صدقہ فطرہ اور پوست قربانی کھانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اسے صدقہ فطرہ اور پوست قربانی نہ دینا چاہئے۔ لہذا لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور فطرہ و پوست قربانی دینے سے باز رہے۔ اسکی بابت صحیح حکم کیا ہے اور ایک ایک دور و پیہ امام کو دنیا یہ فطرہ ہے یا نہیں؟

۲۔ اور اگر زید سے قبل کہا گیا ہو کہ مسجد میں امامت کرو۔ تمہاری حاجت کو ہم لوگ فطرہ عید و چرم قربانی سے پوری کر دیا کریں گے۔ اسکی بابت کیا حکم ہے؟

۳۔ اگر کسی کی تنخواہ مقرر نہ ہو۔ اور تعلیم و تدریس دیتا ہو۔ اور لڑکوں کے والدین بوجہ مفلسی کے مشاہرہ نہ دیتے ہوں۔ تو اس حالت میں مدرس چرم قربانی اور فطرہ عید سے اپنی تنخواہ کئے سکتا ہے؟

۴۔ زید قبل اپنی تنخواہ مقرر کرتا ہے۔ کہ میں اس قدر تنخواہ لوں گا تو امامت کروں گا؟

الجواب (۱) :- صدقہ فطر کا مصرف وہ ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے در مختار میں ہے۔ و صدقۃ الفطر کا لزکاة فی المصارف۔ لہذا اگر امام اسکا اہل ہو تو اسے دے سکتے ہیں

اور حرم قربانی امام کو دینے میں اصلاً کوئی مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں ہے کلو ادا خروا
 وانتجروا۔ اگر امام مذکور عیال دار ہے اور اسے صاحب حاجت سمجھ کر دیں تو باعث ثواب ہے
 در مختار و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ویتصدق بجلدها۔ صدقہ فطر میں اگرچہ افضل یہ ہے
 کہ ایک شخص کا صدقہ ایک کو دیا جائے اور اگر ایک صدقہ چند فقیروں پر تقسیم کر دیں یا چند
 صدقے ایک فقیر کو دیں جب بھی جائز ہے در مختار میں ہے۔ وجاز دفع کل شخص فطرته
 الى مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر و به جزم فی الولوالجیة والخانیة والبدائع
 والمحیط و تبعہم الذیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححه فی البرہان فکان
 هو المذهب کتفریق الزکاة والامر فی حدیث اغنواہم للندب^۱۔ یونہی گہوں یا جو وغیرہ
 کی جگہ انکی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بعض صورت میں افضل، تنویر الابصار میں ہے ودفع القیمة
 افضل من دفع العین علی المذهب۔ در مختار میں ہے وهذا فی السعة اما فی الشدة فدفع
 العین افضل کہا لا یخفی۔ لہذا اگر صدقہ فطر میں سے دو ایک پیسہ کسی کو دیا جائے تو دے
 سکتے ہیں یعنی صدقہ کی قیمت متعدد فقرا پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ صدقہ
 فطر و پوست قربانی کھانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتا ہے اگر وہ اہل ہے
 تو صدقہ فطر لینے میں کون سا گناہ ہوا اور پوست قربانی تو محتاج ہو یا نہ ہو بہر حال دے سکتے ہیں
 پھر اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۲۔ اگر یہ کہنا براہ ہمدردی وعدہ کے طور پر ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں وہ لوگ دے سکتے
 ہیں اور وہ شخص لے سکتا ہے اور اگر اس سے مقصود اسکو نوکر رکھنا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے
 کہ اجرت مجہول ہے اور امام نے نماز پڑھائی تو اجرت مثل دینی پڑگی یعنی اتنوں دنوں نماز پڑھانے
 کی جو اجرت ہونی چاہئے وہ اسے دی جائے، در مختار میں بتفسد الاجارۃ بالشروط المخالفة
 لمقتضی العقد نکل ما یفسد البیع یفسدھا کجہالۃ ما جور او اجرة الخ نیز اسی میں ہے
 وحکم الاول وهو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال، اور اس صورت میں صدقہ فطر اور

پوست قربانی اجرت میں نہیں دے سکتے صدقہ فطر تو ظاہر ہے کہ وہ مثل زکوٰۃ کسی معاوضہ میں نہیں دیا جاسکتا اور پوست قربانی اس شخص کو دیے دے سکتے ہیں اجرت میں نہیں دے سکتے کہ اجرت میں دینا بمنزلہ بیع کے ہے اور حدیث میں آیا ہے . من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ . واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳ تنخواہ میں نہ صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے نہ حرم قربانی جیسا کہ نمبر ۲ میں مذکور ہوا۔ ہاں اگر اس شخص نے مفت بلا تنخواہ پڑھایا اور اس نے اسکو مستحق سمجھ کر صدقہ فطر اور حرم قربانی دیا تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۴ امام کو نوکر رکھنا اور اسکی تنخواہ کا بیشتر معین کر لینا متاخرین نے جائز کہا اور اب اسی پر فتویٰ ہے درمختار میں ہے ویفتی الیوم بصحتها لتعليم القرآن والفقہ والامامة والاذان ویجیر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشریکۃ . واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب ابراہیم محمد عمر و صاحب از بھروج گجرات ۔

کیا حکم ہے شرع مطہر کا کہ ضلع بھروج گجرات میں ہر جگہ امام کو نماز پڑھانے پہ کوئی تنخواہ مقرر نہیں بلکہ اہل دیہات نے یہ مقرر کیا ہوا ہے کہ شادی غمی میں مثلاً ختم خوانی یا نکاح خوانی کے وقت کوئی رقم مقرر کی ہوئی ہے۔ اگر مقرر رقم نہ کی جائے تو بعض خود غرض ایک پائی بھی نہ دیوے۔ بعض جگہ علاوہ مقررہ رقم کے قدرے زمین بھی دی ہوئی ہے۔ جو گذر کیلئے غیر کافی ہے۔ اور یہ بات بھی مشکل ہے کہ چندہ جمع کر کے امام صاحب کو تنخواہ دی جاوے اور جہاں تک گذر ہوا امام صاحب کا قائم رہنا بھی مشکل ہے۔ مذکورہ مقررہ رقم کے سوائے دوسری سبیل گذر کی نہیں ہے۔ اب یہ رقم اہل دیہات کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز اور کیا مسجد کی رقم سے امام کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مسجد کی آمدنی سے امام کو تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ کہ حسب فتویٰ متاخرین

جب امام کو نوکر رکھنا جائز ہے۔ اور اب اسی پر عمل ہے۔ تو آمدنی مسجد کو اس کام میں صرف کیا جاسکتا ہے کہ امام کو رکھنا بھی ضروریات مسجد سے ہے۔ یونہیں امام کو نکاح خوانی کی اجرت بھی دی جاسکتی ہے۔ تلاوت قرآن پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے۔ ہاں اگر بطور احسان اسکو کچھ دیا جائے نہ بطور اجرت تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی شریف ڈاکخانہ انبریٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت صاحب، ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

آئے کشتی، بڑھئی، دیگ سازی وغیرہ وغیرہ کے کام کر نیوالا کار یگر اکثر کارخانہ دار سے قرض روپیہ لے لیتے ہیں۔ اور وعدہ ادا کرنے کا کرتے ہیں مگر کوئی بھی ادا نہیں کرتے۔ بعض کے دسنا دینے تک ہو جاتے ہیں۔ اب وہ روپیہ کلہ خانہ دار کو جب ملیگا جب کار یگر کسی اور کارخانہ دار کے یہاں جائے ورنہ نہیں۔ اگر کام نہیں کرے تو روپیہ مل نہیں سکتا۔ اگر اور کوئی کام کرے جب ملیگا جب بھی روپیہ نہیں مل سکتا ہے۔ لہذا یہ روپیہ کس حیثیت پر ہے کہ روپیہ میں کار یگر رہن ہوتا ہے۔ یا روپیہ کار یگر کی قیمت ہے اگر کار یگر فوت ہو جائے تو قرضہ ساتھ جائے گا؟

الجواب :- آدمی نہیں رہن ہے اسکا روپیہ اسکے ذمہ ہے جس طرح چاہے وصول کرے ہاں اگر اس روپیہ کی وجہ سے اجرت میں کمی کیجاتی ہو تو یہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید میونسپلٹی میں ملازم ہے، اور اسکے سپرد کام یہ ہے کہ بھینسے جو میونسپلٹی کی جانب سے غلیظ و کوڑا وغیرہ اٹھوانے کو پالے گئے ہیں۔ انکی نگرانی کھانے پینے کا انتظام کرے، زید کو میونسپلٹی سے بھوسہ دانہ وغیرہ ملتا ہے، ان چیزوں میں سے زید اپنے صرفہ میں دینا اپنے اعزہ کے صرفہ میں بھی لاتا ہے، اسکا خیال یہ ہے کہ یہ کافر حربی کا مال ہے، اور بلا غدر ملتا ہے، لہذا میں اپنے صرفہ میں کیوں نہ لاؤں، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، میونسپلٹی کی چیزیں گورنمنٹ کی سمجھی جائیگی یا نہیں، کیونکہ اگرچہ گورنمنٹ نے میونسپلٹی ہندوستانیوں کے ہاتھ دیدی ہے، لیکن

جس وقت جو کچھ چاہے گورنمنٹ کر سکتی ہے ایسی حالت میں مینوسپلٹی گورنمنٹ کی سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- زید چونکہ مینوسپلٹی کا ملازم ہے، اور مینوسپلٹی کے جانوروں کی خوراک وغیرہ کا انتظام اس کے سپرد ہے۔ لہذا زید کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ ان چیزوں میں تصرف کرے یا اپنے اعزہ کو کھلائے کہ ملازم کے پاس جو چیزیں کسی کام کیلئے دی جائیں وہ امانت ہوتی ہیں، اونکے غیر میں صرف کرنا خیانت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تمخونوا الامانات لاهلہا، امانت میں خیانت حرام ہے، حدیث میں فرمایا آیت المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان، اور ایک روایت میں ہے۔ واذا عاهد غدا، کوئی معاہدہ کر کے اسکے خلاف کرنا بھی منافق کی علامت ہے، اسکا یہ خیال کہ یہ مال بلا غدر ملتا ہے غلط خیال ہے یہ کھلا ہوا غدر موجود ہے، کہ جب اس نے ملازمت کی تو تمام امور کا جو اس ملازمت سے متعلق ہیں عہد کر لیا، اور جو کام شرائط ملازمت کے خلاف کرے گا غدر ہو جائیگا۔ غدر کے معنی عہد توڑنے کے ہیں اور بلاشبہ اس نے عہد کو توڑا پھر غدر کیوں نہ ہو اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ اس نے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے، لہذا غدر نہیں ہے تو امانت میں خیانت تو اب بھی ہے اور خیانت بھی غدر ہے، لہذا کافر حربی نے اگر اسکے پاس کوئی امانت رکھی ہو تو اس میں بھی خیانت نہیں کر سکتا۔ درختار میں ہے ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع، یعنی اجیر کے پاس جو چیز ہے وہ امانت ہے ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم نہیں اگرچہ بوقت اجارہ شرط کر لیا ہو کہ ہلاک ہونے پر تاوان دیگا۔ کہ امانت میں ضمان کی شرط باطل ہے بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ مینوسپلٹی کی چیزیں گورنمنٹ کی ہیں۔ چونکہ اس قدر کی آمدنی کو گورنمنٹ نے رفاہ عام میں خرچ کر نیکی واسطے طے کر لیا ہے۔ لہذا اس میں خرچ کرتی ہے اور اسکا انتظام ہندوستانیوں کے سپرد کر دیا ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گورنمنٹ کو اس سے تعلق نہیں

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سب رجسٹری مثل تحصیلداری وغیرہ کے ناجائز کیوں ہے، اور سب رجسٹری کی تنخواہ اعلیٰ حضرت نے ناجائز فرمایا ہے، اسکے وجوہ مفصل مطابق شرع شریف کے بیان فرمائیے؟

الجواب :- سب رجسٹریاں رجسٹرار دستاویز کا گواہ ہوتا ہے، جب تک اس کے دستخط نہوں دستاویز کی تکمیل نہیں ہوتی، اگرچہ اپنے نام کے ساتھ وہ گواہ شدہ لکھے مگر وہ یقیناً گواہ ہے بلکہ جس دستاویز میں کوئی لین دین ہو تو روپیہ اسکے سامنے دیا جاتا ہے جسکو وہ خود گن کر لکھتا ہے کہ میرے سامنے آنا روپیہ دیا گیا۔ اور مقدمہ میں ضرورت ہوتی ہے تو رجسٹرار بھی گواہی کیلئے جاتا ہے اور گواہی دیتا ہے پس جبکہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے اس واسطے مقرر ہے کہ اسکی گواہی کے ثبوت ہونے کے بعد دستاویز قابل قبول و تسلیم ہوتی ہے ورنہ نامقبول و مردود تو چونکہ دستاویز اکثر سودی بھی ہوتی ہے جس میں سود کا لین دین بھی تحریر ہوتا ہے۔ اور یہ اسکا گواہ ہوتا ہے اور اسکی تصدیق و گواہی سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ گورنمنٹ کی طرف سے اسی کام پر مامور ہے۔ لہذا سودی دستاویز پر بھی اپنی گواہی ثبت کرنی ضروری ہے اور سودی دستاویز پر گواہی حرام ہے۔ لہذا یہ نوکری جسکے لوازم سے سودی گواہی بھی ہے حرام ہوئی صحیح مسلم شریف میں مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ فرماتے ہیں لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا و موكله و كاتبه و شاهدیه قال و هم سواء۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور اسکی دستاویز لکھنے والے اور اسکی گواہی کرنے والوں پر لعنت فرمائی کہ یہ سب برابر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ اعلم

مسئلہ :- از مقام چنگاٹل مسجد ڈاکخانہ چکاسی ضلع ہوٹہ مرسلہ مولوی محمد سراج حق صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بکری عمر و کو اس شرط پر دی کہ تم اسکو چراؤ اور اسکی پرورش کرو جب بچے پیدا ہونگے تو نصف ہمارا اور نصف تمہارا اور اگر ایک بچہ پیدا ہوگا تو اسکی قیمت آپس میں تقسیم کر لینگے تو کیا اس طرح کا لین دین جائز ہے

اور زید کے حصہ میں جو بچہ آیا اسکی قربانی جائز ہے اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ بنو اتو جردا

الجواب :- جانور کو اس طرح چرائی پر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسکے نصف کا حق دار چرانے والا ہوگا ناجائز ہے اور یہ اجارہ فاسدہ ہے، اولاً یہ کہ جو اجرت مقرر ہوئی وہ مجہول ہے معلوم نہیں بچہ زندہ پیدا ہوگا یا مردہ پیدا ہوگا۔ اور زندہ پیدا ہو تو معلوم نہیں ایک پیدا ہوگا یا کئی ہونگے۔ اور اجرت مجہول ہونے سے اجارہ فاسدہ ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے

وتفسد بجهالة المسئى كله او بعضه ثانياً یہ اجیر جس چیز میں کام کریگا یعنی جو جانور چرائے گا اسی میں سے ایک حصہ اپنی اجرت میں لےگا۔ اور ایسا اجارہ صحیح نہیں۔

ہدایہ میں ہے۔ ومن دفع الى حائك غزلاً لينسجه بالنصف فله اجر مثله وكذا اذا استاجر حماراً يحمل عليه طعاماً بقفيز منه فالاجارة فاسدة لانه جعل الاجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى قفيز الطحان وقد نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عنه۔ بالجملہ یہ اجارہ صحیح نہیں بکری کے جتنے بچے پیدا ہوں گے سب کا مالک زید ہی ہے کہ بچے اسی کی ملک ہوتے ہیں جسکی بکری ہو۔ عمر کو اس صورت میں اتنے دنوں کی چرائی کی اجرت مثل دیجائیگی۔ یعنی اتنے دنوں تک چرانے کی جو اجرت دیجاتی ہو وہ ملے گی۔ بشرطیکہ وہ اجرت مثل نصف بچوں کی قیمت سے زائد نہ ہو اور اگر زائد ہو تو صرف نصف بچوں کی قیمت ہی دی جائیگی۔ زیادہ نہیں کہ اجارہ فاسدہ کا حکم یہی ہے ہدایہ میں ہے۔ والواجب في الاجارة الفاسدة اجر المثل لا يجاوز به المسئى، اور جبکہ بچے زید کے ہیں تو ان بچوں کی زید قربانی کر سکتا ہے البتہ عمر کو اگر اجرت میں کچھ ملا ہو تو یہ عمر واسکی قربانی نہیں کر سکتا کہ عمر واس بچہ کا مالک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بلیا مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب ۲ ربيع الاول ۱۳۵۷ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام فی هذه المسئلة رحمکم اللہ الملک العلامہ

کسی کو گائے بکری وغیرہ اس شرط پر دیا کہ اسکی پرورش کرو اس سے جو بچے پیدا ہونگے

ان میں ہم دونوں آدھے آدھے شریک رہیں گے۔ چنانچہ اگر بکری کے دو بچے ہوئے تو دونوں ایک ایک لے لیں یا ایک اور تین بچہ ہونی کی صورت میں ایک کی قیمت دونوں آپس میں تقسیم کر لیں۔ یا دونوں شخصوں میں سے اس ایک بچے کو ایک ہی رکھ لے اور آدھی قیمت دوسرے کو واپس دیدے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد تقسیم کیلئے کوئی مدت بھی پہلے سے مقرر نہ ہو جب دونوں کی رائے متفق ہو جائے اس وقت تقسیم کر لیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جروا

الجواب :- یہ اجارہ کئی وجوہ سے فاسد ہے۔ اول یہ کہ یہاں اجرت مجہول ہے معلوم نہیں کہ ایک بچہ ملیگا یا آدھا ملے گا یا کچھ نہ ملیگا۔ دوم یہ کہ مدت مجہول ہے تیسرے یہ کہ یہ اجارہ اتلاف عین کے ساتھ ہے۔ اور ایسا اجارہ ناجائز ہے۔ یعنی جس چیز میں اجیر کام کرے گا اسی میں سے ایک جزر اجرت قرار پائے۔ جسکو قفیز طمان کہا جاتا ہے۔ یہ اجارہ فاسد ہے۔ اور اس اجارہ کا حکم یہ ہے کہ وہ بچہ یا کل بچے مستاجر کی ملک ہیں، اسی کو ملینگے اور اجیر کو اجرت مثل دی جائے گی۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ دفع بقرة الى رجل على ان يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافا فالاجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل اجر قيامه وقيمة علفه ان علفها من علف هو ملكه لا صاحبها في امرعى ويرد كل اللبن ان كان قائما وان اتلف فالمثل الى صاحبها لان اللبن مثلي نیز اسی میں ہے۔ وكذا لو دفع الدجاج على ان يكون البيض بينهما او بزر الفيلق على ان يكون الابريسم بينهما لا يجوز والعاد ثكله لصاحب الدجاج والبزر كذا في الوجيز للكروري نیز اسی میں ہے۔ لو استاجر عبداً يتبهر بنصف ربح مال البئر او رجلاً يرعى غنماً بلبنهما او بعض لبنهما او صوفهما لم يعز ويوجب اجر المثل كذا في التآمر خانيه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی موضع میں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف طوائف کا پیسہ آتا ہے۔ اور ان طوائف کے پاس جتنی آمدنی ہے وہ

سب حرام اور ناجائز طریقے کی ہے۔ اور اسکا مدرس احتیاط چاہتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اس مدرس کے چلنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ نیز یہ کہ طوائف کے پاس جو باجہ وغیرہ بجانے والے رہتے ہیں انکی آمدنی حلال ہے یا حرام۔ بینوا تو جبروا

الجواب :- جبکہ یہ معلوم ہے کہ یہ پیسہ حرام ہے تو اس کا اجرت میں لینا جائز نہیں مدرس کو ایسی ملازمت نہ کرنی چاہئے جس میں جان بوجھ کر حرام پیسہ لینا پڑتا ہے۔ باجہ بجانے کی اجرت بھی حرام ہے درمختار میں ہے۔ لا تصح الاجارة لاجل المعامی مثل الغناء

والنوح والملاهی - والله تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- آمدہ از جامع مسجد گکھر ضلع گوجرانوالہ پنجاب مرسلہ مولوی سزرا محمد عبدالصبور بیگ منشور ہزاروی :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ آجکل ہر قسم کی منڈیوں میں مندرجہ ذیل ذرائع سے آڑھٹ کا جو کام کیا جاتا ہے اسکے جائز و ناجائز کے متعلق تسلی بخش تفصیلاً جواب سے سرفراز فرمایا جاوے، ایک صاحب منڈی میں اپنا مال برائے فروخت لاتا ہے اور اسکے فروخت کرنیکی تمام ذمہ داری آڑھٹی کے سپرد کرتا ہے۔ آڑھٹی اس مال کو خریدار کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے مالک کے مال کو فروخت کرنے کے معاوضہ میں فروخت کنندہ اور خرید کنندہ ہر دوسے وصول شدہ رقم پر ایک آنہ فی روپیہ یا اس سے کم و بیش رقم وصول کر لیتا ہے نیز بکنے والی جنس سے کچھ خریدار کی رضامندی سے سبزی یا جو چیز بھی ہو لے لیتا ہے جواب کا نہایت بے چینی سے انتظار ہوگا ؟

الجواب :- فروخت کنندہ کو اپنے اس کام کی اجرت بائع یا مشتری سے لینا جائز ہے اور اشیاء فروختی میں سے اگر فروخت کرنیکے بعد خریدار نے اپنی رضامندی سے کوئی چیز فروخت کنندہ کو دے دی یہ بھی فروخت کنندہ کے لئے جائز ہے۔

والله تعالیٰ اعلم

کتاب الغصب

مسئلہ :- مسئلہ فضل حسین صاحب محلہ خواجہ کتب بریلی۔ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ
انگریزی ۱۹۰۶ء میں مولوی فخر الدین مہاجر مدنی نے مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا انکی حقیقت
زمینداری ضلع بریلی میں واقع ہے، اس پر مولوی حامد حسین ۱۸۹۰ء سے مختار عام تھے ۱۹۰۶ء میں
مولوی حامد حسین نے مصلحتاً حقیقت مذکورہ پر اپنے نام کا داخل خارج کرا لیا تھا ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۶ء
تک حقیقت مذکورہ پر خود متصرف رہے آخر ۱۹۱۶ء میں مولوی حامد حسین کا انتقال ہو گیا ۱۹۱۱ء
میں غفور الدین نے حقیقت مذکورہ پر مولوی فخر الدین کے ورثاء مسماۃ نصیر النساء و مشکور النساء
ہمشیرگان و لطف النساء زوجہ پردعویٰ عصبوتہ کیا کہ میں فخر الدین کا عصبہ ہوں۔ ۱۹۱۸ء میں
غفور الدین کو اس دعویٰ میں کامیابی ہو گئی آخر ۱۹۱۶ء میں جب حامد حسین کا انتقال ہو گیا
حقیقت مذکورہ کے تحصیل میں کاغذات میں نام حامد حسین کا تھا اس وجہ سے بیجا اور غلط
داخل خارج امت الرحیم دختر و حکیم النساء و عباسی بیگم زوجگان حامد حسین کا ناجائز روپیہ میں
اوپر ہو گیا اور ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک کا منافع بھی ناجائز حقیقت مذکورہ کا دختر و زوجگان حامد حسین
روپیہ میں ۱۰ ارب پاتی رہیں۔ اب ۱۹۲۱ء میں ورثاء مولوی فخر الدین کی اولاد نے بوجہ انتقال
نصیر النساء و مشکور النساء ہمشیرگان و لطف النساء زوجہ فخر الدین کے وارثان نے دعویٰ
استقرار حق اس امر کا کیا کہ جائداد مذکورہ مولوی فخر الدین کا متروکہ ہے، حامد حسین کا نہیں ہے
امت الرحیم و عباسی بیگم حکیم النساء مدعا علیہا سے حقیقت مذکورہ واپس دلائی جاوے۔ چنانچہ
دعویٰ بحق وارثان لطف النساء و دختر و وارثان نصیر النساء و مشکور النساء حقیقت دلائی گئی، وارثان
نصیر النساء و مشکور النساء میں حامد حسین مذکور بھی حصہ دار تھے اس وجہ سے دعویٰ استقرار

مذکورہ میں وہ ترکہ حامد حسین کا ان کی دختر امت الرحیم و عباسی بیگم و حکیم النساء زوجگان و محمودین برادر کو ملا اب غفور الدین نے دعویٰ عصوبہ مندرجہ بالا ۱۹۱۱ء کا خرچہ و زر واصلات چاہا ہے۔ وارثان لطف النساء کہتے ہیں کہ ہم پر نہیں پڑنا چاہیے وارثان نصیر النساء و مشکور النساء کہتے ہیں کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء تک کی آمدنی حقیقت متنازعہ مندرجہ بالا کی حامد حسین کے تحت و تصرف میں رہی اور اس سے مستفیض دختر و زوجگان حامد حسین رہے اور بعد وفات حامد حسین کی آمدنی بھی کل حقیقت متروکہ فخر الدین کی ناجائز داخل خارج مذکورہ بالا کی وجہ سے تین سال تک امت الرحیم و عباسی بیگم و حکیم النساء لیتی رہیں جسکو اب وہ واپس نہیں کرتے لہذا خرچہ و زر واصلات حامد حسین کے ترکہ مندرجہ بالا پر پڑنا چاہیے۔

وارثان حامد حسین کہتے ہیں کہ سب پر پڑنا چاہیے یعنی کل متروکہ فخر الدین اور حامد حسین پر پڑنا چاہیے اس بارہ میں دریافت طلب یہ ہے کہ حکم شرع شریف کا کیا ہے کس پر اور کس ترکہ پر خرچہ و واصلات پڑنا چاہیے حکم صادر فرمایا جاوے؟

الجواب :- اپنے حق کے حاصل کرنے میں جو کچھ صرف ہو گا وہ شرعاً اسی پر ہے، نہ کہ مدعا علیہ پر۔ یہ صرف مدعا علیہ سے کسی عقد کے معاوضہ میں لیا جاسکتا ہے، شرع سے وہ چیز مدعی کو ملے گی جسکا اس نے دعویٰ کیا اگر اپنے دعویٰ کو ثابت کر دے۔ یوہیں زر واصلات بھی مدعی کو نہیں مل سکتے۔ بلکہ اگر مدعا علیہ غاصب ہے تو اس پر واجب ہے کہ جو کچھ آمدنی ہے وہ فقہ پر تصدق کرے اور اگر حقیقتہً غاصب نہیں ہے تو ملک خبیث بھی نہیں نہ تصدق واجب۔ بہر حال مدعی کو زر واصلات کا شرعاً بالکل استحقاق نہیں کہ وارثان لطف النساء سے لینا جنھوں نے نہ غضب کیا نہ منافع جائداد مغصوبہ سے انھیں سروکار رہا۔ ان سے یا ہمیشہ گان حامد حسین سے خرچہ و زر واصلات لینا سراسر ظلم اگر غفور الدین کا حق غضب کیا تھا تو حامد حسین نے کہ انھوں نے اپنے نام داخل خارج کرایا اگر پڑتا تو حامد حسین کی جائداد پر پڑتا نہ کہ دوسروں پر اور شرعاً حامد حسین یا حامد حسین کی جائداد پر بھی نہیں تنویر الابصار میں ہے۔ وان استغله

تصدق بالغلة - روا المختار میں ہے۔ اصلہ ان الغلة للغاصب عندنا لان المنافع لا تقوم الا بالعقد والعاقده هو الغاصب فهو الذي جعل منافع العبد مالا بعقدہ فكان هو اولیٰ ببذلہا ویؤمن ان یتصدق بہا لاستفادتہا ببذل خبیث وهو التصرف فی مال الغیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از محلہ خواجہ قطب الدین بریلی مسئلہ خورشید۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک یتیم بچہ کا ترکہ یا حق تلف کرنا یعنی ضائع کرنا چاہتا ہے اور دو فریق بلا وجہ اس کا حق ضائع کر کے اپنا حق ظاہر کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں اور چند آدمی اس امر کی جھوٹی شہادت دینے کو تیار ہیں ایسے شخصوں کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ یتیم کا حق یتیم کو ملنا چاہئے ان کے بارے میں کیا حکم شرع شریف ہے؟ بینوا تو جو

الجواب :- یتیم کا مال کھانا سخت حرام اور آخرت کا وبال ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلما انما یا کلون فی بطونہم نارا اوس یصلون سعیرا جو لوگ یتیم کے مال بغير ظلم کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دہتی آگ میں داخل ہونگے، صحیح مسلم شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ادعی مالیس له فلیس منا ولیتہوا مقعدہ من النار۔ جو پر ای چیز کا دعویٰ کرے وہ ہم میں سے نہیں اسے چاہئے کہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنائے۔ جھوٹی گواہی دینا بھی کبیرہ شدید ہے حدیث میں فرمایا۔ عدلت شہادۃ الزور بلا شراک باللہ۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کی گئی یعنی دونوں کو قرآن شریف میں ایک ساتھ ذکر فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ اس میں شرکت دینے والے کوشش کرنے والے سب پر شرعاً جرم ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مسلمانان موضع کسرہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ملان پیر بخش و کمپوٹ سے ولد جمعہ چنڈے

ولد رمضان ان تینوں شخصوں کے پاس جمعہ میں ملنگہ روپیہ چندہ مسجد مرمت کرانے کے واسطے جمع کئے تھے۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم کل کام شروع کرادیں گے جس کے آج ۱۵ دن کے بعد ان سے پوچھا کہ کام شروع نہ کرائے گا کیا سبب ہے انھوں نے اس پر جواب دیا کہ ہم نہ کام شروع کرائینگے نہ ہم روپیہ دیں ہم نے کھالیا۔

تم سے اگر عدالت میں نالش کر کے لیا جاوے تو لے لینا۔ اب جو شریعت کے موافق ان شخصوں کیلئے جرم ہو وہ تحریر فرمائیں۔

الجواب۔ یہ مسجد کے روپے جو ان لوگوں نے مار لئے اسکی وجہ سے شرعاً سخت مجرم

و غاصب ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ جائز کاروائی سے ان سے روپیہ وصول کریں اگر مسجد کے روپے دینے سے انکار کریں تو ان سے میل جول ترک کریں انکا حقہ وغیرہ بند کر دیں جب تک اس سے توبہ نہ کریں اور روپیہ نہ واپس دیں انھیں برادری میں شامل نہ کریں۔ واللہ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین روپیہ ہے اس میں سے

ایک روپیہ حلال ہے اور دو حرام۔ یہ معلوم نہیں کہ کون سا روپیہ حلال ہے اسمیں سے اگر

ایک روپیہ کوئی سالے لے یہ کہہ کر کے ہم نے حلال رقم لی سے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ پرایا مال اگر اپنے مال میں خلط کر لیا کہ امتیاز جاتا رہا۔ اس خلط سے اس

کا مالک ہو جائیگا اور اس پر اسکا تاوان لازم ہے اور جب تک ضمان نہ دے ملک خبیث ہے واللہ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کفار و مشرکین سے روپیہ قرض لے کر غصب کر لینا کیسا ہے جبکہ فساد ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو؟

الجواب۔ جب قرض لیا ہے تو ادا کرنا ضرور ہے یا یہاں الذین امنوا و فوا بالعقود۔ واللہ اعلم

لے ہاں اگر قرض نہ لیا، محض غصب کیا اور فساد کا اندیشہ نہیں، تو لینا جائز ہے۔ کہ کافر حربی کا مال

غدر و بد عہدی کے علاوہ جس طرح چاہے سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے لَانْ مَا لَهُمْ مَبَاحٌ فَبِأَيِّ طَرِيقٍ أَخَذَهُ الْمُسْلِمُ أَخَذَ مَالًا مَبَاحًا، وَوَسَّه تَعَالَى اعْلَمْ مَبَاحًا

باب الضمان

مسئلہ :- از بنارس کچی باغ مرسلہ جناب مولوی محمد خلیل الرحمن صفا ۲۱ سوال ۲۹۹
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اہل ہنود اپنی عناد و دشمنی سے مساجد اہل اسلام
 کو نقصان پہنچائیں اور منہدم کریں تو اسکا تاوان ان سے لینا جائز ہے یا نہیں ؟ یا اگر اہل ہنود مشورہ
 کر کے مساجد کو جو منہدم کر دیا ہے۔ اپنے روپیہ سے تعمیر کرانا چاہیں تو جائز ہے یا نہیں ؟ بینوایاں کتاب توجروا۔
الجواب :- بلاشبہ ان سے عمارت کا تاوان لیا جائے گا۔ اور اس رقم سے تعمیر کرائی جائے یا وہ خود
 اپنے اہتمام سے تعمیر کرا دیں دونوں صورت ممکن ہے، بحر الرائق ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ اعلم ان التعمیر انما
 یکون من غلۃ الوقف اذالم یکن الخراب بضع احد ولذا قال فی الولوالجیۃ رجل اجر دار الوقف
 فجعل المستاجر واثما مرتبطا یربط فیہ الدواب وخربہا یضمن لانه فعل بغیر الاذن اھ اور
 صورت مذکورہ میں تاوان نہ لینے کے معنی یہ ہونگے کہ جسکا جی چاہے مسجدوں کو برباد کیا کرے اور اسکو ٹوڑ پھوڑ
 کر کے برابر کر دیا کرے کہ جب مسلمان تاوان بھی نہ لے تو اب مسجدوں کے برباد کرنے میں کیا شئی مانع ہوگی
 اور یہ خیال نہ کیا جائے کہ اس صورت میں مسجد کے بنانے والے کفار ہوئے یا انکے روپیہ سے مسجد بنی۔
 اس لئے کہ صورت مذکورہ میں مسجد کے بنانے والے نہ کفار ہیں نہ انکے روپے سے بنے گی کہ مسجد تو وہ پہلے
 ہی سے ہے اور مسجد تو مسلمان ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ اگر کوئی کافر اسے توڑ ڈالے تو اسکی مسجدیت باطل نہیں
 ہوئی کہ جس جگہ مسجد بن گئی وہ قیام قیامت تک مسجد ہی ہے ان دیواروں اور چھتوں کے گر جانے سے یہ نہیں
 ہوا کہ وہ مسجد نہ رہی تاکہ مسجد کے بانی کافر قرار پائیں نیز یہ کہ جب انھوں نے نقصان پہنچایا تو شرعاً انکے
 ذمہ تاوان ہوگا نہ کہ کاخیر اور مسجد پر وقف کرنا۔ کہ اسمیں نیت ثواب شرط ہو۔ اور کافر اسکے اہل نہیں کہ
 ضمان دینا تقرب و عبادت نہیں کہ کافر کو بوجہ عدم اہلیت اس سے مستثنیٰ کیا جائے۔ بہر حال
 اولہ شرعیہ و عقلیہ سے یہی ثابت کہ ضرورتاً تاوان لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ردالمحتار - ج ۳ ص ۴۱۲ کتاب الوقف - مصباحی

بَابُ الرَّدَّةِ

مسئلہ :- مسئلہ نتھ بریلی محلہ جولہ ۲۲، صفحہ ۴۱

جو شخص علمائے المسنت و جماعت کشر ہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو نہ مانے اور ان کو انیز ان کے اقوال کو لغو و مہمل جانے اس کیلئے شرع شریف کیا حکم فرماتی ہے ؟

الجواب :- عالم نے جو حکم شرع بیان کیا اس کو نہ ماننا شرع کو نہ ماننا ہے۔ اور اس کو لغو و مہمل بتانا حکم شرع کی توہین ہے اور حکم شرع کی توہین کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ازہوڑہ محلہ کشرستان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب امام مسجد مورخہ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صوم و صلوة کا پابند ہے اور کسی قدر علم بھی رکھتا ہے۔ اور اسکی راتے پردس بیس آدمی چلتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر دوران گفتگو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اب اس کے مخالفین اسی قول کو گرفت کر کے کفارہ مقرر کیا ہے، کہ اس قول سے خدائی دعویٰ کرنا ثابت ہوتا ہے اور زید کہتا ہے کہ میرا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں (چنانچہ برابر محاورے میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کسی کا کہنا نہیں مانتا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے یا فلاں شخص ایسا ہے کہ جو ارادہ کیا اسکو کر ہی دیا یا فلاں شخص جو ارادہ کرتا ہے کر ہی ڈالتا ہے، تو ان سب محاورات پر بھی کفر یا کفارہ ہونا چاہیے ؟ اگر ایسا ہے تو روزمرہ ہزاروں آدمی کافر ہوتے ہوں گے) نہ کہ صفت خداوندی میں قادر مطلق ہوں لغو یا اللہ تاہم زید پر مخالفین نے بطور کفارہ چالیس فقیر کو کھلانا مقرر کیا۔ اور تو بہ بھی کرایا اور اگر نہیں کھلایا تو برادری سے خارج۔ مجبوراً زید نے ایک ایک دو دو چار چار کر کے چالیس عدد فقیر کو کھلایا۔ اور پھر مخالفین کہتے ہیں کہ چونکہ ایک دفعہ چالیس فقیر کو نہیں کھلایا ہے اسلئے یہ کفارہ درست و صحیح ادا نہ ہوا

اور برادری سے خارج کرتے ہیں تو دریافت طلب یہ ہے کہ آیا اس کلمہ سے کفر یا خداوندی صفت آتی ہے یا نہیں، بصورت آنے کے یہ کفارہ صحیح ہو یا نہیں، اور یہ کفارہ برادری کے لوگ بطور نجات طے کر سکتے ہیں یا جو علماء فتویٰ دیں اس پر عمل ہو سکتا ہے خلاصہ مع ثبوت ارقام فرمادیں تاکہ یہ مخالفت مٹ جائے ؟

الجواب :- محاورہ میں یہ لفظ خود مختاری اور تکبر اور کسی کی بات نہ ماننے وغیرہ معانی میں بولا جاتا ہے بہر حال زید کو محض اس وجہ سے کہ چند شخص اسکا کہنا مانتے ہیں اس کے کہنے پر چلتے ہیں، یہ متکبرانہ لفظ نہ بولنا چاہئے تھا۔ تو بہ کرے، یہ کافی ہے۔ اس پر شرعاً کوئی کفارہ مالی لازم نہیں، جبراً اس سے فقیر کو کھلوانا منع ہے کہ یہ جرمانہ ہے اور مالی جرمانہ ممنوع، بحر الرائق وغیرہ میں ہے التعزیر بالمال منسوخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الْفَدِيَةِ

مسئلہ :- میرسلہ مولوی عبدالعزیز امام مسجد کلس داخلی سیرت ہزارہ الرضوی الحجہ ۱۴۱۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا دوران کرنا ساتھ چند روپیہ کے واسطے حیلہ استقاط میت کو ثابت ہے یا نہیں ؟

الجواب :- استقاط کیلئے جو طریقہ پنجاب کے بعض اطراف میں جاری ہے کہ معاذ اللہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ میت کے گناہ ہم اپنے سر لیتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے۔ کہ گناہ کو ہلکا جانے کا پہلو ہے اور لاتنزیہ و ذر آخری کو فراموش کرنا ہے، اور مصحف شریف کو یہ سمجھ کر دینا کہ یہ بیش بہا شے ہے یہی میت کے تمام روزہ و نماز کا فدیہ ہو جائیگا یہ بھی غلطی ہے یوں فدیہ ادا نہ ہوگا بلکہ اتنی ہی نمازوں یا روزوں کا فدیہ ہوگا جو اسکا بازار میں ہدیہ ہے اور اس قیمت میں جتنے گیسوں آئیں یہ جتنے صدقہ فطر کی مقدار کو پہنچیں بلکہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ میت کے ذمہ کی تمام نمازیں اور روزے شمار کر لیں اور کچھ روپے حسب استطاعت فدیہ میں فقیر کو دیں اور یہ حساب کر لیں کہ ان روپوں کے جتنے گیسوں آئیں گے وہ اتنی نمازوں کا فدیہ ہیں، پھر وہ فقیر دوسرے فقیر کو اپنی طرف سے اس میت کے نماز و روزہ کے فدیہ میں دے پھر وہ اسی پہلے یا کسی اور کو دے اور دور کرتے رہیں یہاں تک کہ تمام نماز و روزہ کے فدیہ ادا ہو جائیں، واللہ اعلم

کتاب الشفۃ

مسئلہ (۱) از پہان ٹولی ریاست شہر جاوہر ملک مالوہ مرسلہ جناب محمد صدیق صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ ہندو جو غیر مذہب کی ایک عورت ہے اپنا مکان فروخت کرنا چاہتی ہے۔ ہندو کے مکان کے مشرقی جانب زید کا مکان اور مغربی جانب بکر کا مکان ہے۔ دونوں ہمسائگان ہیں سے کس کو مکان خریدنے کیلئے حق شفۃ از روئے شریعت پہنچتا ہے۔ نوٹ۔ ہندو کے مکان کا مشرقی چاندہ یعنی دیوار درمیانی ہندو ہی کی ملکیت ہے زید کا کوئی حق ملکیت اس میں شامل نہیں ہے۔ برعکس اسکے ہندو کے مکان کے مغربی جانب کی دیوار بکر کی ملکیت ہے مکان مبیعہ کے عقب میں زمین افتادہ زید کی ہے لیکن مکان مبیعہ کا اس میں نکاس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ مکان مبیعہ کا دروازہ آمد و رفت صرف ایک ہی جانب جنوب شارع عام پر ہے۔ مکانات زید و بکر کے دروازہ بھی جانب جنوب ہیں ؟

مسئلہ (۲) ہندو نے زید کو ارادہ بیع مکان کی اطلاع مکان بیع کرنے سے کئی ماہ پیشتر دی اور بیع کرنے کیلئے مکان بھی فروخت کرنے سے دو ماہ قبل خالی کر دیا اور عزیزان زید کے مکان میں کرایہ سے جاری اور دو ماہ بعد مکان خود بدست بکر فروخت کر دیا اور عدالت میں باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دی اور مکان مبیعہ پر قبضہ بھی دلا دیا اور زید نے پروس میں رہتے ہوئے گیارہ ماہ تک کوئی اعتراض نہیں کیا اور بعد گزرنے گیارہ ماہ کے حق شفۃ کا دعویٰ مکان مبیعہ کی بابت کر دیا کیا زید کا دعویٰ چل سکتا ہے ؟

الجواب (۱) ہندہ کو اختیار ہے جسکے ہاتھ چاہے مکان کو فروخت کرے اور فروخت کرنے کے بعد شفیع کو حق شفیعہ حاصل ہوگا۔ اور جبکہ زید و بکر دونوں جار بلاصق ہیں اور شریک و خلیط ان میں کوئی نہیں۔ دونوں شفیعہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ میرا شخص خرید اور ان میں سے ایک نے خریدا تو دوسرا شفیعہ کر سکتا ہے کہ سبب شفیعہ یعنی اتصال ملک ہر ایک میں پایا جاتا ہے درمختار میں ہے۔ و سببھا اتصال ملک الشفیع بالمشتري بشركة او جوار۔ اور زید کی دیوار مکان ہندہ کے ایک جانب ہونا یا زید کی افتادہ زمین مکان ہندہ کے ایک جانب ہونا ان میں سے کسی کو زیادہ حقدار نہیں کرتا کہ اصل وجہ شفیعہ جوار ہے اور وہ دونوں میں حاصل ہے ردالمختار میں ہے۔ والملاصق من جانب واحد ولو بشبر كالملاصق من ثلاثة جوانب فہما سواء۔ اور یہ حق شفیعہ اسی وقت حاصل ہوگا جب ہندہ اپنا مکان بیع کر دے قبل بیع شفیعہ نہیں

درمختار میں ہے و تعجب له لا عليه بعد البيع۔ والله تعالى اعلم

الجواب (۲) شفیعہ کے لئے یہ ضرور ہے کہ جس وقت مکان یا زمین مشفوعہ کی بیع ہونا معلوم ہو فوراً بلا تاخیر طلب مواثبت کرے یعنی اپنی زبان سے کہے میں اسکا شفیعہ ہوں اگر فوراً نہ کہتا تو حق شفیعہ جاتا رہے گا اور دعویٰ کرنے کا حق نہ رہے گا ہدایہ میں ہے اعلم ان الطلب على ثلاثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفيعته بطلت الشفعة لما ذكرنا و لقوله عليه السلام الشفعة لمن واشبهها۔ لهذا اگر زید نے طلب مواثبت نہیں کی اور بیع کی خبر سنکر خاموش رہا تو شفیعہ کا حق جاتا رہا اور اب دعویٰ کر کے اس مکان کو نہیں لے سکتا۔ والله تعالى اعلم

کتاب الذبائح

مسئلہ :- مرسلہ عبدالرزاق صاحب رضوی از کوہ شملہ مقام لکڑ بازار سیلون ہاں ازوی کچھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس چھری میں پرگ یا لکڑی کا دستہ
نہ ہو صرف دستہ میں جوڑ ہو اور لوہا ہو اس چھری سے کوئی حرام گوشت کاٹا جائے آیا وہ چھری صاف
کر کے اس سے قربانی یعنی ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ گوشت حلال ہو یا نہیں؟
الجواب :- جس چھری سے جانور ذبح کیا جائے خواہ قربانی ہو یا کچھ اور اس میں لکڑی
وغیرہ کسی چیز کا دستہ ہونا ضروری نہیں حدیث میں ہے ما انہر الدم وذكر اسم الله
فكُلْ۔ یوہیں اگر چھری ناپاک ہو گئی ہو تو اسے پاک کر کے ذبح کر سکتے ہیں اور گوشت دونوں
صورتوں میں حلال ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سوال میں
کہ ہر ایک شہر میں دستور ہے کہ قصاب لوگوں کے یہاں قاضی شہر کی جانب سے ذبح
کیلئے آدمی مقرر ہے وہ شخص بکری جاموس وغیرہ جانور ذبح کرتا ہے اور آج کل ایسے
کام کرنے کو کوئی شخص ملتا نہیں۔ اور نہ آمادہ ہوتا ہے کہ ذبیحہ کا کام کرے اس لئے
وہی شخص بیویاری مسلمان قصاب جاموس بکری وغیرہ کسی مسلمان سے ذبح کرالیوے
تو اس ذبیحہ کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- ذبیحہ کیلئے یہ ضروری نہیں کہ قاضی کا مقرر کیا ہو جب ہی حلال ہو
بلکہ جو مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دے جانور حلال ہو جائے گا۔ جبکہ اکثر
رگیں موضع ذبح کی کٹ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

مسئلہ۔ امرسلہ عبدالغنی اسمعیل اینڈ سنس کیوتھ مرچنٹ صدر بازار آپورہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے نہیں کھائی ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ گائے کا گوشت کھایا ہے۔ آیا ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

مسئلہ (۲) مچھلی کس زمانہ میں حلال ہوئی ہے۔ اور کس پیغمبر نے حلال کیا ہے زید کہتا ہے کہ بغیر حلال کرنے کے کھانا حرام ہے۔ لیکن زندہ کو حلال کرنا۔ مری ہوئی

مچھلی مطلقاً حرام ہے حرام ہے حرام ہے۔ دلیل سے ثابت کرو؟

الجواب (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی کی یہ امر

احادیث سے ثابت صحیح بخاری شریف میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے مروی قالت عائشہ فدخل علينا يوم النحر بلعم بقرفقت ما هذا فقل

ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اذواجہ مگر کھانا یا نہ کھانا ثابت نہیں

لہذا زید و عمرو دونوں غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) غالباً سائل کی مراد حلال سے ذبح ہے۔ مچھلی ذبح کر کے چیز نہیں

ذبح کرنے سے مقصود رگوں سے خون نکالنا ہوتا ہے، اور مچھلی میں خون نہیں۔ لہذا

مری ہوئی مچھلی حلال ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں احدث لنا

میتان و دمان المیتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال۔

نیز فرمایا ہوا بطہور صاؤہ والحل میتتہ۔ دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ

(یعنی مچھلی) حلال ہے۔ ہاں جو مچھلی پانی میں مر کر تیر جائے وہ حرام ہے حدیث

میں ہے ما القاہ البعر وجزر عنہ الماء فکلوہ ومامات فیہ وطفافلاتا کلوہ۔ زید کا قول بالکل غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشیہ ص ۷۰) لے موضع ذبح کی چار رگیں ہیں (۱) حلقوم جس میں سانس آتی جاتی ہے (۲) مری۔ جس سے کھانا پانی

اُترتا ہے (۳ و ۴) دوجین۔ جس میں خون کی روانی ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی بھی تین رگ کا کٹ جانا ذبح کی

صحت کیلئے پہلی اور بنیادی شرط ہے، تنویراً بشار و در مختار میں ہے وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منها۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دھلی محلہ چوری والا نمرسلہ مولوی یار محمد صاحب محرم ۱۲۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اہلسنت والجماعت کہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ اغلاط العوام میں لکھتے ہیں کہ ذانح کے معین پر بسم اللہ اکبر کہنا واجب نہیں ہے اور ہم نے ہدایہ اور درمختار اور فتاویٰ پرہنہ اور عالمگیری اور فتاویٰ عبدالحی وغیرہ میں دیکھا ہے کہ ذانح کے معین پر تسمیہ کہنا واجب ہے حتیٰ کہ معین اگر قصداً ترک کر دے تو وہ ذبیحہ مطلق حرام ہے تو مہربانی فرما کر اسکا جواب مصرح مع دستخط علماء اہلسنت عنایت ہوتا کہ ہم لوگ مسئلہ مخصوصہ سے مطلع ہوں جواب حوالہ کتب سے ہو ؟

الجواب :- بیشک معین ذانح پر تسمیہ واجب ہے، مگر معین ذانح سے مراد وہ شخص ہے کہ چھری چلانے میں اسکا مددگار ہو کہ اس صورت میں دونوں نے ملکر ذبح کیا اگر ایک نے بھی عمداً تسمیہ ترک کیا، جانور حرام ہے اور ذبح کے وقت جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر تسمیہ واجب نہیں کہ یہ معین ذانح نہیں کہ فعل ذبح میں اسکو دخل نہیں۔ و اللہ اعلم

لے کیونکہ درحقیقت دونوں ہی ذانح ہیں تو دونوں پر تسمیہ ضروری تو یہ درمیں ہے۔ تشریط التسمیۃ من الذابح ردالمحتار میں ہے۔ شمل ما اذا كان الذابح اثنين فلو سمی احدهما وترك الثاني عمداً حرم الکلاہ ۱ جلد ۵ ص ۱۱۲) معین ذانح کی توضیح یہ ہے کہ ذبح کرنے میں ذانح کا معین و مددگار ہو اس طرح کہ مثلاً ذانح کا ہاتھ ضعیف ہو اسکی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو۔ کوئی شخص نفس فعل ذبح میں اسکی مدد کرے۔ ذانح کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرے اور دونوں کی قوت سے ذبح واقع ہو۔ ایسی صورت میں اگر کسی ایک نے بھی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھا تو ذبیحہ مردار ہو جائیگا۔ درمختار میں ہے وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح و اعانہ علی الذبح سمی کلہ وجوباً فلو ترکھا احدہما او ظن ان تسمیۃ احدہما یکفی حرم۔ شرح نقایہ میں ہے۔ یشرط تسمیۃ من امان الذابح بحیث وضع یدہ علی الذابح کا وضع الذابح حتی لو ترک احدہما

مسئلہ :- از ہوڑہ محلہ کرستان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبد الرزاق آروی امام مسجد
۳۷۳، ۲۷، صفر ۱۴۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بروقت ذبح
ذبیحہ کا سر جدا ہو جائے مثلاً مرغی و کبوتر وغیرہ تو اسکا کھانا درست ہے یا نہیں۔ غالباً ذبیحہ
عورت کے ہاتھ کا کھانا جائز ہوگا۔

الجواب :- قصد ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ حرام مغز تک چہری کو پیرا دینا مکروہ ہے مکروہ
جانور حرام نہ ہوگا۔ اس کا کھانا حلال ہے اور بلا قصد گردن کٹ گئی تو حرج نہیں مجمع الانہر
میں ہے۔ وکسرہ قطع الراس۔ علمگیری میں ہے۔ ویستحب الاکتفاء بقطع الاوداج
ولایباین الراس ولو فعل یکرہ۔ عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے علمگیری میں ہے
المراة المسلمة والکتابیة فی الذبح کالرجل۔ مجمع الانہر میں ہے۔ ولو کان الذابح
امراة او صبیًا او مجنونًا یعقلان حل الذبیحة بالتسمیة۔ وشرع تعالیٰ وعلیم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۶ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں حامی سنت و ماحی بدعت علمائے دین و مفتیان شرع متین اس

بقیہ حاشیہ :- کا۔ التسمیة لا یحل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے جانور کا بدن اور اسکے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا معین ذابح نہیں۔ ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا تو اسی رسی کے مثل ہے جس سے جانور کے
پاؤں باندھے جائیں۔ نہ اس پر تسمیہ لازم اور نہ ہی اسکا مسلمان یا کتابی ہونا شرط۔ اگر جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا مشرک و بت
پرست ہو جب بھی ذبیحہ میں خلل نہ آئے گا کیونکہ تسمیہ ذابح پر شرط ہے اور نفس فعل ذبح میں شرکت دینوالے پر

اور جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا نہ ذابح ہے نہ معین ذابح لہذا اس پر تسمیہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے کیونکہ اس میں جانور کو بلا فائدہ تکلیف دینا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ و فی قطع الراس

نزیادة تعذیب الحيوان بلا فائدة وهو منهي عنه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ میں کہ سوکھائی ہوئی مچھلی یا گوشت بودار ہو یا بلا بو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟
 بینوا بالکتاب تو جروا یوم الحساب ۔

الجواب :- خشک گوشت یا مچھلی کا کھانا جائز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قدید (خشک گوشت) کھانا ثابت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ ان خیاطا دعا ابنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لطعام صنعہ فذهب مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقرب خبز شعیر ومرقا فیہ دباء وقد ید قرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبع الدباء من حوالی القصۃ فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ ۔ ایک درزی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی ایک کھانے کے لئے جس کو دو سائے تیار کیا تھامیں بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ گیا تھا اس شخص نے جو روٹی اور شوربا جس میں خشک گوشت اور کدو پڑا ہوا تھا حضور کے سامنے پیش کیا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے اطراف و جوانب سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرماتے تھے اس روز کے بعد سے مجھ کو کدو پسند آنے لگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مذہب حنفیہ میں اہلسنت جماعت کے نزدیک جو کہ مندرجہ ذیل تحریر ہے اگر گوشت نظر سے غائب ہو گیا ہو اور کسی کافر کے ہاتھ میں گیا ہو تو اس کا لینا اور کھانا جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب :- اگر مشرک کے پاس گوشت رہا اور نظر مسلم سے غائب ہو گیا تو اب اس کا کھانا حرام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب علم مدر اہل سنت بریلی ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماکول اللحم جانوروں کی آئین و نبٹ و تلی و پھیپڑا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- تلی اور پھیپھڑا حلال ہیں ان میں کراہت نہیں۔ تلی کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ املت لنا میتان و دمان المیتان المحوت والجراد والدمان الکبد والطحال۔ ہمارے لئے دو مردہ جانور حلال ہیں یعنی مچھلی اور ٹڈی اور دو قسم کے خون حلال ہیں جگر و طحال۔ آنتیں مکروہ تحریمی ہیں اور علت وہی ہے جو لحم جلالہ کی حرمت میں ہے حدیث میں فرمایا ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل الجلالۃ والبانہا۔ غلیظ خوار جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا۔ اور آنتیں خود معدن نجاست ہیں۔ بٹ کی نسبت فقیر کو اس وقت کوئی روایت دستیاب نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب مدرّس مظہر العلوم علیہ سکندر پور ضلع بلیا ۲ صفر ۱۲۵۵ھ بنگال میں ایک مچھلی جھینگا سے بالکل مشابہ ہوتی ہے جسے گوڑا کہتے ہیں اور جھینگا سے کچھ بڑی ہوتی ہے بعض آٹھ انگشت بعض ایک بالشت تک مگر اکثر و بیشتر چار چار پانچ پانچ انگشت کی ہوتی ہے اور بہت سے لوگ اسے جھینگا ہی کہتے ہیں۔ انکا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟۔ ینوا بالبرہان تو جرد عند اللہ الملک الجلیل بالاجرا الجلیل۔

الجواب :- جھینگا کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے بعض اسے مچھلی قرار دیکر جائز کہتے ہیں مگر بظاہر ان میں مچھلی کی شکل صورت نہیں اسکی بالکل جداگانہ صورت ہے کسی اجنبی کے سامنے پیش کیا جائے تو ہرگز اسے مچھلی نہ کہیگا بلکہ ایک دریائی کیڑا خیال کریگا ایسی حالت میں اس سے اجتناب ہی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از تونسہ شریف ضلع دیرہ غازی خاں مرسلہ غلام سدید الدین صاحب خلف سجادہ نشین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں ملماۓ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ذبح اعلیٰ الحلق فوق العقدہ واقع ہو تو کیا عند الماخاف جائز ہے یا نہیں؟۔ ینوا بالبرہان تو جرد عند اللہ

الجواب :- اگر چاروں رگوں میں تین رگیں کٹ گئیں ذبح ہو گیا اگرچہ فوق العقدہ ہو

کہ حدیث میں مقام ذبح مابین اللبۃ واللمین فرمایا گیا نیز مبسوط میں یہ فرمایا الذبیح مابین اللبۃ واللجین وللشدائم

مسئلہ :- جنبی مرد یا عورت اور ذابح ٹرکے کو جانور ذبح کرنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب :- درست ہے جبکہ ذبح کرنا جانتے ہوں۔ درمختار میں ہے۔ فتعل ذبیعتہما

ولو الذابح امرأة او صبياً یعقل التسمیۃ والذبیح ویقدس۔ ودرمہ تعالیٰ وعلم

مسئلہ :- از قصبہ فتح کھلڈا تعلقہ مہکڑ ضلع ملڈانہ ملک براری بی محمد اسلم خاں ولد محمد سرفراز خاں

ہماری طرف کھٹون یعنی کھیتی کی فصل کا اناج تیار کرتے وقت مسلمان ملا صاحب کے

ہاتھ سے بت کے سامنے بکرا ذبح کرتے ہیں۔ اور اس کا گوشت مسلمان بھی کھاتے ہیں ؟

الجواب :- مسلمان کو یہ نہ چاہیے کہ بت کے سامنے جا کر بکرا ذبح کرے پھر بھی اگر اللہ

کے نام سے ذبح کیا بکرا حلال ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کلکتہ لین نمبر ۱۶ مرسلہ جناب منظور احمد صاحب

مانی زمانہ یہودیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب :- یہود کا ذبیحہ جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اگرچہ قرآن پاک

سے مطلقاً اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہونا ثابت ہے مگر نصاریٰ نے ذبح کرنا چھوڑ دیا ہے

لہ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُذْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ رِبًا ۖ سوره مائدہ اور طعام سے

مراد ذبیحہ ہے، تفسیرات احمدیہ میں ہے۔ اِنَّ الْمُرَادَ بِالطَّعَامِ الذَّبَائِجُ۔ تو آیت کا معنی یہ ہوا۔

اور کتابیوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ لیکن اس زمانہ کے نصاریٰ کے بارے میں تحقیق سے ثابت

ہے کہ وہ ذبح نہیں کرتے، گلا گھونٹ دیتے ہیں، یا ذبح میں موضع ذبح کی رگیں نہیں کاٹتے، بکیر نہیں

کہتے ہیں۔ لہذا ان کا ذبیحہ حرام ہوگا۔ اس زمانہ کے یہودیوں کا حال معلوم نہیں۔ اگر وہ بطریق شرعی ذبح

کرتے ہوں۔ جانور کے موضع ذبح کی رگیں کاٹتے ہوں، بکیر کہتے ہوں جب تو ان کا ذبیحہ حلال ہوگا۔ ربقیہ اگلے صفحہ پر

اور یہود اب تک تسمیہ کے ساتھ ذبح کرتے ہیں اس واسطے کتب فقہ میں ہے النصرانی لا ذبیحۃ لہ
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عید اضحیٰ میں بکرا
 ذبح کیا۔ لیکن بسم اللہ اللہ اکبر نہیں کہا۔ قصاب کا بیان ہے کہ میں نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ
 لیا ہے ایسی حالت میں صحیح طور پر جانور ذبح ہو گیا یا نہیں ؟

الجواب :- اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبح ہو گیا۔ جانور حلال ہے حدیث میں ہے
 المسلم یذبح علی اسم اللہ سہی اولہ یسم اور قصدا ترک کیا تو ذبح نہ ہوا۔ اور
 جانور حرام۔ قال تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ قصاب کا تسمیہ کہنا
 معتبر نہیں اور سکا کہنا نہ کہنا یکساں ہے جبکہ وہ ذبح نہ کرتا ہو بلکہ جانور کو پکڑے ہو یا
 کھڑا ہو ذبح کرنے میں ذابح کا تسمیہ کہنا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب ازالہ آباد محلہ دارانج ۲۰ جمادی الآخرہ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گوشت مسلمان ذبح کرتا ہے مسلمان
 فروخت کرتا ہے مگر ایک مسلمان کسی کافر گوشت فروش کی دوکان سے گوشت منگواتا
 ہے۔ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کافر سے مراد اگر مشرک ہے کہ وہ گوشت فروخت کرتا ہے تو اسکے یہاں کا
 گوشت خریدنا اور کھانا اس وقت جائز ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اس وقت سے خریدنے کے وقت
 تک برابر نظر مسلم کے سامنے رہا ہو کیسوقت بھی نظر مسلم سے غائب نہ ہوا ہو۔ اگر یہ دونوں باتیں
 نہ ہوں تو خریدنا بھی حرام اس کا کھانا بھی حرام اور دونوں باتیں ہوں تو خریدنا بھی جائز ہے
 مگر مسلمان کی دوکان ہوتے ہوئے مشرک کی دوکان سے خریدنا اچھا نہیں خصوصاً گوشت
 جیسی چیز کہ بے احتیاطی سے حلال کا حرام ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۰) ورنہ ان کا ذبیحہ بھی حرام و مردار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

کتاب الاضحیۃ

مسئلہ :- سید شرف الدین صاحب اشرفی جیلانی متعلم مدرسہ اہلسنت ۲ ذوقعدہ ۱۴۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سات لڑکے یا سات لڑکیوں
 کا عقیقہ ایک گائے یا ایک اونٹ پر ہو سکتا ہے یا نہیں، مع حوالہ کتاب سے مطلع فرمائیے بنو ابی ہریرہ
 دیگر عقیقہ کا گوشت لڑکے والدین کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا غنی بھی گوشت مذکورہ کھا سکتے ہیں؟
الجواب :- عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بجزریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح
 کرنا سنت ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن الغلام شاتان وعن العجاریۃ شاة۔ اور یہ ثابت
 کہ گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ قربانی میں ایک بکری کے قائم مقام ہے۔ اور کتب فقہ میں
 مصرح کہ گائے یا اونٹ کی قربانی میں عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے۔ طحاوی علی الدریں ہے
 لو اراد والقربۃ الاضحیۃ او غیرها من القرب اجزاہم سواء کانت القربۃ واجبۃ
 او تطوعاً وکذا لک ان اراد بعضهم العقیقۃ عن ولد وولدہ من قبلہ کذا ذکرہ محمد
 فی فوائد الضعایا۔ شلبیہ علی الزلیعی میں بدائع سے ہے۔ وان اراد احدہم العقیقۃ عن
 ولد وولد من قبل جاز لان ذالک جہۃ التقرب الی اللہ بالشکر علی ما انعم من الولد۔
 توجب قربانی میں عقیقہ کی شرکت جائز ہوتی تو معلوم ہوا کہ گائے یا اونٹ کا ایک جزء
 عقیقہ میں ہو سکتا ہے، اور شرع نے ان کے ساتویں حصہ کو ایک بکری کے قائم مقام رکھا ہے
 لہذا لڑکے کے عقیقہ میں دو حصے ہونے چاہیئے اور لڑکی کیلئے ایک حصہ یعنی ساتواں حصہ کافی ہے تو
 ایک گائے میں سات لڑکیاں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔ بعض عوام
 میں یہ مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت والدین نہ کھاتیں، غلط ہے۔ والدین بھی کھا سکتے ہیں
 اور غنی کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب ازام ترسجام مسجد متصل عید گاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
 صلوٰۃ مسعودی میں بھی ہے اور علامہ مرحوم مولانا مولوی غلام قادر مٹا بخیر دی امام مسجد
 بیگم شاہی لاہور اپنے سلسلہ قادریہ اسلام کی ساتویں کتاب فصل اضمحیہ میں قربانی کا جانور کون
 کون جائز ہے۔ اور کون کون ناجائز۔ (بجانب عبارت لفظ بہ لفظ درج کرتا ہوں) جس کے
 سینک اصلی نہ ہوں یا کان نہ ہوں یا دم نہ ہو تو وہ جائز ہے حالانکہ ہدایہ جلد ۲ باب الاضمحیہ
 میں ہے۔ السقاء وہی اللتی لا اذن لہا خلقۃ لا تمجوز اور اسی طرح جوہرہ سیرہ ص ۲۵۴ میں
 ہے اور اسی طرح سے احکام العیدین والا کہتا ہے آیا جس کے خلقی کان یا دم نہ ہو عند الخفیہ
 درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو سلسلہ قادری جو خفیہ کا ایک مستند پچوں کی واسطے
 سلسلہ تعلیم ہے تو درست ہونی چاہیے ؟

الجواب :- جس جانور کے کان بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں، ہدایہ کی
 عبارت خود سائل ہی نے نقل کی اور جوہرہ سیرہ میں بھی یوں ہے، انکے علاوہ بدائع و
 علمگیری و در مختار و تبیین وغیرہ میں مذکور کہ اسکی قربانی جائز نہیں، بلکہ اگر ایک کان ہو اور
 ایک نہ ہو اسکی بھی قربانی جائز نہیں، علامہ سید احمد طبطبائی حاشیہ در مختار میں فرماتے
 ہیں۔ اما اللتی لہا اذن واحدة خلقۃ لا تمجوز، کہانی النہدیہ، یوہیں جس کی دم نہ ہو
 اسکی بھی قربانی ناجائز۔ اور ایسا جانور جس کے کان نہ ہوں اسکی قربانی کے عدم جواز میں ان
 کتب مسذکورہ میں کسی کا خلاف بھی منقول نہیں کہ ترجیح کی حاجت پڑے، سلسلہ قادریہ میں
 یہ قول جواز شاید غلطی کاتب ہو یا مولانا مرحوم کی مراد یہ ہو کہ جس کے چھوٹے چھوٹے کان ہوں
 اور اسکی قربانی جائز ہے۔ در مختار میں ہے فلولہا اذن صغیر خلقۃ اجزأت زلیعی طبطبائی
 میں ہے۔ ای اذنان صغیرتان ای تسمی عرفنا اذنا کہانی الخانیۃ۔ جوہرہ سیرہ میں ہے
 واما اذا كانت لہا اذن صغیرۃ خلقۃ جازلان العضو موجود وصغیرہ غیر مانع
 علمگیری میں ہے وتجزی السقاء وہی صغیرۃ الاذن فلا تمجوز مقطوعۃ احدى الاذنین

بالجملہ عبارت سلسلہ قادریہ ضرور درست کرنی چاہیئے کہ عوام غلطی میں نہ پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی خلیل الرحمن صاحب بنارس محلہ کچی باغ ۴۲ رجب الاول ۱۴۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنا بکرا خصی یعنی بدھیہ جائز ہے
 یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی خصی یعنی بدھیہ جانور کی جائز نہیں ہے پس از روئے
 شرع شریف جو حکم اس بارے میں ہو بیان فرمائیے اور اجرا سکا خدائے تعالیٰ سے حاصل کیجئے؟
الجواب:۔ خصی کی قربانی غیر خصی سے افضل ہے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

میں ہے۔ ویصح بالجباء والخصی وعن ابی حنیفۃ ہوا ولی لان لحمہ اطیب۔ غرر الاحکام
 میں ہے۔ وصح الجباء والخصی۔ شرنبلالیہ میں بدائع سے ہے۔ وافضل الشاة ان
 یکون کبشا ملح اقرب موجودا۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر میں ہے۔ ویجوز الحفی وعن
 الامام ان الحفی اولی لان لحمہ الذوا طیب۔ وشر تعالیٰ وعلیم

مسئلہ:۔ مسئلہ عبدالقادر طالب العلم مدرس المسند بریلی گیارہ رجب الآخر ۱۴۲۲ھ
 ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ قربانی کا چمڑا فروخت کر کے مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے
 یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اگر کسی نے ایسے عمل کر لیا تو اس کیلئے کیا حکم ہے آیا وہ خرچ کردہ
 شدہ روپیہ یا چمڑا اعادہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:۔ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ بلکہ خود اپنے سرف میں بھی لاسکتا ہے
 مثلاً اسکی جائز یا جلد یا چلنی یا ڈول وغیرہ بنوا کر استعمال کر سکتا ہے یا اسے کسی باقی رہنے
 والی چیز کے ساتھ بھی بدل سکتا ہے۔ در مختار میں ہے۔ ویصدق بجلدھا او یعمل منه
 نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودنوا ویدلہ بہا ینتفع بہ باقیہ کامر
 لا یستہلک کغل ولحم ونحوہ کدراہم فان بیع اللحم او الجلد بہ ای یستہلک
 او بدراہم تصدق بشنہ۔ یوہیں اسے ہر نیک کام میں بھی صرف کر سکتا ہے خواہ مسجد
 کو دے یا کسی اور اچھے کام میں لگائے حدیث میں فرمایا۔ کلوا وادخروا وابتعدوا

ہاں اگر اپنے لئے شے مستہلک کے بدلے میں بیع کیا ہے تو اب تصدق ثمن کا واجب، اور یہ ثمن مسجد میں نہیں صرف ہو سکتا کہ یہ ملک خبیث ہے اور اسکی سبیل تصدق ہی ہے اور اگر مسجد میں صرف کرنے کیلئے بیچا ہے تو مسجد میں صرف کرے کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ معین الدین صاحب محلہ قلعہ بریلی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندرین مسئلہ علاوہ بکری کے اور کسی جانور کا عقیقہ میں ذبح کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا آپ کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو کون کون جانور اور عقیقہ کا جانور کیسا ہونا چاہئے؟

مسئلہ :- گائے بھینس اونٹ کا عقیقہ میں ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز ایک گائے یا بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں اس صورت میں لڑکا یا لڑکی کے جدا جدا احکام بحوالہ کتب معتبرہ تحریر ہو؟

الجواب :- عقیقہ میں وہی جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں جنکی قربانی ہو سکتی ہے اگر گائے بھینس یا اونٹ سے عقیقہ کریں تو انہیں سات حصے تک ہو سکتے ہیں لڑکی میں ایک حصہ کافی ہے اور لڑکے کے لئے دو چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ منشی شوکت علی۔ محلہ ذخیرہ بریلی ۲ رجب ۱۲۲۲ھ

کیا حاکم ہے شریعت کا کہ قربانی خصی کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- خصی کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے حدیث میں ہے۔ ذبح الذبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبیع کبشین اقرنین موجدین رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

الخصی افضل من الفعل لانه اطیب لحما کذا فی المحيط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبدالعزیز خان صاحب از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲

ایک گائے میں چار آدمی زندہ اور تین آدمی مردہ ایک ساتھ قربانی کرنا جائز ہے

یا نہیں جیسے ایک شخص نے قربانی کے واسطے گائے خرید کیا اس میں اپنا نام اور اپنے آل عیال کے نام اور اپنے مردہ ماں باپ کے نام ایک ساتھ قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں غرض مردہ اور زندہ ایک ساتھ قربانی کر سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب :- ایک گائے میں زندہ اور مردہ دونوں شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ مردہ کی طرف سے اسکا کوئی وغیرہ کوئی زندہ قربانی کراتا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اذا اشترى سبعة بقرة يضحوا به فانات احد السبعة وقالت الورثة وهم كبارا ذبحوها عنه وعنكم جاز استحساناً۔ قربانی میں شرکت کے جواز کیلئے یہ ضرور ہے کہ وہ سب حصہ دار کی طرف سے قربت کی نیت سے ذبح ہو کسی کا مقصود محض گوشت نہو اسی میں ہے۔

لا يشارك المضحي فيما يحتمل الشراكة من لا يريد القربة واسافان شارك لم يمنع عن الاضحية۔ رہا یہ کہ اس میں سے کوئی حصہ میت کی طرف سے ہو تو اسکی وجہ سے قربانی ناجائز نہ ہوگی کہ میت کی طرف سے قربت ہو سکتی ہے بدائع الصنائع میں امام ملک العلماء فرماتے ہیں۔ لان الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل انه يجوز ان يتصدق عنه وقد صح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين احدهما عن نفسه والاخر عن لا يذبح من امنه وان كان منهم من قدم مات قبل ان يذبح۔ والله اعلم

مسئلہ :- مسئلہ از بنگال ۲۱ / محرم ۱۲۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ جلد قربانی اور اسکی قیمت زکوٰۃ فطرہ ایسے مدارس میں دین جہاں کچھ علم دینی اور انگریزی پڑھائی ہوئی ہو اور انگریز گورنمنٹ کی کچھ ماہواری تائید بھی ہو۔ یعنی اشیاء مذکورہ بالا اس قسم کے مدارس اسالیل میں دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبردا

الجواب :- قربانی کی کھال ہر نیک کام میں سرف کر سکتے ہیں اگر وہ مدرسہ تعلیم علم دین کیلئے ہے اور تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہو مگر غالب علم دین ہے تو ایسے مدرسہ

میں چرم قربانی دے سکتے ہیں، اگر اصل میں انگریزی ہی پڑھائی جاتی ہو اور علم دین برائے نام ہو تو نہ دیں، اور زکوٰۃ و صدقہ فطر میں فقراء مسکین کو مالک کرنا ضرور ہے مدرسہ میں جو طلبہ ایسے ہوں ان طلبہ کو دے سکتے ہیں، تنخواہ ملازمین یا خرید کتب یا ضروریات مدرسہ میں نہیں صرف کر سکتے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ فقیر احسان علی عفی عنہ منظر پور فیض پوری حال قیام بریلی
۲ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دہر و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی کی قیمت مسجد میں مصلیٰ ڈول و لوٹا وغیرہ خرید کر کے رکھا جائے تو جائز ہے یا نہیں و نیز مرمت میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ ۲۔ کھال قربانی اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جبرو ۔

الجواب :- چرم قربانی مسجد میں صرف کر سکتا ہے یونہی بیچ کر اسکی قیمت سے مسجد کی مرمت کرنا یا لوٹا وغیرہ سامان مسجد خریدنا بھی جائز ہے جبکہ اسکی نیت سے بیچا ہو یا متولی مسجد کو چڑا دیدیا کہ اس نے بیچ کر ان چیزوں میں صرف کیا ہو فتاویٰ علمگیری میں ہے واللحم بمنزلۃ الجند ۔ اور حدیث میں فرمایا ۔ کلوا و ادخروا و اؤتجروا ۔ اور اگر داموں سے بیچا اور مقصود یہ ہے کہ اپنے صرف میں لائیکا تو اب مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں کہ یہ ملک خبیث ہے اور اب فقرا پر تصدق کرنا ضرور ہے ۔ علمگیری میں ہے ۔ ولا یبیع بالبدلہم لیفتق الدلہم علی نفسہ و عیالہ ۔ در مختار میں ہے ۔ فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بہستہ لک ۔ او بدراہم تصدق ثمنہ ۔ و اللہ تعالیٰ و اعلم

الجواب :- چرم قربانی بعینہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے کہ اسکا مصلیٰ بنالے یا ڈول چلنی وغیرہ اسکی بنوا کر استعمال کرے یا کتابوں کی جلد بنوائے علمگیری میں ہے ۔ او یعمل منہ نحو غربال و جراب ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چرم قربانی سے کوئی باقی رہنے والی

چیز خریدے یعنی اسکے بدلے کھال بیچے یہ نہیں کہ روپے سے بیچ کر پھر روپے سے یہ چیز خریدے کہ یہ جائز نہیں اور اب تصدق واجب ہوگا، درمختار میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلوا ویبدلہ بما ینتفع بہ باقیہ کامر لا بہستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم۔ ورفقہ تعالیٰ وعلہم

مسئلہ :- از ہوڑہ مرسلہ جان محمد رضوی ۱۲۰۳ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ملکہ گائے وغیرہ کی قربانی میں زندہ ہی آدمی کا نام ہونا چاہئے۔ زید کہتا ہے کہ کچھ زندہ کچھ مردہ ایک ساتھ کرنے سے جائز نہیں جو جانور کہ مردہ کے نام ہو۔ اسمیں کل مردہ کے نام ہونا چاہئے۔

مسئلہ :- کسی نے جنگل سے ایک بچہ ہرن پکڑ لایا۔ یا شکاری سے خرید کر کے بہ نیت قربانی پرورش کیا تو اسکی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ :- بکرا یا دنبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں زید کہتا ہے کہ نہیں کیونکہ ہر معصیت سے پاک و مختار کل و افضل المخلوق ہیں۔ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم؟ بینوا تو جروا۔

الجواب :- قربانی میں شرکت کیلئے نیت تقرب شرط ہے ان میں کوئی ایسا نہ ہو جس کا مقصود گوشت ہو۔ اور میت کی طرف سے نیت قربت ہو سکتی ہے لہذا شرکت بھی جائز۔ زید کا قول صحیح نہیں درمختار میں ہے۔ وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد

القربة من الکل۔ اسکی شرح میں علامہ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔ غیر ان بعضهم ضعی عن بعض قال المصنف والتضعیة عن الغیر عرفت قربة لانه علیہ الصلاة والسلام ضعی عن امتہ اھ۔ امام ملک العلماء ابو بکر بن مسعود کا سانی رحمہ اللہ تعالیٰ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔ وان کان احد الشركاء ممن یضعی

عن میت جاز۔ نیز فرماتے ہیں۔ ان الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدلیل
 انه يجوز ان يتصدق عنه ويحج عنه وقد صح ان رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم ضحى بكبشين احدهما عن نفسه والاخر عن لا يذبح من
 امته وان كان منهم من قدم مات قبل ان يذبح فدل ان الميت يجوز ان
 يتقرب عنه فاذا ذبح عنه صار نصيبه للقربة فلا يمنع جواز ذبح الباقيين۔ والله تعالى اعلم
الجواب :- ہرن یا نیل گائے وغیرہ وحشی جانور کی قربانی نہیں ہو سکتی بدایع میں
 فرماتے ہیں۔ ولا يجوز في الامساخ شئ من الوحش لان وجوبها عرف بالشرع و
 الشرع لم يرد بالايجاب الا في المستانس۔ بلکہ اگر وہ انسان میں رہتے رہتے مالوس
 ہو گیا وحشت جاتی رہی جب بھی اسکی قربانی جائز نہیں اسی میں ہے۔ وان ضحى بطيبه
 وحشية الفت او ببقرة وحشية الفت لم يعز لانها وحشية في الاصل والجهل
 فلا يبطل حكم الاصل بعارض نادر۔ والله تعالى وعلم

الجواب :- بیشک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل خلایق اور بیشک معصوم
 ہیں مگر ایصال ثواب کیلئے اسکی حاجت نہیں کہ جسے ایصال کیا جائے وہ گنہگار ہو حضور کے نام
 قربانی کی یہ مثال سمجھو۔ جیسے سلاطین کے یہاں نذر دیجاتی ہے کیا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ
 بادشاہ تمہاری نذر کا محتاج ہے اسکی وجہ سے اسکے خزانہ میں کیا ایسا اضافہ ہو گیا۔ ہاں اسکی
 وجہ سے یہ شخص مقرب بارگاہ ہوا اسی طرح حضور کے نام جو کچھ نذر کرے اس سے خود اس کا
 مرتبہ بھی بڑھتا ہے جیسے درود شریف کہ اللہ عزوجل سے طلب رحمت ہے کیا اگر کوئی درود
 نہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حضور پر نازل نہ ہو حاشا وکلا و ہاں تو رحمت کی بارش لگاتا رہے
 بلکہ حضور خود رحمت الہی ہیں۔ مگر درود شریف سے خود یہ شخص رحمت الہی کا مورد بنتا ہے
 جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ من صلی علی مرة صلی اللہ علیہ عشرا۔ تم ایک بار

لہ مشکوٰۃ ص

درود پڑھو تو دس رحمتیں تم پر آئیں صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ وصحبہ اجمعین و باریک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از جو دھپور مار وار محلہ موتی چوک مسئلہ عبدالغفار و عبدالرحمن خاتارش ۹ محرم ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کا ڈول و ناٹری بنا کر مسجد
 میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چرم قربانی کا ڈول بنا کر خود اپنی صرف میں بھی لا سکتا ہے اور مسجد
 میں دیدیا تو اور بہتر۔ ناٹری کے معنی سمجھ میں نہ آئے اگر یہ چیز چمڑے بن سکتی ہے تو بنا کر
 مسجد میں دے سکتے ہیں اور اپنے صرف میں بھی لا سکتے ہیں در مختار میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا
 او یعمل منه نحو غربال و جراب و قربة و سفرة و دلو و یبدلہ بما ینفع
 بہ باقیہ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب العلم بدر منظر اسلام ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں حامی سنت و ماحی بدعت علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ
 میں کہ قربانی کرنے کے عوض میں قیمت جانور کی مصرف کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- قربانی اراقت دم بروجہ قربت کا نام ہے علمگیری میں ہے۔ وہی فی
 الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص یذبح بنية القرية فی یوم مخصوص
 عند وجود شرائطها و سببها کذا فی التبیین و اما رکنها فذبح ما یجوز ذبحه فی
 الاضحية بنية الاضحية فی ایامها لان رکن الشئ ما یقوم به ذلک الشئ
 والاضحية انما تقوم بهذا الفعل فکان رکنها۔ و مختار میں ہے۔ رکنها ذبح
 فتجب اراقة الدم۔ رد المحتار میں ہے۔ لان الاضحية انما تقوم بهذا الفعل

عہ غالباً ناٹری سے مراد رسی ہے۔ بعض مرتبہ چمڑے سے بھی رسی بنائی جاتی ہے۔ اگر چرم قربانی کی رسی بنائی گئی
 تو اسے اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے اور مسجد میں بھی دے سکتا ہے ۱۱ منہ مد فیوضہ

فکان رکناً۔ جب قربانی کا رکن اراقت دم ہوا تو جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر بجائے قربانی ان ایام میں ایک جانور تو کیا کسی جانوروں کی قیمت تصدق کرے قربانی ادا نہ ہوگی گنہگار ہوگا جب تک اس واجب کو ادا نہ کرے بلکہ خود جانور قربانی کو تصدق کرے جب بھی بری الذمہ نہ ہوگا عالمگیری میں ہے۔ لا یقوم غیرہا مقامہا فی الوقت حتی لو تصدق بعین الشاة او قیمتہا فی الوقت لا یجنئہ عن الاضعیۃ۔ ہاں اگر ایام قربانی گزر گئے اور اس نے قربانی کی تو اب جانور قربانی یا اسکی قیمت تصدق کرنی ہوگی اسی میں ہے۔ انہا تقضی اذا فاتت عن وقتہا ثم قضائہا قد یكون بعین الشاة حیة وقد یكون بالتصدق بقیمۃ الشاة۔ وشرعاً اعم

مسئلہ :- مسئلہ حکیم عبد الحمید بناری معرفت حضرت مولانا ابوالقمر مطیع الرضا محمد شمس الدین صاحب لکھنؤ مدرسہ عالیہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

قربانی کرنے والا شخص اس جانور کی کھال فروخت کر کے اپنے صرف میں یا کسی غیر کو اس غرض سے کہ وہ کتاب وغیرہ خرید کر پڑھے آیا کوئی صورت ایسی ہے کہ ان مصارف میں لاسکتا ہے یا جو صورت جواز و عدم جواز کی ہو اسکے جواب سے مطلع فرمائیں یہاں چند اشخاص سے دریافت کیا مگر قابل اطمینان جواب نہ ملا اسلئے حضور کی خدمت میں عرضیہ حاضر کیا ؟

الجواب :- حرم قربانی کو اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اوسکا ڈول یا مصلیٰ یا اور کوئی چیز بنائے یا کتابوں کی جلد بنوائے اور اگر بیچنا چاہے تو ایسی چیز کے بدلے میں نیچے جو باقی رہے مثلاً اوسکے عوض کتاب خریدے اور اگر روپے یا ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جو باقی رہنے والی نہ ہو تو اس چیز کا تصدق کرنا واجب ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کھال کسی اور کو دیدے اب اسے اختیار ہے جو چاہے کرے چاہے اوسکو تصرف میں لائے یا اوسکی کوئی چیز خریدے اگر قربانی کرنے والے نے اپنے نہ بیچا ہو بلکہ اسلئے بیچا کہ اوسکی قیمت کسی اور کو دیگا تو اس میں بھی حرج نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویصدق بجلدہا ویعمل منہ نعوغریبال وجراب ولا باس بان یشتري ما ینفع بعینہ مع بقاءہ استعسانا وذلک مثل ما ذکرنا ولا یشتري بہ ما لا ینتفع بہ

الابتعاد الاستهلاك نحو اللعیم والطعام ولا یبیعہ بالدرہم لینیفق الدرہم علی
نفسہ و عیالہ واللہ تعالیٰ اعلم وجل علا معبدہ آمین واحکم

مسئلہ: - مرسلہ حافظ دین محمد صاحب حامدی رضوی علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ
شہر لاہور ۱۶ محرم ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حیرم
قربانی یا اور کسی قسم کا صدقہ یا اجرت امام مسجد لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور اہل محلہ جو کہ چندہ
کر کے امام مسجد کو دیتے ہیں اس میں حقیر طبقہ کے لوگوں کا پیسہ ہوتا ہے مثلاً شرابی سود
خوار زانی وغیرہ تو ایسا پیسہ امام کس صورت سے لے سکتا ہے کہ اکثر حضرات ان ہر دو مسئلہ
میں الجھ پڑتے ہیں کہ بہار شریعت میں یہ لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف میں یہ لکھا ہے
لہذا ان ہر دو مسئلوں کو بحوالہ کتاب و سنت و معہ ہر دو دستخط موعظ تصریحاً خلاصہ کر کے جواب
باصواب سے آگاہ فرمادیں؟

الجواب: - حیرم قربانی خود بھی استعمال میں لاسکتے ہیں اور دوسرے کو بھی دے
سکتے ہیں اگر امام کو واجب بھی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دنیا اجرت امامت میں نہ ہو بلکہ بغیر امامت
ہو در مختار میں ہے ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال و جراب۔ یوہیں صدقہ
بھی امام کو دے سکتے ہیں ہاں اگر صدقہ واجبہ ہے جیسے صدقہ فطر اور امام غنی ہو تو اسے نہیں
دے سکتے اور اجرت امامت میں بھی نہیں دے سکتے امام کو نوکر رکھنا مثلاً ماہانہ اتنا دیا
جائینگا یہ جائز ہے مگر یہ اجرت صدقہ فطر یا زکوٰۃ یا حیرم قربانی سے ادا نہ کیجئے بلکہ مسجد کی آمدنی
سے یا چندہ کر کے تنخواہ ادا کریں چندہ جو سود خوار وغیرہ سے لیا گیا اگر معلوم ہے کہ یہ مال بعینہ حرام
ہے تو ایسا مال امام کو لینا جائز نہیں اور معلوم نہ ہو تو حرام نہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
بہ ناخذ مالہم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وھو قول ابی حنیفہ پھر بھی جسکے پاس
زیادہ تر مال حرام ہو اس کے مال سے بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی حافظ مجید الدین ضامنہ مقام اونچا محلہ سلیم پور بنارس ۲ صفر

ماقولکم بحکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ قربانی میں ہمیشہ سے یہ عمل درآمد رہا ہے کہ ایک بکری ایک شخص کی طرف سے اور ایک گائے سات شخصوں کی طرف سے قربانی ہوا کی اور شرکار میں سے ہر شخص ساتواں حصہ قیمت کا ادا کرتا اور ساتواں حصہ گوشت لیتا مثلاً سات روپیہ کی ایک گائے میں سات شریک ہوئے تو فی کس ایک روپیہ ادا کرتا اور اگر تین شریک ہوئے تو ایک چار حصہ کا اور ایک دو حصہ کا ہوا۔ چار حصہ والا چار روپیہ دو حصہ والا دو روپیہ اور ایک حصہ والا ایک روپیہ دیتا اور گوشت اسی پرتہ سے لیتا۔ اب بعض جگہ تین اور چار شریک بھجھ مساوی قیمت میں شریک ہوں اور بھجھ مساوی گوشت لیتے ہیں مثلاً گائے سات روپیہ کی ہے چار شریک ہوئے تو پونے دو دو روپے دیا۔ اور تین ہوئے تو ہر شخص نے دو روپیہ پانچ آنہ چار پائی دیا۔ اور گوشت حسب پرتہ لیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب ایک گائے برابر سات بکری کے ہے۔ اور ایک شخص ایک بکری یا ایک گائے یا سات شخص ایک گائے کر سکتے ہیں تو جب چار شریک ہوئے تو ہر شخص نے چوتھائی یعنی پونے دو بکری قربانی کیا۔ اور اگر تین شخص شریک ہوئے تو فی کس نے ۱/۳ حصہ گائے بھجھ مساوی قربانی کیا ایک یا زیادہ بکری تو ضرور ایک شخص کر سکتا ہے یہ پونے اور ڈیوڑھا اور سوائی کی قربانی کیسی لہذا بدلائل معتبرہ بالتصریح و توضیح قول مفتی بہ تحریر فرما کر عنداً اسکا ثواب حاصل فرمائیں ؟

الجواب :- گائے اونٹ میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں یعنی ایک گائے کے

سات مساوی حصے ہو سکتے ہیں سات حصے کرنا ضروری نہیں کہ سات سے کم ہوں تو قربانی ہی نہ ہو اگر دو یا تین یا پانچ یا چھ حصے کئے گئے جب بھی جائز ہے یعنی کوئی حصہ ساتویں سے کم نہ ہو

اور زیادہ ہو تو حرج نہیں ہدایہ میں ہے۔ وتجاوز عن خمسة وستة وثلاثة ذكره محمد

فی الاصل لانه لما جاز عن سبعة فعين دونهم اولى ولا تجاوز عن ثمانية اخذ بالقياس

فيما لا نص فيه وكذا اذا كان نصيب اخذهم اقل من السبع لا يجوز عن الكل لانعدام

وصف القربة في البعض ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تمجوز في الاصح
لانه لما جاز ثلثة الاسباع جاز نصف السبع تبعا له^۱ در مختار میں ہے ولو لاحد هم
اقل من السبع لم يجز عن احد وتجزى عما دون سبعة بالاولی۔ ردالمحتار میں ہے۔
اطلقه فشمّل ما اذا اتفقت الا نسباء قدر الاول لكن بعد ان لا ينقص عن السبع ولو
اشترك سبعة في خمس بقرات او اكثر صح لان لكل منهم في بقرة سبعة اثمانية
في سبع بقرات او اكثر لان كل بقرة على ثمانية اسهم فلكل منهم اقل من السبع۔ والله تعالى اعلم
مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خضی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں
حدیث میں کیا حکم ہے؟

الجواب۔ جائز ہے بلکہ بہتر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی
کی جن کے انبیین کوٹے ہوئے تھے امام احمد والبوداؤد ابن ماجہ ودارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے راوی، فرماتے ہیں ذبیح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح كبشین اقرنین اطمین
موجوین فلما وجههما قال انی وجهت الی ہما رے امام اعظم نے فرمایا افضل ہے لانتہ
اطیب لحما۔ اسکا گوشت اچھا ہوتا ہے اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں ذکر کر
کے فرمایا کہ خضی کی قربانی جائز ہے۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ از سکندر پور ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبد العظیم سلمہ ۱۳ رزی الحجہ ۱۲۶۶ھ
جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر اپنے لڑکے یا بی بی وغیرہ کے نام سے کرے تو اس کے

۱۔ ہدایہ ج ۲ ص ۴۴۴ کتاب الاضحیۃ ۲۔ در مختار و رد المختار ج ۵ ص ۲۲۲ کتاب الاضحیۃ۔

۳۔ الوداؤد ج ۲ ص ۳۸۶ کتاب الضحایا۔ ابن ماجہ ص ۲۲۵ ابواب الاضاحی

ترجمہ :- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے دن سنگوں والے، سفید سیاہ رنگ والے خضی کئے ہوئے دو مینڈھوں کو
ذبح کیا۔ توجیب ان دونوں کو قبضہ رخ ٹاڈیا تو یہ دیکھ کر پڑھی۔ انی وجهت وجهی بذی فطر السنوات والارض علی ملۃ
ابراہیم حنیفا رما انا من الشراکین ان صلاتی ونسکی ومعیای ومما تاتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک
أمرت وأنا من المسلمین اللہم منک ولک عن محمد وعلی اللہ علیہ وسلم وامتہ " مصباحی

ذمہ کا واجب ساقط ہو گا یا نہیں؟ اور یہ قربانی صحیح ہوگی یا اسکی صحت معلق رہے گی اس پر کہ وہ خود اپنے نام سے بھی قربانی کرے یا ایام نحر گزرنے کے بعد قیمت صدقہ کرے؟

الجواب:- جس پر قربانی واجب ہے، او سکو خود اپنے نام سے قربانی کرنی چاہیے۔ لڑکے یا زوجہ کی طرف سے کریگا تو واجب ساقط نہ ہوگا۔ اپنے نام سے کرنیکے بعد جتنی قربانیاں کرے۔ مضائقہ نہیں، مگر واجب کو ادا نہ کرنا اور دوسروں کی طرف سے نفل ادا کرنا بہت بُری غلطی ہے۔ پھر بھی دوسروں کی طرف سے جو قربانی کی، ہوگئی، اور ایام نحر باقی ہوں تو یہ خود قربانی کرے، گزرنے پر قیمت اضحیہ تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ایک عزیز سے کہدیا کہ ایک بکرا یا بھیڑ میرے لئے بھی لے لینا، اور قربانی کے بعد یا قربانی کے ایام ختم ہونے پر قیمت ادا کی، تو قربانی کا ثواب ملیگا یا نہیں، اور قرض لیکر قربانی کرنا کیسا ہے؟

الجواب:- وہ عزیز جو خرید کر لایا ہے زید کا وکیل ہے او سکو یہ اختیار تھا کہ بغیر قیمت وصول کئے زید کو جانور نہ دیتا مگر جب زید کو اس نے دیدیا تو زید اسکی قربانی کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں قربانی کی قیمت پہلے ہی ادا کر دینا ضرور نہیں، ہاں ملک ضروری ہے اور وہ حاصل، اگر قربانی او سپرد واجب ہے اور اس وقت اس کے پاس روپیہ نہیں تو قرض لیکر یا کوئی چیز فروخت کر کے قربانی کا جانور حاصل کرے اور قربانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کے فرش وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں اور اپنی مسجد میں ضرورت ہوتے ہوئے کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں کھال کی قیمت یا چندہ دینا کیسا ہے؟ پہلے حق کس کا ہے؟

الجواب:- قربانی کی کھال مسجد میں بھی دے سکتے ہیں حدیث میں ہے۔ کلووا وادفروا ویتجروا۔ البتہ اگر وہ کھال اس لئے بیچی کہ قیمت اپنے تصرف میں لائے تو اب اس قیمت کو مسجد میں صرف نہیں کر سکتا، بلکہ اس کا تصدق مساکین پر

واجب ہے، اپنی مسجد کا حق زیادہ ہے مگر دوسری مسجد یا مدرسہ میں بھی دینا جائز ہے۔
 اور جہاں زیادہ ضرورت ہے وہاں زیادہ مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بقر عید کی نماز کے قبل قربانی
 کر دے تو خلاف حکم شرع شریف نہ ہوگا؟
الجواب: جہاں عیدین کی نماز جائز ہے، یعنی مصر و فنائے مصر یہاں قربانی کا وقت
 بعد نماز ہے، جب تک نماز نہ ہوئی ہو قربانی نہ ہوگی، بلکہ گوشت کا جانور ہوگا، اور جہاں نماز

لے چوں کہ اپنی مال داری کے لئے قربانی کی کھاں بیچنا ناجائز دگناہ ہے۔ اسکی وجہ سے کھاں کی قیمت پر اس کی ملک
 ملک خبیث ہوگی جس کو دور کرنا واجب۔ اور یہاں اس کی صورت یہی ہے کہ فقراء و مساکین پر تصدق کر دیا جائے کہ اس
 صورت میں یہ صدقہ واجبہ کے قبیل سے ہوگا۔ اور صدقہ واجبہ میں تملیک فقیر شرط ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ حقیقۃ الصدقۃ
 تملیک الفقیر۔ اس لئے اس قیمت کو مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ لیکن اس تصدق کا واجب ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے
 اس کی ذات کی وجہ سے نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔ ردایہ شتری بہ مال لا ینتفع بہ الا باستہلاکہ کالخل و
 الا باذیر اعتباراً بالبیع بالدرہم والمعنی فیہ انہ تصرف علی قصد التمول۔ ولوباع الجلد
 او اللحم بالدرہم تصدق بشمنہ۔ لان القربۃ انتقلت الی بدلہ۔ ۱۰۱۔ حاشیہ ہدایہ عینی میں ہے
 رد قولہ والمعنی انہ تصرف علی قصد التمول وهو قد خرج عن جہۃ التمول فاذا تمولہ بالبیع
 وجب التصدق لان هذا الثمن حصل بفعل مکروہ فیکون خبیثاً۔ فیجب التصدق ۱۰۱۔ ردایہ و حاشیہ ہدایہ جلد ۲ ص ۵۴
 اور اگر اپنے تصرف میں لانے کی غرض سے نہ بیچے۔ بلکہ صدقہ کرنے کی نیت سے بیچے۔ تو جائز، اور اس کی قیمت پر
 ملک، ملک طیب۔ لہذا اس کا تصدق بھی غیر واجب۔ اور مصرف ہر کار خیر و ثواب۔ خواہ مسجد کی تعمیر و مرمت ہو یا
 سامان مسجد لوٹا مصلیٰ وغیرہ یا مدرسین و امام و مؤذن کو بطور امداد و اعانت دی جائے۔ ان سب میں اس کا
 استعمال جائز و حلال۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یبیعہ بالدرہم ینفق الدرہم علی نفسہ و عیالہ
 و لوباعہا بالدرہم یتصدق بہا جائز لانہ قربۃ کا تصدق (ج ۲ ص ۸۲) واللہ تعالیٰ اعلم، آل مصطفیٰ مصباحی

جائز نہیں مثلاً گاؤں وہاں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے قربانی کا وقت ہو جاتا ہے
 تنویر الابصار میں ہے۔ واول وقتہا بعد الصلوٰۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر
 یوم النحر ان ذبح فی غیرہ۔ جناب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شہادت
 الاضحیٰ یوم النحر مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یعد ان صلی وفرغ
 من صلاتہ وسلم فاذا هو یری لحم اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلاتہ
 فقال من کان ذبح قبل ان یصلی او ینصلی فلیذبح مکانہا اخری لے میں یوم النحر میں
 نماز عید میں حضور کے ساتھ حاضر تھا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی حضور نے قربانیوں کا گوشت
 ملاحظہ کیا۔ فرمایا جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہے وہ اسکی جگہ دوسری قربانی کرے۔ رواہ
 الشیخان وغیرہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام حاجی نگر چنگل ضلع چوہیس پرگنہ مرسلہ جناب محمد باب اللہ شاہ
 پیش امام مسجد۔

اگر کوئی معلم چرم قربانی کو مدرسہ کے نام سے یوے حالانکہ اسکی تنخواہ دوسرے
 طریقہ سے معقول ملتی ہو، مدرسہ کے طلبہ میں کوئی غریب فرمان بردار طالب علم بھی نہیں جس کی
 بھی ضرورت ہو بلکہ وہ خود ہی بچکر انکی قیمت اپنے تصرف میں لاتا ہے آیا اس صورت میں اس
 کو چرم قربانی لینا اور دوسروں کا اسکو دینا جائز ہے یا ناجائز نیز چرم قربانی کے مصارف کیا ہیں؟
الجواب:۔ مدرسہ کی اعانت کیلئے چرم قربانی دیا جاسکتا ہے۔ اگر خود اس معلم کو
 لوگ دیں تو دے سکتے ہیں۔ جبکہ اجرت میں دینا لینا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب ازالہ آباد محلہ دارالکلیۃ ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید الضحیٰ میں لوگ قربانی کر کے کفار

کو بھی گوشت بانٹتے ہیں اس کے بابت کیا حکم ہے ؟

الجواب :- یہاں کے کفار کو قربانی کا گوشت نہ دینا چاہئے۔ کہ یہاں کے کفار حربی

ہیں، اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از شیورامپور ڈاکخانہ بانٹ یہ ضلع بلیا مرسلہ جناب عبدالغنی ضا ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بکرا قربانی ہوتا ہے بہت سے بھائی ہندو بھائی کے گھر اپنے دوست آشنا کو ہندو بھائی کو تقسیم کرتے ہیں بہت سے لوگ منع کرتے ہیں کہ دوسری قوم میں نہ دینا چاہئے بہت سے دوسرا بکرا لا کر ہندو بھائی کو تقسیم کرتے ہیں ؟

الجواب :- ہندو تو مسلمانوں کو ذبح و قتل کرنے پر تیار ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ ان

دشمنان دین کو اب تک آپ لوگ بھائی اور دوست ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید

میں فرمایا۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ۔ اے ایمان

دالوں میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ سوال کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں کو نہ قربانی

کا گوشت دینا جائز ہے نہ اور دوسرا بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت دینا جائز کہ جو جانور خدا کی

عبادت کیلئے ذبح کیا گیا اور سکا گوشت خدا کے دشمن کو دیکر خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی، یا

ناخوشی۔ اسکو ہر عاقل جان سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ضلع بلیا۔ مرسلہ مولوی عبدالغظیم صاحب ۶ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ

ماقولکم ایہا العلماء الکرام فی ہذہ المسائل رحمکم اللہ الملک العلام

سٹ ہندوستان میں عموماً قربانی کے جانور ایام نحر سے پہلے ہی خرید لیتے ہیں اور خریدنے

کے بعد اسی معین جانور کی قربانی کی نیت ایام نحر سے پہلے کر لیتے ہیں، بلکہ خریدتے وقت

ہی قربانی کی نیت ہوتی ہے اور اسی قربانی ہی کی نیت سے خریدتے ہیں اور قبل از ایام نحر

جانور اس وجہ سے خرید لیتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کریں تو خاص ایام نحر میں بسا اوقات جانور میسر

نہونگے اکثر افراد ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایام نحر تو کجا ماہ ذی الحجہ سے بھی مہینوں پہلے ہی نیت قربانی

جانور خرید کر پرورش کرتے ہیں یا خانہ زاد جانور ہے اور مہینوں پیشتر قربانی کی نیت کر لیتے ہیں چنانچہ ہر صورت میں پوچھنے پر یہی جواب دیتے ہیں کہ قربانی کیلئے خریدا یا رکھا ہے، مالدار وغریب دونوں ہی ایسا کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا کن صورتوں میں وہ خریدا ہوا یا خانہ زاد معین جانور جسکی قربانی کی نیت کی گئی ہے نذر ہو گیا، کیا ان صورتوں میں مالداروں پر یا غریبوں پر جو ایام نحر میں مالدار ہو گئے دوسری قربانی بھی بہ سبب غنی واجب ہے اگر نہیں تو ردالمحتار کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے جو۔ ولو ترک التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر لعینۃ۔ کی تحت میں ہے وہی ہذہ بدائع کی عبارت نقل کر کے اس کے حصہ اوقال جعلت ہذہ الشاة اضحیۃ کے متعلق فرماتے ہیں وقد استفید منه ان الجعل المذكور نذر۔ بینوا توجروا

سب ایام نحر سے پہلے خریدنے کے علاوہ عموماً اپنے متعلقین واجب کے سامنے لوگ قربانی کا ارادہ ظاہر کرتے اور بہ نیت قربانی جانور کے خریدنے کا تذکرہ اور چرچہ کرتے ہیں کہ اس سال میں بکر قربانی کروں گا۔ یا گائے قربانی کروں گا۔ فلاں تم ذرا میرے ساتھ فلاں دن یا فلاں وقت چلنا قربانی کیلئے جانور خریدنا ہے۔ اور سب کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ خدا ہی کیلئے قربانی کروں گا۔ اگرچہ اس تذکرہ اور چرچہ میں مالداروں کی نیت اسی قربانی کی ہوتی ہے۔ جو منجانب شرع بہ سبب غنی ان کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔ لیکن عبارات بدائع و شامی اس تذکرہ و چرچہ کو بھی نذر ٹھہرا کر ایام نحر میں مالدار ہونے کی تقدیر پر دو قربانیاں واجب کرتی ہیں۔ چنانچہ اسی عبارت سابقہ کے سلسلے میں اولاً بدائع سے نقل فرمایا۔ ولوقبل ایام النحر لزومہ شاتان بلا خلاف لان الصیغۃ لاتحمل الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت وكذا لو كان معسرا ثم انیس فی ایام النحر لزومہ شاتان الخ۔ اب علامہ شامی خود فرماتے ہیں۔ ومقتضى هذا ان الموسر اذا نذر فی ایام النحر وقصد الاخبار لم یکن ذلک منه نذراً حقیقۃ وان لزوم الشاة علیہ

بایجاب الشرع۔ اما اذا اطلق ولم يقصد الاخبار او كان قبل ايام النحر او كان معسرا
فايسر فيها فانه وان لزمته شاة اخرى بالنذر لكنها لم تكن واجبة قبل الواجبة
غيرها فهو نذر حقيقة وعلى كل فلم يوجد نذر حقيقي بواجب قبله فانفع الحال
وطاح الاشكال الخ۔

پھر مقام موعود میں بھی دس قربانی نذر کی بحث میں یہی مضمون ادا کیا کہ قال
اقول وبالله التوفيق ان كتب المذهب طائفة بصحة النذر بالاضحية من الغنى
والفقير وقد منا ان الغنى اذا قصد بالنذر الاخبار عن الواجب عليه وكان في ايام
النحر لزمه واحدة والا فثنتان قال الزيلعي يلزمه اخرى الا اذا عني به الواجب عليه
فاذا نذر عشر اضحيات لم يحتمل الاخبار عن الواجب اصلا كما قدمناه عن البدائع
من ان الغنى لو نذر قبل ايام النحر ان يضحي شاة لزمه شاتان احدهما بالنذر
والاخرى بالغنى لعدم احتمال الصيغة الاخبار عن الواجب اذا لا وجوب قبل الوقت وكذا
لو نذر وهو فقير ثم استغنى وهناك ذلك لعدم وجوب العشر فليزمه اهـ ملتقطا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب پہلے سے جانور کو بہ نیت قربانی خرید لینا۔ خرید کر پالنا۔ یا خازن
جانور کے حق میں قربانی کی نیت کر لینا بہ سبب تعیین کے اس کو نذر کر دیتا ہے۔ ايام النحر سے پہلے
احباب و متعلقین سے یہ کہنا کہ قربانی کرونگا۔ نذر ہو گیا۔ اور بر تقدیر مالدار پر دوسری قربانی
جو بایجاب شرع واجب ہوئی وہ بدستور واجب ہے۔ جب تک دوسری قربانی نہ کرے
سبکدوش نہیں ہو سکتا تو آخر جانور کے خریدنے پالنے اور نیت قربانی کے ظاہر کرنے میں
اب وہ کون سی صورت اختیار کرے کہ وہ جانور نذر نہ ٹھہرے نہ اسکا یہ قول کہ (قربانی کرونگا
نذر ٹھہرے۔ ورنہ ہندوستان کے تقریباً تمام اطراف میں یہی حالت ہے، جو دونوں سوالوں
میں عرض کی گئی، تو اب سوائے ان غریبوں کے جن کو ايام نحر میں بھی قدر احباب پر دسترس
نہ ہوئی شاید و باید ہی کوئی شخص فریضہ اضحیہ سے سبکدوش ہوتا ہوگا۔ کیوں کہ عموماً جانور

پہلے ہی خرید کر معین کر دیتے ہیں۔ اور اگر معین نہ کریں یا ایام نحر سے پہلے نہ خریدیں جب بھی سخت مشکل ہے کہ آخر ذبح یا نحر سے پہلے ضرور ہے کہ جانور کو معین کر لیا کہ یہ جانور قربانی کر دینا اور اس کے متعلق علامہ شامی بھی فرما چکے کہ قد استفيد منه ان جعل المذكور نذیر تو چاہے کتنی ہی قربانیاں کرے جب تک خاص اخبار عن الواجب کی نیت سے معین کر سکا سبکدوش نہیں ہو سکتا اور ایام نحر سے پہلے خرید لینے کی صورت میں یا کسی سے ارادہ ہی ظاہر کرنے کی صورت میں تو نذر سے بچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں سمجھ میں آتا چاہے جتنی قربانیوں کی نیت کرے جتنے جانور خرید لے سب نذر ہو جاتے ہیں۔ بینوا وحقوالمقام توجروا بالاجور الجزیة عند الملک المتعا
 ص ۳۱۰۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام واولیاء عظام سابقین میں سے کسی کی طرف سے یا اپنے خاندان کے کسی مسلمان میت خواہ اور کسی مسلمان میت کی طرف سے اپنے مال سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو خود اس میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

ص ۳۱۰۔ اکثر عوام بلکہ بعض مولوی صاحبوں سے بھی ایسا سنا جاتا ہے کہ حرم قربانی مسجد کی کسی ضرورت کیلئے مسجد میں دینا اور صرف کرنا ناجائز ہے کیا اس عدم جواز کی کوئی اصل بھی ہے بعض ان مولوی صاحبوں سے جو عدم جواز کے قائل ہیں اسکی اصل پوچھی لیکن نہ بتا سکے اور فقیر کے سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ لہذا جو حق ہو تحریر فرمایا جائے؟ بینوا توجروا
 ص ۳۱۰۔ کیا بھیڑ چھ ماہ کی حسب القدر فرہ ہو کہ ایک سال والوں سے ممتاز ہو سکے قربانی کیلئے جائز نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ۲۔ عبارت بدائع وعلامہ شامی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی نذر درست ہے۔ لہذا اگر کسی نے قربانی کی منت مانی، تو اس منت کی بناء پر اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔ پھر اگر یہ منت ایام نحر میں ہے اور وہ شخص فقیر ہے تو فقط یہی نذر والی قربانی واجب ہوگی۔ اور غنی ہے تو اسکے علاوہ ایک دوسری قربانی بھی جواجا بشرع

سے واجب تھی واجب ہوگی۔ یعنی اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی اور اگر ایام نحر میں صیغہ نذر بولا اور نیت خبر ہے تو نذر نہیں اور نیت نذر ہے یا کچھ نیت نہ ہو تو نذر ہے اور اگر ایام نحر سے پہلے ایسا صیغہ بولا یا وقت تلفظ فقیر تھا پھر مالدار ہو گیا۔ تو نذر ہی ہے کہ ان صورتوں میں خبر کی نیت کرے بھی تو صحیح نہیں بدائع الصنائع کا یہ قول کہ جعلت هذه الشاة اضحية صیغہ نذر ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اس کو اضحیہ کر دیا اور یہ کہ قربانی کر دیا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب بعد قربانی یہ الفاظ بولے جائیں اور جب قربانی سے پہلے تلفظ کیا تو خبر دینا صحیح نہ ہوا۔ اور اسکی تصحیح یوں نہیں ہو سکتی ہے کہ اس لفظ سے وجوب کی خبر دیتا ہے، اور خبر بالوجوب دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ یا وہ وجوب ایجاب شرع سے ہو گا۔ یا خود ایجاب عبد سے مستفاد ہو گا اور ایجاب شرع صرف وہ وجوب ہے جو غنی پر ایام نحر میں ہوتا ہے۔ لہذا اگر یہ لفظ غنی ایام نحر میں کہے اور نیت اس واجب سے خبر دینے کی ہے جو جانب شرع سے ہے تو نیت صحیح ہے اور صیغہ نذر نہ رہے گا اور اگر ایام نحر سے قبل کہے یا فقیر نے یہ لفظ کہے تو ایجاب شرع موجود نہیں۔ لہذا ایجاب عبد مراد ہو گا اور یہ لفظ اگرچہ حقیقتہ خبر ہے مگر خبر کیلئے محلی غنہ ہونا چاہیے اور یہاں ایجاب عبد بھی نہیں جس سے اخبار صحیح ہو۔ لہذا اس لفظ کو خود انشاء ایجاب قرار دیا جائے گا اور ایجاب کا افادہ یہی لفظ کرے گا جیسا کہ تمام اشارات۔ انت حر۔ انت طالق۔ میں ہی صورت بعینہا اختیار کی گئی ہے۔ اسکے بعد میں نے بدائع کو دیکھا اسکی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہے جو بیان کیا وہ یہ ہے۔

ولنا ان هذه الصيغة في عرف الشرع جعلت انشاء كصيغة الطلاق والعتاق لكنها محتمل الاخبار فيصدق في حكم بينه وبين ربه عز شأنه ولو قال ذلك قبل ايام النحر يلزمه التضحية بشاتين بلا خلاف لان الصيغة لا محتمل الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت والاخبار عن الواجب

ولا واجب يكون كذا بافتعين الانشاء مراد ابهاو كذا لوقال ذلك وهو معسر ثم ايسرفي
ايام النحر فعليه ان يضعى بشاتين لانه لم يكن وقت النذر اضحية واجبة عليه فلا يعمل
الاخبار فيعمل على الحقيقة الشرعية وهو الانشاء فوجب عليه اضحية بنذره واخرى
باجباب الشرع ابتداء لوجود شرط الوجوب وهو الغنى^{لـ}

ثم اقول یہ تقریر اس بنا پر ہے کہ تمام الفاظ کیلئے علامہ شامی وصاحب بدائع
ایک ہی حکم ہو کہ ایام نحر میں اخبار کی نیت صحیح ہے۔ اور غیر ایام نحر میں نذر کیلئے متعین ہیں
یعنی جعلت هذه النشاة اضحية بھی اسی حکم میں داخل ہو مگر اس فقیر کا خیال ہے کہ
جعلت هذه النشاة اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور دیگر الفاظ نذر مثلاً لله علی ان اضحی وغیرہ جو
ایجاب شرع سے اخبار کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا یہ حکم ہے اور جعلت النحر اخبار عن ایجاب
الشرع کا محتمل نہیں کہ اس جعل کو متکلم اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ پھر ایجاب شرع سے
یہ کیوں کہ اخبار ہو گا۔ اس مختصر تمہید کے بعد سوال کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے جو
سوال میں ہیں کہ قربانی کیلئے خریدا ہے یا رکھا ہے یا اسکی قربانی کر دینگا۔ یا اس قسم کے دیگر
الفاظ سے جو اس موقع پر عام طور سے بولے جاتے ہیں نذر نہیں ہوگی۔ اور ان لوگوں پر دوسری
قربانی واجب نہ ہوگی۔ کہ یہ الفاظ جعلت هذه النشاة اضحية کے معنی میں نہیں ان الفاظ
سے یہ خبر دیتا ہے کہ ایام نحر میں اسکی قربانی کر دینگا اس ارادہ کا اظہار ہے یا خریدنے
کی غایت و مقصد کا بیان ہے۔ نہ یہ کہ اپنے ذمہ واجب کرنے سے اخبار یا انشاء ان
دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ کروں گا اور کر دیا ان میں یہ فرق ہے کہ پہلا اضحیٰ کا
ترجمہ ہے جس میں جعل کا پتہ نہیں اور نذر کے اس صیغہ میں لفظ جعل ہے جس طرح
اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے ان کو طلاق دی تو طلاق ہو گئی کہ یہ انشاء طلاق ہے۔ اور اگر یہ
کہے کہ طلاق دوں گا تو طلاق واقع نہ ہوئی کہ یہ ارادہ طلاق سے اخبار ہے نہ کہ انشاء اسی طرح
میں نے اس کو اضحیٰ کر دیا انشاء ہے اور اس سے نذر ہو جائے گی اور قربانی کر دینگا

ارادہ کی خبر ہے یہ نذر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳۔ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام اور دیگر اموات مسلمین کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور فرمایا۔ عن لم یضح من امتی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کی۔ ابو داؤد و ترمذی میں خشش سے روایت ہے کہتے ہیں روایت علیا یضعی بکبشین فقلت لہ ما ہذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او صافی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔ بدائع الصنائع میں ہے ان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انہ یجوز ان یتصدق عنہ ویحج عنہ و قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین احدہما عن نفسه والاخر عن لا ید بع من امتہ وان کان منہم من قدمات قبل ان ید بع فدل ان المیت یجوز ان یتقرب عنہ فاذا ذبح عنہ صار نصیبہ للقربۃ۔ اور اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے دوسرے کو بھی کھلا سکتا ہے۔ ہدیہ میں ہے ویاکل من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء والفقراء ویدخرہ بین الحقائق میں ہے و ہذا فی الاضحیۃ الواجبۃ والسنة سواء اذا لم تکن واجبۃ بالنذر وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبہا ان یاکل منها شیئا ولا ان یطعم غیرہ من الاغنیاء سواء کان الناذر غنیا وفقیرا لان سبیلہا التصدق ولیس للمتصدق ان یاکل من صدقۃ ولا ان یطعم الاغنیاء شلیبہ میں ہے قال فی شرح الطحاوی

لہ ترجمہ:۔ میت کی طرف سے حصول تقرب کو موت ختم نہیں کرتی اس پر دلیل یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مینڈھے کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امتیوں کی طرف سے جو قربانی دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، اگرچہ ان میں سے کچھ وہ حضرات بھی تھے جن کا انتقال ذبح سے پہلے ہو چکا تھا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے تقرب جائز ہے لہذا اگر میت کی طرف سے ذبح کیا جائے تو قربت (ثواب) میں اس کا حصہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۲، کتاب التضییعہ ثریفا، آل مصطفیٰ مصباحی)

ولا يجوز الاكل من الدماء الا من اربعة من الاضحية ودم المتعة ودم القران ودم التطوع اذ بلغ محله وهو الحرم يعني لا يجوز الاكل من دماء الكفاسات والندوس وهدى الاحصار وهدى التطوع اذ لم يبلغ محله . بلکہ خود حدیث بھی بتاتی ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے حدیث یہ ہے . اذ اضحیٰ احدکم فلیا کل من اضحیۃ ویطعم غیرہ کہ جب اس نے ہی قربانی کی ہے تو بمقتضائے حدیث تو خود اس سے کھا بھی سکتا ہے نیز یہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو قربانیاں کی تھیں ایک اپنی طرف سے اور ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ، اور بدایع میں ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی . انه قال لعلامة قبر حین ضعی بالكبشین یا قبر خذ من کل واحد منهما بضعة وتصدق بهما بجلودهما وبرؤسهما و باکارعہما . معلوم ہوا کہ ان مینڈھوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہما نے خود کھایا لہذا اگرچہ دوسرے کی طرف سے قربانی کرے خود کھا سکتا ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم ج ۲؎ یہ غلط ہے کہ مسجد میں حرم قربانی کو صرف نہیں کیا جاسکتا ، کہ حرم قربانی واجب تصدق نہیں کہ مساکین ہی کا حق ہو ، بلکہ قربانی گرنیوالا خود بعینہ اس کھاں کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے مثلاً مشک یا ڈول بنائے یا کتابوں کی جلد میں لگائے بلکہ عین باقی سے اس کا استبدال بھی کر سکتا ہے جبکہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے البتہ اگر دراہم و دنانیر کے بدلے میں نیچے تو اب ان کا تصدق واجب ہو جاتا ہے حدیث میں ہے کلو اواذ خروا واُتجروا . کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور نیک کام کرو مسجد کو دینا . بھی نیک کام ہے لہذا جائز ہے . اور یہ حدیث اگرچہ گوشت کے بارے میں ہے . مگر پوست کا وہی حکم ہے جو گوشت کا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے واللحم بہنزلۃ الجلد فی الصحیح البتہ قول غیر صحیح میں گوشت میں صرف کھانا یا

کھلانا ہے اور عین باقی کے ساتھ استبدال جائز نہیں تو تخصیص جانب لحم سے ہے نہ جانب جلد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۵۔ چھ ماہ کی بھیڑ جو ایک سال والی سے مشابہ ہو اس کی قربانی حکم ہے تبین الحقائق میں ہے۔ وجاز الثنی من الکب والجزع من الضان لقوله عليه الصلوة والسلام لاتذبحوا الا سنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان رواه البخاری ومسلم واحد وجماعة وقال عليه الصلوة والسلام يجوز العذع من الضان اضحية رواه ابن ماجة وقالوا هذا اذا كان العذع عظيما بحيث لو خلط بالثنيات يشبه على الناظر من بعد والعذع من الضان ما تمت له ستة اشهر عند الفقهاء، شلبیہ میں ہے، وروی اصحابنا فی کتبہم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال نعت الاضحية العذع من الضان وروی محمد فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم فی العذع من الضان یضعی بہ قال یجزی والثنی افضل۔ واللہ تعالیٰ وعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ شیخ عبد الحفیظ صاحب قادری رضوی از جاتس محلہ شیخانہ ضلع رائے بریلی ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مطہرہ کا مسئلہ ذیل میں۔

قربانی کی کھال مدرسہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر دی جاسکتی ہے تو کس مدرسہ میں کیا مسجد میں یہ کھال صرف کی جاسکتی ہے؟

الجواب:۔ چرم قربانی کو کار خیر میں صرف کرنا جائز ہے۔ دینی مدرسہ بھی امور خیر سے اس میں بھی صرف کر سکتے ہیں حدیث میں فرمایا کلووا وادخروا وابتعروا ودرختارو غیرہ میں ہے ویصدق بجدھا و یعمل منہ نعو غربال وجراب ویدلہ بما ینتفع بہ باقیہ۔ مسجد میں بھی صرف کرنا جائز ہے۔ مدرسہ میں اگر مدرس کی تنخواہ نہیں ہے اور مدرس کو

چرم قربانی بطور اعانت دیا جائے تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور اگر مدرس کی تنخواہ ہے تو کھان کو تنخواہ میں نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ کو ان کھانوں کا مالک کر دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے تنخواہ مدرسین میں صرف کرے کہ اس صورت میں جس نے قربانی کی اس نے کسی معاوضہ میں نہیں دیا بلکہ اس کا دینا بلا معاوضہ ہے اور جسے دی گئی وہ اب ہر طرح صرف کر سکتا ہے۔ متولی یا مہتمم مدرسہ اگر مالدار ہو جب بھی اس کو دے سکتے ہیں کہ پوست قربانی میں یہ شرط نہیں کہ فقرا ہی کو دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: - مرسلہ مولانا عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یوم پنجشنبہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم محمد آباد گوہنہ کے رہنے والے ہیں۔ ایک گائے مویشی خانہ سے بازار میں نیلام ہونے کو آئی جو کہ ہم نے بولی بول کر خرید لیا تو اب وہ قربانی کے نام جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو سکتی ہے تو کس طریقہ سے؟ بینوا تو جروا

الجواب: - قربانی کے جانور کا قربانی کرنے والے کی ملک ہونا ضروری۔ دوسرے کے جانور کی قربانی نہیں کر سکتا۔ مویشی خانہ کے نیلام کرنے سے اور بولی بول کر لینے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوتا۔ یہ جانور کسی کے مطالبہ میں نیلام نہیں کیا جاتا اور نیلام کر کے ثمن نہ مالک کو دیا جاتا ہے نہ کسی کا جائز مطالبہ اس سے ادا کیا جاتا، لہذا ملک مالک سے خارج نہیں ہوتا ایسے جانور کو ذبح کرنے سے قربانی نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: - مسئلہ عثمان غنی ولد عبدالرحمن محلہ چھسپاں بڑی مسجد کے قریب پالی ماڑ واڑ کسی صاحب نصاب کو اپنے احباب میں سے کوئی شخص بطور تحفہ ایک بکرا دیا۔ کیا یہ بکرا آخذ کیلئے بطور اضحیہ کافی و جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: - جبکہ دینے والے نے وہ بکرا تحفہ اس کو دیا اور اس نے قبول کر لیا اور قبضہ بھی کر لیا تو مالک ہو گیا۔ اس کو اپنی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از پالی مار وار محلہ چھپیان علاقہ جو در چھوڑ مرسلہ عثمان غنی ولد عبد الرحمن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

قربانی کی کھال کا پیسہ اپنے بھائی اور اپنے والدین کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- قربانی کی کھال اگر اپنے لئے بقصد تمول نہی تو اس قیمت کا صدقہ کرنا مسکین

پر واجب ہے اور اس صورت میں اپنے والدین کو دینا جائز نہیں اور بھائی اگر مالک نصاب نہ ہو تو اس کو دے سکتے ہیں اور قربانی کی کھال ہی کو اگر اپنے بھائی یا والدین کو دیدے تو جائز ہے

پھر وہ بیچ کر اپنے صرف میں بھی لاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد خلیل صاحب قادری از جنین پور مدرسہ عربیہ النوار العلوم

ضلع اعظم گڑھ ۲۸ ذیقعدہ ۱۹۶۶ء

(۱) جانور دستیاب نہیں ہو رہا ہے میں بھی جانور کی تلاش میں ہوں مگر ابھی کوئی جانور نہیں ملا

خزاجی صاحب کے یہاں ایک گائے ہے مگر گابھن ہے دو مہینہ میں بچہ دے گی۔ محلے میں بکریاں

بہت ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ قریب قریب سب گابھن ہیں۔ بعض جانور پندرہ

بیس روز کے گابھن ہیں۔ بعض زیادہ کے۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر باوجود کوشش کے وقت پر سوائے

گابھن کے دوسرا جانور نہ ملے تو آیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟ اور بصورت جواز واجب و

نفل دونوں قربانیاں ہو سکتی ہیں یا صرف واجب ؟

(۲) جو لوگ گائیں قربانی کی نیت سے خرید چکے ہیں۔ بطور فرض اگر وہ گائے کی قربانی نہ

کر سکے اور اسکے بجائے دوسری قربانی بکری وغیرہ کی کر ڈالی۔ تو آیا اس صورت میں بھی اس

پر گائے کا صدقہ کرنا واجب ہے یا اپنے مصرف میں بھی لاسکتے ہیں ؟

الجواب :- (۱) گابھن جانور کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ مگر گابھن ہونا معلوم ہے تو احتراز

اولیٰ ہے اور اگر صرف پندرہ بیس روز کا گابھن ہے تو اس میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

(۲) جس شخص نے گائے خرید لی ہے اور قربانی نہیں کر سکا اگر وہ شخص فقیر یعنی غیر مالک نصاب

نصاب ہے تو اسپر اسی کی قربانی کرنی ضروری ہے۔ یا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور غنی ہے تو دوسرا جانور بھی قربانی کر سکتا ہے اور خریدے ہوئے کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیر آبادی از مدرسہ عربیہ مالیکانہ ضلع ناسک ۲۱/۲ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے موقع پر جب کہ مسلمانوں کے جان و مال کا بے حد خطرہ ہے اور حکومت بھی ہندوؤں کی ہے۔ اور لیگی بڑے زور و شور سے اس طرف قربانی گاؤں کے لئے منع کر رہے ہیں جیسا کہ اخباروں سے ظاہر ہے۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارج ملتوی کر دیئے تھے تاکہ مسلمانوں کی جان محفوظ رہے۔ تو اگر امسال اسی خوف سے گائے کی قربانی نہ کی جائے تو بہتر ہے؟

اجواب:- فقیر کے پاس یہ سوال اس وقت پیش ہوا جبکہ عید الاضحیٰ کو گذرے ہوئے ڈیڑھ ہفتہ ہو گیا ہے جن کو قربانی کرنی تھیں کر چکے، بہر صورت سوال کا جواب یہ ہے کہ گائے کی قربانیاں جہاں ہوتی چلی آئی ہیں اب بھی ہونی چاہئے جو لوگ قربانی گاؤں کو روکنا چاہتے ہیں اور اسکے متعلق طرح طرح کے حیلے تراشتے ہیں ان کی بات قابل سماعت نہیں، قربانی گاؤں شعائر اسلام میں سے ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَالْبَدَنُ جَعَلْنَا هَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فِيهَا خَيْرٌ اَوْ نَطَّ اور گاؤں ہم نے تمہارے لئے اللہ کے دین کے شعائر میں سے کیا ان میں تمہارے لئے خیر ہے، گائے کی قربانی کو حکومت ہند نے اب تک نہیں بند کیا نہ اسکے متعلق کوئی قانون بنایا مذہب سے ناواقف اور دین سے غدار ہندوؤں کی خوشامد میں مسلمانوں کا یہ شرعی و دینی حق جو انھیں صدیوں سے حاصل ہے اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ اگر اس سال نہ کریں تو سال آئندہ اون کیلئے کیا چیز ایسی ہاتھ آجائیگی جس کی بنا پر قربانی کرنے پر وہ تیار ہو گئے بلکہ ہنود کے نزدیک وہ اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ قربانی گاؤں ایک بالکل اختیاری فعل ہے مسلمان چاہیں اوسکو کریں یا نہ کریں اور ہو سکتا ہے اس صورت میں مخالفت کا کوئی

قانون بن جائے جسکی وجہ سے وہ اس سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جائیں، ہندوستان میں عموماً جہاں گائے کی قربانیاں ہوتی ہیں قربانی کرنے میں یقینی طور پر جانی خطرہ نہیں، محض ہنود کے شور کر دینے کا نام خطرہ جان نہیں رکھا جاسکتا، اگر کسی جگہ پر واقعی اور صحیح طور پر ایسا خطرہ ہو تو وہاں کے لوگوں کو ترک کرنے کی اجازت ہے نہ کہ سبھی جگہ سے اس قربانی کو بند کر دیا جائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج تو کبھی کفار کی وجہ سے ملتوی فرمایا نہیں، ہاں عمرہ حدیبیہ ضرور ملتوی فرمایا تھا مگر مطلقاً وہ بھی نہیں بلکہ اس موقع پر کفار سے مصالحت فرمائی جس میں یہ بات بھی طے پائی کہ سال آئندہ عمرہ فرمائیں گے یہاں قربانی گاؤں کے متعلق ان لوگوں نے ہنود سے کون سی ایسی مصالحت کر لی ہے کہ اس سال گائے کی قربانی نہیں کریں گے اور سال آئندہ یہ قربانی ہوگی جس میں ہنود کی جانب سے روک ٹوک نہیں ہوگی۔ کہاں حدیبیہ کی صلح اور کہاں ان لوگوں کا اپنی جانب سے قربانی کی روکاؤٹ۔ بینہما بون بعیدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیر آبادی از مالیکاؤں مدرسہ عربیہ حنفیہ دار محرم الحرام ۱۳۶۷ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوزی الحجہ کو شام کے وقت حکومت ہند کی جانب سے یہ اعلان ہوا کہ مسلمان جہاں جہاں اپنی قربانیاں کرتے تھے۔ وہاں نہ کریں بلکہ سلا کر باؤس رندج، میں اپنی گائیں لے جا کر قربانی کریں پھر دس ذی الحجہ کو سکھوں کی مسلح فوج آئی اور یہ کہا کہ اگر پندرہ منٹ کے اندر یہاں سے اپنے جانور سلا کر باؤس نہ لیگئے تو تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ختم کر دیا جائے گا مجبوراً سب لوگ اپنے اپنے جانوروں کو لے گئے اور تقریباً سات آٹھ سو تک گائیں ذبح ہو گئیں۔ اس کے بعد سکھ لوگ مع اسلو سلا کر باؤس پہنچے اور جو گائیں ذبح کرنے سے باقی رہ گئیں انہیں تھیں لوگوں سے چھین چھین کر رسیاں کاٹ کر بھگا دیں

لے تفصیل کے لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ در انفس الفکر فی قربان البقر، کا مطالعہ کیا جائے۔ مصباحی

اور جو بوتل اسے سخت مار مارتے اگر مسلمان کچھ بھی چون و چرا کرتے تو مالیکاؤں کے سب مسلمان ختم کر دیے جاتے اس صورت میں کفش بردار نے فتویٰ دیدیا کہ جن کے پاس گائے رہ گئی ہے وہ روک لیں بجائے گائے کے جن پر قربانی واجب ہے۔ ایک بکری یا بکرا قربانی کریں۔ اور اگر بکری یا بکری اس کس بکری کی حالت میں نہ ملے یہاں تک کہ قربانی کے ایام گزر جائیں تو گائے کو زندہ صدقہ کر دیں مسلمانوں نے اسی پر عمل کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حضور یہ جو کچھ میں نے کہا شریعت غرہ کے موافق ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے تھی جبکہ جان کے لالے پڑے تھے؟

(۲) بعد گزرنے ایام نحر کے جتنی قیمت گائے کی تھی اتنی ہی فروخت نہ ہو سکی۔ بیس پچیس تیس کم پر بعض لوگوں نے بیچی تو کیا یہ جتنی کمی ہے اسے اپنی جانب سے صدقہ کرے تاوان دے کیا اس قدر کمی کے ساتھ جو گائے فروخت کی گئی اور جتنی قیمت ملی وہ صدقہ کر دی گئی تو ادائے وجوب کیلئے کافی ہوگی یا کیا صورت ہوگی؟

(۳) زندہ ہی صدقہ کرے یا فروخت بھی کر سکتا ہے ردالمحتار و عالمگیری و ہدایہ میں ہے کہ زندہ صدقہ کر دے ہاں عالمگیری میں اتنا ضرور پتہ چلا کہ اگر بیچنے میں اتنی کم قیمت پر بھی کہ اندازہ کرنے والے بہت کم بتائیں تو اس صورت میں کمی پوری کرنی ہوگی صحیح کیا ہے۔ بنوا توجروا

الجواب (۱)۔ جبکہ حکومت کی جانب سے مسلمانوں پر قربانی گاؤں کے متعلق ایسے سخت احکام جاری ہوئے اور مسلمان حکماً اور جبراً اس ادائے واجب سے روک دیئے گئے اور مسلمانوں کے قتل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو اس صورت میں گائے کی قربانی نہ کرنے میں وہ معذور ہیں تحفظ جان کیلئے جو آنعزیز نے فتویٰ دیا وہ صحیح تھا۔ پھر وہ اگر قربانی کا جانور معین ہے مثلاً یہ شخص فقیر (یعنی غیر مالک نصاب) ہے اور اس نے قربانی کیلئے جانور خریدا، یا اس نے کسی معین جانور کے قربانی کرنے کی منت مانی ہے جب تو اس پر یہ لازم نہیں کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے، بلکہ ایام نحر گزر جانے کے بعد بعینہ اس جانور کو صدقہ کر دے، اور اگر اس جانور کو ایام نحر گزر جانے کے بعد ذبح کر ڈالا تو گوشت کو صدقہ کر ڈالے اور اس صورت میں اگر گوشت پوست کی قیمت میں زندہ جانور

کی قیمت سے کچھ کمی ہو تو اس کمی کو بھی صدقہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں بجائے
زندہ جانور صدقہ کرنے کے اس کی قیمت صدقہ کرے درمختار میں ہے ولو ترک التضيعة و
مضت ايامها تصدق بهما حية ناذر لمغنية ولو فقيرا لوزد بهما تصدق بلحمهما ولو
نقصهما تصدق بقيمة النقصان ايضا ولا ياكل الناذر منها فان اكل تصدق بقيمة
ما اكل وفقير شرها لهما لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعهما. روالمختار میں ہے
قوله تصدق بهما حية لوقوع الياس عن التقرب بالاراقة وان تصدق بقيمتها
اجزاءه ايضا لان الواجب هنا التصدق بعينها وهذا مثله فيما هو المقصود اه ذخيرہ
اور اگر وہ شخص غنی یعنی مالک نصاب ہے اور اس نے بجائے اس گائے کے بکری یا بکرے کی قربانی
کی تو اب اسے ایام نحر گزر جانے کے بعد اس جانور کا نہ تصدق کرنا واجب ہے نہ ایام نحر میں
اسکی قربانی ضروری، کہ جو قربانی اس کے ذمہ واجب تھی ادا کر چکا۔ یہی من حیث النظر ظاہر۔
چنانچہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا پھر اس قربانی کرنے
والے نے اگر دوسرا جانور خرید لیا ہے اس کے بعد وہ پہلا جانور مل گیا تو فقیر پر دونوں کی قربانی
ضروری ہے اور غنی پر صرف ایک کی واجب درمختار میں ہے ولو ضلت او سقت فشری
اخری فظہرت فعلى الغنى احداهما وعلى الفقير كلاهما۔ پھر اگر غنی نے پہلے جانور کی قربانی
کر لی تو اگرچہ اسکی قیمت دوسرے سے کم ہو وہ بالکل کافی ہو گئی اس قربانی کے سوا اس پر
کوئی چیز لازم نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی ہے اور یہ دوسرا پہلے جانور سے قیمت میں
کم ہے تو جتنی کمی ہے اسکو صدقہ کرے ہاں اگر اس غنی نے پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب کسی چیز
کا تصدق اس پر لازم نہیں روالمختار میں ہے لوضعی بالاولی اجزاءه ولا يلزمه شئ و
لو قيمتها اقل وان ضعی بالثانية و قيمتها اقل تصدق بالزائد قال فی البدائع
الا اذا ضعی بالاولی ايضا فتسقط الصدقة لانه ادى الاصل فی وقته فيسقط الخلف۔

تو جس طرح گم ہو جانے یا چوری ہو جانے کی مجبوری سے غنی پر دونوں کی قربانی واجب نہ ہونی حالانکہ دوسرا جانور اسکی جگہ پر خرید چکا ہے صرف ایک ہی کی قربانی کافی ہے اسی طرح یہاں جبکہ حکومت کی طرف سے گاؤ کی قربانی ممنوع قرار پائی تو اس گاؤ کے ذبح کرنے میں گم ہونے اور چوری ہو جانے سے بڑھکر مجبوری اور معذوری ہے کہ یہاں جان کا خطرہ ہے لہذا اگر بکریوں کی قربانی گاؤ کی جگہ پر کر چکے ہیں تو واجب ادا ہو چکا اور اس گاؤ کا تصدق اغنیاء پر لازم نہیں ہاں اگر بفرض بکری کی قیمت گاؤ کے ساتویں حصے سے کم ہو تو اس کمی کو صدقہ کر دے جیسا کہ سرقہ وغیرہ کی صورت میں صدقہ کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ عید الاضحیٰ کے چند روز قبل سے جانوروں کی قیمتیں خریداروں کی کثرت کی وجہ سے زیادہ ہو جایا کرتی ہیں۔ اور ایام نحر گزرنے کے بعد قیمتیں کم ہو جاتی ہیں پس صورت مسئلہ میں کرنا تو یہ چاہیے تھا کہ زندہ جانور کو صدقہ کر دیتا اگر وہ فقیر ہے یا اس نے اس معین جانور کی قربانی اپنے ذمہ واجب کی ہے مگر اس کو اگر فروخت کر ڈالا ہے اور اتنے داموں میں فروخت کیا کہ اس وقت بازار کا یہی نرخ تھا۔ نرخ بازار سے کم میں نہیں فروخت کیا ہے تو انھیں داموں کا صدقہ کر دینا کافی ہے۔ اور اگر اس روز جو نرخ تھا اس سے کم پڑ چکا ہے تو جتنی کمی ہے اسے بھی صدقہ کر دے۔ اگر وہ اتنی کمی ہے جو تحت تقویم مقوین داخل نہیں ہوتی اور اگر وہ شخص غنی ہے۔ اور اس نے بکرے یا بکری کی قربانی کر لی ہے۔ تو اس کا حکم جواب میں مذکور ہو چکا کہ اس پر نہ جانور کا تصدق کرنا واجب نہ اسکی قیمت کا کہ جو واجب تھا ادا کر چکا، ہدایہ میں ہے ولولم یضغ حتی مضت ایام النحر ان کان واجب علی نفسه او کان فقیراً وقد اشتری الاضحیۃ تصدق بہا حیاتہ وان کان غنیاً تصدق بقیمۃ شاة اشتری اولم یشترا لانہا واجبة علی الفتی وتجب علی الفقیر بالشراء بنية التضحیۃ عندنا فاذا فات الوقت یجب علیہ التصدق اخرا جالہ عن العہدۃ

کالجسعة تقضى بعد فواتها ظهراً والصوم بعد العجز فدية - (۱) ہدایہ ج ۲ ص ۴۴۶-۴۴۷ (۲) کتاب الاضحیۃ - مسماعی

عالمگیری میں ہے۔ لو اشتری شاة للاضحیۃ عن نفسه او عن ولده فلم یفح حتی مضت ايام النحر کان علیہ ان یتصدق بتلك الشاة حیة او بقیمتها و قال الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ لا یلزمہ شیء ہکذا فی فتاویٰ قاضیخان وان کان اوجب شاة بعینہا او اشتری شاة لیضعی بہا فلم یفعل حتی مضت ايام النحر تصدق بہا حیة ولا یجوز الا کل منها فان باعہا تصدق بثمنہا فان ذبحہا وتصدق بلحمہا جاز فان كانت قیمتہا حیة اکثر تصدق بالفضل ولو اکل منها شیئا غرم قیمتہا فان لم یفعل ذلك حتی جاء ايام النحر من العام القابل فضعی بہا من العام الماضي لم یجز فان باعہا بعد ايام النحر یتصدق بثمنہا فان باعہا بما یتغابن الناس فیہ اجزاء وان باعہا بما لا یتغابن الناس فیہ تصدق بالفضل کذا فی الظہیریۃ۔ ودر شر تعالیٰ اعلم

(۲) اس کا جواب نمبر پائے سابقہ کے جوابوں سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ جناب قاضی غلام الثقلین صاحب ازبدر معراج العلوم اٹا وہ یوپی
 مخزن علوم سبحانی معدن فیوض یزدانی عالیجناب صدر الشریعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی
 حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی قادری قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی یا عقیقہ
 کا چمڑا مسجد کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں یعنی مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں بہار شریعت حصہ
 پانزدہم ص ۱۵۱ کی تیسری سطر میں اور ص ۱۵۵ کی پندرہویں سطر میں اس طرح مذکور ہے کہ ہو سکتا
 ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی فقیر کو دیدے، معترض یعنی
 مسجد کی دلیل چاہتا ہے۔ اس کا ماخذ درکار ہے تاکہ مخالف کو دکھایا جاسکے فقیر کے لئے جو
 بہار شریعت میں مذکور ہے وہ ہی کافی ہے؟

(۲) کیا قربانی و عقیقہ کی پوست حصہ داروں کی ملک رہتی ہے یا نفس قربانی کے

ساتھ وہ بھی تصدق میں محسوب ہو جاتی ہے ؟

الجواب :- قربانی یا عقیقہ کا چمڑا مسجد کو دیا جاسکتا ہے اس کو صدقہ کرنا واجب نہیں بلکہ اس کو خود قربانی کرنے والا اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اسکی جائز بنائے یا مشک ڈول بنا کر اپنے استعمال میں لائے، بلکہ ایسی چیز سے بدل بھی سکتا ہے جو باقی رہنے والی ہو، پس جبکہ وہ واجب التصدق نہیں تو اسکا حکم زکوٰۃ کا سا نہیں، اور جبکہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے تو مسجد میں یا کسی نیک کام میں دینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا حدیث میں ارشاد فرمایا۔ کلو اودخر وادعبر واکھاؤ اور جمع رکھو اور اس سے نیک کام کرو، یہ حکم اگرچہ گوشت کے متعلق بیان فرمایا ہے مگر چمڑے کیلئے بدرجہ اولیٰ یہی حکم ثابت ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویجوز الانتفاع بجلدها وهدی المتعة والقران والتطوع بان يتغدها فراشا وخرها او جراباً او غربالاً وله ان يشتري بهامتا ع البيت كالجواب و الغربال والخف لا الخل والزيت واللحم در مختار میں ہے ویتصدق بجلدها ويعمل نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او يبدله لما ينفع به باقيا كما مر۔ وودعہ تعالیٰ وھام

(۲) پوست قربانی و عقیقہ بلکہ گوشت بھی اس شخص کی ملک رہتا ہے۔ جس نے قربانی یا عقیقہ کیا اسی وجہ سے گوشت کو وہ کھاتا ہے اور اسکے چمڑے کو استعمال میں لاسکتا ہے اور ایسی چیز سے بدل بھی سکتا ہے جو باقی رہنے والی ہو جیسا کہ جواب سوال اول میں ذکر کیا گیا قربانی صرف جانور کو بہ نیت تقرب ذبح کر دینے کا نام ہے در مختار میں ہے ہی (ای الاضعیۃ) شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب العقیقہ

مسئلہ :- مسئلہ جناب سیدانی بی صاحبہ صاحبہ زادی حضرت سید مجاہد میاں نقیہ انوار محلہ بریلی کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ شب کے نو بجے پنجشنبہ کا دن گزار کر پیدا ہو جس کی صبح کو جمعہ ہوگا اسکا عقیقہ پنجشنبہ کو ہو یا چہارشنبہ کو ؟

الجواب :- عقیقہ پنجشنبہ کے دن ہونا چاہئے کہ ساتواں دن پنجشنبہ ہوگا بشریت میں آفتاب دو بنے پر دن اور تاریخ بدل جاتی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی جانب سے عقیقہ

جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب :- مردہ کا عقیقہ نہیں ہو سکتا کہ عقیقہ دم شکر ہے اور یہ شکرانہ زندہ ہی کیلئے ہو سکتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الرهن

مسئلہ: مسئلہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہلسنت ۱۳۱۳ ہجری الاولیٰ سنہ ۱۳۲۷
کاشت مرہونہ راہن آباد کرتا ہے۔ پیداوار نصف مرتہن بھی لیتا۔ اور روپیہ بھی پورا لیتا
اس غلہ کا کچھ مجرا نہیں دے گا۔ اور مرتہن نصف مالگذاری دیتا ہے۔ بفرض ہو جانے جواز کے۔ اور اگر مرتہن
آباد کرے تو کل پیداوار خود لے۔ اور راہن کچھ نہیں۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ اور صورت
اخیر میں کل مالگذاری مرتہن دیتا ہے؟

الجواب:۔ رہن میں شے مرہون پر مرتہن کا قبضہ شرط ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے فرهن
مقبوضۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر قبضہ رہن صحیح نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے وصحیح فی المجتبى انہ
شرط الجواز طحاوی میں ہے ای الصحة اھ حلی وکذا صححه فی المحيط ونص محمد
فی کتاب الرهن لا یجوز الرهن الا مقبوضا فقد اشار الی ان القبض شرط جواز الرهن
اور جب مرتہن کا قبضہ اٹھ جائے گا، رہن باقی نہ رہے گا، طحاوی میں ہے واستدامة القبض
واجبة عندنا۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ رہن بغیر قبضہ کے نہیں اور قبضہ جانے سے رہن باقی
نہیں رہتا، تو اگر راہن نے کھیت کو بویا تو مرتہن کے قبضہ سے نکل گیا۔ لہذا رہن نہ رہا اور غلہ میں
مرتہن کا کوئی حق نہیں کہ یہ غلہ کس بنا پر اس سے لیتا ہے، غلہ کی تنصیف کس عقد کی رو سے ہے
ظاہر ہے کہ کوئی عقد شرعی نہیں پایا گیا جو اس تنصیف کو لازم کرے، بلکہ یہ قرض کی بنا پر ہے۔
اور حدیث میں ہے کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ لہذا یہ ناجائز و باطل نہ یہ نصف مالگذاری
دینا اسکو جائز کرے، اور صورت اخیرہ میں کہ مرتہن کاشت کرتا ہے اور مالگذاری دیتا ہے، یہ
اجارہ ہوا اس صورت میں بھی رہن باطل ہو گیا کہ اجارہ درہن دونوں جمع نہیں ہوتے، در مختار
میں ہے بخلاف الاجارة والبيع المہبة ومن المرتہن او من اجنبی اذا باشرھا احدھما

باذن الاخر حیث یخرج من الرهن لا یعود الا بعقد مبتدأ لانها عقود لازمة، طحاوی میں ہے
 قال الاتقانی نقلاً عن الاسبیجانی مانعہ وكذلك لو استأجرة المرتهن صحت الاجارة وبطل
 الرهن اذا جدد القبض للاجارة ولو ملك فی یدہ قبل انقضاء مدة الاجارة وبعد انقضاءها
 ولم یحسبه عن الراهن ملک امانة ولا ینذهب به لاکہ شیء من الدین ولو حسبه
 عن الراهن بعد انقضاء مدة الاجارة صار غاصباً۔ وقال الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ ولو
 اجر الراهن من المرتهن بطل الرهن لان الاجارة عقد لازم لا ینعقد علی المرتهن الا
 بعد انتقاض الرهن۔ بلکہ بنظر واقعہ سرے سے رہن ہوا ہی نہیں کہ یہ سب امور عقد رہن
 کے وقت طے ہوتے ہیں اور رہن کی تمامیت قبضہ سے ہوتی ہے اور جب قبضہ سے قبل عقد
 اجارہ منعقد ہو گیا تو رہن ہوا ہی نہیں پھر اگر اجارہ کے ضروریات متحقق ہیں تو صحیح ہوگا ورنہ
 نہیں مثلاً ایک یہ کہ اسکی مدت معین ہو کہ یہ کھیت اتنی مدت کیلئے لیا، جسکی اجرت یہ ہے اور
 اس صورت میں اس مدت کے ختم ہونے پر اجارہ بھی ختم ہو جائیگا، ہدایہ میں ہے ولا یصح حتی تکون
 المنافع معلومة والاجرة معلومة والمنافع تارة تصیر معلومة بالمدة کاستیجار والدور
 للسکنة والارضین للزراعة فیصح العقد علی مدة معلومة ای مدة کانت، ملتقطاً،
 اور ظاہر ہے کہ مدت پوری ہونے پر مالک کو کھیت نہ ملیگا۔ جب تک زر قرض ادا نہ کر لے اور غصب
 ہے جیسا کہ طحاوی کی عبارت سے معلوم ہوا لہذا یہ اجارہ بھی درست نہ رہا۔ نیز یہاں اجرت
 مثل نہیں دی جاتی۔ بلکہ صرف اتنا کہ زمیندار کو رینٹ کو دیا کرتا ہے جسکو مالگنداری کہتے ہیں تو یہ نفع اسی قرض
 کی بنا پر ہے اگرچہ مذکور نہ ہو کہ المعروف کا مشروط لہذا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی رحیم الدین طالب علم ذرا اولیٰ سہراہ سنت ۱۵۱۵ حجابی الاولیٰ نے
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنا مکان
 رہن رکھا۔ کچھ دنوں بعد مرتہن نے راہن کو وہ مکان کیرایہ پر دے دیا اب راہن کے ذمہ اس کا
 کرایہ لازم ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :- مرتہن کا راہن کو کرایہ پر دینا باطل محض ہے، اور کرایہ لینا بھی حرام، کہ یہ اجارہ باطل ہے۔ اجارہ دوسرے کی ملک سے بعض نفع حاصل کرنے کو کہتے ہیں، اور جب مکان ملک راہن ہے تو اس کے اجارہ میں کیونکر ہو سکتا ہے، اور جو کچھ کرایہ میں دیگا اگر جنس دین سے نہیں ہے تو واپس لیگا۔ اور جنس دین سے ہے تو وہ سب دین میں محسوب ہوگا، فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ استیجار الراہن من المرتہن باطل لانه ملکہ واستیجار المالك ملکہ باطل والباطل لا اجر له فیرجع بہادفع ان لم یکن من جنس الدین وان کان من جنسہ تقع المقامۃ بہ۔ نیز اسی میں ہے لا تصح ولا تلزم الاجرة للراہن فقد سرح فی البرازیة والظہیریة وغیرہما بان الاجارة من الراہن باطلۃ وعللوا بانہ مالک فکیف یتاجر ملکہ، وقد افیت مرارا لا تحصى فی الرجل یرتہن محدودا فیؤجرہ الراہن قبل قبضہ منہ بانہ لا یصح الرهن ولا الاجارة أما الراہن فلعدم القبض وأما الاجارة فلعدم جوازها للمالك والمسائلة کثیرۃ النقل لا تخفى علی من لہ ادنی عقل واللہ اعلم۔ واللہ تعالیٰ وہم

مسئلہ :- مسئلہ محمد جمیل از محلہ خواجہ قطب بریلی۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید اپنی ملکیت رہن رکھنا چاہتا ہے، اور

شرعی الزام سے بچنا چاہتا ہے؟

الجواب :- جتنے روپے قرض لینا چاہتا ہے بغیر شرط، قرض لے، اور قرض دینے والے

کے پاس کوئی چیز چاہے تو وغیرہ رکھ دے، اور یہ کہہ دے کہ اسکی حفاظت کا میں اتنے ماہ وار دوں گا اور وہ

رقم تم کرایہ دکان یا مکان جس کو رہن رکھنا چاہتا ہے اس سے وصول کر لو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر

کسی مسلمان کی جائداد کسی دیگر مسلمان کے پاس رہن بالقبض کی جاوے۔ اور وہ مرتہن

اس جائداد کا کرایہ بذریعہ رجسٹری کرائے تمامہ ماہ بیا دیا کرے تو وہ کرایہ جائز سمجھا جائے گا یا نہیں؟

لے فتاویٰ خیرہ ص ۸۹ کتاب الرهن۔ لے ایضاً ص ۱۹۳۔ مسباحی

چونکہ ہندوستان دارالحرب قرار دیا گیا ہے اور اہل ہندو سے سخت تکلیفات مسلمانان کو خصوصاً جائیداد کے متعلق پہنچی ہیں یہاں تک کہ کل جائیداد غصب کر لی جاتی ہے۔ اگر اس حالت میں اگر کوئی مسلمان تھوڑے کرایہ پر مسلمان کی جائیداد رہن کر کے کرایہ لیتا رہے تو اس حالت میں وہ جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- مرتہن اگر مرہون کو کرایہ پر دے تو ادسکی دو صورتیں ہیں خود راہن کو کرایہ پر دیا یا اجنبی کو۔ اگر راہن کو دیا تو اجارہ صحیح نہیں اور اگر دوسرے کو راہن کی اجازت سے کرایہ پر دیا تو رہن جاتا رہا۔ اور بغیر اذن دیا تو جو کرایہ حاصل ہوگا مال خبیث ہے، حکم ہے کہ تصدق کرے عالمگیری میں ہے ولو

ارتہن الرجل دابة وقبضها ثم اخرها من الراهن لا تصح الاجارة وان اجر المرتہن من اجنبی بامر الراهن یخرج من الرهن وتكون الاجرة للراهن وان كانت الاجارة بغیر اذن الراهن یکون

الاجرة للمرتہن یتصدق به۔ نیز اسی میں ہے لیس للمرتہن ان یؤجر المرهن۔ اگر ہندو زیادہ

سود لیتا ہے تو مسلمان کو یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ کھڑا سود لیکر مسلمانوں کو روپیہ قرض دیا کرے اگر ہمدوی کرنا چاہے تو بغیر سود قرض دے قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے حدیث میں فرمایا

کل قرض جرم منفعۃ فہو ربا۔ ہندوستان دارالحرب نہیں، اور دارالحرب بھی ہو تو مسلم کو مسلم سے سود لینا جائز نہ ہوگا بلکہ حرام ہوگا، ہاں مسلم و کافر حربی میں جو عقد بصورت ربا ہو وہ ربا نہیں

کتب فقہ میں ارشاد ہوا لا ربا بین المسلم والعربی فی دار الحرب، اسمیں حربی کی تخصیص ہے واللہ تعالیٰ اعلم **مسئلہ :-** مرسلہ جناب مولو عبد العظیم صاحب از سکندر پور ضلع بدایاں ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ مسئلہ ذیل میں کہ اگر زمین اس صورت میں رہن کی کہ اسکی مالکذاری خود ہی ادا کرے نہ صاحب زمین۔ تو اس صورت میں اس زمین سے

نفع حاصل کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس کیلئے کوئی حیلہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا التوجہوا **الجواب :-** اگر وہ زمین کاشتکار سے لی ہے۔ اور کاشت کرتا ہے۔ اور مالکذاری زمیندار

کو ادا کرتا ہے۔ تو اس میں کچھ قباحت نہیں ہے کہ یہ حقیقتاً رہن نہیں۔ بلکہ کاشتکار کا اجارہ فسخ ہو گیا۔ اور یہ مرتہن مستاجر ہوا اور اس کے روپے کاشتکار پر قرض ہیں۔ اور اگر زمیندار یعنی مالک

سے رہن لیتا ہے، تو نفع حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر معاوضہ نہ دے تو سود ہے اور لگان ادا کرے تو اجارہ ہے۔ اور اجارہ ور رہن مجتمع نہیں ہو سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی شریف ڈاکخانہ انبرٹ نگر ساکن صاحب نگر سرسیدہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب ۷ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ۔ (۱) رہن کی کیا تعریف ہے؟
مسئلہ (۲) زید کے پاس ایک کھیت ہے جسکا لگان زمیندار کو ملے روپیہ سال ادا کرتا ہے اب بکر نے زید کو عیشہ نقد دیئے اور کہا کہ زمیندار کو لگان عہ سال ہم ادا کرتے رہیں گے ۵ پانچ سال تک بعد پانچ سال کے تم کھیت کے مستحق ہو جاؤ گے، اور تمہیں سال کا نفع ہو جائیگا لہذا ان عہ روپے کی کیا تعریف ہے؟

مسئلہ (۳) زید ایک کھیت جس کا لگان عہ سال ادا کرتا ہے اب بکر زید کو بسبب ضرورت کے منہ روپیہ نقد دیتا ہے اور یہ شرط طے کرتا ہے کہ پانچ برس تک لگان زمیندار کا ادا کرتا رہو گا بعد پانچ برس کے میری منہ روپے تم کو ادا کرنے پڑیں گے ورنہ چارہ جونی کرنا پڑے گی اور کھیت کے تم مستحق بغیر روپیہ دیئے ہوئے نہیں ہو گے، لہذا اس روپیہ کی کیا تعریف ہے؟

الجواب (۱)۔ جس شخص کو کچھ قرض دیا ہو اپنے قرض کی مضبوطی کیلئے اسکی کسی چیز پر اس نے قبضہ کرنا کہ اگر اس سے دین وصول نہ ہو گا تو بذریعہ اس چیز کے وصول کیا جائے گا اس کو دین کہتے ہیں اور اگر رہن صحیح ہو تو مرہن اس چیز سے نفع حاصل نہیں کر سکتا کہ یہ سود و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے تنویر الابصار و در مختار میں ہے۔ ہو جس شئی مالی بمعنی یکن استیفاؤ منہ کال دین حقیقۃً أو حکماً راجعاً من لے در مختار میں ہے۔ لا الانتفاع به مطلقاً باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارة ولا اشارة سواء کان من مرتهن أو داهن۔ رہن سے کسی طرح کا انتفاع نہ مرہن کے لئے جائز ہے اور نہ ہی راہن کے لئے بلکہ تو رہن سے خدمت لے سکتا ہے، نہ رہن میں سکونت اختیار کر سکتا ہے، نہ پہن سکتا ہے، نہ ہی اجارہ یا عاریت میں رہن کو لیا دیا جاسکتا ہے۔

لے حدیث میں ہے۔ کل قرض جز منفعۃ فهو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مصباح

ج (۲) یہ صورت ناجائز نہیں ہے کہ پانچ سال کا پٹہ ہے اور پانچ سال میں ختم ہو جائے گا اور کھیت کھیت والے کو مل جائے گا اور یہ رہن نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۳) شرعاً کھیت کا مالک زمیندار ہے کاشتکار نہیں اور یہ زمین چونکہ کاشتکار نے رکھا ہے، اور زمیندار کی اجازت سے نہیں ہے لہذا یہ رہن نہیں ہے، بکر کا روپیہ کاشتکار اول پر ہے اور بکر اسکی جگہ کاشتکار ہے زمیندار کو لگان ادا کرتا ہے اور کھیت پر تصرف کرتا ہے یہ ناجائز نہیں واللہ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صفا از الہ آباد محلہ دارالکرام ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۲۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان ایک مہاجن کے یہاں آٹھ سو روپیہ میں گروی رکھا، اسکا سود بڑھ کر ایک ہزار ہو گیا بکر کہتا ہے کہ سود تمہارے اوپر بڑھتا جاتا ہے لہذا میں ایک ہزار دیگر مکان کو چھڑواؤں تاکہ تمہاری جائیداد بچ جائے مگر اسکا کرایہ مجھکو معاف کر دو یعنی جو کرایہ آتا ہے میں لیا کروں جب تم میرا روپیہ ادا کر دو گے تمہارا مکان واپس کر دوں گا تو ایسی صورت میں اگر زید کرایہ معاف کر دے تو سود تو نہ ہو گا یا اگر کوئی صورت جس میں کہ بکر اس مکان سے فائدہ اٹھا سکے اور سود نہ ہو مطابق شرع ہو سکتی ہے ؟

الجواب :- رہن رکھ کر اس کا کرایہ وصول کرنا یا اس سے اور قسم کے منافع حاصل

کرنا ناجائز نہیں، حدیث میں ہے کل قرض جرم منفعۃ فہو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۳۵ھ

مسئلہ :- عبدالکریم از ہوڑہ پچن گلاب صدر خشی لین، محمد اسلام میا کی باڑی ۲۳ محرم الحرام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ کاشتکاروں سے رہن لینا کیسا ہے یعنی ایسا کاشتکار جو زمیندار کو لگان دیتا ہو اور اسکو اس زمین کا ملک تام حاصل ہو حتی کہ فروخت بھی کر سکتا ہو زمیندار اس سے کبھی زمین واپس نہیں لے سکتا ؟

الجواب :- کاشتکار زمین کا مالک نہیں ہے مالک زمیندار ہے اور کاشتکار اجیر ہے اور کاشتکاری کو شرعاً بیع نہیں کر سکتے کہ یہ مال نہیں ہے مگر اس زمین کو رہن لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ازالہ آباد مدرسہ سبحانیہ مدرسہ مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب صدر مدرس زمیندار خود اسکو رہن رکھے اگرچہ وہ رہن باطل ہے مگر اس سے نفع حال کرنا زمیندار کو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگرچہ سوال میں تصریح نہیں ہے کہ زمیندار رہن ہے یا مرتہن، مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتہن ہے اور چونکہ زمیندار خود مالک زمین ہے لہذا یہ رہن صحیح نہیں ہے، اتنا ہوا کہ زمیندار کو زمین پر قبضہ کی قانونی ممانعت تھی اس رہن کے ذریعے سے قابض ہو سکے گا اور شرعاً چونکہ زمیندار مالک تھا اور بلا اذن شرعی کاشتکار اس پر قابض تھا یہ قبضہ زمیندار کو رہن کے ذریعے سے حاصل ہوا اس میں نام اگرچہ رہن کا ہے مگر شرعاً اسکی ملک اس کے قبضہ میں آگئی یہ قبضہ مالکانہ قبضہ قرار پائیگا اور اسی زمین سے وہ ہر طرح کے منافع حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ خود بھی کاشت کر سکتا ہے اجارہ پر بھی دے سکتا ہے۔ وہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ملکوپور بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک دکان قیمتی الرسا میں عمرو کے پاس بعوض بمبلغ ۵۰ روپیہ کے دخلی رہن کی یہ شرط قرار پائی کہ زید اس دکان کو اگر دو سال کے اندر روگاذاشت کرایا تو کر سکتا ہے ورنہ وہ بعد انقضائے میعاد بمنزلہ بیع متصور ہوگی اور عمر بعد گزرنے کے روپیہ زر رہن کے رسا عہ اور دیدیگا۔ مگر زید بعد انقضائے میعاد تک اسے رہن نہیں کرایا، لہذا حسب شرط عمرو پر بقیہ زر قیمت واجب ہوتا ہے یا نہیں دو امور دریافت طلب ہیں (۱) دخلی رہن جبکہ مرتہن اس کے کرایہ سے مفاد حاصل کر لے جائز ہے یا نہیں یا وہ زر کرایہ سود متصور ہوگا (۲) متذکرہ بالا صورت میں بیع نافذ ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۱) دخلی رہن ناجائز و حرام ہے اور مرتہن جو کرایہ لیگا وہ سود ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اولاً تو وہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور دو برس گزرنے پر اس رہن کو بیع بلکہ بمنزلہ بیع متصور ہونے کو کہتا ہے۔ جو کسی طرح عقد بیع نہیں ہو سکتا اور بیع ہونا لکھنا جب بھی صحیح نہیں ہوتی کہ بیع کی

تعلیق ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، اربعہ الاخر ۱۳۵۵ھ

کسی ہندو یا عیسائی کا مکان زمین رکھ کر زمین کو اس سے ارتفاع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جائز ہے جبکہ انہیں تک محدود رکھے اگر خدا نخواستہ اسکی عادت پڑ جائے کہ

مسلمانوں سے بھی اسی طرح کے معاملے کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالغفار صاحب مدرس مدرسہ عربیہ علمیہ اندرون خانقاہ شریف

موضع سرکاہی ڈاک خانہ سنگانہ ضلع مظفر پور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

مسئلہ ذیل میں (الف) زید ایک خطہ زمین کا مالک ہے جسکی سرکاری مالگنداری براہ راست دفتر

گورنمنٹ میں جمع کرتا ہے۔ (ب) اور عمرو نے ایک خطہ زمین کو مالک زمین سے دو چار سو روپیے

نقدی دیکر اور شرح مالگنداری پانچ یا سات سو روپیے سالانہ مقرر کر رکھی ہے۔ جس کو عرف عام میں

کاشت کہتے ہیں۔ جس زمین کو عمرو ہر طرح کام میں لاسکتا ہے۔ اب مالک زمین کا تعلق اس زمین

سے صرف شرح معینہ سالانہ سے رہتا ہے۔ زمین پر کسی طرح قابض نہیں ہو سکتا ہے۔ اب عمرو کو

اختیار ہوتا ہے کہ اس کو بیع کر دے یا اپنے پاس رکھے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں

قسم کی زمین کو بکر بطور زمین کے دو چار سو روپیے دیکر اس شرط پر رجسٹری کرتا ہے کہ اس زمین

کی جو شرح مالگنداری ہے اسکو میں ہی دوں گا۔ اور جس وقت تم میرا روپیہ دیدو گے میں زمین

چھوڑ دوں گا۔ تو اس قسم کی زمین لینے جائز ہے یا نہیں۔ سلیم کہتا ہے اس قسم کی زمین لینے

جائز نہیں ہے اگرچہ بکر شرح مالگنداری دینے پر راضی ہے مگر پھر بھی سود ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- کاشتکار جس کے قبضہ میں زمین ہے۔ وہ نہ زمین کا مالک ہے نہ اس

زمین کو بیچ سکتا ہے۔ وہ حقیقتاً مستاجر اور کرایہ دار کی حیثیت رکھتا ہے کہ زمیندار کو اجرت یعنی

لگان ادا کرے اور اس میں کاشت کر کے منفعت حاصل کرے۔ یہ حیثیت جو قانون انگریزی

میں اسکو دی گئی ہے کہ زمیندار اس زمین کو نہ نکال سکے۔ یہ شرع کی رو سے درست نہیں لہذا بغیر اجازت زمیندار اس زمین کو کاشتکار رہن نہیں رکھ سکتا۔ اگر اس نے کسی کے پاس بطور رہن یہ زمین رکھ دی تو حقیقتاً رہن نہیں کہ مرہن کو اس سے انتفاع جائز نہ ہو اور سود ٹھہرے۔ البتہ مرہن کو مالک زمین یعنی زمیندار سے اجازت لینا چاہیئے، اور یہ کہ بدینہ چاہیئے کہ فلاں زمین کی کاشت میں کروں گا۔ اور لگان ادا کرتا رہوں گا، اگر زمیندار نے اجازت دیدی اگرچہ یہ اجازت زبانی ہو تو اب مرہن شرعاً کاشتکار ہو گیا اور زمین کی پیداوار اور اس سے نفع حاصل کرنا اس کے لئے حلال ہو گیا، اور خود زمیندار نے کسی کے پاس زمین رہن رکھی تو یہ حقیقتاً اور شرعاً رہن ہے اس سے مرہن کو نفع اٹھانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ السَّرِقَةِ

مسئلہ: مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب از چوہڑ کوٹ تحصیل بارکھان ملک بلوچستان غرہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ

اگر کسی سرقہ کرو بعدہ نادم شدہ کنوں اگر سارق بالفظ مسرت گوید کہ فلاں چیز من درویدہ ام شرمسار و گرفتار شود۔ و خواہد کہ قیمت مسروقہ بمالک می دہم و اصل چیز از دست برفت۔ و لیکن چون قیمت بمالک می دہم و ایفاء کند ظاہر نمی گوید کہ این قیمت در مقابلہ فلاں چیز بہت کہ شرمسار شود۔ و در یکسو جا قیمتش ادا نمی خواہد کرد۔ اگر بایں طریقہ قیمت مال مسروقہ ادا کند۔ آیا گردش بروز قیامت بہاگردد۔ یا نہ یا لازم است کہ ظاہر گفتہ ادا کند تا از گناہ پاک شود۔ ہرچہ حکم شرع شریف باشد تحریر فرمایند؟

الجواب: چون اصل شئی فوت شدہ قیمتش ادا کند۔ و این لازم نیست کہ ظاہر کند و گوید کہ این قیمت اں چیز است کہ درویدہ بودم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے محض از ادائیگی مال مسروق بمالک، سارق از گناہ سرقہ پاک نمی شود۔ زیرا کہ سرقہ گناہ کبیرہ است کہ بے توبہ صحیح از دے بری نمی شود۔ پس بر سارق لازم است کہ از فعل سرقہ توبہ کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

کتاب الوصایا

مسئلہ :- مسئلہ بہادر وغیرہ محلہ اعظم نگر بریلی ۲۷ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع امتین اس مسئلہ میں کہ ہم بنجان کے پاس سیف اللہ و غلام نبی و سلیمان اور علاوہ ان کے چند اشخاص آکر کے ہم نے الہی بخش کی والدہ کو چنڈہ کر کے دیا تھا، واسطے خرچ خانہ کعبہ کے، وہ راہ میں فوت ہو گئیں، اور وقت انتقال انھوں نے وصیت کی کہ میرا اسباب و روپیہ جو کچھ ہے وہ سب راہ خدا میں صرف کر دیا جائے تاکہ مجھ کو ثواب ملے، اور جن کے سامنے وصیت کی تھی ان کا نام بھی درج ہے، مسماۃ ننھی و حبیبہ ان کے اوپر حلف رکھا گیا کہ تم سچ کہو کہ مسماۃ نے وقت مرنے کے کیا کہا تھا۔ انھوں نے حلفیہ کہا کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے کہا تھا کہ میرا روپیہ راہ خدا میں خرچ کر دینا جو کچھ روپیہ تھا اسکے پاس وہ وہاں راہ خدا میں صرف کر دیا اور لکھنے کا مبلغ سے الہی بخش کے پاس واپس آیا انہی بخش کہتا ہے کہ وہ میرا حق ہے اور اوپر جو نام تحریر کئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ روپیہ راہ خدا میں خرچ کر دیا جاوے۔ آیا ہم کو اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیئے۔ بینواتو جردا

الجواب :- اس معاملہ کے متعلق فقیر سے چند بار سوال ہوئے، اس سے قبل دوبار تحریری سوال آئے اور کئی مرتبہ زبانی، مگر صورتیں نئی نئی پیش ہوئیں، پہلی مرتبہ الہی بخش کے ماموں نے سوال کیا کہ مسماۃ کا ترکہ کس کو ملے گا جب انھیں یہ لکھ کر دیا گیا کہ صرف لڑکے وارث ہیں تب انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم مسجد میں دینا چاہتے ہیں، ان سے کہہ دیا گیا کہ تم کو کوئی حق نہیں، پھر الہی بخش سوال لایا کہ اہل برادری جبراً اس روپیہ کو مسجد میں دینا چاہتے ہیں نہ دینے پر اسے خارج از برادری کر دیا۔ اس کا بھی جواب دے دیا کہ

جبراً لینا جائز نہیں، اور اس بنا پر برادری سے بند کرنا بھی ناجائز اس وقت تک وصیت کوئی
 ذکر نہ تھا۔ اب یہ وصیت کی صورت پیدا ہوئی، اگر عورت نے وصیت کی تھی تو پیشتر اس کا
 اظہار کرنا تھا، مفتی صورت مستفسرہ کا جواب دیکھا اگر خلاف واقع سوال کر کے اپنے مطلب کے
 موافق جواب لیا جائے تو قیامت کے مواخذہ سے رہائی نہ ہوگی بلکہ دو جرم ہیں، اہل برادری پر
 لازم ہے کہ جو سچی بات ہو اسکے موافق عمل کریں ایسا نہ ہو کہ مخالفت اور ضد میں اپنے ذمہ آخرت
 کا وبال مول لیں، اب اس صورت سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر عورت نے وصیت کی ہو تو جو کچھ
 مال چھوڑا یعنی نقد یا سامان ان سب کو تین حصہ کریں ایک حصہ خیرات کر دیا جائے اور دو حصہ
 دونوں لڑکوں کو دیئے جائیں۔ اب جو کچھ پیشتر خیرات کیا گیا اگر پوری تہائی ہے، فہا ورنہ اگر
 کم ہے تو جو کچھ کمی ہے اب خیرات کریں اور اگر تہائی سے زیادہ خیرات کیا تو جتنا زیادہ کیا، وہ خیرات
 کر نیوالا لڑکوں کو واپس دے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ الثلث والثلث کثیر۔ یہ اس صورت
 میں ہے کہ وصیت کا ثبوت ہو اور ثبوت نہ ہو تو کچھ لازم نہیں اور ثبوت کیلئے دو مرد یا ایک مرد
 اور دو عورتیں چاہیئے جو فاسق و فاجر نہ ہوں، اور یہاں ایک مرد اور ایک عورت ہے اور اس مرد
 کی نسبت سنا گیا کہ بے نمازی ہے اگر ایسا ہے تو اسکی گواہی قابل قبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ قمر الدین ساکن کچھ ضلع نینی تال ۲۹، صفر ۱۴۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وصیت کی کہ میرے بعد میری
 جائداد میری دونوں لڑکیوں کو نصف نصف دی جائے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو کچھ حصہ نہ دیا جائے
 یہ وصیت نامہ قابل سماعت ہے ؟

الجواب :- یہ وصیت کہ زید نے اپنی دو لڑکیوں کیلئے کی بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ
 نہ ہوگی حدیث میں ہے ان الله اعطى كل ذي حق حقه الا وصية لو ارث۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حامد حسن معرفت جناب عزیز احمد محلہ ملوکپور۔ بریلی ۵ شعبان ۱۴۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی چار بیویاں

کو زید کی طرف سے دیا ہوا مال زیورات و کپڑے وغیرہ اور لڑکی کے سسرال کی جانب سے دیئے ہوئے زیورات و کپڑے وغیرہ میں زید کی لڑکی کے انتقال کے بعد اسکے ورثہ کو کون کون حقدار ہیں ورثہ یہ ہیں عمرو یعنی لڑکی کا شوہر۔

زید کی عورت یعنی لڑکی کی والدہ تین بھائی دو بہنیں ہیں لہذا بیماری کی صورت میں بیاہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور حصہ جس جس کو جو پہنچتا ہے تقسیم کیسا تھا از روئے شریعت بیان فرما کر اجر پادیں ؟

الجواب :- عورت کا مہر معاف کرنا اگر ایسی حالت میں ہو کہ اس وقت مرض کی زیادتی ظاہر ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اب تھوڑے دنوں میں مرجائے گی تو اس کیلئے یہ حالت مرض الموت قرار پائیگی کہ دق و سل امراض مزمنہ میں جب تک ایسی حالت پیدا نہ ہو مرض الموت نہیں قرار دیا جاتا جب کہ وہ مرض پورے ایک سال تک رہا۔ درر وغر میں ہے۔ المقعد والمفلوج و الشلل والملول ان طال مدته سنة کا یصح والافکالمريض یعنی ان هذه امراض مزمنة فمن مرض له واحد منها وتصرف بشئ من التبرعات ثم مات قبل تمام سنة مشتملة على الفصول الاربعة كان المرض مرض الموت فتعتبر تمرفاته من الثلث وان مات بعد تمامها لم يكن مرض الموت لانه اذا في الفصول التي كل منها مظنة الهلاك صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احكام المريض حتى لا يشتغل بالتداوى منها شرب بلالیه میں ہے۔ کذا فی فسر الطول بسنة فی الغانية وقید هذا فی الخلاصة بها اذا لم يتغير حاله فقال اذا طال به المرض ويغاف عليه الموت كالفايج والشلل اذا كان نرمانا ومقعدا او يابس الشق فم هذا لا يكون حكم المريض الا اذا تغير حاله من ذلك ومات من ذلك التغير فما فعل فی حالة التغير يعتبر من الثلث اه۔ لہذا اگر ایسی حالت میں معاف کیا اور اسی تغیر سے وہ مر گئی تو مہر معاف نہ ہوا کہ معافی کیلئے مرض الموت نہ ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ ولا بد فی صحة عطیہا من الرضا حتی لو كانت

مکروہہ لم یصح ومن ان لا تكون مریضۃ مرض الموت فکذا فی البحر الرائق۔ شوہر نے علاج میں عورت پر جو کچھ خرچ کیا ہے اگر یہ بطور تبرع و احسان تھا تو اس کا معاوضہ نہیں پاسکتا اور اگر کہہ دیا تھا کہ علاج کے مصارف عورت سے لیگا تو جو کچھ خرچ ہوا ہے لے سکتا ہے کہ یہ مصارف شوہر کے ذمہ واجب نہیں علمگیری میں ہے۔ ولا یجب الداء للہراض۔ جہیز میں عورت کو جو کچھ زیور کپڑے وغیرہ باپ کے یہاں سے ملادہ سب عورت کی ملک ہے ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان البہاز ملک للہرأة۔ اور زیورات جو چہرہ پر لگائے ہیں شوہر کے یہاں سے گئے اس میں وہاں کا عرف اور چلن دیکھا جائیگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ عورت مالک ہوتی ہے جیسا کہ یہاں شرفا میں یہی رواج ہے تو ملک عورت ہے اور اگر شوہر کی ملک مانی جاتی ہو اور محض زیب و زینت کیلئے عورت کو دیتے ہوں تو ملک شوہر۔ اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ دیتے وقت کچھ نہ کہا ہو اور اگر کہہ دیا گیا کہ ملک عورت ہے یا ملک شوہر تو جو کہہ دیا وہ ہے زید کے مرنے کے بعد یہ لڑکی بھی زید کی وارث ہے اور زید کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ سے اسے ۱/۲ سہام سے سات سہام ملینگے اور یہ سات سہام اور جو کچھ اپنی ملک کے زیورات و پارچہ جات اور ہر قسم کے سامان جو اس کی ملک میں ہیں ان سب کو ۱/۲ تالیس سہام پر تقسیم کر کے چوبیس سہام شوہر کو ملیں گے اور آٹھ ماں کو اور چار چار بھائیوں اور دو دو بہنوں کو ملیں گے۔ اور بیماری کی حالت میں جو نکاح ہوا وہ نکاح صحیح ہے اور لڑکی نے جو وصیت کا رخیہ میں صرف کرنیکی کی ہو وہ تہائی ماں میں جاری ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ: از ضلع راولپنڈی تحصیل گوجر خان ڈاکخانہ سکھو موضع مرادی جنجیل مرسدہ مولوی مردان علی ماہ صفر ۱۲۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین و ریں مسئلہ کہ منظر ایک مسکین مسلمان صاحب جائداد ہوں منجملہ کل جائداد کے ایک مکان سکونتی بمعہ ایک کوٹھری و برائڈ کے تخمیناً تیس گناں یا کچھ کم و بیش اراضی یہ جائداد پدری میں سے ہے علاوہ ایک مکان مویشی والا متصل مسجد نترخانہ جسکا خانہ شماری ۶۲ ہے وہ اور دیگر کل زمین میری خود پیدا کردہ جائداد ہے

حتیٰ یتم لکل صلوٰۃ ما ذکرنا کذا فی الخلاصۃ وفی فتاویٰ الحجۃ وان لم یومس لورثتہ وتبع بعض لورثۃ یجوز۔ جب کوئی ایسا شخص مرجائے جس کی نمازیں فوت ہو گئی ہیں اور اس نے یہ وصیت کی کہ اسکی نمازوں کا کفارہ دیا جائے اس کے تہائی مال سے۔ تو ہر نماز کے لئے آدھا صاع گےہوں دیا جائے۔ اور نماز وتر کیلئے بھی نصف صاع اور ہر روزہ کے مقابلہ میں نصف صاع دیا جائے۔ اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا تو اس کے ورثہ نصف صاع گےہوں قرض لیں اور وہ کسی مسکین کو دیدیں۔ پھر وہ مسکین میت کے بعض ورثہ کو دیدیں۔ پھر وہ وارث فقیر کو صدقہ کرے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ ہر نماز کیلئے نصف نصف صاع دینا مکمل ہو جائے کہ ایسا ہی خلاصہ میں ہے اور فتاویٰ حجبہ میں ہے کہ اگر اس نے وصیت نہیں کی اور بعض ورثہ نے بطور تبرع ایسا کیا تو یہ بھی جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

باب الموالات

مسئلہ :- از بریلی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی معرفت انور خان کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سکھوں نے لاہور کی مسجد شہید گنج کو شہید کر دیا ہے، جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل دکھ رہا ہے۔ ہر مسلمان کو سکھوں کے ساتھ ترک موالات یا موالات کرنا چاہیئے؟ اور جو مسلمان سکھوں کو مالی امداد پہنچاتے ہیں یعنی سکھوں کے سینما نماشاں میں روپیہ پیسہ دیتے ہیں وہ کیسے ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ چاہیئے؟

الجواب :- موالات ہر کافر سے ناجائز و حرام ہے قرآن مجید میں مطلقاً اسکی ممانعت وارد ہے اور ترک معاملات میں اگر مسلمانوں کا فائدہ ہو یہ بھی اچھی چیز ہے، سینما دیکھنا ناجائز ہے اور اس میں پیسہ خرچ کرنا خرچ بیجا و حرام ہے، سکھوں نے مسجد شہید کر کے

مسلمانانِ عالم کو ایذا پہنچائی ہے وہ ظاہر ہے ایسے وقت مسلمانوں کی غیرتِ ملی کا یہی تقاضہ ہونا چاہیے کہ اس قوم کو جس نے مسجد کی اتنی شدید بے حرمتی کی۔ مالی مدد نہ پہنچائیں اور اپنی حلال کمائی کا پیسہ حرام طور پر اونکو دیکر اعانت نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الشہید

مسئلہ :- از شہر کہنہ بریلی محلہ بڑی ٹولہ مرسلہ احمد یار خان کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

(۱) اس مسئلہ میں کہ صوبہ بہار میں جو مسلمان مشرکین کے ہاتھ مارے گئے اور گڑھ کے میلے میں بھی مارے گئے تو ان کو کوئی درجہ شہادت ملے گا یا نہیں ؟

(۲) اگر کوئی مسلمان شرابی یا زانی یا جواری ہو اور وہ کافروں کے مقابلہ پر مسلمانوں کے ساتھ مارا جائے تو وہ درجہ شہادت کا پائے گا یا نہیں ؟

الجواب :- صوبہ بہار یا گڑھ میں جو مسلمان قتل کئے گئے وہ یقیناً مظلوم تھے۔ اور مشرکین کے ہاتھ سے مارے گئے اور جو شخص ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ حدیث میں

ارشاد فرمایا۔ من قتل دون دمه فهو شهيد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) شراب خواری اور قمار بازی اور زنا کاری اشد کبائر سے ہیں مگر ان کی وجہ سے مسلمان

کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ یہ گناہ ان کے ذاتی افعال تھے اور کفار نے جو انھیں قتل کیا محض اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ مسلمان تھے لہذا ان کا یہ قتل کیا جانا شہادت میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الفرائض

مسئلہ :- مرسلہ عبداللہ از موضع درو۔ ضلع میننی تال۔ ۱۳ صفر ۱۴۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد انتقال زید کے پانچ وارث رہے
باپ، زوجہ، ایک پسر، ایک دختر، ایک بھائی، لیکن بھائی باپ سے ایک اور ماں سے دو ہیں
بعد ایک سال کے زید کی زوجہ نے نکاح کر لیا۔ زید کے باپ نے مہر شرعی ادا کر دیا، اور اس عرصہ میں
زید کا لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ اب کل زید کے چار وارث رہے۔ ماں زید کے باپ کے پاس ہے
اور لڑکی نابالغ ہے۔ اسکا ترکہ ماں کو دیا جائے یا دادا کو اور زید کے لڑکے کا انتقال ہوا تو صرفہ
بھی اسی جائداد سے ہوا۔ اب جو حکم شرع شریف کا ہوا اس پر عمل کیا جائے۔ اور مع مہر کے
جواب تحریر فرمایا جائے۔ نہایت آسان الفاظ ہو چاہیے تاکہ سمجھ سکیں۔ ؟

الجواب :- اگر زید کسی کو کہہ گیا ہے کہ میرے نابالغ بچوں کا مال تو اپنے پاس
رکھنا تو اسکے پاس لڑکی کا حصہ رہے گا۔ ورنہ دادا اپنے پاس رکھیں گا اور لڑکے کے انتقال میں
جو کچھ بھیر و تکفین میں موافق سنت کے خرچ ہوا ہے وہ اسکے حصہ میں سے دیا جائیگا۔ اور
باقی اس کی ماں اور بہن اور دادا کو ملیگا۔ اور بھیر و تکفین کے علاوہ جو کچھ خرچ ہوا۔ وہ جس نے
خرچ کیا وہ دے۔ اور زید کی بی بی بھی زید کی وارث ہے علاوہ مہر کے اپنا آٹھواں حصہ
پائے گی۔ نکاح کرنے کی وجہ سے ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ :- مرسلہ سلطان علی خان دکاندار چوب عمارتی سبحان نگر لکھنؤ، ۲ ربیع الاول
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔ زید نے اپنی
جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور ایک زوجہ ہندہ اور دو بیٹے عمر و بکر کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ اور

ہندہ نے زید کے مرنے پر دفن سے قبل اعزاء و اقارب کے سامنے اپنا دین مہر برفضار و رغبت معا کر دیا تھا پس اس صورت میں زید کے ترکہ سے کس کو کس قدر ملیگا ؟

مسئلہ :- ہندہ نے جائداد متروکہ زید سے مبلغ چھ سو روپے اپنے ایک بیٹے عمرو کو اپنی طرف سے حج ادا کرنے کیلئے دیا۔ پس یہ روپیہ ہندہ کے حصہ میں محسوب ہوگا یا نہیں ؟

اجواب :- حسب شرائط فرائض ترکہ زید کا سولہ سہام پر منقسم ہوگا دو سہام ہندہ کو اور سات سات سہام دونوں بیٹوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجواب :- ہندہ نے جتنے روپے اپنے بیٹے عمرو کو اپنے حج بدل کے لئے ترکہ زید سے دیا وہ سب ہندہ کے حصہ میں محسوب ہوں گے۔ دوسرے ورثہ پر اسکا کچھ اثر نہ پڑیگا۔ واللہ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ قاضی رحیم بخش شاہ از چتوڑ گڑھ میوار محلہ لوہارن ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ابراہیم شاہ کے کئی لڑکے تھے عبد شاہ

سمن شاہ، تاجو شاہ، عبد شاہ کا پوتا حسین بخش شاہ اور سمن شاہ کا پوتا رحیم بخش شاہ موجود ہیں اور تاجو شاہ کا لڑکا نظام الدین شاہ فوت ہوا اس کے پیچھے نہ عورت ہے نہ لڑکا نہ لڑکی نہ حقیقی بھائی

نہ بہن۔ متوفی نظام الدین شاہ نے جائداد منقولہ و غیر منقولہ چھوڑی۔ عبد شاہ کے پوتے حسین بخش نے متوفی مذکورہ کی تمام جائداد پر قبضہ کر لیا اور یہ کہتا ہے کہ متوفی نے مجھے اپنا وارث بنایا ہے اور

اسٹانپ لکھ دیا ہے مگر اس کے وارث بنانے یا اسٹانپ لکھنے سے نہ تو رشتہ دار واقف ہیں نہ ہمسایہ نہ اہل محلہ۔ حالانکہ جس طرح رشتہ میں حسین بخش شاہ متوفی نظام الدین شاہ کا

ہوتا ہے ایسا ہی رحیم بخش شاہ کے بھی ادا کے بھائی کا لڑکا ہوتا۔ ایسی حالت میں از روئے شرع شریف دونوں وارث ہونگے یا ایک۔ اور حصہ برابر ہوگا یا کم زیادہ اور یہ اسٹانپ جس سے کوئی واقف نہیں

رجح ہے یا غیر صحیح ؟

اجواب :- سوال مجمل ہے سائل نے یہ نہیں لکھا کہ نظام الدین شاہ نے حسین بخش شاہ کو جائداد ہبہ کی ہے یا وصیت کی ہے اگر ہبہ ہے تو قبضہ بھی دلایا ہے یا نہیں۔ اگر قبضہ دلایا ہے

تو ہبہ تمام ہے ورنہ ناتمام۔ مجمع الانہر میں ہے وتسم الہبۃ بالقبض الکامل۔ اور اگر وصیت کی ہے تو بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگی۔ حدیث میں فرمایا ان الله تعالى اعطى كل ذي حق حقه الا وصیۃ لوارث نیز مجمع الانہر میں ہے ولا تصنع الوصیۃ لوارث الا باجازۃ الورثۃ۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نظام الدین شاہ نے اسے اپنی جائداد دی ہو اور گواہوں سے ثابت ہو اور نہ مجرد تحریر اسٹانپ کچھ قابل اعتبار نہیں۔ جب تک گواہوں سے ثبوت نہ ہو۔ اور وارث بنانا جو سوال میں لکھا ہے یہ کوئی شے نہیں کہ وارث تو وہ ہے جسے اللہ و رسول نے وارث بنایا جو کسی کے بنانے یا نہ بنانے کو اس میں دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد احمد خان قادری ہیڈ ماسٹر فاکلٹی رورڈ مینو سہیل اردو اسکول بمبئی ۱۲۳ جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا اور اس کے وارثوں میں سے کوئی بھی وارث کسی درجہ کا زندہ نہیں ہے اور متوفی نے کچھ وصیت بھی نہیں کی، کیوں کہ اس کی موت اچانک واقع ہوئی ہے کیوں کہ متوفی نے اپنی جائداد غیر منقولہ اپنی زندگی میں مرنے سے بہت پہلے کسی سداً اسلامیہ کے نام وقف کر دی ہے لیکن جائداد منقولہ مثل زر نقد کسی ایک امین کے پاس متوفی کی زندگی سے امانت رکھا ہوا ہے سوال یہ ہے کہ اس زر نقد کو کس طرح اور کس مصرف میں صرف کیا جائے کہ متوفی کی روح کو ثواب پہنچے جواب مدلل تحریر ہو۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- ایسا مال حق بیت المال ہے مگر چونکہ ہندوستان میں بیت المال نہیں لہذا مسلمان بطور خود اس مال کو مصارف بیت المال میں صرف کریں۔ یعنی ایسے فقرار پر صرف کریں جنکا کوئی ولی نہ ہو کہ ان کا نفقہ اسکے ذمہ واجب ہو ان فقراء کے کھانے پینے میں اور بیمار ہوں تو ان کی دواؤں میں اور مرجائیں تو ان کی بھیز و تکفین میں صرف کیا جائے درمختار میں ہے وبقیہ الرابع وهو لقطۃ وترکۃ بلا وارث و دینۃ مقتول بلا ولی

ومصر فہا لقیط فقیر وفقیر بلا وی رد المختار میں ہے۔ قال فی البحر یعطون منہ نفقتہم وادویتہم ویکفن بہ موتاہم ویعقل بہ جنازتہم اھ نیز رد المختار باب العشر میں ہے۔ واما الرابع فمصر فہ المشہور وهو اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لہم فیعط منہ نفقتہم وادویتہم وکفنہم وعقل جنازتہم کما فی الزیامی وغیرہ وحاصلہ ان مصر فہ

العاجزون الفقراء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ شمار احمد صاحب ساکن کچھا ضلع بنی تال ۳۱ سوال ۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسی علیہ السلام کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ ایک بیٹا دو بیٹی اور دو حقیقی چچا زاد بھائی مسی قمر الدین و جلال الدین وارث چھوڑے اسکے بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا اب علیم کی بیوہ کیسا تھ جلال الدین نے نکاح کر لیا اور جلال الدین کی پہلی عورت سے دو لڑکے تھے ایک کو اپنے بیوی کے پاس رکھا اور ایک اپنی دادی کے پاس تھا۔ چند روز کے بعد جلال الدین کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے ایک والدہ ایک بھائی ایک زوجہ چھوڑی۔

زوجہ نے وقت وفات اپنا مہر معاف کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بیوہ نے اپنا عقد بھرا ایک غیر شخص کیسا تھ کر لیا اب یہ عورت اپنا مہر معاف شدہ اور ترکہ لینا چاہتی ہے۔ اور جلال الدین کا لڑکا جو اپنی سوتیلی ماں کے پاس تھا اپنے بھائی اور دادی کے پاس آنا چاہتا ہے، اس غیر شخص کے پاس رہنا نہیں چاہتا۔ اب علیم نے جو دو نابالغ لڑکیاں چھوڑی ہیں ان کی ولایت نکاح از روئے شرع کس کو ہو سکتی ہے اور یہ مال جلال الدین کا کس کس وارث پر تقسیم ہوگا۔ ؟

الجواب :- جب کہ عورت نے اپنا مہر معاف کر دیا تو معاف ہو گیا اور شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اب اس کو مطالبہ مہر کا کوئی حق نہ رہا۔ در مختار میں ہے وصع حطہا نکلہ او بعضہ عنہ قبل اولاد یرتد بالرد کما فی البحر ہاں ترکہ اس کا حق ہے وہ لے سکتی ہے جلال الدین کا نابالغ لڑکا جو اپنی سوتیلی ماں کے پاس ہے یہ سوتیلی ماں اسے نہیں روک سکتی

اپنی دادی کے پاس آنا چاہتا ہے چلا آئے یہ تو سوتیلی ہے اگر حقیقی ماں غیر محرم سے نکاح کر لے تو حق پرورش ساقط ہو جاتا ہے، در مختار میں ہے الا ان تکون متزوجة بغير محرم الصغیر عظیم کی دونوں لڑکیوں کی ولایت نکاح جلال الدین کے بالغ لڑکے کو ہے اگر کوئی دوسرا عصبہ اس سے مقدم نہ ہو کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ جلال الدین کے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ در مختار میں ہے الوطی فی النکاح العصبۃ بنفسہ، ترکہ جلال الدین کا ۴۸، سہام پر تقسیم ہو کر ماں کو اور چھوڑوہ کو اور سترہ سترہ دونوں لڑکوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ عبدالمجید از ہوڑہ ارذی الحجہ ۱۲۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا خود زر خریدہ جائداد کم و بیش تیس ہزار کی ہے۔ اس جائداد میں اس کے ہمیشہ کا کچھ حق ہے یا نہیں، حالانکہ زید کے لڑکے باپ وغیرہ موجود ہیں۔ عمر و کہتا ہے کہ زید کا خود زر خریدہ جائداد میں بھی ہمیشہ کا حق ہوتا ہے۔ لہذا دریافت طلب ہے کہ عمر و کا کچھ بھائی یا نہیں اگر ہے تو سیکڑا کیا حساب؟

الجواب :- جب زید کے لڑکے موجود ہیں تو بہن کو کچھ نہ ملیگا۔ ہاں اگر لڑکا کوئی موجود نہ ہوتا صرف لڑکیاں ہوتیں تو بہن عصبہ ہوتی اور بعد اصحاب فرائض جو کچھ بچتا اس میں حق دار ہوتی

حدیث میں ہے اجعلوا لالاخوات مع البنات عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ الہی بخش شہر کہنہ قاضی ٹولہ بریلی ۹ صفر ۱۲۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے شوہر نے طلاق دیدی، اور دو بیٹے چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے یہاں چلی آئی اس کے بھائیوں نے اس کا نکاح دوسرے آدمی کیساتھ کر دیا وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ اور اس کے دونوں لڑکے اپنے حقیقی باپ کے یہاں رہے، جب یہ جوان ہوئے تو انھوں نے اپنی ماں کو اپنی شادی میں شریک کیا اور وقتاً فوقتاً اپنے ماں کی خدمت اپنی حیثیت کے موافق کرتے رہے اس کے بعد وہ حج کو چلی گئی وہاں انتقال ہو گیا۔ کچھ اسباب اور روپیہ بچا تھا وہاں

لوگوں نے اس کو بھینرو تکفین میں صرف کر دیا۔ اور کچھ خیرات کر دیا جسوقت بمبئی میں اس نے ٹکٹ خریدتا تھا اسکا روپیہ دیا تھا اس وقت اس سے وارث دریافت کئے گئے تو اس عورت نے اپنے دو بیٹے الہی بخش اور کریم بخش بتائے تھے۔ انتقال کے بعد وہ ٹکٹ کے بچا سی روپیہ ان دونوں لڑکوں کے پاس گئے۔ اس عورت کے دو بھائی حقیقی بھی ہیں وہ ان روپیوں میں سے حصہ مانگتے ہیں آیا ان کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں۔ ان لڑکوں نے اپنے ماں کی وفات کی خبر سن کر تیجہ وغیرہ کیا اور کچھ خیرات اور چالیسواں وغیرہ کیا۔ ان لڑکوں کے ماموں نے ان لڑکوں سے علیحدہ جو اپنے طور پر کچھ فاتحہ درود میں خرچ کیا تھا ان لڑکوں سے مبلغ ساڑھے سترہ روپیہ جبراً لئے۔ ایسی حالت میں ان روپیوں میں سے ان کے ماموں حصہ پاسکتے ہیں یا نہیں اور یہ سترہ روپیہ اٹھانے ان کو واپس دینا چاہیے یا نہیں اور اگر ان روپیوں میں سے از روئے شرع شریف لڑکوں کو پہنچتا ہے اور تیج کہیں کہ ان روپیوں کو مسجد میں صرف کر دو تو ایسی حالت میں جبراً مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں اور وہ ان روپیہ میں سے مسجد میں دیدیں تو قبل اسکے کہ تیجایت سے علیحدہ کر دیئے جائیں اور تیج ان کو تیجایت سے علیحدہ کریں تو انکے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب :- یہ سوال پیشتر لڑکوں کے ماموں فقیر کے پاس لائے انھیں جواب دیا جا چکا تھا کہ ان کا اپنی ہمشیرہ کے ترکہ میں کچھ حق نہیں، عورت نے جو کچھ چھوڑا بعد بھینرو تکفین موافق سنت وادائے دیون و دیگر امور مقدمہ علی المیراث کے سب کچھ دونوں لڑکوں کو ملیگا ماموں کا اہمین کوئی حق نہیں۔ اور عورت کے بھائیوں نے تیجہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے وہ سب انھیں کے ذمہ ہے لڑکوں سے اسکا مطالبہ نہیں کر سکتے اور ساڑھے سترہ روپیے جو جبراً وصول کئے ہیں واپس دیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل نہ جبراً مسجد کیلئے وصول کیا جاسکتا ہے یہ حرام ہے، اور ایسے مال کو کہ جبراً وصول کیا گیا مسجد میں صرف کرنا ناجائز و حرام، اور الہی بخش اور کریم بخش کو محض اکی بنا پر خارج از بردار کرنا ناجائز، پنجوں پر لازم ہے کہ حکم شرع کو مانیں اور جبر و ظلم و ستم سے باز آئیں اور عذاب آخرت سے ڈریں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ مرزا محمد اسماعیل بیگ بچنا تھ پارہ رائپور مالک متوسط ۸۸ صفر المنظر
عاق مانع ارث ہے یا کیا؟

الجواب: عقوق مانع ارث نہیں کہ مواع ارث چار ہیں۔ انہیں عقوق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: مرسلہ سید کارو علی مراد آباد محلہ ٹھٹھیرا کارخانہ شیخ نہال الدین ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسماۃ اصغری بیگم کا انتقال ہوا مرحومہ
نے اپنے وارثان میں سے ایک شوہر مسمی کارو علی ایک پدراں بی ایک ماں مسمی نفیس بیگم چار برادر
آل علی، اولاد علی، محمود علی، محمد علی چھوڑے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ ان وارثان کا بروئے فرائض
کس قدر حصہ ہوتا ہے مرحومہ کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ہے؟

الجواب: حسب شرائط فرائض ترکہ مسماۃ اصغری بیگم کا چھ سہام پر منقسم ہو کر تین شوہر
اور دو باپ اور ایک سہم ماں کو ملے گا بھائی محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ امیر احمد موضع سرنیاں ضلع بریلی ۸ ربیع الآخرہ ۱۳۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغہ لڑکی

کا نکاح باذن والد کے ہوا نکاح ہونے کے بعد فوراً خاوند کے مکان پر گئی دوسرے دن واپس
جلی آئی، مدت تین ماہ والد کے یہاں رہی پھر انتقال کر گئی اس حالت میں از روئے شرع والد
اس مہر کا حقدار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبردا

الجواب: نصف مہر والد پائے گا اور نصف حق شوہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: مسئلہ جناب نواب نثار احمد خان صاحب بازار صندل خاں بریلی ۹ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص کی دو
بی بیوں تھیں، پہلی بی بی کو بعوض دین مہر کے نقد روپیہ یا جائیداد تعین مہر سے بہت زیادہ دیدی
پس جو روپیہ نقد یا جائیداد زیادہ دی گئی ہے وہ اس سے یا اس کے ورثاء سے واپس ہو کر باقی
متروکہ میں شامل ہو کر موجودہ ورثاء کو تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو کچھ دین مہر کے عوض اپنی ایک بی بی کو دے چکا ہے اگرچہ تعین مہر سے بہت زیادہ ہو وہ سب دین مہر ہی میں شمار ہوگا اور اب شوہر یا ورثہ شوہر عورت یا اسکے ورثہ سے واپس نہیں لے سکتے درختار میں ہے۔ زید علی ماسمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرہ ومعرفۃ قدرہا و بقاء الزوجیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ منشی محمد حسین خان محلہ کلاب نگر بریلی ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا انتقال ہوا جس نے ورثہ میں شوہر دو لڑکیاں اور ایک ہمیشہ چھوڑی ان ورثہ کو کتنا کتنا جائیداد میں سے حق پہنچتا ہے ؟

الجواب :- حسب شرائط فرائض ترکہ اس عورت کا بارہ سہام پر منقسم ہو کر چار چار سہام دونوں لڑکیوں کو اور تین شوہر کو اور ایک ہمیشہ کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد جمیل اختر موضع شہباز پور پورنیان ضلع مظفر پور ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں حامی حمایت دین و مفتی شرع متین اس مسئلہ میں کہ امیر الدین کا

انتقال ہوا اور انکا پیشہ پیری مریدی کا تھا اس نے اپنے زوجہ منکوحہ بیوی جو شن بیگم اور ایک بھائی بشارت کریم کو چھوڑا ترکہ تقسیم نہونے پایا تھا کہ جو شن بیگم نے لوگوں کی رائے سے بشارت کریم کو اپنے شوہر کی جگہ گدی نشیں بنایا اور بشارت کریم کا انتقال ہوا اس نے اپنی زوجہ منکوحہ خاتون جنت اور ایک لڑکی بانوں بیگم چھوڑا اب یہ دونوں مسمات یعنی خاتون جنت و جو شن بیگم چاہتی ہیں بشارت کریم کے داماد محمد جمیل اختر کو انکی جگہ گدی نشیں بنائے اور تمام میریدان کی یہی رائے ہے کہ جس کو مسماء چاہیں انکی جگہ قائم مقام بنائیں ہملوک بیعت حاصل کریں گے حالانکہ نہ امیر الدین نے کسی کو اجازت دی تھی اور نہ بشارت کریم نے کسی کو اجازت دی اور نہ محمد جمیل اختر ان دونوں صاحب سے کسی کے مرید ہیں، اب بشارت کریم کے سالے یہ چاہتے ہیں کہ میں اس گدی پر بیٹھوں حالانکہ نہ انکو اجازت ہے اور نہ یہ مریدوں میں ہیں انکو روئے شریعت کسی کو اس گدی پر بیٹھایا جائے یا نہیں اور اگر بیٹھایا جائے تو کس کو اور کون مستحق ہے

اور ان کے مال سے کس کو کتنا ملے گا ؟

الجواب :- سیری اور مشیخت کوئی مال و ترکہ نہیں جو مرنے کے بعد وارثوں پر تقسیم ہو نہ وہ شخص سجادۂ مشیخت پر بیٹھ سکتا ہے جو مجاز و ماذون نہ ہو۔ محمد جمیل اختر اور بشارت کریم کے سارے دونوں اسکے حق دار نہیں۔ بلکہ بشارت کریم یا امیر الدین کے خلفاء میں جو سب سے زیادہ اس منصب کا اہل ہو اسے مقرر کریں، اگرچہ وہ نسباً اس خاندان سے نہ ہو۔ ورثہ کی پوری تفصیل معلوم ہونے سے مال کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ سوال میں یہی تین عورتیں بتائی گئیں کوئی عصبہ بشارت کریم کا موجود ہے یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بنارس محلہ مدنی پورہ مرسلہ حافظ حکیم محمد رفیع ضامن رابع الآخر ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مقروض نے انتقال کیا صرف جائداد و اسباب خانگی چھوڑ کر جس کو کہ دو پسرو تین دختران و ایک زوجہ جملہ شرکاء بستہ حقیقی ہیں بعد ہر دو برادران حقیقی بکر و عمرو نے بعد انتقال پدر خاص کے باہمی شریک حال رہے۔ بفضلہ تعالیٰ زرو جائداد پیدا کیا نیز بکر و لا ولد کا رکن انتقال کر گیا، جسکو عمرو موصوف و تین ہم شیرگان ہیں منکوحات و مادر حقیقی موجود ہیں پس تحقیق طلب امر ضروری ہو کہ بکر و عمرو کے حقوق نصف تقسیم ہو کر بقیہ بکر متوفی میں عصبہ کل شرکاء کے تقسیم ہونگے یا کل میں از روئے شریعت محمدیہ و ملت حنفیہ بالتفصیل و السہام حکم فرمایا جاوے ؟

الجواب :- حسب شرائط فرائض ترکہ زید بعد ادائیگیوں آٹھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک زوجہ اور ایک ایک تینوں لڑکیوں اور دو سہام دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور بکر و عمرو اگر دونوں شریک میں کام کرتے تھے تو دونوں آمدنی میں برابر کے شریک قرار پائیں گے اگرچہ کام برابر نہ کرتے ہوں اور بعد انتقال بکر اسکے حصہ کو شرکاء پر تقسیم کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳ شعبان ۱۳۳۳ھ

مسئلہ :- از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی ضامن جماعت رضا مصطفیٰ جو یہ کہتا ہے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے مال میں سے لڑکیوں کو حصہ یعنی ترکہ نہ دیا جاوے

اس لئے کہ اسکا ہمارے یہاں رواج نہیں اور وہ رواج پر عمل کرتا ہے وہ اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب :- بیشک لڑکیوں کا حصہ نص قطعی قرآن مجید سے ثابت جو اس حکم سے انکار کرے یقیناً کافر ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے یومضیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلث ما ترک وان کانت واحدة فلهما النصف۔ اور اگر اس حکم کو حق مانتا ہے مگر شامت نفس سے اس پر عمل نہیں کرتا تو گہنگار فاسق فاجر ہے، فرض ہے کہ توبہ کرے اور اگر رسم و رواج کو حکم شرع پر مقدم رکھتا ہے اور رسم کو ترجیح دیتا ہے تو یہ بھی کفر ہے فتاویٰ عکاگیری میں ہے اذا قاتل الرجل لغيره حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار می کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نصیر آباد راجپوتانہ محلہ دودھیامرسلہ ڈاکٹر شیخ عمر و ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں میں خواہ وہ کسی قوم اور اعتقاد کا ہو لڑکا گود لینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور وہ صلبی بیٹے کی طرح ورثہ پانے کا حق دار ہے یا نہیں؟

الجواب :- تبنی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعاً منع نہیں مگر وہ لڑکا اسکا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائیگا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائیگا، گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اس حیثیت سے اسکا وارث ہاں اگر وارث ہو نیکی بھی اوس میں حیثیت موجود ہے مثلاً بھتیجہ کو گود لیا تو یہ وارث ہو سکتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وما جعل ادعیاءکم

ابناءکم ذلکم قولکم بافوا حکم واللہ یقول الحق وهو یدل السبیل ادعوہم لابعائہم ہوا قط عند اللہ فان لم تعلموا اباہم فایخوانکم فی الدین وموالیکم تمہارے منہ بولے بیٹے تمہارے بیٹے نہیں یہ تمہارے منہ کی بات اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ یہی اللہ کے نزدیک ٹھیک بات ہے

اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور مولیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- ازاندورچی مسجد رانی پورہ معرفت محمد عبداللہ پیش امام مرسلہ رحمت بی بی
 یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین مسائل ذیل میں۔
 زید متوفی کے دو بیوی اور ایک بھائی عینی پسماندگان میں سے موجود ہیں اس وقت ہر ایک کو
 جائیداد و متروکہ میں سے از روئے شرع شریف کتنا کتنا لگنا چاہیے۔ بینواتو جروا

الجواب :- حسب شرائط فرائض اگر زید کے وارث صرف یہی ہیں تو دین و غیرہ امور
 متقدمہ کے بعد ترکہ زید کا آٹھ سہام پر منقسم ہو کر ایک ایک سہام دونوں عورتوں کو اور چھ سہام
 بھائی کو ملیں گے قال اللہ تعالیٰ ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید سرکار و علی مراد آباد محلہ اصالت پورہ۔
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ جعفری بیگم کا انتقال ہوا ایک
 شوہر ارشاد حسین اور ایک دختر صابرہ بالغ ایک پسربا سطر حسین نابالغ وارث چھوٹے ترکہ میں
 ایک مکان پختہ ایک دوکان جو ارشاد حسین نے مبلغ بیسے کی فروخت کر دی، اور کچھ زیور و برتن
 لڑکی کو ارشاد حسین نے کچھ نہیں دیا۔ بیسے کا زیور بنا کر اور کچھ متوفی کا زیور چڑھا کر مسماۃ اصغری بیگم
 سے شادی کر لی۔ مسماۃ اصغری کا بھی انتقال ہو گیا۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اب تیسری شادی
 مسماۃ قیوما سے کی۔ بروقت نکاح کوئی زیور ارشاد حسین نے نہیں چڑھایا بعد نکاح گھرا کر وہی
 بیسے کا زیور اور باقی متوفی جعفری بیگم کا زیور پہنا دیا۔ اب ارشاد حسین کا انتقال ہو گیا۔ لہذا ذیل
 کی باتیں دریافت طلب ہیں

۱۔ اس زیور کی مالک قیوما ہے۔ یا صابرہ و با سطر حسین۔ ۲۔ مکان جو جعفری بیگم کو
 بذریعہ ترکہ پدری ملا تھا۔ اس میں سے مسماۃ قیوما لے سکتی ہے یا نہیں۔ یا جو حصہ ارشاد حسین
 کا بعد انتقال جعفری ہو گا اس میں سے یا اس کو اس طرح ملے کیا جاوے۔ کہ جو سامان مسماۃ قیوما

اپنے جہیز میں لائی اس کو دلایا جاوے۔ جو سامان اور مکان جعفری بیگم کا ہے۔ اس میں سے حصہ تہائی ارشاد حسین نکال کر صابرہ اور باسط حسین کو دلایا جاوے۔ باقی حصہ ارشاد حسین بقدر حصہ سب وارثان کو تقسیم کر دیا جائے۔ اب ارشاد حسین کے یہ وارث ہیں۔ صابرہ دختر پسر باسط حسین پسر ساجد حسین نابالغ قاسم حسین نابالغ پسر قیوم ازوجہ ؟

الجواب :- جعفری بیگم کے کل متروکہ مکان و دوکان و زیور و غیرہ بعد جہیز و تکفین و ادائے دیون و اجراء وصیت جو کچھ بچا اس کے چار حصے کئے جائیں ایک شوہر ارشاد حسین اور ایک حصہ صابرہ کو اور دو حصے باسط حسین کو دیئے جائیں صابرہ اور باسط حسین کا حصہ جو ارشاد حسین نے تلف کر دیا ارشاد حسین کے مال میں سے بقدر ان کے حصوں کے دلایا جائے اگر ان کے حصے دینے کے بعد ارشاد حسین کا کچھ مال بچے۔ تو اسکے آٹھ حصے کئے جائیں ایک صابرہ کو اور ایک قیوم کو اور دو دو تینوں لڑکوں کو دیئے جاویں جہیز جو قیوم لائی ہے اسکی مالک وہی ہے اس میں ارشاد حسین یا اسکے ورثہ کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وعلیہم السلام

مسئلہ :- از غازیہ پور خلدیہ نور الدین پور مرسلہ محمد مطلوب۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ

محمد خالد۔ محمد اسحاق۔ محمد ذکی۔ فاطمہ بی بی کے دادا کے بھائی کے پوتے ہیں۔ پوتی ہیں اور بیٹی ہیں اور پر پوتی ہیں ۱۔ محمد ہاشم محمد قاسم فاطمہ بی بی کے خالہ زاد بھائی اور خالہ زاد بھوپھو کے پوتے ہیں۔ ۲۔ فاطمہ بی بی کے شوہر نے فاطمہ بی بی کی زندگی میں ایک اور عقد کر لیا تھا۔ اور یہ بی بی ہمیشہ فاطمہ بی بی کے ساتھ فاطمہ بی بی کے مکان میں رہیں۔ فاطمہ بی بی کے شوہر کے انتقال کو پندرہ سولہ برس ہوتے ہیں۔ اور جو بعد نکاح فاطمہ بی بی تا دم آخر فاطمہ بی بی کے مکان میں رہے۔ فاطمہ بی بی کے اولاد کا فاطمہ بی بی کے سامنے انتقال ہو گیا سو تیلی بیٹیاں موجود ہیں جن کو وہ اپنی بیٹیاں سمجھتی تھیں۔ اور تا زندگی انکی پرورش اور انکی تربیت میں مشغول رہیں۔ یہ یتیم لڑکیاں جو ابھی کمسن اور ناکتہ خدا ہیں۔ اپنی ماں کے ساتھ ابتدائے پیدائش سے اس مکان میں رہیں۔ اور مسرت سے شریفانہ زندگی بسر ہی ہیں

۴ فاطمہ بی بی کا ترکہ وہی ایک مکان مسکونہ ہے جس کو لڑکیوں کے نام بارہا متعدد شخصوں کے سامنے ہبہ زبانی کر چکی ہیں، مگر یہ مکان فاطمہ کو آبائی ترکہ میں نہیں ملا ہے بلکہ نانہالی ترکہ میں ملا ہے۔ یعنی یہ مکان غلام رسول خاں کا ہے۔

لہذا کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ بی بی نے انتقال کیا اور اپنے دادا کے بھائیوں اور خالہ زاد چھو بھیرے بھتیجوں کو اور اپنے شوہر کی دوسری بی بی اور سوتیلی لڑکیوں کو چھوڑا۔ اور چونکہ ترکہ صرف ایک قطعہ مکان مسکونہ نانہالی فاطمہ بی بی ہے جس میں انکے شوہر کی دوسری بی بی عقد کے بعد سے اور سوتیلی لڑکیاں ابتدائے پیدائش سے اسی مکان میں رہتی چلی آتی ہیں۔ اور اب تک اس میں مقیم ہیں۔ اور فاطمہ بی بی تازندگی انکی تربیت اور پرورش میں مشغول رہیں۔ لیکن بعد وفات فاطمہ بی بی متذکرہ بالا شرکاران یتیم اور لا وارث لڑکیوں کو اور انکی بیوہ ماں کو اس مکان مسکونہ سے بے دخلی کرنا چاہتے ہیں۔ تو شرع شریف کی رو سے اس مسئلہ کی اچھی طرح توضیح کی جائے کہ مکان متنازعہ کی مالک بلحاظ امور متذکرہ بالا یہ بی بی اور لڑکیاں ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر شق ثانی کس وارث کو کتنا ملے گا؟ بینوا تو جزوا

الجواب :- اگر وہ مکان شرعی طور پر ہبہ کر دیا ہو مثلاً ہبہ کرنے سے پہلے اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دے دیا ہو مثلاً مکان کا یہ قطعہ فلانی کو اور یہ قطعہ فلانی کو۔ اور قبضہ بھی دلا دیا ہو۔ تو یہ ہبہ صحیح تام نافذ ہے، ان لڑکیوں کے علاوہ اس پر کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ اور اس ہبہ کو واپس بھی نہیں کیا جاسکتا کہ موت و اہبہ مانع رجوع ہے۔ یوں ہی اگر وہ مکان نہایت چھوٹا ہو کہ قابل قسمت نہ ہو جب تو تقسیم کی بھی حاجت نہیں کہ ایسی شئی میں شیوع مانع ہبہ نہیں اور اگر مکان قابل قسمت تھا اور بغیر تقسیم ہبہ کر دیا تو اگرچہ یہ ہبہ فاسد ہے مگر بعد قبضہ مفید ملک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ہبۃ المشاع فیما لا یعتل القسمۃ تجوز من الشریک ومن الاجنبی نیز اسی میں ہے ہبۃ المشاع فیما یعتل القسمۃ

من رجلین او من جماعة صحیحة عندها وفاسدة عند الامام ولیست بباطلة حتی تفید الملك بالقبض کذا فی جواهر الاخلاطی اور اگر وہ لڑکیاں وقت ہبہ غنی نہ ہوں تو بہر حال جائز ہے مشاع ہو یا منقسم عالمگیری میں ہے ولو وهب من اثنين ان كانا فقیرین یجوز بالاجماع اور ہبہ زبانی کافی ہے تحریر یا اسٹاپ کی کوئی ضرورت نہیں یوں ہی جس صورت میں تقسیم کی حاجت ہو اس کیلئے بھی اسکی ضرورت نہیں کہ کچھری سے تقسیم کرائی جائے نہ اس کی ضرورت کہ بیچ سے دیوار اوٹھائی جائے۔ فقط اتنا کافی ہے کہ یہاں سے یہاں تک اوسکا و اتنا اسکا۔ رہا قبضہ اگر وہ لڑکیاں وقت ہبہ نابالغہ تھیں اور واہبہ کی پرورش میں تھیں تو قبضہ کی بھی حاجت نہیں کہ واہبہ کا قبضہ خود انھیں کا قبضہ ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ وھبۃ الوالد لطفله تم بالعقد ولا فرق فی ذالک فی ما اذا کان فی یدہ او فی ید مودعہ بخلاف ما اذا کان فی ید الغائب او فی ید المرتہن او فی ید المستاجر حیث لا تجوز الھبۃ لعدم قبضہ وکذا لو وھبته امہ وھو فی یدھا والاب میت ولیس لہ وصی وکذا کل من یقولہ کذا فی التبین وھکذا فی الکافی۔ اور اگر ہبہ تمام نہ ہو تو یہ مکان فاطمہ بی بی کے دادا کے بھائی کے پوتوں کا ہے کہ وہ عصبہ ہیں اور باقی سب ذوی الارحام، اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)۔ از گوالیار مرسلہ حافظ احسان اللہ خاں وکیل بالی کورٹ محلہ ماہو گنج لشکر گوالیار یکم ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ

کوئی ایسا پدر جو ضعیف العمر ہو۔ عورت ثانی رکھتا ہو مکمل طور پر پابند شرع نہ ہو اپنی ایسی اولاد کو جو کافی طور پر صوم و صلوٰۃ و احکام شریعہ کے پابند ہونیکے علاوہ حاجی ہونے کا فخر رکھتی ہو۔ محض اس خیال کو مد نظر رکھ کر کہ ہمارے بعد ہماری موجودہ بی بی کی اولاد کلاً ترکہ کی مالک ہو تاکہ موجودہ بی بی خوش رہے عاق کر سکتا ہے اور ایسی عاق شرعاً جائز ہے۔

مسئلہ (۲)۔ عاق کیلئے عمر کی کیا معیار ہے۔ کیا ۵ سال کی ایسی اولاد کو بھی عاق

کیا جاسکتا ہے جو خود صوفی صفت ہو اور اسکی اولاد کو مولوی ہونیکا اعزاز حاصل ہو؟
مسئلہ (۳)۔ کیا اس اولاد کو عاق کیا جاسکتا ہے جسکی پرورش اسکی اوائل عمری یعنی چار سال کی عمر سے اسکے نانا نے کی ہو اور اس وقت سے موجودہ وقت تک اسکے پدرنے کوئی حق پدیری ادا نہ کیا ہو۔ بلکہ کسی قسم کا تعلق نہ رکھا ہو و محض بخیاں دورانہ لشی و انتظام اپنی جد اولاد کے ایسا عمل کرے؟

مسئلہ (۴)۔ عاق کئے جانیکے اصلی اسباب کیا ہیں؟

الجواب (۱)۔ عقوق والدین سخت گناہ ہے، یہ اون گناہوں میں ہے جنکو حدیث میں فرمایا کہ اجتنبوا سبع الموبقات اون سات گناہوں سے بچو جو ہلاک کنیوالے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ الا شرک باللہ و قتل النفس و عقوق الوالدین الخ مگر عقوق کے یہ معنی نہیں کہ ماں باپ کہیں کہ تو عاق ہے تو عاق ہو گیا۔ ورنہ نہیں۔ بلکہ عقوق کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ خواہ وہ عاق کریں یا نہ کریں یعنی اگر ماں باپ کی نافرمانی کرے تو عاق ہے۔ اگرچہ والدین نے عاق نہ کیا ہو اور نافرمانی نہ کرے تو عاق نہیں۔ اگرچہ اونھوں نے کہدیا ہو کہ تو عاق ہے۔ لہذا جب یہ اولاد اپنے باپ کی مطیع و فرمانبردار ہے تو عاق نہیں عند اللہ و عند الناس ہرگز مجرم نہیں اور بہر حال اگر یہ نافرمانی بھی ہو باپ نے عاق کر بھی دیا ہو۔ جب بھی تو اولاد ترکہ سے محروم نہ ہوگی اگرچہ عقوق کا گناہ کبیرہ اس کے سر پر ہوگا۔ اور اسکی وجہ سے عذاب شدید کا مستحق ہوگا۔ موانع ارث چار ہیں۔ ان میں عقوق نہیں لہذا ایسی اولاد اپنے باپ کا ترکہ پائیگی، اور اگر باپ کا مقصود عاق کرنے سے صرف یہی ہے کہ اولاد کو ترکہ سے محروم کر دے تو اولاد یہ خیال خام ہے کہ ترکہ کی تقسیم کا حق والدین کو نہیں وہ اللہ عز و جل کا ایک حکم ہے جس کو نہ والدین بدل سکیں نہ کوئی دوسرا۔ ثانیاً اس میراث سے محروم کر نیکا وبال خود باپ پر ہوگا۔ اگرچہ محروم ہوگا بھی نہیں، حدیث میں ہے۔ من حرم میراث وراثہ حرم اللہ میراثہ من الجنة جو وارث کو میراث سے محروم کرے۔ خدا اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔ محروم کرنا

تو بڑی بات ہے اولاد میں عدل نہ کرنا، ایک کو ہبہ کرنا اور دوسرے بلا وجہ شرعی ندینا یہ ممنوع ہے
نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے انھیں ایک غلام دیا تھا۔ اور دوسری اولاد کو نہ
دیا تھا اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اور فرمایا لا تشہد فی علی جور
ظلم وجور پر مجھے گواہ نہ کرو۔ والد کو چاہیے کہ تمام اولاد کیساتھ یکساں برتاؤ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ عاق کیلئے نہ عمر کا کوئی معیار ہے، نہ حاجی و صوفی و مولوی ہونا اسکا مانع
جب مکلف ہے اور والدین کی نافرمانی کرے عاق ہے۔ اگرچہ ۵ یا زیادہ کی عمر رکھتا ہو واللہ اعلم
الجواب (۳)۔ والد کا حق اولاد پر ہر حالت میں ہے۔ اگرچہ اس کے یہاں پرورش نہ ہوئی ہو
اس نے کوئی کفالت نہ کی ہو۔ کہ اسکا حق والد ہونے کی وجہ سے ہے اور اسکی نافرمانی بہر حال
نا جائز ہے، اور اگر اس نے حقوق اولاد کی مراعات نہ کی، جب بھی اولاد کو یہ جائز نہیں کہ
اسکی نافرمانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴)۔ جواب سوال اول سے اسکا جواب ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۵۴۸
مسئلہ: از چوری پٹی دینا جب مورسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ رضا انصاری دہ صفہ المنظر
دادا کی زندگی میں باپ مر گیا تو کیا پوتے کا حصہ کچھ بھی اور کسی زمانہ میں نہیں ہوتا؟

الجواب: دادا کی زندگی میں باپ مر گیا پھر دادا نے انتقال کیا اور کوئی بیٹا چھوڑا ہے
تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا کہ جو کچھ ذوی الفروض سے بچے گا وہ بیٹا لے گا اور اگر دادا نے بیٹا
نہیں چھوڑا ہے تو پوتا وارث ہے اور عصبیات میں مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از شہر بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ جناب حاجی حشمت اللہ صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ لال بی بی نے ایک مکان خام
نامہ روپیہ کا خریدا بعد اسکے مسماۃ نے اسی مکان کی پختہ تعمیر کرایا۔ مالی ۳۵، پھر انتقال
کیا اور شوہر حاجی حمید اللہ اور تین پسران محمد اسحق و محمد ابراہیم و حاجی حشمت اللہ اور دو لڑکی
مسماۃ ہاجرہ اور سائرہ کو چھوڑا، لہذا شرع شریف سے کتنا حصہ کس کو ملیگا؟ نیز شوہر

مذکورہ وعدہ کرتا ہے کہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کا باپ ہوں میرے ہوتے ہوئے کسی کا کچھ حصہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ اسکا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- شوہر کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ اس مکان میں یہ سب شریک ہیں شوہر صرف ایک چہام کا حقدار ہے باقی لڑکے اور لڑکیوں کا ہے، یعنی مسماۃ کی جائداد حسب شرائط فراغ ۳۲ سہام پر منقسم ہوگی۔ آٹھ سہام شوہر کو ملیں گے اور چھ سہام ہر لڑکے کو اور تین تین لڑکیوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لال بی بی

مسئلہ ۳۲

زوج حاجی حمید اللہ محمد اسحاق ابن محمد ابراہیم حشمت اللہ بنت باجرہ بنت سائرہ

مسئلہ :- از لکھنؤ محلہ تکیہ داتا شاہ برسلہ سید محمد یوسف صاحب نگینہ ساز کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمودہ نے انتقال کیا اور اسکے انتقال سے تقریباً ایک ماہ قبل اسکے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو کچھ روز زندہ رہ کر گزر گئی، لہذا اب محمودہ کے اسباب جہیز اور مہر کے پانے کا مستحق کون ہوگا درآنحالیکہ محمودہ کے باپ، بھائی اور شوہر موجود ہیں، محمودہ کے شوہر کا یہ قول ہے کہ مرحومہ کو ہم سے ارادت بیعت تھی لہذا ہم اسکے مال کے مالک ہیں، حالانکہ مرحومہ نے اپنے شوہر سے بیعت نہیں کی جس کی مفصل کیفیت بزبانی محمودہ یہ ہے کہ اسکے شوہر نے اس سے خواہش ظاہر کی تم میری مرید ہو جاؤ اس وقت اس نے یہ کہہ کر مالدیا کہ پھر کبھی دیکھ اجائے گا اسکے بعد وہ بحالت بیماری اپنے میکے چلی آئی یہاں جب اس سے سوال کیا گیا کہ تو مرید ہو گئیں تو جواب میں کہا ابھی نہیں پھر اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اب کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت و طریقت اس صورت میں کہ آیا مرحومہ کے ورثہ شرعی محض مرحومہ کی ارادت بیعت پر اپنا حق شرعی

پانے سے محروم ہو جائیں گے، اور ایک پیر ارادی محض ارادت پر تمام مال کا مالک ہو جائیگا اس کے متعلق جو حکم شرعی ہو تحریر فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب :- جہیز جو عورت کو اوسکے میکے سے ملتا ہے وہ عورت ہی کی ملک ہے۔

کذا فی رد المحتار لوی ہیں چڑھاوے میں جو زیور سسرال سے آتے ہیں یا ڈال بری کے جوڑی یہ بھی عورت ہی کی ملک ہے، ہندوستان میں یہی رواج ہے کہ یہ چیزیں عاریت نہیں دیتے بلکہ عورت کو اوسکا مالک کر دیتے ہیں۔ پس جبکہ محمودہ کے انتقال کے بعد اوسکی کوئی اولاد نہ تھی تو اوسکا کل متروکہ از کم جہیز و زیور و لباس اور دین مہر بعد تقسیم کا مقدم دو حصے پر منقسم ہو کر ایک حصہ اوسکے شوہر کو ملیگا اور ایک اسکے والد کو، شوہر کا یہ کہنا کہ وہ ہم سے بیعت ہونا چاہتی تھی لہذا ہم کل مال کے مالک ہیں، عجیب انوکھی بات ہے یہ تو فقط ارادہ تھا اگر بیعت ہو بھی جاتی جب بھی مالک نہ ہوتا، شاید اس نے یہ سمجھا کہ بیعت بیعت سے ہے اور جب وہ میرے ہاتھ تک گئی تو میں اوسکا اور اوسکے تمام اموال کا مالک ہو گیا مگر یہ نہ سمجھا کہ حر اور حرہ کی بیعت کب جائز ہے اور من اعتبد محررا کی وعید سے واقف نہیں ہے کہ حر کو نوٹدی کا غلام بنانا کب جائز ہے حالانکہ یہ بیعت ایک معاہدہ ہے کہ پیر و مرید کے درمیان ہوتا ہے کہ پیر مرید کو خدا کا راستہ بتاتا ہے اور مرید پیر کے حکم پر چلتا ہے اور اسکی وجہ سے اگرچہ پیر کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے مگر پیر شرعی مولیٰ نہیں ہوتا نہ ورثہ شرعیہ کو محروم کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید ضمیر الدین احمد رضا ازالہ آباد محلہ دارالکلیۃ ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو ہزار روپیہ میں تین شریک ہیں دو بھائی او بہن، تو بہن کا کتنا روپیہ نکلتا ہے۔ اور اس دو ہزار روپیہ کا ایک مکان زید نے بنوایا ہے جسکا کرایہ سولہ روپیہ ماہوار آتا ہے اس کرایہ میں بہن کا کتنا حصہ نکلتا ہے؟

الجواب :- چار سو روپے لڑکی کا حصہ ہے۔ اور آٹھ سو دو سو لڑکوں کے

اگر مکان تمام شرکاء کی اجازت سے بنا تو ہر ایک شریک اپنے حصہ کے مطابق کرایہ کا

مستحق ہے۔ یعنی لڑکی تین روپیہ ۲ ۲ ۱/۲ پائے اور ہر ایک لڑکا ۶ روپیہ ۴ ۴ ۱/۲ پائے

ماہوار کرایہ کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نصیر آباد ضلع مشرقی فاندس احاطہ بمبئی مرسلہ جناب قاضی سید مظہر علی صاحب ۵ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

ایک محروم الوراثت نے قرابت والوں کا دباؤ ڈال کر ورثہ سے ترکہ میں حصہ لے لیا۔ کچھ زمانے کے بعد اگر ورثہ کو اس حصہ کے واپس لینے کا موقع ملے تو واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس نے جبراً حصہ لے لیا ہے تو واپس لے سکتے ہیں شرعاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ریاست بھاو لپور دربار معلیٰ حضرت سجاد نشین چاچران شریف مرسلہ مولانا مولوی سراج احمد صاحب ۱۳ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب خفیہ اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ حیاتوفوت ہو کر ایک زوجہ مسماۃ جانو ایک اخ یعنی مسمیٰ کھوتہ ایک اخت عینیہ مسماۃ سبھل اور دو ابنا والاخ مسمیان خدا بخش و بخت علی وارث چھوڑے بعد کھوتہ فوت ہو کر ایک زوجہ حاملہ مسماۃ شاہل ایک بیٹی مسماۃ پچی ایک اخت عینیہ مسماۃ سبھل مذکورہ دو ابنا والاخ خدا بخش و بخت علی وارث چھوڑے بعد مسماۃ جانو فوت ہو کر تین بیٹے پچو، شکرو، پلو، ایک بیٹی مسماۃ شہلان وارث چھوڑے مگر کھوتہ و جانو باہمی فیصلہ کر کے بغیر تقسیم متروکہ حیاتو پر قابض رہ کر کھاتے رہے۔ سبھل کو کچھ نہ دیا۔ اب سبھل کے تنازعہ پر مولوی نور حسن متروکہ حیاتو کو چار حصہ کر کے ایک حصہ جانو ایک حصہ سبھل دو کھوتہ کو دینا لکھتا ہے۔ مناسبہ کرنا ضروری نہیں جانتا کہ جب تک حل کی خبر نہ پڑے کھوتہ و جانو کی تقسیم بند رکھی جاوے گی۔ بعد تولد حمل کھوتہ کا علیحدہ مسئلہ اور جانو کا علیحدہ مسئلہ بنایا جاوے گا۔ مناسبہ کرنا بے سود ہے۔ اور مولوی سراج احمد صاحب فتویٰ دیتا ہے کہ مناسبہ کرنا ضروری ہے تاکہ جو وہ متروکہ حیاتو ہے۔ ایک کھوتہ و جانو کو آتا ہے وہی حصہ انکے ورثہ پر تقسیم ہو ورنہ علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنانے میں کھوتہ و جانو کا اپنا اپنا علیحدہ متروکہ سالم انکے ورثہ کی طرف منتقل ہوگا۔ انکے سہام از ترکہ حیاتو کا انتقال بغیر عمل مناسبہ نہیں ہوگا

یہی وجہ عمل مناسخہ لانے کا ہے۔ نیز مسئلہ حمل ابھی یعنی قبل تولد بنا کر اسکا حصہ موقوفہ بمعہ تفصیل حصص اور وارث بشرائط مذکورہ نوشتہ مردہ تولد حمل لکھا جاوے صرف ایک ولد کا حصہ زائد اور باقی وارثوں کا حصہ اول موقوف رکھنے کا حکم مفتی بہ ہے۔ نہ یہ کہ سالم متروکہ موقوف رکھ کر نفع حمل کیلئے دوسرے وارثوں کو ضرور دیا جاوے۔ ہاں ابام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہ جن وارثوں کا حصہ تعدد حمل سے متغیر نہ ہو۔ انکو دیکر باقی وارثوں کو نہ دیا جاوے تا انکشاف حمل یہاں زوجہ کھوتہ شامل غیر متغیر الفرض ہے کس بنا پر تا انکشاف حمل اسکو بھی اور اولاد جانو کو بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں فتوؤں کی نقل مرسل خدمت کر کے تکلیف دی جاتی ہے کہ جو فتویٰ صحیح ہو اس پر کثیر علماء حاضرین کی نہ صرف تصدیق بلکہ پوری تقریظ لکھی جاوے تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ کون مفتی عالم متبحر قابل استفتاء ہے، بینوا تو جروا نقل فتویٰ مولوی نور حسن۔ مسئلہ حیاتو

زوجہ	۱	۲	۱
جانو	کھوتہ	سبھل	خدا بخش، بخت علی
			محروم

شرعاً اس صورت میں کل متروکہ متوفی بعد ادائے حقوق مترتبہ سابقہ تجہیز میت و دین علیہ و وصیت منہ بشرط عدم موانع ارث از قتل ورق و اختلاف دین و دار نیز بشرط حصہ ورثہ باشخاص مرقومہ الصدر اسی طریق پر منقسم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس استخراج میں واضحاً عیاں ہے۔ انتہی

بعد تردید بعینہ یہی فتویٰ لکھ کر جواب دیا کہ تا انکشاف حمل حصہ مال کھوتہ موقوف رکھا جاوے کہ مذکور پیدا ہوتا ہے یا مونث جو ہو پھر اسکے موجب اسکا مسئلہ بنایا جاوے گا علیہ ذلتہی ملخصاً بحذف الکلمات التوہینہ۔

نقل فتویٰ مولوی سراج احمد صاحب۔

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ چونکہ کتب فقہ و میراث میں طریق مناسخہ حمل صریحاً

و مثلاً نہیں لکھا اور مسئلہ مسئلہ میں جانور زوجہ حیاتو کھوتہ کے بعد فوت ہوئی ہے۔ اس لئے
 محرر فتویٰ نے یہ سد سکندری دیکھ کر مسئلہ حل بنا کر مناسخہ حصہ کھوتہ کیا نہ مناسخہ حصہ جانور کیا بلکہ تا انکشاف حمل
 بجائے موقوف رکھنے حصہ زائد حمل و حصہ اقل باقی وارثان کھوتہ کے جو مفتی بہ مذہب حنفیہ ہے
 سالم حصہ کھوتہ و جانور از حیاتو کو تا انکشاف حمل موقوف کر کے اضرار ورثہ کی ایک غلطی اور بجائے
 منتقل کرنے حصہ کھوتہ و جانور از ترکہ حیاتو بدریعہ مناسخہ کے ہر ایک کے سالم اپنے مترکہ کا انتقال
 انکے وارثوں کے طرف بدریعہ علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنائیکے دوسری غلطی کی۔ اور مسئلہ حیاتو میں کھوتہ
 و جانور وارثان مردہ تک مسئلہ ختم کر کے انکا حصہ انکے وارثان کو نہ دیا تیسری غلطی ہے پس اصل
 مسئلہ مسئلہ کا جواب صحیح یہ ہے کہ جب کسی وارث کا حصہ قبل از تقسیم میراث بنجاوے تو عمل
 مناسخہ کرنا ضروری ہے۔ اگر وارث مردہ کے علیحدہ علیحدہ مسئلہ بغیر عمل مناسخہ بنانے سے کام
 چل سکتا تو وضع قواعد مناسخہ لغو ہوتی۔ اسی طرح وضع قواعد مسئلہ الحمل سے بھی مقصود صرف
 توقیف حصہ زائد حمل و حصہ اقل بقیہ ورثاء کے ذریعہ دفع انتقار و اضرار بقیہ وارثان ہے۔
 ورنہ حسب تحریر محرر کتب میراث میں فصل حمل لانا ضروری نہ تھا صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ
 تا انکشاف حمل کسی وارث کو کچھ نہ دیا جاوے نہ مسئلہ بنایا جاوے۔ ہاں یہ امام شافعی کا
 مذہب ہے مگر وہ یہ شرط کرتے ہیں کہ جس وارث کا حصہ تعدد حمل و عدم تعدد سے متغیر نہ ہو
 جسے مانحن فیہ میں شامل زوجہ کھوتہ ہے۔ تو اسکو ضرور حصہ دیکر باقی وارثوں کے تا انکشاف منتظر
 رکھا جائے۔ یہاں بوجہ نمکرنے مناسخہ کے حمل کی وجہ سے شامل بجائے خود اولاد جانو بھی ظاہر
 انتظار میں ڈالی جا کر حقیقتہ حصہ جانور از مترکہ حیاتو سے مطلقاً محروم کیے جاتے ہیں۔ افسوس
 محرر خود تو نہیں سمجھا مگر سمجھانے سے بھی نہیں سمجھا لٹا خاکسار کی توہین و تزیلیل کر رہا ہے

الحمد لله الذی عافانی مما ابتلاہ بہ۔ آمین

شریفی فصل حمل میں ہے۔ وروی الخصاص عن ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ یوقف

نصیب ابن واحد او بنت واحد ایہما اکثر ہذا ہوا صح وعلیہ الفتویٰ وذلک لان المعتاد

ان لا تلد المرأة فی بطن واحد الا ولدا واحدا فیتبني عليه الحكم ما لا يعلم خلافه وذكر فی فتاویٰ
 اهل سمرقند ان الولادة ان كانت قريبة توقف القسمة لمكان الحمل اذا لم یجئ لربها لغت بظهور العمل
 على خلاف ما قدر وان كانت بعيدة لم توقف اذ فيه اضرار لباقي الورثة ولم یعین للقرب جد بل
 احیل على العادة وقيل ما دون شهر فی واقعات الناطقی انه تقسم التركة ولا یغرل نصیب الحمل اذ
 لا یعلم ان ما فی البطن حمل ام لا وان ولدت تستأنف القسمة وعند الشافعی انه لا یدفع الى احد
 من الورثة شیء الا من كان له فرض لا یتغیر بتعدد الحمل وعدم تعدده فانه یدفع اليه
 فرضه على تقدير العول ان تصور عول ویترك الباقي الى ان تنكشف الحال اه ایض باب مناسخه
 میں ہے المناسخة هی مفاعلة من النسخ بمعنى النقل والتحويل والمراد بها ههنا ان ینتقل نصیب
 بعض الورثة بموته قبل القسمة الى من یرث منه والیه اشار بقوله ولو صار بعض
 الانصباء میراثا قبل القسمة اه اگر محرر نے اس خیال پر جانو کا مناسخہ کر کے علیہ مسئلہ
 بنانے پر کمر بستہ ہو کر وہ اپنا ربع کھوتے سے فیصلہ کر کے تقسیمائے چکی ہے جو سوال اور بیان
 سائل سے باطل ہے۔ تو بغیر موجودگی و رضا شہل کے انکی قسمت باہمی بغیر نکالے حصہ شہل
 کے قسمت غیر شرعیہ باطلہ قابل فسخ ہے۔ پس جبکہ ایسی قسمت شرعاً لا قسمت ہو گئی تو
 بغیر مناسخہ چارہ نہر اور مختار با قسمت میں ہے۔ وصحت برضاء الشکاء والا اذا کان فیہم
 صغیرا ومجنون لا نایب عنه او غائب لا وکیل عنه لعدم لزومها حیث یؤخذ الابا بارة القاضی
 او الغائب والصبی اذا بلغ او ولیہ هذا الوورثة ولو شرکاء بطلت اه ایض بعد السطرو فی
 استحقاق بعض شائع فی الكل تفسخ اتفاقا اه یہاں شامی میں ہے۔ قوله ظہر دین فی
 التركة المقسومة تفسخ القسمة الا اذا قضوة ومثله لو ظہر موصی بالف مرسلۃ تفسخ
 الا اذا قضوه لتعلق حق الدائن والموصی له مرسلۃ بالمالية بخلاف ما اذا ظہر وارث
 آخر او موصی له بالثلث او الربع فقال الورثة نقضی حقه ولا تفسخ القسمة لتعلق حقها
 بعین التركة فلا ینتقل الى مال آخر الا برضاها کما فی النہایہ اه پس مناسخہ مانع^{فیہ}

شماره ۲۲۲ - داخل

کھوتہ راجہ

Marfat.com

جنکا مجموعہ اٹھانوے ہے اب کل حصہ سابقہ ولاحقہ یکجہ چوراسی سہم اور سبھل کار (۱۴۷) سہم ہوگا
 ہذا ما عندی من الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط

الجواب :- یہ جواب کہ تا انکشاف حمل کھوتہ کا حصہ موقوف رکھا جائے صحیح نہیں حمل
 تو اب بھی منکشف و ظاہر ہے انکشاف پر موقوف رکھنے کے کیا معنی۔ اور اگر ہنوز حمل منکشف نہیں ہے
 شبہ ہے کہ حمل ہے یا نہیں جب بھی کھوتہ کا حصہ موقوف نہیں رکھا جائیگا۔ ردالمحتار میں ہے
 ولو لم يعلم ان ما فی البطن حمل او لا لم یوقف فان ولدت تستأنف القسمۃ۔ غالباً انکشاف
 حمل کے معنی وضع حمل کے ہیں مگر جواب اب بھی صحیح نہیں کہ جس وارث کے حصہ میں حمل کیوجہ
 سے تغیر بھی نہیں ہوتا مثلاً صورت مسئلہ میں زوجہ کہ حمل ذکر ہو یا انٹی زوجہ کو بہر حال من ہی
 ملے گا۔ وضع حمل تک اسکا حصہ کیوں موقوف رکھا جائیگا۔ بالجملہ جواب مولوی سراج احمد صاحب
 کا صحیح ہے کہ حمل کو ذکر یا انٹی فرض کرنے میں جس کا حصہ زیادہ ہو وہ موقوف رکھا جائے۔ اور باقی
 ورثہ کو اونکے حصص دیدیئے جائیں پھر بعد ولادت دیکھا جائے کہ وہی پیدا ہوا ہے جسکا حصہ محفوظ
 ہے تو مال محفوظ دیدیا جائے اور اگر اس کا حصہ محفوظ سے کم ہے تو اس کو دیگر باقی مستحقین
 کو دیدیئے جائیں درمختار میں ہے ووقف للحمل حظ ابن واحد و بنت واحدۃ الیہا کان
 اکثر و علیہ الفتوی لانہ الغالب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لا ولد فوت ہو گئی۔ اور
 اس نے زر مہر جو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا نہیں بخشا ہے۔ ایسی صورت میں جو زیورات و
 سامان جہیز جو کہ اسکو والدین اور شوہر کی جانب سے پہنچا تھا اسکا کون وارث ہے آیا شوہر
 یا اس کے والدین۔ ؟

الجواب :- جہیز جو والدین کے یہاں سے عورت کو ملتا ہے اس کی مالک عورت
 ہی ہوتی ہے۔ یو میں جو زیور چڑھاوے میں عورت کو دیے جاتے ہیں ان کے متعلق بھی

ہندوستان کا عرف عام یہی ہے کہ عورت کو مالک کر دیتے ہیں، محض پہننے کیلئے نہیں دیئے جاتے لہذا انکی مالک بھی وہی ہے اور جو زیور بعد میں شوہر دیتا ہے ان کے متعلق صراحۃً یا دلالتاً تملیک ہو تو عورت مالک ہے ورنہ یہ شوہر کی ملک قرار پائینگے۔ عورت کے مرنے کے بعد مہر و جہیز اور جو زیور اسکی ملک ہیں وہ حسب فرائض عورت کے وارثوں کو ملیں گے۔ شوہر بھی اسکا وارث ہے اگر عورت کی کوئی اولاد ہے تو شوہر چارم کا وارث ہے ورنہ نصف کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ظالمینج کلکتہ بذریعہ محمد شکر اللہ خان قادری مرسلہ بحیب اللہ صاحب جمعدار بہ جہادی الثانی شہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حسین خان مرحوم کی اولاد میں دو پوتے ہیں نجیب اللہ خان اور عبد الغفار خان اسوقت عبد الغفار خان کا ارادہ ہے کہ اپنی کل جائداد کو اپنی دختر کے لڑکے صفات اللہ خان کے نام لکھ دیں حالانکہ عبد الغفار کے مرنیکے بعد اسکی جائداد کا مالک نجیب اللہ خان ہونگے البتہ عبد الغفار خاں کی لڑکی رابعہ بی بی مرحومہ کا حق دختری حصہ صفات اللہ خاں کو ملنے و پانے کا حق ہے اگر عبد الغفار نے اپنی کل جائداد اپنے نواسہ کو لکھ دیا تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- وارث کو میراث سے محروم کرنے کا ارادہ یا اسلئے کوئی فعل کرنا یعنی غیر وارث کو دیدینا بہت بُرا اور گناہ ہے حدیث میں ہے من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة مگر اپنی زندگی و صحت میں اگر اوسنے ہبہ کر دیا اور قبضہ بھی دلادیا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا ورنہ کو واپس لینے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ تقسیم فرائض مرنیکے بعد ہوتی ہے زندگی میں وہ خود مالک ہے اسکی جائداد میں دوسرے کا حق نہیں نہ حصص شرعی پر تقسیم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو لڑکے ایک لڑکی چھوڑے اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ یا صرف غیر منقولہ یا صرف منقولہ چھوڑے تو تقسیم اس کی کیونکر کی جائے۔ لڑکی کا ۵ آئے اور لڑکے کا ۱۰ آئے تو لڑکوں کو ۱۰ آئے دیا جائے گا یا ۱۰ آئے میں دونوں لڑکوں کو اور اگر لڑکی ایک سے زیادہ ہے تو اسی ۵ آئے میں ان لڑکیوں کو دیا جائے یا ہر لڑکی کو ۵ آئے۔ ۵ آئے

دیا جائے جو کچھ ہوا زروئے شرع شریف کے صاف صاف تحریر فرمائیے ؟

الجواب :- اگر وارث صرف یہی تین ہیں یعنی دو لڑکے اور ایک لڑکی تو کل متروکہ پانچ حصے پر تقسیم کر کے ہر لڑکے کو دو دو حصے دیئے جائیں اور لڑکی کو ایک حصہ ایو ہیں اگر لڑکے یا لڑکیاں زیادہ ہوں تو اس طرح تقسیم کریں کہ ہر لڑکے کو ہر لڑکی سے دو نامے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہورہ بنیا پارہ سنترالین - حاجی ٹرائن - ارجماوی الآخرہ -
مرسلہ جناب حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بیوی زوجہ اولیٰ سے تین لڑکے محمد حنیف مرحوم و محمد حسین و محمد یوسف اور زوجہ ثانیہ سے دو لڑکے محمد شکور و محمد عاشق مرحوم مگر زید کے انتقال سے پہلے محمد حنیف و محمد عاشق انتقال کر گئے اسکے بعد زید نے انتقال کیا اور حسب ذیل وارث چھوڑے۔

ابن محمد یوسف، ابن محمد حسین، ابن محمد شکور، زوجہ اولیٰ، زوجہ ثانیہ۔

ابن الا بن محمد حنیف مرحوم ابن الا بن محمد حنیف مرحوم، بنت الا بن محمد حنیف مرحوم، زوجہ محمد حنیف مرحوم،
الجواب :- زید کا متروکہ ۸/۴ سہام پر منقسم ہو کر تین تین سہام دونوں زوجہ کو اور چودہ چودہ سہام تینوں لڑکوں کو ملینگے محمد حنیف کے بیٹے اور بیٹی اور زوجہ سب محرم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ فدویان امیر بخش و چند امیر الی شہر بریلی محلہ براہمپورہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری بھوپھی مسماۃ نیازا عمر تقریباً ستر سال اور نابینا تھیں، جس کو بریلی سے گئے ہوئے عرصہ نو ماہ کا ہوا۔ نہیں معلوم کہاں گئیں۔ لہذا مسماۃ مذکور کا ایک مکان محلہ براہمپورہ میں ہے اور کچھ روپیہ اور نقد ایک معزز صاحب کے پاس امانتہ موجود ہے۔ میں اور میرا چچا زاد برادر دونوں اسکے وارث ہیں لہذا ہم دونوں پر ورثہ کس طرح تقسیم ہو گا یا نہیں؟ اور مسماۃ کا انتظار کب تک کیا جاوے؟
الجواب :- جو شخص ایسا غائب ہو کہ اس کا پتہ نہ چلے او سے مفقود کہتے ہیں اور اسکا حکم یہ ہے

کہ اوسکا مال اسوقت تک محفوظ رکھا جائے جب تک اوسکی موت معلوم نہ ہو، یا یہ کہ قاضی اوسکی موت کا حکم دیدے اور قاضی کب موت کا حکم دینگا اسمیں علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر امام ابن ہمام نے جس قول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی عمر ستر سال کی ہو جائے ردالمحتار میں فتح القدیر ہے

واختار ابن ہمام سبعین لقوله عليه الصلوة والسلام اعمار امتي ما بين الستين الى السبعين فكانت المنتهى غالباً۔ اور چونکہ مسماۃ مذکورہ کی عمر تقریباً ستر سال کی ہے۔ لہذا اگر ثابت ہو کہ ستر سال کی عمر ہو چکی ہے تو حکم موت دیا جاسکتا ہے مگر یہ کام قاضی کا ہے اور یہاں ہندوستان میں قاضی نہیں یہ کام شہر کا سب میں بڑا عالم کر سکتا ہے کہ وہ ایسی صورت میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے اسکے پاس معاملہ کو پیش کیا جائے اگر وہ موت کا حکم دیدے تو جو کچھ مسماۃ کا مال ہے وہ صورت مسئلہ میں دونوں وارثوں میں حسب شرائط فرائض برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از الور محلہ نواب پورہ مسجد دائرہ بر مکان حافظ اختر خاں سرسلہ زوجہ حرنل

داؤد خان مرحوم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتی صاحبان شہر بریلی یوپی۔ ان سوالات کے بارے میں (۱) زید سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے لڑائی پر جانے لگا تو اس نے حسب ذیل مضمون کی ایک تحریر لکھ کر خند گواہی گواہوں کی کرا کر اس تحریر کو باقاعدہ رجسٹری کرا دی اسکا مضمون یہ کہ میری دو بیٹیاں ہیں پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں اس لڑکے کو ایک مکان دیتا ہوں، جسمیں اسکی والدہ بھی حقدار ہے رہی تین لڑکیاں انکو حق نقد دیدیا گیا ہے دوسری بیوی کے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے ان چاروں کو دوسرا مکان دیتا ہوں جسمیں انکی ماں حق دار ہے۔ یہ بیوی اور چار لڑکے اس پہلی اور اسکے مکان میں کوئی حق نہیں رکھتے اور نہ وہ بیوی اس کا لڑکا اس دوسری بیوی کے اور لڑکوں کے مکان سے کوئی تعلق رکھیں گے اگر دونوں بیویوں سے بھر اولاد ہو تو وہ اپنے اپنے ترکہ میں حصہ پاویگی یہ تحریر لکھ کر جنگ کو چلا جاتا ہے کچھ عرصہ کے بعد زید واپس آتا ہے اور سترہ سال زندہ رہ کر انتقال کر جاتا ہے زید کی زندگی میں ہی اسکی پہلی بیوی کا

لڑکا ایک بیوی اور ایک لڑکی چھوڑ کر مر جاتا ہے اور دوسری بیوی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں اور پیدا ہوتی ہیں گویا زید کے مرنے کے بعد دو بیویاں اور سات لڑکے اور چھ لڑکیاں زندہ موجود ہیں پہلی بیوی کی صرف تین لڑکیاں اور ایک اس کے مرحوم پسری بیوی اور ایک لڑکی موجود ہے دوسری بیوی کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ موجود ہیں ؟

(۲) یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ پہلی بیوی کا مہر پانچ صد روپیہ تھا دوسری بیوی کا ۲۲ روپیہ اس کو بد نظر رکھتے ہوئے ملاحظہ ہو بڑی بیوی کو جو مکان دیا وہ بارہ سو روپیہ کی لاگت کا تھا اور چھوٹی بیوی کو جو مکان دیا وہ سات ہزار کی لاگت کا ہے پس جبکہ شریعت کے مطابق شرعاً یہ حکم ہے کہ جب تم انصاف کر سکو تو ایک سے زائد چار تک نکاح کر سکتے ہو لیکن زید نے دونوں کے مابین انصاف نہیں کیا نہ تحریر میں لاگت جائداد تھی نہ تعین مہر اور لڑکیوں کے حق کی تفصیل کی پس ایسی تحریر زید کے جانب سے قابل التفات ہے یا نہیں حالانکہ چار لڑکیاں جنکو تحریر میں حق دینا لکھا ہے وہ قطعی انکاری ہیں ان لڑکیوں سے کسی نے وقت تصدیق تحریر مذکور دریافت نہیں کیا اور نہ اسکی تحریر میں کسی دیگر حقوق شرعی و جائداد منقولہ کا ذکر ہے تو کیا یہ تحریر وصیت نامہ کہی جائیگی یا ہبہ نامہ اور نیز سترہ سال تک جو زید نے کمایا اور اس جائداد کے علاوہ دیگر جائداد غیر منقولہ و منقولہ پیدا کر لی اسکا یہی فیصلہ شرعی نہیں تو پس اب ایسی صورت میں کون کون کتنے حصہ کا شرعاً حقدار ہے ؟

الجواب ۲ :- تحریر مذکور ہبہ نامہ ہے اس کو وصیت سے کوئی تعلق نہیں اور چونکہ یہ ہبہ مشاع ہے کہ ایک مکان زوجہ اولیٰ اور اسکے لڑکے کو دیا اور دوسرا زوجہ ثانیہ اور اسکے لڑکوں کو دیا یعنی ہر ایک ہبہ میں موہوب کہ متعدد ہیں لہذا یہ ہبہ صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے۔ و شرائط صحتها فی الموهوب ان یكون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول۔ نیز اسی میں ہے۔ لا تتم بالقبض فیما یقسم ولو وہبہ شریکہ اولاجنبی۔ لہذا صورت مستفسرہ میں زید کی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ سے اولاً تجہیز و تکفین ہوگی اسکے بعد دین ادا کئے جائیں اور دونوں بیویوں کے مہر دیئے جائیں اگر معاف نہ کئے ہوں۔ پھر جو کچھ بچے تین سو بیس سہام پر تقسیم کر کے ہر ایک

زوجہ کو بیس بیس سہام ملینگے اور چودہ چودہ سہام ہر ایک لڑکی کو اور اٹھائیس اٹھائیس سہام ہر ایک لڑکے کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب سلمہ از میسرٹھ

زید کے والد نے انتقال کیا جس کو تقریباً دس سال ہوئے۔ ترکہ کی تقسیم شرعی نہیں ہوئی تھی۔ اسکی دو بہنوں نے اور ایک بہن مرحومہ کی اولاد نے اپنے حصص شرعی ایک غیر شخص کے نام بیع کر دیے۔ اور زید کو اطلاع بھی نہیں دی اس بیع نامہ کو تقریباً ایک ماہ ہوا اور نہایت خفیہ طور پر یہ کارروائی کی گئی ہے۔ جو جائداد کہ ترکہ میں ورثہ کو ملی ہے۔ وہ مکانات ہیں ہر ایک مکانات میں چند اشخاص کا حصہ ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کو حق شفعہ کا دعویٰ کرنا چاہیے۔ یا اس پر دعویٰ کرے کہ یہ بیع بدون اجازت سرکار ہوئی ہے لہذا ناجائز اگر حق شفعہ کا دعویٰ کرے تو از روئے شرع اس کی کیا صورت ہے۔ یعنی کچھری میں کس طرح دعویٰ دائر کرنا چاہیے۔ حق شفعہ کیلئے کیا شرائط ہیں اور تکب شفعہ کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اسکو عمل میں لانے کی کیا شکل ہے۔ ایک شفعہ کی مالش صرف اس بنا پر خارج ہو چکی ہے کہ جس وقت شفعہ کرنے والے کو بیع کا علم ہوا تھا وہ اسی وقت فوراً بتاب ہو کر بائع کے پاس نہیں گیا بلکہ ۲۰ منٹ کے بعد گیا۔

اور اگر بیع کو ناجائز قرار دے تو اس کا دعویٰ کس طرح پیش کیا جائے مال مشترک میں ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے بیع نہیں کر سکتا اگر شریک آخر کے نقصان کو مستلزم ہوا اگر دیا تو یہ بیع ناجائز ہے یعنی باطل یا قاضی اسکو ساقط قرار دے سکتا ہے۔ بہر کیف زید کو کیا کرنا چاہیے اور ہر ایک صورت کو بالتفصیل بیان کیا جائے۔ برائے کرم جمعہ سے پیشتر جواب عنایت کر دیا جائے ورنہ جمعہ تک تو ضرور آنا چاہیے کتابوں کی عبادتیں بھی نقل کر دی جائیں ؟

الجواب :- کچھری کی کارروائیوں کو دیکھ کر سے دریافت کیا جائے وہ خوب جانتے ہیں۔ شرعی جواب یہ ہے مال مشترک کی بیع بلاشبہ جائز ہے اگر اس بیع سے شریک کو ضرر پہنچنے کا خیال ہو تو اسکے لئے حق شفعہ رکھا ہے اگر بیع بھی جائز نہ ہوتی تو اس صورت میں شفعہ کی کیا ضرورت ہوتی

ہدایہ میں ہے۔ الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار۔ حق شفعة ثابت ہونے کیلئے یہ ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر ملی فوراً بلا تاخیر اپنی زبان سے شفیع ہونا ظاہر کرے اگر کچھ بھی توقف کرے گا شفیع باطل ہوگا اسکو طلب مواثبت کہتے ہیں، ہدایہ میں ہے اعلم ان الطلب على ثلاثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفع المبيع ولم يطلب شفعة بطلت الشفعة۔ اس کے بعد طلب تقریر و اشہاد کرے کہ مبيع اگر بائع کے قبضے میں ہے تو اس کے پاس جا کر یا مشتری کے پاس جا کر یا خود اس مبيع کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ تو نے یا فلاں نے اس مکان کو خریدا ہے میں اس کا شفیع ہوں اے حاضرین تم اس کے گواہ ہو جاؤ اس طلب میں اگر تاخیر ہو تو شفیع ساقط ہوگا۔ سوم طلب خصومت ہے یعنی قاضی کے یہاں دعویٰ کرنا، تفصیلات کیلئے ہدایہ وغیرہ کی کتاب الشفعة کا مطالعہ کیا جائے، واللہ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سلیم الدین ابن شیخ محمد بخش مرحوم گہوڑیا باغ ضلع علی گڑھ بتاریخ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو زوجہ چار لڑکے پہلی زوجہ سے اور دو لڑکے چار لڑکیاں دوسری زوجہ سے چھوڑا اور چار ہزار کی مالیت جس میں دو ہزار کی جائداد اور دو ہزار کا کاروبار تیار چھوڑا زوجہ اولیٰ اور زوجہ ثانیہ اور اسکی اولاد نے بالاتفاق باہمی تقسیم کر لی جائداد میں تین مکانوں میں بڑا مکان ایک ہزار کی مالیت کا زوجہ ثانیہ اور اسکی اولاد کے حصہ میں آیا اور دو مکان قیمتی ایک ہزار زوجہ اولیٰ اور اسکی اولاد کو ملا کارخانہ کی تقسیم میں زوجہ اولیٰ اور اسکی اولاد نے فریق ثانی کو مبلغ ایک ہزار روپیہ برضا مندی فریق ثانی ادا کر دیا گویا زوجہ اولیٰ کی اولاد کو ترکہ ایک ہزار کی مالیت کے دو مکان اور ایک ہزار کی لاگت کا کاروبار پہنچا زوجہ اولیٰ کے بڑے لڑکے نے جو بالغ تھے اپنی والدہ اور صغیر السن بھائیوں کی کفالت کی اور کاروبار کو بھی اپنی محنت و مشقت سے بذریعہ تجارت اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا دیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زوجہ اولیٰ کی اولاد میں تقسیم حصص آیا مالیت متروکہ سے کیجا نیگی یا اس آمدنی سے

جواب اس مال متروکہ سے بدرجہا زائد ہے اور اس ترکہ کو تجارت میں لگانے سے پیدا ہوئی ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:۔ یہاں دو صورتیں ہیں اگر بڑے لڑکے کے علاوہ دوسرے لڑکے بھی کاروبار میں شرکت کرتے تھے اگرچہ بڑا لڑکا زیادہ کام کرتا تھا اور زیادہ سمجھدار اور امور تجارت میں ماہر تھا۔ اگرچہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں قرار پائے گی مگر یہ سب نفع میں برابر کے شریک ہیں۔ رد المحتار میں ہے یقع کثیراً فی الفلاحین ونحوہم ان احدهم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلا قسمة و یعملون فیہا من حرث و زراعة و بیع و شراء واستدانہ ونحو ذلک وتامرة یکون هو الذی یتولی مہماتہم و یعملون عنده بامرہ وکل ذلک علی وجہ الاطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضة ولا بیان جمیع مقتضیاتہا مع کون التركة اغلبہا او کلہا عروض لا تصح فیہا شركة العقد ولا ان هذه لیست شركة مفاوضة خلافاً لما افتی بہ فی زماننا من لاخیرة لہ بل ہی شركة ملک كما حررتہ فی تنقیح العامدیة ثم رأیت التصریح بہ بعینہ فی فتاوی العانوتی فاذا کان سعيہم واحد الم یتمیز ما حصلہ کل واحد منهم یعملہ یکون ما جمعوا مشترکاً بینہم بالسویۃ وان اختلفوا فی العمل والرأی کثرة وصواباً کما افتی بہ فی الخیریۃ۔ اور اگر چھوٹے بھائیوں نے کام نہیں کیا ہے خرید و فروخت بڑا بھائی کرتا تھا مگر روپیہ سب کا تھا تو نفع کا مالک صرف بڑا بھائی ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ لو تصرف احد الورثة فی التركة المشتركة و ربح فالربح للمتصرف وحده کذا فی الفتاوی الغیاثیہ۔ لہذا اگر صورت واقعہ یہ ہو تو اصل ترکہ میں جتنا حصہ ہر بھائی کیلئے ہوتا ہے اسکو ملے گا اور تجارت کے منافع بڑے بھائی کیلئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب محلہ اندرکوٹ میرٹھ ۲۵ محرم ۱۳۵۶ھ

ہندہ ^{زوج} ^{بنیت} سوال یہ ہے کہ ایک سہم باقی ماندہ بتمامہ بنت پر رد کر دیا جائے یا کیا صورت ہوگی موجودہ زمانہ میں زوج و زوجہ پر رد کیا جائے یا نہیں؟

الجواب:۔ اصل مذہب دروایت متون یہی ہے کہ زوجین پر رد نہ کی جائے مگر متاخرین

یہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ بیت المال صحیح حالت پر زمانہ سابق میں موجود تھا بعد فرض احد الزوجین مال بیت المال کا ہوتا ہے اور وہاں صحیح مصرف میں صرف ہوتا اور اس زمانہ میں بیت المال کی حالت خراب ہو چکی ہے۔ لہذا روکیا جائے یہ وہاں کا حکم تھا کہ بیت المال تھا اگرچہ خراب حالت میں تھا یہاں ہندوستان میں اسکا وجود نہیں لہذا ناچار رو کرنا ہی ہے۔ متاخرین نے رو کرنے پر ہی فتویٰ دیا۔ ردالمحتار میں ہے۔ وقال فی المستصفیٰ الفتویٰ الیوم بالرد علی الزوجین وهو قول المتأخرین من علمائنا وقال الحدادی الفتویٰ الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحییٰ بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیہا اذالم یکن من الاقارب سواہا لفساد الامام وظلم الحکام فی هذه الايام. متاخرین کا یہ فتویٰ اگرچہ بظاہر متون مذہب و ظاہر البروایت کے خلاف ہے مگر ان کی تعلیل و تصریحات کو دیکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت حقیقتہً مخالفت نہیں بلکہ اسکی بنا اختلاف زمان ہے اور اسکی نظائر شرع میں کثیر ہیں کہ اختلاف زمان و عادات سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں لا یخفی ان المتون موضوعہ لنقل ما هو المذهب وهذه المسئلة مما اُفتی بہا المتأخرون علی خلاف اصل المذهب للعلل المذكورة كما اُفتوا بنظیر ذلک فی مسئلة الاستیجار علی تعلیم القرآن مخالفین لاصل المذهب لخشیة ضیاع القرآن ولذلك نظائر ایضا و حیث ذکر الشراح الافتاء علی مسائلتنا فلیعمل بہ ولا یسما فی مثل زماننا انہا یاخذہ من یسمن وکیل بیت المال ویصرفہ علی نفسه وخدمہ ولا یصل منه الی بیت المال شئ والعامل ان کلام المتون انہا ہو عند انتظام بیت المال وکلام الشروح عند عدم انتظامہ فلا معارضة بینہما فمن امکنہ الافتاء بذلک فی زماننا فلیفت بہ لہذا حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے زوجین پر رو ہی حکم دینا چاہئے رہی یہ بات کہ احد الزوجین پر رو ہر صورت میں ہے یعنی ان کے سوا دوسرا وارث ہو جب بھی یا صرف اسی صورت میں ہے کہ دوسرا وارث نہ ہو بظاہر کلمات متاخرین سے صورت اولیٰ ثابت ہوتی ہے کہ جب احد الزوجین پر رو کا حکم متاخرین نے دیدیا تو

تو چاہے مَنْ يرد عليه ہو یا نہ ہو اس پر رد ہوگا مگر علماء نے جو علت بیان کی ہے وہ فساد بیت المال ہے لہذا جس صورت میں بیت المال میں دینے کا حکم تھا اس میں احد الزوجین کو دیدیا جائے مگر جہاں مَنْ يرد عليه موجود ہے اور بیت المال میں دیا ہی نہیں جائے گا۔ ایسی صورت میں ظاہر الروایت سے عدول کی کوئی وجہ نہیں لہذا اس صورت میں احد الزوجین پر رد نہ ہونا چاہیے ردالمحتار کی عبارت منقولہ بالا میں محقق احمد بن یحییٰ تفتازانی کی عبارت کا بھی مقتضی ہے وہ رد کی یہ شرط بتاتے ہیں اذالم یکن من الاقارب سواهما اور روایت فقہیہ میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے پس مَنْ يرد عليه کے ہوتے ہوئے احد الزوجین پر کیوں رد کیا جائے نیز ردالمحتار میں ایک دوسری عبارت بھی صاف اس پر دلالت کرتی ہے۔ وہی ہذہ فی المستصفیٰ والفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ النظمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ۔ پس صورت مسئلہ عنہا میں بنت کو تین سہام دے جائیں اور ایک سہم زوج کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ مولوی مسعود الرحمن خان صاحب رئیس حبیب کالج ۲۱ رذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

ایک شخص ولی محمد خان مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے حسب ذیل قریبی رشتہ دار چھوڑے ہیں ان میں سے وارث کون کون ہوگا اور حصص وراثت کس طرح متعین ہونگے؟

ولی محمد خان

بھتیجا حقیقی

بھتیجا حقیقی

دوسرے یہ امر دریافت طلب ہے کہ متوفی مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر بچتہ کر دی جائے آیا یہ وصیت شریعت کے احکام کے مطابق ہے؟

الجواب: ولی محمد خان کا وارث اس صورت مذکورہ میں صرف حقیقی بھتیجا ہے بھتیجیاں محروم ہیں اور متوفی نے قبر بچتہ کرنے کی جو وصیت کی ہے یہ مختلف فیہ ہے کیوں کہ قبروں کو بچتہ کرنے میں علماء مختلف ہیں جو لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے طور پر یہ وصیت باطل ہے اور جو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک وصیت بھی صحیح ہے صحیح مسلک اس بات میں یہ ہے

کہ علماء و مشائخ کی قبور کو اوپر سے بختہ کرنا جائز ہے عوام کیلئے مکروہ لہذا اس وصیت کو ویسا ہی سمجھنا چاہیے۔ در مختار میں ہے اوصی ان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبة فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقد مناه عن السراجیۃ وغیرہا لکن قد منایہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول بسطلان الوسیۃ بالتطین مبینا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ کذا قالہ المصنف فتاویٰ عالمگیری میں ہے واذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبر قبة فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطین لغرف سبع ونحوہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ یاد علی صاحب وارثی از ہنداول ضلع بستی ۲۰ محرم الحرام ۱۲۷۵ھ زید اور زبیدہ عرصہ سے والدین اور بھائی بندوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ دونوں زید و زبیدہ میاں بیوی تھے۔ کاروبار سب علیہ تھا اتفاقاً زید کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کے والدین بھائی برادر زید کا جو کچھ روپیہ پیسہ تھا اس میں سے حصہ چاہتے ہیں از روئے شریعت زید کے ترکہ کا کون وارث ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید کے متروکہ سے ایک چوتھائی اسکی بیوی زبیدہ کو ملے گی اور چھٹا حصہ اسکی ماں کو باقی اس کے باپ کو۔ اس کو بیوی سمجھئے کہ زید کا ترکہ بارہ سہام پر تقسیم کیا جائے گا تین حصہ اس کی زوجہ زبیدہ کو اور دو حصے اسکی ماں کو اور باقی سات سہام اسکے باپ کو ملیں گے۔ اس صورت میں اس کے بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ یہ تقسیم ترکہ بعد اخراجات تہنیز و تکفین و بعد ادائے دین مہر و جملہ دیون کے ہوگی۔ اور اگر کوئی وصیت کی ہے تو وصیت بھی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جبکہ وہ اس کے مال کی تہائی تک ہو اس سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بسمہ و حمدہ تعالیٰ

فہرست فتاویٰ امجدیہ سوم

کتاب الوقف

از صفحہ ارتا ۵۳

صفحہ	
۱	مسجد سے متصل اپنی ملکیت کی دیوار گرجائے تو دوبارہ بنوانے میں حرج نہیں
۲	مالک زمین کے وقف کئے بغیر زمین وقف نہیں ہو سکتی
۳	کافر مسجد بنانے کا اہل نہیں
۴	وقف مشاع سے مسجد نہیں بن سکتی
۵	توسیع مسجد کیلئے مسلمانوں کی قبر کھودنا جائز نہیں
۶	وقفی قبرستان میں مسجد کی توسیع ناجائز ہے
۷	سیلاب سے مسجد منہدم ہو جائے تو اس کی اینٹیں وغیرہ دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟
۸	مسجد قیامت تک کے لئے مسجد ہے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی

- ۱۰ مکان وقف میں کسی قسم کا تصرف کرنا یا اسے نقصان پہونچانا جائز نہیں
- ۱۱ ایک وقف کی خاطر دوسرے وقف کو نقصان پہونچانا درست نہیں
- ۱۲ بہت صحیح و تمام ہو تو موبوب لہ اسے وقف کر سکتا ہے
- ۱۳ کیا ایک مدرسہ پر وقف کیا ہوا روپیہ دوسرے مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے
- ۱۴ وقفی قبرستان میں مدرسہ کنواں وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ اگر بنا دیئے ہوں تو منہدم کر دیا جائے
- ۱۵ توسیع مسجد کے لئے مصالح مسجد کی زمین بدلنا جائز ہے۔
- ۱۸ بلا وجہ جبراً وصول کیا ہوا روپیہ مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا
- ۱۹ قریا قبر کے آس پاس مسجد کی دیوار اٹھانا کیسا ہے؟
- ۲۰ عید گاہ کیلئے زمین وقف ہونے اور اس پر نماز پڑھ لینے کے بعد بالاتفاق وقف تمام و لازم ہو گیا
- ۲۱ تغیر وقف حرام ہے
- ۲۲ وقفی عید گاہ میں میت دفن کر دے تو کیا حکم ہے؟
- ۲۳ وقفی قبرستان میں اپنے لئے یا قبرستان کیلئے لگائے گئے درختوں کا کیا حکم ہے؟
- ۲۴ مسجد سے وقف کی گئی زمین ہے اگر مسجد کو فائدہ نہ ہو تو اسے مصالح مسجد کے لئے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۵ متولی اگر مال وقف میں خیانت کرے تو اسے معزول کرنا لازم ہے۔
- ۲۶ مسجد یا اسکے متعلقہ کارآمد اشیاء کو بیچنا خریدنا جائز نہیں
- ۲۷ مسجد کا بیکار سامان بھی بغیر اذن قاضی فروخت نہیں کیا جاسکتا۔
- ۲۸ وقف کیلئے تحریر ضروری نہیں، شہرت کافی ہے۔
- ۲۹ وقف کی بیع باطل ہے۔

۲۶	بجوں کا وقف صحیح نہیں
"	فاترالعقل آدمی کی طرف سے اسکے بھائی وقف کریں تو وقف ہوگا یا نہیں؟
"	وقف کی چند شرطوں کا ذکر
۲۸	زمین موقوفہ پر قبضہ مالکانہ حرام ہے۔ اگر متولی ایسا کرے تو اسے معزول کرنا واجب ہے۔
۲۹	جائداد موقوفہ کو دوسری جائداد سے بدلنا کیسا ہے؟
"	متولی وقف میں بعض تصرفات خود کر سکتا ہے
۳۰	وقف میں بیع کی شرط لگانے سے وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟
"	مسجد کی اشیاء کو متولی بیچ سکتا ہے
۳۱	وقفی قبرستان کی بیع باطل اور بیچنے والا گنہگار
۳۲	غیر قابل قسمت یا قابل قسمت مشترکہ زمین کو اگر کسی ایک نے شریک وقف کیا تو کیا حکم ہے؟
۳۳	وقفی زمین کو تین سال سے زیادہ کرایہ پر دینا ممنوع ہے
۳۵	متولی کی اجازت کے بغیر مزدور نے مسجد میں گلکاری کا کام کیا تو اجرت کس کے ذمہ ہے؟
"	ناظم تعمیر اگر مسجد میں بلا ضرورت اجرت میں زائد رقم خرچ کرے تو کیا حکم ہے؟
"	وقف علی الاولاد کی صورت میں واقف کی وفات کے وقت اگر غلہ تیار نہ ہو تو حسب شرائط وقف تقسیم کیا جائے گا۔
۳۶	نماز عید کے لئے زمین کا وقفی ہونا ضروری نہیں
"	مسجد کو مکان کے اندر کر لینا کیسا ہے؟
"	مسجد کا ویران کرنا حرام
۳۸	جائداد موقوفہ میں شرائط وقف کے خلاف تصرف کرنا جائز نہیں
"	ایک آدمی نے صرف لڑکوں کی تعلیم کیلئے زمین وقف کی تو اس زمین میں گرل سکول کھولنا کیسا؟

صفحہ	وقف
۳۸	مسجد و مدرسہ کی تعمیر و اخراجات یا کسی دینی و مذہبی ضرورت کیلئے کئے گئے چندے صدقہ نافلہ ہوتے ہیں یا وقف ؟
"	وقف میں اصل کو جس کر کے منافع کو کام میں لانا ضروری ہے۔ اصل کو خرچ نہیں کیا جاتا
"	جو چندہ جس مقصد کے لئے وصول کیا گیا ہے اس کے غیر میں صرف کرنا جائز نہیں
"	بچا ہوا چندہ چندہ دہندگان کو واپس کیا جائے یا وہ جس امر کی اجازت دیں اسی میں خرچ کریں
"	در اہم و دنیا نیر کو وقف کیا تو اس کی کیا صورت ہوگی ؟
۳۹	چاندی کے روپے کی بیع چاندی کے روپے سے کمی بیشی کے ساتھ حرام ہے (بیع)
"	دین کے روپے کو بیچنا کیا ہے ؟
۴۰	چندہ دہندگان نے روپے جس مقصد کے لئے دیئے ہوں اسی مقصد میں خرچ کیا جائے
"	چندہ دہندگان نے اگر متولی کو اختیار دیدیا تو خرچ کرنے میں متولی مختار ہوگا۔
۴۵	منتظمین اگر وقف کے کام میں سستی کریں یا اصحاب رائے نہ ہوں یا ان کی وجہ سے وقف کو نقصان پہونچے تو انھیں معزول کرنا واجب ہے
"	کثرت رائے مدار تولیت و انتظام نہیں بلکہ وقف کا بھی خواہ ہونا ہے
"	وارثوں کو وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے وقف کرنا برا ہے مگر وقف صحیح ہو جائیگا
"	وقف میں نیت سن ہو تو وقف ثواب اخروی کا مستحق ہوگا
۴۶	مسجد کی چیزوں کو اپنے ذاتی کام میں لانا خیانت ہے۔ ایسے متولی کو معزول کرنا واجب ہے
"	کافر اگر اپنی زمین مسجد بنانے کو دے تو مسجد بنانے کی کیا صورت ہوگی۔
۴۹	وژناہ کو جائداد سے محروم کرنے کی نیت سے وقف کرنا گناہ ہے۔ لیکن قصد و ارادہ کا تعلق دل سے ہے لہذا جو جائداد وقف کی جائے وہ جائز و نافذ ہوگی

۴۹	اشیا غیر منقولہ میں سے جس کے وقف کا رواج و تعامل ہو اس کا وقف درست سے ورنہ نہیں
۵۰	وقف منقول غیر مروج وقف نہیں ہے۔ اس میں وراثت جاری ہوگی تجارت سرمد کی آمدنی کو وقف کرنا لغو و بے معنی ہے
"	وقف کی صحت کیلئے شئی موقوف اور ملک میں ہونا شرط ہے
"	وقف نامہ کی تکمیل کے بعد واقف کو اس میں ترسیم و تسبیح کا حق نہیں۔ ہاں اپنی مراد کی وضاحت کر سکتا ہے۔
"	وقف از خود کرے یا کسی کے کہنے سے وقف صحیح مانا جائے گا
۵۱	واقف یا متولی کے ناجائز تصرف سے وقف باطل نہیں ہوتا
"	وقف کی صحت کیلئے اشیائے موقوفہ کی قیمت بیان کرنا ضروری نہیں
۵۲	واقف نے عدم استبدال کی شرط کر دی ہو تو استبدال درست نہیں
"	علامہ شامی کی بیان کردہ استبدال کی تین صورتیں
۵۳	وقف کا متولی کیسا شخص ہونا چاہئے
	رسالہ قامع الواہیات من جامع الجزئیات از ص ۵۳ تا ص ۱۰۹
	باب المسجد از ص ۱ تا ص ۱۵
۱۱۰	مسجد کی چیز بیکار ہو اور مسجد کے کام نہ آئے تو کیا کرے
۱۱۱	اگر امام صالح امامت نہ ہو یا فاسق ہو تو اسے معزول کرنا واجب ہے
"	فاسق امام کو معزول کرنے کی طاقت نہ ہو تو نمازی کیا کرے

مسجد کا سرمایہ بیکار ہو جائے اور مسجد میں صرف کرنے کی صورت نہ ہو تو کیا کرے	۱۱۱
سینوں کی مسجد کی متولیہ رافضیہ نہیں ہو سکتی	۱۱۲
رافضی تہرائی علی العموم کافر و مرتد ہیں	۱۱۳
مسجد کیلئے خریدی ہوئی چیز کو فروخت کر کے دوسری بہتر چیز خریدنا جائز ہے	۱۱۴
مسجد کیلئے کافر و ہندو کی دی ہوئی زمین پر مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں؟	"
حربی کی زمین پر بلا اجازت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟	"
روافض کو مسجد میں آنے سے روکا جائے	۱۱۵
جو مسجد مسجد جامع ہے مشہور ہو اور اس میں جمعہ ہوتا ہو تو شرعاً مسجد جامع ہی ہوگی	۱۱۶
وہابی مسجد کا منتظم ہو سکتا ہے یا نہیں؟	"
درتہہ حوض مسجد یافتن استخوان ریم دلیل قبر نیست	۱۱۷
برائے ثبوت قبرستان کدام امور با ضرورت راست؟	"
چندہ جمع کر کے وعظ کرانا شیرینی تقسیم کرانا جائز ہے	۱۱۸
مبارک راتوں میں جہاں کثرت رشتی کارواج ہو وہ رشتی کرنا کیسا ہے؟	"
وقت وقف واقف کی لگائی گئی شرط کے مطابق آمدنی خرچ کی جائے گی	۱۱۹
واقف کی شرط کا علم نہ ہو یا اس نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو آمدنی کس میں صرف کرے	"
مسجد پر وقف کی ہوئی جائیداد کا مصرف کیا ہے	"
مسجد کو مسجد کر دینے کے بعد اپنی ملک قرار دینا صحیح نہیں	۱۲۰
ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بھی مسجد ہے	"
مٹی کا تیل پاک مگر بدبو کی وجہ سے مسجد میں جلانا ممنوع	"

۱۲۳	مٹی کے تیل کی بو اگر زائل کر دی جائے تو مسجد میں جلانا ممنوع نہیں
۱۲۴	مسجد کے لئے کافر کا دیا ہوا تیل مسجد میں جلانا ممنوع نہیں
۱۲۵	صحن مسجد مسجد ہی ہے۔ بعد تمام مسجدیت اس میں حوض نہیں بنایا جاسکتا
"	جو تے اتارنے کی جگہ حوض یا غسل خانہ وغیرہ بنا سکتے ہیں
"	صحن مسجد میں قبر بنانا جائز نہیں
۱۲۶	صحن مسجد (مسجد فی) میں نماز جنازہ مکروہ ہے
"	صحن مسجد میں جنبی و عائضہ کو جانا جائز نہیں
"	بوقت بنائے مسجد قبل تمام مسجدیت حوض بنانا خارج مسجد ہے
"	"فنائے مسجد" خارج مسجد ہے۔ اس میں نماز جنازہ جائز ہے
۱۲۷	جو حصہ داخل مسجد نہ ہو تو ضرورت مسجد کے لئے دکان بنانا جائز ہے
۱۲۸	صحن مسجد میں غسل کرنا ممنوع
"	مسجد میں کسی کی ملک نہ اس پر وراثت جاری ہو سکتی ہے
"	مسجد کو اپنے ذاتی مکان کی طرح تصرف میں لانیوالے کو تولیت سے جدا کرنا واجب
۱۲۹	مسجد اول کے بعد دوسری مسجد اگر بہ نیت خیر بنایا تو بنانے والا ثواب کا مستحق
"	نئی مسجد بنانے میں اگر پہلی مسجد کو نقصان پہنچانا مقصود ہو تو بنانا جائز نہیں
"	مسجد ہونے کیلئے وقف کرنا شرط ہے
"	شرائط جمعہ پائے جائیں تو نئی مسجد میں جمعہ و عیدین درست ہیں۔
"	مسجد میں شور و غل لوٹ مار کرنا ناجائز ہے
۱۳۱	چبوترہ بنوا کر غام لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دینے و عمارت مسجد بنوانے سے مسجد ہو جائیگی

مسجد سے نماز کیلئے مسلمانوں کو روکنا ظلم شدید ہے	۱۲۱
مسجدیت ثابت ہو جانے کے بعد ابطال کا حق کسی کو نہیں رہتا	"
مسجد ہونے کیلئے لفظ وقف زبان سے کہنا یا وقف نامہ تحریر کرنا ضروری نہیں	"
معین مسجد کے پتھر کو گٹی اور چوڑے کانفرنس بنانا کیسا ہے؟	۱۲۲
پتھر جب تک زمین میں نصب ہوں بیع نہیں ہو سکتی (بیع)	"
مسجد کا پتھر خریدنا جائز ہے مگر اسکے ساتھ بے اعتیاضی ممنوع ہے	۱۲۳
مسجد پر کوئی چیز وقف کرنے کے بعد کہے میری ہے تو کیا حکم ہے	"
صرف زبان سے "میں نے مسجد کیا" کہا تو مسجد ہو گئی۔ نماز پڑھنا ضروری نہیں	۱۲۴
مسجد کی مسجدیت ہمیشہ کیلئے ہوتی ہے کسی کے باطل کرنے سے باطل نہیں ہوتی۔	"
مسجد کے لئے مشاع کا وقف بالاتفاق ناجائز ہے	"
مشترک زمین میں بعض شرکاء مسجد کیلئے دینے سے انکار کریں تو کیا حکم ہے	"
ضروریات مسجد کیلئے وقف کی ہوئی جائداد کو بجلی کی روشنی میں صرف کرنا کیسا ہے؟	۱۲۵
مصالح مسجد کیلئے دیئے گئے روپیوں کو فی زمانہ بجلی کی روشنی میں صرف کر سکتے ہیں	"
بجلی کی روشنی لینا عقد بیع کی قسم بیع تعاطی ہے (بیع)	۱۲۶
مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہوتی ہے خواہ عمارت باقی رہے یا منہدم ہو جائے	۱۲۷
مسجد کے کسی جز کو راستہ میں شامل کر لینا حرام اور مسجد کی توہین ہے	"
مسجد بنانا واجب اپنی ملک سے خارج نہ کر دے مسجد نہ ہوگی	۱۲۸
فاسق و فاجر کو متولی بنانا جائز نہیں	"
جو شخص تولیت کا خواہش مند ہو اس کو متولی نہ بنایا جائے	"

مسجد تحت الثریٰ سے عرش تک ہوتی ہے	۱۴۴
مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ پر دینا جائز نہیں	۱۴۵
قبل تمام مسجدیت کسی حصہ کو دوکان مسجد کیلئے بنانا کیسا ہے؟	"
اوپر مسجد بنانے کے بعد نیچے دوکان نہیں بنائی جاسکتی	"
مولوی ابراہیم صاحب کے ایک فتویٰ کا رد	۱۴۶
مولوی عبدالرشید صاحب کے ایک سوال کا جواب	۱۴۷
امام مقرر کرنے کا حق متولی مسجد کو ہے یا مصلیان مسجد کو ہے؟	۱۴۸
مسجد اگر غیر آباد جگہ میں ہو اور مسجد کو نقصان پہونچنے کا شدید خطرہ ہو تو کیا حکم ہے؟	۱۴۹

کتاب البیوع از ص ۱۵۱ تا ص ۱۹۸

گراں نرخ حاصل کرنے کی غرض غلہ خرید کر رکھنا جائز ہے	۱۵۱
احتکار ناجائز ہے	"
تالاب میں پھیلیوں کی خرید و فروخت ناجائز ہے	"
جو پھلیاں گڑھے سے بغیر حیلہ پکڑی جاسکیں ان کی بیع جائز ہے	"
بینک اگر خالص کافروں کا ہو تو روپیہ جمع کر کے زائد رقم لینا سود نہیں	۱۵۲
سود پر روپیہ دینے والے بینک کی امداد و اعانت حرام ہے	"
کافر حرئی کا مال عقد فاسد کے ذریعہ سے لینا جائز ہے	۱۵۳
نوٹ کوئی بیشی کے ساتھ نوٹ کے بدلے اودھار نیچے تو کیا حکم ہے؟	"
نوٹ قرض دے کر زیادہ لینا مقرر کر لیا تو سود و حرام ہے	۱۵۴

نوٹ کو کم و بیش پر نقد و ادھار دونوں طرح بیچنا جائز ہے	۱۵۵
دھلی رہن ناجائز ہے	"
مکان مرہون کرایہ پر دینا ناجائز ہے	"
جب تک کسی مال کی نسبت بعینہ حرام ہونا معلوم نہ ہو اس کا لینا جائز ہے	۱۵۶
مال حرام سے مخلوط یا مشتبہ مال کا حکم	"
کافر حربی کا مال اسکی خوشی سے لینا جائز۔ خواہ وہ اس مال کو سود یا حرام سمجھے	۱۵۷
اگر فاسق، فاجر بعینہ مال اجرت میں دے تو لینا ناجائز ورنہ جائز	"
مال حرام پر عقد و نقد جمع ہوں تو خریدی ہوئی شئی حرام ہے	"
مال حرام پر عقد و نقد جمع ہونے نہ ہونے کی صورت	"
احکام قطعیہ منصوصہ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض احکام ظنیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عموم بلوی وغیرہ سے تبدیلی ہوتی ہے	۱۵۹
تبدل زمان سے تغیر احکام کی چند مثالیں	۱۶۰
۱) عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کا مسئلہ	"
۲) جمعہ میں اقصافہ اذان کا مسئلہ	۱۶۱
۳) مساجد کی آرائش اور اس کی دیوار و در کے نقش و نگار کا مسئلہ	۱۶۲
۴) مساجد کیلئے کنگرے بنانے کا مسئلہ (۵) تعلیم علم دین و امامت و اذان پر اجرت لینے کا مسئلہ	"
اسباب تہ (ضرور، حاجت وغیرہ) کے باعث بعض احکام میں تغیر صورت ہوتا ہے حقیقتہً نہیں (اصول)	۱۶۳
سود حرام قطعی ہے وہ ہمیشہ حرام رہے گا	۱۶۴
سود کی حرمت و شناعیت پر ۱۹ حدیثوں کا ذکر	۱۶۵

بعض جگہ صورتاً رہا ہوتا ہے حقیقتہً نہیں یہ جائز ہے	۱۴۰
رہا ہونے کیلئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے	"
حربی کا مال اس کی رضامندی سے جس طرح لے لینا جائز ہے	۱۴۲
حربی سے اخذ مال کیلئے ایسے اسباب اختیار کئے جاسکتے ہیں جو مابین مسلمین ناجائز ہیں	"
ہندوستان کے کفار حربی ہیں	۱۴۳
مسلمان سے سود میں لیا ہوا روپیہ حرام ہے اسے واپس کرنا واجب اگر وہ نہ ہو	۱۴۴
اور وارث بھی نہ ہو تو ایسا مال حق فقراء ہے	"
عقود میں لفظ کا اعتبار اس وقت ہے جبکہ اپنے محل میں ہو (اصول)	"
حیلہ جائز ہے جس کا مقصد ناجائز طریقہ کو چھوڑ کر جائز طریقہ اختیار کرنا ہوتا ہے	"
حیلہ کی چند واضح مثالیں	"
گیہوں - جو کے بھس کی تجارت جائز ہے	۱۴۶
نوٹ کی بیع نوٹ سے کمی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے اور ادھار بھی	۱۴۷
سوکھے ملاں گوشت کی بیع جائز ہے	"
پاٹ، دھان وغیرہ میں قبل فصل بھاؤ طے کر کے روپیہ پیشگی لے لینا بیع سلم ہے -	۱۴۸
اگر اسکے تمام شرائط پائے جائیں تو جائز ورنہ نہیں	"
بیع سلم کے تمام شرائط کا ذکر	"
باندی، غلام کا رکھنا، خریدنا، بیچنا شرعاً جائز ہے	۱۴۹
آزاد کی بیع حرام و باطل	"
بلا اجازت دوسرے کے چارہ، گھاس سے چرے ہوئے جانور کا دودھ پینا حرام نہیں -	۱۵۰

بیع سلم کی تعریف	۱۸۰
بیع میں نشن کی قیین ضروری ہے	۱۸۱
بائع اپنی چیز کی بیشی جس طرح چاہے بیع سکتا ہے	"
نقد و ادھار میں سے ایک صورت معین کر کے بیع ضروری ہے بھل رکھنے کی صورت میں بیع فاسد ہوگی	"
درخت میں جب تک پھل نہ آئے ہوں بیع نہیں ہو سکتی	۱۸۲
درخت کے ناقابل ارتفاع پھل کی بیع جائز۔ مگر چھوڑے رکھنے کی شرط فاسد ہے	"
ایسے بیع کے جواز کی ایک صورت	"
افیون کی بیع جائز ہے مگر ایسے شخص سے ممنوع جو ناجائز طور پر کھائے	"
کتے کی بیع جائز ہے مگر اسکا پالنا مواضع ضرورت کے علاوہ ممنوع ہے	۱۸۳
درخت پر جب تک پھل نہ آجائیں بیع باطل ہے	۱۸۴
درخت پر پھل آئے مگر ناپختہ ہیں تو بیع جائز مگر درخت پر لگے رہنے کی شرط مفسد بیع ہے	"
اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔ مگر اتحاد جنس کی صورت میں ادھار سود و حرام	۱۸۵
ایسی شرط جو تقاضائے عقد کے خلاف ہو مفسد بیع ہے	۱۸۶
”جو آپ نشن دیں گے منظور ہے“ سے بیع نہیں ہو سکتی۔ کہ نشن مجھول ہے	۱۸۷
بیع سلم میں مدت مقرر نہ ہو تو بیع صحیح نہیں	"
روپیہ قرض دیا تو روپیہ ہی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ مدیون اگر دائن کی رضامندی سے غلہ لینا چاہے تو وقت ادا کا نرخ معتبر ہوگا	۱۸۸
عقد کو معلق بالشرط کرنے سے عقد سلم نہیں ہو سکتا	"
زمین میں نام داماد کا درج ہے مگر خسر زمین کی ملکیت کا مدعی ہے تو ثبوت گواہوں سے ہوگا	۱۹۰

کافر اگر جانور جھٹکا کرے تو مسلمان کو اسے فروخت کرنا حرام	۱۹۰
جانور کی کھال پکانے سے قبل بیچنا خریدنا حرام	۱۹۱
مضاربہ جائز ہے مگر شریک پر نقصان ڈالنے کی شرط کر لینا مفسد مضاربہ ہے	۱۹۲
عقد بیع تمام ہو جانے کے بعد مبیع کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا حرام	"
ترکہ میں ملے ہوئے مکان کو ایک شریک نے تقسیم شرعی سے قبل اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دیئے	۱۹۳
تو کیا حکم ہے۔ ایسی صورتیں دوسرے شریک کو حق شفعہ حاصل رہے گا یا نہیں ؟	
بیع بالوقار کا حکم	۱۹۴
حیوان میں بیع سلم ناجائز ہے اور ٹھیلی میں جائز ہے	"
زندہ ٹھیلی میں سلم سے متعلق نفع القدر کی ایک عبارت کی توضیح	۱۹۷
	۱۹۸
نقد اور ادھار میں سے ہر ایک کی قیمت بتا کر بیع کرے اور صورت متعین نہ کرے تو بیع ناجائز ہے	"
طوائف کے مال حرام پر عقد و نقد جمع ہوں تو لینا ناجائز	"
روپیوں کو پیسوں کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے	"
باب القرض	
مقرض زندہ نہ ہو اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو مستقرض مال مقرض کو کیا کرے ؟	۱۹۹
بیمہ کمپنی میں جمع کیا ہوا روپیہ قرض ہے	۲۰۰
بیمہ زندگی کا تفصیلی حکم	"
ایک شخص نے دوسرے کے پاس روپیہ جمع رکھا اور خرچ کرنے کی اجازت دیدی تو یہ صورت قرض ہے	۲۰۳

صفحہ	رد بار	صفحات	رد بار	صفحہ
۲۰۲	شئی مرہون کو اگر کسی نے بلا اجازت راہن چھڑایا تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے			
	باب الرباء از ص ۲۰۴ تا ص ۲۳۹			
۲۰۴	سود لینا دینا حرام ہے، ہاں کافر حربی کا مال بلا غدر لے سکتا ہے	۲۱۰	بلا ضرورت شرعیہ سود پر روپیہ یا غلہ لینا حرام ہے	
۲۰۵	قرض سے حاصل کیا ہوا روپیہ سود ہے	۲۱۱	کافر حربی کا مال مباح ہے جبکہ بدعہدی نہ ہو	
۲۰۶	کافر غیر ذمی سے جو مال بلا غدر لے وہ سود نہیں	۲۱۲	سودی لین دین سے بچتے ہوئے دائن کے لئے نفع اٹھانے کی صورت	
۲۰۷	بینک و گورنمنٹ جو روپے سود کہہ کر دیتی ہے وہ سود نہیں مگر لینے والا سود سمجھ کر نہ لے	۲۱۳	شادی غمی کی بیجارسوں کیلئے سود لینا جائز نہیں	
۲۰۸	سود کیلئے عقد میں مشروط ہونا ضروری ہے	۲۱۴	قرض دیگر ادائیگی قرض تک کام نہ لے کر شرط سود ہے	
۲۰۹	گورنمنٹ کے یہاں کٹ رہی رقم پر زکوٰۃ کا حکم نوٹ ٹمن عفی ہے اس میں زکوٰۃ واجب	۲۱۵	سود کیلئے ضروری ہے کہ بوقت عقد قرض پر زائد لینا مشروط ہو بلا شرط یونہی زائد دینا سود نہیں	
	سادات کرام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں		سود کی تعریف	
	نوٹ کی ہیشی کیساتھ بیچنا جائز ہے		کافر حربی کو قرض دیگر زیادہ لینا ٹھہرایا تو یہ سود نہیں	
	ہاں قرض دیگر زائد لینا سود ہے		ہندوستان کا دارالاسلام ہونا صحیح و مختار ہے	
	سود لینا اشتہار حرام ہے لینے والے پر تو یہ فرض		دارالحرب ہو یا دارالاسلام، مسلم اور کافر حربی کے مابین کوئی عقد ربا نہیں	
			ہندوستان کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن بلکہ حربی ہیں	

صفحات	رد بار	صفحہ	رد بار
۲۱۹	سود کے لئے عصمت بدین شرط ہے	۲۲۸	کافروں کو روپے قرض دیکر زائد لینے کا حکم
۲۲۰	سود مطلقاً حرام ہے۔ ہاں کافر حربی اور مسلمان کے درمیان سود کا تحقق نہیں	۲۲۹	ہندوستان دارالاسلام ہے
۲۲۲	سود خور کے یہاں کھانے پینے کا حکم	۲۳۰	دارالاسلام کے دارالحرب ہونیکے شرائط
۲۲۳	ہندوستانی بینک میں جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود نہیں۔ اسے مدارس و یتیم خانہ میں صرف کر سکتے ہیں	۲۳۱	ہندوستان کے کفار سے بذریعہ عقود فاسد ان کے اموال لینا جائز
۲۲۴	کافر غیزی سے جو مال بلا غدر حاصل ہو اس کا لینا جائز	۲۳۲	قرض دیکر زائد لینا مشروط ہو تو زائد رقم سود ہے
۲۲۵	پروائیڈنٹ کا حکم	۲۳۳	مسلمانوں کے بینک سے ملنے والی زائد رقم سود ہے
۲۲۶	کافروں کی بینک میں جمع کردہ رقم پر زائد رقم لینا جائز۔ مگر نیت سود لینے کی نہ ہو	۲۳۴	ہندوستان دارالاسلام ہے
۲۲۷	ڈاکخانہ سے دستیاب ہونی والی زائد رقم سود نہیں	۲۳۵	دارالاسلام کے دارالحرب ہونیکے شرائط
۲۲۸	نوٹ کی بیع چاندی کے روپے سے کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے اس میں تقابض بدین بھی ضروری نہیں	۲۳۶	کفار کے اقسام
۲۲۹	بینک اور ڈاکخانہ سے ملنے والی زائد رقم سود نہیں	۲۳۷	حدیث میں دارالحرب کی قیادت فاتی ہے
۲۳۰	حدیث میں دارالحرب کی قید کے اتفاقی ہونے کی وجہ	۲۳۸	بیمہ کروانے کا حکم
		۲۳۹	کارخانہ والوں کو روپے دیکر زائد لینا سود ہے
		۲۴۰	ہندوستان دارالاسلام ہے
		۲۴۱	دارالاسلام کے دارالحرب ہونیکے صورتیں
		۲۴۲	زندگی بیمہ کا حکم
		۲۴۳	بیمہ کرانے میں اگر ہر طرح مسلمان کا فائدہ ہو تو جائز ہے
		۲۴۴	لاٹری کا حکم

صفحہ	تفصیلاً	صفحہ	اقتار، دعویٰ، اقرار
	باب القضاء از ص ۲۲۰ تا ۲۲۸	۲۲۸	نکار خوانی پر اجرت لینا جائز ہے قاضی سے نکاح پڑھوانا ضروری نہیں
۲۲۰	مسلمانوں کو شریعت کی اتباع لازم ہے اور حکام پر شرع کے مطابق فیصلہ کرنا فرض		باب الافتار از ص ۲۲۹ تا ص ۲۵۱
۲۲۱	علم نہ رکھنے والے کو فیصلہ کرنا جائز نہیں	۲۲۹	کسی مسئلے میں امام شافعی کا مذہب معلوم کرنے کیلئے مفتیان شافعیہ کثیر رجوع چاہئے
"	موافق شرع فیصلہ کرنے والے عالم کو مکروہ ماننے والے کا حکم	۲۵۰	کتاب صلوٰۃ مسعودی متعلق سوال و جواب وہابیوں سے مسئلہ پوچھنا اشہد حرام
۲۲۲	قرآن کریم کے حکم کے خلاف قانون بنوانے کی کوشش کرنا بیو الے کا حکم	۲۵۱	کتاب الدعوی
۲۲۳	شریعت کے حکم پر راضی نہ ہونا اور خود ساختہ قانون کو ترجیح دینا کفر ہے	۲۵۲	مجنوں کے تصرفات کا اعتبار نہیں عدم صحت دعویٰ کی ایک صورت کا ذکر
۲۲۴	خلاف شرع حکم پر عمل کرنے کو انوکھے کا حکم	"	کتاب الاقرار از ص ۲۵۳ تا ص ۲۵۸
"	لڑکیوں کو ان کا حصہ نہ دینا رسم کفار ہے		مکان کے تعلق سے شوہر نے ملک زوجہ ہونے کا اقرار کیا تو مکان زوجہ کی ملک ہوگی۔ کاغذ میں فرضی نام کا اعتبار نہیں
۲۲۵	مسلمانوں پر احکام شرعیہ پر عمل لازم		
"	احکام شرعیہ کو نہ ماننے والے کا حکم		
۲۲۶	کفار کے پاس فیصلہ لے جانا ممنوع ہے	۲۵۳	
۲۲۷	قاضی کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا		
۲۲۸	قاضی کسے کہتے ہیں		

صفحہ	اقرار و ہبہ	صفحہ	ہبہ
۲۵۴	کسی وارث کو پورا مال دیدے۔ دوسرے کو نہ دے تو کیا حکم ہے؟	۲۶۰	ہبہ بعد قبضہ تمام ہو جاتا ہے
۲۵۵	اقرار کی صحت کیلئے رضا شرط ہے۔ جبر و تعدی کے ساتھ اقرار حقیقہ اقرار نہیں	۲۶۱	ہبہ مشاع ناجائز و فاسد ہے
۲۵۶	دعویٰ اقرار بالا کراہ دعویٰ اقرار کاذب نہیں	۲۶۲	ہبہ فاسد ہو اور شیوع کے ساتھ موبوب لہم نے قبضہ کیا تو مفید ملک نہیں، ورنہ مختار سے مسئلہ کی تائید اور نظام الروایہ کے صحیح و مختار ہو سکی تصریح
۲۵۷	اقرار بالا کراہ میں مقرر کا بیئہ مقبول ہے	۲۶۳	ہبہ مشاع میں موبوب لہم اگر باہم تقسیم کر کے اپنے نام کا داخل خارج کر لیں جب بھی مفید ملک نہیں
۲۵۸	اقرار کاذب و اقرار مکرہ کافرق کذب کا دعویٰ امام ابو یوسف کے نزدیک مسوع ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک نامسوع	۲۶۴	کسی کام کیلئے چندہ لیگیا اور اس سے کچھ بچ رہا تو کیا حکم ہے
	کتاب الہبہ از ص ۲۵۹ تا ص ۲۶۸	۲۶۵	زندگی میں جو کچھ اولاد کو دینا چاہے، لڑکی اور لڑکے سب کو برابر دے
۲۵۹	اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو لڑکے لڑکیوں سب کو برابر دے	۲۶۶	مصلحت شرعیہ کی بنا پر بعض اولاد کو زیادہ دے سکتا ہے
"	منگنی کے بعد لڑکی کو جو سامان لڑکے والوں کی طرف سے ملا اسکا کیا حکم ہے؟	۲۶۷	ہبہ کر کے قبضہ دلادیا تو ہبہ تمام ہو گیا
"	عاقدین میں سے کوئی مر جائے تو ہبہ واپس نہیں ہو سکتا	۲۶۸	ذی رحم ہونا مانع رجوع فی الہبہ ہے
		۲۶۹	موت موبوب لہم مانع رجوع فی الہبہ ہے
		۲۷۰	زندگی میں جائیداد اپنی اولاد کو دینا چاہے تو سب کو برابر دے
		۲۷۱	زندگی میں ہر شخص کو اپنے مال کا اختیار ہے

صفحہ	ہبہ و اجارہ	صفحات	اجارہ
	چاہے خرچ کرے یا باقی رکھے	۲۷۰	کس قسم کی ملازمت جائز ہے؟
۲۷۷	ورثہ کو میراث سے محروم کرنے کیلئے غیر ورثہ کو دینا ناجائز و حرام	۲۷۱	کھیت کی مقررہ مالگذاری سے زائد لینا حرام ہے جس ہوٹل میں خنزیر کا گوشت پکھا ہوا اس میں ملازمت کا حکم
۲۷۸	چند آدمی کو مکان ہر ایک کا حصہ متعین و ممتاز کر کے ہبہ کیا اور قبضہ دلادیا تو ہبہ صحیح و تام و نافذ ہے	۲۷۲	مدرسہ البنائیں عیسائی عورتوں کا امتیاز کیلئے آنا کیسا بدو میں قرآن مجید و مسائل شرع کی تعلیم کے لئے عورتوں کو بھیجنا جائز
	حصہ ممتاز نہ کیا تو ہبہ تام و نافذ نہ ہوا	۲۷۳	تصویر کھینچنے والے کو دوکان کرایہ پر دینے کا حکم
	ہبہ مشاع میں اگر بعض مویوب لئے نامبالغ ہو تو بالاتفاق ہبہ درست نہیں	۲۷۴	قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا ناجائز ہے بکری یا کوئی جانور اس طرح چرانے کو دینا کہ بچے نصف نصف تقسیم ہوں گے ناجائز ہے
	کتاب الاجارہ	۲۷۵	ماہوار یا سالانہ چرائی مقرر کر کے جانور چرانے کو دینا جائز ہے
۲۷۹	درزی نے کپڑا سینے میں اٹا سیدھا کر دیا تو اجرت کا مستحق ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں قاعدہ کلیہ	۲۷۶	مستثنیات کے علاوہ طائفا پر اجارہ جائز نہیں مواقع خوشی میں خدام کو بطور انعام کچھ دینے میں حرج نہیں
	رنگریز نے خراب رنگ دیا اگر فاش خرابی ہو تو تاوان لیا جائے گا۔	۲۷۷	تنخواہ دار امام جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہیں
	درزی نے کپڑا سینے میں لمبائی یا چوڑائی کم کر دی تو کیا حکم ہے	۲۷۸	اجیر خاص جب تک تسلیم نفس کرے مستحق اجرت نہیں

صفحہ	اجارہ	صفحہ	اجارہ
۲۷۴	تعلیم پر اجرت جائز ہے	۲۷۸	تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا ناجائز
"	ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھوانے پر اجرت ناجائز	۲۸۰	البتہ بطور احسان دے تو یہ جائز ہے
"	ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم پڑھوانے پر اجرت دینا معروف ہو تو کیا حکم ہے؟	"	ملازم کو میو پٹی کے بھوسہ دانہ میں تصرف کرنا جائز نہیں
۲۷۶	نکاح خواں کو اجرت نکاح لینا جائز ہے	"	ملازم کو کام کیلئے دی گئی چیزیں، ملازم کے پاس امانت ہوتی ہیں
"	نکاح خواں نکاح پڑھانے کے بعد اجرت کا مستحق ہے	"	ملازم، ملازمت سے متعلق تمام امور کا پابند عہد ہوتا ہے
"	صدقہ فطر کا مصرف وہ ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے	"	کافر حربی کے مال کا این اس کے مال میں خیانت نہیں کر سکتا
۲۷۷	حرم قربانی امام کو دے سکتے ہیں	"	اجیر کے پاس رکھی گئی چیز امانت ہے
"	صدقہ فطر میں ایک صدقہ چند فقیروں کو دینا جائز ہے	"	امانت میں ضمان کی شرط باطل ہے
"	امام کو ملازم رکھا مگر اجرت مجہول رکھی تو اجارہ فاسد ہے، اگر امام نماز پڑھائے تو اجرت مثل دینی ہوگی	۲۸۱	جس نوکری کا لازم سودی گواہی ہو حرام ہے
۲۷۸	حرم قربانی اجرت میں نہیں دے سکتے	۲۸۲	جانور کو اس طرح چرائی پر دینا کہ چرانے والا نصف کا حق دار ہوگا۔ پچند و جوہ فاسد و ناجائز ہے
"	تنخواہ میں صدقہ فطر اور حرم قربانی دینے کا حکم	"	چرانے والے کے یہاں جانور کے جو بچے پیدا ہوئے۔ انکا مالک بکری والا ہی ہے
"	امام کی تنخواہ پیشتر معین کر لینا جائز ہے	"	
"	مسجد کی آمدنی سے امام کو تنخواہ دیا جاسکتی ہے	"	
"	امام کو نکاح خوانی کی اجرت لینا جائز	"	

صفحات	اجارہ و غصب	صفحات	ضمان، رزہ، فدیہ، شفعہ
۲۸۳	جانور کو نصف پر چرائی کے لئے دینا ناجائز ہے۔ ایسے اجیر کو اجرت مثل ملے گی	۲۸۹	باب الضمان اہل ہنود مساجد کو نقصان پہنچائیں تو ان سے تاوان لیا جائیگا
۲۸۴	معین طور پر جس پیسے کا حرام ہونا معلوم ہو اس کا اجرت میں لینا ناجائز ہے	"	اہل ہنود سے تاوان لینے کے تعلق سے ایک شبہ کا جواب
"	جس ملازمت میں حرام روپیہ لینا پڑے اس کا حکم فروخت کنندہ اپنے کام کی اجرت بائع یا مشتری سے لے سکتا ہے	"	
"	کتاب الغصب از ص ۲۸۵ تا ص ۲۸۸	۲۹۰	عالم کے بیان کردہ حکم شرع کو نہ ماننا شرع کی توہین ہے
"		"	مالی جرم نہ منسوخ ہے
۲۸۶	حقیقۃً اگر غاصب ہو تو ملک خبیث نہیں نہ تصدق واجب	"	فلاں شخص جوارادہ کرتا ہے کرہی ڈالتا ہے
۲۸۷	یتیم کا مال کھانا سخت حرام ہے	"	کہنا کیسا ہے
۲۸۸	جن لوگوں نے مسجد کے روپے مار لئے وہ سخت مجرم و غاصب ہیں	۲۹۱	باب الفدیہ میت کے روزہ و نماز کا فدیہ مصحف شریف ہو سکتا ہے یا نہیں؟
"	پرایا مال اپنے مال میں اس طرح ملا لینا کہ امتیاز جاتا رہے تو کیا حکم ہے	"	کتاب الشفعہ از ص ۲۹۲ تا ۲۹۳
"	قرض کی ادائیگی ضروری ہے	۲۹۳	مکان فروخت ہونے کے بعد شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا

صفحات	شفعہ و ذبايح	صفحات	ذبايح
۲۹۳	زید و بکر دونوں جاہل صق ہوں تو دونوں شفعہ کر سکتے ہیں	۲۹۵	پھلی ذبح کرنے کی چیز نہیں معین ذابح پر تسمیہ واجب ہے
"	جاہل صق میں سے ایک نے زمین خریدی تو دوسرا شفعہ کر سکتا ہے	۲۹۶	معین ذابح سے مراد
"	قبل بیع شفعہ نہیں	۲۹۷	حرام مغز تک چھری کو پیرنا مکروہ ہے
"	زمین مشفوعہ کی بیع کا علم ہوتے ہی طلب مواثبت ضروری ہے	۲۹۸	خشک گوشت یا پھلی کا کھانا جائز ہے
"	بیع کی خبر سن کر خاموش رہا تو حق شفعہ جاتا رہا	"	گوشت ہشکر کے پاس رہا اور نظر مسلم سے
	کتاب الذبايح از ص ۲۹۴ تا ۳۰۱	۲۹۹	غائب ہو گیا تو حرام ہے تلی اور پھپھڑا حلال ہیں
		"	جھینکا کے پھلی ہونے میں اختلاف ہے
		۳۰۰	ذبح فوق العقدہ میں تین رگیں کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے
		"	جنی آدمی کا ذبیحہ درست ہے
		"	نابالغ کے ذبیحہ کا حکم
		"	بت کے سامنے تسمیہ کہہ کر جانور ذبح کرے تو حلال ہے
		"	یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم
		۳۰۱	بوقت ذبح بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے
		"	ذابح کا تسمیہ کہنا شرط ہے
		"	مسلمان کا ذبیحہ اگر کافر فروخت کرے تو کیا حکم ہے
۲۹۴	جانور ذبح ہونے کیلئے پھری میں دستہ ہونا ضروری نہیں		
"	ذبیحہ کی حلت کیلئے قاضی کا مقرر کیا ہوا آدمی ہونا ضروری نہیں		
۲۹۵	ذبح کی صحت کے لئے موضع ذبح کی کم از کم تین رگوں کا کٹنا ضروری ہے		
	گائے کی قربانی حدیث سے ثابت ہے		

صفحہ	اضحیہ	صفحہ	اضحیہ و عقیقہ
۳۱۵	جس پر قربانی واجب اگر وہ اپنے نام کے بجائے دوسرے کے نام قربانی کرے۔ تو۔	۳۲۶	ہو تو قربانی درست ہے
"	واجب ذمہ سے ساقط نہ ہوگا	۳۲۷	حرم قربانی کو کاخیر میں صرف کرنا جائز ہے
"	قربانی واجب ہو اور روپے نہ ہوں تو قرض لے کر قربانی کرے	"	قربانی کے جانور کا قربانی کرنے والے کی ملک ہونا ضروری ہے
"	قربانی کی کھال مسجد میں دے سکتے ہیں	"	تھکے میں ملے ہوئے بکرا پر قبضہ کر لیا۔ تو۔
۳۱۶	اپنی مالدار کی لئے قربانی کی کھال بیچنے کا حکم	۳۲۸	اس کی قربانی کر سکتا ہے
"	مصرف و فائدے مصروف دیہات میں	"	قربانی کی کھال اپنے تمول کیلئے بیچی تو
"	قربانی کا وقت	۳۲۸	قیمت کا فقرار پر تصدق واجب
۳۱۷	مذکر اور معلم کی اعانت کیلئے حرم قربانی دینا جائز	۳۲۹	گاہکین جانور کی قربانی جائز ہے
۳۱۸	کفار کو قربانی کا گوشت دینے کا حکم	"	اہل ہنود کے شور مچانے سے قربانی
۳۱۹	ایام نحر سے پہلے قربانی کی نیت سے خریدا ہو جانور نذر نہیں۔ اس سلسلے میں تفصیلی سوال اور مصنف علیہ الرحمہ کا واضح جواب	۳۳۱	بند کرنا جائز نہیں
۳۲۵	حرم قربانی واجب التصدیق نہیں	"	ضرورت طبعہ کی وجہ سے ایام نحر میں
۳۲۶	چھ ماہ کی بھیڑ ایک سال والی سے مشابہ	۳۳۲	قربانی نہ کر سکا تو کیا حکم ہے؟
		۳۳۵	فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو کیا کرے؟
		"	قربانی و عقیقہ کا چمڑا مسجد کو دینا جائز ہے
		۳۳۶	باب العقیقہ
		"	عقیقہ ساتویں روز کرنا مستحب ہے
		"	مردے کا عقیقہ نہیں ہو سکتا

صفحات	رہن	صفحات	رہن و وصایا
	کتاب الرهن از ص ۳۳۷ تا ص ۳۴۴	۳۴۳	مالک زمین اپنی زمین رہن میں لے تو رہن صحیح نہیں رہن نام جائز و حرام ہے
۳۳۷	رہن میں شئی مرہون پر مرہن کا قبضہ شرط ہے	۳۴۴	ہندو کا مکان رہن میں ہو تو اس سے انتفاع جائز ہے
	کھیت مرہون میں اگر راہن کچھ بودے تو مرہن کا اس میں کچھ حصہ نہیں		کاشتکار زمین کا مالک نہیں سرقہ
۳۳۸	بعد عقد رہن قبل قبضہ عقد جاری ہو جائے تو عقد رہن ختم	۳۴۵	چور اگر مال مسروق مالک کو دیدے تو گناہ سے پاک ہوگا۔ تو بہ ضروری ہے
۳۳۹	مرہن کا راہن کو کرایہ پر دینا باطل ہے قرض دیگر زائد لینے کا حیلہ شرعی		کتاب الوصایا از ص ۳۴۶ تا ص ۳۵۴
۳۴۰	شئی مرہون کو مرہن نے راہن یا غیر راہن کو کرایہ پر دیا تو کیا حکم ہے؟	۳۴۶	ایک عورت کو حج کیلئے روپیہ چندہ کر کے دیا گیا۔ راستہ میں وہ فوت ہو گئی قبل فوت اپنے کل مال کو راہ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی۔ تو کیا حکم ہے؟
۳۴۱	رہن دینے کا حکم؟ رہن کی تعریف	۳۴۷	دارث کے لئے وصیت بغیر اجازت دیگر ورش نافذ نہیں
۳۴۲	رہن رکھ کر اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں زمین کا مالک کاشتکار ہے۔ زمین کو رہن دے سکتا ہے	۳۴۸	تہائی سے زیادہ مال کی وصیت اجازت دہرہ موت ہے

صفحات	وصایا-موالات	صفحات	شہید-فرائض
۳۴۸	نابلغ اجازت دینے کا اہل نہیں	۳۵۵	شہید
۳۵۰	عورت نے اپنے مرض الموت میں ہر معاف کیا۔ تو معاف نہ ہوا		مشرکین کے ہاتھوں جو مسلمان ظلم مارے گئے وہ شہید ہیں
۳۵۱	عورت کے علاج کے مصارف شوہر کے ذمہ نہیں		کتاب الفرائض
"	شوہر کے یہاں سے چڑھاوے میں ملے زیورات کا حکم	۳۵۶	از ص ۳۵۶ - تا - ص ۳۸۹
۳۵۲	ایک ثلث مال سے زائد میں نفاذ وصیت کیلئے اجازت و رشتہ ضروری ہے		زید متوفی کی بیوی نکاح کرے جب بھی وارث ہے
۳۵۳	کوئی شخص مر گیا اور نماز و روزہ اس کے ذمہ رہ گئے تھے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟	۳۵۷	بیوی اور دو بیٹوں میں وراثت کی تقسیم
	موالات	۳۵۸	زید کا انتقال ہوا۔ اس کا کوئی وارث زندہ نہیں اور اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی۔ تو اس کا مال کیا کیا جائے؟
۳۵۴	موالات ہر کافر سے ناجائز و حرام ہے	۳۵۹	عورت نے اپنا مہر معاف کر دیا تو معاف ہو گیا۔ اسے مطالبہ کا حق نہیں
"	ترک معاملات میں اگر مسلمان کا فائدہ ہو تو بہتر ہے	۳۶۰	لڑکے موجود ہوں تو بہن کو حصہ نہ ملے گا
۳۵۵	کافر حربی کو مالی مدد پہنچانے کا حکم	۳۶۱	عورت کا لڑکا موجود ہو تو بھائی وارث نہیں ہو سکتا
		۳۶۲	عورت مر جائے اس کا والد و شوہر زندہ ہو تو ہر کا حصہ نصف نصف ملے گا

صفحہ	فرائض	صفحہ	فرائض
۳۶۳	لڑکے، شوہر اور ہمیشہ کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت	۳۷۲	لڑکے لڑکیاں موجود ہوں تو شوہر کا حق صرف چوتھائی ہے
۳۶۴	پیری و مشیخت کوئی مال و ترکہ نہیں	۳۷۳	میکے سے ملے ہوئے جہیز کی مالک عورت ہی ہے
"	خلافت کا جواہل ہوا سے خلیفہ بنایا جائے	"	چند شرکار کی اجازت سے مکان بنے
"	لڑکے، لڑکیاں اور بیوی میں تقسیم ترکہ	"	توکرایہ کا مستحق حصہ کے مطابق ہر شریک
۳۶۵	لڑکیوں کا حصہ نصف قطعی سے ثابت ہے	۳۷۴	محروم الوراثت کا جبر حصہ لینا درست نہیں
"	متبنی بنانا ممنوع نہیں۔ مگر متبنی حقیقی لڑکا نہیں	۳۷۵	مناسخہ کے تعلق سے ایک فتویٰ کا رد
۳۶۶	دو بیوی اور ایک عینی بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت	۳۷۹	والدین کے یہاں سے عورت کو جو جہیز ملے اس کی مالک عورت ہے
۳۶۷	ایک بیٹی ایک لڑکا اور شوہر کے درمیان تقسیم ترکہ	۳۸۰	دارث کو دارثت سے محروم کرنے کے ارادہ سے غیر دارث کو دینا گناہ ہے
۳۶۸	حصہ الگ الگ کر کے مکان ہبہ کیا اور قبضہ دلا دیا تو ہبہ تام ہے	۳۸۱	دو لڑکے اور ایک لڑکی کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت
"	باقابل تقسیم مکان میں شیوع مانع ہبہ نہیں	"	دو بیویاں تین لڑکے میں تقسیم ترکہ
۳۷۱	عاق کرنے کے معنی	"	منفوقہ الجبر کے ترکہ کا حکم
"	عاق کرنے سے دارث، دارثت سے محروم نہ ہوگا	۳۸۳	ہبہ صحیح نہ ہو تو مال حق دارث ہے
"	دادا کی زندگی میں باپ مر گیا تو پوتا محروم ہوگا	۳۸۴	مال مشترک کی بیع جائز ہے
"		۳۸۵	حق شفعہ ثابت ہونے کے شرائط

کاروبار میں بڑا لڑکا یا دوسرے لڑکے بھی شریک ہوں تو تقسیم نفع کی کیا صورت ہوگی۔	۳۸۶
فی زماننا زوجین پر رد صحیح ہے۔	۳۸۷
متوفی قبر پختہ کرنے کی وصیت کرے تو کیا حکم ہے۔	۳۸۸
علماء و مشائخ کی قبر کو پختہ کرنا جائز ہے۔	"
ایک بیوی، ماں، اور باپ اور بھائی ہوں تو تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی۔	۳۸۹
ختم شد	

نوٹ

فقیر نے فہرست کی ترتیب میں جملہ مسائل کے احکام کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی اہم مسئلہ فہرست میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو تو براہ کرم آپ مجھے مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت کیا جائے گا۔

آل مصطفیٰ مصباحی

پیشکش :- نبیرہ صدر الشریعہ حافظ قاری مصطفیٰ سرور اعظمی

العلم خزان ومفاتيحها السّوال

فتاویٰ امجدیہ

(جلد چہارم)

تصنیف

صدر شریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب عظمیٰ علیہ الرحمۃ الرضوا

(مصنف بہار شریعت)

تبلیض: حضرت مولانا عبد المنان صاحب کلیم • ترتیب و تعلیق مولانا آل مصطفیٰ مصباحی

باہتمام

قادی رضا۔ ا۔ مصطفیٰ اعظمی ابن حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ خطیب نوین مسجد کراچی ۲۔

مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی ۲۔ فون: ۲۱۶۴۶۴
۲۱۷۸۸۹

جلد حقوق بحق ناشی محفوظ ہیں

کتاب _____ فتاویٰ امجدیہ (جلد چہارم)
 تصنیف _____ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی
 تعلیق _____ مولانا مفتی آل مصطفیٰ صاحب مصباحی
 ترتیب _____

بار اول _____ ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء
 تعداد _____ ایک ہزار
 طباعت _____ سرید آرٹ پریس کراچی
 ناشر _____ دارالعلوم امجدیہ، امام باغ روڈ، کراچی
 قیمت _____
 پیشکش _____ نبیرہ صدر الشریعہ حافظ قاری مصطفیٰ سرور اعظمی

ملنے کے لئے

- (۱) _____ مکتبہ نورینہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد
- (۲) _____ شبیر برادرز، ۴۰ - اردو بازار - لاہور
- (۳) _____ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

ہم اپنی اس عظیم اشارتی خدمت کو بطور

تَذَارِئُہٗ عَقِیْدَتُ

اس ذات گرامی کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت
حاصل کرتے ہیں جنکو دنیاۓ علم و سنیت۔

عمدۃ المتکلمین ممتاز الفقہا محدث کبیر فاتح افریقہ جانشین حضور صدر الشریعہ
حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی،
مہتمم طیبۃ العلماء جامعۃ اجدیہ رضویہ گھوسی۔ سو کی حیثیت یاد کرتی ہے،
اور جن کے فیوض و برکات سے آج ہزاروں تشنگانِ علم
سیراب ہو رہے ہیں اور اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔
گر قبول افتدز ہے عز و شرف۔

علاء المصطفیٰ قادری — آلِ مصطفیٰ مصباحی

مصطفیٰ سرور اعظمی

تأثرات

از قلم: محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

بانی جامعہ المجاہدین رضویہ، گھوسی

فتاویٰ امجدیہ کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مالی بحران اور بعض دیگر مصروفیات کے باعث اس کی اشاعت میں بہت زیادہ تاخیر ہوئی۔ جس کیلئے میں معذرت خواہ ہوں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہی کی وہ شخصیت ہے جنہیں فقہ حنفی کا وہ مجد و قرار دیا جاتا ہے کہ بلاشبہ آپ متقدمین فقہاء کی صفوں میں نظر آتے ہیں۔ سچ فرمایا ہے، علمائے حرمین طیبین نے اگر امام ابو حنیفہ انھیں پالیتے تو اپنے اصحاب کی صفوں میں جگہ دیتے۔

اعلیٰ حضرت کے طریقہ استدلال و طرز استنباط احسن بیان اور جامع تبصیر کا پر تو سب سے زیادہ صدر الشریعہ کے یہاں ملتا ہے۔

مولانا آل مصطفیٰ مصباحی نے فتاویٰ امجدیہ کی اس جلد پر بھی حواشی تحریر کئے ہیں بعض حواشی میں نے پڑھے پسند آئے۔ مولانا موصوف پر فتویٰ نویسی کا رنگ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اور زیادہ پختہ کار بنائے اور علما و عوام کو فتاویٰ امجدیہ سے اکتساب فیض کا موقع عطا فرمائے،

وما التوفیق الا باللہ العلی العظیم۔

ضیاء المصطفیٰ قادری
۹ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

وارد حال پورٹ لیس ماریشش

پیغام

نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق حیات مجددی

صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه أجمعين

یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ سو سال بعد ہی فتاویٰ امجدیہ جلد رابع پریس جاری ہے جبکہ تیسری جلد بارہ سال ۸ مہینے کے بعد چھپی تھی فالحمد لله علی ذلک
فتاویٰ امجدیہ کی اشاعت امجدی فیملی پر ایک قرض تھا، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ
قدس سرہ کے وصال کے بعد ۵۰ سال گزرنے پر یہ قرض ان کے نبیرہ عزیزم علامہ المصطفیٰ زید مجدہ
نے چکا دیا۔ ایک قرض اس سے بھی بڑا ان لوگوں پر شرح طحاوی کی اشاعت کا ہے جس
کے شائع نہ ہونے کا مسئلہ ایسا چیتاں ہے کہ اب تک حل نہیں ہو سکا۔ خدا کرے وہ روز
سعید آئے کہ شرح طحاوی بھی چھپ جائے۔

چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۸۲۸ سائز ۲۰×۳۰ ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے
حضرت صدر الشریعہ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ سے جو فتاویٰ لکھے ہیں ان کی نقلیں محفوظ
رکھی تھیں۔ یعنی یہ فتاویٰ صرف ستائیس سال کے ہیں۔ اس میں بھی ایک جلد غائب ہو چکی ہے
صدر الشریعہ صرف دارالافتاء کی خدمت پر ہی مامور نہ تھے۔ مجدد اعظم علی حضرت
قدس سرہ کی حیات مبارک ہی سے حضرت صدر الشریعہ کسی کئی اہم دینی خدمات انجام دیتے تھے،
دارالعلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین کی حیثیت سے دارالعلوم کے تمام اندرونی
نظم و ضبط کو بحال رکھنا۔

دورہ حدیث کے ساتھ شرح مواقف شمس بازغہ وغیرہ جیسی کم از کم چھ کتابوں کا پورے

اوقات تسلیم میں درس دینا۔

مطبع اہلسنت چلانا۔ اس میں چھپنے والی کتابوں اور پوسٹروں کی تصحیح۔

اور بوقت ضرورت آریوں و ہابیوں، گاندھیوں، غیر متقلدوں، دیوبندیوں، کے مقابلے میں جلسوں اور مناظروں میں جانا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حیات طاہری اعلیٰ حضرت کے نام آئے ہوئے خطوط کو پڑھ کر سنانا اور ان کے اعلیٰ حضرت جو جواب ارشاد فرمائیں ان کا املا کرنا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد اخیر خدمت تو موقوف ہو گئی، بقیہ ساری خدمات باقی رہیں، اخیر موقوف تو ہوئی مگر اس کی جگہ فتاویٰ نے لے لی۔ میں اپنی کجی تحقیق اور معلومات کی بنا پر کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد جو استفادہ وہاں پہنچتے تھے تقریباً سب جوابات حضرت صدر الشریعہ لکھا کرتے تھے۔ اب ناظرین صدر الشریعہ کے متعلق مذکورہ بالا خدمات پر نظر ڈالیں اور پھر فتویٰ نویسی کی پیچیدگی کو سامنے رکھیں تو انھیں کہنا پڑے گا کہ ان اہم گونا گوں دینی خدمات میں مصروفیت کے باوجود فتویٰ لکھ لینا، وہ بھی اتنا زیادہ اور اتنا اہم مافوق النظر خرق عادی کے نہیں یوں تو صدر الشریعہ عظیم الفرستی کی وجہ سے بہت اختصار کے ساتھ فتاویٰ لکھتے تھے لیکن جب مسئلہ اہم ہوتا یا مختلف فیہ ہوتا تو اس وقت صدر الشریعہ کا اشہب قلم ایسی جولانی دکھاتا کہ بڑے بڑے غش غش کرتے رہ جاتے۔ کانپور مسلم ہال کی مسجد کے سلسلے میں مولانا عبدالباری صائم حرم نے جو فیصلہ کیا اس کے خلاف صدر الشریعہ کا پورا رسالہ قانع الواہیات من جامع الجزئیات تیسری جلد میں چھپ گیا جس کا جی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ اس پر واضح ہو جائیگا کہ حضرت صدر الشریعہ کے ایسے بحرناپیدکنار تھے کہ نہ جس کی گہرائی کا پتہ تھا اور نہ ساحل کا۔

بہر حال یہ ”دائرة المعارف الامجدیہ“ کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے فتاویٰ امجدیہ چھپوا کر

ہمیں اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا۔ مولیٰ عزوجل قبول فرمائے۔ اور اس قسم کے دوسرے اہم کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد شریف الحق امجدی
۲۵ رمضان ۱۴۱۶ھ

بِسْمِ تَعَالٰی وَحَمْدُہٗ

آل مصطفیٰ مصباحی

عرشِ حال

صدر الشریعہ، فقیہ اعظم ہند علامہ حکیم مفتی امجد علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان، ایک ایسے مستند فقیہ، دقیقہ رس مدرس، باکمال مصنف اور متبحر عالم دین کا نام ہے، جو اپنے فکر و تفقہ، علم و آگہی اور عبقریت و صلاحیت میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ برصغیر میں علم و فن کی جو فندلیں آج روشن ہیں۔ وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ فقیہ گرامی کے چراغِ قلم سے متعین ہیں۔

ایک چراغِ ست دریں بزم کہ از پر تو آں
ہر کجائی نگری اجمنے ساختہ اند

فقہ حنفی میں حضرت صدر الشریعہ کی حیثیت ایک محقق و قانون داں کی ہے۔ جو فقہ کے اصول و مبادی و جزئیات و معانی کے عالم و عارف کی حیثیت سے معروف ہیں۔ فقہ حنفی کا کون سا ایسا باب جس کے جزئیات اور دلائل آپ کے ذہن میں مستحضر نہ ہوں۔ سفر ہو، یا حضر، حالتِ صحت ہو یا مرض، بلا تکلف زبانی و تحریری فتویٰ دینا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

فتاویٰ امجدیہ :- حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تحریری فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو اہل علم خصوصاً اربابِ افتاء کے لئے ایک عظیم علمی و فقہی سرمایہ ہے، جو آیات قرآنیہ، احادیث کرمیہ، قواعد و اصول اور فقہائے احناف کے محقق، مرجع، مؤثق اور مختار و مفتی بہ اقوال و ارشادات سے مزین ہے۔ دلائل و ابحاث اور ندرت استدلال و حسن استنباط کے لحاظ سے، ”فتاویٰ رضویہ“ کا خلاصہ اور مشنی ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد اول و دوم کی اشاعت کے تقریباً تیرہ سال بعد، سال گذشتہ ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۶ء) دو سال کی تک و دو کے بعد تیسری جلد منظر عام پر لائی گئی۔ اور شکرِ خدا کہ ابھی سال بھر کا عرصہ بھی نہیں گزرا ہے کہ اس کی چوتھی جلد اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اتنی عجلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ۲۱/۲ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء کو مصنف علیہ الرحمہ کا پچاسواں عرس پاک ہے۔ جس میں معروف تقریبات کے علاوہ بعض اہم علمی و دینی پروگرام کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ پر ایک علمی سیمینار بھی منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس لئے طے ہوا ہے کہ عرسِ امجدی تک فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم اور تفصیلی نہ سہی تو مختصر سوانح صدر الشریعہ، ہی منظر عام پر لایا جائے۔ فتاویٰ امجدیہ کا کام میرے حصہ میں تھا۔ اور سوانح کا کام دوسرے کے ذمے۔ لیکن تقسیم کار کے باوجود جب صورتِ حال مایوس کن رہی۔ تو بالآخر ”سوانح“ کا کام بھی فقیر ہی کو انجام دینا پڑا۔ جسے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ ”سوانح“ کی وجہ سے فتاویٰ امجدیہ کے کام میں قدرے تاخیر ہونے لگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت صدر الشریعہ کا فیضانِ کرم شامل حال نہ ہوتا۔ تو مجھ جیسا بے بضاعت و بے مایہ علم دانش، ”فتاویٰ امجدیہ“ کا یہ غیر معمولی کام وہ بھی اتنی عجلت کے ساتھ انجام نہیں دے پاتا۔ اس جلد کی بیض و تبویب کا کام بھی گرامی قدر حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب کلہمی نے انجام دے رکھا تھا۔ تبہ دل سے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ فقیر نے از سر نو ترتیب کے بعد پہلے مسودہ سے بیضہ کا مقابلہ کیا۔ حوالہ کی عبارتوں میں جہاں خامی نظر آئی، اصل کتاب سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کرتا گیا۔ بعض کتابیں جو بروقت دستیاب نہ ہو سکیں، ان کی مشتبہ عبارتیں اندازہ سے درست کی گئیں۔ جہاں جہاں مناسب سمجھا حاشیہ لکھا اور حسب سابق اپنے دو کرم فرما اساتذہ دہ فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، محمد کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہما تعالیٰ سے قطعی صحت اور اصلاح کرائی۔

جلد سوم کی طرح اس جلد کی بھی فہرست بھی فقیر کی تیار کردہ ہے۔ عجلت کی بنا پر اپنی خواہش کے مطابق کما حقہ فہرست مرتب نہ کر سکا۔ تاہم کوشش یہی کی گئی ہے کہ جملہ مسائل کا احاطہ ہو جائے۔ کتابت شدہ کاپی کا بیضہ سے مقابلہ بھی فقیر نے کیا ہے اس جلد کی بھی مستقل کتابت کیلئے اور سی کا وہی کاتب تیار ہوا۔ جس نے جلد سوم کی کتابت

کی تھی۔ مگر اس بار بھی اُس نے وہی اپنا مذہبی رنگ دکھایا۔ جہاں جہاں دیوبندی و ہابی مکتب کی تردید تھی۔ اس کی کتابت چھوڑ دی۔ دوسرے کاتب سے لکھوانا پڑا۔ کام کا سلسلہ کچھ اس طرح رہا کہ مقابلہ و تصحیح وغیرہ ضروری کام کر کے مبیضہ کاتب کے حوالے کرتا، اور وہ کتابت کرتا تعلیمی سال کے اواخر میں تدریس و افتاء کی مشغولیات کے علاوہ، سوانح صدر الشریعہ کا کام بھی میرے ذمہ آگیا۔ جس کی وجہ سے کام کی رفتار سست ہو گئی۔ اور کاتب نے بھی دوسروں سے کتابت کا معاملہ طے کر لیا۔ وسط شعبان تک کسی طرح میں نے اپنا کام تو پورا کر دیا۔ مگر کاتب کے پاس تقریباً دو سو صفحات کی کتابت باقی رہ گئی۔ جتنی کتابت ہو چکی تھی اُسے اپنے ساتھ گھر لیتا آیا۔ پھر مولانا علاء المصطفیٰ قادری نے مولوی عسجد رضا سلمہ کی معرفت ۵ رمضان المبارک کو بقیہ کاپی میرے پاس بھیجی۔ بہر حال کسی طرح مجھی مولانا فیاض عالم مصباحی اور دو تلامذہ عزیزم مبشر رضا و سعید الرحمن سلمہا کو لے کر بڑی تیزی سے پروف ریڈنگ کا کام شروع کر دیا، پھر فہرست مرتب کی۔ آج ۱۳ رمضان کو میرے پاس سے یہ کاغذات کھوسی جا رہے ہیں۔ پھر کاتب کی تصحیح و کتابت کے بعد پریس بھیج دیئے جائیں گے۔

سے بہ حرفے می توں گفتن تمنائے جہانے را : من از شوق حضوری طول و ادم داستانے را
بہر حال! پچاسویں عرس امجدی کے حسین موقع پر ہم یہ کتاب اپنے قارئین کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے بے پناہ خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ کتاب کی ترتیب، تعلیق اور تصحیح میں حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود کتابتی اغلاط، طباعتی نقائص، اور تصحیح کی فرو گذاشتوں کو خارج از اسکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسلئے اگر کوئی غلطی نظر آئے۔ تو اسے میری علمی کم مائے گی اور کوتاہ فکری پر محمول کریں حضرت صدر الشریعہ کا دامن اس سے پاک ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم :- حضرت صدر الشریعہ کے محفوظ تحریری فتاویٰ کی آخری جلد ہے۔ اس جلد میں تین کتابیں ہیں (۱) کتاب الحظر والاباحۃ (۲) کتاب الشتی (۳) کتاب السیر۔ ۵۰۲ فتاویٰ ہیں اصل کتاب کے صفحات ۵۲۹ ہیں۔ ذیل میں تینوں عنوان کی مختصر وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ :- یعنی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان، شریعت طاہرہ مسلمانوں کو اچھے کردار و عمل سے مزین دیکھنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس انسانی زندگی

کیلئے مکمل نظام پیش کیا ہے، یوں توفیقہ کے جملہ ابواب عمدہ نظامہائے حیات کے اصول پر مشتمل ہیں لیکن خصوصیت کیساتھ ”حفظ و اباحت“ کا باب اسلامی اعمال و اخلاق کا گویا دوسرا نام ہے جس میں کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، سلام و کلام وغیرہ کے شرعی آداب مذکور ہیں۔ اور لہو و لعب بغض و حسد، کذب و غیبت اور ظلم و تکبر جیسی بُری خصلتوں کی ممانعت بھی ہے۔

اس باب میں بیان کئے محظورات سے بچ کر۔ اور جائز امور کو اپنا کر مسلمان اس پر فتن دور میں بھی شرعی سماج کی تشکیل اور معاشرتی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کر سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مذکورہ عنوان کے تحت اسی قسم کے فتاویٰ درج ہیں۔

کتاب الشتی :- اس عنوان کے تحت فقہ کی کتابوں میں متفرق مسائل درج ہوتے ہیں کبھی ان مسائل کا تعلق کسی خاص باب یا کتاب سے بھی ہوتا ہے، اس کتاب میں مذکورہ عنوان کے تحت عموماً و اصلۃً ایسے فتاویٰ درج کئے گئے ہیں، جن کا تعلق بظاہر دوسرے کسی خاص باب سے نہیں ہے۔ **کتاب السیر :-** قدیم کتب فقہ میں اس عنوان کے تحت اسلام کی خارجہ پالیسی کے ضابطوں کا بیان ملتا ہے، مثلاً غیر مسلم ممالک سے مسلمانوں کے تعلقات و معاملات کس انداز کے ہوں؟ ممالک کی سیاسی تقسیم کس طرح ہو؟ اسلام سے منحرف ہونے والوں کیلئے تعزیر کی کون سی صورت اختیار کی جائے؟ وغیرہ، مگر طویل عرصہ سے مسلمانوں نے اپنا اقتدار کھودیا ہے، اور اسلامی حکومت کی کایا پلٹ کر رہ گئی ہے طرح طرح کی گمراہیاں جنم لے رہی ہیں اور شرعی راہ عمل سے دوری کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام سے کفر کی طرف ڈھکیلنے والے الفاظ کے بولنے اور لکھنے میں خوف محسوس نہیں کیا جاتا۔ (أعاذنا الله عن هذه الشور والفتن) چوں کہ عصر حاضر میں ممالک کی سیاسی تقسیم اور غیر مسلم دنیا سے تعلقات جیسے معاملات تقریباً متروک ہیں۔ اسلئے مذکورہ عنوان کے تحت مندرج فتاویٰ کا تعلق مذاہب باطلہ کے رد، کفریہ الفاظ کے استعمال کرنیوالوں کے حکم شرعی، اور مرتدین کے احکام وغیرہ سے ہے۔ بقیہ جلدوں کی طرح اس جلد کے فتاویٰ میں بھی حضرت صدر الشریعہ کا تحریری اسلوب صاف، سلیس، اور شگفتہ ہے۔ اختصار و جامعیت تو آپ کے فتاویٰ کی امتیازی خصوصیت ہے

اور جہاں تفصیل سے کام لیا ہے تو تحقیق کے موتی بکھیر دیئے ہیں۔

دونوں طرح کے فتاویٰ کا ایک ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ سے بعد نماز وعیدین مصافحہ کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا:۔

”مصافحہ جائز، اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت، نماز کے بعد یا عید کے دن [مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل، اپنی طرف سے مطلق کی تفسیر باطل،“

اس جواب پر غور کیجئے! حکم بھی مذکور ہے، دلیل بھی ہے، مضابطہ بھی ہے، مانعین جواز کا رد بھی ہے، اور دلیل رد کی طرف واضح اشارہ بھی موجود ہے۔ جہاں تفصیل و تحقیق فرمائی ہے، حق ادا کر دیا ہے جس کی متعدد نظیریں فتاویٰ میں آپ کو ملیں گی۔ سجدہ تعظیمی سے متعلق آپ سے استفادہ ہوا کہ اس کا جواز تو قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ اس جواز کے نسخ پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے بلکہ ممانعت پر صرف خبر آحاد ہے، جو قطعی کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ آپ نے تقریباً اٹھارہ صفحات پر عمل اسکا ایسا تحقیقی جواب عنایت فرمایا، کہ گویا دلائل و ابحاث کا دریا موجیں رہا ہے آپ نے اپنے فتویٰ میں پہلے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا، یا برادران یوسف علیہ السلام کا ان کو سجدہ کرنا کس معنی کے لحاظ سے تھا۔؟ آپ نے معتبر تفسیروں اور شروح احادیث کی روشنی میں اس تعلق سے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) یہاں سجدہ کے لغوی معنی ”انحناء“ یعنی جھک جانا مراد ہے، ان مواقع میں سجدہ سے پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں۔ (۲) وہ سجدہ شرعی سجدہ تھا، یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا، مگر وہ سجدہ ان کو نہ تھا جن کے سامنے کیا گیا، بلکہ یہ سجدہ خدا کو تھا، اور حضرت آدم اور حضرت یوسف علی نبینا علیہما السلام محض قبلہ تھے۔ (۳) وہ سجدہ بوضوح جبہ تھے۔ اور شرائع سابقہ میں تحیت و اکرام کیلئے سجدہ جائز تھا۔ ہماری شریعت میں اسکا جواز منسوخ ہو گیا پھر استفادہ میں مذکور اعتراض کے دفعیہ کی طرف ان الفاظ میں رخ فرماتے ہیں۔

”جب اس قدر عظیم اختلافات موجود ہیں۔ اور سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسکو انحناء پر محمول کرتے ہیں، تو ظاہر کہ یہ آیت جواز سجدہ تحیت و اکرام میں قطعی الدلائل نہیں

پھر اس کے نسخ کا قطعی ہونا کیا ضرور جبکہ دلیل جواز قطعیت کا افادہ نہیں کرتی، بلکہ یہ جواز بر تقدیر ثبوت ظنی ہے، یہ قول رابع جو بکرنے اختراع کیا ہے، بالاجماع باطل ہے۔ (ملخصاً)

اس طرح کی بحثوں اور دلیلوں سے پورا فتویٰ مالا مال ہے۔ جو ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا ہے، فقیر اس کا نام، "التحقیقات الاینفہ فی رد جواز السجۃ التحیۃ"، منتخب کرتا ہے۔ پوری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، مطالعہ کرتے جائیے اور مصنف علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کے جلوؤں سے آنکھیں منور کیجئے۔
ناشر :- معروف دینی و تعلیمی ادارہ "طیبة العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ" ہے۔ مجدد دین و ملت امام احمد رضا اور ان کے تلمیذ و خلیفہ حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ سے منسوب یہ عظیم ادارہ کوئی دس سال سے خدمت دین متین میں سرگرم عمل ہے۔ قانون اسلام اور عربی ادب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تصنیفی و اشاعتی اور اصلاحی خدمات میں مصروف ہے۔ اب توجہ تہ تعالیٰ ادارہ کی بے لوث خدمات اور زریں کارناموں کی گونج ملک و بیرون میں سنائی دے رہی ہے۔ جس کی تعمیر و ترقی میں سب سے بڑا دخل بانی جامعہ و سربراہ اعلیٰ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری جانشین صدر الشریعہ کی تگ و دو اور کوشش و محنت کا ہے۔ ان کے علاوہ مدیر جامعہ مولانا علامہ المصطفیٰ قادری اور اساتذہ کرام کی جدوجہد اور اخلاص نے اس میں چار چاند لگائے ہیں جامعہ کا دوسرا شعبہ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہے۔

اخیر میں ہم اپنے اساتذہ خصوصاً حضور محدث کبیر صاحب قبلہ اور محب محترم مولانا علامہ المصطفیٰ قادری اور ان احباب و تلامذہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنہوں نے اس کام کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا ہے۔ شکریہ کے رسمی الفاظ سے زیادہ ان کے لئے بڑا توشہ وہ اجر ہے جو انشاء المولیٰ تعالیٰ انہیں آخرت میں عطا کیا جائیگا۔ دعا رہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے حوصلوں میں نئی قوت پر واز اور عزائم میں طاقت ثبات و استقلال عطا فرمائے۔ اور اس خدمت کو نجات آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ و التنازل۔

خاک پائے اولیاء
 آل مصطفیٰ مصباحی

متوطن شہینہ، ڈاکخانہ پورہ وایا بار سوئی
 خادم تدریس و افتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی سٹو۔
 ۱۳ رمضان المبارک (یوپی - انڈیا) ۱۹۹۷ء

عرضِ ناشر

فتاویٰ امجدیہ کی چوتھی اور آخری جلد ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہمیں حد درجہ خوشی بھی محسوس ہو رہی ہے اور اطمینان بھی خوشی اس بات کی کہ ملت کا ایک عظیم علمی سرمایہ جو اب تک نگاہوں سے پوشیدہ تھا وہ ملت کو سپرد کیا جا رہا ہے اور اطمینان اس کا کہ صدر الشریعہ کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے اُن کی علمی و ادبی بقیات ورثے کے تعلق سے جو ذمہ داری ہمارے سر تھی اسکی ایک اہم کڑی سے آج ہم عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل علماء اور مفتیانِ کرام و مخیر حضرات کی نگرانی میں فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کا مسودہ ترتیب دیا گیا۔

- ۱۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ شرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ
- ۲۔ فقیہ عصر حضرت مفتی شریف الحق صاحب مفتی اعظم جامعہ شرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ
- ۳۔ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی صاحب، استاد جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، اعظم گڑھ
- ۴۔ مولانا علاء المصطفیٰ قادری، مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی۔ اعظم گڑھ
- ۵۔ الحاج احسان اللہ خان صاحب بمبئی
- ۶۔ عالیجناب الحاج عبدالعظیم صاحب۔ بنارس
- ۷۔ عالیجناب الحاج حافظ زبیر احمد صاحب۔ دہلی

رِضَا المِصْطَفٰی اعْظَمٰی

خطیبِ بنو مہین مسجد
مہتمم دارالعلوم نوریہ رضویہ
کلفٹن۔ کراچی

اپنی باتیں

فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان علم کے ایک ایسے کوہِ گراں تھے جن کے چشمہ فیض سے آج بھی سارا عالم سیراب ہو رہا ہے۔ درسگاہوں کی رونق، خانقاہوں کی چہل پہل انھیں کی مرہونِ منت ہے۔ امام علیہ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کیمیا اُترنے آپ کی باوقار علمی شخصیت میں چار چاند لگا دیا۔ حضرت صدر الشریعہ نے اپنے مرشدِ کامل کی جانشینی اور خلافت کا ایسا حق ادا کیا کہ علیہ حضرت نے یہ کہہ کر رتفقہ جس کا نام ہے میرے بیٹھنے والوں میں مولانا امجد علی میں سب سے زیادہ پائے گا، حضرت صدر الشریعہ کے فقیہ اعظم ہونے کی سند دیدی۔

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے فتاویٰ کی چوتھی جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

مولانا آل مصطفیٰ صاحب مدرس جامعہ امجدیہ رضویہ کی یہ سعادت مندی ہے کہ آپ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود فتاویٰ کی چوتھی جلد پر بھی حواشی تحریر کئے۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

فدا المصطفیٰ قادری
رکن جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، منو
مدرس مدرسہ شمس العلوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِكَ الْكَرِیْمِ

کتاب الحظر والاباحتہ

(جائز و ناجائز کا بیان)

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین زید و عمرو و بکر و خالد نے ایک عالم کو بغرض اہانت و تذلیل برسر عام گذرگاہ مار دیا۔ جس پر تعزیراً عام مسلمانان باشندگان قصبہ و مضافات نے اسکے ساتھ مہاجرہ و مقاطعہ کا اعلان کر دیا ہے، اور امام قصبہ نے زجر یا ترہیبا ایسے اشخاص کو مجمع خاص میں جہاں اکثر اہل علم و رؤسائے قصبہ موجود تھے کافر کہہ دیا ہو، اور پھر امام مذکور بایں خیال کہ مذکورہ اشخاص یعنی ضاربین عالم میرے پڑوسی یا محلہ یا قبیلہ کے ہیں۔ بلا اجازت عامہ مسلمین باخبر وہی اور بغیر توبہ خالص کرائے ہوئے اسکی پاس کرے اور ان لوگوں کے ساتھ مواصلت و مشاربت اور مجالست اختیار کرتا ہو بایں وجہ اکثر لوگ امام سے متنفر ہو جائیں تو اس کو امام بنانا یا امامت سے معزول کرنا کیسا، باوجود تنفرد اکراہ اسکی اقتدی جائز ہے یا نہیں۔ بصورت قباحت امام سے کم عمر یا کم علم کوئی دوسرا شخص اکثر اہل اسلام کی رائے سے امام ہو سکتا ہے یا نہیں اگرچہ امام سابق کو بھی اقتدی کرنی پڑے۔ بینوا تو جبروا ؟

اجواب :- عالم تو عالم کسی عام مسلمان کو ذلیل کرنا اور اسکی توہین حرام ہے

حدیث میں ارشاد فرمایا من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی، یہ حکم عام مسلمانوں کے ذلیل و رسوا کرنے کا ہے اور عالم دین چونکہ مذہبی پیشوا و مقتدا ہے اس کو ذلیل کرنا اور زیادہ اشد ہوگا، بلکہ بعض علماء نے ایسے شخص کی تکفیر فرمائی ہے، حلیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ من قال لعالم عویلم یکفر جو کسی عالم کو ملاٹھایا مولویا کہے وہ کافر ہو جائے گا جب صیغہ تصغیر سے پکارنے کا حکم ہے تو مارنے میں بدرجہ اولیٰ تذلیل و تحقیر ہے، بیشک ایسے لوگ جنہوں نے عالم دین کی توہین کی ہے ضرور ایسے ہیں کہ ان سے مقاطعہ کیا جائے اور جب تک توبہ نہ کریں اور اس عالم سے معافی نہ چاہیں اس وقت تک بدستور مقاطعہ جاری رکھا جائے اور امام کا پہلے ان کی نسبت ایسے احکام جاری کرنا پھر ہمسائیگی و قرابت وغیرہ کے خیال کے ایسے فساق و فجار کی اعانت کرنا اور ان کے ساتھ مواکلت و مشارکت کرنا احکام شریعہ سے بے پرواہی و سخت بیباکی و کبیرہ و فسق ہے اور یہ ایسا امر ہیکہ اسکی وجہ سے بنی اسرائیل کے علماء پر اللہ عزوجل کی لعنت اتری اور انھیں فاسق بتایا گیا اور ایمان سے خالی ہونا بیان کیا گیا۔ سنن ابن ماجہ میں بروایت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ان بنی اسرائیل لما وقع فیہم النقص کان الرجل یری اخاه علی الذنب فیسہاہ عنہ فاذا کان الغد لم یمنعہ ما رأی منہ ان یکون اکیلہ و شریبہ و خلیطہ فضرَب اللہ قلوب بعضہم بعض و نزل فیہم القرآن فقال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسیٰ بن مریم حتی بلغ و لو کالوا یؤمنون باللہ والنبی و ما انزل الیہ ما اتخذہم اولیاء و لکن کثیراً منہم فاسقون قال و کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئاً فجلس و قال لا حتی تاخذوا علی یدی الظالم فتاظروہ

علی الحق اطرأ، و سنن ابی داؤد و ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نہتہم علماءہم فلم ینتہوا فجالسہم فی مجالسہم و اکلہم و شاربہم فضرب اللہ قلوب بعضہم ببعض فلعنہم علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کان متکئا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی قاطرہم اطرأ، جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے پھر وہ علماء ان کی مجالس میں ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگے اور ایک ساتھ کھانے پینے لگے اللہ تعالیٰ نے بعض کے قلوب بعض کے مشابہ کر دیئے اور داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبانیں ان پر لعنت بھیجی یہ اس وجہ سے کہ نافرمانی کرتے اور حد سے گذرتے تھے پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا قسم ہے اسکی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نجات نہ پائیں گے جب تک ان کو حق پر نہ روکیں، بنی اسرائیل میں جب نقص واقع ہوا اس وقت کوئی شخص اپنے بھائی کو گناہ کرتے دیکھتا تو اسے گناہ سے منع کرتا مگر دوسرے دن یہی اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ ہوتا اور میل جول کرتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ کر دیئے اور ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا، اور فرمایا جو بنی اسرائیل سے کافر ہوئے داؤد و عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی گئی اور اگر یہ لوگ اللہ و نبی اور اس پر ایمان لاتے جو ان پر اتارا گیا تو ان کو دوست نہ بناتے مگر ان میں اکثر فاسق ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس امام کو معزول کریں کہ فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھنی تو ٹوٹانا واجب، غنیہ

لے سنن ابن ماجہ ص ۲۸۹ باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ۱۱ مصباحی

ہیں ہے۔ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد امر باہانتہم شرعاً۔ اور لازم ہے کہ جب تک امام توبہ نہ کرے دوسرے لائق امامت کو امام مقرر کریں اگرچہ وہ امام اول سے علم و عمر میں کم ہو کہ اعلم کو ترجیح اس وقت ہے کہ وہ ضروریات امامت کا جامع ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ حافظ محمد حسین، گندہ نالہ بریلی ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار پانچ شخص مولود شریف پڑھتے ہیں اور ہم لوگوں کو خوشی دل سے شوق ہے اب یہاں پر چند لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو کہ مولود خوانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے پڑھنے کی نقلیں بناتے ہیں اور ان کے نام تبدیل کر کے رکھتے ہیں، اب ہم کو یہ نہیں معلوم کہ گاندھوی وہابی لوگ تو دشمن تھے مگر یہ نہیں معلوم کہ اب کون سا فرقہ نکلا ہے کہ جو حضور کے نام لیوا ہیں انکو برا بھلا کہتے ہیں پس ہم کو یہ بتا دیا جائے کہ کون سا فرقہ نکلا ہے اور ان کے واسطے شریعت کیا فرماتی ہے ؟

الجواب :- کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی برا کہنا اس پر طعنہ کرنا اس کی نقلیں کرنا حرام ہے کہ یہ ایذا ہے مسلم ہے اور ایذا ہے مسلم حرام، حدیث میں فرمایا من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ جس نے مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی۔ اور فرمایا۔ لیس المؤمن بالطعان

لہ رد المحتار میں ہے۔ ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً (ج ۱ ص ۲۷۶)
غنیہ میں ہے۔ لو قد صوا فاسقاً یا ثمون بناء علی أن کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم (ص ۴۷۹)
در مختار میں ہے۔ کل صلوۃ اذیت مع کراہۃ التحریم تعجب اعادتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم
لہ رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن مسعود۔ ج ۲ ص ۱۹ الباب البر والصلة ۱۲ ال مصطفیٰ مصباحی

مومن کی شان طعن کرنا نہیں۔ رواہ الترمذی والبیہقی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا۔ ما احب الی حکیت وان لی کذا وکذا۔ اگر مجھے بہت کچھ ملے جب بھی میں کسی کی نقل نہ کروں۔ رواہ الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام نووی نے فرمایا کہ نقل کرنا بھی از قبیل غیبت ہے اور غیبت بنص قطعی حرام اور اپنے بھائی مردہ کا گوشت کھانا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الغیبة اشد من الزنا۔ غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ قالوا یا رسول اللہ وکیف الغیبة اشد من الزنا۔ صحابہ نے عرض کی غیبت کیونکر زنا سے سخت تر ہے۔ قال ان الرجل یزنی فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر ہالہ صاحبہ فرمایا کہ آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی مغفرت نہوگی جب تک وہی معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے، پھر یہ احکام تو ہر اس شخص کیلئے ہیں جو مسلمان کو ایذا پہنچاتا ہے یا اسکی نقل کرتا ہے اور یہاں تو حکم اور سخت ہے کہ اللہ و رسول کے ذکر کرنے والے کو ایذا پہنچائی گئی۔ اور اس کی خاص اس بارے میں نقل کی گئی اسے معافی مانگنا اور توبہ کرنا شرعاً لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ مرسلہ عبد الحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار بمسجد محمد تقی ۳ رجب ۱۲۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں زید و قوم زید۔ قوم نور باف کو جو لفظ مومن سے معروف ہیں بنظر حقارت و تذلیل بلفظ "جولاہا"، جو بزبان پنجابی ہندو پارچہ باف کو کہتے ہیں استعمال کرنا خلاف شریعت ہے یا نہیں؟

(۲) ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے منافقت رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

لہ ارشاد ہے۔ لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَاْکُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مِثْلًا نَّکَرِهُتُمُوْہُ۔ ایک دوسرے کی غیبت نہ کر، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں گوارہ نہوگا پس حجرات مصباحی

الجواب (۱) :- اگر صرف قوم کا بتانا مقصود ہو طعن منہ نظر نہ ہو تو حرج نہیں پھر بھی ایسے لفظ سے تعبیر کریں کہ ان کو برانہ لگے۔ اور اگر طعن و تحقیر و تذلیل ملحوظ ہو تو حرام حدیث میں فرمایا۔ لیس المؤمن بالطعان۔ مؤمن کی شان یہ نہیں کہ طعن کرے بلکہ ہو اور فرمایا۔ ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء انما هو مؤمن تقى او فاجر شقى له اور صحیح مسلم شریف کی حدیث میں طعن فی الانساب کو امور جاہلیت میں شمار فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ یا بغض و حسد رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سلیمان شکرانی برادرس قادری رضوی از مقام لبنیہ یا سالینڈ برٹس سنٹرل افریقہ۔

بعد نماز جمعہ مصافحہ کرنا سنت نبوی ہے یا فرض ہے یا عام رواج پر؟

الجواب :- مطلقاً مصافحہ سنت ہے بعد نماز جمعہ مصافحہ بھی اسی مطلق کا ایک فروغ ہے۔ طحاوی علی الدر میں ہے۔ تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کلھا وعند کل لقی ابوالسعود عن الشرنبلالیة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از شہر کہنہ بریلی۔ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ زید بعد نماز عیدین کے معانقہ کرتا ہے۔ اور بکر اس کو معانقہ سے منع کرتا ہے کہ یہ تم کفار ہے معانقہ عیدین کے بارہ میں شرع شریف کا کیا حکم صادر ہے؟

الجواب :- بعد نماز عید معانقہ جائز ہے اگر محل فتنہ نہ ہو، بکر کا قول سراسر

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۸ باب المفاخرۃ والعصیۃ۔ ۲۔ حدیث میں فرمایا۔ لا تباعضوا ولا تحاسدوا، آپس میں بغض و حسد نہ رکھو، رواہ الترمذی عن ابن رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۵، ایضاً مسلم شریف ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب البر والصلة ۱۲ مصابح

غلط ہے کہ رسم کفار ہے اگر کسی موقع پر کفار کرتے ہوں تو ان کی رسم ہونا کیسے ثابت ہوا ممکن کہ انہوں نے مسلمانوں سے سیکھا ہو اور یوں تو کفار بھی اپنے تہواروں میں نئے کپڑے پہنتے ہیں خوشی کرتے ہیں انہیں بھی رسم کفار قرار دیکر عید کے دن حرام کر دیا جائے اس کی کافی بحث مع ثبوت و دلائل رسالہ و شاح الجید میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از پوکرن مارواڑ مدرسہ معینہ مسئلہ شاہ قمر الدین دھلوی ۲۳ محرم ۱۳۲۳ھ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ حیات میں یا نہیں؟

(۲) بعد نماز جمعہ و عیدین مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا اور ان کی حیات حدیث سے ثابت ابن ماجہ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبی اللہ حی یرزق۔ اور اولیاء کی حیات کلام اولیاء سے ثابت۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولكن ینقلون من دار الی دار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مصافحہ جائز۔ اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت۔ نماز کے بعد یا عید کے دن مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل۔ اپنی طرف سے مطلق کی تقبید باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ از بنگال ۲۱ محرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز عیدین عید گاہ میں مصافحہ و معانقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- عید کے دن مصافحہ و معانقہ جائز ہے۔ کما حقہ شیخنا المحب د

لے فتنہ شہوت کا خوف نہ ہو، اور کپڑوں کے اوپر معانقہ ہو تو یہ بلاشبہ جائز ہے، جس کے جواز پر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی رسالۃ وشاح الجید - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہوڑہ محلہ کرستان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبد الرزاق آروی
امام مسجد ۳۷۳ ۲۷ صفر ۱۲۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز پنجگانہ علی العموم مقتدی آپس میں مصافحہ کیا کرتے ہیں اور اس کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ روکنے والے سے جھگڑتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ شامل شاتل مسجد میں حاضر ہیں بعد فراغت نماز جماعت مصافحہ کریں اور پہلے سے نہ کریں ایسا اعتقاد کیسا ہے ؟

الجواب :- مصافحہ بعد نماز جائز و مباح بلکہ بہتر ہے متون میں جواز مصافحہ کو مطلق رکھا اور بغیر دلیل شرعی مطلق کی تقیید نہیں ہوتی، لہذا یہ حکم مصافحہ بعد نماز کو بھی شامل اسی وجہ سے صاحب درمختار نے اطلاق متون سے مصافحہ بعد نماز کے جواز پر استدلال کیا فرماتے ہیں۔ اطلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملقۃ وغیرہ یفید جوازہا مطلقاً ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعة ای مباحۃ حسنۃ کما أفادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ۔ مصنف کا اتباع درر وکنز ووقایہ وجمع وملتقى وغیرہ میں مصافحہ کو مطلقاً ذکر کرنا یہ فائدہ دیتا ہے کہ وہ مطلق جائز ہے اگرچہ بعد نماز عصر کیا جائے اور بعض فقہاء کا بدعت کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ و حسنہ ہے

حاشیہ ص ۷ کا۔ ائمہ دین کا اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکرہ تحریماً تقبیل الرجل ومعانقته فی انفراد واحد وقال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقۃ فی انفراد واحد ولو کان علیہ قمیص أوجبة جازلاً کراهۃ بالاجماع، ج ۵ ص ۲۶۹ کتاب الحظر والاباحۃ واللہ تعالیٰ اعلم
لہ درمختار ج ۵ ص ۲۶۹ کتاب الحظر والاباحۃ۔ ال مصطفیٰ مصباحی

جیسا کہ نووی نے اپنے اذکار میں اور دوسرے لوگوں نے دوسری کتابوں میں ذکر فرمایا، حدیقہ ندیہ میں ہے۔ بعض المتأخرین من الحنفیة صرح بالکراهة فی ذالک ادعاء بانہ بدعة مع انه داخل فی عموم سنة المصافحة مطلقا۔ خفیہ میں سے بعض متأخرین نے اس میں کراہت کی تصریح کی اس ادعا سے کہ وہ بدعت ہے حالانکہ یہ سنت مصافحہ کے عموم میں داخل ہے، مجمع البحار میں ہے۔ ہی من البدعة المباحة۔ مصافحہ بدعت مباحہ سے ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ قال الشيخ ابوالحسن البکری وتقيدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادة کانت فی زمانہ والا فنعقب لصلوات کلها کذا فی رسالة الشر نبلا فی المصافحة ونقل مثله من الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النص الوارد فی مشر وعیتها وهو الموافق لما ذکره الشارح من اطلاق المتون۔ یعنی شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا اور ان کا نا بعد صبح وعصر کے ساتھ مقید کرنا ہر بناءے عادت تھا اس زمانہ میں ان دو نمازوں کے بعد مصافحہ کرتے تھے وتمام نمازوں کے بعد اس کا حکم یہی ہے جیسا کہ شر نبلا فی رسالة مصافحہ میں ہے اور اسی کے مثل شمس حانوتی سے بھی منقول ہے اور یہ کہ انھوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اس دلیل سے کہ جو نص اسکی مشروعیت میں وارد ہے عام ہے اور وہی موافق ہے اس چیز کے جس کو شارح نے ذکر کیا کہ متون کی عبارتیں اس بارے میں مطلق ہیں۔ الحاصل یہ مصافحہ جائز اور غالباً ان کا جھگڑنا اسی بنا پر ہوگا کہ مخالف سے ناجائز وگناہ بتاتا ہوگا نہ یہ کہ اسکو فرض و واجب جانتے ہوں گے اور جب علماء اس کو حائز بتاتے ہیں اور بعض نے اسے مکروہ کہا اگرچہ اصح قول اول ہی ہے پھر دوسرا اگر اس قول کو اختیار نہ کرے تو اوروں کو جو جائز جانتے اور کرتے ہیں، سختی سے منع بھی نہیں کر سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی احسان علی طالب علم مدرّس اہل سنت ۴ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

کتے کو مکان کی نگہبانی کے لئے پال سکتے ہیں یا نہیں؟ اگرچہ شکاری نہ ہو؟
الجواب :- مکان کی نگہبانی کیلئے اگر کتا پالنے کی ضرورت ہو تو پال سکتے ہیں۔
 فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فی الاجناس لا ینبغی ان یتخذ کلبا الا ان یخاف من اللصوص
 او غیرہم وکذا الاسد والفهد والضبع وجميع السباع وهذا قیاس قول الج
 یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی الخلاصۃ ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لاجل
 الحرس جائز شرعاً وکذا لک اقتناء للافطیاد مباح وکذا لک اقتناء لالحفظ الزرع
 والماشیۃ جائز، کذا فی الذخیرۃ۔ اجناس میں ہے۔ کتے کو پالنا نہیں چاہیئے مگر
 جبکہ چور وغیرہ کا خوف ہو۔ یہی حکم ہے شیر اور بچو اور چیتا اور دیگر درندوں کے پالنے
 کا، اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کا قیاس ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ اور
 یہ جاننا ضروری ہے کہ کتے کا پالنا حفاظت کیلئے جائز ہے، ایسے ہی شکار کیلئے اسکا
 پالنا مباح ہے۔ اور اسی طرح کھیتی اور چوپائے کی حفاظت کیلئے پالنا بھی جائز ہے۔

ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب چوہدر کوٹ تحصیل بارکھان ملک بلوچستان
 غرہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

- (۱) انگریزی خواندن و تعلیم کر دینا جائز یا نہ بعضے علماء فتویٰ بکفری دہند؟
 - (۲) بعضے آدمی چوں کلمہ طیبہ خواند اول بسم اللہ الرحمن الرحیم گفتہ کلمہ گویند یک دو
 ملا یاں گفتہ کہ اس چنین گفتن نشاید۔ بعضے گویند بیچ پرواہ نہ۔ ہرچہ حکم باشد تحریر فرمائند؟
 - (۳) بعضے چوں کلمہ طیبہ خواند بایں لفظ زائد میگویند کہ لا الہ الا اللہ پاک محمد رسول اللہ آیا
 بایں لفظ زائد پاک و اعراب و معنی نقصان شود یا بیچ حرج نیست؟
- الجواب (۱) :-** از نفس تعلم و تعلیم زبان انگریزی با کے نیست۔ اما بسا اوقات بسبب امر
 آخر قباحت رونماید مثلاً صحبت کفار و فجار و تعلم امور خلاف شرع کہ از ین اسباب عقائد فاسدہ

در دل جاگیرد۔ و بعض وقت از اسلام بر طرف شود، فاما اگر این چنین نباشد مضائقه ندارد
والله تعالی اعلم

(۲) قبل کلمہ طیبہ تسمیہ خواندن چنانچہ شاید، بیچ سبب نیست کہ منع گردد۔ والله تعالی اعلم
(۳) در میان در جملہ عربی لفظ پاک کہ فارسی است داخل کردن من حیث الترتیب
نشانید و من حیث المعنی خلط ندارد۔ والله تعالی اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہلسنت ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ انگوٹھی سید یا بالون کی بنی ہوئی
استعمال کرنا چاہیے یا نہیں؟
(۲) کسی فقیر یا غیر فقیر سے کوئی شخص مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے اور فقیر مصافحہ سے انکار
کرے یہ کیسا ہے؟

(۳) دو چھلے ایک جگہ جڑے ہوئے یا صرف ایک چھلا پہننا جائز ہے یا نہیں؟
(۴) سہرا باندھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز تو کس قسم کا اور ناجائز تو کس قسم کا جواز میں
کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

(۵) حرام حمل سے جو بچہ پیدا ہو۔ بوجہ ننگ و عار مار ڈالنا چاہیے یا نہیں؟
(۶) مسلمان درویش جس کا کلام شرعی اور طریق تذکرہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ کشف
اور کرامتیں بھی اکثر ظاہر ہوا کرتی ہیں اور غیروں کو نصیحت بھی کرتا ہے۔ لیکن خود مسکرات
میں مبتلا۔ بظاہر نماز سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایسے شخص سے مرید اور ارادت کرنا چاہیے یا نہیں
اور ان کا اعتقاد بالولایت کرنا چاہیے یا نہیں۔ اگر ممنوعات چیزیں لائیکے لئے کہیں یا پیسہ
طلب کریں تو ان کی بات ماننا چاہیے یا نہیں؟

الجواب :- (۱) نہیں چاہیے تنویر الابصار و در مختار میں ہے۔ ولا یختم الا بالفضۃ
لحصول الاستغناء لہا فی حرم بغیرہا۔ یعنی انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی کہ اس سے

حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ لہذا دوسری چیزوں کی انگوٹھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) بلا وجہ شرعی مصافحہ سے ہاتھ کھینچنا اور اس سے مصافحہ نہ کرنا ایذا دینے کا حکم ہے
اور حدیث میں ہے۔ من اذی مؤمناً فقد اذانی۔ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی
اس نے مجھے ایذا دی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جھلا ایک تھوڑا دو جڑے ہوئے پہنا مرد پر حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے
ولا یتحلی الرجل بذهب وفضة الا بخاتم ومنطقة وحلیۃ سیف منها۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) سہرا باندھنا جائز ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ
اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ۔ ہاں وہ سہرا جسمیں نلکیاں ہوتی ہیں۔ جو خاص ہندوؤں
میں رائج ہے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) قتل نفس ناحق حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جس نفس کو اللہ نے حرام کیا اسے قتل نہ کرو مگر حق کیساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۶) پیر کیلئے چار شرطیں ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو۔ اور
جب یہ شخص تبارک صلوٰۃ و شارب خمر ہے تو ہرگز اسے پیر نہ بنایا جائے اگرچہ اس
خوارق ظہور میں آتے ہوں اور نہ اس کے کہنے سے ممنوعات کا ارتکاب کیا جائے
لا طاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اور اسے پیسہ بھی نہ دیا جائے کہ شراب خور
ہے تو شراب میں بھی صرف کریگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

اے اگر ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بیعت جائز نہیں۔ وہ چار شرائط یہ ہیں (۱) پیر سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (۲) فقہ کا اتنا
علم رکھتا ہو کہ اپنی حاجت کے سبب مسائل جانتا ہو اور کوئی نئی حاجت درپیش ہو تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔
(۳) اس کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح و متصل ہو۔ (۴) فاسق معلن نہ ہو یعنی علانیہ کسی کبیرہ
کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مہر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ال مصطفیٰ بمباجی

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

مسئلہ :- ازہر وہی ٹولہ شہر کہنہ بریلی مسئلہ مسیح اللہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایام محرم الحرام
میں اپنے بچوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام پر فقیر بنانا اور اس کو گود میں لے کر
بھیک منگوانا اور سقہ بنانا اور پیک بنانا اور گلے میں پیلا سرخ ڈورا جس کو کلاوا کہتے ہیں پہنانا
اور سبز کپڑے رنگ کر پہنانا اور علم اور تعزیہ پر سرخ سبز و مال رنگ کر چڑھانا اور یہ کام
لڑکپن سے زندگی بھر تک جاری رکھنا جائز ہے یا ناجائز، اور مٹی کے برتنوں کے منہ پر
پیلا سرخ ڈورا باندھ کر شربت بھرنا اور اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی فاتحہ دلانا۔
ممنوعی کر بلا کو جانا علم اور تعزیہ بنانا اور سینہ کو ٹکڑا کر مائتم کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ بیوا تو حروا
اجواب :- سو افاستہ و ایصال ثواب کے تمام امور ناجائز ہیں۔ فقیر بنانا اور بھیک مانگنا
نا جائز بلا ضرورت شرعیہ سوال حرام ہے، حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی۔ سقہ بنانا
اور زیور پہنانا بھی حرام ہے، ہاں ایصال ثواب کیلئے کوئی پانی یا شربت پلائے تو یہ
کار خیر ہے اور محمود۔ مگر نہ زیور پہننے نہ رنگے ہونے ہرے کپڑے کہ عشرہ محرم میں
یہ تعزیہ داروں کی علامت ہے اور منع۔ اور پیک بننا بھی بالکل ناجائز و مہمل اور اسکی
کمر میں گھنٹیاں باندھنا حرام، حدیث میں فرمایا۔ لا تصحب الملائکۃ رفقتہ فیہا جرس
ایسے لوگوں کے ساتھ ملنگ رحمت نہیں ہوتے، کلاوہ پہننا پہنانا بھی ناجائز۔ علم و تعزیہ
بنانا ناجائز اور اس پر کپڑے چڑھانا بھی ممنوع، شربت کے گھڑوں پر کلاوہ باندھنا بھی
نا جائز۔ یونہی اس ممنوعی کر بلا کو جانا۔ سینہ کو ٹکڑا کر مائتم کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا
لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بد عوی الجاہلیۃ۔ اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کو عمل خیر کی توفیق دے، وہ کام کریں جس سے امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی روحیں خوش ہوں، نہ کہ بیکار باتوں میں مال ضائع کریں، اور آخرت کا

مواخذہ سرپر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- فقیر شفا الرحمن غفرلہ الرحمن مظفر پوری ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ جمعہ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد ہوا
 و تخت اٹھانے یا اسی قسم کے گناہ کے کام کے ذریعہ واسطہ سے اگر ہندو مسلمان میں
 فساد و خون ریزی ہو جائے اور اس صورت میں کوئی مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارا جائے
 تو آیا یہ مسلمان متوفی درجہ شہادت پائیگا یا نہیں ؟

ایسے ہی اگر ہندوؤں کے رسوم و رام لیلا وغیرہ کے اٹھانے میں فساد ہوا اور
 مسلمان مقتول ہوں تو اس کا کیا حکم ہے ؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- تعزیرہ داری نا جائز و گناہ ہے، اگر قتال و قتل اس کی ترویج کیلئے ہوں
 تو شہادت نہیں، مگر جب کہ جنگ کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ یہ کہ ہمارا مسلمان ہونا کفار پر
 شاق و گراں اور اس وجہ سے کفار ہم سے لڑیں اور غالباً اسلام و کفر کے قتال کا مال
 یہی ہوتا ہے، اگرچہ ابتداء کوئی معصیت ہی سبب ہو، تو یہ بلاشبہ شہادت ہے کہ
 قتل ہونا اعلا کلمۃ اللہ کیلئے ہے، ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کوئی غنیمت کیلئے لڑتا ہے اور کوئی ذکر و شہرت
 کیلئے لڑتا ہے اور کوئی اس لئے لڑتا ہے کہ اپنا مرتبہ یعنی شجاعت لوگوں پر ظاہر کرے،
 اس میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے فرمایا۔ من قاتل تکون کلمۃ اللہ فی العلیا
 فہو فی سبیل اللہ۔ جو اس لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔
 رواہ البخاری و مسلم عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رام لیلا یا اس کے مثال کفریات
 کی دفع میں مسلمان مارا جائے تو شہید ہے کہ یہ مرنا کفر کے دفع میں ہوا اور دفع کفر
 اعلا کلمۃ اللہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مدرسہ از مدرسہ مظہر العلوم سکندر پور ضلع بلیا ۱۲ شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری اس شخص کیلئے جو اپنے کو حنفی اور سنی المذہب کہتا ہے۔ شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں اور مجلس ذکر شہادت میں مرثیہ پڑھنا اور شیعوں کی طرح نوحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ تعزیہ داری ناجائز و بدعت ہے، اور ایک نہیں بلکہ بدعات کثیرہ پر مشتمل مرثیے اکثر و افض کے ہیں۔ جو اغلاط و اکاذیب پر مشتمل، بے اصل و پادر ہوا حکایات کو متضمن، اور بہتوں میں تبراً بھی ہے، ان کا پڑھنا حرام و نہایت سخت حرام مسلمانوں کو ان سے احتراز لازم، اور نوحہ بھی امور جاہلیت سے ہے، احادیث میں نوحہ کرنے پر شدید وعیدیں آئیں، ہاں جو امور شرع نے جائز رکھے ہیں، مسلمان وہ کریں کہ حضرت ابامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایصال ثواب کریں، تصدیق کریں روزے رکھیں، اور ثواب ان کا نذر کریں، اور شبہ و افض سنیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئلہ عبداللہ از موضع درو۔ ضلع نینی تال ۱۳ صفر ۱۳۲۱ھ

(۱) تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مقلد اور وہابی رافضی ان لوگوں سے عداوت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) تعزیہ بنانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہابی رافضی اور تمام بد مذہبوں سے دور رہنا چاہیے، یہ ایمان کے دشمن ہیں، دشمن کو دشمن ہی جاننا چاہیے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر فی مع القوم الظلمین، اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، حدیث میں فرمایا۔ ایاکم ایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم، اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳۲۱ھ

مسئلہ:۔ مسئلہ قاسم علی خاں بمقام قصبہ اسلامپور ریاست جے پور ۱۵ جمادی الاخریٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
یہاں پر غیر مقلدین اور وہابی کا بہت بڑا زور شور ہو رہا ہے تو کیا ان لوگوں کے
ساتھ کھانے وغیرہ میں شامل رہنا اور ان سے میل محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- ان سے میل جول ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کا ہم نوالہ و ہم پیالہ
ہونا حرام حدیث میں ارشاد ہوا۔ ایاکم وایاھم لا یصلونکم ولا یفتونکم
تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کریں
کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور ارشاد ہوا۔ ولا توادکلوھم ولا تشاربوھم
نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پیو۔ ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم
نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ وان مرضوا فلا تعودوھم
وان ماتوا فلا تشھدوھم اگر بیمار پڑیں تو پوچھنے کو نہ جاؤ اور مر جائیں تو ان کے
جنازہ پر نہ جاؤ غرض سنیوں کو بد مذہبوں سے کوئی علاقہ نہیں اسی میں ایمان
کی سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صاحب بہاری حال مقام
مانی کا چرڈاک خانہ مانی کا چر ضلع دوھو پٹری ۱۲ صفر ۱۳۲۸ھ
کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ
غیر مقلدین وہابیوں کا اخبار و کتاب نصیحت اگرچہ اس میں حدیث و آیت قرآن ہو
پڑھنا عوام الناس کو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب :- بد مذہب کے اخبار و کتب عوام نہ دیکھیں اگرچہ وہ آیات و احادیث
بھی لکھیں کہ یہ لوگ اپنی کتابوں، تحریروں میں موقع پا کر ضرور کچھ باتیں اپنی بد مذہبی
کی بھی لکھ دیا کرتے ہیں۔ بہت ممکن کہ عامی کے ذہن میں گھر کر جائے اور ہلاک ہو۔
امام ابن سیرین کے پاس دو بد مذہب حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ سے

ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں فرمایا نہ عرض کی تو کوئی ہم آیت پڑھ کر سنائیں۔ فرمایا نہ، یا تم اٹھ جاؤ یا میں چلا جاؤں گا۔ وہ دونوں نکل گئے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا الخ خشیت ان یقرء اعلیٰ آیۃ فیحرفانہا فیقرذالک فی قلبی۔ میں ڈرا کہ آیت پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ تحریف کریں اور میرے دل میں گھر کر لے۔ اسی وجہ سے حدیث میں ایسے لوگوں سے اجتناب تام کا حکم فرمایا ہے، ایاکم وایاہم لایضلونکم و لایفتنونکم۔ تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ نیز ان کی کتابیں وغیرہ اس طرح پڑھنے میں مصنفین کی وقعت ذہن میں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور بد مذہب کی توقیر حرام۔ حدیث میں ہے، مَنْ وَقَرَّ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ جو کسی بد مذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھالے پر مدد دی۔ رواہ الطبرانی عن عبد اللہ ابن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرح مقاصد وغیرہ میں ہے ان حکم المبتدع البغض والاهانة والسر والطرید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۴۴۔

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از امرتسر جامع مسجد متصل عید گاہ ۱۹ ذیقعدہ امرتسر میں انجمن تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کے بانی مبانی مولوی نور احمد دیوبندی امام مسجد شیخ بڈھا ہیں، باقی ممبر ہر طبقہ کے ہیں اور غزنوی طبقہ بھی ہے مولوی ثناء اللہ بھی شامل ہے، اور کل امامان مساجد کو مدعو کیا گیا ہے۔ گو وہابی ہو، دیوبندی ہو حنفی ہو، اور ہمیں بھی بلایا گیا ہے کیا اس مجلس میں شرعاً شامل ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب :- ایسی انجمن جس میں ہر قسم کے بد مذہب رکن ہوں بلکہ بانی انجمن خود وہابی عقیدہ کا شخص ہو، اس میں شریک ہونا اور ان کے زیر اثر کام کرنا ناجائز ہے، اہلسنت اپنی الگ انجمن قائم کریں یا کسی سنی انجمن کے ماتحت کام کریں، کہ اس امر کیلئے

سنی انجمنیں قائم ہو چکی ہیں اور کام کر رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ معین الدین ساکن محلہ گندہ نالہ بریلی ۱۹ رذی الحجہ ۱۳۷۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ
 وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور میلاد شریف بھی پڑھتا ہے۔ اسی زید نے
 کہا کہ اذان قبر کو ہم نے بریلی میں چند روز سے سنا ہے اور کسی دیگر شہر میں نہیں سنا
 اس پر ایک شخص سنی عمرو نے کہا کہ در اور کوئی بیٹی چود جاتا بھی ہے، اس پر زید نے
 غم و سے کہا کہ تو کافر ہو گیا، بعدہ حاضرین نے پوچھا کہ تو نے کس کو گالی دی، عمرو نے
 کہا وہابیوں کو۔ اس واسطے کہ وہ اذان قبر کو جائز نہیں کہتے ہیں تو دریافت طلب
 یہ امر ہے کہ عمرو نے جو وہابیوں کو گالی دی وہ کافر ہوا یا نہیں؟ اور زید نے جو ایک
 سنی شخص یعنی عمرو کو فتویٰ کفر دیا یہ خود کافر ہوا یا نہیں۔ اگر کافر ہوا تو اسکو تجدید اسلام
 و تجدید نکاح ضروری آیا نہیں؟ (شخص مذکور بالا دونوں جاہل مگر زید قدرے اورو پڑھتا ہے)
الجواب :- فحش لفظ زبان سے نکالنا نہ چاہیے، وہابیہ تو اسوۂ رسول جل و علا
 و صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتے ہیں اگر مسلمان نے انھیں گالی دی تو کیا برا کیا، مگر یہ
 ضرور ہے کہ فحش لفظ سے بچے اور یہ عجب بات ہے کہ جس نے وہابی کو گالی دی
 تو وہ زید کے نزدیک کافر ہو گیا۔ اور جس نے اللہ اور رسول کو گالی دی زید کے
 نزدیک مسلمان ہے کہ زید ان کے پیچھے یا ان کو مسلمان جاننے والے کے پیچھے
 نماز پڑھتا ہے، حالانکہ اکابر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا۔ من
 شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر۔ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے
 بہر حال زید پر تو بہ فرض اور وہابیہ سے قطع تعلق لازم ورنہ ایسے شخص سے میلاد شریف
 پڑھوانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ازگور سٹی ورکس شاپ ڈاکٹرانہ انگس ضلع ہوگلی ہرسلہ جبل حسین ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ آیا اس شخص کیساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور سلام و کلام جائز ہے یا نہیں، جو شخص ہر عقائد کو حق سمجھ کر (خواہ وہ عقائد قادیانی کے ہوں یا وہابیہ یا اہل سنت و جماعت یا روافض کے ہوں) ان مذاہب مذکورہ کے خلاف مذہب والے کے سامنے کہتا ہے ان مذاہب کو، اور کہتا ہے کہ میرے دل میں ایسا نہیں ہے؟ بینوا بسند الکتاب والدلیل تو جروا باجر عظیم من حضرتہ الرب الجلیل۔

الجواب :- جو شخص تمام مذاہب کو حق جانتا ہے وہ گمراہ و لامذہب ہے۔ اس کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا سلام کلام ناجائز۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُ النَّارُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ تمام مذاہب کو حق جاننا ارشاد رسول کو جھٹلانا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تفرقت اليهود علی اثنتین وسبعین ملة وتفرقت امۃ علی ثلاث وسبعین ملة کلہم فی النار الا ملة واحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (ترمذی ج ۲ ص ۸۹ ابواب العلم) بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائیگی سب کے سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا ناجی فرقہ کون ہے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ تمام مذاہب حق نہیں۔ حق صرف ایک مذہب ہے۔ جس کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ در اہل ہفتاد و دو ملت در آتش دوزخ اند و اہل یک ملت در بہشت و آں اہل یک ملت مستی بجماعت است از بہت اجتماع ایشان بر کلمہ حق بر آنچہ اجتماع کردند بر آن سلف کہ براہ راست بودہ اند، (اشعۃ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج ۱ ص ۱۳۲) لہذا تمام مذاہب کو حق جاننا یقیناً گمراہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص وہابی ہے۔ یا وہابی کا مرید ہے۔ جس کی تحریروں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت ثابت ہو چکی، باوجود اس کے وہ خود وہابی نہیں وہابی کو برا سمجھتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے میل جول رکھتا ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر زید کو وہابیہ کے اقوال کفریہ کی اطلاع ہے، اور باوجود اس کے پھر انہیں مسلمان جانتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، تو انہیں کے حکم میں ہے، جہاں تک نرمی و آسانی سے اسے سمجھا سکیں سمجھائیں اور نہ مانے تو انہیں کے سے برتاؤ اس کے ساتھ بھی کئے جائیں اور ناواقف ہو اور ان کے اقوال کفریہ و عقائد سے خبر نہ ہو تو اسے اس وقت تک جب تک علم نہ ہو اس کے حکم میں داخل نہ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ازرائی کھیت جامع مسجد نبی تال مرسلہ مولوی قاری جلیل الدین ضا ۱۹ ربیع الثانی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ ایسی انجمن جس کے اندر قادیانی، وہابی، سنی شیعہ بہر نوع ختنے فرق باطلہ بھی ہوں سب شریک ہوں تو ایسی انجمن دینی انجمن کہلانے کے مستحق ہے کہ نہیں۔ اور سنی حنفی لوگ شریک ہوں کہ نہیں؟

الجواب :- ایسی انجمن ہرگز دینی انجمن نہیں، نہ اس میں سنیوں کو شرکت جائز بد مذہبوں سے میل جول ناجائز ہے، اور جب شریک ہوں گے تو علاوہ میل جول کے کبھی ان کی تعظیم بھی ہوگی، ان سے تقریر بھی کرائی جائے گی، ردالمحتار میں ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم امانتہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا لَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَنَمَسْكُمُ النَّارُ۔ وَقَالَ تَعَالَى وَإِنَّمَا يُنِيتُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جناب ولایت حسین رضا محلہ بہاری پور بریلی ۳۴ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی کے نکاح میں کچھ چند سوال آپس میں رد و بدل کے ہوئے جن میں میرا حقہ پانی پنچایت کر کے بند کر دیا۔ اور چار مہینے تک یہ حکم لگایا کہ تمہاری کچھ نہیں سنی جائے گی، پھر میں نے پنچایت کی اور بہت عاجزی سے ان لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ بھائی میری لڑکی کا معاملہ ہے، میری خطا جا بجا ہوئی ہے اس کو واسطے خدا و رسول کے معاف کر دی جائے، ان لوگوں نے یہ کہا کہ واسطے خدا و رسول کا ہمارے دلوں سے پہلے ہی اٹھ گیا ہے لہذا چند آدمیوں نے یہ پوچھا کہ بھائی یہ کلمہ تو بہت برا کہا، انہوں نے جواب دیا کہ اگلی پنچایت میں بھی ایک شخص نے واسطے خدا و رسول کا دیا تھا اسکی بھی نہیں مانی تھی لہذا تمہاری بھی نہیں مانی جائے گی۔ انھیں لوگوں میں سے چند آدمیوں نے توبہ کی خدا ہم کو معاف کرے، اب ایسی حرکت نہیں کریں گے نہ ہم ایسے لفظ کے شریک ہیں مگر ان آدمیوں نے یہی کہا کہ ہم اسی بات کے قائل ہیں۔ جو ہم چار مہینہ تک تم کو بند کیا ہے اب ہم چار مہینہ تک اپنے حکم کے قائل ہیں، پیشتر کوئی بات نہیں سنیں گے، ان میں چند آدمی امامت کرتے ہیں آیا ان لوگوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بیوقوفو!

الجواب :- جس مسلمان کے سامنے اس کا بھائی اپنی خطا کی معافی چاہے تو اس پر لازم ہے کہ خطا معاف کر دے، ورنہ حدیث میں نہ معاف کرنے والے کے بارے میں جو وعید آئی ہے اسکا مستحق ہے اور اس کلمہ سے یہ لوگ توبہ کریں ورنہ اہل برادری انکا حقہ پانی بند کر دیں اور ان کو امامت سے معزول کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ عبد الغنی ساکن فتح گنج غزلی ضلع بریلی ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

علماء دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کیا فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے لوگوں کو روزہ نماز کیواسطے کہا کہ تم لوگ نماز روزہ کیوں نہیں رکھتے اگر تم لوگ اس

کام کو کر دو تو چھوٹے بڑے سب کریں، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ تم کوئی پارسا ہے یا پیرہیزگار، جو ہم لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اس پر اس شخص سے ۵۰ روپے تاون کا لیا ہے اور الزام یہ لگایا ہے کہ تم نے ہم لوگوں کو گالی دیا ہے اس کا تاون ہے اور کچھ لوگ نشہ پیتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب :- جو لوگ نماز و روزہ کے پابند نہیں ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور صوم و صلاۃ کی پوری پابندی کریں، کہ نماز و روزہ کے ترک کر نیوالے بہت سخت گنہگار و مستحق غضب جبار ہیں اور جرمانہ لینا ناجائز ہے وہ روپے واپس کریں بحر الرائق میں ہے۔ والتعزیر بالمال منسوخ، اگر واقعی اس شخص نے گالی دی ہے تو ان لوگوں سے معافی چاہیے، ورنہ حق العبد میں گرفتار ہے، اور جو لوگ نشہ کا استعمال کرتے ہیں اسے ترک کریں، اور توبہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جومی موضع ساری پور ضلع بریلی کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موسوم چنگی مسلمان قوم نور باغ نے جو ایک عورت کو بلا نکاح کئے ہوئے تین برس سے اپنے گھر میں جو رو بنا کر رکھا ہے، آیا از روئے شرع شریف اس عورت کو بلا نکاح کئے ہوئے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حرام حرام سخت حرام ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً عورت سے علیحدہ ہو جائے اگر وہ ایسا نکمے تو مسلمان اس سے ملنا جلنا چھوڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حاجی عبداللطیف ایوب از ٹمہرنی ضلع ہوسنگ آباد ۵ ذیقعد ۱۳۴۰ھ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سونے کے ٹن بغیر زنجیر کے

لے جتنی قربت ہوئی سب زنا خالص، اس سے جو اولاد پیدا ہوئی ولد الزنا ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسیحی

پہننا جائز ہے یا نہیں۔ اگر گرم ہونے کے خوف سے سوت یا ریشم کا ڈورا پیرو کر پہننا درست ہے یا نہیں۔ ۹

الجواب :- سونے کے بٹن بغیر زنجیر کے جائز ہیں۔ اور اس میں ڈورا لگانا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حافظ عبد المجید خاں صاحب از موضع منہ ڈاکخانہ ندوہ اسراء ضلع اعظم گڑھ۔ ۹، محرم الحرام ۱۳۴۱ھ

مردے کی واسطے طالب العلم کو دعوت کھانا کھلا کر قرآن شریف پڑھانا یا بخشنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- میت کو ایصال ثواب جائز، فقراء و طلبہ کو کھانا کھلانا اور قرآن پڑھوا کر ثواب پہنچانا بھی جائز، مگر اجرت پر قرآن مجید پڑھوانا خواہ اجرت پیشتر طے ہو جائے یا وہاں ایسا دستور ہو، دونوں صورتیں ناجائز، کہ المعروف کا مشروط۔ رد المحتار میں ہے والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره

وفيهما من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا، وهو تعالى اعلم **مسئلہ :-** مسئلہ ظفر علی خاں رضوی محلہ قرولان بریلی ۲۱، محرم الحرام ۱۳۴۱ھ

ماموں اور بھانجے کی ایک ساتھ ایک وقت میں مسلمانی کرانا منظور ہے اس میں عورتوں کو اعتراض ہے، لہذا اس معاملے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آگاہ فرمائیے؟ **الجواب :-** ماموں اور بھانجے کے ایک ساتھ ختنہ کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، عورتوں کا اعتراض غلط ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

لے در مختار میں ہے۔ وفي التتارخانية عن اليسر الكبير لا بأس بالمرء ان يديباج والذهب (ج ۵ ص ۲۵۰ کتاب الحظر والاباحۃ)۔ مصباحی

مسئلہ :- مسئلہ جناب محمد ظہور الحق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ موضع سمجھورہ ضلع علی گڑھ ۵ رذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ پابند صوم و صلوٰۃ ہو یا نہ ہو؟
الجواب :- اگر وہ شئی جو کھانے کے لئے لائی گئی معلوم ہے کہ یہ حرام ہے تو اسکا کھانا حرام، ورنہ حرام نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ بہ ناخذ مالہ نعرف شیئا حراما بعینہ و هو قول ابی حنیفہ۔ مگر سود خوار اس کے یہاں کھانے سے اجتناب ہی چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ضلع فرید پور پوسٹ نربا قاضی صاحب آفس پیرسلہ محمد مبارک علی، صفر ۱۲۳۳ھ مریدان شیفۃ حال و طالبان سوختہ بال بارادہ تعظیم و تحیت بجائے سلام مسنون سر بہ پیش شیخ خود بنہند، این فعل بحسب شریعت و طریقت چہ حکم دارد جائز است یا نہ؟
الجواب :- سجدہ تحیت دریں شریعت حرام است بلکہ بقصد تعظیم مجر و انحنا تا حد رکوع ممنوع و ناروا۔ قال رجل یا رسول اللہ الرجل یلقی اخاه او صدیقه ینحنی لہ قال لا۔ و هو تعالیٰ اعلم

۱۸ صفر ۱۲۳۳ھ

مسئلہ :- مسئلہ فقر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بال صفا صابون و ہڑتال سے بال اڑانا جائز ہے یا نہیں؟

لہ خصوصاً عالم دین کو، کہ اسی میں شرعی مصلحت ہے تاکہ سود خوار کی زبرد تو بیخ ہو، اور مسلمانوں کی نگاہ میں اس کے فعل کی تقبیح ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۔ وگفت امام علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ در حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔ الانحاء البالیغ حد الرکوع لا یفعل لأحد کالسجود ۱۲۔ مصباحی

الجواب :- موئے زیر ناف وغیرہ جہاں کے بال دور کر سکتے ہیں ایسے مقام کے بال ہر تال چونا یا صابن سے اوڑا سکتے ہیں۔ علگیری میں ہے۔ ولو عالج

بالنورة في الحانة يجوز كذا في الغرائب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی ولی الرحمن پوکھر بروی مظفر پوری ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسا اگر کوئی شخص ہندوستان میں اس غرض سے بناوے کہ اسکو ہمیشہ دیکھ کر یاد آوے کہ روضہ مبارک ایسا ہے اور اس میں قبر شریف نہ بنائی جائے صرف مکان روضہ ہو ایسا بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) روضہ مبارک کا نقشہ ہندوستان میں بنا کر کے آپ کا ریش مبارک یا نعلین مبارک یا جبہ اقدس رکھ کر زیارت کرنا اور اس کا بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا بالکتاب تو جو والیوم الحساب۔

الجواب :- روضہ منورہ کی صحیح نقل بنا کر بقصد تبرک رکھنا جائز ہے، بعض طرح

لے موئے زیر ناف کو مونڈا جائے یا کترا جائے یا ہر تال، چونا، صابن، نورہ، وغیرہ لگا کر صاف کیا جائے۔ سب صورتیں جائز ہیں۔ مقصود اس جگہ کی نظافت ہے۔ مگر مردوں کیلئے مونڈنا افضل ہے۔

امام نووی خمس من الفطرة والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ الا فضل فیہ الحلق ویجوز بالقص التفت والنورة۔ علگیری میں ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ باب خصال الفطرة) الا فضل ان یسلم اظفارہ ویحلق عانتہ۔ اور عورتوں کیلئے قول اسلم یہ ہے کہ نوجوان عورت کیلئے نفث (نہیڈیرنا) اور عمر رسیدہ کیلئے حلق (مونڈنا) افضل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے شرع مطہر میں جاندار کی تصویر حرام ہے اور غیر جاندار کی تصویر جائز۔ جس طرح ذی روح کی تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی غیر ذی روح کی تصویروں کا جواز اجماعی۔ بکثرت حدیثیں اس کے تراز کی تصریح فرماتی ہیں،

کاغذ پر اسکا فوٹو بہت سے مسلمان رکھتے ہیں۔ یوہیں اگر پتھر وغیرہ کی عمارت بنائیں تو اس میں اصلاً حرج نہیں، جانور کی تمثال حرام و ناجائز ہے، غیر ذی روح کی تصویر میں کوئی قباحت نہیں، نقشہ نعلین مبارک کو ائمہ و علماء جائز بتاتے اور اس کے مکان میں رکھنے کو سبب برکت جانتے، شبیہ روضہ کا بھی وہی حکم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): تبرکات شریفہ اس میں رکھنا اور ان کی زیارت کرنا اور بوسہ دینا سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از ملوکپور بریلی مسئلہ مولوی عبد المجید طالب علم مدرسہ اسلامیہ، ریح الاول
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائی پیغمبر اور اصحاب کے کوئی بزرگان دین کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قدس سرہ کہنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تب کس صورت پر جائز ہے؟ بینوا تو جہود

الجواب: لفظ "اعلیٰ حضرت" و حضور پر نور، انبیاء کرام علیہم السلام یا صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ خاص نہیں، نہ عرفاً خاص نہ شرعاً۔ حضرت اور حضور کا لفظ تو بہت عام ہے اب اگر کسی معظّم دینی کو اعلیٰ حضرت کہا یا حضور پر نور کہا، تو اسے نبی یا صحابہ کے کسی خاص وصف میں شریک کرنا نہوا۔ بلکہ ان تمام لوگوں میں جنہیں حضرت یا حضور کہا جاتا ہے اسے بڑا مانا اور اسمیں اصلاً حرج نہیں بلکہ معظمان دین کو عظمت کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے بلکہ قرآن مجید تو مطلقاً مؤمنین کے لئے فرماتا ہے۔ اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ تمہیں اعلیٰ ہوا اگر مؤمن ہو، یوہیں در رضی اللہ تعالیٰ عنہ "یا" قدس سرہ بھی

بقیہ حاشیہ ۲۵ کا۔ روضہ منورہ، نعلین مبارک کے نقوش و تصاویر و تماثیل بھی اسی جواز اجتماعی میں داخل جس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، بہت سے علمائے کرام، علمائے اعلام اور اکابر دین و بزرگان معتدین نے روضہ مبارکہ و نعلین اقدس کے نقشے بنائے اور ان کی تعظیم اور ان سے برکتیں حاصل کیں۔ تفصیل کیلئے زرقانی علی المواہب، جذب القلوب، فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں، صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا بجا کہا ہے، بہت سے مواقع میں ہدایہ کے پیچھے قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اس سے مراد خود صاحب ہدایہ ہیں۔ قرآن مجید نے صحابہ کرام کے متبعین کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا ارشاد فرمایا۔ السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از محلہ ذخیرہ بریلی مسئلہ منشی شوکت علی صاحب ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ سیری کی کڑیاں مکان میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، شاید لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ سیری کی لکڑی قبر میں ڈالی جاتی ہے تو مکان میں لگانا شگون بد ہے۔ اگر ایسا خیال ہے تو ہم فاسد و جہالت ہے، کوروں کے تختے قبر میں لگاتے ہیں تو اسکی کڑیاں بھی نہ ڈالیں ایسے اوہام قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مولوی شفاء الرحمن طالب العلم مدرسہ منظر اسلام ۶ ربیع الآخرہ ۱۴۲۳ھ کیا فرماتے ہیں حامی سنت و ماحی بدعت علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو بننے کے گھر کی بنائی ہوئی شیرینی (یعنی میٹھائی) سے میلاد شریف و نیاز بزرگان دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- کفار ہنود کی بے احتیاطیاں کون نہیں جانتا نہ ان کے یہاں نجاسات سے اجتناب ہے نہ اصول طہارت سے واقف، مگر معاملہ طہارت و نجاست میں مجرد اوہام کا اعتبار نہیں، اصل طہارت ہے جب تک نجاست کا یقین نہ ہو کسی خاص شئی میں حکم نجاست نہ ہوگا۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وھو قول ابی حنیفہ۔ مگر ان ملبھوں کی یہاں

کے کھانے شیرینی وغیرہ سے جہاں تک ممکن ہو اجتناب ہی چاہئے خصوصاً مجلس میلاد شریف اور فاتحہ میں ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی سے پرہیز و گریز کرنا چاہئے، ہر چیز پر فاتحہ ہو سکتی ہے پلاؤ وغیرہ روٹی گوشت چاول ان سب پر فاتحہ ہو سکتی ہے اور اگر میٹھی ہی چیز چاہیں تو بلا تکلف ہر شخص کے یہاں حلوا تیار ہو سکتا ہے اس پر نیاز دلائیں یا چھو ہارا کھجور اور دیگر پھلوں پر فاتحہ دیکر تقسیم کریں ہندو کی یہاں کی مٹھائی کیوں خریدیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ عزیز احمد خان صاحب رجب الآخر ۱۳۲۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دو تحریکوں میں سے رجوزیل میں درج ہیں) کس میں مسلمانوں کی شرکت جائز ہے۔ اور کس میں ناجائز، اگر ناجائز ہے تو گناہ کی نوعیت کیا ہے، اور نمایندگان قوم کے سلسلہ مخالفت و روک تھام کے کیا فرائض ہیں۔ (تحریک بوائے اسکاوٹ)

یہ تحریک ابتداً مغربی ممالک سے شروع ہوئی۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ طلباء میں ورزش اور اصول صحت کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور تہوڑی سے ابتدائی فوجی تعلیم دیکر ان کو چند ایسے ضرور کام سکھائے جائیں۔ جو ان کو آئندہ زندگی میں کارآمد ثابت ہوں اور ان کمزوریوں سے بچایا جائے جو موجودہ تعلیم کی لوازمات ہیں۔ اس اصول کو مد نظر رکھ کر اس تحریک کے تین وعدے اور دس قانون مندرجہ ذیل ہیں۔

(اسکاوٹ کے عہد)

(۱) میں از روئے قسم عہد کرتا ہوں کہ خدا اور اپنے بادشاہ اور ملک کی خدمت بدل و جان بجالاؤں گا۔

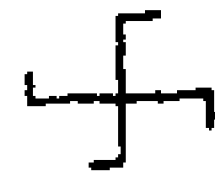
(۲) عوام الناس کی امداد پر کمر بستہ رہوں گا۔

(۳) اسکاوٹ کے قوانین کی پابندی کروں گا۔

آئین مذکورہ

- (۱) اسکاوٹ کی عزت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۲) اسکاوٹ بادشاہ کا وفادار افسران و والدین کا مطیع و فرماں بردار اور ملک کا خیر خواہ ہوتا ہے۔
 - (۳) اپنے عہد کو مفید ثابت کرنا اور دوسروں کی امداد و رسی اسکاوٹ کا عین فرض ہے
 - (۴) اسکاوٹ ہر شخص کا خیر خواہ اور آپس میں بھائی ہوتا ہے بلا تصور ملت و مذہب۔
 - (۵) اسکاوٹ نہایت منہذب اور خلیق ہوتا ہے۔ (۶) اسکاوٹ جانوروں کو بھی عزیز رکھتا ہے، لیکن شکار و خوراک سے باز نہ آویگا اور موذی جانوروں کو دفع کرے گا۔
 - (۷) اسکاوٹ اپنے والدین۔ پرول لیڈر۔ اسکاوٹ ماسٹر کے احکامات کو بسر و چشم بجالاتا ہے
 - (۸) اسکاوٹ ہر حالت میں سدا خوش و خرم اور خندہ پیشانی رہتا ہے۔
 - (۹) اسکاوٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔ (۱۰) اسکاوٹ نہایت صفائی پسند ہوتا ہے
- اس تحریک نے جن جن ممالک میں ترقی کی، وہاں نہایت بار آور۔ اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اور یہی وجہ اس کی عام مقبولیت کی ہوئی۔ جب یہ تحریک ہندوستان پہنچی تو اس کو مفید اور کار آمد دیکھ کر اہل ہندو نے اس کا خیر مقدم کیا۔ مگر فوراً اس کی شدھی کرنی اور دسیوا گنتی بوائے اسکاوٹ، اس کا نام رکھ دیا۔ اور اس کی آرٹیں شدھی اور سنگٹسن کے مقاصد پورا کرنے کیلئے مسلمانوں کو بھی دعوت شرکت بہت ذوق و شوق سے دینا شروع کر دی۔ کچھ بھولے بھالے مسلمان شریک بھی ہو گئے۔ منجملہ دیگر اصولات کے اس تحریک کے خاص اصول مذکورہ ذیل قابل غور ہیں۔

- (۱) یہ کہ اسکی تنظیم فوجی نمونہ پر رکھی گئی ہے۔ فوج کا ایک جھنڈا ہوتا ہے۔
- ”سیوا ستمی بوائے اسکاوٹ“ کا جھنڈا بالکل ہندو عقاید کے موافق بنایا گیا ہے۔ جس کا نمایاں نشان ستیہ ہے۔ جس کو مسلمانوں نے اکثر ہندو مکانون پر بنا ہوا دیکھا ہوگا جس کی شکل یہ ہے۔



(۲) ہر اسکاوٹ کو جو سیواسمتی میں شریک ہوگا اس جھنڈے کے آگے تسلیم کرنا ہوگا
 (۳) یہ کہ اس جھنڈے کو، ”آریہ انداز“ سے سلام کیا جاتا ہے یعنی دونوں ہاتھ جوڑ کر
 ماتھے سے لگا کر۔ گردن کو جھکا کر بحسنہ اسی طرح کہ جیسے ہندو اپنی بتوں کو مندروں
 میں وندت کرتے ہیں۔

(۴) روزانہ تعلیم کے اول و آخر ایک دعا، سب ملکر پڑھتے بلکہ گاتے ہیں کہ جو ٹھیٹھ
 سنسکرت میں ہے۔ جس میں ہند کی دیوی کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ اس دعا
 کا نام در بندے ماترم، رکھا گیا ہے۔ جو عرصہ تک انقلاب پسندوں کا خاص راگ رہا ہے
 (۵) ہر روز بعد اختتام کام باواز بلند در بھارت ماتا کی جے، پکاری جاتی ہے۔

(۶) اس کا تمام انتظام ہندی میں رکھا گیا ہے، وعدے، قانون، لکچر، اسپیچ
 ایڈریس، نوٹس، وغیرہ سب ہندی میں ہے۔ تاکہ اردو زبان کے مقابلہ میں ہندی
 زیادہ رواج پا جاوے۔

(۷) اس تحریک ”سیواسمتی بوائے اسکاوٹ“ کی آڑ میں ہندو سنگٹھن کے تمام
 مقاصد پورے کئے جاتے ہیں۔

(۸) اس تحریک کے اصول کے موافق ایک زندہ شخصیت بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے
 جس کو چیف اسکاوٹ کہتے ہیں، اور جس کی تقلید اخلاقیات و سیاسیات و عقائد میں
 ہر اسکاوٹ پر فرض ہوتی ہے۔ چنانچہ ”سیواسمتی بوائے اسکاوٹ“، تحریک میں بہترین
 نمونہ اور مثال مسلمانوں کے قدیمی کرم فرما۔ شدھی کے حامی اور سنگٹھن کے بانی
 پنڈت مدن موہن (مالوی) مقرر کئے ہیں، جن کی پیروی و اتباع ہر اسکاوٹ پر فرض ہے
 ”مابین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا“

امور مذکورہ بالا میں شرکت دینا ہر اسکاوٹ کے واسطے خواہ وہ مسلم ہو یا عیسائی
 ضروری و لازمی ہے۔ یہ تحریک اس وقت تمام انگریزی مدرسوں میں نہایت سرعت

وسرگرمی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو شریک ہونے کی خاص کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ علمائے کرام و نمایندگان قوم کی خاص توجہ کا محتاج ہے ؟ مینوا توجروا

الجواب :- اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ ہر مسلم کا فرض اہم و اعظم اصول، اسلام کی پابندی ہے۔ اسی پر ہر فلاح و نجاح ترقی و عزت موقوف۔ مسلمانوں نے جو کچھ ترقیاں کیں اسلام ہی کے سایہ عاطفت میں رہ کر کیں۔ اور جتنا اسلام کا ساتھ چھوڑا اسی قدر پستی میں گرتے گئے۔ قرآن مجید کا ارشاد کریم ہے۔ اَنْتُمْ اَلَا عَلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ مسلمان اگر اپنی ترقی چاہتے ہیں تو احکام اسلام کے پابند ہو جائیں، اور کفار کا پس رو و متبع بن کر مسلمان کیوں کر ترقی کر سکتا ہے۔ کافر کب چاہیگا کہ مسلمان کو فروغ ہو قرآن عظیم فرماتا ہے۔ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ خَبْرًا لَّ كُفَّارٍ تَمْهِيْنَ نَقْصَانَ يَهْنِجَانِيْ فِيْ كُمِيْ نَزَعِيْ كُمْ۔ دو دوا معنتم۔ ان کی تو آرزوئے دلی یہ ہے کہ تم مشقت میں پڑو، ان تعلیموں کو پس پشت ڈال کر فرزند ان اسلام کو جو مصیبتیں اٹھانی پڑیں وہ دنیا نے دیکھیں مگر لیڈران اب بھی اسی لکیر کو پیٹتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے سے اب بھی باز نہیں آتے۔ بالجملہ جو تحریک اٹھانی جائے اس میں سب سے پہلے اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ اصول اسلام کے مخالف نہ ہو کہ اگرچہ بظاہر اس میں بہت کچھ نفع نظر آتا ہو مگر جب خلاف شرع ہے تو انجام ہمیشہ خراب ہوگا اور بجائے نفع، نقصان ہوگا۔ اسکاوٹ کے عہد میں یہ شرط ضرور ہونی چاہئے کہ جہاں تک اسلام اجازت دے گا کہ گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اس کے قوانین کا نبراول قبیح ہے مسلمان کو خدا ہی پر بھروسہ چاہئے نہ کہ اسکاوٹ کی عزت پر و علی اللہ فیستوکل المؤمنون

لے پ ۴ آل عمران۔ ۲ پ ۴ میں آل عمران رکوع ۳۔ ۲ پ ۱۳ میں ابراہیم رکوع ۱۳۔ مصباحی

نمبر ۲۔ میں بھی وہی شرط چاہئے۔ نمبر ۴ میں بلا امتیاز ملت اخوة قائم کی ہے۔ حالانکہ اخوت صرف مسلمانوں میں ہوگی مومن و کافر میں اخوت کیسی، قرآن عظیم بصیغہ حصر فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ۔ قواعد اسکاوٹ میں ان امور کی ترمیم کی طرف ضرور لحاظ چاہئے کہ یہ باتیں خلاف شرع ہیں۔ دوسری تحریک سیواسمتی سے نامزد کی گئی اس میں مسلمانوں کو شریک ہونا حرام حرام سخت حرام کہ یہ کفریات و ضلالت پر مشتمل ہے خاص ہندوؤں کی وضع کا جھنڈا کہ یہ ان کے شعار سے ہے یہی پتا دے رہا ہے کہ یہ خاص ہندو کی جماعت ہے۔ اور ایسی جماعت میں مسلمان کا منسلک ہونا ہندو کے جھنڈے کے نیچے آنا اور کام کرنا اور اس کا حامی بننا کب روا ہو سکتا ہے۔ پھر ہندوؤں کی طرح اس کے آگے سر خم کرنا اور دندوت کرنا شبہ بہنود ہے۔ اور حدیث میں فرمایا۔ من تشبه بقوم فهو منهم۔ اور سنسکرت زبان میں وہ مدح سرائی اور وہ بھی ہندی دیوی کی۔ یہ بھی خاص کفار کا طریقہ ہے بلکہ کفر ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اس میں دیگر الفاظ کفر بھی ہوں اور نہ سہی تو یہ دیوی کی مدح سرائی کیا کفر نہیں۔ اور جے بولنا بھی خاص ہندو ہی کا شیوہ ہے۔ اور وہ بھی بھارت ماتا کی کہ یہ تو ہندوؤں ہی کی ماتا ہوگی۔ اور سب سے شدید و اشد خباثت یہ کہ اس کی آڑ میں ہندو سنگٹھن کے مقاصد پورے کرنا اس کا کام ہے اور اس کے اہم مقاصد میں ہندو کا باہم اتحاد اور مسلمانوں پر ان کا تسلط اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش وغیرہ وغیرہ ہے اور چونکہ یہ سیواسمتی ہندوؤں سے خصوصیت رکھتی ہے اسلام و مسلمین سے ادنیٰ تعلق منظور نہیں اس وجہ سے ہندوستان کی موجودہ زبان اردو جسے ہندوؤں نے مسلمان کی زبان سمجھ رکھا ہے ترک کر دی اور زبان بھی وہی جاری کرنا چاہتے ہیں جو خالص ہندو زبان ہے اور جب اس کا مقصد پوشیدہ ہندو سنگٹھن کو کامیاب کرنا ہے تو یہ بالکل کفر کی مشین ہے۔

اور مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کفار کو خاص ان کے مذہب باطل کی ترویج میں اعانت دیتے ہیں قرآن کریم تو اعانت علی الاثم کو حرام فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اور بے شک اعانت علی الاثم اثم ہے یو ہیں اعانت علی الکفر بھی کفر۔ خلاصہ یہ کہ اس کے قوانین از اول تا آخر سراسر باطل اور اسلام کے بالکل مخالف، اب بھی سب کچھ دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں اور نافع و مفرد و دست و دشمن میں تمیز نہ کریں تو سوا اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان میں اسلامی احساس نہ رہا اور اپنے تراشیدہ خیالات کا نام اسلام رکھ لیا ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ:۔ از بنارس تھانہ جیت پورہ محلہ ناگ مرسلہ محمد یوسف ۹ ارجمادی الاولیٰ ۱۲۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر دو شخص ہیں جس میں زید کچھ اردو و فارسی پڑھا لکھا ہے بکر محض ان پڑھ ہے حتیٰ کہ حروف شناس تک نہیں ہے زید و بکر دونوں وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں اور بدن و سر کو جبہ و دستار عربی سے مزین کرتے ہیں۔ آیا مذکورہ بالا شخصوں میں سے کس کو وعظ و نصیحت وجبہ و دستار کی از روئے شرع شریف کے اجازت ہو سکتی ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب:۔ وعظ گوئی کیلئے علم درکار ہے، بے علم سے کیا توقع کہ صحیح مسائل بیان کر سکے بلکہ صحیح کو بھی غلط پیرایہ میں ادا کر کے غلط کر دے گا۔ پھر ایسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان سے مسائل پوچھے جائیں تو یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں اپنی سبکی سمجھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہمارا بے علم ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ لہذا التاسیدھا جو جی میں آیا کہہ دیا۔ حدیث میں ہے اتخذ الناس رؤوسا جہالا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔ اگر ان کو وعظ گوئی کا شوق ہے تو پہلے علم حاصل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پ ۶ ص مائدہ - مصباحی

مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب العلم مدرس اہلسنت بریلی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان درویش شرعی اور طریقہ تذکرہ سے بھرا ہوا ہے کشف اور کرامتیں بھی اکثر ظاہر ہوتی ہیں، اور غیروں کو نصیحت بھی کرتا ہے۔ لیکن خود مسکرات میں مبتلا، بظاہر نماز سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایسے شخص سے مرید ہونا چاہئے یا نہیں۔ اگر وہ ممنوعات چیزیں لانے کیلئے کہے یا پیسہ طلب کرے تو اس کی بات ماننا چاہئے یا نہیں؟

(۲) دستور ہے کہ ہندو مسلمان کے درمیان وطن و جواری علاقہ کی وجہ سے راہ و رسم لین دین کھانا پینا ہوتا ہے، ایسی حالت میں ہندو کے گھر سے کچھ غلہ کی بیج بلا قیمت لاکر اپنے کھیت میں بونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) :- جب مسکرات کا استعمال کرتا ہے تو اس سے بیعت نا جائز ہے، کہ عدم فسق بالاعلان شرط بیعت ہے، اور خوارق کا ظہور اسے ولی اللہ نہ کر دے گا۔ اس کے کہنے سے نہ ممنوعات کا مہیا کرنا جائز، نہ اس لئے اسے پیسہ

دینا روا۔ لاطاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندو سے غلہ لیکر اپنے کھیت میں بونا تو جائز ہے۔ مگر اس سے آنا میل جول کہ کھانے پینے میں شرکت ہونا جائز۔ حدیث میں ہے۔ لا یتراعی

نارہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفیٰ ۱۲ شعبان ۱۴۲۳ھ

علمائے اہلسنت کی خدمت میں گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطابق عقائد اہلسنت و جماعت مع ثبوت آیات و حدیث مرحمت فرمادیں؟

(۱) جو مسلمان ہو کر یہ کہے کہ اللہ و رسول چاہیں تو میرا یہ کام ہوگا وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

(۲) جو مسلمان ہو کر بزرگان دین جو قبروں میں ہیں۔ ان کا وسیلہ لیتا ہے اور ان کو پکارتا ہے، ان سے مراد میں منگواتا ہے، اس عقیدہ سے کہ یہ اللہ کے پیارے ہیں۔ اللہ ان کی سنتا ہے اور قبول کرتا ہے وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

(۳) وسیلہ اللہ و رسول کا کیا حکم ہے؟

(۴) علم غیب کس کو کہتے ہیں؟

(۵) جو مسلمان ہو کر نبی ولی کو علم غیب کا بتاتا ہے جیسے کہ اللہ کو ہے۔ وہ مسلمان

اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

(۶) جو مسلمان ہو کر یہ عقیدہ کر رکھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات ہو گئی

وہ اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

(۷) جو مسلمان ہو کر یہ کہے کہ میں صرف قرآن کو مانتا ہوں، حدیث سے انکار

کرتا ہوں، وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب: سرپیوں کہنا بہتر ہے کہ اللہ چاہے پھر اوسکار رسول، کہ حدیث میں

یوہیں تعلیم فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تقولوا

ما شاء الله و شاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله ثم شاء فلان۔ مگر سوال میں جو مذکور

ہے اس طرح کہنے سے بھی شرک و کفر لازم نہیں کہ مسلمان ہرگز اللہ و رسول کو

برابر نہیں جانتا مسلم پر ایسا خیال اتہام و بدگمانی ہے، اور بدگمانی سے بچنا فرض

قال الله تعالى۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِشْمٌ۔

اے ایمان والو بہت گمان سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں اور حدیث میں فرمایا

ایاکم والظن فان الظن کذب الحدیث۔ گمان سے بچو بیشک گمان سب سے

زیادہ جھوٹی بات ہے، بعض اکابر فرماتے ہیں۔ الظن الخبیث لا ینشؤ الا من تلخبت

لہ تبت سورہ حجرات۔

براگمان نہیں پیدا ہوتا مگر خبیث دل سے، اگر فقط ذکر میں اللہ و رسول کا ایک ساتھ بیان کرنا ہی شرک ہو جایا کرے، تو اس شرک عام سے کون نیچے گا صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ فرمایا کرتے در اللہ و رسولہ اعلم، اللہ و رسول جانیں، اور اس کی مثالیں کتب حدیث میں بکثرت ہیں، اللہ عز و جل فرماتا ہے۔ اَغْنِيَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کر دیا۔ اور فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ۔ اور اچھا تھا اگر وہ اپنی پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اپنے فضل سے اللہ اور اس کا رسول۔ ان آیتوں میں اللہ عز و جل نے دولت مند کرنے اور دینے میں اپنے ذکر کے ساتھ رسول کا بھی ذکر فرمایا۔ تو جس طرح یہاں شرک نہیں وہاں بھی شرک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲۔ بزرگان دین سے توسل جائز و محمود، مستحب و محبوب ہے خواہ وہ اپنی ظاہری حیات میں ہوں یا اس عالم سے پردہ فرما گئے ہوں۔ قرآن عظیم سے توسل کا جواز ثابت، صحابہ و تابعین و ائمہ دین میں اس پر عمل جاری اور اب تک اہل حق میں رائج و معمول بہا ہے۔ اگرچہ کور باطن اسے ناجائز کہتے بلکہ شرک تک پہنچاتے ہیں اور بزعم خود، ایک شیعین سے اپنے مدعاے باطل پر استدلال کرتے اور اسکے حصر سے اپنے لکھے یہ سمجھتے ہیں کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء سے استعانت کی اور شرک دوڑ پڑا۔ اگر آیت کا یہی مفہوم ہو جسے انھوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ شرک کا حکم دینے والے کب اس سے بچے ہیں، کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کسی سے استعانت نہیں کی، یہ لوگ نوکر جائز جو رونگے سے مدد نہیں لیتے مصیبت پڑتی ہے تو اہل محلہ اور پڑوسیوں سے استعانت نہیں کرتے، مقدمہ بانیوں میں حکام

و دکلام سے استعانت نہیں چاہتے بیمار پڑتے ہیں تو طبیعوں ڈاکٹروں سے علاج
 نہیں کراتے یہ سب کچھ جائز و روا مگر بزرگان دین کو پکارا کہ انکے کلیجوں میں تیر لگا اور
 شرک کا زہرا گل دیا کیا نوکر چاکر جو روئے حکیم ڈاکٹر حکام و دکلام و غیر ہم انکے خدا ہیں کہ
 انھیں پکارنا ان سے مدد لینا حصر ایک متعین کے منافی نہیں، غیر تو صرف انبیاء و اولیاء
 ہیں کہ انکے پکارنے میں شرک کو دپڑتا ہے یا یہ سمجھ رکھا ہوگا کہ وہ تو زندہ ہیں زندوں کو
 پکارنے اور مدد لینے میں کچھ باک نہیں، اور انبیاء و اولیاء کو یہ لوگ بالکل
 مردہ اور بے اختیار و مجبور محض جانتے ہیں جیسا کہ امام الطائفہ نے تقویۃ الایمان
 میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افترار باندھا اور حدیث کا بالکل غلط مطلب یہ گڑھا کہ
 ”یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ نہ حدیث میں اسکا ذکر نہ پتہ
 نہ اشارۃ نہ صراحتہ اور منقری کو ایسا ملعون افترار کرتے ہوئے نہ شرم آئی نہ حیا نہ حدیث
 ”من کذب علی متعدد انلیتہ مقعدا من النار“ سے خوف کیا، نہ آیت ”اِنَّمَا
 یَفْتَرِی الْکَذِبَ الذِّیْنُ لَا یُؤْمِنُوْنَ“ کی پرواہ کی، تو اگر اس خیال باطل سے
 اسنے زعم میں زندہ و مردہ کا فرق سمجھ رکھا ہے اور غالباً سائل نے اسی وجہ سے
 یہ قید بڑھائی کہ بزرگان دین جو قبروں میں ہیں تو ان کے مذہب کا محصل یہ ہوا
 کہ زندوں کو خدا کا شریک ماننا جائز، اس شریک کرنے میں انکی توحید کو ٹھیس
 نہیں لگتی شرک تو جب تک کہ ان سے مدد چاہو جو قبور میں آرام فرما ہیں مگر ایک
 نعتین کا کیا جواب دیں گے کیا اس آیت نے کچھ زندہ مردہ کا فرق کیا ہے، اگر فرق
 سے تو حصر کدھر گیا، ولاکن الوہابیۃ قوم لا یعقلون اگر غیر خدا سے استعانت شرک
 ہوگی تو جس طرح مردوں سے استعانت شرک ہوگی زندوں سے بھی شرک ہوگی خدا
 وعدہ لا شریک لہ ہے کوئی اوسکا شریک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شرک وہ استعانت
 ہے کہ غیر خدا کو قادر بالذات و مستقل مان کر اس سے استعانت کرے اور آیت کریمہ

میں ہی مراد اور بیشک اس معنی کے اعتبار سے کسی سے استعانت نہیں کر سکتے اور نہ معاذ اللہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھتے کہ اولیاء انبیاء مستقل وبالذات قادر ہیں اور اگر اولیاء و انبیاء کو مظاہر الہی و واسطہ فیض جانا تو اس میں اصلاً حرج نہیں بلکہ ایسی استعانت قرآن و حدیث سے ثابت اللہ عزوجل فرماتا ہے "وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" اللہ کی طرف وسیلہ طلب کرو اور فرماتا ہے "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ" نیکی اور تقویٰ پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور فرماتا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" اے ایمان والو صبر و نماز سے استعانت کرو۔ کیا وہابیہ کے نزدیک صبر و نماز عین خدا ہیں کہ ان سے استعانت حصر ایک مستعین کے مخالف نہیں۔ مگر یہ یہودی کی طرح وہابیہ بھی اَتُومِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ کے مصداق ہیں قرآن کریم کی ایک آیت دیکھتے ہیں دوسری سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اہل اسلام انبیاء و اولیاء سے اسی قسم کی استعانت کرتے کہ واسطہ فیض جانتے ہیں نہ یہ کہ قادر بالذات و فاعل مستقل قرار دیتے ہوں اور مسلمانوں کی طرف اس کی نسبت اقراء و اتہام ہے امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں لیس المراد نسبة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ہذا لا یقصدہ المسلمون کلام الیہ و منعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدين" اور اسی استقلال و عدم استقلال کا فرق ظاہر کرنے کو امام ابن حجر مکی قدس سرہ "جوہر منظم" میں یہ فرماتے ہیں "فالتوجہ والاستغاثۃ بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبغیرہ لیس بہا معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالک ولا یقصد بہا احد منهم سواہ فمن لم ینشرح صدرا لذلک فلیبک علی نفسہ نسال

۱۔ پ ۶ سورہ مائدہ ۲۔ ایضاً ۳۔ پ ۲ سورہ بقرہ

اللہ العافیۃ والمستغاث بہ فی الحقیقتہ هو اللہ تعالیٰ والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسطۃ بینہ و بین مستغیث فهو سبحانه مستغاث بہ والغوث منہ خلقا و ایجادا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستغاث بہ والغوث منہ سبباً و کسباً۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں بعض حدیثیں سنئے طبرانی عتبہ بن غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا ضل احدکم شیئاً و اراد عوناً و هو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان اللہ عباد الایراہم جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو یہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں یہ دیکھتا نہیں وہ اسکی مدد کریں گے، اور حدیث جلیل الشان رفیع المکان جس کو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و طبرانی و حاکم و بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یہ کہے اللہم انی استئذک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ہذا لہ تقضی لی اللہم فشفعہ فی انھوں نے اس پر عمل کیا نابینائی دور ہوئی بینائی حاصل ہوئی اور اس حدیث پر صحابہ و تابعین نے عمل کیا لوگوں کو تعلیم دی عمل کرنے والوں کے مقاصد پورے ہوئے مگر جن کے ظاہر و باطن کا نور سلب کر لیا گیا ہو او سے نہ حدیث نفع دے نہ قرآن۔ من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور و العیاذ باللہ رب العلمین حضور قطب عالم غوث اعظم امام العرب و العجم سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرماتے ہیں من استغاث بی فی کربۃ کشفۃ عنہ ومن نادانی فی فی
فی شد لا فرجت عنہ ومن توصل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجۃ
جو مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو سختی میں میرا نام لے کر
مجھے لکارے وہ سختی زائل ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف مجھ سے
تو صل کرے اس کی حاجت پوری ہو، بزرگان دین اولیائے کاملین علمائے
راستخین کے اقوال نہایت کثیر ہیں جن سے استعانت ثابت شیخ محقق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعة اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں: ”آنچه مروی و محکی
ست از مشایخ اہل کشف و استمداد از ارواح کمل و استفادہ از اہل خارج
از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان ایشان
حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر متعصب سود نکند اورا کلمات ایشان
عافانا اللہ من ذالک اور مسئلہ استعانت و استمداد کی تفصیل تمام دیکھنی ہو تو
رسائل امام المسندت مجددین و ملت، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے مطالعہ
سے آنکھیں منور کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عزوجل کی طرف سے جو چاہے عطا فرمائے اس
کے حکم کو کون پھیرنے والا، یہ نہیں ہو سکتا کہ اوسکو وسیلہ ٹھہرایا جائے حدیث میں سبکی
ممانعت آئی ہاں اس کے نیک بندوں کو اوسکے حضور وسیلہ کرنا جائز آیت وحد
سے اسکا جواز ثابت جیسا کہ جواب نمبر ۲ سے ظاہر منکر متعصب کا یہ دعویٰ ہے کہ بعد
وفات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضور کو وسیلہ نہیں کیا جاسکتا اور دلیل یہ پیش
کرتا ہے صحابی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور وسیلہ کے نماز استسقاء
کیلئے لے گئے وہ صحابی اللہ کے رسول کو حیات النبی جانتے تھے انھوں نے اللہ
کے رسول کا وسیلہ نہیں لیا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ صحابیوں کا طریقہ اختیار کرے

۱. مکمل استیلا استیلا در نتیجه حمله و تصرف تمام خاک و آب و گیاه و جانداران موجود در آن منطقه است.

جو زندہ عالم درویش ہو پھر اشد و رسول کا ابعدا بھی ہو اسکی دعا کا وسیلہ لینا چاہئے۔ یہ واقعہ کے
دعوے کیلئے اصلاً مفید نہیں، حدیث میں یہ ہرگز نہیں کہ حضور کو وسیلہ نہیں کر سکتے یا توسل جائز
نہیں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان عمرو بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن
عبد المطلب قال اللهم کننا توسل لیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل لیک بنبینا فاستقنا فسقوا
جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
توسل سے طلب باراں کرتے اور یہ کہتے الہی ہم تیری طرف اپنے نبی کو وسیلہ کرتے اور تو مینہ برساتا اور ہم
تیری طرف اپنے نبی کے حیا کو وسیلہ کرتے ہیں تو مینہ برسا اور بارش ہوئی۔ اس حدیث سے یہ کہا نکلا کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل جائز نہیں سوائے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ کرتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلئے کیا ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ غیر نبی کو وسیلہ کرنا جائز نہیں یا یہ بتانا مقصود
افضل کے ہوتے ہوئے مفضل سے بھی توسل ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالاتفاق افضل ہیں اور یہ خود ان سے توسل کرتے ہیں بعد وفات حضور کو وسیلہ کرنا
کیوں جائز نہیں کیا اس وجہ سے کہ زندگی میں تصرف ہو سکتا ہے اور بعد وفات تصرفات باطل ہو گئے اب
کچھ نہیں کر سکتے جیسا وابیہ کا امام کہتا ہے کہ ”میں بھی یک دن مر مٹی میں ملنے والا ہوں“ تو یہ باطل محض ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے
وَلَا خَیْرَ لَّكَ مِنْ الْآذِلِیِّ اور جب خود شخص بھی کہہ باہک صحابی اللہ کے رسول کو حیات البنی جانتے تھے تو حیات
ظاہری و بعد وفات میں کیا فرق رہا کہ او سوقت توسل جائز تھا اور اب نہیں کیا او سوقت حضور دعا کر سکتے اور اب نہیں
یا او سوقت اللہ عزوجل حضور کی سنتا تھا اور اب نہیں نعوذ باللہ من ذلک بلکہ حضور کے مراتب علیا یومانیو ما آنا فانا
بمیشہ ترقی پر ہیں اور ہر طرح او سوقت توسل جائز تھا اب بھی جائز حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث
پیشتر مذکور ہو چکی اور یہ کہ صحابہ کرام نے بعد وفات حضور بھی او سیر عمل کیا اور حضور کو وسیلہ کیا اور انکے مقاصد پورے ہوئے
بلکہ توسل منجملہ آداب علی کے ایک ادب علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ والہما ریں فرماتے ہیں وقد عد من
آداب السعۃ التوسل علی مافی المحسن بلکہ توسل انکار بدعت و بد مذہبی سے کہ یہ انکار توسل ابن تیمیہ کی بدعت
اوس سے پہلے کسی نے اس سے انکار نہ کیا، اوی رد المتاریف قال السبکی محسن التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
المسلمین ولہم منکر احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیہ فابتدع ما لم یقلہ عالم قبلہ ام واللہ تعالیٰ اعلم
ع۔ غیب ہیکہ نہ او سے جو اس سے جان سکیں نہ او سے بداعت عقل مقتضی ہو نہ بیعتاوی تفسیر میں فرما ہیں
المراہم الخفی الذی لا یدہا کہ المحسن و لا یقتضیہا بداعت العقل واللہ تعالیٰ اعلم
ع۔ علم غیب دو قسم ہے ذاتی کہ کسی کا دیا ہوا ہو اور عطائی کہ اللہ عزوجل کے عطا سے ہو قسم اول اللہ عزوجل کے ساتھ
خاص ہے کہ او کا علم بلکہ او کی ہر صفت ذاتی سے یہ علم غیب سوا خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتا آیات نفی لا یعلم الغیب
الاہو وغیرہ میں یہی مراد اور قسم دوم انبیاء کو عطا ہوتا ہے اور انکے توسط سے ادبیا کو بھی ملتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے

پیشانی میں لکھا ہے کہ ۱۹۳۷ء میں ۲۹ سورہ اہق

۲ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ شَرْسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ اَوْ رَفَعْنَا عَنْكَ لَا يَظْهَرُ عَلٰى غَيْبِهَا اَحَدًا ۚ

۴ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ وما قتلوه
وما صلیبوه ولكن شبه لهم بل رافعه الله اليه۔ آج کل قادیانی یہ کہتے ہیں کہ انہی
وفات ہو گئی۔ اور یہ لوگ بالاجماع یقیناً کافر مرتدین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
۵ جو یہ کہتا ہے وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا۔ قال اللہ تعالیٰ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں۔ الا انی اتیت القرآن ومثله معہ الا یوشک رجل شعبان علی امریکتہ
یقول علیکم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوه وما وجدتم فیہ
من حرام فحرموہ فان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ (الحديث) بیشک مجھے
قرآن ملا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ
کہے کہ اس قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال پاؤ حلال جانو اور جو اس میں حرام پاؤ
حرام جانو اور بیشک رسول اللہ نے جسے حرام فرمایا اس کے مثل ہے جسے اللہ نے
حرام فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مقام کو سالیورہ مارواڑ مرسلہ مولابخش امام مسجد ڈاکخانہ گورہ
شادی کے اندر گانا اور ناچنا کیسا ہے ؟

(۱) عورت و مرد شادی میں ناچیں یہ درست ہے یا نہیں ؟
الجواب :- ناچنا حرام ہے اور عورتوں کا گانا جب مزامیر کے ساتھ ہو یا آواز اجنبی
تک پہنچنے یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از کو سالیورہ ملک بارواڑ ڈاکخانہ گورہ سید مولابخش ۳ رزوی الحجہ
جس کے مکان پر شادی ہو اور وہاں پر ناچ گانا ہو وہاں کھانا کھانا عالم

(۱) کو جائز ہے یا نہیں ؟ اگر نا جائز ہے تو کس میں ؟

لے پ ۲۸ سورہ حشر۔

(۲) دھوبی کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب :- جہاں منہیات شرعیہ، ناچ، رنگ، گانا، بجانا ہوتا ہو وہاں جانا ہی نہیں چاہئے اور اگر لاعلمی میں وہاں چلا گیا تو حکم یہ ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو تو بند کر دے ورنہ وہاں سے چلا آئے۔ اور کھانا نہ کھائے اور اگر پیشتر یہ معلوم ہو کہ وہاں ناچ وغیرہ ہے تو نہ جائے عالم ہو یا غیر عالم دونوں کو ایسی جگہ جانا منع ہے ورنہ مختار ہیں۔ فان قدر علی المنع فعل وان لا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین وان علماً ولا باللعب لا یحضر اصلاً سواء کان ممن یقتدی بہ اولاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۲۔ دھوبی مسلمان ہو تو اس کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از ضلع راولپنڈی تحصیل گوجر جاں ڈاکخانہ سکھو موضع سراوی جخیل مرسلہ مولوی مراد علی، رصفہ ۲۰

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کہ اکثر لوگ نکاح شادیوں پر ڈھولک بجواتے ہیں اور مستورات ہمراہ ڈھولک کے غیر محرم مردوں کے سامنے باواز بلند تالیاں بجا کر گیت گاتی ہیں انکو اور ان کے خاوندوں کو اور خویش کو خوشی سے سننے والوں کے لئے شریعت محمدی صلی تعالیٰ علیہ وسلم کیا حکم دیتی ہے ؟
 (۲) دولہا کو سہرا باندھنا دولہا و دولہن دونوں کو گانہ باندھنا چھوٹی چھوٹی روٹیاں

لے دھوبی مسلمان ہو تو محض اس کے پینے کی وجہ سے اس کے یہاں کھانا نہ کھانا جہالت اور تقلید ہنود ہے جب دھوبی مسلمان ہے تو ضرور اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں طہارت کا خیال رکھے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ظنوا المؤمنین خیراً۔ البتہ جو دھوبی طہارت کا لحاظ نہ رکھے۔ اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے۔ مگر اس خصوص میں دھوبی ہی کیا۔ جو بھی طہارت کا لحاظ نہ کریگا۔ اس کے یہاں کھانے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 آل مصطفیٰ مصباحی

تیل میں تلک دو لہا دو لہن کے ہاتھوں پر رکھنا جس کو پنجابی زبان میں ”مانیا ڈالنا“

کہتے ہیں۔ یہ رسمیں کرنا کیسا ہے؟

(۳) اگرچہ مسلمان بڑی کوشش سے ان ناجائز فعلوں کو بند کرتے ہوں اور حسب خواہش مستورات کے جو شخص مسلمان کہلانے والا جا برا نہ طور پر یہ لفظ کہے کہ لوگ بڑے بڑے گناہ بھی کریتے ہیں اور یہ مستورات کے ساتھ ڈھولک مارنا کوئی کفر نہیں ہے دو چار گھڑی ان کو دل خوش کرتے۔ یہ کہہ کر ڈھولک بجانا اور مستورات کا اس کے ساتھ گانا شروع کرادیوے، اس کے واسطے شرع محمدی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتی ہے۔؟ بینواتو جروا

الجواب ۱۔ ڈھولک بجانا ناجائز ہے یوہیں عورتوں کا اس طرح گانا کہ نامحرم کو آواز

پہونچے اور وہ بھی تالیاں بجا کر، حرام ہے اور اس کا قصد اسنا بھی حرام ہے اور ایسی مجلس میں شرکت کا بھی یہی حکم ہے درمختار میں ہے وفي البزازیہ استماع صوت

الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام استماع الملاہی

معصیۃ والجلوس علیہما فسق والتلذذ بہما کفر ای بالنعمة فصرف الجوارح

الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمة لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع

لہا روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنیہ عند سماعہ، فتاویٰ قاضی

خاں میں ہے۔ استماع صوت الملاہی کالضرب ونحوہ حرام حضرت عبداللہ ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں ایک بار باجے کی آواز آئی تو کان میں انگلی رکھ لی

اور راستہ سے آنی دور ہو گئے کہ آواز آنا موقوف ہو گیا جب نافع نے خبر دی کہ

اب آواز نہیں آتی، او سوقت کان سے انگلی نکالی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع رنما مرا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ و ناع

عن الطریق الی الجانب الآخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع هل تسمع شیئا قلت لا

فرفع اصبعيه من اذنيه قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع صوت يبرأ
فصنع مثل صنعتي قال نافع وكنت اذ ذالك صغيرا رواه احمد والبوداؤد غرض ایسے مجمع
میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ قال الله تعالى۔ وَأَمَّا يُنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ
الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ سہرا باندھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس قسم کا سہرا نہ ہو جو خاص
ہندوؤں کی رسم ہے یوہیں دولہا اور دولہن کے ہاتھوں پر رولی رکھنے میں بھی
کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اور گناہ باندھنا سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی مراد ہے اللہ
۳۔ گناہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا اس گناہ کو اور سخت کر دیا کرتا ہے جنہوں نے
ایسا کیا بہت برا کیا اور گناہ کو ہلکا سمجھنا اور سخت ہے اور جو اسے جاری کرتا ہے
سب کے مجموعہ کے برابر اسے گناہ کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے۔ من سن سنتہ

سیتہ کان علیہ و نراھا و نرا من عمل بہا من غیر ان ینقص من او نراہم شیئاً
مسئلہ:- مرسلہ غلام حمدانی از بن ضلع اورنگ آباد ریاست حیدر آباد کن، صفر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زید کا پسر بد چلن ہو گیا ہے یعنی شرابی
اور مکان میں چوری کرتا ہے اور والدین کی خدمت نہیں کرتا والدین کی نافرمانی
کرتا ہے، بدیں وجہ زید چاہتا ہے اپنے پسر کو عاق کر دوں۔ لہذا امید کہ حسب
الحکم شرع شریف فتویٰ صادر فرما دیا جائے؟

الجواب:- والدین کی نافرمانی سخت کبیرہ شدیدہ ہے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث
میں شرک کے بعد اسے ذکر فرمایا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ الکبائر الا شرک باللہ و عقوق
الوالدین الخ دوسری حدیث میں ہے۔ ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج
من املک و مالک۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم کریں کہ اہل و مال
سب کو چھوڑ دے مگر عاق ہونا یا نہ ہونا یہ اولاد کی صفت ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی

کرنے سے خود ہی عاق ہو جائے گا اگرچہ ماں باپ یہ نہ کہیں کہ ہم نے عاق کیا اور اگر فرمانبردار ہے تو عاق نہ ہو گا اگرچہ والدین کہیں کہ ہم نے عاق کیا، بہر حال عاق کرنے کے معنی جو عوام میں مشہور ہے کہ ماں باپ جب ایسا کہہ دیں گے تو اولاد ترکہ سے محروم ہو جائے گی یہ صحیح نہیں، عاق کرنے کے بعد بھی ترکہ پاسکتی ہے کہ حقوق موانع ارث سے نہیں۔ ہاں اگر اپنی زندگی میں دوسرے نیک اولاد کو مال دینا چاہتا ہے اور اس بدکار کو نہ دینا چاہے تو اس میں مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالحی سلمہ از ہلدوانی ضلع ننئی تال ۱۵ صفر ۱۳۵۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انگوٹھی یا

چھلا چاندی کا مردوں کو پہننا مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا
الجواب :- مرد کو چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے، جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو، اور چھلا یا چند نگ کی انگوٹھی ممنوع ہے۔ فتاویٰ عالم

گیری میں ہے۔ ثم الخاتم من الفضة انما يجوز للرجل اذا ضرب على صفة ما يلبسه الرجال اما اذا كان على صفة خواتم النساء فمكروه وهو ان يكون له فضاء كذا في السراج الوهاج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از گورہٹی ضلع ہوگلی بنگال مرسلہ مولوی عظیم اللہ رضا ۲۰ رجب ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شریعت و طریقت ان مسائل میں جو نمبردار عرض کئے جاتے ہیں۔ کہ زید جو کسی قدر اردو جانتا ہے اور چٹکل میں تانت بننے کا کام کرتا تھا اب وہ پیر بن کر مسلمانوں کو مرید کرتا پھرتا ہے، اور اسی پیری مریدی کو ذریعہ معاش بنا رکھتا ہے اور ظاہر کرتا ہے میں نقشبندی ہوں اور اصول شرع سے بھی بیسیا پیا ہے واقف نہیں ہے۔

ایک دن وہ اپنے مریدین کو لیکر حلقہ کرنیکے واسطے مسجد میں آیا اور دروازہ

بند کر کے مسجد کے اندر اس کے مرید بھی (جو کماحقہ مسائل نماز تک نہیں جانتے اور محض بے علم ہیں اور جماعت مسجد میں بھی بلا عذر شرعی حاضر نہیں ہوتے ہیں) ذکر کرنے لگے اور زید درمیان میں بیٹھ کر اشعار الاینے لگا۔ اور اس کے مریدین اچھلنے کودنے اور شور کرنے لگے تو امام مسجد جو مسائل شریعت و طریقت سے واقف ہیں اچھلنے کودنے شور کرنے اور زید کے اشعار پڑھنے سے منع کیا بخوف رہا۔

تو زید نہایت برہم ہو کر امام صاحب پر ناشائستہ کلمات سے حملہ کرنے لگا اور نہایت بدتہذیبی سے حملے کر رہا ہے تو عرض یہ ہے کہ بے علم مریدین کا اچھلنا کودنا جائز ہے یا ناجائز اور ان کو بخوف ریا اچھلنے کودنے سے روکنا چاہئے یا نہیں اور زید کا ذکرین عوام کو جو شش دلائے کیواسطے ان کے درمیان بیٹھ کر اشعار الاینا اصول مشائخ نقشبند کے خلاف ہے یا نہیں اور جو مرید زیادہ اچھلتا کودتا ہے زید اس کے روبرو اس کی بہت تحسین کرتا ہے بایں الفاظ ہے کہ ”وہ بڑا مست ہے“ کیا زید کا بے علم مرید کو گمراہ بنانا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبر وادھر حکم اللہ

(۲) سوال زید ایسے آدمی پر جس کے تقویٰ و صلاحیت کو عام و خاص مسلمان جانتے ہیں زنا اور فاحشہ کا اتہام لگاتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے جھوٹے جھوٹے بہتان باندھ کر اعلان کرتا پھرتا ہے تو زید کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) زید اپنے مریدین کو تعلیم دیتا ہے انھیں لفظوں کے ساتھ کہ وہ پہلے اپنے پیر کا حکم مانو اس کے بعد خدا کا حکم ماننا، کیا یہ زید کی ضلالت اور گمراہی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو زید سے مرید ہونا چاہئے یا نہیں؟

(۴) زید اپنے فضل و کمالات پر دعویٰ کرتا ہے کہ میں سرایا نور ہو گیا ہوں اور کہتا ہے کہ دوسرے پیر اپنے مریدین کو بیٹھا دیں اور میں اپنے جاہل اور نئے مرید کو بیٹھا کر توجہ دیتا ہوں۔ دیکھو کس کا اثر پڑتا ہے۔ کیا صوفیائے کرام

اپنے فضل و کمال پر دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ اگر نہیں کرتے ہیں تو کیا زید اپنے دعویٰ میں کذاب و مضل عوام ہے یا نہیں؟ بفرمان واجب الاذعان انک لاتہدی من احببت :-

(۵) زید اس روایت کا مقرر و معترف ہے کہ نوح علیہ السلام کی ایک لڑکی تھی اور آپ نے چار شخصوں سے ایک ایک شرط کی کہ اگر تم اس شرط کو پوری کر دو گے تو تم سے اپنی لڑکی بیاہ دوں گا پس چاروں نے اپنی اپنی شرطیں پوری کر دی اب نوح علیہ السلام گھبرائے کہ لڑکی ایک چاروں سے ایفاءئے وعدہ کیونکر ہو۔ ارشاد باری ہوا کہ اے نوح نہ گھبراؤ ایک کتی اور ایک گدھی اور ایک بندری لا کر حجرہ میں بند کر کے کلمہ پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیر دو پس نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تینوں لڑکیاں بن گئیں چاروں سے ایفاءئے وعدہ کیا اور اسی کتیاں کی نسل سے اب تک لوگ ہو رہے ہیں۔ جو بزرگوں پر حملہ کرتے تو اس روایت کی اصلیت کیا ہے؟ اگر غیر اصل ہے تو اس روایت کے معتقد و مقرر پر کیا ہوگا اس لئے کہ ایک تو نبی پر افترا کرنا اور دوسرا شرار کا نسل کلاب سے ہونا۔ ابو لہب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور یزید امام حسین علیہ السلام کے خاندان سے تھا اور ان کے مثل اور بھی بہت ہیں؟

(۶) زید کے نزدیک خلافت طریقت و ارشاد اتنی ارزاں ہے کہ زید ایسے آدمی کو خلافت و اجازت بیعت دیتا ہے جو علم شریعت سے نابلد اور اہل کی بی بی بازاروں میں پھرا کرتی ہے اور تارک صلاۃ ہے، کیا زید کی ضلالت اور خلافت کو ذلیل کرنا نہیں ہے اگر ہے تو کیا حکم ہے؟

(۷) زید اپنے مریدوں سے کہا کرتا ہے کہ ہر واجب اور سنت کے مسائل

کے سیکھنے کا وقت نہیں ہے چھوڑو تم لوگ ذکر کیا کرو اور اس شعر کو مریدوں میں پڑھا کرتا ہے ۛ علم ظاہر سے گرے وہ خاک پر
علم باطن سے چڑھے افلاک پر
کیا یہ ضلالت اور کفر ہے یا کیا ؟

(۸) قوال نیچے بیٹھ کر حمد و نعت اور منقبت گاتے ہیں، اور زید تخت بلند پر بیٹھ کر سنتا ہے کیا زید بے ادب ہے یا نہیں اور خلاف سنت و طریقت کرتا ہے یا کیا حکم ہے ؟

(۹) زید جس کے عقائد و حالات اور عرض کئے گئے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا ناجائز ؟ اور پہلے جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان کو زید کی بیعت توڑ دینا چاہیے یا کیا ؟ جو حکم ہو ارشاد فرمائیں ؟ بینوا تو جبر و ارجم حکم اللہ۔

الجواب (۱) مسجد میں اچھلنا، کودنا، شور کرنا منع ہے۔ مسجد کا احترام واجب حدیث میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال جنبا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و شرعاءکم و بیعکم و خصوماتکم و رفع اصواتکم و اقامۃ حدودکم و سیوفکم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آوازوں کے بلند کرنے اور حد قائم کرنے اور تلواروں کے برہنہ کرنے سے بچاؤ۔ رواہ عبد الرزاق عن ہاذہ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ایاکم و ہشیات الاسواق۔ بازاروں کی طرح چلانے سے بچو۔ رواہ مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شخص قادر ہو تو اس کو ضرور اچھلنے، کودنے، اور شور کرنے سے روکنا چاہئے یہ ہیں اگر اشعار، حمد و نعت اور امور دین سے متعلق نہوں تو ایسے اشعار کے پڑھنے سے بھی منع کیا جائے گا۔ متعدد احادیث میں ایسے اشعار مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی

یہ احکام ریا کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اگر ریا نہ بھی ہو جب بھی ممنوع۔ اور ریا ہو تو ممانعت اور زیادہ۔ مونہ پر تعریف نہ کرنا چاہئے۔ حدیث میں اسکی ممانعت ہے اور اس سے عجب تکبر وغیرہ مصائب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ خصوصاً عوام کم ظرف کہ ان کی تعریف مونہ پر کرنا اور وہ بھی جو اونکا پیر ہوا اسکی زبان سے تم قاتل اور سخت مہلک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے جب تک چار مسلم مردوں کی شہادت سے ثبوت شرعی نہ دے۔ اور ایسا شخص بحکم قرآن مجید اسی درہ کا مستحق ہے اور ہمیشہ کیلئے مردود الشہادۃ ہے اور یہ شخص فاسق ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اس نص قطعی قرآنی سے زید کیلئے تین حکم ثابت ہوئے، اسی کوڑے لگائے جائیں، اسکی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے، اور وہ فاسق ہے۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس پر تہمت لگائی، اس سے معافی مانگے اور ان حرکات شنیعہ سے باز آئے۔ یوہیں بہتان باندھنا کبیرہ ہے اور مسلم کی شان سے مستبعد۔ قال اللہ تعالیٰ۔ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ اس کبیرہ شدیدہ سے بھی زید توبہ کرے اور اگر زید ان امور سے توبہ نہ کرے تو لوگ اس سے میل و جہول ترک کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَإِمَّا يُسِيئَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پ ۱۸ سورہ نور رکوع :۔ لے پ ۱۲ سورہ نحل۔ لے پ ۷ سورہ النعام۔ مصباحی

(۳) یہ کلمہ بظاہر گمراہی و ضلالت کا کلمہ ہے۔ پیر کا حکم خدا ہی کا حکم ہوتا ہے اور حکم خدا کے خلاف جو حکم کرے وہ شیطانی حکم ہے۔ اس سے بچنا فرض اور ایسے کو پیر بنانا بھی حرام۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰہِ لَعَلَّہٗ غَیْرِہٖ خُذَا کَہٗ لَہٗ کُتٰی حُکْمَ نَہِی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بعض مشائخ کرام و اولیاء عظام سے کسی کسی موقع خاص پر ایسا منقول ہے کہ ضرورت و مصلحت کی بنا پر اپنے مراتب و کمال کا اظہار فرمایا اور ان کا فرمانا بے شک حق تھا وہ واقعی صاحب کمال تھے اس سے نہ تفاخر مقصود تھا، نہ دوسروں کی تذلیل، نہ مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کر کے دنیا کمانا اور زید جس کے متعلق یہ سوالات ہیں۔ شیخیت کے ہرگز قابل نہیں۔ اور یہ قول مردود و ناقابل قبول، بظاہر جاہ طلبی و تحصیل دنیا کیلئے معلوم ہوتا ہے زید کو ایسی باتوں سے اجتناب لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایسے موضوعات و اکاذیب جس کا نشان و پتہ نہ ہو بیان کرنا جائز نہیں انسان اولاد کلب سے نہیں۔ ہاں جو لوگ بزرگان دین پر حملے کرتے ہیں وہ کتوں سے بدتر۔ اور بد مذہب جنہیوں کے کتے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ اہل البدع کلاب اہل الناس۔ اور جو شخص جماع کے وقت بسم اللہ نہیں کہتا تو اولاد میں شیطانی اثر ہوتا ہے۔ پھر ایسی اولاد سے جو نہ ہو کم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) خلافت اسکو دی جاتی ہے جو اہل اور وہ دیتا ہے جو اہل ہو۔ اگرنا اہل نے نا اہل کو خلافت دی، تو کیا جائے شکایت۔ کہ جیسا پیر و یسا خلیفہ۔ ورنہ پیر کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت علم رکھتا ہو تا کہ فرض و واجب کا ترک نہ ہو اور حرام سے بچے۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں، ”صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست“ اور بغیر علم مکائد شیطان سے ہرگز نجات نہیں پاسکتا۔ پھر دوسروں کو کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) مسائل واجب کا سیکھنا واجب کہ جب تک علم نہ ہو عمل کیونکر، اور جب واجب کو ترک کر یگا گنہگار ہوگا اور سنیت کا سیکھنا سنت، بغیر اتباع سنت سلوک کی منازل طے نہیں کر سکتا، مشائخ فرماتے ہیں۔ من تصوف بغیر علم فقد تزندق علم ظاہر بیشک خاک پر گرنے یعنی تواضع کا سبب ہوتا ہے۔ اور حدیث میں فرمایا من تواضع لله رفعه الله۔ جو شخص خاکساری اختیار کر یگا اس کیلئے رفعت و بلندی ہے اور جو تکبر کرتا اور اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اسے خدائے تعالیٰ ذلیل کرتا ہے حدیث بخاری میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ان حقا علی اللہ ان لا یرفع شی من الدنیا الا وضعہ۔ الحاصل علم ظاہر سبب تواضع ہے اور جب باطن درست ہو اور خودی و تکبر زائل ہو تو رفعت و بلندی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) حمد و نعت و منقبت کو ادب کیساتھ سنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) ہر سوال کا جواب مذکور ہوا۔ جبکہ زید میں یہ تمام باتیں پائی جاتی ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور جو لاعلمی میں ہو چکے انہیں چاہیے کہ کسی شیخ جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر پھر مرید ہوں۔

مسئلہ: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۱۲۱۱ سرسہ منشی محمد عبدالعزیز خان صاحب ۲۶ رجب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چشمہ روڈ گولڈیا پیتل کا لگا کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ چشمہ لگا کر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں۔ کمافی اگرچہ کسی چیز کی ہو۔ کہ کمافی تابع ہے خود ملبوس نہیں، تو جس طرح بٹن کا استعمال جائز ہے اس کا بھی جائز کہ علت مشترک ہے، خاص کمافی کا کوئی جزئیہ نظر فقیر سے نہیں گذرا۔ بٹن پر اس کو قیاس کر کے حکم لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ مسلمان آدمی مسلمان لڑکے کا ختنہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بیل اور بکر اور غیرہ کا ختنہ کرنا اور خستین ان جانوروں کے توڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ اور عوام لوگ ان امور کے کرنے والوں کو حقارت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ کھانے پینے کو روک دیتے ہیں۔ آیا اس کی شرعاً کوئی ممانعت ہے، اور ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- ختنہ کرنا سنت ہے اور یہ شعار اسلام ہے اور اسی وجہ سے اسے عرف میں سنت کرنا اور مسلمان کرنا بھی کہتے ہیں، ایسے افعال گنہگارنے والے کو نظر حقارت سے دیکھنا یا ان کے ساتھ کھانے پینے کو منع کرنا جائز نہیں، یوں بکرے وغیرہ کو ختنہ کرنا یا ان کے خستین کو ٹننا بھی جائز ہے جب کہ اس میں منفعت ہو مثلاً اس کے گوشت کا اچھا اور فربہ ہونا، عالمگیری میں ہے۔ واما خصاء الفرس فقد ذکوة شمس الاثنتہ الحلوانی فی شرحہ انه لا باس به عند اصحابنا و ذکرہ شیخ الاسلام فی شرحہ انه حرام و اما فی غیرہ من البہائم فلا باس به اذا کان فیہ منفعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از یادہ ریاست برودہ مرسلہ موہوی حشمت علی لکھنوی سلمہ ۱۷ محرم الحرام ۱۲۶۲ھ ایک مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے کہ سربراہ انگریزی فیشن کے بال رکھنے حرام ہیں یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی اور منع کی دلیل وہی حدیث تشبیہ ہے یا کچھ اور۔ ایک شخص نمازی بھی ہے ڈارھی بھی مطابق شریعت رکھتا ہو بظاہر ہر فسق سے بچتا ہو صرف انگریزی بال رکھتا ہو وہ فاسق معلن ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا نہیں؟

الجواب :- انگریزی طرز کے بال رکھنا مکروہ ہے اور ظاہر یہ کہ مکروہ تحریمی ہے کہ اولاً عادات فقہاء ہے کہ مکروہ جب مطلق بولتے ہیں اسی کو مراد لیتے ہیں

دوم دلیل کی طرف نظر کیجائے تو تحریم ہی کا تقاضا کرتی ہے جس طرح دیگر امور میں کفار سے مشابہت کم از کم مکروہ تحریمی ہے، یہ بھی انہیں کے حکم میں ہے۔ فتاویٰ علمگیری ورد المحتار میں ذخیرہ سے ہے۔ لا باس للرجل ان یحلق وسط راسه ویرسل شعرة من غیر ان یقتله وان یقتله فذلک مکروہ لانه یصیر مشابہا ببعض الکفرة والمجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر قتل ولكن لا یحلقون وسط الراس بل یجزون الناصیة لذلک الذخیرہ۔ مکروہ تحریمی و حرام کا محصل ایسے امور میں ایک ہے یعنی گنہگار ہونا اور عادت کرنے پر مکروہ تحریمی میں فاسق ہوتا ہے۔ اور حرام میں ایک بار کا ارتکاب بھی فاسق کر دیتا ہے، اور جب بطور عادت ہو تو اعلان ظاہر ہے کہ عادت سر کے بال کی حالت پر بکثرت لوگ مطلع ہوتے ہیں، ہمیشہ کہنا تک چھپائے گا لہذا ایسے کو امام نہ بنانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مسئلہ عبد الواحد خان صاحب پریسڈنٹ درگاہ معلیٰ اجمیر شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستانہ درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز میں جو احاطہ سنگ مرمر ہے۔ اس کے اندر کوئی طوائف بیٹھکر گانا کا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:- عورتوں کا ایسا گانا جسکی آواز مردوں تک پہنچے حرام ہے، عورت اس چیز کو کہتے ہی ہیں جس کے چھپانے کا حکم ہے، اور یہ صنف چونکہ چھپانے کیلئے ہے، اسی لئے اس کو عورت اور مستورات کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ المرأة عورة فاذا خرجت استشر فہا الشیطان، عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے شیطان اسکی طرف جھانکتا ہے۔ رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لہذا اس کی آواز بھی بلا ضرورت مردوں سے مخفی رہنی چاہیے، یہاں تک کہ جو زیور پہنیں ان کی آواز بھی اجنبی کو نہ پہنچے۔ اور خوشبو

لگائیں تو ایسی نہ ہو کہ اسکی مہک دوسروں کو پہنچے۔ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا
 طيب الرجال ريح لا لون لها وطيب النساء لون لا ريح لها۔ جب شرع مطہر نے
 یہاں تک لحاظ رکھا ہے تو گانا کہ فطرۃ اس میں مقناطیسی کشش ہے بلا قصد اس
 طرف نفس کو توجہ ہوتی ہے عورتوں کو اسکی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ
 قواعد موسیقی کی بھی اس میں رعایت ہو۔ ایسے گانے کے مظنہ فتنہ ہونے میں کیا
 کلام ہو سکتا ہے۔ اور گانے والی جب بازاری عورت ہو تو بلا تکلف سننے کیلئے
 سوا حیا کے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے، پھر سننے والے ضرور اودھر جائیں گے اور اس
 گانے سے لطف اٹھائیں گے۔ اور گانے کا اثر جذبات کو ابھارتا ہے، پھر اہل زمانہ
 خصوصاً عوام کی حالت معلوم، ان کے دلوں میں جو خیالات و جذبات اسے سن کر
 پیدا ہوں گے ظاہر، ردالمحتار میں ہے۔ فی النوازل نغمة المرأة عورة وتعلمها القرآن
 من المرأة احب قال عليه الصلاة والسلام التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فلا یحسن
 ان یسمعها الرجل اھ وفي الكافي لا تلبی جھرا لان صوتها عورة ومشی علیہ فی المحيط
 فی باب الاذان بحر قال فی الفتح وعلى هذا الویل اذا جهرت بالقراءة فی الصلاة فسدت
 کان متجھا ولہذا منعھا علیہ الصلاة والسلام من التسبیح بالصوت لاعلام الامام
 بسہرة الی التصفیق اھ واقرة البرهان الحلبي فی شرح المنیة الكبير وكذا فی الامداد
 ثم نقل عن خط العلامة المقدسی ذکر الامام ابو العباس القرطبی فی کتابہ السماع
 ولا یظن من لا فطنة عنده انا اذا قلنا صوة المرأة عورة انا نريد بذلك كلامها
 لان ذلك ليس بصحيح فانا نجيز الكلام مع النساء للاجانب ومعاورتهن عند الحاجة
 الى ذلك ولا نجيز لهن رفع اصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها۔۔۔ فی ذاك
 من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم ومن هذا الم یجزان توذن
 المرأة اھ۔ اس عبارت سے بخوبی ظاہر کہ شرع مطہر نے عورتوں کی آواز کو غیروں سے

محفوظ رکھنے میں کہاں تک خیال فرمایا ہے جب تسبیح و تلبیہ و اذان کہ ذکر الہی ہیں ان میں آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا تو اشعار عاشقانہ کا گانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے مضامین سے ایسے ہی خیالات پیدا ہوں گے اور خواہش نفسانی میں جوش پیدا ہوگا سننے والے اس کی طرف پھل کینگے۔ اور جب بے پردہ بے حجاب ہوگی تو دیکھنے لگی، اور طرح طرح کے معاصی میں مبتلا ہوں گے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما ترک بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء، میرے بعد غورتوں سے زیادہ کوئی فتنہ مردوں پر ضرر رساں نہیں۔ رواہ البخاری و مسلم عن اسامة بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے حضور سے سوال کیا کہ اگرچانک (بلا قصد) نظر پڑ جائے تو کیا حکم ہے ارشاد فرمایا نگاہ پھیر لے رواہ مسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا، یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لا الاوئی دلیست لك الآخرة ای علی اگر دو فتنانگاہ پڑ جائے تو اس کے بعد دوسری نگاہ نہ پڑے (یعنی فوراً نظر پھیر لو) کہ پہلی نظر (جو بلا قصد تھی) جائز ہے اور دوسری جائز نہیں، رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و الدارمی عن بريدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب ایسے بڑے جلیل القدر صحابی مرد و الیت کو یہ حکم دیا جاتا ہے، تو اب اس زمانہ کے غیر متشرع فسق و فجور میں مبتلا رہنے والوں کا قول کہ ہمیں اپنے دل پر قابو ہے، غورتوں کی طرف نظر کرنے سے ہمارے خیالات خراب نہ ہوں گے، ایک شیطانی دھوکا ہے، جو عند الشرع ہرگز مقبول نہیں جو لوگ گانا سننا جائز کہتے ہیں وہ بھی مطلقاً جائز نہیں کہتے، بلکہ ان کے نزدیک اس کے جواز کیلئے چند شرطیں ہیں۔ انہیں ایک بھی مودوم ہو تو جائز نہیں اور التماس میں ہے۔ ومن اباحه عن الصوفیة فلن تخلی عن اللہ و تعالیٰ بالتقوی و احتیاج الی ذلك احتیاج المریض الی الداء و له شلٹ ستہ ان لا یكون فیہم امر و الخ

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ امر نہ ہو، جب
امر کا ہونا ناجائز کر دیتا ہے تو جہاں عورت گانے والی ہو وہ کب جائز ہو سکتا ہے
بالجملہ بازاری عورتوں کے گانے ضرور ناجائز، خصوصاً اماکن متبرکہ میں کہ اولاً ایسی جگہ
کو ایسی ناجائز باتوں سے زیادہ محفوظ رکھنا چاہیے، ثانیاً، حاضرین فیض و برکت
لینے کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور ان امور میں مبتلا ہو کر گنہگار ہوتے ہیں، جو لوگ
اتنا قابو رکھتے ہیں کہ اسے روک سکیں ان پر لازم کہ اپنے اختیارات ازالہ منکر
میں صرف کریں، حدیث میں ہے: من رأى منكر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع
فلسانہ فان لم یستطع فبقلمہ وذلك اضعف الایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل
جلالہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۔ مرسلہ جناب کفایت حسین رضا خفی رضوی قادری بریلوی ساکن صالح نگر بریلی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و وارثان انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ و سلام
علی نبیائہ و علیہم اجمعین۔ اس مسئلہ میں کہ زید کا ایسے آدمیوں سے رسم و تعلق بسبب
دنیا کے میل جول سے ہے کہ وہ قمار باز ہیں اور نشہ باز و زنا کار و رشوت خور ہیں
ان کے ساتھ کھانا پینا کوئی حرج شرع تو نہیں ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو کیا اور کتنا؟
۲۔ زید کا ایسے آدمیوں سے بھی رسم و تعلق ہے کہ ان کے بھائی برادر نشہ کا
کام کرتے ہیں مثلاً نشہ بناتے ہیں یا نشہ فروخت کرتے ہیں یا قمار بازی کرتے
ہیں اور وہ پیسہ زید کے تعلق داروں کے گھر آتا ہے زید ان کے ساتھ رہے اور کھائے
پئے تو کیا حرج شرع ہوگا۔؟

۳۔ ایسے شخص جیسے کہ اوپر تحریر ہیں ان کے کوئی تقریب خاص و عام یا نیاز
و فاتحہ ہو تو شرکت بروئے شرع کیسا؟

۴۔ عورت اگر مرد کو سلام کرے مثلاً بڑے بھائی چچا ماموں نانا وغیرہ کو تو کن

لفظوں میں اور ان مردوں میں جواب کن لفظوں میں ہونا چاہیئے ؟
 ۵۔ مرد اگر عورت کو سلام کرے مثلاً بڑی ہمشیرہ، چچی، خالہ، ممانی، نانی وغیرہ
 کو تو کن لفظوں میں، اور عورت کا جواب کن لفظوں میں ہونا چاہیئے ؟
 بیٹو! تو جروا۔ جواب کتبہائے معتبرہ سے فرمائیں جائیں ؟

الجواب (۱) :- فساق سے میل جول میں اگر گمان غالب ہو کہ وہ فسق و فجور سے
 باز آئیں گے تو بہ نیت اصلاح اون سے میل جول کرے اور اگر یہ گمان غالب ہو کہ
 ترک تعلق میں نفع ہوگا یعنی متاثر ہو کر فسق کو ترک کریں گے، اور آج کل عام
 طبائع اسی قسم کی ہیں تو ایسی صورت میں میل جول نہ کرے اور اگر نہ میل جول
 سے باز آنے کا گمان ہو نہ مقاطعہ سے، جب بھی ترک تعلق ہی کرے۔ کہ اپنا
 فائدہ اسی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- بہتر یہی ہے کہ زید اون سے جدائی کرے، اور اگر وہ کھانا مشتبہ
 ہو تو اوس سے پرہیز کرے۔ من اتقی الشبهات فقد استبرأ لدينه۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) :- اگر مجلس دعوت میں کوئی قبیح شئی ہو مثلاً ناچ وغیرہ تو اوس میں
 ہرگز شریک نہ ہو کہ حرام ہے اور نہ ہو تو وہی تین صورتیں ہیں جو اوپر مذکور
 ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴-۵) :- مرد کو سلام کرے تو السلام علیک یا السلام علیکم کہے عورت
 کو سلام کیا جائے تو السلام علیک یا علیکن کہا جائے۔ اور آج کل جس طرح
 رواج ہے کہ صرف سلام کہتے ہیں اس سے بھی سلام کی سنت ادا ہو جاتی ہے
 قرآن مجید میں فرمایا۔ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پ ۱۲ سورہ ہود، رکوع ۶ - مسباحی

مسئلہ :- از قصہ فتح کھلڈا - تعلقہ مہر - ضلع بلڈانہ ملک میرا سی پی محمد اسلم خان ولد محمد سرفراز خان صاحب -

مشرک لوگ جو کھانا یا شیرینی یا میوہ یا غیر کھانے والی شئی وہ اپنے دیوتاؤں کے نام خیرات کرنے اور نذر کرنے کی نیت سے تقسیم کرتے ہیں - وہ لینا کھانا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ؟ یا جو بکرا دیوؤں کے نام سے چھوڑا ہوا ہو اس کا گوشت کھائیں یا نہیں ؟ یا دیوؤں کے نام سے باغ یا کنواں وقف کیا ہو تو اس کا پانی پھل مسلمان استعمال کریں یا نہیں ؟ خلاصہ فرمائیں ؟

الجواب :- جو مٹھائی وغیرہ بتوں پر چڑھاتے ہیں - اگرچہ وہ حرام نہیں ہو جاتی تاہم اس سے اجتناب اولیٰ ہے - کہ وہ اسے تبرک سمجھ کر تقسیم کرتے ہیں - اور بت پر چڑھنے کے بعد کوئی چیز تبرک نہیں ہو سکتی - جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں - وہ مالک کی ملک میں باقی رہتا ہے - اگر اس کے مالک سے اجازت لیکر کسی نے انڈر کے نام سے ذبح کیا حلال ہو گیا - کہ ذبح میں نیت ذبح کا اعتبار ہے، اگر اس نے انڈر کے نام سے ذبح کیا - حلال ہے - اور غیر انڈر کے نام ذبح کیا تو حرام اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو - یو ہیں باغ کا پھل اور کنویں کا پانی بھی جائز ہے حرمت کی کوئی وجہ نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از مولوی عبدالکریم صاحب اسلام میاں کی باڑی محلہ یحییٰ تلہ شہر ہوڑہ - ۵ / رجب ۱۴۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں آج کل کے مصنوعی ہجڑے جن کا پیشہ ناچ و رنگ ہے - اور دیگر افعال منکرات کے مرتکب ہیں، اگر وہ میلاد کرائیں تو ان کی مجلس میلاد شریف میں شرکت کرنی اور شیرینی لینی یا ان کے شادی وغیرہ کی ضیافت قبول کرنی اور ان سے

مسجد وغیرہ کیلئے چندہ اور کسی قسم کی امداد لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

۲۔ عورتوں کو اینگور، سیندور، اسن وغیرہ مانگ میں لگانا اور پیشانی پر ٹکلی چسپاں کرنا، کیا اس میں کوئی کراہت ہے ؟ کیونکہ بکر کہتا ہے کہ حرام ہے ؟

۳۔ سعد و محس یا عقرب جنتریوں میں لکھا رہتا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا شرعاً

کیا حکم رکھتا ہے ؟

۴۔ انگریزوں کے مستعمل گرم کوٹ جو بازاروں میں کم قیمت پر فروخت ہوتے ہیں، آیا خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ اور انگریزوں کی وضع پر کمینر کوٹ از سر نو بنوانا جائز ہے یا ممنوع ؟ اگرچہ دامن نیچا ہو ؟ کیونکہ ان کے کوٹ کمینر کا دامن کمر سے کچھ نیچے ہوتا ہے۔ واسکٹ پہننا کیسا ہے ؟

الجواب (۱)۔ اگر معلوم ہے کہ یہ مال جو چندہ وغیرہ میں دے رہا ہے، بغنیہ حرام ہے۔ تو اس کا لینا جائز نہیں۔ یوہیں اگر غائب گمان اوسی کا ہے۔ جب بھی نہ لے۔ اور اگر اس کے پاس حرام و حلال دونوں قسم کے مال ہیں۔ اور یہ علم نہیں کہ یہ جو دے رہا ہے حرام ہے۔ تو اس صورت میں احتیاط اولیٰ ہے۔ من اتقی الشبهات فقد استبرأ لدينه۔ ایسے لوگوں سے اتنا خلط نہ کرنا چاہئے کہ اونکی شادی وغیرہ تقریبات میں شرکت ہو کہ اولاً ایسے لوگوں کی تقریبات منکرات شرعیہ سے خالی نہیں ہوتیں، اور ہوں بھی تو ان کے یہاں جانا تہمت سے خالی نہیں۔ اتقوا مواضع التہم۔ یوہیں ان کے یہاں مجلس میلاد شریف میں بھی شرکت نہ کرے۔ مگر جب کہ مقصود شرکت سے امر بالمعروف و ازالہ منکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲)۔ سیندور لگانا مثلاً میں داخل اور حرام ہے۔ نیز اوسکا جرم پانی بہنے سے مانع ہوگا۔ جس سے غسل نہیں اترے گا۔ اور افشاں یا ٹکلی بھی وضو و غسل کے ادا کرنے میں مانع ہیں۔ اور ٹکلی میں ہندوؤں سے مشابہت ہوتی ہے کہ

مسلمان عورتیں استعمال نہیں کرتیں۔ ان کے استعمال سے احتراز چاہئے۔ واللہ اعلم
(۳) یہ سب بے اصل اور بوجھوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ اونکا اعتبار ہرگز نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) کفار کے وضع کے کپڑے پہننا ناجائز۔ یعنی جو وضع اونکے ساتھ مخصوص ہو اس سے احتراز لازم، حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایاکم وتری الاعاجم کما هو مردی فی صحیح مسلم۔ اگر خاص ان کی وضع کے نہ ہوں، تو استعمال کر سکتے ہیں، اگرچہ پرانے خریدے گئے ہوں۔ کہ قرن اول میں صحابہ کرام اموال غنیمت میں کفار کے کپڑے بھی لیتے اور انھیں استعمال فرماتے۔ یو ہیں وہ کپڑے جو اون کی وضع کے ہیں اون کو کاٹ کر دوسری وضع کے بنائیئے جائیں کہ اب وہ کفار کی وضع کے باقی نہ رہیں، تو اون کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- (۱) از گرٹشکال ڈاکخانہ ناراین پیٹہ ریاست حیدر آباد دکن مرسلہ مولوی اسرار الرحمن صاحب ۱۸ رجب ۱۳۲۶ھ

کتاب سید الاولیاء مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی فیض بازار کے صفحہ ۲۸ سطر ۱۲ میں شہر صفر کے آخری چہار شنبہ کو لکھا ہے کہ قوی البرکت ہے۔ اور خوشی منائے، خیرات کرے، وغیرہ ایک رباعی بھی واللہ اعلم کس کی ہے مشہور ہے کہ یہ آخری چہار شنبہ زماہ سفر : جانب باغ سیر کن بنگر ہر کہ شادی کند دریں آوان : غم نہ بیند بقول پیغمبر

تیسرا مصرع مجھے اس وقت یاد نہیں آیا۔ ظنی لکھ دیا ہے۔ ماثبت من السنة فی ایام السنة، حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جن کے خاندان سے اس نااہل کا بھی تعلق ہے۔ اس کا رد معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس کا فیصلہ آپ فرمادیں

اس کا یہاں اور غالباً ہندوستان کے اور مقامات میں بھی بہت رواج ہے۔ کہ جنگل کو سیر کیلئے جاتے ہیں۔ اور کئی قسم کے کھانے تیار کرتے ہیں ؟
مسئلہ (۲) محرم شریف میں ایسا تو دلگی علم و تعزیرہ کے متعلق لوگوں کے مختلف روایات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کے نام کی چیز ہے۔ اور علموں پر نام پاک آل اطہار و بعض آیات قرآنی بھی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض روایات ہیں کہ حافظ محمد علی صاحب حضرت شاہ سلیمان موسوی کے خلیفہ اس کے خلاف تھے ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعزیرہ کے ساتھ دیکھا۔ جب سے وہ تعزیرہ کیلئے اپنے ہاتھ سے بانس کی کہیچیاں چھیلا کرتے ہیں۔ لہذا اس کے متعلق احکام شریعت و طریقت لکھئے ؟

الجواب (۱) :- آخر چہار شنبہ بالکل بے اصل ہے، اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسل صحت فرمایا۔ کتابوں سے ثابت نہیں۔ بلکہ اس کا عکس ثابت ہوتا ہے یعنی اس دن میں مرض شدید و سخت تھا۔ لہذا جس بنا پر خوشی منائی جاتی ہے، وہ صحیح نہیں، تو یہ کام بھی وجہ صحت نہیں رکھتا، رہا حضر محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دن کو بابرکت فرمانا ہو سکتا ہے کہ اپنے کشف سے معلوم فرمایا ہو۔ چونکہ آپ کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے بابرکت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ لہذا اس کو اس بے اصل بات پر حمل نہ کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ حضور کے مرض کی شدت کا دن ہے اس وجہ سے صدقہ دینے کو فرماتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ چونکہ خود حضرت محبوب الہی سلطان الاولیاء کی ولادت کا دن ہے۔ اس وجہ سے بابرکت فرماتے ہیں، اور خوشی کرنے کا حکم دیتے ہیں جس طرح بزرگان دین کا روز وصال بابرکت دن ہوتا ہے، اسی طرح روز ولادت بھی بابرکت ہے۔ کہ اہل دنیا کو یہ نعمت اس روز ملی ہے اور یہ رباعی اوسی

بے اصل روایت کی بنا پر ہے، لہذا قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب (۲) :- علم و تعزیر بدعت ہیں، بلکہ سیکڑوں بدعتوں کے مجموعہ کا نام تعزیر داری ہے، ایسی روایتوں اور حکایتوں پر احکام شریعت کا مدار ہو تو شریعت نہ ہوتی کھیل ہوا۔ آپ ان تمام افعال کی طرف نظر کیجئے جن کو تعزیر داری کا جزو لاینفک تصور کیا جاتا ہے، تو واضح ہو جائیگا کہ تعزیر داری کتنے قبائح پر مشتمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۱) :- از قصبہ بھینڈا ڈاکخانہ خاص ضلع میچ علاقہ ریاست ادپور میواڑ مرسلہ جناب عبدالمجید صاحب پیش امام مسجد ندا خان۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو دھوتی کا پہننا درست ہے یا نادرست، اس طرح پر کہ جسے عام کافر و مشرک دھوتی پہنتے ہیں، یعنی دھوتی کی دونوں لنگوں کو ٹانگوں میں ڈال کر پیچھے کمر پر گھس لینا، لہذا بموجب قرآن مجید و حدیث شریف کے مفصل و مشرح جواب مرحمت فرمادیں، عند اللہ و عند الرسول ماجور و مشکور ہوں گے۔ ؟

مسئلہ (۲) :- مسلمان عورت کو لہنگا پہننا درست ہے یا نادرست ؟
الجواب (۱-۲) :- مسلمان کا لباس اوس قسم کا ہونا چاہئے جس طرح عام مسلمانوں خصوصاً صائغین کے لباس ہوتے ہیں۔ ایسا لباس جو کافروں کی وضع قطع کہلاتا ہے ناجائز ہے۔ خصوصاً جبکہ اوسکی وجہ سے مسلم و کافر کا امتیاز جاتا رہے۔ ان بلاد میں جہاں دھوتی خاص ہندوؤں کا لباس گنا جاتا ہے، مسلمانوں کو پہننا نہ چاہئے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد موجود ہے۔ ایاک و نزی الا عاجم۔ عجمیوں یعنی جو سیوں کے لباس سے بچو، یوہیں لہنگا کہ یہ بھی ہندوئی وضع گنی جاتی ہے، اس سے بھی مسلمان عورتیں پرہیز کریں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ظاہری حالت کو بھی کفار سے مشابہ نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کاٹھیا واڑ مرسلہ جناب محمد عمر خان صاحب لکھنوی مقام گونڈل برودکان جناب موسیٰ میاں حاجی ہاشم میاں ٹوپی والے ۱۰ ارذی الحجہ ۱۲۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چینا سلک، جو چین کا ریشم ہوتا ہے۔ جس کا تانا پانا دونوں ریشم ہوتا ہے اسکا پہننا کیسا ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اور جائز ہے تو اس کی کیا وجہ ہے مفصل جواب روانہ کیجئے گا، چینا سلک کا نمونہ بھی حاضر ہے؟

الجواب :- ریشم کے کپڑے پہننا مردوں پر حرام ہے، حدیث میں ارشاد ہوا، محرم علی ذکور امتی۔ ریشم کپڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ آج کل درختوں کی چھال کو باریک کر کے بھی ریشم بناتے ہیں مگر یہ نہ حقیقتاً ریشم ہے نہ اسکا پہننا حرام اگر یہ، چینا سلک، نقلی ریشم ہو تو جائز ہو گا۔ جو لوگ اس کے ماہر ہیں وہ شناخت کر سکیں گے۔ کہ یہ اصلی ریشم ہے یا نقلی۔ بظاہر دیکھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصلی ریشم ہے، بہر حال اگر اس کا نقلی ہونا ثابت ہو جائے، تو حرام نہ ہو گا پھر بھی احتیاط چاہئے کہ اگرچہ حرام نہ ہو۔ مگر لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہے۔ اور ایسے امور سے بھی پرہیز چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ اتقوا مواضع التہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از اجمبر شریف ۱۱ ارذی الحجہ ۱۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں جو حسب ذیل تحریر ہیں کہ لڑکی بالغ زمانہ حال میں کس عمر میں ہو جاتی ہے؟

(۲) جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کم سے کم نو برس کی عمر میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں، در مختار میں ہے، فان لم یوجد فیہا شئی رای من علامۃ البلوغ، فحتی یتم لکل منہما خمس عشرة سنة بہ یفتی۔ اوسی میں ہے۔ وادتی مدتہ

لہا تسع سنین وهو المختار، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): جس سے نکاح جائز ہے اوس سے پردہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: مسئلہ محمد اسد اللہ طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی، ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۴۰۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ذکر جلی کی حد کیا ہے؟ کس
 طریقہ پر کرنا چاہئے؟

الجواب: اتنی آواز سے ذکر نہ کہ دوسرے سنیں، ذکر جہر ہے اور مشائخ کے
 یہاں اس کے بہت سے طریق ہیں، مبتدی کیلئے ذکر جہر چار ضربی زیادہ مفید ہے
 اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر بائیں پاؤں کی رگ کی ماس دینے پاؤں
 کے انگوٹھے سے دبائے اور سر اتنا جھکائے کہ پیشانی گھٹنے کے مقابل ہو جائے
 اور بائیں جانب سے لا شروع کر کے دینے گھٹنے کے مقابل تک سر لائے اور
 یہاں سے الہ شروع کرے یوں کہ دینے مونڈھے پرل کو ختم کرے اور ہونٹ پیچھے
 پھیر کر کہے اور اللہ کی ضرب قلب پر لگائے، ذکر جہر بقوت زیادہ مفید ہے
 مگر نہ اتنا قوی کہ اپنے کو ضرر پہونچے اور یہ بھی خیال رہے کہ مریض یا سوتے یا نمازی
 یا کسی کو اسکی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ سید ایوب علی صاحب بریلی محلہ سوداگران ۲۵ شعبان ۱۴۰۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کو
 لڑکی پیدا ہوئی گھر کے لوگ در عاصیہ نام رکھتے ہیں اس کے متعلق جو ارشاد ہو
 جواب دیا جائے؟

الجواب: یہ نام اچھا نہیں حدیث میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے ایک صاحبزادی کا نام در عاصیہ رکھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس نام کو بدل کر در جمیلہ نام رکھا۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس لڑکی کا وہی نام رکھیں جو حضور نے رکھا یعنی جمیلہ یا آسیہ نام رکھیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ شمس الدین ساکن محلہ بہاری پور بریلی، رشتوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت کہدینا کیسا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت لکھا ہے، یا آپ کے خلفائے راشدین نے بھی کہیں لکھا ہے۔ یا ہمارے علماء نے کہیں لکھا ہے یا ہمارے اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں لکھا ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت نہ کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب۔ لفظ حضرت الفاظ تعظیم سے ہے اس کے بولنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اس کے بعد درود شریف بھی کہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر کیا جائے، درود شریف کے ساتھ ہونا چاہئے۔ نیز درود شریف سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ یہ لفظ خصائص سے نہیں، اور غیر نبی و ملک پر بالاستقلال درود بھیجنا منع ہے، اور لفظ حضرت کہنا ضروری نہیں بلکہ اختیار ہے کہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کریں مثلاً حضور، آقا، مولیٰ، جناب یا اوصاف کریمہ رسول اللہ، نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی یاد کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ رحیم بخش ساکن محلہ شاہدانہ بریلی ۲۸، رشتوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس فرائض کی نافرمانی کی، اس واسطے برادوں نے اس کو بند کر دیا۔ اور کچھ لوگوں نے اسکی شراکت دی، اور اس شخص نے کھانا کیا، وہ کھانا کیسا ہے، کھانے کے واسطے اور جن آدمیوں نے انکی شراکت دی ہے ان کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

حاشیہ۔ مسئلہ۔ غلام عباسی محلہ تکیہ بقر علی بریلی ۱۵، رشتوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا شادی کئے ہوئے۔ پہلی رخصت میں ایک شبانہ روز رہ کر چلی گئی دوسری رخصت میں بیس روز رہ کر چلی گئی اس کے بعد یہیں جھگڑے شروع ہوئے۔ اب اپنا مہر گھر بیٹھے طلب کرتی ہے۔ اس وجہ پر برادروں نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ نہ تو لڑکی والا اپنی لڑکی کو بلا عذر شرعی روک سکتا ہے۔ اور نہ لڑکا والا بلا عذر شرعی لڑکے کی بیوی روک سکتا ہے۔ اب لڑکی نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ میرا مہر دلوادیا جائے۔ لہذا کس شکل پر وہ مہر لے سکتی ہے؟

الجواب :- بیان سائل سے معلوم ہوا کہ مہر میں مؤجل یا معجل کی کوئی شرط نہ تھی۔ لہذا اس وقت عورت مہر نہیں لے سکتی بلا رضا مندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ سلطان احمد عفی عنہ ۱۲ منہ

الجواب :- اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے حکم شرع کو نہ مانا، اس بنا پر اہل برادری نے بند کر دیا، تو جب تک توبہ کر کے حکم شرع کو قبول نہ کرے اہل برادری اسکی شرکت نہ دیں، واللہ عزوجل فرماتا ہے، فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ، اور جو ایسے کا شریک ہو اس کیلئے بھی یہی حکم ہے، اور یہ شرکت ناجائز، قال اللہ تعالیٰ۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اور یہ کھانا جو مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے کیا گیا ہے اسے کھانا بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مسیت اللہ محلہ عالمگیری گنج بریلی ۲۸، شوال ۱۴۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا، اور اس کی خوشی میں اہل برادری کا کھانا کیا، مگر زید کی منگوحہ دختر اپنے شوہر کے یہاں جانے سے بسبب آپس کے نزاع

کے رکی ہوئی ہے، اور اس کی خواہش یہ ہے کہ میرا مہر معجل مجھ کو دیدیا جائے، تب میں شوہر کے یہاں جاؤنگی، لہذا بدیں وجہ اہل برادری کا اعتراض ہے کہ زید کے یہاں کا کھانا حرام ہے، لہذا دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ یہ کھانا حرام، یا حلال اور اگر حلال ہے تو اعتراض کرنے والوں پر حد شرع کیا قائم ہو؟

الجواب :- بیشتر فقیر کے پاس اس مضمون کی تحریر آئی کہ زید نے حکم شرع کو نہ مانا اس بنا پر اہل برادری نے اسے بند کیا۔ پھر برادری کے ٹوڑنے اور اپنا شریک بنانے کیلئے یہ کھانا کیا۔ اگر واقعہ یہی ہے تو کھانا اور شریک ہونا ناجائز، اب اس استفتار سے معلوم ہوا کہ اس زید نے نہ حکم شرع کی مخالفت کی اور نہ برادری نے اسے بند کیا اور یہ کھانا بتقریب ختم ہے لہذا اگر صورت واقعہ یہ ہے تو کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ کذب و افتراء سے بچیں، اور جو سچا معاملہ ہو اس پر کار بند ہوں، اور ناجائز نزاع و نفسانیت کو دور کر کے حکم شرع کا اتباع کریں۔

احکام شرعیہ عمل کیلئے ہیں اس لئے نہیں کہ دوسرے کو زد پہنچائی جائے، اور خود عمل نہ کیا جائے، اللہ عز و جل نیک راستہ پر چلائے اور نفسانیت کو دور کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سوال کے بارے میں طوائفان کے یہاں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں، اور وعظ ختم ہونے کے بعد شرعی وغیرہ تقسیم ہو تو اسکا لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور مولوی یعنی واعظین کو وہ لوگ نذرانہ دیویں تو اسکا لینا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) :- وعظ یا میلاد شریف میں اکثر میلاد خواں یا واعظین کا یہ دستور ہوا کرتا ہے کہ وعظ ختم کرنے کے پہلے ہی بتائے یا شرعی تقسیم کروادیا کرتے ہیں، اور بعد ختم وعظ کے صرف دعا کر لیتے ہیں، اور بعض واعظین یا میلاد خواں کا یہ دستور ہوتا ہے کہ بعد ختم وعظ کے کچھ شرعی سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ دیکر بعد کو تقسیم کر دیتے ہیں، جو

تبرک سمجھی جاتی ہے، چونکہ طوائفان کے یہاں وعظ ختم ہونے سے پہلے ہی شرعی وغیرہ تقسیم کر دی تھی اور بعد ختم واعظ کے صرف دعا مانگی تو کیا وہ شیرینی تبرک سمجھی جاوے گی، کیونکہ اس پر فاتحہ تو ہوتی ہی نہیں تھی تو اسکا لینا اور کھانا درست ہوایا نہیں؟ اور یہ بھی ہمکو علم نہیں ہے کہ وہ شیرینی جو تقسیم ہوئی تھی ناجائز پیسہ کی تھی یا جائز کی سوا اس شیرینی کا لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) :- طوائف کے یہاں جانا ہی ناجائز ہے، مگر جبکہ اس امر کیلئے گیا کہ اس کے پیشہ کی مذمت بیان کریگا اور توبہ کرائیگا اور چھوڑ دینے کی کوشش کریگا۔ اور انکی شرعی اور نذرانہ سے اجتناب ہی چاہئے۔ اتقوا مواضع التهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- جبکہ بعینہ اس شرعی کا حرام ہونا معلوم نہ ہو تو حرام نہیں، اشباہ والنظائر میں ہے الحرمة تنقل مع العلم، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وبہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ، مگر طوائف کے یہاں جائے کیوں کہ شرعی لینے نہ لینے کا سوال پیدا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ عبد الحکیم محلہ قصابان بریلی ۲، محرم ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مذاقاً بنیت اہانت برہمن کے اسکو ہاتھ دکھلانا اور بعد ہاتھ دکھلانے کے اس کے سامنے

اے طوائف کی شرعی یعنی نفس طعام اس صورت میں حرام ہوگا جبکہ بعینہ وہی طعام اسے بطریق حرام ملا ہو یعنی زنا کی اجرت میں بعینہ وہی شیرینی والی چیز دی گئی، یا طوائف نے اسے حرام روپے سے خریدا اور خریداری میں عقد و نقد اسی حرام روپے پر جمع ہوئے حرام پر عقد ہونیکے یہ معنی ہیں کہ وہ حرام روپے دکھا کر کہا کہ اسکے بدلے فلاں چیز دے دو،۔ پھر جب بائع نے وہ چیز دے دی تو مشتری نے وہی حرام روپے ثمن میں دیئے یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ شرعی حرام ہے ورنہ نہیں، البتہ اس سے اجتناب اولیٰ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھنا اور برہمن کو دل سے جھوٹا سمجھنا، اور اس کی بات پر عمل نہ کرنا کیسا ہے، بنو اتو جروا

الجواب :- اگر اہانت مقصود تھی اور اسے جھوٹا جاننا تو اس غرض سے ہاتھ دکھانے میں کوئی خرچ نہیں، مگر یہ ظاہر بھی اسی وقت کر دے کہ دوسروں کو دھوکا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ بہار شاہ ساکن ہر ہر پور تھانہ حافظ گنج ضلع بریلی ۱۳ محرم ۱۳۴۲ھ

علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک موضع میں فقیروں کا چھانڈہ بند کر دیا، مسلمانوں نے اس وجہ پر کہ اہل اسلام تو یہ کہتے ہیں کہ ہم لڑکے کی شادی میں چھانڈہ نہیں دیں گے، اور نیاز و سبجے و چالیسویں میں دیں گے اور فقیر یہ کہتے ہیں کہ جب تم دعوت کر دے گے تو ہم چھانڈہ لیں گے، اور اگر آپ کو یہی منظور ہے کہ ہم لڑکے کی شادی میں چھانڈہ نہیں دیں تو آپ فقیروں کی دعوت لڑکے کی شادی میں نہ کریں، یہ بات اہل اسلام کو منظور نہیں ہے، اور اسی بات پر فقیر بند تھے، لیکن ایک مسلمان کے یہاں پر عقیقہ ہوا تھا اس نے سب فقیروں کی دعوت کی، اور قریب قریب کے آدمی علاوہ فقیروں کے تھے، اور صاحب خانہ اس بات کی قسم بھی کھاتا ہے کہ جس وقت میں نے فقیروں کی دعوت کی تھی تو اس وقت مجھ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ فقیر بند ہیں لیکن جس وقت فقیر اور سب اہل اسلام کھانا کھانے کے واسطے آئے، اور کھانا سامنے سب صاحبوں کے آچکا تھا، تو اس وقت جملہ مسلمانوں نے کہا کہ ہم کھانا نہ کھاویں اور باہم طرفین سے خوب گفتگو ہوئی اور صاحب کھانا نے مجبور ہو کر خدا و رسول کا واسطہ دیا، اور توبہ بھی کرتا تھا اور بار بار رنجیدہ ہو کر خدا و رسول کا واسطہ دیتا تھا لیکن کسی مسلمان نے نہیں مانا، اور یہ کہا کہ فقیروں کو اٹھا دو تو کھانا کھاویں، لہذا ایسا ہوا کہ فقیروں کو اٹھا دیا تو سب مسلمانوں نے کھانا کھایا، علاوہ پھر بارہویں دن پنچایت ہوئی تو اسی شخص کو پھر خطا وار بنانا چاہا تو اس نے کہا کہ میں نے تو حکم کی پابندی کی، کس طرح خطا وار ہوں

تو اس کو معافی ملی ؟

الجواب :- بیان سائل سے معلوم ہوا کہ فقیروں کو کھانا کھلانے کے بعد کچھ کھانا گھر لیجانے کیلئے دیتے ہیں، اسے چھاندہ کہتے ہیں۔ فقیروں کو کھانا کھلانا یا انہیں گھر لیجانے کے واسطے کچھ دینا یہ دینے والے کے اختیار میں ہے، فقیر اس کو جبراً نہیں لے سکتے وہ اپنی خوشی سے شادی یا غمی میں دیں، تو فقیر لے لیں، نہ دیں تو ان کا کچھ اختیار نہیں اور جس شخص نے فقیروں کو عقیقہ میں بلایا، اس کا شرعاً کوئی گناہ یا جرم نہیں، اور صاحب خانہ پر یہ تشدد کہ فقیروں کو اٹھا دو، اس وقت ہم کھانا کھائیں گے، یہ سخت زیادتی ہے اور اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ دلانے پر بھی نہ ماننا، بہت بجا ہٹ اور ضد ہے، بلا وجہ شرعی کسی کو ذلیل کرنا کب روا ہے، جس نے فقیروں کی دعوت کی یہ کوئی خطا نہیں، زبردستی اسے خطا وار ٹھہرانا ظلم ہے، یہ لوگ اس سے معافی مانگیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ رحیم بخش محلہ بہاری پور بریلی ۱۵ / محرم ۱۳۴۲ھ

(۱) چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین و ہادی راہ یقین حسب ذیل مسئلہ میں کہ زید فریق اکہرے میں ہے، اور عمر فریق دوہرے میں۔ عمر و فریق دوہرے والے زید سے دوہرا حصہ کے واسطے جبر کر کے زور ڈالتے ہیں کہ دوہرا حصہ چودھری کو دو، دوہرا حصہ جبراً طلب کرنا یا دینا ہماری شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا ناجائز جو لوگ جبراً لڑ کر کے دوہرا حصہ لیتے ہیں ان کا کھانا کیسا ہے ؟

۲۔ سوم میں جو حصہ چنے اور بتا شاتقسیم ہوتے ہیں وہ کس کا ہے ؟ اور جس پر یہ حصہ چودھری صاحب دوہرا مانگتے ہیں وہ لینا کیسا ہے ؟

۳۔ سرپنچایت کسی سے خطا واری لیکر میٹھائی منگاتے ہیں اور چودھری لوگ اسکا بھی دوہرا حصہ لیتے ہیں یہ کیسا ہے ؟

۴۔ اور میت کے چالیسویں کا جو کھانا ہوتا ہے اسکے بھی چودھری لوگ دوہری دعوت لیتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

۵۔ شادی کی تقریب منگنی میں جو بتا شاتقسیم ہوتے ہیں اس کا بھی دو ہر حصہ لیتے ہیں؟

۶۔ جب شادی کا دن مقرر ہوتا ہے اس کا بھی دو ہر حصہ لیتے ہیں یہ کل حصہ جبر کر کے لیتے ہیں؟

الجواب :- لوگ اگر اپنی خوشی سے بلا جبر و تشدد اگر چودھری کو بوجہ اسکی عزت و امتیاز کے دو ہر حصہ دیں، تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور اگر جبراً چودھری اپنی قوم سے دو ہر حصہ لے تو یہ ناجائز و حرام ہے، ہاں اگر چودھری کسی کام کے معاوضہ میں دو ہر حصہ لیتا ہو تو یہ ایک اجارہ ہو گا، اگر اجارہ کے شرائط پائیں جائیں مثلاً کام اور اجرت کی تعیین ہو تو اجارہ صحیح ہو گا، ورنہ فاسد ایجے کے چنے بتا شے اور چالیسویں کا کھانا یہ حق فقر ہے، اغنیاء کو ان سے اجتناب چاہئے، فتح القدیر میں ہے،

ھی بدعة مستقبحة لأن الدعوة انما شاعت فی السور ولا فی الشور، ہاں اگر چودھری یا برادری کے جو لوگ محتاج و فقیر ہوں تو کھا سکتے ہیں مگر دو ہر حصہ جبراً نہیں لے سکتے، خطا واری یعنی جرمانہ شرعاً ناجائز ہے، بحر الرائق میں ہے، التعزیر بالمال منسوخ۔ یہ رقم جب ناجائز ہوئی تو اس کا اکہر حصہ بھی ناجائز ہے نہ کہ دوہرا شادی یا منگنی وغیرہ خوشی کی تقریبوں میں خویش و اقارب یا اہل برادری کو جو حصے بانٹے جاتے ہیں یہ ہدیہ و ہبہ ہے یہ امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں، اس میں اصلاً کراہت نہیں مگر جبراً دوہرا تو دوہرا اکہرا بھی نہیں لے سکتے، اور وہ اپنی خوشی سے دو تو کیا۔

دس حصے بھی دیدے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صاحب بہاری۔ حال مقام مانی کا چر

ڈاک خانہ زمانی کا پر ضلع دھوڑی ۱۲، صفر ۱۴۲۲ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ دسترخوان بچھا کر ہاتھ دھو کر کھانا کھانا سنت ہے، یا ہاتھ دھو کر دسترخوان بچھانا سنت ہے اور بعد کھانا کھانے کے دسترخوان پر ہاتھ منہ دھونا جائز ہے یا نہیں؟ دسترخوان زمانہ نبوی سے ایجاد ہوا ہے یا بعد میں کسی شاہی وقت سے یا قبل زمانہ نبوی سے ایجاد ہے اور دسترخوان کس خیال سے ایجاد کیا گیا؟

الجواب :- کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده۔ رواہ ابو داؤد والترمذی عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور دسترخوان ہونا بھی بہتر ہے احادیث سے ثابت۔ مگر یہ امر کہ پہلے دسترخوان بچھایا جائے یا پہلے ہاتھ دھوئے جائیں نظم فقیر سے نہیں گذرا، مگر جب اسی جگہ ہاتھ دھوئیں جائیں تو زیادہ نظافت اس میں ہے کہ دسترخوان بچھانے سے قبل اور اٹھانے کے بعد ہاتھ دھوئیں کہ ہاتھ دھولانے والے کے پاؤں دسترخوان پر نہ پڑیں کہ اگر پاؤں صاف نہ تھے تو دسترخوان آلودہ ہوگا۔ اور اس پر روٹی رکھنے میں کراہت معلوم ہوگی اور بعد میں اگر کھانے کے ریزے گرے ہیں تو ان پر پاؤں پڑنا بھی اچھا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جناب ثابت علی از طائفہ محلہ سکر اول پورب طرف ضلع فیض آباد ۱۸، صفر ۱۴۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ ب بینوا بسند الکتاب تو جبروا عند اللہ بغیر حساب عورت کو گائے وغیرہ کا دودھ دھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- دودھ دھونے کیلئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی دودھ دھو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد اسماعیل بیگ بیخنا تھ پارہ رانیپور ممالک متوسط ۱۸ صفر ۱۲۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ والدین
 اپنی اولاد کو کسی قصور پر عاق کرنے کے مجاز ہیں اور کیا ایک بھی عاق کر سکتا ہے؟
الجواب :- اولاد کا عاق ہونا خود انکی صفت ہے والدین کے عاق کرنے پر
 موقوف نہیں، بلکہ شرعاً عاق کرنے کے کوئی معنی بھی نہیں، جو اولاد ماں باپ کی نافرمانی
 کرے یا انھیں ایذا دے وہ عاق ہے۔ اگرچہ والدین نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے عاق کیا
 اور یہ سخت کبیرہ ہے اور والدین میں ایک کا بھی عاق ہونا کبیرہ ہے اور دونوں کا ہے
 تو دو چند گناہ۔ عقوق الوالدین کی شرح میں مرقاۃ میں ہے۔ والمراد عقوق احدهما
 اور ایک حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ماں کا ذکر آیا ہے۔ نہی عن عقوق الامهات
 صحیحین کی روایت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے۔ ان اللہ حرم علیکم عقوق
 الامهات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱) : مسئلہ علی بخش صاحب قوم شیخ ساکن بریلی محلہ کانکر ٹولہ ۲ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ وہ کھانے جو غریبوں سے
 زبردستی اور اصرار کر کے لئے جاتے ہیں اور اگر نہ دیوں تو ذلیل کرتے ہیں اور طعن
 مارتے ہیں کہ ہم نے بھی کھلایا ہے اولاد بلا ہے۔ یہ کھانے ہم کو شریک میں کیسے ہیں؟
مسئلہ (۲) : کربلا کی سبیل میں جبراً حیدرہ لینا اور کربلا میں عورتوں کا جانا کیسا ہے؟
مسئلہ (۳) : جو اکھیلنا اور جو کھیلنے کو منع کرے اس کو یہ جواب دینا کہ نہ کھیلے گے
 تو چھپو ندر کا جنم ہوگا یہ کیسا ہے؟

مسئلہ (۴) : یہ رسوم بیاہ شادی کے اندر موجود ہیں منڈھا کھانا۔ مٹی بھرنی
 ڈھولک بجانا۔ اور عورتوں کو گانا رسم رت کرنا۔ گھونگی اور گنگلوں پر اصرار کرنا۔ دیگر ناچ
 باجہ و طائفہ وغیرہ کر نیکیو جو منع کرے اسکو ہاڑا ہاڑا ولا مذہب کہنا کیسا ہے؟

الجواب (۱): جبراً کھانا لینا حرام ہے۔ اور کھانا نہ دینے پر اس غریب کو ذلیل کرنا بھی حرام۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ اور کھانا جو دعوتوں میں کھلایا جاتا ہے یہ قرض نہیں ہو سکتا کہ قرض میں تملیک ہوتی ہے اور یہاں تملیک نہیں بلکہ اباحت ہے۔ کہ کھلانے والے کی ملک میں ہے۔ اور یہ کھاتا ہے تو جبراً وصول نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): جبراً چندہ لینا حرام ہے اور اس مصنوعی کربلا میں مردوں کو بھی جانا جائز نہیں نہ کہ عورتوں کو ہرگز ہرگز جانے نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳): جو اکیلنا حرام و کبیرہ اور شیطانی کام ہے قرآن عظیم میں ہے انما الخمر والمیسر والانصاب والاذن لامرجس من عمل الشیطن۔ اور یہ کہنا کہ جو انہ کھیلے گا تو چھپھوندر کا جہنم ہو گا کفر ہے۔ کہ یہ تناسخ (آواگون) کا قائل ہونا ہے اور تناسخ کا قائل ہونا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴): ڈھول بجانا، عورتوں کا گانا، ناچ، باجا، یہ سب حرام ہیں، گلگلے یا گھو گنیوں میں حرج نہیں جبکہ ان کے ساتھ گانا بجانا نہ ہو، رت جگا جو عام طور پر ہوتا ہے کہ عورتیں گاتی بجاتی ہیں یہ ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈانا کیسا ہے۔ ڈاڑھی جس کی منڈی ہوئی ہو۔ اس کے پیچھے نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں۔ لوگ عام طور پر ڈاڑھی کتروانے اور منڈوانے والے کو ایک نہیں سمجھتے یہ ان کا سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب: ڈاڑھی جب تک ایک مشت سے زائد نہ ہو اس کا کتروانا حرام ہے اور منڈانا اس سے زائد برا، حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ احفوا لشوارب واعفوا اللعی، مویچیں پست کرو اور داڑھیا بڑھاؤ اس مسئلہ کا کافی بیان رسالہ لمعة الفی

مصنف شیخ الاسلام امام اہلسنت مجددین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ
میں مطالعہ کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ نمبر۔ مسئلہ حین میاں از ہینگلہ متعلقہ بھروج ۷ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ
کیا حکم ہے شرع شریف کا کہ جو شخص واطرھی کتر وائے ریعنی ایک مشت سے
کم کرنا، اس کی امامت ناجائز ہے۔ چونکہ یہاں ایک مولوی صاحب کسی عربی رسالہ
کے حوالہ سے امامت نادرست اور خود کی نماز نادرست یہاں تک کہ اس کے ساتھ
سلام کرنا بھی نادرست ہے۔ اور اسکی دعاء بھی قبول نہیں ہوتی کہتے ہیں اگر ایسا
ہی ہے تو اکثر لوگوں کی نماز نادرست ہوگی اور سلام کا نادرست ہونا وغیرہ ایک
فساد پیدا کرنے والا ثابت ہوگا۔ جناب اگر کسی متداوا، کتب کا حوالہ دیکر مرقوم فرمائیں
عین نواز شش ہوگی، اور مہر وغیرہ کا نقش بھی مرقوم ہو چونکہ چند آدمی جھگڑا کرنے
کے درپے ہیں بغیر شرع کے تسلی نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا جتنا ہو مفصل طور پر مرقوم
فرمادیں اور منڈانے اور کترنے میں کیا فرق ہے؟

الجواب :- واطرھی کو کتر کر ایک مشت سے کم کرنا ناجائز و حرام ہے درر و غرہ
وغیرہ میں ہے۔ الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة كما یفعله بعض المغاربة
ومخنة الرجال فلم یبعه احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیہود والہنود
وبعض اجناس الافرنج۔ شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں۔ قص اللحیة کان
من صنیع الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والہنود ومن الاخلاق
لھم فی الدین۔ ورمختار میں ہے۔ فی المجتبیٰ قطعت شعرہا سہا اثنت ولعنت
نراد فی البزازیہ ولو باذن الزوج لانه لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق ولذا
یحرم علی الرجل قطع لحیته والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال۔ حدیث میں ہے۔
احضوا الشوارب واعفوا اللعنی۔ اور جب یہ معصیت و گناہ ہے تو چند بار کرنے سے

کبیرہ و فسق ہوگا کہ اصرار علی الصغیر کبیرہ ہے اور اسکا بالا اعلان ہونا خود ظاہر محتاج بیان نہیں۔ اور فاسق معین کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم امانتہ شرعاً۔ افسوس کہ مسلمانوں کو حکم شرع اگر کوئی بتائے تو تسلیم و قبول کرنے کے عوض فساد کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں ان کی اس حرکت سے حکم شرع نہیں بدلا جائیگا اور اگر فساد کریں گے تو گناہ اور زیادہ ہوگا ایسے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی صورتیں اور سیریں موافق شرع کریں نہ یہ کہ اٹے لڑیں و لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم اگر زیادہ تفصیل درکار ہو تو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کا رسالہ المعنی مطالعہ کریں مسئلہ :- مرسلہ حکیم عبدالرحیم شہر امرتسر۔ دروازہ گلوارلی بازار مس گراں ۱۴ شعبان ۱۳۹۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے جو کہ اشتہار بازار اور کوچوں میں ہوتے ہیں اور خشک ہو کر وہ نالیوں میں گر پڑتے ہیں اور یا کوئی لڑکا اوتا کر لیجاتا ہے اور اکثر دیکھا جاتا ہے نالیوں اور بازاروں میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں ان پر قرآن پاک کی آیات اور حدیثیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں سخت درجہ کی بے ادبی اور بے عزتی ہوتی ہے، وہی کاغذ کوڑے کرکٹ بازار صاف کر کے ڈال دیتے ہیں۔ آیا ایسے شخص سخت درجہ کے گناہ گار تو نہیں ہوتے؟ اور ایسا ہی اخباروں میں دیکھا جاتا ہے؟

الجواب :- سر ایسے اشتہاروں پر جو ان مواقع بيمحرمی میں چسپاں کئے جاتے ہیں آیات و احادیث لکھنا منع ہے، اور لکھی ہوں تو چسپا کرنا ایسی جگہ جائز نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہاتھ میں دینے جائیں اور ان پر لازم کہ ادب و حرمت کو ملحوظ رکھیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بیخنا تھ پارہ رائپور سی پی مرسلہ عبدالرشید صاحب، محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صورت مسئلہ میں جو پرچہ منسلک میں درج ہے۔ شرک و بت پرستی ہے یا کیا؟

(۱) اگر شرک ہے یا لزوم کفر اس سے ثابت ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں

مسلمانوں کی عورتیں ان کے نکاح سے علیحدہ ہو جاتی ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر علیحدہ ہوتی ہیں۔ تو ایسی حالت میں بلا تجدید نکاح و بلا توبہ اگر کوئی اولاد

ہوتی تو اس اولاد کا کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے جلسوں اور مذہب و مشرکانہ رسوم کی امداد کرنیوالوں کے جواز پر

شاد کرنیوالوں کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۴) شیر و غیرہ کی صورتیں بنا کر اپنے جسم کو رنگا کر ناچنے والوں اور صورتوں کے

بدلنے والوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

از راہ کرم اس کا جواب آٹھ روزہ کے اندر عطا فرمائیں تاکہ اس رسم قبیح کے

دفعیہ کی کوشش کی جائے ورنہ فردائے قیامت حضور رحمۃ اللعالمین میں جوابدار

علمائے کرام ہوں گے۔ اس ملک یعنی اکثر حصہ صوبہ متوسطہ و برابر میں ماہ محرم الحرام

کی پہلی تاریخ سے بدعتیں شروع ہوتی ہیں۔ تاریخ ۵ محرم الحرام کی صبح کو ایک نیزہ تیار

کیا جاتا ہے۔ وہ اس طور سے کہ لکڑی کا ایک مجسمہ بنایا جاتا ہے جس کی شکل

درج ذیل ہے۔ اور اس پر ایک نعل جو کہ صندل سے چھپا رہتا ہے۔ اوپر کی

لکڑی میں لگایا جاتا ہے۔ اس مجسمہ کو وہ لوگ اپنی اصطلاح میں سواری کہتے ہیں

بعض سواریوں میں ایک شکل بنا کر لگاتے ہیں۔ جس میں بہت سا صندل پیس

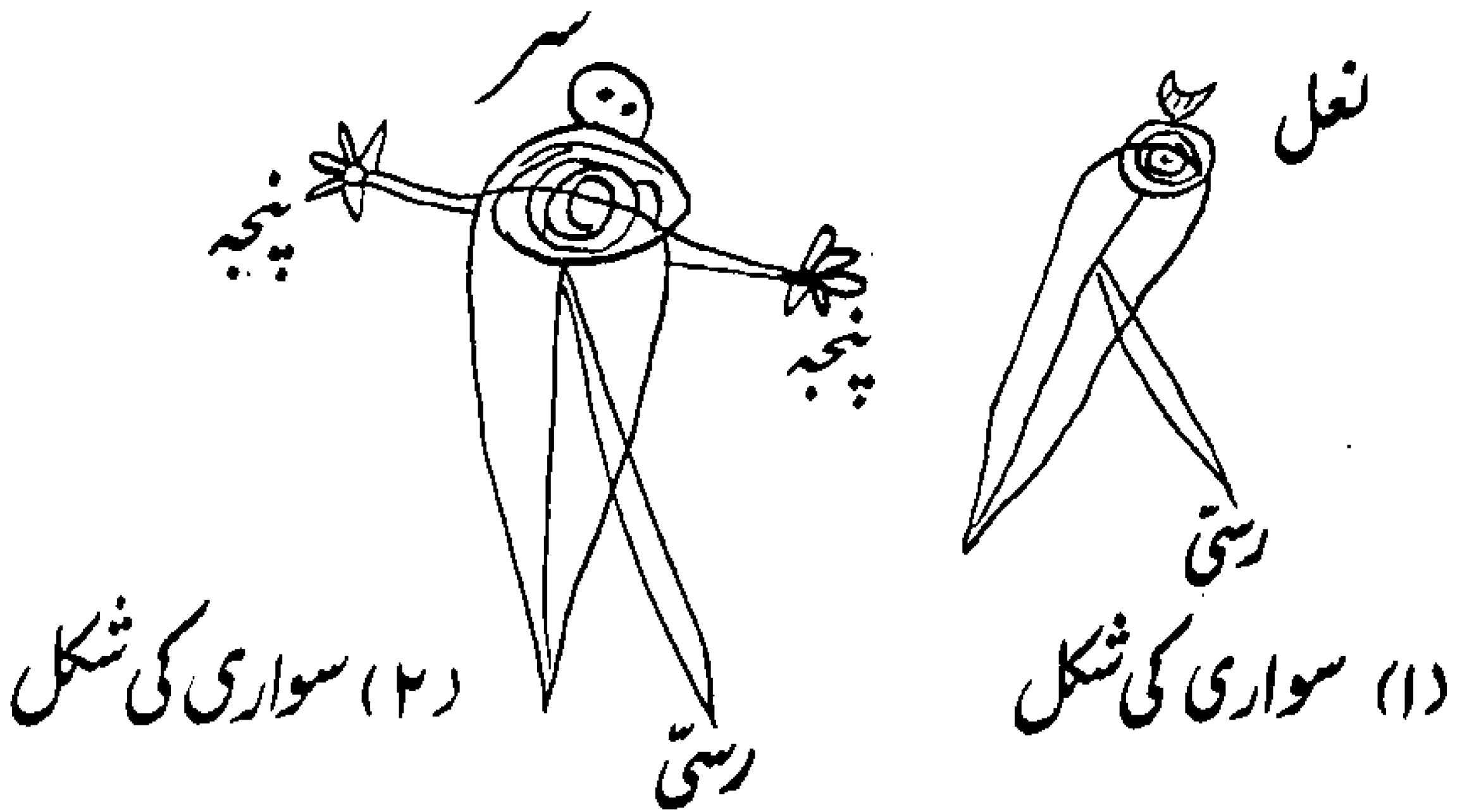
کر لگا دیا جاتا ہے ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ وہ کس طرح بنائی جاتی ہے۔ مگر اس

میں دو ہتھکھیں سونے یا چاندی کی لگائی جاتی ہیں۔ اور اس بت کے شانوں پر دو

چاندی کے پنجے لگا دیئے جاتے ہیں اور بعض میں پنجے نہیں لگاتے ہیں۔ ان تینوں

لکڑیوں میں کپڑا رنگین یا سفید پٹا رہتا ہے۔
محرم الحرام کی ساتویں و نویں تاریخوں کو اور کبھی دسویں تاریخ کو وہ سواریاں اٹھائی جاتی ہیں۔ اس سواری کی خدمت کرنے والے کو مجاور کہتے ہیں۔ وہ مجاور نہا کر اور ننگوٹ کس کر کھٹنوں کے اوپر دھوتی پہنے ہوئے اس سواری کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے۔ اور تماشاائیوں میں سے کوئی ایک آدمی سواری کے سامنے فاتحہ پڑھتا ہے۔ فاتحہ ختم ہونے کے بعد کہا جاتا ہے کہ بچے دو باجا۔ اور سب لوگ بولودولھا پکارتے ہیں۔ تب سب تماشاائی دولھا دولھا حسین حسین خوب سے چلاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ تماشاائی پکارتے ہیں کہ جو دولھا نہ بولے وہ امام حسین کا چور۔ خوب دولھا دولھا اور حسین حسین کے نعرہ باجے کے ساتھ لگاتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس سواری کے مجاور کو حال آتا ہے۔ اور وہ زمین پر گر پڑتا ہے اور ٹپنے لگتا ہے۔ لوگ سنبھالتے ہیں۔ اور سواری جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے مجاور کے کمر میں دیدی جاتی ہے۔ اور وہ مجاور اس سواری کے نیسے کیلئے پیشتر سے کمر میں ایک چمڑے کا تسمہ باندھ لیتا ہے۔ جس میں سامنے کی طرف ایک چمڑے کی تھیلی لگی ہوئی ہوتی ہے وہ سواری کو لگا دی جاتی ہے دو آدمی اپنے ایک ایک ہاتھ اسے مجاور کی جو کہ سواری اٹھائے ہوئے ہے اسکی کمر میں تھامتے ہیں اور دوسرے ہاتھوں سے سواری کو پکڑے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ سواری اس مجاور سے چھوٹ نہ جاوے اس سواری کے پیچھے دو مضبوط رسی رہتی ہے جس کو تناوا کہتے ہیں۔ اس کو ایک آدمی پیچھے کی طرف اس مجاور کے سر کے اوپر سے کھینچے رہتا، جس جگہ وہ سواریاں بیٹھائی جاتی ہیں۔ اس کو امام باڑہ کہتے ہیں سواری اٹھانے کے بعد لوگ اپنی اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ سب مرادیں اس مجاور سے مانگتے ہیں جو کہ سواری اٹھائے رہتا ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں۔ یا امام حسین میرا فلاں کام

شرابیوں اور اوباشوں پر زیادہ حال آتا ہے۔ اور جو مسلمان سواری اٹھاتے ہیں وہ ایک دوسری سواری سے ملتے ہوئے ہندو کی سواری سے ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ نیز سواری جب بیٹھائی جاتی ہے تو روپیہ ناریل، لیموں شیری۔ دونے کی پتیاں چڑھائی جاتی ہیں۔



الجواب :- یہ سواری اٹھانا اور اس کو گشت کرانا اور اس سے یا اسکے مجاور سے منبت ماننی یہ سب امور بدعت و ناجائز ہیں۔ عورتوں کا ایسی جگہ جانا گناہ ان کے شوہروں پر واجب ہے کہ انھیں روکیں سواری اٹھانے والے یا اس میں چندہ دینے والے یا شرکت کرنے والے یا اس کا تماشا دیکھنے والے سب مجرم ہیں حدیث میں فرمایا۔ من کثر سواد قوم فہو منہم۔ یو ہیں شیر و غیرہ بننا اور ناچنا بھی حرام ہے اور سواری اٹھانے والے ہندوؤں کو اپنا بھائی کہنا بھی ناجائز ہے اور اس پر چڑھاوا چڑھانا بھی بدعت قبیحہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان حرکات سے باز آئیں اور فاتحہ و ایصال ثواب خیرات کر کے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہدائے کربلا کی ارواح طیبہ کو خوش کریں مگر ان امور کے کرنے سے

ان لوگوں پر کفر و ارتداد کا حکم نہیں دیا جاسکتا نہ ان کی عورتیں نکاح سے باہر نہ اولاد ولد الزنا اور اس کے جواز کا حکم دینے والا جاہل بیباک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ:- از محلہ چھپی ٹولہ بریلی مسئلہ جہانگیر خاں ۲۲ محرم ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یا محمد کہنا جائز ہے یا نہیں، اور جو شخص کہے دریا محمد حرام ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:- حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لیکر ندا کرنا ناجائز ہے، اللہ عز و جل فرماتا ہے، لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ رسول کو پکارنا آپس میں ایسا نہ کرو جسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ابو نعیم حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ کانوا یقولون یا محمدًا ابالقاسم فمنہا ہم اللہ عن ذالک اعظاما لدنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یہی امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر میں راوی لا نقولوا یا محمد ولكن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یعنی یا محمد نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہو یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر کسی دعاء میں یا محمد مروی ہو تو اس کی جگہ یا رسول اللہ کہا جائے۔ اگر سائل کا یہی مقصد ہے کہ اسم پاک کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے تو ٹھیک کہنا ہے صحیح مذہب یہی ہے کہ اس طرح ندا کرنا ممنوع ہے اور اگر مطلقاً ندا ہی کو حرام بتانا ہے تو پہلے التحیات میں سے ایھا النبی نکال ڈالے۔ کہ حضور کی ندا تو ہر نماز میں کی جاتی ہے کوئی نماز اس کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی جس کو وہ حرام بتاتا ہے۔ ہر نماز میں واجب بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے اور اس تقدیر پر اسکا یہ منع کرنا اور حرام بتانا غالباً بر بنائے و باہیت ہوگا۔ اور وہا بیت زمانہ کا حکم معلوم و مشہور و حتام بحرین

میں مذکور۔ بالجملہ اوصاف کریمہ کے ساتھ پکارنا۔ احادیث و اقوال علماء سے ثابت اور تفصیل درکار ہو تو رسالہ انوار الانتباہ فی حل نذاریا رسول اللہ دیکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے کہ ”حدیث“ آنحضرت اپنی تعظیم کیلئے منع کرتے تھے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے کوئی بھی زیادہ پیارا نہ تھا اس پر صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تو تعظیم کیلئے نہ کھڑے ہوتے کیونکہ اس بات سے خود آنحضرت نے منع کر دیا تھا۔ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم مٹ کھڑے ہو اگر وہ جس طرح عجمی قوموں میں رواج ہے۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھے، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے، بیٹھ گئے صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے ان کو اشارہ کیا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بات میری تعظیم کے خیال سے کی جاوے آیا یہ نماز میں اشارہ کرنا کیسا ہے۔ برائے مہربانی مندرجہ ذیل سوالات کے جوابہ تحریر فرمائیے ؟

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے زیادہ کوئی پیارا نہ تھا پھر بھی صحابہ آنحضرت کو دیکھتے تو تعظیم کیلئے نہ کھڑے ہوتے یہ بات صحیح ہے یا نہیں ؟

۲۔ آنحضرت نے خود منع فرما دیا تھا کہ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ؟

۳۔ آنحضرت نے جو اشارہ نماز میں کیا تھا صحابہ کو کہ تم بیٹھ جاؤ صحیح ہے یا نہ اور کس لئے کہا بیٹھ جاؤ ؟

۴۔ اور وہ نماز کونسی نماز تھی فرض تھی یا نفل اور اشارہ کیوں کیا صحیح ہے یا نہیں ؟

۵۔ اور بخاری کی حدیث میں ہے قوموا الی سیدکم الخ جو آیا ہے آنحضرت

نے کیوں فرمایا ہے اور کس لئے فرمایا ہے؟ بیٹو! تو جبروا

الجواب :- یہ حدیث ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اسکے

الفاظ یہ ہیں۔ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وکانوا اذا ساروا لم یقوموا لما یعلمون من کراہتہ لذلك۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا

یہاں یہ کہ اس حدیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
انے لئے کھڑے ہونے کو جو ناپسند فرماتے تھے۔ اسکی وجہ یا یہ تھی کہ یہ ناپسند فرمانا

تواضعاً تھا۔ یا اس لئے کہ اس سے متکبرین کی مخالفت کرنی منظور تھی جیسا کہ ملا علی
قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ تواضعاً لربہ ومخالفة

لعادة المتکبرین والمتجبرین، یا اس واسطے کہ حضور کو بار بار آنا جانا پڑتا تھا۔ اور
بار بار کھڑا ہونا ایک قسم کا تکلف ہے اور تکلف ناپسند تھا۔ وما انا من المتکلفین

یا یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ حضور کے ساتھ محبت بروجہ کامل تھی۔ جیسا کہ
خود اس حدیث کا لفظ لم یکن شخص احب الخ اس پر دل ہے۔ اور محبت جب بروجہ

کامل ہو تو آپس کے اظہار کی حاجت نہیں۔ اور تکلفات اٹھ جاتے ہیں کہ تکلفات
باقی رہنا ایک قسم کی اجنبیت پر دلیل ہے۔ اور جب معاشرت جاتی رہی تکلفات

بھی گئے۔ جیسا کہ اسی مرقات میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔
مہماتم الاتحاد خفت الحقوق بینہم مثل القيام والاعتذار والثناء فانہا وان

کانت من حقوق الصعبة لکن فی فمہا نوع من الاجنبیۃ والتکلف فاذا تم الاتحاد
انطوى بساط التکلف بالکلیۃ فلا یسلک بہ الا مسلک نفسه لان هذه الآداب النظامیۃ

عنوان الآداب الباطنۃ فاذا صفت القلوب بالمعۃ استغنت عن تکلف اظہار ما فیہا
جب اتحاد کامل ہو تو آپس کے حقوق میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ جیسے کھڑا ہوا

اور کسی بات کے متعلق عذر پیش کرنا۔ اور اس کی تعریف کرنا۔ کہ اگرچہ یہ چیزیں حقوق

صحبت سے ہیں۔ مگر ان کے ضمن میں مغایرت اور تکلف پایا جاتا ہے۔ لہذا جب اتحاد کامل ہو بساط تکلف بالکل اٹھ جاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ آداب ظاہری آداب باطنی کے لئے عنوان ہوتے ہیں۔ لہذا جب قلوب محبت کے ساتھ صاف ہو جائیں تو اس کی حاجت نہیں رہتی کہ جو کچھ دنوں میں ہے اس کا اظہار کیا جائے۔

یا اس قیام سے مراد وہی قیام اعاجم ہے جس کی ممانعت ہے، غرض یہ کہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں تاویل ہے اس واسطے کہ اگر قیام مطلقاً ممنوع ہوتا تو صحابہ کرام کبھی نہ کرتے حالانکہ صحابہ سے قیام کرنا ثابت ہے، بلکہ خود حضور نے امر بھی فرمایا۔ قوموا الی سیدکم صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال کعب بن مالک دخلت المسجد فاذا برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقام الی طلحة بن عبد الله يهرول حتى صافحنی ويهناؤنی کعب بن مالک رضی الله عنه کہتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ ناگاہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور طلحہ بن عبد اللہ میرے لئے کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اور نسائی و ابو داؤد و ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأى فاطمة بنته قد اقبلت احب بها ثم قام فقبلها ثم اخذ بيدها حتى يجلسها في مكانه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو آتے دیکھتے تو انھیں مہربانیت سے پھر کھڑے ہو جاتے۔ اور انھیں بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بیٹھاتے۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے قیام کیا جب وہ حبشہ سے واپس آئے اور عکرمہ بن ابی جہل کے لئے قیام کیا۔ تو اگر قیام ممنوع ہوتا تو ان لوگوں کے لئے

قیام نہ فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ اس حدیث کو ابو داؤد و ابن ماجہ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ طبرانی نے کہا۔ ہذا حدیث ضعیف مضطرب السند فیہ من لا یعرف یہ حدیث ضعیف ہے اور اسکی سند میں اضطراب ہے۔ اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس حدیث سے مطلقاً قیام کی ممانعت ثابت نہیں۔ بلکہ اس قیام کی ممانعت جو اعاجم اپنے امرا و سلاطین کیلئے کرتے ہیں۔ یعنی محض ان کے مال و منصب کے لحاظ سے تعظیم کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان میں علم و صلاح ہے۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔ ای لہ مالہ و منصبہ وانما ینبغی التعظیم للعلم والصلاح۔ یا قیام اعاجم کی صورت یہ ہے کہ امراء عجم بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور اراکین سلطنت بادشاہوں کے سامنے دستہ بستہ تعظیماً کھڑے رہتے ہیں۔ اس قسم کا قیام بیشک ممنوع ہے جیسا کہ حدیث، من ساء ان یتمثل له الرجال قیاماً، کے تحت میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں، ای یقفون بین یدیہ قائمین لخدمتہ وتعظیمہ یعنی اس کے سامنے اس کی خدمت و تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ معناه من اراد ان یقوم الرجال علی راسہ کما یقام بین یدی ملوک الاعاجم، اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے سر پر اس طرح کھڑے ہوں جیسا کہ عجم کے بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی آگئی ہے۔ قال ان کدتہم لتفعلوا فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم تعود فلا تفعلوا۔ قریب ہے کہ تم فارس اور روم کے سے کام کرو کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ دوسری روایت طبرانی کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، انما هلك من كان قبلكم بانهم عظموا ملوکهم بان قاموا وہم

تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انھوں نے اپنے بادشاہوں کی تعظیم یوں کی کہ وہ کھڑے رہتے اور بادشاہ بیٹھے رہے۔ یہ قیام ممنوع ہے اور قادم کے اکرام کیلئے جو قیام کیا جاتا ہے وہ جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲-۳ زمانہ رسالت میں احکام میں کبھی کبھی نسخ ہوتا تھا کہ ایک وقت یہ حکم ہوتا دوسرے وقت وہ حکم بدل جاتا۔ اور دوسرا حکم صادر ہوتا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا۔ پہلے یہ حکم تھا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ اذّا صلی جالساً فصلوا جلوساً اجمعون۔ یہ اس وقت کی حدیث ہے کہ حضور بیمار تھے۔ اور صحابہ نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور یہ واقعہ دوبار ہوا۔ ایک بار نماز فرض تھی۔ اور ایک مرتبہ نقل۔ مگر مرض وفات میں جب حضور نے امامت کی تو اس موقع پر تمام صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اور حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکم سابق منسوخ ہے۔ ورنہ ضرور تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں قیام سے منع فرماتے جس طرح پہلے منع کیا تھا۔ اور منسوخ نہ ہوتا تو خود صحابہ کرام بھی کھڑے نہ ہوتے۔ جبکہ حضور نے قیام سے منع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری شریف میں جب یہ حدیث نقل کی تو اس کے ساتھ امام بخاری نے تصریح کر دی۔

قال الحمیدی قوله واذّا صلی جالساً فصلوا جلوساً ہونی مرفضہ القدیم ثم صلی بعد ذلک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً والناس خلفہ قیام لم یامرهم بالعود وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمیدی امام بخاری کے استاد نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ پہلے کے مرض میں تھا۔ اس کے بعد پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ حضور

نے انھیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ اور حضور کا پچھلا ہی فعل لیا جائے گا پھر اس کے بعد جو پچھلا ہے، امام بدرالدین عینی شرح میں فرماتے ہیں۔ اشارۃ الی ان الذی یجب بہ العمل ہوما استقر علیہ آخر الامر من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولما کان آخر الامر منہ صلاتہ قاعد والناس وراءہ قیام دل علی ان ما کان قبلہ مرفوع الحکم، حمیدی کے قول میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ عمل اس پر واجب ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو عمل آخر امر میں مستقر ہوا، اور جبکہ آپ کا پچھلا عمل یہ تھا کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ تو اس نے اس بات پر دلالت کی کہ وہ جو حضور کا پہلا ارشاد تھا منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا قوموا الی سیدکم، فتح الباری وعمدة القاری میں ہے قال ابن بطال فی هذا الحدیث امر الامام الاعظم باکرام الکبیر من المسلمین ومشروعیۃ اکرام اهل الفضل فی مجلس للامام الاعظم والقیام فیہ لغیرہ من اصحابہ و الزام الناس كافة بالقیام الی الکبیر منهم، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے بڑے کا اکرام کریں اور اس کی مجلس میں اہل فضل کا اکرام مشروع ہے۔ اور وہاں دوسرے کیلئے قیام کیا جائے گا۔ اور سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑے کیلئے قیام کریں، امام عینی یہ فرماتے ہیں، و فیہ ان قیام المروء لل رئیس الفاضل والامام العادل والمتعام للعالم مستحب وانما یکرہ لمن کان بغیر هذه الصفات۔ رعایا کا رئیس صاحب فضل یا امام عادل کیلئے اور متعلم کا عالم کے لئے قیام مستحب ہے،

کراہت صرف اس صورت میں ہے جب اس میں یہ صفات نہ ہوں۔ اس حدیث کے تحت میں امام عینی فرماتے ہیں۔ قال البیہقی علی وجہ البر والاکرام جائز قیام الانصار لسعد وطلحة لکعب ولا ینبغی لمن یقام له ان یعتقد استحقاقه لذلك حتی ان ترک القیام له حق علیہ او عاتبہ او شکاه۔ خلاصہ یہ کہ اکرام کیلئے قیام جائز اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت اور اعاجم کی طرح قیام ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بھیڑی ضلع تھانہ محلہ سوواکراں مرسلہ جناب مولانا محمد یوسف فاضل فقیہ شافعی ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو خط میں بجائے، السلام علیکم، السلام علی من اتبع الہدیٰ، لکھا عمرو کہتا ہے یہ سلام کافروں کیلئے ہے، اور زید نے مجھ کو کافر سمجھ کر یہ سلام لکھا ہے، حالانکہ میں کلمہ گو مسلمان ہوں۔ پس علمائے اہلسنت کا کیا ارشاد ہے کہ آیا مذکور سلام کافروں ہی کیلئے ہے، یا اہل اسلام کو بھی کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- کسی کتاب فقہ و حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ یہ لفظ یعنی السلام علی من اتبع الہدیٰ کافر کیلئے خاص ہے، اور جس کے لئے یہ لفظ لکھا گیا ہو اس کا کافر ہونا ضروری ہے۔ یوہیں اس لفظ کے معنی بھی ایسے نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ جس کو لکھا گیا او سکو کافر کہا گیا، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر سلام جو ہدایت کا منبع اور پیرو ہے۔ اور ہدایت کا پیرو مسلمان ہی ہے نہ کہ کافر، صحیحین کی حدیث ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین عبدة الاوثان والیہود فسلم علیہم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف لے گئے جس میں مسلمان اور مشرک بت پرست اور یہود تھے۔ حضور نے ان پر سلام کیا۔ اس حدیث کی

تحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں، پس سلام داد بریں مجمع مخلوط از مردم بقصد سلام بر مسلمانان و ازین جا معلوم شد کہ اگر جماعت دار ہم نشسته باشند بعضے مستحق سلام بعضے غیر مستحق چنانکہ کافران و مبتدعان سلام کنند بر آن جماعت بہ نیت سلام بر مستحقان و گفتہ اند کہ مخیر است کہ السلام علیکم گوید و مسلمانان را مراد دارد یا گوید السلام من اتبع الہدی، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس مجلس میں مسلمان کیساتھ کافر بھی ہوں وہاں، السلام علی من اتبع الہدی، اسے کہنے کا اختیار ہے۔ تو اگر یہ لفظ کافر کے ساتھ خاص ہو تو لازم آیا کہ مسلمانوں کو سلام نہ کیا اور کافروں کو سلام کیا، اور یہ خلاف شرع ہے، کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ سلام کرے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ تو جس کا حق تھا اسے تو سلام کیا نہیں، اور جس کا حق نہ تھا اسے سلام کیا، اور اگر اس سلام سے مراد مسلمان ہوں اور بیشک مسلمان ہی مراد ہیں کہ وہی متبع ہدایت ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کافر کے لئے خاص نہیں، اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔

وہ یہ ہے، قال الفقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ ان مرتب بقوم و فیہم کفار فانت بالخیار ان شئت قلت السلام علیکم و ترید بہ المسلمین وان شئت قلت السلام علی من اتبع الہدی کذا فی الذخیرۃ، اور اگر اس عبارت سے کوئی یہ شبہ کرے کہ السلام علیکم میں نیت مسلمین شرط کی، اور السلام علی من اتبع الہدی میں شرط نہیں، لہذا یہ کافر کیلئے سلام ہوا، تو اولاً اس شبہ کا وہی جواب ہوگا کہ اگر یہ کافر پر سلام ٹھہرے تو مسلمان کیلئے سلام نہ ہوا اور یہ سنت کا خلاف ہوا، ثانیاً ہم یہ کہیں گے کہ السلام علیکم صیغہ خطاب ہے۔ اور چونکہ بحسب ظاہر مخاطب مسلم اور کافر دونوں ہیں اور کافر کو سلام

بغیر ضرورت جائز نہیں

لہذا مسلم کی نیت ضرور ہے۔ اور السلام علی من اتبع الہدیٰ میں صرف متبعین ہدایت پر سلام وہ صرف مسلمان ہیں یہ لفظ کافر کو شامل ہی نہیں پھر اس جگہ نیت تخصیص بیکار ہے۔ اسی وجہ سے نیت مسلم اس میں شرط نہیں۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کی طرف اگر نظر کیجائے، تو بکثرت ایسے مکتوبات ملیں گے جن میں یہ لفظ السلام علی من اتبع الہدیٰ موجود ہے۔ حالانکہ وہ مکتوبات اون لوگوں کے نام ہیں جو مسلمان ہیں، لہذا یہ کہنا کہ کافروں کے ساتھ مخصوص ہے بالکل غلط ہے۔ یہ جواب اس تقدیر پر ہے۔ کہ عمر و حقیقتاً مسلمان اور مستحق سلام ہو۔ اور اگر واقع میں صرف اون لوگوں میں سے ہے جو صرف برائے نام مسلمان ہیں، اور حقیقتاً کافر جیسے کہ آج کل کے بعض مدعیان اسلام کہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ یا کم از کم ایسے لوگوں کو اپنا امام و پیشوا جانتے یا اون کو مسلمان سمجھتے ہیں، تو ایسا شخص خود کافر ہے۔ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر، علماء حرمین طیبین نے اونھیں کافر کہا، پھر ایسے کو اس دعویٰ کا حق ہی نہیں کہ مجھے ویسا سلام نہیں کیا، ایسا سلام کیا۔ یا کافر ہو بد مذہب و مبتدع ہو تو اسے بھی ایسے دعویٰ کا حق نہیں، کہ وہ سلام کا مستحق ہی نہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات کی عبارت مذکور بالا سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ حل مجد اتم و احکم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب العلم بدرہ اہلسنت ۲۔ رجباًوی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیماری کی حالت میں شراب یا تاڑی دوا کی طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب :- مسکر کا استعمال دواء بھی ناجائز ہے حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان الله انزل الداء والدواء

وجعل لكل داء دواءً فتدادوا ولا تدادوا بحرام^۱۔ دوسری حدیث میں ہے۔
 نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث^۲۔ فتاویٰ عالمگیری
 میں ہے۔ ولا يجوز ان یدادوا بالخمر جرحا او دبر دابته ولا ان یسقی
 ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ کذا فی الہدایہ^۳۔

۱۔ رواہ ابو داؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۸ کتاب الطب والرقی۔
 ۲۔ ایضاً رواہ ابو داؤد والترندی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مصباحی
 ۳۔ حرام اشیاء کے ذریعہ معالجہ شرعاً اور عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے، شرعی اعتبار سے اسکی
 قباحت احادیث کریمہ میں مذکور ہے۔ دو حدیثیں، "فتویٰ" میں مذکور ہوئیں۔ ان کے علاوہ ممانعت
 پر متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے ان اللہ لکم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم خدا نے
 تمہارے لئے حرام کردہ چیزوں میں شفا نہیں رکھی۔ ابو داؤد و ترمذی میں ہے۔ انہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سئل عن الخمر یجعل فی الدواء فقال انہا داء ولیست بدواء۔ حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جس میں دوا تیار کی جاتی ہے، آپ نے فرمایا
 بیماری ہے دوا نہیں ہے۔ حرام کردہ چیزوں کے ذریعے علاج عقلاً اس لئے قبیح ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ان چیزوں کو خباثت کی بنیاد پر حرام قرار دیا ہے۔ کوئی بھی پاکیزہ چیز امت محمدیہ پر بطور سزا حرام
 نہیں کی گئی۔ اس امت پر جو بھی چیز حرام ہوئی۔ اس کے خبیث کی وجہ سے۔ لہذا حرام چیزوں کے
 ذریعہ بیماری سے شفا حاصل کرنا جائز نہیں، حرام چیز سے ازالہ مرض ممکن ہے۔ بلکہ بسا اوقات
 مرض سے شفا مل جاتی ہے۔ لیکن اس کے استعمال سے بہت سے دوسرے امراض پیدا ہو جاتے
 ہیں چنانچہ شراب کے بارے میں تمام اطباء کا اتفاق ہے کہ شراب حرکت عقل و دماغ کیلئے بہت
 زیادہ نقصان دہ ہے۔ شراب کی خاصیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ دماغ اور اعصاب دونوں کو

بقیہ حاشیہ ص ۹۲ کا ہے۔ نیز یہ کہ مومن کا نفس گناہوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور طبیعت اسکی موافقت نہیں کرتی۔ اور دوا کے ذریعہ شفا راہی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب نفس اس کو پسند کرے اور طبیعت اس کے موافق ہو اور دل میں اسکی منفعت کا اعتقاد بھی ہو۔ لہذا شراب اور دیگر حرام چیزوں میں شفا نہیں۔ اگر ظاہر کسی مرض میں شفا نظر آئے تو یہ درحقیقت شفا نہیں۔ کہ دوسرے بہت سے امراض کا باعث بھی ہے۔ اس لئے فقہاء نے صاف ارشاد فرمایا۔ لا یجوز للتداوی ولا لغیرہ۔ بعض حضرات نے حرام کردہ چیزوں سے ایسے موقع پر علاج کرنا جائز بتایا ہے جب کہ کوئی مباح چیز مرض کے علاج کیلئے نہ ہو۔ اور مسلمان طبیب حرام چیز سے علاج کرنے پر شفا کی خبر دے۔ درمختار علی مشش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۵ میں ہے۔ وکل تداوی لا یجوز الا بظاہر وجوزہ فی النہایۃ لمحرم اذا خیر طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحاً یقوم مقامہ۔ لیکن علامہ شامی نے صاحب نہایہ کے قول کو مذہب کے خلاف بتایا۔ جیسا کہ شامی ہی میں ہے ان المذہب خلافہ ہاں اگر حرام چیز کے بارے میں یہ علم و یقین ہو کہ اس میں شفا ہے اور دوسری جائز چیز دوا کیلئے نہ ملے۔ تو اس صورت میں حرام چیز سے علاج کی رخصت ہے۔ درمختار میں ہے وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اخر کما یرخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتویٰ لیکن چونکہ ہمارے پاس یقین تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اور محض اطباء کا شفا دہی خبر دینا یقین کیلئے کافی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ انہ علیہ الصلاة والسلام عرف شفاء ہم بہ و حیوا ولم یتیقن شفاء غیرہم لان المرجع فیہ الاطباء وقولہم لیس بحجة حتی یوتعین الحرام مدفعاً للہلاك یحل کالمیتة والخمر عند الضرورة وتسامہ فی البعر (ج ۱ ص ۱۵۴) فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ ولوان سرجلا ظہریہ داء فقال لہ الطبیب علیک الدم فاخرجه فلم یفعل حتی مات لا یكون اثماً لانه لم ییقن ان الشفاء فیہ (ج ۲ ص ۲۴) یعنی کسی آدمی کو بیماری ہے۔ طبیب نے کہا خون کا غلبہ ہے کسی ذریعہ سے خون نکال دو اور مریض نے

مسئلہ :- ازہوڑہ مرسلہ جناب شہاب الدین و نور محمد بذریعہ جناب شکر اللہ خان صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سحڑہ اپنا اعضا رتناسل کٹوا کر لواطت اغلام بازی کراتے پھرتے ہیں، بازار میں زنا نہ لباس میں گاتے بجاتے، ناپختے پھرتے ہیں، اکثر پردہ نشیں مستورات میں جا کر گاتے بجاتے ہیں، روزہ نماز سے کوئی غرض نہیں، جب یہ مرجاتے ہیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کئے جاتے ہیں، ایسی حالت میں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری جگہ دفن کیلئے جائیں؟ اور ان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اور پردہ نشیں مکان میں داخل ہونے دینا

حاشیہ بقیہ ص ۹۳ کا۔ طبیب کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور مرگیا تو وہ گنہگار نہ ہوا۔ کیونکہ اس علاج سے شفا ہونے کا یقین نہیں ہے۔ فتاویٰ ہنرازیہ میں ہے۔ امتنع عن الاکل حتی مات جو عا اشروان عن التداوی حتی تلف مرضالا۔ لان عدم الہلاک بالاکل مقطوع والشفاء بالمعالجۃ مظنون۔ یعنی بھوکے نے کھانا نہ کھایا اور بھوک کی وجہ سے مرگیا تو گنہگار ہوا۔ اور مریض نے اگر دوا نہ کی اور مرگیا تو گنہگار نہ ہوا۔ کیونکہ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ہلاکت یقینی ہے اور علاج سے شفا یا بی یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے۔ خود علم طب کے قواعد و اصول ظنی ہیں۔ رد المحتار میں ہے۔ قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم۔ پھر یہ کہ دوا و علاج کرنا نہ شرعاً فرض ہے نہ واجب۔ بلکہ مستحب ہے۔ کہ علاج کرنے پر ثواب پائے گا نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رد لکل داء دواء، والی حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔ ان فی ہذا الحدیث اشارۃ الی استعباب الدواء وهو مذہب اصحابنا وجمہور السلف و عامۃ الخلف (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۲۷) یعنی اس حدیث میں دوا کے مستحب ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ ہمارے اصحاب و جمہور سلف اور عامۃ خلف کا مذہب ہے لہذا۔ ایک مستحب فعل کیلئے کسی حرام و ناجائز چیز کے استعمال کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آل مصطفیٰ مصباحی

چاہئے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب وسنت ومع مہرودستخط ارقام فرمایا جاوے؟
الجواب:- ایسے افعال کرنے والے فاساقی فجار ہیں، سخت حرام کے ترکیب
 ہیں مگر جب کہ مسلمان ہوں تو ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، کہ نماز جنازہ
 کیلئے میت کا مسلم ہونا شرط ہے، متقی و صالح ہونا شرط نہیں، ہاں علماء و مشائخ
 ایسے لوگوں کے جنازے میں بغرض عبرت شریک نہ ہوں، اور جبکہ مؤمن ہوں تو
 مقبرہ مسلمین میں اونھیں دفن بھی کریں گے، میحطروں اور مخنتوں سے بھی عورت کو
 پردہ کرنا ویسا ہی ہے جیسے اور مردوں سے کرایا جاتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے
 لا ینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیہا المرأة الفاحرة لانہا تصفہا للرجال فلا تصنع
 جلبابہا ولا خمارہا عندہا۔ یعنی نیک بی بی کو چاہئے کہ بدکار عورت کو اپنی
 طرف نظر نہ کرنے دے تو جب بدکار عورت سے پردہ کا حکم ہے، حالانکہ عورت
 کا عورت کو دیکھنا بہ نسبت مرد کے دیکھنے کے اخف ہے۔ تو یہ تو بدکار بھی ہیں
 اور مرد بھی ہیں، تو بہ نسبت اسکے اوسمیں حکم سخت ہوگا۔ چنانچہ ایک مخنت کو
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت خانہ سے نکال دیا تھا، اور ازواج
 مطہرات سے فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس نہ آنے پائے، درمختار میں ہے
 والخصی والمحبوب والمخنت فی النظر الی الاجنبیۃ کالفعل وقیل لا بأس بالمحبوب
 جف ماؤہ لکن فی الکیری ان من جوزہ فمن قلة التجربة والدیانة۔ اگرچہ
 بظاہر ناکارہ معلوم ہوتے ہوں اونھیں بھی مکان میں آنے کی اجازت دینا
 دیدنت و تجربہ کی کمی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۱، از مقام پورہ ڈاکخانہ جگر سنت ضلع بلیا مرسلہ جناب ابونصر فتح محمد
 صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

زید جس کی عمر ۱۵ یا ۱۶ برس کی ہے اپنی جوان چچی سے تخلیہ میں دن یارات کو سر پر تیل رکھوا سکتا ہے یا اس کی جوان چچی اپنی رضامندی اور پیار سے تخلیہ میں اس کے سر پر تیل رکھ سکتی ہے، زید اپنے چچا کے عدم موجودگی میں اپنے چچا کے مکان میں بلا اذن اور بے ضرورت جاسکتا ہے؟

مسئلہ (۲) اہل سنت والجماعت کے لڑکے دیوبندی یا غیر مقلد کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں؟

مسئلہ (۳) جو شخص اپنے کو اہل سنت والجماعت بتائے اور قیام میلاد شریف اولیاء کرام کے مزارات پر جانے اور اولیاء کرام سے مرادیں مانگنا انکے مزاروں پر چادر چڑھانا اندرونِ نیاز کو منع کرتا ہو، اور شرک و بدعت ٹھہراتا ہو ایسے شخص کے پاس اہل سنت والجماعت اپنی اولاد کو تعلیم کیلئے بھیج سکتے ہیں؟

مسئلہ (۴) جو شخص روپیہ یا روٹی کے لالچ سے مذہب کو بدل دیتا ہے مثلاً دیوبندیوں کے پاس دیوبندی اور غیر مقلدوں کے یہاں غیر مقلد بن جاتا ہو ایسے شخص کے متعلق از روئے شرع شریف کیا حکم ہوتا ہے۔ بینوا توجروا بالادلة الشرعیۃ

الجواب (۱)۔ چچی محارم سے نہیں ہے، اس سے بھی پردہ کرنا ویسا ہی لازم، جیسے دیگر اجنبیات سے، اور جب وہ جوان ہے تو تنہائی میں اس کے پاس جانا بھی نہ چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحموقال الحموموت۔ عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو کسی نے عرض کی شوہر کے رشتہ والوں کا کیا حکم ہے فرمایا وہ تو موت ہے۔ رواہ البخاری ومسلم عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثها الشیطان۔ جب مرد عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ رواہ الترمذی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خصوصاً جبکہ چارویس میں ہو تو اس وقت اس کے پاس تنہائی میں ہونا اور زیادہ بُرا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
 لَا تَلْجُوا عَلَى الْمَغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحْدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ۔ جن عورتوں کے شوہر غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان مجاری خون میں تیرتا ہے، یعنی اس وقت فتنہ میں واقع ہونا بعید نہیں، رواہ الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، در مختار میں ہے وَفِي الْأَشْبَاهِ الْخُلُوةَ بِالْأَجْنِبِيَّةِ حَلَامِ إِلَّا الْمَلَانِمَةَ مَدْيُونَةَ هَرَبَتْ وَدَخَلَتْ خَرِبَةً أَوْ كَانَتْ عَجُوزًا أَوْ شَوْهَاءً أَوْ بَحَائِلَ خصوصاً ایسی بے تکلفی کی خلوت کہ وہ عورت پیار سے او سے تیل لگائے کہ بلا ضرورت یہ ضرور فتنہ کی صورت ہے، چچا موجود ہو یا نہ ہو، اگر جانا ہو تو اجازت لے اور خلوت سے بحر حال نہجے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ بد مذہب کی صحبت کم قاتل ہے۔ شیطان کو گمراہ کرتے دیر نہیں لگتی فساق کی صحبت سے اعمال میں خرابی کا اندیشہ اور بد مذہب کی صحبت سے عقائد خراب ہو جانے کا ڈر ہے، اور فسادِ عقیدہ فسادِ عمل سے بدتر ہے اسلئے سلفِ صالحین نے مبطلین سے پرہیز کرنے کی بہت تاکید فرمائی، یہ تو مطلق صحبت کا حکم ہے اور تلمذ و شاگردی میں تو وبزرگی کی نسبت استاذ سے ہوتی ہے اور جب اسے علمِ دین کا استاذ بناتا ہے تو علاوہ اس کے کہ اسکی تعظیم و تکریم کریگا استاذ کو اسلئے گمراہ کرنے کا بہت زیادہ موقع ہاتھ آئے گا اسی وجہ سے بد مذہبوں سے پڑھنے والے عموماً بد مذہب ہوتے ہیں بہت کم عقائدِ حق پر باقی رہتے ہیں اور حکمِ اکثر کیلئے ہوتا ہے اسی واسطے حدیث میں ارشاد ہوا ان هَذَا الْعِلْمُ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳)۔ یہ امور و بابیت کی علامت ہیں خصوصاً بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک کہنا اور بات بات پر شرک و بدعت کا حکم لگانا و بابیہ کا خاصہ ہے، یہ شخص اگرچہ اپنے کو نبی کہتا ہے

مگر وہابی ہے ایسے کے پاس اپنے لڑکوں کو تعلیم کیلئے بھیجنا ناجائز، وہابی سے پڑھ کر انہیں کے عقائد سیکھیں گے، معاذ اللہ خود بھی گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے۔
 الجواب (۴) :- ایسا شخص متبع شیطان ہے اور یہ شخص مصداق ہے بشیر عبد اللہ و والدینا کا، اسکی کوئی بات قابل اعتبار نہیں، اس سے پرہیز لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ :- از یوکرن مارواڑ مدرسہ معینیہ مسؤلہ شاہ قمر الدین دہلوی ۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ وہ مذہب حنفی کی کون سی کتابیں ہیں جن کو پڑھکر عالم ہوتا ہے مولوی شرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتابیں، براہین قاطعہ و تقویۃ الایمان و حفظ الایمان و بہشتی زیور پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

(۲) شادی کے موقع پر نکاح کی تاریخ مقرر کرنا اور اسکی خوشی میں کھانا پکا کر کھلانا عزیزوں مہمانوں کو جائز ہے یا نہیں، نکاح سے پہلے یا بعد باجا بجانا تو نکاح جائز ہے یا نہیں؟
 (۳) تحریر شرف علی تھانوی تصنیف کردہ کتابیں حفظ الایمان و براہین قاطعہ مولفہ رشید احمد خلیل احمد سہارن پوران کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ندا یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا اور اذان میں نام پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنکر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) :- عالم ہونے کیلئے بہت سی کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہے اور صرف بہت کتابیں نہیں بلکہ بہت علوم و فنون پڑھنے کی حاجت ہے، حدیث و فقہ و تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث - اور انکے مبادی و مقدمات، تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و حفظ الایمان و بہشتی زیور ان کتابوں میں کلمات کفریہ ہیں۔ بغیر ضرورت دینیہ ان کتابوں کا دیکھنا جائز نہیں

۱۔ اہل سنت و جماعت اور دیوبندی مکتب فکر کے درمیان اختلافات کی اصل بنیاد دیوبندی پیشواؤں کے کفریہ کلمات ہیں۔ اکابرین دیوبند نے اپنی کتابوں میں ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ اور اللہ و رسول کو علا

جو احکار کرنا چاہتا ہے یا مسلمانوں کو ان کی خیانتوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہے اسے جائز ہے

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی بھی کی ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ اس پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب آخری نبی ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَلَكِنْ تَرَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" یہ اللہ کے رسول اور نبیوں میں سب سے آخری ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ لا نَبِيَّ بَعْدِي میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر دیوبندی اکابرین کا عقیدہ ہے کہ نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا عوام اور جاہلوں کا خیال ہے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس صلا پر لکھا ہے۔

عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فہمیت نہیں پھر مقام مدح میں وَلَكِنْ تَرَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ فرماتا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۳۱ پر لکھا ہے

اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ان عبارتوں کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں، حضور کے بعد نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ضروریات دین سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء ہیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ کتاب الاقصاد میں فرماتے ہیں "ان الامة نهت من هذا اللفظ انما انهم عدم نبی بعد ابد عدم رسول بعد ابد ابد وانہ ليس فيهما تاويل ولا تخصيص ومن اولي بتخصيص فكلما من انواع الهزئات

ورنہ ویسے انکا پڑھنا پڑھانا حرام۔ براہین قاطعہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کرائی ہے۔ اور تقویۃ الایمان

لا ینع الحکم بتکفیر لانہما مکن بہ لہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہما مؤول وخصو
تمام امت نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے کہ حضور کے بعد بھی نبی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول اور
اس میں نہ کوئی تاویل ہے (کہ آخری نبی کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گڑھے) نہ اس عموم میں کوئی
تخصیص ہے (کہ حضور کے ختم نبوت کو زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے لہذا جو شخص اس میں
تاویل کرے یا تخصیص بتائے تو اس کا کلام ہریان سمجھا جائے گا اور اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ اس
نص کا حصلا نے والا ہے جس کے غیر مؤول اور غیر مخصوص ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

در مختار میں ہے وان انکر بعض ما علم من الدین ضررۃ یکفر بہا۔ اسی طرح تمام
مسلمانان عالم کا اتفاق ہے کہ مخلوقات میں سب زیادہ علم والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں
مگر دیوبندیوں کے پیشوا ابوبکر رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلیفہ روحانی و جسمانی مولوی خلیل احمد انبیٹھی
نے براہین قاطعہ ص ۱۵ پر لکھا

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے
بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ
شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی
نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے

اس عبارت کا صاف صریح اور متعین مطلب صرف یہ ہے کہ شیطان کے علم کا وسیع ہونا زائد
ہونا نص قرآن کریم اور حدیث سے ثابت ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت
قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے جس کا واضح مطلب یہ
ہے کہ معاذ اللہ شیطان بعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ اسی طرح

امام ابو ہاشمہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تصنیف ہے۔ یہ دونوں کتابیں مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف نہیں ہے اگرچہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی ان باتوں کے

دیوبندیوں اور وہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان کے پر لکھا

اپنی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر کہ اس غیب سے مراد بعض غیب کے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی سی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی ممکن ہے

اس عبارت میں تھانوی جی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ارفع و اطیب کو بدھو، جن خیر و۔ بلکہ بچوں پاگلوں اور جانوروں چوپائیوں کے علم سے تشبیہ دی ہے یا ان کے برابر بتایا ہے۔ ہر عقل والا بتائے گا کہ حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ کسی نبی کی توہین کرے وہ ضرور کافر و مرتد ہے۔ ایسا کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ شفا شریف و شرح شفا للملا علی قاری اور رد المتار ہیں ہے اجمع المسلمون علی ان شاتمہ کافر من شک فی عذابہ و کفرہ کفر، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کسی نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے جو اس کے عذاب دیئے جانے اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

اسی طرح دیوبندی اکابرین کی دوسری کتابوں جیسے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم وغیرہ میں بھی کلمات کفریہ موجود ہیں۔ مثلاً رسول خدا مکر مٹی میں مل گئے ہیں۔ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہوا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ صراط مستقیم میں لکھا رسول اللہ کا خیال نمازیں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہ بدتر ہے۔ بہشتی زیور ص ۳۵/۳۶

میں مولوی اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کے بیان میں لکھا ”کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی“۔ سہرا باندھنا۔ علی بخش جنین بخش، عبد نبی وغیرہ نام رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

قائل ہیں۔ جو ان کتابوں میں درج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲)۔ شادی کی تاریخ مقرر کرنا جائز اور ولیمہ کی دعوت مسنون۔ حدیث میں فرمایا
 اولم ولو بشاة اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت کی، نکاح کے موقع پر ہجرت
 دف بلا بھانج کے بجانا جائز اور باقی بابجے ناجائز و حرام، مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا کہ نکاح نام
 ہے ایجاب و قبول کا، جب یہ پائے گئے نکاح ہو گیا۔ منہیات شرعیہ اگر ہونگے تو نکاح ناجائز
 نہ ہوگا البتہ ان کا گناہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳)۔ ناجائز جیسا کہ جواب نمبر اول میں گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴)۔ جائز ہے، ہر نماز میں ”ایہا البنی“ پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ پڑھنا نماز میں واجب
 ہے۔ یہ نداء احادیث و اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت، اس کی پوری بحث رسالہ انوار
 الانتباہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵)۔ قیام بوقت ذکر ولادت مستحب و مستحسن، علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔
 واستحسن القيام عند ذکر ولادته اثمۃ ذو سراوایۃ و سراویۃ فطوبیٰ لمن کان
 تعظیماً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرماۃ۔ اور انگوٹھے چومنا، انھیں
 آنکھوں سے لگانا جائز و بہتر۔ روا المختار میں ہے۔ يستحب ان يقال عند سماع الاو
 من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا سول اللہ و عند الثانیۃ منها قرۃ عینی

ظاہر ہے کہ ان اقوال کفریہ کو پڑھنے کے بعد سادہ لوح مسلمان کے عقیدہ و عمل کیا حال ہوگا۔ اسلئے
 شرعاً بغیر ضرورت دینیہ ایسی کتابوں کا دیکھنا جائز نہیں۔ ہاں ضرورت دینیہ ہو۔ مثلاً کوئی ان کا رد کرنا
 چاہتا ہے۔ اور رد پر قادر بھی ہے، رد کی خواہش رکھتا ہے، مسلمانوں کو ان اقوال کی خباثتوں
 سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ ان کی تلبیسات کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 آل مصطفیٰ مصباحی

بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظَفَرِي
 إِلَيْهَا مِثْنَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَاعِدًا إِلَى الْجَنَّةِ
 كَذَا فِي كُنْزِ الْعِبَادَةِ ه قَهْستانی و نحوه فی الفتاوی الصوفیہ ، واللہ تعالیٰ اعلم

سے ترجمہ ہے۔ مستحب ہے کہ شہادتِ اولیٰ کو سنتے وقت ”صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہے
 اور شہادتِ ثانیہ کے وقت ”قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہے۔ پھر دونوں انگوٹھے کے
 ناخن کو دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ دعا پڑھے ”اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ“۔ دونوں
 مسئلہ کی تفصیل کے لئے ”اقامۃ القیامۃ“ اور ”تقبیل الابرہامین“ کا مطالعہ کریں۔ ۱۲۔ مہربانی

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مذہب حنفیہ میں اہل سنت جماعت کے نزدیک جو کہ مندرجہ ذیل تحریر ہے کہ انگریزی دوا وغیرہ یا جس دوا میں ایسی چیز ملی ہو جس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے کھانا یا پینا درست ہے یا نہیں؟ ہم کو علم ہو یا نہ ہو؟

الجواب :- وہ دوائیں جن میں اسپرٹ یا کسی حرام و نجس شے کھلنا معلوم ہو ان کا استعمال حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ الکحل اور اسپرٹ وغیرہ رقیق و سیال مسکرات کا قطرہ قطرہ ناپاک اور حرام و ناجائز ہے حدیث شریف میں فرمایا گیا۔ مَا أَشْكُرُ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مفتی بہ یہی ہے عالمگیری میں ہے۔ وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ حَتَّى يَحْدَ مِنْ سَكَرٍ مِنَ الْأَشْرَبِ الْمَتَّخَذَةِ مِنَ الْعُجُوبِ وَالْعَسَلِ وَاللَّبَنِ وَالتِّينِ، لَأَنَّ الْفَسَاقَ يَجْتَمِعُونَ عَلَى هَذِهِ الْأَشْرَبَةِ فِي زَمَانِنَا وَيَقْصِدُونَ السُّكْرَ وَاللَّهُوِيشَ بِهَا كَذَا فِي التَّبَيِّنِ رَج ۴ ص ۱۴۰ ہمارے زمانے میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔ لہذا ایسے شخص پر حد جاری کی جائے گی۔ جو دانوں، شہد، دودھ اور انجیر سے بنائی گئی، شرابوں کو پی کر نشہ میں ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں فساق و فجار ان مشروبات کو نشہ بازی اور لہو و لعب کے ارادہ سے پیتے ہیں۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ وَحَرَمَهَا مُحَمَّدٌ أَيْ الْأَشْرَبَةَ الْمَتَّخَذَةَ مِنَ الْعَسَلِ وَالتِّينِ وَنَحْوِهَا مَطْلَقًا قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا وَبِهِ يَفْتَى ذِكْرُهُ الذَّلِيلِيُّ وَغَيْرُهُ۔ (ر ۵ ص ۳۲۳)

لہذا اگر کسی دوا میں الکحل یا اسپرٹ ملی ہو، تو قول مختار و مفتی بہ میں اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ لیکن آج کے زمانہ میں نہ صرف ہندوپاک، بلکہ یورپی دنیا کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عوام سے لیکر خواص تک سبھی الکحل آمیز دواؤں کے استعمال میں مبتلا ہیں اور جڑی بوٹی والے اطباء نایاب نہیں تو کم یا ب ضرور ہیں اور سریشیوں کا ڈاکٹروں کے پاس

مسئلہ (۱) از علاقہ جو دھپور مقام لاڈنوں قاضی طبیب علی صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل دینی میں کہ
دائی جنا نیوالی کے گھر کا کھانا اور دائی کے ہاتھ کا پکا کھانا اور دائی کی کمائی کھانا
جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) محفل میلاد شریف کی مجلس تین چار جگہ ہو اور ایک ہی مولود خواں
تینوں چاروں جگہ پڑھے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور دن کو مولود شریف پڑھنا
چاہئے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) از ندی اور مونگا سوتا جو اکثر آسام میں یہ کپڑے بنے جاتے ہیں
یہ دونوں قسم کے کپڑے ریشم میں شمار کئے جاتے ہیں؟ یا کوئی دوسری چیز
تصور کرتے ہیں۔ از ندی اور ٹھکر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱)۔ دائی کا پیشہ شرعاً جائز ہے۔ اس سے جو اجرت حاصل ہوئی
اس کا کھانا جائز ہے، اگر وہ دوسرے کو کھلائے تو یہ بھی کھا سکتا ہے، یو ہیں
اس کے گھر کا کھانا یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز ہے۔ ناجوازی
کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ ایک دن یا رات میں ایک شخص متعدد جگہ اور متعدد مرتبہ

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴ کا۔ آئے بغیر علاج کر لینا، سخت دشوار اور باعث حرج ہے۔ لہذا آج
کے دور میں جبکہ ابتلائے عام ہے دفع حرج کی بنا پر بغرض علاج ایسی دواؤں کا استعمال
جائز ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ کے زمانے میں یونانی اطباء بکثرت موجود تھے، شہروں، قصبوں
بلکہ دیہاتوں میں بھی ماہر اطباء پائے جاتے تھے، الکحل آمیز دواؤں کے استعمال میں
ابتلائے عام نہ تھا۔ لہذا قول مفتی بہ سے عدول کرنیکی کوئی وجہ نہ تھی۔ اسلئے آپنے ایسی دواؤں کے استعمال کو حرام فرمایا
واللہ تعالیٰ اعلم، آل مصطفیٰ مصباحی

میلا دڑھ سکتا ہے، اور جس طرح رات میں جائز، دن میں بھی جائز۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر شریف کیلئے کسی وقت ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳): فقیران کپڑوں کی حقیقت سے واقف نہیں۔ اگر یہ ریشم کے کپڑے سے جو ریشم نکلتا ہے اوس سے بنتے ہیں تو حرام ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: از بمبئی متصل منارہ مسجد دوکان فالودہ و آئسکریم مرسلہ جناب شیخ امام علی صاحب مالک دوکان یکم رجب ۱۳۷۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلم گرے ہوئے دانت کی جگہ پر مصنوعی دانت سونے کا بنوائے تو شریعت مطہرہ سے جائز ہے کہ نہیں؟ منع اولہ و ثبوت سے آگاہ فرمائیے؟ اور بعد انتقال اس طلائی دانت کا نکال لینا ضروری ہے کہ نہیں؟ اگر قبر میں ساتھ جائے تو کیسا ہے؟ کچھ خلاف ہے کہ نہیں۔ وہ مصنوعی انگریزی دانت جو پتھریا بڈی کا بنایا جاتا ہے۔ وہ صرف دکھانے کا ہے اسے کھایا پیا نہیں جاتا ہے۔ نیز اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طلائی دانت ان عیوب سے پاک ہے؟

الجواب: امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ سونے کا دانت بنوانا جائز نہیں۔ یہ مصنوعی دانت جو پتھریا مسالے سے بنائے جاتے ہیں کارآمد ہوتے ہیں۔ میں نے خود بہتوں کو دیکھا ہے۔ کہ ان سے اچھی طرح کھاتے ہیں۔ رہی بدبو وہ صفائی سے جاتی رہے گی، او نہیں اتنی بدبو نہیں پیدا ہوتی کہ صاف کرنے سے بھی نہ جائے۔ لہذا ایسی صورت میں سونا استعمال کرنا بلا ضرورت ہوا جو ناجائز ہے، ردالمحتار میں ہے: واذا سقط سنہ فاراد ان يتخذ سناً اخر فعند الامام يتخذ ذلك من الفضة فقط وعند محمد من الذهب الصفاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از گونڈل۔ کاٹھیا واڑ در کوچ محمد عیسیٰ بھائی برسہ جناب سیٹھ
آدم جی ابن یعقوب یکم رجب ۱۲۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ مشہور
ہے کہ بعض زمینیں نخوست والی ہوتی ہیں جو اپنے مالک کو تباہ و برباد کر دیتی
ہیں، اور اکثر مکانات ہندوؤں میں بھی ان کے مرے ہوئے مردوں کے بھوت
وغیرہ کا خوف رہتا ہے، کیا یہ سچ بات ہے کہ زمین کی نخوست کی وجہ سے اور
کفار کے مکان میں بھوت ہونے کی وجہ سے جان و مال کو نقصان پہنچتا ہے؟
سنو! تو جروا۔

الجواب :- خیر و شر سب منجانب اللہ تعالیٰ ہے، حقیقتاً نخوست کسی
چیز میں نہیں، نہ اللہ کے سوا عالم میں کوئی چیز مؤثر، زمین کی نخوست بایں
معنی کہ اسکی سکونت اس کے مقاصد و نی میں مغل ہے، مثلاً وہ زمین مسجد
سے دور ہے، یا وہاں کے رہنے والے بکثرت فساق و فجار و کفار ہیں، جن کی
صحبت و معیت مضر ہوگی، یا وہاں کی آب و ہوا اس کے مزاج سے ناموافق ہے
اگر اس معنی کے لحاظ سے نخوس کہا جائے تو درست ہے، اور یہ خیال نہ ہو بلکہ
یہ سمجھتا ہو کہ فلاں مکان میں رہنے سے دولت کم ہوگئی یا آدمی مر گئے تو یہ
غلط ہے، بخاری شریف کی حدیث انما الشؤم فی ثلثة فی الفرس والمرأة والدار
یہ حدیث بایں معنی نہیں کہ یہ چیزیں نخوس ہوتی ہیں بلکہ اس حدیث کے معنی
دوسری حدیث جو سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری شریف
میں جو اس پہلی حدیث سے متصل مذکور ہے، واضح ہوتی ہیں، ان رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان کان فی شیء ففی المرأة والفرس والمسکن۔ نیز
ابوداؤد میں سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ان تکن الطیرۃ فی شیء

ففي الدار والفرس والمرأة۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر نحوست کسی شے میں ہوتی جو ان میں سے
 ہوتی اور جب ان میں بھی نہیں تو کسی شے میں نہیں، یعنی یہ حدیث اس
 حدیث کے مثل ہے جس میں حضور نے فرمایا لو کان شیء سابق القدر سبقته العین
 اسی لئے اس حدیث کے ظاہر معنی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 نے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے
 کہ ان تین میں نحوست ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ایسا کہتے تھے کہ
 ان تین میں نحوست ہے، بعض احادیث میں نحوست کی یہ تفصیل مذکور ہے
 کہ مکان کی نحوست یہ کہ اس کے پڑوسی خراب ہوں، اور عورت کی یہ کہ وہ ہر
 کی نافرمانی کرے، اور گھوڑے کا یہ کہ شیر ہو۔ یعنی یہ چیزیں جب خلاف
 شرع یا خلاف طبع کیلئے سبب ہو جائیں تو ان سے جدائی کی جائے، پس نحوست
 کے صرف اتنے معنی ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے
 الشوم في الاحاديث المستشهد بها محمول على الكراهية التي سببها ما في الاشياء من
 مغالفة الشرع او الطبع كما قبل شوم الدار ضيقها وسؤجیرانها وكذا شبهته
 في سکنها وبعدها عن الجماعة بحيث تفوته الصلوة مع الامام وشوم المرأة
 عدم ولاوتها وسلاطه لسانها وغلاء مهرها ونحوها من حملها الزوج على
 ما لا يليق بار باب التقوی وشوم الفرس ان لا يغزی علیها او یرکب علیها
 افتخار وخلاء۔ بھوت کوئی چیز نہیں حدیث میں ہے لا غول یعنی بھوت کوئی
 چیز نہیں یا ہوں تو نقصان نہیں پہنچا سکتے، کفار کی روحیں مقید ہیں وہ کیا
 کسی کو آ کر تکلیف پہنچا سکتی ہیں۔ البتہ شیاطین لوگوں کو پریشان کرتے ہیں
 اگر مکان والے نماز پڑھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں، اور بسم اللہ پڑھ
 کرات میں دروازہ بند کریں، اور آیتہ الکرسی پڑھ کر سوئیں اور صبح کو بسم اللہ پڑھ

کر دروازہ کھولیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ شیاطین کے فتنہ سے محفوظ رہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از ریاستی ناگور مارواڑ مرسلہ محمد غیاث الدین مہاروی، ۳ صفر ۱۳۵۷ھ
 قادیان ضلع گرداسپور پنجاب سے جو قاعدہ یسنا القرآن چھپکر شائع ہوا،
 وہ بچوں کو پڑھانا کیسا ہے ؟

الجواب :- مذہب قادیانی رکھنے والے یقیناً جماعاً بلا شک و شبہ کفار
 و مرتدین ہیں۔ ایسے لوگوں کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ناجائز ہے اگرچہ ان کتابوں
 میں انکی گمراہی کی باتیں نہ ہوں مگر مصنف کی عزت دل میں پیدا ہوگی اور انکی
 باتیں قبول کرنیکا مادہ پیدا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کو کہتے ہیں، یہ شخص کھلا ہوا کافر و مرتد تھا۔ اس نے
 اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم کی شان رفیع و جلیل میں طرح طرح کی گستاخیاں
 کی، یہودہ کلمات استعمال کئے، اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے ضروریات دین
 کا انکار کیا ہے، نیز انبیاء کرام کی تکذیب و توہین کی اور قرآن عظیم کا بھی انکار کیا ہے،
 اس کے مختصر عقائد و باطلیل یہ ہیں

(۱)۔ ازالہ اوہام ص ۵۳۳ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

”خداے تعالیٰ نے براہین احمدیہ، میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی،“

(۲)۔ اسی کتاب کے ص ۶۸۸ میں ہے۔

”حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔“

(۳)۔ اسی کے ص ۲۶، ۲۸ میں لکھتا ہے۔

”قرآن شریف میں گندگی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبان کے طریق کو

:- بقیہ حاشیہ ص ۱۰۹ کا :-

استعمال کر رہا ہے“

(۴) - حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جتنی باتیں تھیں - مرزا جی نے انہیں اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام ص ۲۸ میں لکھتا ہے -
 ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“ - تجھ کو (غلام احمد کو) تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔ اور آیت کریمہ ”ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احد“ سے اس نے اپنی ذات مراد لی۔

(۵) - اربعین نمبر ۲ ص ۱۳ پر لکھا، ”کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ“، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے، اعجاز احمدی کے ص ۱۳ پر لکھا، ”یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور انکی پیشین گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں۔ کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں۔ بغیر اس کے کہ یہ کہیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے۔ اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں“۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے، ”عیسائی تو انکی خدائی کو روتے ہیں۔ مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں“

اس طرح کے توہین آمیز کلمات اور انکار ضروریات دین سے مرزا جی کی کتابیں بھری ہیں۔ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کو ممکن بتایا۔ اور مرزا احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا اعلان کر کے حضور علیہ السلام کے بعد نبی پیدا ہونے کو واقع تسلیم کر لیا۔ اس کے متبعین اسے علی الاعلان نبی مانتے اور اس کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لہذا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین قادیانی کہنے والے، ضروریات دین کا انکار کرنے، انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے، اور قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً اجماعاً بلا شک و شبہ کافر و مرتد ہیں۔

مسئلہ :- از نصیر آباد چھاؤنی ۲۸ جمادی الاخرہ ۱۳۴۲ھ مسئلہ غلام قادر
 کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام کہ زید کہتا ہے کہ حسب منشاء
 فرمان حضرت رب العزۃ - لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي
 خَلَقَهُنَّ ۖ اسلام میں غیر اللہ کے حق میں سجدہ تعظیم حرام ہے، بکر کہتا ہے چونکہ
 حضرت خلیل اللہ پر فرض عبادت میں ستاروں مع چاند و سورج کی عبادت
 قطعاً حرام ہو چکنے کے بعد سجدہ تعظیم ملت ابراہیمی میں رائج تھا۔ حضرت یوسف
 علیہ السلام کو آپ کے والدین مع گیارہ برادران کے سجدہ تعظیم کرنیکی شہادت
 قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرات صوفیہ کرام میں بھی یہ قدامت سے
 رائج چلا آ رہا ہے، زید نے جس کا حوالہ دیا ہے اس آیت میں صرف شمس و قمر کو

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۱ کا۔ ایسے کہ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابُهُ فَقَدْ كَفَرَ۔ جو ان کی کفریات پر مطلع ہو کر
 ان کے کافر و مرتد ہونے اور عذاب دیئے جانے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے عقیدہ والوں کی
 کتابیں بچوں کو پڑھانا ان کے عقیدہ و عمل کے فساد کا باعث ہے۔ معروف محدث امام ابن سیرین علیہ الرحمہ کے
 پاس دو بدمذہب نے آکر عرض کی کہ۔ ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں آپ نے منع فرمایا۔ انھوں نے کہا
 تو پھر آپ ہی کوئی حدیث ہمیں پڑھ کر سنائیے۔ فرمایا یہ بھی نہیں۔ یہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ یا میں چلا جاؤنگا
 وہ دونوں نکل گئے، لوگوں نے امام موصوف سے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یُقْرَءَ عَلٰی اَیَّہِ
 فَنَحْنُ فَاِیْنِہَا فَنَقْرَءَ ذَٰلِکَ فِی قُلُوبِیْ۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آیت پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ تحریف کر دیں اور میرے
 دل میں وہ بات گھر کر جائے۔ جب ایک امام وقت اور محدث عصر کا یہ حال تو ہمہ شما کا
 کیا ٹھکانا، وہ بھی بچوں کا۔

لہذا مذہب قادیانی رکھنے والوں کی کتابوں کا بچوں کو پڑھانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ سجدہ ۱۰ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹۔ آل مصطفیٰ مصباحی

سجدہ کرنیکی نفی ہے، نہ کہ مسجود ملائک کی، نیز سجدہ عبادت کے متعلق ہے نہ کہ سجدہ تعظیمی سے، نیز اگر زید کا قول درست ہے تو کیا اس سے حضرت یوسف و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر معصوم انبیاء حنکی معصیت سے بریت قرآن مجید سے ثابت ہے، نفوذ باللہ کفر و شرک کے مرتکب ثابت ہونگے حالانکہ اس سجدہ تعظیم کی شہادت کے بعد قرآن مجید سے نسخ ثابت ہونا محالاً سے ہے، اس کا خلاف صرف ایک حدیث آحاد ہی ہے، اور بس۔ لہذا زید و بکر کے کلام میں مسلمانوں کے لئے قابل عمل قوی ترکوںسا ہے؟ اور قابل

اجتناب ضعیف و موضوع کونسا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- شرائع سابقہ کے بہت سے احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے۔ بعض امور ایک شریعت میں جائز تھے اور دوسری میں حرام، بلکہ خود اس شریعت میں بھی بعض باتیں ابتداً جائز تھیں۔ اور پھر حرام ہو گئیں، یا پہلے حرام تھیں، بعد میں جائز ہو گئیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جو امر جائز تھا۔ پھر ممنوع ہوا۔ وہ کفر نہیں ہو سکتا کہ کفر تبیح لعینہ ہے وہ کبھی جائز نہیں ہو سکتا، قرآن مجید میں جہاں غیر خدا کیلئے سجدہ کا حکم ہے۔ جیسا کہ ملائکہ کو حکم ہوا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو یا برادران یوسف علیہ السلام نے ان کو سجدہ کیا۔ اس سجدہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہاں سجدہ کے لغوی معنی انحناء یعنی جھک جانا مراد ہے۔ ان مواقع میں سجدہ سے پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی تفسیر منقول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ شرعی سجدہ تھا۔ یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا مگر وہ سجدہ ان کو نہ تھا جن کے سامنے کیا گیا۔ بلکہ یہ سجدہ خدا کو تھا۔ اور سجدہ

ملائکہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سجدہ برادران یوسف علیہ السلام میں یوسف علیہ السلام قبلہ تھے - مَسْجُودٌ لَهُ - نہ تھے - اور آیت کریمہ وَادْعُ قُلُوبَنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدْ وَاِلٰدَامَ - اور آیت کریمہ وَخَرُّوْا لَیْلَہٗ سُجَّدًا - میں لام بمعنی الی ہے یعنی شرائع سابقہ میں انسانوں کو قبلہ قرار دینا کہ اسکی طرف سجدہ کیا جائے، جائز تھا اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف صلاۃ و تحیۃ میں قبلہ صرف کعبہ معظمہ میں ہے - غیر کعبہ کا قبلہ ہونا آیت کریمہ - فَوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، سے منسوخ ہو گیا یا یہ لام سببیہ ہے - جس طرح اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذٰلِکَ الشَّمْسِ، میں ذٰلِکَ الشَّمْسِ سبب وجوب نماز ہے - اسی طرح تخلیق آدم علیہ السلام سبب وجوب سجدہ ہے ان دونوں تفسیروں کے لحاظ سے ظاہر کہ نہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ برادران یوسف علیہ السلام نے ان کو سجدہ کیا بلکہ محض جھکنا تھا - کہ زمانہ سابق میں یہ بطور تحیت تھا - یا یہ سجدہ خدا کو تھا اور آدم و یوسف علیہما السلام قبلہ تھے - یا آدم علیہ السلام کی تخلیق سبب وجوب تھی - اور یوسف علیہ السلام سے ملنا ایک نعمت تھا کہ ان کے ملاقات پر ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ شکر ادا کیا تفسیر بیضاوی میں ہے - وَالْمَامُورُ بِہٖ اَمَّا الْمَعْنٰی الشَّرْعِیۃُ فَالْمَسْجُودُ لَهُ فِی الْحَقِیْقَۃِ هُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَعَلَ اٰدَمَ قِبْلَۃً سَجُوْدَہُمْ تَفْخِیْمًا لِشَانِہٖ اَوْ سَبَبًا لِّوَجُوْبِہٖ فَالْلَامُ فِیْہِ کَالْلَامِ فِیْ قَوْلِ حَسَّانَ (رَفِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) اَلِیْسَ اَوَّلُ مَنْ صَلَّی لِقَبْلِکُمْ، اَوْ فِی قَوْلِہٖ تَعَالٰی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذٰلِکَ الشَّمْسِ وَاَمَّا الْمَعْنٰی اللُّغَوِیۃُ وَہُوَ التَّوَاضُّعُ لِاَدَمَ تَحِیۃً وَتَعْظِیْمًا لَہٗ کَسَجُوْدِ اِخْوۃِ یُوْسُفَ لَہٗ - اسی کے مثل جمل حاشیہ تفسیر جلالین میں خطیب سے نقل کیا، تفسیر

لہ تفسیر بیضاوی شریف ج ۱ ص ۶۳ - مصباحی

جلالین میں ہے۔ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا اٰدَمَ، سَجُوْدٌ تَّحِيَّةٍ بِالْاَنْحِنَاءِ لَهٗ
 جمل میں ہے۔ اِی سجدود تعظیم لآدم ثم نسخ الاسلام هذه التحية وجعل
 التحية هي السلام وقوله بالانحناء ای من غير وضع الجبهة على الارض
 وهذا اصح القولين في المقام اه۔ شیخنا، تفسیر مدارک میں ہے اسجدوا
 لآدم ای اخضعوا له واقربوا بالفضل له عن ابی بن کعب وعن ابن عباس
 رضى الله تعالى عنها كان ذلك انحاء ولم يكن خروا على الذقن۔ تفسیر
 بیضاوی میں زیر قولہ تعالیٰ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا یہ ہے۔ وقيل معناه خروا
 لاجله سجد الله شكرا وقيل الضمير لله تعالى والواول ابويه واخوته۔
 خفاجی میں ہے۔ قال الامام انه قول ابن عباس رضى الله تعالى عنها
 وهو الاقرب اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ یہ لام سببیہ ہے کہ یوسف
 علیہ السلام کی ملاقات پر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا، حاشیہ شیخ زاوہ میں ہے
 فمعنى الآية على هذا خروا اي لاجل وجدان يعقوب اياها شكر الله فذلك
 اسجد سجد شكر والمسجد له هو الله تعالى لان ذلك السجد انما كان
 لاجله تعالى بمقابلة نعمة وجدان يوسف وقيل المراد معناه خروا اليه سجد الله
 شكر النعمة وجدانه على ان يجعلوا يوسف كالقبلة ويسجدوا لله تعالى۔ يا
 (له) کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، یوسف علیہ السلام کی طرف
 راجع نہیں کہ یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کو ہو، جو علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ خدا
 کو تھا یوسف علیہ السلام کو نہ تھا وہ اپنے قول کی تائید میں یہ پیش کرتے ہیں کہ
 اگر یہ سجدہ تحیت یوسف علیہ السلام کو ہوتا تو تخت پر پہنچنے کے بعد نہ ہوتا
 کہ سجدہ تحیت اول ملاقات میں ہوتا ہے نہ یہ کہ یوسف علیہ السلام ان کے
 استقبال کیلئے شہر سے باہر گئے اور شہر میں لائے اور اپنے تخت پر لے گئے

۱۸ بقصص ۱۸، ۲۱ تفسیر جمل ج ۱ ص ۲۱، ۲۲ تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۲۔ ۲۰، ۲۱ تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۰، ۲۱ مطبع نول کشور۔ مصنف

اس کے بعد لوگوں نے سجدہ کیا اب سجدہ تحیت کا کیا موقع ہے اگر سجدہ کیا ہوتا تو اس وقت کرتے جب پہلی ملاقات ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں فرمایا فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَاهُ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنشَاءً آمِنِينَ وَرَفَعَ أَبَوَاهُ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا۔ اس صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہر سے باہر استقبال کیلئے یوسف علیہ السلام گئے تھے، جب تو ان سے کہا کہ مصر میں تشریف لے چلے، اس واسطے بیضاوی میں ہے واستقبلہ یوسف والملك اور وقت استقبال سجدہ نہ تھا بلکہ معانقہ تھا کہ ادی الیہ ابویہ سے معانقہ مراد ہے چنانچہ بیضاوی میں ہے، ضم الیہ اباءه وخالتہ واعتنقہا۔ تو جب وقت ملاقات سجدہ نہ کیا بلکہ معانقہ ہوا تو تخت پر جانیکے بعد سجدہ تحیت کیونکر ہوگا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اگر یہ سجدہ تحیت ہوتا تو یوسف علیہ السلام اسے والد کو سجدہ تحیت کرتے نہ یہ کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ ان کو بہت وجوہ سے ان پر فضیلت تھی الغرض یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کیلئے نہ تھا اور اگر تھا تو مجرور انخمار تھا ان دونوں قرآن سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگرچہ پہلی بات کا جواب قاضی بیضاوی نے یہ دیا ہے والرفع مؤخر عن الخور وان قدم لفظا للاهتمام، یعنی سجدہ پہلے تھا اور تخت پر جانا بعد میں ہوا، خفاجی میں ہے۔ وهذا رفع لقول الامام تقویۃ للوجه الثانی بان قوله رفع ابویہ وخروا یدل علی انہم بعد واثم سجدوا ولو کان السجود لیوسف علیہ الصلوۃ والسلام کان قبل الصعود یعنی لانہ یکون تحیۃ والمعتاد وفعلہما حین الدخول لا بعد الصعود والجلوس بخلاف سجدۃ الشکر

لہ تفسیر بیضاوی ص ۴۰۷ سورہ یوسف - مصباحی

ومخالفة لفظه ظاهر الترتيب ظاهر المخالفة للظاهر - ووسر اعترض مع جواب
 علامة خفا جی اس طرح ذکر کرتے ہیں واما انه كان الايق حينئذ سجود يوسف
 ليعقوب عليهما السلام فدفع بانه تحقيق لرويا لعلمة خفية وبان يعقوب
 عليه الصلوة والسلام انما فعله لتتبعه الاخوة فيه لان لانة ربما حملتهم على
 الانفة منه فيجر الى ظهور الاحقاد الكامنة وعدم عفو يوسف عليه السلام
 حاشية شيخ زاوہ ہیں ہے۔ ولما ورد ان يقال كيف جاز السجود لغير الله تعالى
 على وجه التعظيم وعلى تقدير جواز ان كان يعقوب احق بذلك من يوسف عليهما
 السلام لان يوسف وان كان نبيا الا ان يعقوب كان اعلى خالاً منه من حيث
 التقدم في النبوة ولحملة الابوة ومن حيث الاجتهاد في تكثير الطاعات ومن
 حيث انه كان شيخا كبيرا والشاب يجب عليه تعظيم الشيخ فواجبه قوله تعالى
 وخروا له سجدا اجاب عنه المصنف تحية وتكرمة له بناء على انهم لم يكونوا
 نهوا عن السجود لغير الله تعالى في شريعتهم وكان تحية الناس بعضهم ببعض بالسجود
 ونمير ل تحية الناس ذلك الى ان جاء الله تعالى بالاسلام فذهب بالسجود
 وجاء بالمصافحة - تيسر قول یہ ہے کہ وہ سجدہ بوضع جہت تھا اور شرائع سابقہ
 میں تحیت واکرام کیلئے سجدہ جائز تھا اس شریعت میں اس کا جواز منسوخ
 ہو گیا قاضی بیضاوی نے وخروا له سجدا کی تفسیر میں اسی کو مقدم کیا
 اور دوسرے اقوال کو بصیغہ تمريض ذکر کیا اسکی عبارت یہ ہے وخروا له
 سجدا تحية وتكرمة له فان السجود كان عندهم يجرى مجراها خفا جی میں
 ہے۔ دفع به السؤال بان السجود لا يجوز لغير الله بانه في غير شريعتنا وقد
 كان جائزا للتكرمة فنسخ - تفسیر مدارک میں بھی اسی قول کو اختیار کیا اور دوسرے
 اقوال کو قیل کے ساتھ ذکر کیا بلکہ ان پر اعتراض بھی کئے اسکی عبارت یہ ہے،

وكانت السجدة عندهم جارية تصحى التحية والتكرمة كالقيام والمصافحة وتقبيل
إليه وقال الزجاج سنة التعظيم في ذلك الوقت ان يسجد للمعظم وقيل ما كانت
الا انحاء دون تعفير الجباه وخروهم سجدا يا باه وقيل وخرو والجل يوسف
سجد الله شكرا وفيه بنوة ايضا - نیز اسی میں ہے ، والجہور ان الامور بہ وضع
الوجه على الارض وكان السجود تحية لآدم عليه السلام في الصحيح اذ لو كان لله
تعالى لما امتنع عنه ابليس وكان سجود التحية جائزا فيما مضى ثم نسخ بقوله عليه السلام
لسلمان حين امر ان يسجد له لا ينبغي للمخلوق ان يسجد لاحد الا لله تعالى - تفسير
کشاف میں ہے ، السجود لله على وجه العباداة ولغيره على وجه التكرمة كما
سجدت الملائكة لآدم وابو يوسف واخوته له ويجوز ان تختلف الاحوال والاقوات
فيه ، حمل حاشية جلالين میں ہے ۔ کان ذلك جائزا في ذلك الزمان فلما
جاء الاسلام نسخت هذه الفعلة حاشية شیخ زاوہ میں ہے ۔ واكثر المفسرين
على ان المراد بالخرو سجدا وضع الوجه على الارض بناء على انه هو المتعارف
المتافهم ، مفسرين کے چند اقوال اس لئے ذکر کئے گئے تاکہ معلوم ہو کہ سجدہ
برادران يوسف عليه السلام میں اس قدر شدید اختلافات ہیں کہ آیا وہ محض انحراف
تھایا زمین پر پیشانی لگا دینا ، بر تقدیر ثانی وہ اللہ عزوجل کو سجدہ تھا یا يوسف
عليه السلام کو ، جب اس قدر عظیم اختلافات موجود ہیں اور سید المفسرين حضرت
عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو انحراف پر محمول کرتے ہیں ۔ تو
ظاہر ہے کہ یہ آیت جواز سجدہ تحیت واکرام میں قطعی الدلالت نہیں ، پھر اس کے
ناسخ کا قطعی ہونا کیا ضرور ۔ جبکہ دلیل جواز قطعیت کا افادہ نہیں کرتی ۔ بلکہ
یہ جواز بر تقدیر ثبوت ظنی ہے ، جمہور مفسرين جو یہاں ، وضع جہہ ، مراد لیتے ہیں
وہ خود تصریح کرتے ہیں کہ یہ حکم شرائع سابقہ کا ہے ہماری شریعت نے یہ حکم

منسوخ کر دیا تو جس طرح جواز سجود میں اونکے قول کو اعتبار کیا جاتا ہے نسخ میں بھی ان کا قول اعتبار کرنا چاہیے، ورنہ پہلے دونوں گروہ مفسرین تو غیر اللہ کے لئے مطلقاً سجدہ کو ممنوع قرار دیتے ہیں، اونکے قول کا حاصل تو یہ ہے کہ نہ پہلے جائز تھا نہ اب جائز ہے اور یہ قول رابع جو بکر نے اختراع کیا ہے بالاجماع باطل ہے اور ایسا قول ہرگز قابل قبول نہیں، پھر ہم احادیث کی طرف نظر کرتے ہیں تو ممانعت سجود کے راوی صرف حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں ہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام بھی اس کی روایت کرتے ہیں اگرچہ الفاظ میں کچھ اختلافات ہیں، مگر ممانعت سجود میں سب مشترک ہیں مثلاً انسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد نے معاذ بن جبل و عبد اللہ بن ابی اوفی و انس و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حاکم نے بریرہ و قیس بن سعد، و ابن ماجہ نے عائشہ و عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی نے انس و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، طبرانی نے ابن عباس و زید ابن ارقم و معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم، بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد ابن حمید نے حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن منصور نے زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے، آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت انی آیت الحیرۃ فرأیتهم یسجدون لمزریان لهم فانت احق بان یسجد لک فقال أ رأیت لو مررت بقبری ا کنت تسجد لہ فقلت لا فکان لا تفعلوا۔ لو کنت أمراً حداً ان یسجد لاحد لا مری النساء ان یسجدن لانرا جہن لما جعل اللہ لہم علیہن من حق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے حاضر ہو کر یہ عرض کی یا رسول اللہ میں حیرہ
 گیا تھا وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سر وار کو سجدہ کرتے ہیں لہذا حضور کو
 سجدہ کیا جانا زیادہ درست ہوگا ارشاد فرمایا کیا تو میری قبر پر آئے گا تو اسے
 سجدہ کرے گا۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا کہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ
 کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کہ خدا
 نے شوہروں کا عورتوں پر حق رکھا ہے، مرقاة میں ہے۔

لا تفعلوا ای فی الحیاة کذلک لا تسجدوا، قال الطیبری رحمہ اللہ تعالیٰ ای
 اسجد واللہ الذی لایموت وعن ملکہ لایزول، امام احمد کی روایت عائشہ
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابہ
 یا رسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال
 اعبدوا ربکم واکرموا اباکم ولو کنت امرأ احد ان یسجد لأحد لامرت المرأة
 ان تسجد لزوجها، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز مجمع مساجد
 وانصار میں تشریف فرما تھے، کہ ایک اونٹ نے حاضر ہو کر حضور کو سجدہ کیا صحابہ
 نے عرض کی یا رسول اللہ جب چوپایہ اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم کو
 زیادہ سزاوار ہے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت
 کرو اور میرا کرام کرو اور اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو
 حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے، اعبدوا
 ربکم ای بتخصیص السجدة فانہا غایۃ العبودیۃ ونہایۃ العبادۃ واکرموا اباکم
 ای عظموا تعظیماً یلیق بہ بالمحبۃ القلبیۃ والاکرام المشتمل علی الاطاعۃ الظاہریۃ
 والباطنیۃ وفیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ مَا کَانَ لِشَیْءٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰهُ الْکِتَابَ

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ، وإيذاء الی قولہ ما قلت لہم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربی و ربکم و اما سجدة البعیر فخرق للعادة واقع بتسخیر الله تعالى وامرہ فلا مدخل لہ صلی الله تعالى علیہ وسلم فی محابہ والبعیر معذور حيث انه من ربہ ما مور کا مر الله تعالى ملائکتہ ان يسجدوا۔ لآدم۔ حاصل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے سجدہ کو اللہ عزوجل کیلئے خاص کر دیا ہے لہذا صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سجدہ کو خدا ہی کیلئے مخصوص رکھو اور میری تعظیم و تکریم اس طرح کرو جو میرے لئے لائق و مناسب ہے اور شتر نے جو سجدہ کیا تھا وہ بطور خرق عادیہ تھا وہ خدا کی طرف سے ما مور تھا جس طرح ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو خدا کے حکم سے سجدہ کیا تھا۔

اقول شتر کا سجدہ کرنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کو منع نہ فرمانا حالانکہ ہر شئی حضور کی مطیع تھی اور ہے اگر شتر کو منع فرما دیتے تو وہ ضرور باز آجاتا، باوجود اس علم کے حضور نے منع نہ فرمایا اور جب صحابہ نے سجدہ کی اجازت طلب کی تو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جانوروں کو اللہ عزوجل نے شترک و کفر کے قبول کرنے کا مادہ نہیں عطا فرمایا ہے۔ یہ قواء متضادہ اور ہر قسم کی صلاحیت جن و انسان ہی میں ہے، جانوروں کو علم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں وہ اگر حضور کو سجدہ کرتے تو یہ کبھی احتمال نہ ہوتا کہ حضور کو معبود جانتے ہیں، بخلاف انسان کے کہ تجربہ شاہد تھا کہ سجدہ تحیت کرتے کرتے اس نے سجدہ عبادت شروع کر دیا۔ اگرچہ حاضرین صحابہ تھے اور وہ کامل الایمان تھے اور ان کے قلوب و دماغ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے بہرہ مند تھے مگر ان کو اگر اجازت دی جاتی تو

بعد والوں کو سجدہ کرنے کی سند ملتی اور ان میں شرک کا پایا جانا اتنا مستبعد نہ تھا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام کو مطلقاً منع فرمایا اور جانور کو منع نہ فرمایا۔ اسی واسطے دوسری روایت میں لفظ بشر ذکر فرمایا کہ بہائم و اشجار سجدہ کریں تو کر سکتے ہیں مگر انسان کو اس کی اجازت نہیں، اور اسی مصلحت سے اس حدیث میں اعبداً و ربکم فرمایا کہ تمہارا سجدہ عبادت کی طرف منجر ہوگا جو خدا کے سوار دوسرے کیلئے نہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری روایت شتر کے سجدہ کرنے کی مواہب سے نقل کی، وہ یہ ہے۔ روی احمد والنسائی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان اهل بیت من الانصار لهم جبل یسقون علیہ ای یسقون وانه استصعب علیہم فمنعہم ظہرہ ان الانصار جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا انه کان لنا جبل نستقی علیہ وانه استصعب علینا ومنعنا ظہرہ وقد عطش النخل والزروع فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوموا فقاموا فدخل الحائط یعنی البستان والجبل فی ناحیۃ فنبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نحوه فقالت الانصار یا رسول اللہ قد صار مثل الکلب الکلب وانا نخاف علیک صولة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس علی منہ باس فلما نظر الجبل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقبل نحوه حتی خر ساجدا بین یدیه فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بناصیۃ اذل ما کان قط حتی ادخلہ فی العمل فقال لہ اصحابہ یا رسول اللہ هذه بهیمة لا تعقل تسجد لک ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لک فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یصلح بشر ان یسجد لبشر لو صلح البشر لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها لعظم حقہ علیہا۔ اس حدیث کا مضمون

یہ ہے کہ بعض انصار کا ایک شتر تھا جس سے وہ لوگ اپنے کھیت اور باغ کو سیراب کرتے تھے وہ شوخی اور سختی کرنے لگا کام کرنا چھوڑ دیا آنھوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے شتر نے کام چھوڑ دیا ہے درخت اور کھیت کو پانی کی ضرورت ہے، حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو چلو سب صحابہ حضور کے ساتھ ہوئے حضور اس باغ کے اندر تشریف لے گئے جس کے ایک کنارہ میں وہ شتر تھا حضور اس کی جانب تشریف لے جانے لگے انصار نے عرض کی یا رسول اللہ یہ شتر دیوانہ کتے کی طرح ہو گیا ہے۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں حضور پر حملہ نہ کر دے، ارشاد فرمایا مجھے اس کی طرف سے کچھ اندیشہ نہیں جب اونٹ نے حضور کو دیکھا حضور کے قریب آیا اور حضور کے سامنے سجدہ میں گر پڑا حضور نے اس کی چوٹی کے بال پکڑ لئے وہ ایسا فرماں بردار ہو گیا، کہ اتنا فرماں بردار کبھی نہ تھا، حضور نے اسے کام میں لگا دیا صحابہ نے عرض کی کہ یہ بے عقل جانور حضور کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم تو ذوی العقول ہیں ہم کو زیادہ سزاوار ہے کہ حضور کو سجدہ کریں، حضور نے ارشاد فرمایا بشر کو درست نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے اگر یہ درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ عورت پر شوہر کا حق بہت زیادہ ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں اور یہ احادیث گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں اور بہت ممکن ہے کہ تلاش و تفتیش کرنے سے عدد روایہ میں اور اضافہ ہو اور اگر حدیث روایہ عن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبوراً انبیائہم مساجد کو بھی شامل کر لیا جائے، اور اس کے اختلافات روایت کی طرف نظر کیجائے تو ممانعت سجدہ کے روایہ بہت کثیر ہوں گے، کہ یہ حدیث بھی ابن عباس و

ابو سعید خدری و ابو ہریرہ و اسامہ بن زید و عائشہ صدیقہ و انس بن مالک و
عبداللہ بن مسعود و جندب و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے
اور ہو سکتا ہے کہ تتبع کرنے پر اس حدیث کے رواۃ میں بھی اضافہ ہو جائے
اور ہرگز یہ حدیث متروک الغل نہیں ہو سکتی، اس لئے بلا اختلاف و تکیر
تمام ائمہ مجتہدین نے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام بتایا، اس میں کسی کا اختلاف
منقول نہ ہوا ممانعتِ سجود کی روایات کی طرف نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اگرچہ الفاظ آحاد ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث معنی متواتر ہو اسی واسطے
شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں فرماتے
ہیں کہ سجدۂ تحیت کا جواز احادیث متواترہ سے منسوخ ہے اُن کی عبارت یہ
و پیشانی را بر زمین رسانیدن بدو طریق واقع می شود۔ یکے آنکے برائے ادائے
حق عبودیت باشد و این قسم در جمیع ادیان و ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع
است و هیچگاہ جائز نشدہ زیرا کہ محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ بہ تبدیل
ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ این نوع تعظیم مشعر بغایت تذلل
است و غایت تذلل برائے کسے سزاوار است کہ در غایت عظمت باشد
و غایت عظمت آنست کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق (سبحانہ)
است در ہیچ مخلوق یافتہ نمی شود، دوم آنکہ برائے تکریم و تہجۃ باشد مانند
سلام و سرجم کردن و این معنی باختلاف رسوم و عادات و تبدل از منہ و اوقات
مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام، در امتہائے سابقہ جائز بود
چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان شان واقع شدہ کہ خروالہ سجداً
و در شریعت ما این طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است، بدلیل
احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ، نیز فقہائے کرام اپنی کتابوں میں

تصریح فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے اور بہ نیت عبادت ہو تو شرک و کفر، اور ہم مقلدین کیلئے ان کے اقوال کافی ہیں اور بیشک وہ ناسخ و منسوخ کو ہم سے اچھا جانتے تھے تو جب وہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ منسوخ ہے تو ان کے اقوال کو پس پشت ڈالنا اور اس کے خلاف عمل کرنا مقلد کو کب سزاوار ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، "من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لا یکفر ولكن یأثم لا یرتکب بہ الکبیرة هو المختار، و المختار میں ہے "و اختلفوا فی سجود الملئکة قبل کان لله تعالیٰ والتوجه الی آدم للتشریف کا استقبال الکعبۃ وقیل بل لآدم علی وجه التحیة والاکرام ثم نسخ بقوله علیه الصلوة والسلام لو أمرت احدا ان یسجد لأحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها، تاترخانیہ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ له بل تحیة واکراماً ولذا امتنع عنه ابلیس وكان جائزاً فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور الماتریدی وفیه دلیل علی نسخ الكتاب بالسنة، امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ علم کلام کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیت منسوخ ہو گیا۔ لہذا اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ کہنا کہ اس کا نسخ قرآن مجید سے ثابت کرنا محالات سے ہے یہ اس کے قلت علم کی دلیل ہے اگر وہ حنفی ہے تو اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب اللہ کا نسخ سنت سے بھی ہوتا ہے۔ اصول فقہ کی کتابیں دیکھئے اسے معلوم ہو جائے گا کہ یجوز نسخ الكتاب بالكتاب والسنة، ہاں خبر آحاد چونکہ ظنی ہوتی ہے لہذا کتاب کی قطعیت کا نسخ نہیں کر سکتی اور اگر حدیث متواتر ہو تو اب نسخ میں انکار کی کیا جگہ، خصوصاً جبکہ فقہاء وائمہ اس کا منسوخ ہونا بیان کر رہے ہیں۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی حدیث کو

متواتر بتائے ہیں چوں کہ اس شریعت کو خدا نے پاک نے کامل بنایا ہے
لہذا ہر ایسے امر کو کہ شرک کی طرف منجر ہو منع فرما دیا۔ شراعیہ سابقہ میں سجدہ
تحتہ جائز تھا مگر یہود و نصاریٰ نے تحیت ہی تک اسے محدود نہ رکھا بلکہ غیر اللہ
کی عبادت کیلئے سجدہ کرنے لگے اسی وجہ سے حدیث میں ان پر لعنت فرمائی
لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد، یعنی قبور کو
بہ نیت عبادت سجدہ کرتے تھے ورنہ بہ نیت اکرام لغت کی کوئی وجہ نہ تھی کہ
ان کی شریعت میں بہ نیت اکرام سجدہ حرام نہ تھا، اور نبی کا اکرام واجب تھا
پھر لغت کی کیا وجہ، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقت وفات
ایسا فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ کہیں اکرام میں حد سے گذر کر سجدہ
نہ کریں اور اس سے تجاوز کر کے عبادت نہ کرنے لگیں۔ صحیح بخاری شریف
میں عبد اللہ بن عباس وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، قال لما
نزل برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم طفق يطرح خميصة له على وجهه
فاذا اغتم بها كشفها عن وجهه فقال وهو كذلك لعنة الله على اليهود والنصارى
اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد يحذروا ما صنعوا، دوسری روایت بخاری
شریف کی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، ان رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم قال قاتل الله اليهود اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد، تیسری
حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فی مرضه الذی لم یقم منه لعن الله اليهود اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد
قالت عائشة لولا ذلك لأبرئ قبره غیر الی اخشی ان یتخذ مسجداً۔ اگر یہ

لے بخاری ج ۱ کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور۔ مصباحی

اندیشہ نہوتا کہ قبر انور کو مسجد کر دیا جائے تو ظاہر کی جاتی مگر اسی اندیشہ سے ظاہر نہ کی گئی، پس معلوم ہوا کہ اس مادہ شرک کو شریعت مطہرہ نے اس شدت سے دور کیا کہ جو چیزیں فی نفسہ جائز تھیں مگر اندیشہ تھا کہ کہیں شرک کی طرف منہر نہ ہو جائیں، وہ بھی روکی گئیں۔ اور چونکہ سجدہ عبادت و تحیت میں صرف نیت ہی کا فرق تھا شریعت مطہرہ اس کو کیسے جائز رکھتی البتہ تفاوت نیت کا اتنا اثر ہے کہ سجدہ عبادت کفر ہے۔ اور سجدہ تحیت حرام، اور ان امور میں یہاں تک احتیاط کی گئی کہ سجدہ تو سجدہ حد رکوع تک تعظیم کیلئے جھکنا بھی ممنوع قرار پایا۔ ترمذی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، "قال رجل يا رسول الله الرجل منا يلقى اخاه او صديقه ائبئى له قال لا"، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے، "قال من الانحاء وهو امالة الراس والظهر تواضعا وخدمة (قال لا) اي فانه في معنى الركوع وهو كالسجود من عبادة الله تعالى، نیز اسی میں نووی شرح صحیح مسلم سے ہے مني الظهر مكروا للحديث الصحيح في النهي عنه، اور اسی وجہ سے عبادت میں کفار سے مشابہت بھی ممنوع قرار پائی مثلاً یہود و نصاریٰ قبور کی عبادت کرتے تھے۔ مسلمانوں کو قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ممنوع قرار پایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا القبر القبر قبر سے بچو قبر سے بچو۔ ابو داؤد و ترمذی و دارمی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا من كلها مسجد الا المقبرة والحمام ترمذی و ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، نہی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يصلي في سبعة مواطن في المذيلة والمجرنة والمقبرة الحديث۔

در مختار میں ہے۔ وکذا تکرر فی اماکن روعد منها، ومقبرة، والمختار میں ہے
 قيل لان اصل عبادة الاوثان اتخاذ قبور الصالحين مساجد وقيل لانه تشبه
 باليهود وعليه مشي في الخانية ولا بأس بالصلوة فيها اذا كان فيها موضع اعد
 للصلوة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته الى قبر حليه۔ بلکہ
 کسی آدمی کے منہ کی طرف مواجہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ قرار پایا اور یہ نماز
 مکروہ تحریمی واجب الاعداد ہوگی، حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ اسکی عبادت نہیں کرتا
 ورنہ نماز مکروہ ہونا کیا معنی؟ یہ شخص کافر نہ ہو جائے، عالمگیری میں ہے
 ولو صلى الى وجه انسان يكره كذا في المعدن، در مختار میں ہے۔ وصلوته الى
 وجه انسان لكرهه استقباله فلا استقبال لومن المصلی فالكرهه عليه والاد
 على المستقبل، والمختار میں ہے، فقہ صحیح البخاری وکرة عثمان رضى الله
 تعالى عنه ان يستقبل الرجل وهو يصلي وحكاة القاضي عياض عن عامة العلماء
 وتمامة في الحلية، وقال في شرح المنية وهو محل ما رواه البزار عن علي
 ان النبي عليه الصلوة والسلام رأى رجلاً يصلي الى رجل فامرته ان يعيد الصلوة
 ويكون الامر بالعادة لانزاله الكراهة لانه الحكم في كل صلوة ادیت مع الكراهة
 وليس للفساد اه والظاهر انها كراهة تحريم لما ذكر ولما في الحلية عن
 ابی يوسف قال ان كان جاهلاً علمته وان كان عالماً ادبته اه ولانه يشبه
 عبادة الصورة۔ اور اسی وجہ سے مصلے کے سامنے آگے ہونا مکروہ ہے کہ
 مجوسیوں سے مشابہت ہے، اور مصلے کے آگے دامنے باتیں اوپر
 تصویر کا ہونا یا تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، عالمگیری میں ہے

لے در مختار در المختار ج ۱ ص ۲۷۹۔ مطبوعہ ماجدیہ پاکستان۔ مصباحی

ویکرہ ان یصلیٰ و بین یدیه اوفوق راسہ اوعلى یمینہ اوعلى یسارہ اوفی ثوبہ
تصاویر و المختار میں ہے۔ وعلیٰ کراهۃ الصلوٰۃ بہا التشبہ، بلکہ تصویر بنانا
حرام ہوا اور تصویر کا مکان میں بروجہ اعزاز رکھنا ناجائز ہوا کہ بت پرستی کی ابتداء
اسی سے ہوئی، اور احادیث صحیحہ میں ان امور سے جس شدت کے ساتھ
ممانعت آئی، محتاج بیان نہیں، الحاصل جب شرع مطہرہ نے تھوڑی مناسبت
بھی روانہ رکھی تو اس چیز کو کس طرح جائز رکھے جس میں صرف نیت کا فرق ہے
و بس۔ اور اگر بکر کو قرآن مجید کی آیت ہی درکار ہے کہ جس سے غیر اللہ کو سجدہ
حرام ہونا ثابت ہو تو وہ آیت جو زید نے بیان کی ہے غیر اللہ کے سجدہ کی مطلقاً
نفی کرتی ہے کیونکہ سجدہ مطلق ہے اور وہ خالق کو ہونا چاہئے نہ کہ غیر خالق کو
جیسا کہ آیت کا مفاد ہے اس لئے کہ اس آیت میں الذی خلقہن سے سجدہ کی
علت کا بیان ہے چنانچہ امام رازی نے اعبدا و ربکم الذی خلقکم کے متعلق
تحریر فرمایا ہے "انہ بیان لان العبادۃ لا تستحق الا بذلک" لہذا یہاں بھی یہ
بیان ہے کہ سجدہ کا مستحق وہی ہے جو خالق ہو تو غیر اللہ چونکہ خالق نہیں،
لہذا اسے سجدہ بھی نہیں، چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے غیر اللہ کے
لئے سجدہ حرام ہونے پر مرقعات میں اسی آیت سے استدلال کیا، بکر کا یہ کہنا
کہ حضرت یوسف اور یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کفر و شرک کے مرتکب ہونگے
یہ صحیح نہیں کہ جن علماء کے نزدیک انھوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا
ہی نہیں، ظاہر ہے کہ شرک کے مرتکب کیونکر ہونگے اور جن کے نزدیک
سجدہ کرنا ثابت ہے وہ شرائع سابقہ کا حکم بتاتے ہیں اور سجدہ کی
دو قسمیں کرتے ہیں، (۱) سجدہ عبادت (۲) و سجدہ تحیت، سجدہ عبادت
بے شک کفر ہے اور سجدہ تحیت کفر نہیں مگر وہ اس شریعت میں جائز تھا

اس شریعت میں حرام، پھر کیا استحالیہ؟ اور صوفیائے کرام قدست اسرار ہم کو یہ کہنا کہ قدامت سے ان میں رائج چلا آ رہا ہے، یہ بزرگان دین پر بہتان ہے نہ انھوں نے خود کسی کو سجدہ کیا اور نہ کسی سے سجدہ کرایا۔ صوفیائے کرام ہرگز شریعت مطہرہ کے خلاف افعال نہیں کرتے تھے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو سجدہ سے منع کر دیا تو حضور سے بڑھ کر کون ہے جس کو سجدہ کیا جائیگا اگر کسی بزرگ کی طرف کسی نے اس قسم کی نسبت کر دی ہو تو یہ قابل اعتبار نہیں۔ اثنائے تحریر میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ ملاقات کے وقت ایک شخص دوسرے کے لئے انحناء نہ کرے، اس مضمون سے اگر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ علماء و مشائخ کی دست بوسی و قدم بوسی بھی ناجائز ہے کہ انھیں بھی تاحدر کو ع بلکہ اس سے بھی زائد جھکنا ہوتا ہے۔ اور جھکنا ناجائز الہذا یہ بھی ناجائز، تو یہ جواب دیا جائیگا کہ یہ استدلال صحیح نہیں، مطلقاً جھکنا ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو بقصد تعظیم ہو جس طرح آج کل بہت سے لوگ سلام کے لئے اتنا جھکتے ہیں کہ رکوع کی ہنیت پیدا ہو جاتی ہے یہ ناجائز ہے، دست بوسی و قدم بوسی میں جھکنا مقصود بالذات نہیں۔ اگر فرض کیا جائے جس کے ہاتھ چومتے ہیں وہ کھڑا ہے یا اسکا ہاتھ اتنا بلند ہے کہ بغیر جھکے ہوئے بوسہ دے سکتا ہے تو ہرگز نہ جھکے گا تو نہی اگر یاؤں اپنی بلندی پر ہو کہ جھکنے کی حاجت نہیں تو کوئی نہ جھکے گا، معلوم ہوا کہ یہ جھکنا بغرض تعظیم نہیں۔ لہذا جائز، چنانچہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کو بوسہ دیا۔ یونہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد وفات بوسہ دیا، بعد ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے مزارچہری

کے بعد ان کے رخسار پر بوسہ دیا، اس کو ابو داؤد نے برابر بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دست بوسی و قدم بوسی کیا کرتے تھے۔ اگر یہ اس انختار میں داخل ہوتا تو ضرور حضور انھیں منع فرماتے، حالانکہ منع نہ فرمایا، زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو وفد عبد القیس میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ کہتے ہیں۔ لما قدمنا المدينة فجعلنا نبتادس من روادحنا فنقبل يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ورجله۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو اپنی منزلوں سے جلدی کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے دست پاک و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ رواہ ابو داؤد، وملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات میں فرماتے ہیں، قال النووي تقبيل يد الغير ان كان لعلمه وصيانتہ ونزهدہ ودیانته ونحو ذلك من الامور الدينية لم يكره بل يستحب وان كان لغناه او جاهه في دنياه كره وقيل حراما، «ورمختار میں ہے کہ، لا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك دس ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين السلطان العادل وقيل سنة مجتبیٰ ولا رخصة فيه لغيرهما هو المختار، طلب من عالم أو زاهد ان يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه يقبله أجابه وقيل لا۔ روا المختار میں ہے۔ وقيل سنة قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحاديث سينته او ندبه كما أشار اليه العيني، قوله أجابه لما اخرج به الحاكم ان رجلاً اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله ارني شيئاً اؤدأ به يقيناً فقال اذهب الى تلك الشجرة فادعها فذهب اليها فقال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك فجاءت حتى سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لها ارجعي فرجعت قال ثم اذن له فقبل راسه ورجليه

وقال لو كنت امرأ أحدًا ان يسجد لأحدٍ لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها وقال
 صحيح الاسناد اهـ واللہ تعالیٰ اعلم علمہ جل مجدلاً اتم واحکم۔ ۸/ زیج الآخرہ ۴۲
مسئلہ (۱) مسئلہ برکات احمد صاحب سب انسپکٹر نیشنل ساکن بریلی محلہ جسولی ۸/ زیج
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بابت مسائل مندرجہ ذیل

۱۔ ترجمہ: حصول تبرک کے ارادہ سے عالموں اور پیر ہیزگاروں کے ہاتھ کو بوسہ دینے
 میں کوئی حرج نہیں۔ مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے، کہ دین دار حاکم اور عادل بادشاہ
 کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں حرج نہیں، اور بعض لوگوں نے اسے سنت کہا ہے۔ عالموں اور
 عادلوں کے علاوہ کی دست بوسی میں رخصت کا نہ ہونا ہی مختار ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عالم یا
 زائد کی قدم بوسی کیلئے ان سے اپنی طرف قدم بڑھانے کا مطالبہ کرے، تو انھیں اس شخص کی بات مان لینی چاہیے
 بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انھیں اسکی رخصت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے، دست بوسی کو بعض لوگوں نے
 سنت کہا۔ علامہ شرنبلالی نے کہا کہ یہ آپ جان چکے کہ حدیثوں کا مفاد دست بوسی کا مسنون یا مندوب
 ہونا ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مصنف کا قول، اس کی درخواست منظور کر لینی چاہئے، کیونکہ حاکم نے تخریج کی ہے، ایک
 شخص رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے کسی ایسی
 چیز کا مشاہدہ کرایئے جس سے میرے ایمان وثیقین میں اضافہ ہو تو آپ نے فرمایا اس درخت کے پاس
 جا اور اسے بلالے آ۔ وہ شخص اس درخت کے پاس گیا اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے بلایا ہے، وہ درخت حضور کے پاس چلا آیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا
 حضور نے اس سے فرمایا کہ اب لوٹ جا۔ وہ درخت لوٹ گیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر اس شخص کو آپ نے اجازت
 دی تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اور پیروں کو بوسہ دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ حاکم نے اس روایت کو
 صحیح الاسناد کہا۔ (رد مختار و رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۱ کتاب النحر والاباحۃ مطبوعہ مابعد پاکستان) آل مصطفیٰ

جواب بحوالہ قرآن شریف و حدیث شریف تحریر فرمایا جاوے بینوا تو جروا
 بموجب عقیدہ اہلسنت و جماعت بموقع مجلس میلاد شریف حضور اقدس
 سرور عالم فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود رونق
 افروز مجلس ہوتے ہیں، مجلس میں کوئی روایت غیر معتبر جس کی سند کلام پاک
 و حدیث شریف سے نہ ہو پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو ذکر و سامعین
 کسی گناہ کے مرتکب ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۲) مجلس میلاد شریف عموماً کم علم ذاکر پڑھتے ہیں اور ذاکر صاحب
 کے ہمراہ اکثر نوجوان جنکے ڈاڑھی موچھ نہیں ہوتی خوش گلوئی سے ہمراہ ذاکر اشعار
 نعتیہ مختلف لب و لہجہ و راگ راگنی و دھن وغیرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اس طرح کا
 میلاد شریف کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

مسئلہ (۳) مجلس میلاد کے موقع کو اس قصد سے آراستہ کرنا کہ مخلوق دیکھ
 کر تعریف کرے کہ واہ واہ خوب سجایا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

مسئلہ (۴) ہر ماہ میں عموماً اور ماہ ربیع الثانی میں خصوصاً فاتحہ گیارہویں
 شریف میں عام طور پر اپنے دوست و احباب اور اہل برادری کو بلا کر شریک دعوت
 کیا جاتا ہے غریبار و مساکین کو تھوڑا سا بچا یا دیدیا جاتا ہے، ایسے عمل کیساتھ
 یہ فاتحہ گیارہویں شریف کے کہاتک قابل ثواب ہے؟

مسئلہ (۵) ہر سال بمہا رجب یوم پنجشنبہ و جمعہ کو فاتحہ حضرت سید جلال
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کورہ کونڈوں میں شیرینی یا فیرینی یا دیگر اقسام کے طعام
 رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے۔ اور اسی جگہ انے دوست احباب وغیرہم کو بلا کر کھلا
 دیا جاتا ہے اس جگہ سے طعام فاتحہ کو منتقل کرنے کو ممانعت جانی جاتی ہے
 یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو اس کے مرتکب کیسے گناہ کے

مواخذہ دار ہیں ؟

مسئلہ (۶) چند سال سے اس شہر بریلی میں ۲۲ ماہ رجب کو دن کے وقت میٹھی و نمکین پوریوں پر کونڈہ ہوتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ کورہ کونڈوں میں پوریاں بھر کر اس پر فاتحہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دی جاتی ہے، اور اپنے دوست و احباب اور رشتہ داروں وغیرہ کو بلا کر کھلا دیا جاتا ہے اس طعام کو بھی منتقل کرنے کی اجازت نہیں ہے، آیا یہ رسم شرعاً جائز ہے، اگر ناجائز ہے تو ایسا کرنے والا کیسے گناہ کا مرتکب ہے ؟

الجواب :- یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں تشریف لانے ہیں، نہ اس کا کہیں سے ثبوت ہے، ہاں اگر اپنے کسی غلام پر کرم فرمائیں تو یہ حضور کا ایک کرم خاص ہوگا، اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کسی مجلس خیر میں تشریف نہیں لانے کہ بعض موقع پر تشریف لانے کی روایتیں موجود ہیں۔ بہر حال اگر تشریف فرما اس خاص مجلس میں نہ بھی ہوں جب بھی غلط اور موضوع روایتوں کا پڑھنا ناجائز ہے، اور ذاکر وسامع سب گنہگار ہونگے۔ صحیح روایتیں بیان کرنے کیلئے کیا کم ہیں کہ انہیں چھوڑ کر موضوعات و بے اصل باتیں بیان کریں۔ مگر شاید نئی اور من گڑھت باتوں کے بیان سے اپنے علم و فضل کا اظہار مقصود ہو۔ اگرچہ ایسی باتوں سے نظر عوام میں بھی اسکی بزرگی کچھ نہ بڑھیلگی ہاں عوام کے عقائد خراب ہونگے اور خیالات فاسد ہوں گے اور یہ گنہگار ہوگا ایسے بے تمیز لوگوں کو صرف وہی کتابیں اور روایتیں پڑھنی چاہئے، جنکی علماء سے تحقیق کر لیا ہو، اور ایسا نہ کریں تو لوگ ان سے ہرگز نہ پڑھوائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- امر و خوبصورت خوشگلو و خوش آواز جس کی خوش آوازی سے

پڑھنے میں اندیشہ فتنہ ہو، اس سے نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) :- اگر صرف یہی مقصد ہو تو نیت بری ہے، استحقاق ثواب نہیں
 اور اگر محل ذکر کو تعظیم ذکر کیلئے بار و نق کیا تو ثواب کا کام ہے، اور لوگوں کے
 واہ واہ کرنے سے اسکا ثواب فوت نہ ہوگا، جب تک اس کی نیت خود ہی
 فاسد نہ ہو اور مسلمان کی طرف بدگمانی کہ اس نے بری نیت سے کام کیا ہے
 گناہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :- دوست و احباب و عزیز و اقارب و اہل برادری کو کھلانا بھی
 ثواب ہے، اگر گیارہویں شریف کا کھانا انھیں کھلایا تو یہ نہیں کہا جاسکتا
 کہ ثواب نہیں بلکہ اہل و عیال کے کھلانے میں بھی ثواب ہوتا ہے۔ احادیث
 اس باب میں بکثرت ہیں، پھر اگر ان میں غریب و صاحب حاجت ہوں تو
 صلہ و صدقہ دونوں کا ثواب ہے، گیارہویں شریف کی نیاز کوئی صدقہ
 واجبہ نہیں کہ صرف مساکین ہی کا حق ہو، انمیا کے لئے ناجائز ہو، ہاں یہ با
 ضرورت قابل لحاظ ہے کہ مساکین کو دھکے نہ دیں، ایذا نہ پہنچائیں، اونکی بھرتی
 نہ کریں کہ ثواب جاتا رہے گا۔ بلکہ گنہگار ہوگا، اللہ عز و جل فرماتا ہے یَا آئِہَا
 الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَبْطُلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمٰنِ وَالْاَذٰی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم

الجواب (۵) :- نیازیں جائز اور یہ خیال کہ اپنی جگہ سے کوڑا ہٹایا نہ جانا چاہئے
 جہالت ہے۔ انھیں سمجھایا جائے کہ قول و عمل سے عوام کو بتایا جائے اور
 ان پر ظاہر کیا جائے کہ اس جگہ سے ہٹانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان شرع خیر الانام اس
 مسئلہ میں کہ زید نے باپ کا مال دبانے کی غرض سے بوڑھے باپ پر اپنے بی بی

لے سورہ نسا پارہ ۵ رکوع ۶۔ مصباحی

سے زنا کی تہمت لگائی، جبکہ وہ بی بی سے بھی ناراض تھا۔ اور اسکی سسرال میں خود باپ کی سفید ڈاڑھی پکڑ کر جوتیاں ماریں، اور یہ واقعہ اس کے بڑے بھائی کے جو حاجی اور شرعی متقیانہ وضع کا انسان ہے، بحشم خود دیکھا، باپ کا مال مارنے کو مقدمہ کیا، عدالت میں باپ نے عذر کیا کہ اول میری ڈاکٹری کرا لی جائے، اگر میں مرد ہوں تو ضرور رجولیت کے آثار ہوں گے، پس میں مجرم ہوں اور اگر میری رجولیت زائل ہو چکی تو انصاف کا خواستگار ہوں۔ مقدمہ خارج ہو گیا مگر زید نے بی بی کو طلاق دیدی ہنوز نہ اس خطا سے توبہ کی، نہ باپ سے عفو خطا چاہی۔ وہ بی بی بے خطا جس کو بلا شرعی شہادت کے طلاق دیدی ویسے ہی باپ کے گھر بیٹھی ہے عدت وغیرہ کا زمانہ گزر گیا۔ اسکے علاوہ بھی زنا میں ایک عورت سے اس کے بعد مشہور ہوا جو محسنہ ہے۔

دریں صورت کیا زید کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس سے میل ملت اسلامی اکل و شرب سلام علیکم وغیرہ کرنے میں شرعی ممانعت ہے یا کیا؟ بینوا تو جروا الجواب :- زید مذکور فاسق ہے کہ اس نے اپنے باپ کو جوتیاں ماریں قرآن مجید نے تو ماں باپ کو اُف کہنا بھی حرام بتایا ہے، نہ کہ جوتا مارنا۔ ارشاد فرمایا۔ لَا تَقُلْ لَهُمَا أُفْ وَلَا تَسْهَرُ لَهُمَا۔ ماں باپ کو نہ اُف کہہ نہ انھیں جھڑک یو ہیں اگر باپ پر جھوٹا دعویٰ کیا۔ تو حد درجہ کی ایذا ہے اور فسق اور اسکا بالا اعلان ہونا ظاہر۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب۔ بالجملہ اگر زید ایسا ہی ہے جیسا بیان کیا گیا تو جب تک توبہ نہ کرے اور باپ سے معافی نہ مانگے اور اسے راضی نہ کرے زید کو امام بنانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ اختاب الدین طالب العلم بدر اہلسنت وجماعت بریلی ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اشعار جو نعتیہ ہے خواہ عربی خواہ فارسی خواہ اردو خوش الحان کیسا تھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ جائز نہیں اور علت کیا ہے کہ داعی الی الزنا آیا زید کا قول صحیح ہے؟

الجواب :- اشعار نعتیہ کو داعی الی الزنا قرار دینا سراسر باطل، اور خوش الحانی سے پڑھنا اس کا داعی ہے جو شعر کا مضمون ہے، اور جب اشعار حمد و نعت ہیں تو امثال رسول کی محبت جو خوش زن ہوگی، ہاں اگر عورتیں یا خوبو اس پر پڑھتے ہوں تو ممانعت کی جائے گی کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اتنی آواز سے پڑھنے کی اجازت نہیں جو غیر مرد کو پہنچے، یوں ہیں اس مرد خوبصورت کا خوش الحانی سے پڑھنا مظنہ فتنہ ہے، اسے بھی روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- مسئلہ محمد صدیق احمد محلہ ذخیرہ بریلی ۱۲، جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ کی بسم اللہ کرانی ہے اس کی میعاد شرع شریف سے کیا ہے؟ اور اگر میعاد مقررہ سے کچھ یوم قبل ”بسم اللہ“ کرادیں تو اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور بچہ کی زبان ماشار اللہ خوب اچھی طرح ٹوٹتی ہے؟

الجواب :- اس کے لئے شرعاً کوئی میعاد و وقت مقرر نہیں کہ اس سے قبل یا بعد نا جائز یا مکروہ ہو، ہاں بعض بزرگان دین کی ابتدائی تعلیم چار برس چار ماہ چار یوم کی عمر میں ہوتی۔ عموماً تبرکاً لوگ اتنی عمر میں شروع کراتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے قبل یا بعد میں حرج ہے۔ اگر بچہ کی زبان صاف ہے اور اسے پڑھنے کے قابل سمجھتے ہیں تو تعلیم کو کیوں مؤخر کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ عبدالرحمن محلہ نیلگران بریلی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص جنکا نام خیالی
 ہے قوم کا نداف ہے اور رہنے والا موضع ہنسا کا ہے، وہ شخص نماز نہیں
 پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے مشرکین سے زیادہ میل اور محبت رکھتا ہے، اور
 اہل اسلام اس کو منع کرتے ہیں کہ تو مشرکین سے بت مل، تو وہ اس کے جواب
 میں یہ کہتا ہے کہ مشرکین سے ملوں گا اور تم سے نہیں ملتا۔ لہذا تمام اہل اسلام
 بستی والوں سے میل چھوڑ دیا ہے اور ہر وقت بیٹھنا اور اٹھنا مشرکین میں رکھتا ہے
 اور ڈاڑھی کترواتا ہے اہل اسلام تمام بستی والوں سے بابت اذان دینے کے
 مشرکین سے جھگڑا ہوا۔ اس بنا پر کہ مسلمان اذان نہ دیں، مشرکین اذان دیتے وقت
 تھالی اور سنکھ بجاتے ہیں کیونکہ ان کے مکان مسجد سے قریب ہیں، اہل اسلام
 نے تھالی اور سنکھ بجانے سے منع کیا تو مشرکین نے جھگڑا کیا، اور اہل اسلام کو
 مارا پیٹا۔ کیونکہ اہل اسلام کل مع بچوں کے ۱۶ کی تعداد میں ہیں اور وہ تمام گاؤں
 مشرکین ہیں۔ اور اہل اسلام نے تمام گاؤں کے مشرکوں پر کچہری میں فوجداری
 کا دعویٰ کیا اور جس وقت فوجداری میں مقدمہ ہوا تو خیالی نداف نے مشرکین
 کی جانب سے یہ گواہی دی کہ کچھ مار پیٹ اور جھگڑا نہیں ہوا اور مسلمانوں نے کچہری
 میں جھوٹا دعویٰ کیا، ڈیٹی صاحب نے اس کی گواہی سن کے یہ کہا کہ تمہارے اسلام
 کا آدمی یہ کہتا ہے کہ کچھ جھگڑا نہیں ہوا اور کیوں کہ یہ اسی گاؤں میں رہتا ہے اسی
 وجہ سے مقدمہ خارج کرتے ہیں اور گواہی دینے سے پیشتر یہ سمجھا چکے تھے
 کہ یہ اسلام کا معاملہ ہے مشرکین کی گواہی نہ دینا، اس نے اس کے جواب میں کہا کہ
 میں ان میں رہتا ہوں انہیں کی گواہی دوں گا اور تمہاری نہیں دیتا، مقدمہ خارج
 ہوتے ہی اہل اسلام پر مشرکین کا عزت ہتک کا مقدمہ عائد ہوا اور اہل اسلام

وہاں کے بہت حیران و پریشان ہیں ؟

الجواب :- یہ شخص سخت فاجر و فاسق ہے۔ اور یہ نہایت درجہ کی خباثت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ہندوؤں سے ملتا اور مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کی بیجا طرفداری کرتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے نہ اپنے پاس اٹھنے دیتے ہیں، نہ اسے کھلائیں، نہ پلائیں اس سے مقاطعہ کر لیں، اللہ عز و جل فرماتا ہے فَاَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَسْكُمُ النَّارُ۔ ظالموں کی طرف میل نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۴۲

مسئلہ :- مرسلہ سید حسن اشرف، ضلع بستی محلہ پورانی بستی ۱۹ جہادی الاولیٰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اہل ہندو کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں ؟ اور کون کون سی چیزیں ان کے یہاں کی کھانا جائز ہیں ؟

الجواب :- ہندو کے یہاں کا گوشت کہ نظر مسلم سے غائب ہو گیا ہو کھانا حرام ہے، اور باقی چیزوں میں بچنا ہی تقاضا ہے احتیاط ہے۔ اگرچہ جب تک شیء معین کے نجس ہونیکا علم نہ ہو، نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ یہ نأخذ ما لم نعرف شیئاً خراماً بعینہ وهو قول ابی حنیفہ۔ مگر جو چیز نجس ہے وہ ان کے یہاں پاک و پوتر ہے پھر کیا اطمینان۔ پھر یہ کہ وہ تو مسلمانوں کو لچھ جائیں، یہاں تک کہ مسلمان کے ہاتھ میں سودا نہ دیں اوپر

لے سورہ انعام پارہ ۷ رکوع ۱۳۔ لے سورہ ہود پارہ ۱۲ رکوع ۱۰۔ مصباحی

ہی سے پھینک دیں اور مسلمان سے پیسہ وغیرہ اپنے ہاتھ میں نہ لیں بلکہ
ترازو یا کسی اور چیز میں لیں، اور مسلمان انھیں کی دوکان سے خریدیں اور انکا
پکایا ہوا کھائیں بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں
کھولے کہ اپنا نفع نقصان پہچانیں اور کفار و مشرکین کے سامنے اپنی دولت
دیکھنا گوارا نہ کریں۔ وهو مقلب القلوب، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ عبد الجبار رضا از کانپور سرکی محال مسجد متصل چوکی ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۴۰ھ
چہ می فرمایند علماء دین و فضلا بشرع متین اندریں مسئلہ ذیل آیا در شریعت غرا
سرا میدن غزلیات مع طرب و تارہ وہ سہ تارہ جائز است یا ناجائز، اگر کسے مرتکب
چنین فعل باشد و گوید ای فعل بر ما جائز است زیرا کہ ما اہل طریقت و معرفت
ہستیم بروے چہ حکم است؟

مسئلہ (۲) اگر شخصے با علم و شرع استخفاف و استہزاء کند برائے او حکم شرع
حسبت بحوالہ کتب تصریح کنند زیرا کہ سائل مستدعی آنست؟ بینوا بالاولہ توجروا
الجواب (۱)۔ سماع بانرا میر حرام است اللہ عز و جل ارشاد فرمود۔ وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ دُورٌ مِّمَّا رَسَّاهُ الْمَلَاهِي
کہ ما حرام قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوت الاہو والغناء ینبت النفاق
فی القلب کما ینبت الماء النبات و فی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرر ب
قصب و نحوه حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاہی معصیۃ والجلوس
علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعۃ۔ وَاِنَّ کَیْسَ اِیْمًا رَا بَرَّخُوذًا جَائِزًا وَیَدِ

لے پارہ ۲۱ سورۃ لقمان رکوع ۱۰۔ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ امڈ کی
راہ سے بہکا دیں۔ لے در مختار ج ۵ ص ۲۴۶ کتاب المحظور والاباحۃ۔ مصباحی

و گوید کہ من از اباب طریق است، ستم قول او باطل است کہ طریقت مغایر شریعت نیست، ہرچہ در شریعت حرام است در طریقت، ہم حرام ہست، گے را عدول از شریعت جائز نیست ہر کہ عدول کند بخدا نمی رسد بلکہ بسوئے جہنم رود۔ ازین چہنیں شخص پرہیز کردن لازم است۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ استخفاف کردن بعلم دین و بشریعت کفر است، بلکہ مجرمانکار کافر شود نہ کہ استخفاف، در قرآن مجید آمدہ است، قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰتِیْہِ وَاَسْوٰیہِ کُنْتُمْ تُسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ۔ واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۳۴ھ

مسئلہ (۱)۔ از بنارس کجی باغ مرسلہ جناب نورالحق پسر منشی محمدن حاجی ضا و محرم احرام کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

دیگر معارف و مزامیر یعنی ہر وہ باجہ جو منہ اور ہاتھوں سے مختلف اوزان و تال و سیم پر بجاتے ہیں کیا حکم شرعی ہے؟ نیز ہر شخص یا جماعت احکام شرعیہ کی تحقیق و تذیل تخریب و تمذیب بعنوانات مختلفہ کرے عند الشرع ایسے شخص یا جماعت کا فعل کیسا ہے؟

مسئلہ (۲)۔ کسی ایسے مسئلہ کا حدیث نبوی کی اشاعت پر جو کسی وجہ سے عام طور سے شائع نہ ہوئی ہوں۔ یا ایک مدت کے بعد دوبارہ شائع ہوئے ہوں کوئی شخص یا جماعت یہ کہے کہ نئی حدیث یا نئے نئے مسئلہ مولویان آئے دن نکالا کرتے ہیں۔ ایسا کہنے والا یا کہنے والے کے متعلق کیا حکم شرعی ہے؟

مسئلہ (۳)۔ کوئی شخص بغیر وف کے بارات نکالے اور بارات دیکھ کر کوئی شخص یہ کہے کہ جنازہ جاتا ہے، اس نے شرع کی توہین کی یا نہیں؟ اور ایسا کہنے والا فاسق ہو یا کافر۔ اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے یا نہیں؟

الجواب (۱)۔ تمام ملاہی معارف و مزامیر ناجائز و حرام، در مختار میں ہے کہ

لے پارہ ۱۰ رکوع ۱۴ سورہ توبہ۔ ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر۔ مصباحی

ان الملاہی کلمہا حرام روا مختار میں ہے قول الامام ابتلیت دلیل علی انه حرام
نیز در مختار میں ہے قال ابن مسعود صوت اللہ والغناء ینبت النفاق فی القلب
کما ینبت الماء النبات قلت وفي البزازیہ استماع صوت الملاہی کضرب
قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاہی معصیۃ الخ
احکام شرعیہ کی تحقیق و دلیل کرنا کفر ہے۔ کما فی الہندیۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) :- اولاً اگر وہ شخص جاہل ہے تو سمجھایا جائے۔ اور سمجھانے پر
باز نہ آنے تو قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :- یہ قول بہت سخت ہے۔ اگر اس سے مقصود شرع شریف
کی توہین ہے تو کفر ہے۔ اور اگر محض اس برات سے استہزاء ہے۔ یہ مقصود
نہ ہو کہ شرعی برات ہونے کی وجہ سے یہ مسخر اپن کرتا ہے تو برا کیا۔ پہلی صورت
میں یعنی جبکہ مقصود توہین شرع ہے، بی بی سے نکاح دوبارہ کرنا ضرور ہے
اور دوسری صورت میں بھی اگرچہ کفر نہیں، مگر اس قول میں چونکہ توہین شرع کا
پہلو نکلتا ہے۔ لہذا تجدید نکاح کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جناب محمد حنیف مدرس مدرسہ نور الہدیٰ مقام پوٹھریاڈا خانہ رایہ پور ضلع مظفر پور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بوڑھا
آدمی سے کسی نے سوال کیا کہ مزامیر سنا شرعاً ممانعت ہے اس نے جواب دیا کہ
ہاں منع ہے لیکن جس کا دل اس طرف کو گیا اس کیلئے جائز ہے اور جس کا دل
دنیا کی طرف گیا اس کے لئے گناہ ہے، آیا یہ اس کا جواب جائز ہے یا ناجائز ؟
الجواب :- مزامیر حرام ہے بکثرت احادیث اسکی حرمت میں وارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ
(حاشیہ لقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ (۱) از جو دھپور مسئلہ شیخ محمد احمد بن صاحب امام مسجد لوہارن، ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۲۶
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک
 آسیب زدہ لڑکی پانچ یا چھ سالہ سخت مصیبت میں ہے۔ آسیب بھی شیخ سدا
 چین نہیں لینے دیتا، جس سے گھر والے بڑی آفت میں گرفتار ہیں۔ اور ہنوز
 فی زمانہ بہت عامل آئے گئے، کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا، لہذا مجبوراً سوچا گیا ہے
 کہ تیل کے گلگلے وغیرہ پکائے، اور دفالیوں کو بلائے، گلے بجائے بغیر یہ ہرگز
 نہیں جائے گا۔ اب فرمائیے یہ امر بیچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
 مسئلہ (۲) اور اکثر مسجدوں کے دروازوں پر لوگ کسی گلاس یا کٹورے میں
 پانی لیکر صبح شام کھڑے ہوتے ہیں، اور ہر ایک نمازی سے جو باہر نکلتا ہے، پانی
 نہیں پھونک مارنے کی درخواست کرتے ہیں، اور پھر وہ پانی اپنے بیمار کو پلاتے ہیں
 کیا یہ کسی حدیث میں ثابت ہے کہ یہ بدعت ہے اور جائز نہیں؟
 التجواب (۱) شیخ سدو کے گلگلے پکوانا، اور دفالیوں سے گوانا، جو انا ہرگز جائز نہیں
 شیطان ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ کہ ایذا پہونچاتا ہے۔ اور اپنے موافق کام کرا کے

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۱ کا۔ نے ارشاد فرمایا کہ ان الله بعثني هدي وراحمة للمؤمنين وامرني
 بسحق المعانف والمزامير۔ یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مومنین کی ہدایت و رحمت کیلئے بھیجا ہے اور مجھے راگ اور مزامیر کے
 گمے مٹانے اور محو کرنے کا حکم دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وتكون
 من امتي قوم يستحلون الحرير والخمر والمعانف۔ میری امت کے کچھ لوگ ریشم، شراب، اور باجوں کو حلال
 جانیں گے۔ جامع ترمذی میں ہے۔ تكون في امتي خسف مسخ اظهرت القينات والمعانف۔
 ان کے علاوہ ابن ماجہ، ابو داؤد، تہق، حاکم، مسند حمیدی، مسند ابن ابی الدنیا، وغیرہ میں بھی
 اس مضمون کی حدیثیں وارد ہیں۔ اسلئے فقہائے کرام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

چھوڑا تا ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ شیطان کے مکر و کیڑ بچیں۔ جو لوگ شریعت کے موافق اعمال کرتے ہیں ان کی طرف توجہ کی جائے۔ یہ باتیں زائیل ہو جائیگی و ہو تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): پانی پر دم کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونکے فعل کو جائز رکھا ہے۔ خود حضور کے پاس لوگ پانی لاتے اور حضور اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے، لوگ اوسے پیتے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے مونے مبارک کا غسل مریضوں کو دیتیں، لوگ پیتے شفا پاتے۔ و ہو تعالیٰ اعلم

لے ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں «بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیلہ فزلنا بقوم فسألناهم القرۃ فلم یقرؤنا فلدغ سیدہم فاتونا فقالوا اهل فیکم من یرقی من العقرۃ قلت نعم انا ولكن لا ارقیہ حتی تعطونا غنماً قالوا فانا نعطیکم ثلاثین شاة فقبلنا فقرأت علیہ الحمد سبع مرات فبراً وقبضنا الغنم قال فعرف فی انفسنا منها شیء فقلنا لا تعجلوا حتی تا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فلما قدمنا علیہ ذکرنا له الذی صنعت قال وما علمت انہا رقیہ اقبضوا الغنم وارضوا لی معکم بسہم» (ج ۲ ص ۲۷ - ابواب الطب)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا، ہم ایک قوم کے پاس تھے ہم نے ان سے مہمان رکھنے کی درخواست کی لیکن ان لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہ کی، پھر ان کے سردار کو پھونے ڈنک مار دیا۔ اور وہ ہمارے پاس آئے، اور کہنے لگے کیا آپ لوگوں میں کوئی بچھو کے ڈنک پر چھاڑ پھونک کرنے والا ہے (راوی فرماتے ہیں) میں نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن جب تک تم نہیں چند بکریاں نہیں دو گے، دم نہیں کرونگا۔ انھوں نے کہا ہم آپ کو سینس بکریاں دیتے ہیں

مسئلہ :- مسئلہ فرزند علی رضا محلہ ملوک پور بریلی ۷، رشوال ۱۳۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ عورتیں
 مسلمانوں کی جو کھنگا پہنتی ہیں۔ بعض عورتیں ساڑیاں پہنتی ہیں نصف باندھتی
 ہیں نصف اوڑھتی ہیں آیا یہ جائز ہے یا ناجائز۔ کون سی صورت بہتر ہے ؟
الجواب :- لہنگا خاص کر ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اور سیاڑیاں بھی اس
 ملک میں صرف ہندو عورتیں باندھتی ہیں اور ہندو مسلمان عورتوں میں اسی لباس
 کا فرق ہے کہ یا جامہ پہنے ہو تو معلوم ہوگا کہ مسلمان ہے، اور لہنگا ساڑی باندھے ہو
 تو ہندو سمجھتے ہیں لہذا مسلمان عورتوں کو ہرگز کفار کے یہ لباس پہننے نہ چاہیے۔ کہ

حاشیہ بقیہ ص ۱۲۲ کا :- ہم نے قبول کر لیا پھر میں نے اس پر سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی۔ وہ
 سردار ٹھیک ہو گیا، اور ہم نے بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ فرماتے ہیں ان بکریوں کے بارے میں ہمارے
 دلوں میں کھٹکا پیدا ہوا۔ تو ہم نے کہا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت پہنچنے سے پہلے جلدی
 نہ کرو، جب ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو میں نے پورا قصہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہ سورۃ فاتحہ دم جھاڑ ہے۔ بکریاں قبضہ میں رکھو اور آ
 ساتھ میرا بھی حصہ لگا لو۔ ۱۲

۱۔ بہت سے علاقوں میں مسلم عورتیں ساڑیاں نہیں پہنتیں۔ شلوار قمیص پہنتی ہیں۔ جیسے
 یوپی کے اکثر اضلاع میں، یہاں لہنگا اور ساڑیاں غیر مسلم عورتیں پہنتی ہیں۔ لیکن ہندوستان
 کے بہت سے علاقوں میں ساڑیاں اور لہنگا مسلم عورتوں کا بھی لباس ہیں۔ بہار، بنگال
 تامل ناڈو، کزناٹک وغیرہ کے عام شہروں، دیہاتوں میں یہ لباس مسلم اور غیر مسلم عورتوں میں
 مشترک ہے۔ یہاں محض ساڑی پہننے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ غیر مسلم عورت ہے،
 اور نہ ہی کوئی اسے لباس کفار خیال کرتا ہے۔ اور حکم ممانعت کی علت غیر مسلم کے شعار خاص

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۲ کا :- سے تشبیہ پر ہے۔ لہذا جہاں ساڑیاں صرف ہندو کا لباس مانی جاتی ہیں، مسلم عورتوں کو پہننا مکروہ و ممنوع و گناہ ہوگا۔ لیکن جن علاقوں میں یہ مسلمان کا بھی لباس ہیں وہاں پہننا ممنوع نہ ہوگا، جائز ہوگا اور من تشبیہ بقوم اپنے کے زمرے میں داخل نہ ہوگا۔ کہ تشبیہ ممنوع کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بد مذہب یا کافر کا شعار خاص ہو مسلم و غیر مسلم میں مشترک نہ ہو۔ جس کی قدرے توضیح یہ ہے کہ تشبیہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) تشبیہ التزامی (۲) تشبیہ لزومی۔ التزامی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کے وضع خاص و طرز خاص کو اس قوم کی مشابہت حاصل کرنے اور ان کی سی صورت بنانے کے ارادے سے مشابہت حاصل کرے۔ لزومی کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت کا قصد نہ ہو مگر وہ وضع کسی قوم کا شعار خاص ہے جس کی وجہ سے مشابہت پیدا ہو رہی ہے۔ تشبیہ التزامی میں قصد و ارادہ بنیادی چیز ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اس قوم کو محبوب و پسندیدہ سمجھ کر ان سے مشابہت پسند کرے۔ ایسی صورت میں وہ قوم جس دائرے میں ہوگی یہ تشبیہ کرنے والا بھی اسی زمرے میں ہوگا۔ اگر وہ قوم کفار ہے یہ تشبیہ کفر اگر عتی ہے تو یہ تشبیہ بدعت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث پاک من تشبیہ بقوم فہو منہم کا حقیقی مصداق صرف یہی صورت ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تشبیہ اختیار کرنا اس لئے نہ ہو کہ وہ اس طرز و وضع کو پسند رکھتا ہے بلکہ کسی صحیح و مقبول غرض کی ضرورت کے پیش نظر ہو۔ ایسی صورت میں دیکھا یہ جائے گا کہ اس قوم کی وضع اور طرز میں شناعیت کتنی ہے؟ اور ضرورت کتنی؟ اگر ضرورت غالب ہو۔ تو بوقت ضرورت بقدر ضرورت تشبیہ اختیار کرنا نہ کفر ہوگا اور نہ ہی ممنوع۔ چنانچہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان، مسلم قیدیوں کو چھڑانے کی غرض سے زنا باندھ کر دار الحرب میں جائے تو کافر نہ ہوگا۔ یہی وجہ کہ صحابہ کرام نے بعض فتوحات میں جنگی مصلحتوں کے تحت غیر مسلم رویوں کا لباس پہنا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تو اس وضع و طرز کو اچھا سمجھتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی ضرورت شرعیہ ہے بلکہ محض دنیوی نفع کے لئے

حدیث میں فرمایا من تشبه بقوم فهو منهم اور کفار کے لباس پہنے ہوئے دیکھ کر یہی گمان ہوگا کہ یہ کافر ہے، یہاں تو کفار کے ساتھ کھلی ہوئی مشابہت ہے حدیث میں تو اس پر لعنت فرمائی کہ عورت مرد کے یا مرد عورت کے سے لباس پہنے لعن اللہ المتشبهین بالنساء والمترجلات من النساء۔ اسی بنا پر المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو ایڑی بٹھا کر جوتی پہنے کا حکم دیا کہ چڑھو جوتے میں مردوں کی مشابہت سے تو جب اتنی خفیف مشابہت سے ممانعت آئی تو ایسی کھلی مشابہت وہ بھی کفار کے ساتھ کیوں کر جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۵ کا :- یا ہزل واستہزار کے طور پر اسکا ارتکاب کیا ہے۔ تو ممنوع و حرام ہے بلکہ اگر یہ وضع کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنار یا قشقہ تو کفر بھی ہوگا۔ اور تشبہ لزومی ممنوع و گناہ ہے جیسے کفار کی وضع کے کپڑے، اور انگریزی ہیں۔ لیکن تشبہ کے پائے جانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس زمان و مکان میں وہ چیز کفار کا شعار خاص ہو، اس طرح کہ کفار اس سے پہچانے جاتے ہوں کافر و غیر کافر میں وہ چیز مشترک نہ ہو، ورنہ تشبہ لزومی بھی نہیں۔ ”فتاویٰ رضویہ“ میں ان بحثوں کے بعد صاف تصریح ہے :-

”تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو۔ یا۔ وہی ان بد مذہبوں کا شعار خاص یا فی شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں،“ (ج ۱۰ ص ۱۹۱)

ظاہر ہے کہ جن اضلاع میں ہندو مسلمان تمام عورتوں کا لباس ساڑی ہے وہاں ان تینوں وجوہ ممانعت میں سے کوئی وجہ نہیں پائی جاتی، نہ تو ساڑی پہنے والی مسلم عورتوں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ کافر عورتوں کی طرح صورت بنائیں نہ ان علاقوں میں مشترک لباس ہونے کی وجہ سے یہ کافر عورتوں کا شعار خاص ہیں، اور نہ ہی ساڑی کی ذات میں کوئی حرج شرعی ہے وہ تو اور لباسوں کی طرح سائر اعضاء ہیں۔ الحاصل جہاں لوگ اُسے لباس کفار جانتے ہوں وہاں مسلم عورتوں کو یہ لباس پہننا ممنوع و مکروہ اور گناہ ہے۔ اور جہاں مسلم و غیر مسلم سبھی پہنتی ہوں۔ وہاں ان لباسوں کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ آل مصطفیٰ مصباح

مسئلہ :- مسئلہ محمد امین محلہ بھوڑ ضلع بریلی ۱۷ رذی الحجہ ۱۳۸۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو
 شخص مسلمان اہلسنت و جماعت کو ہر چند واعظوں اور نعت خوانوں۔ مولویوں نے سمجھایا
 کہ تم حنا ایمان ہو تم اپنی عورتوں کو اس بات کی نصیحت کرو کہ وہ لہنگا نہ پہنیں۔ سجا
 لہنگے کے پانچامہ پہنیں یہ دونوں شخص اقرار تو کر لیتے ہیں لیکن بعد میں پھر کچھ خیال نہیں
 کرتے اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ لہنگا پہننا ہندوؤں کی رسم ہے۔ یہ لہنگا جب شکستہ ہو جائیگا
 تب ہم بجائے لہنگے کے پانچامہ بنادیں گے ایسے شخصوں کو برادری میں رکھنا اور سلام
 کرنا کلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جو ایسے لوگوں کی شرکت کرے میل جول رکھے اس
 کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے ؟

الجواب :- لہنگا خاص ہندوؤں کی وضع ہے اور عورتوں میں ہندو مسلمان ہونا
 لباس ہی سے ظاہر ہوتا ہے، مسلمان عورتوں کو لہنگے پہننا ہرگز نہ چاہئے حدیث میں
 فرمایا۔ من تشبہ بقوم فهو منهم۔ جو کسی قوم سے تشبہ کرے وہ انھیں میں
 سے ہے وہ لوگ اگر ہندوئی وضع سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان سے قطع تعلق
 کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بانس بریلی شریف ڈاکخانہ انبرٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب
کفایت حسین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاکیہ
 اپنے یہاں کسی قسم کی خوشی شادی وغیرہ کرے اور اس میں مسلمانوں کو مدعو کرے
 مگر اشیاء کا انتظام مسلمانوں ہی سے کرائے، تو مسلمانوں کو دعوت قبول کرنا چاہئے
 یا نہیں ؟ بینوا تو جروا۔

مسئلہ (۲) زید دریافت کرتا ہے کہ عمرو کوئی خوشی کی تقریب کرتا ہے۔ اور تقریب

میں احباب و برادران محلہ کی دعوت کرتا ہے، لیکن تقریب میں کچھ روپیہ رشوت چوری یا اور کسی فعل حرام کا ہو یا کوئی اجزاء حرام فعل سے مہیا کی ہوئی ہو اور اس کی کسی سبب سے کسی کو اطلاع بھی ہو گئی ہو تو تقریب کی شرکت میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۳) زید دریافت کرتا ہے کہ مرد کیلئے علاوہ سونے چاندی کے اور دھاتوں کے مٹن استعمال کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۴) عمرو کا قول ہے کہ مٹن سونے چاندی کے علاوہ اور دھاتوں کے استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ جب سونے چاندی کے جائز ہوئے تو پھر اور دھاتوں کے کیا ہے؟

مسئلہ (۵) بکر کہتا ہے مٹن نہیں سننے میں شمار نہیں کئے جاتے، جو ناجائز ہوتے۔ یہ تو لگائے جاتے ہیں، زید عرض کرتا ہے کہ جب سونے چاندی کی وجہ ثابت کی گئی تو یہ مشابہت ہے اور مشابہت پر عورتوں کو اور دھاتیں منع کی گئی ہیں اور اگر سننے کے شمار میں نہیں تو یوں نہیں کہ مٹن بھی سننے کے شمار میں نہیں ہے لیکن ریشم کے نمربند کو منع کیا گیا ہے اور جیسے مٹن کا تعلق کپڑے کے سبب جسم سے ہے ویسے ہی نمربند کا تعلق کپڑے کے سبب جسم سے ہے لہذا عرض ہے کہ سوال دلیل قوی یا فعلی حدیث سے یا قول ائمہ کرام سے سمجھایا جائے۔ بینوا تو جبروا

الجواب (۱)۔ کافر کافر سب برابر ہیں، برہمن ہو یا کوئی، دونوں کے کافر ہونے میں کوئی فرق نہیں، اولاً تو مسلمانوں کو مطلقاً کافروں سے اجتناب چاہیے، نہ کہ ان کفار سے اپنا خلط کہ اونچی دعوت میں شرکت ہو۔ جن کے یہاں جانا اور کھانا عرفاً بھی نہایت قبیح ہے اور ان کی کمائی بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)۔ جو شے دعوت میں کھانے کیلئے لائی گئی، اگر وہ چیز بعینہ چوری کی یا کسی وجہ حرام سے اسے حاصل کیا ہے۔ تو جس شخص کو اس کا علم ہے اسے

کھانا حرام اور اگر وہ چیز بعینہ حرام نہ ہو بلکہ حرام مال کے بدلے میں اسے خریدا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جب تک عقد و نقد اوس حرام پر مجتمع نہ ہوں۔ وہ چیز حرام نہ ہوگی۔ عقد و نقد کے مجتمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے میں مجھے یہ چیز دے اوس نے دی یہ عقد حرام پر ہوا پھر چیز کی قیمت میں وہی روپیہ دیا یہ حرام پر نقد ہوا، اگر اس صورت سے خریدی جائے تو وہ چیز بھی حرام ہوگی ورنہ نہیں اور بچنا اولیٰ و بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳-۴-۵): سونے چاندی بلکہ ہر قسم کی دھات کے ٹن جائز ہیں، یہ محض تابع ہیں۔ ملبوس نہیں۔ درمختار ہیں۔ فی التمار خانۃ عن السیر الکبیر لا بأس بانزاس الدیبا ج والذهب۔ اور رشیم کا کمر بند مکروہ ہے۔ اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ٹن کے بغیر کپڑا پہنا جاتا ہے اور عادت ٹن کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کمر بند کی ہے۔ کہ پا جامہ بغیر کمر بند کے پہننا بالکل خلاف عادت ہے۔ لہذا اگرچہ یہ بھی تابع ہے۔ مگر ویسا تابع نہیں جس طرح بن تابع ہے۔ درمختار میں ہے

ونکرة التکة منه ای من الدیبا ج هو الصحيح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از بریلی شریف ڈاکخانہ انبریٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب، ر شعبان المعظم ۱۴۷۰ھ

استعمال لہسن۔ پیاز۔ ہنگ۔ ادک کا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا اور انکا استعمال کر کے نماز۔ تلاوت وغیرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ادک کے کھانے میں اصلاً مضائقہ نہیں، کہ یہ ایک خوشبو کی چیز ہے، کچا لہسن، پیاز کھانا مکروہ ہے اور کھانے کے بعد جب تک بو باقی ہے مسجد میں جانا منع ہے اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو نماز میں بھی تاخیر کرے، ورنہ بدرجہ مجبوری پڑھے۔ یو ہیں جب تک بو باقی ہو۔ تلاوت بھی مکروہ ہے۔ اور

وجہ سب کی یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے حدیث میں ہے۔ فان الملكة تتأذى مما يتأذى به الانس۔ اور نختہ لہسن پیاز کھانے میں حرج نہیں کہ اس کے کھانے سے بدبو نہیں پیدا ہوتی اور ہنگ میں چونکہ بدبو ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی کچے لہسن کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۔ از رانی کھیت اضلع مینی تال مرسلہ جناب مولوی قاری جلیل الدین احمد صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۷۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضی وہابی اگر سید اپنے آپ کو ظاہر کریں تو تعظیم اس جہت سے کہ نسبت جناب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب رکھتے ہیں۔ واجب التعظیم ہو سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب :- جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو۔ اگر وہ اپنے کو سید ظاہر کرے تو اس کی سیادت کی تعظیم کی جائے گی کہ جس چیز کی تعظیم کی جاتی ہے وہ اوسمیں موجود ہے اور اگر بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہے تو اب اوسکی تعظیم نہیں کی جاسکتی، قال تعالیٰ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ وهو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)۔ از رانی کھیت جامع مسجد ضلع الموڑہ ۲۱ رذی قعدہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں زید کو ہولی کے موقع پر ہنود نے مجبور کیا کہ آج ہماری خوشی کا دن ہے ہم رنگ ڈانیں یا لگائیں گے، اولاً زید مائع ہوا بعد ازاں بطیب خاطر اذن دیا، جس کی وجہ سے ہنود نے زید کے اوپر رنگ ڈال دیا لگایا اس وقت حکم شرعی زید کیلئے کیا ہوگا؟

مسئلہ (۲)۔ اہل اسلام کیلئے ہولی، دیوالی، دسمہ وغیرہم میں شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے، اس کو ہستانی آبادی میں رجال و اناث صغیر و کبیر امور مذکورہ کے جلوں میں شرکت کرتے ہیں اور ہنود کے مانند جھولے وغیرہ میں بلا امتیاز زن و شوہر

بیٹھ کر جھولتے ہیں، ایسی صورت میں ایمان کے اندر نقص واقع ہوتا کہ نہیں؟ شرکت کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب (۱): ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے، جس میں آگ کی پرستش کرتے اور اپنے طور پر خوشی مناتے ہیں، ہولی کھیلنا یا اوس زمانہ میں بدن یا کپڑے پر رنگ ڈالنا یا ڈلوانا خاص شعار ہنود ہے، اور ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے، حدیث میں ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم۔ اوس شخص پر تو بہ فرض ہے اور تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): کفار کے تہواروں میں شریک ہونا حرام اور سخت حرام بلکہ کفر ہے خصوصاً جب کہ انھیں کے مثل اونکے تمام کاموں میں شرکت کرے، حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من کثر سواد قوم فهو منهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از جودہ پور مارواڑ منارا کی مسجد میں سیدہ جناب عبدالحکیم حسین بخش صاحبان ایک مقدمہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور وہ مقدمہ شریعت کے موافق ہے اور عام مسلمان مقدمہ لڑ رہے ہیں۔ اور سرکار اپنی ضد رکھنے کیلئے چند مسلمانوں کو قید کر دیے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے مسلمان بھائی اپنے مطلب کیلئے اور روپیوں کے لالچ میں اگر عام مسلمانوں کے خلاف جغلی کھاتے ہیں، اور مسلمانوں کے دلوں کو رنج پہنچاتے ہیں۔ ایسی جغلی کرنے والے مسلمانوں سے

لے غم العیون والابصار میں ہے۔ اتفق مشائخنا ان من رأى امرا الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس، او ترک المضاجعة عندہم حال الحيض حسن فهو کافر۔ ہمارے مشائخ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کفار کے کسی طرز و وضع کو اچھا جانا تو وہ کافر ہو گیا۔ فقہائے یہاں تک فرمایا ہے کہ جو آدمی مجوسیوں کی طرح کھاتے وقت کلام کے ترک کو اچھا سمجھے، یا حالت حیض میں مجوسیوں کا اپنی بیویوں سے الگ رہنا مستحسن امر جانے۔ وہ کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

میل رکھنا یا شامل کھانا پینا یا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
الجواب:- چغلی کھانا حرام و سخت کبیرہ ہے۔ احادیث میں اسکی بہت مذمت آئی۔ اور اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے۔ اور فرمایا، انہما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فیمشی بالنمیمۃ واما الاخر فلا یستتر من البول۔ ان میں ایک کو اس وجہ سے عذاب ہوتا ہے کہ وہ چغلی کھاتا تھا یہ حکم تو عام طور پر چغلی کھانے کا ہے۔ جو آپس میں ایک دوسرے کی چغلی کھاتے اور حکومت کے پاس چغلی کھانا، اور زیادہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے بے گناہ کو سزا دلانا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عام مسلمانوں کے خلاف ہندو حاکم کے پاس چغلی کھائی جائے کہ اس سے تمام مسلمانوں کی توہین ہوتی ہے۔ اور سب کو ایذا پہنچتی ہے ایسے شخص سے سلام، طعام، میل، جول سب ترک کر دیں قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از چوری پٹی دینا ج پور مرسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ انصاری صاحب کیراف شیخ فصیح اللہ عاشق علی انصاری ۵، صفر ۱۴۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرثیہ پڑھنا جس میں ناجائز باتیں خلاف شرع نہ ہوں محض صحیح واقعات پر مبنی ہو کیسا ہے؟

الجواب:- اگر ایسا مرثیہ ہو جس میں خلاف شرع بات نہ ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے۔ مگر عام طور پر جو مرثیے رائج ہیں وہ خلاف شرع بات سے خالی نہیں صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے۔ ولکن الیاس سعد بن خولثہ یرثی لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از مالیگاؤں ضلع ناسک محلہ موتی پورہ مرسلہ جناب عبدالغنی ولد
خان محمد صاحب ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو لوگ کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کتابوں لکھ گئے ہیں، ان کے اور ان کے ماننے والے اور ان کے معتقدین ہیں، ان میں سے اگر کسی نے اہلسنت والجماعت کو دعوت دیا تو اہلسنت نے کھالیا۔ لیکن اپنے دل میں ان کو کافر سمجھتا ہے، اور ان کے پیچھے کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا ہے، تو مولانا صاحب باوجودیکہ ایسا سمجھتے ہوئے جو کھانا کھالیا تو اس کے لئے حلال ہے یا حرام ہے، اگر حرام ہے تو کیا دلیل ہے شرعاً حنفی مذہب میں فتویٰ کس پر ہے حلال پر ہے یا حرام پر؟

مسئلہ (۲) بکرنے کہا کہ شریعت میں گائے کا گوشت کھانا جائز ہے اور اسی گوشت کو خالد نے کہا کہ حلال ہے بات دونوں کی ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے۔ زید نے کہا کہ شریعت میں شراب کا پینا حرام ہے عمرو نے کہا کہ شراب کا پینا شریعت میں ناجائز ہے، دونوں کی باتوں میں کچھ فرق ہے یا ایک ہی بات ہے؟

الجواب (۱) :- بد مذہبوں کے بارے میں حدیث ہے۔ ایاکم وایاہم لایفیلونکم ولا یفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو۔ انھیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کر دیں تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ دوسری حدیث ہے، لا تو اکلہم ولا تشابروہم، ان کے ساتھ نہ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ یہ ان بد مذہبوں کا حکم ہے، جنکی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو کہ ان سے میل جول ساتھ کھانا پینا ترک کرے۔ اور وہ جو سوال میں مذکور ہیں وہ تو قطعاً یقیناً کافر مرتد ہیں ان سے بدرجہ اولیٰ اجتناب کا حکم ہے۔ رہا کھانا اس کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ جب وہ

مرتد ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اگر جانور اس نے ذبح کیا ہے یا اسی کے ہم خیال کسی دوسرے مرتد نے جب تو وہ بالکل حرام و مردار ہے۔ اور اگر مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے اور اول سے آخر تک یعنی کھانے کے وقت تک برابر نظر مسلم کے ساتھ رہا تو وہ گوشت حرام و مردار نہیں، اور اگر نظر مسلم سے غائب ہو گیا مثلاً اس کے گھر میں گیا اور وہاں سے پک کر آیا تو اب بھی مردار ہے، اور گوشت کے علاوہ باقی اشیاء حلال ہیں مگر اس کے یہاں کھانا حدیث و آیت کے خلاف ہے یعنی یہ فعل ناجائز ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- جائز و حلال میں اس جگہ فرق نہیں۔ مگر بعض جگہ فرق بھی ہوتا ہے، ناجائز و حرام میں فرق ہے ہر ناجائز، حرام نہیں، اور حرام ضرور ناجائز ہوتا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ازالہ آباد محلہ دارالکلیہ سید ضمیر الدین احمد صاحب رضوی

۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید یکہ کا انسکیٹر ہے یکے ہر ششماہی کے بعد منی سلیٹی کے محصول جمع کرنے آتے ہیں۔ اور علاوہ محصول کے ۴ فی کس دیتے ہیں جس کو کہ زید کا چیرا سی اور منشی وصول کرتا ہے، یکے والوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں، وہ رقم ۴ فی کس جو وصول ہوتی ہے

اے جواز عام ہے اور حلال خاص، اسی طرح ناجائز و حرام میں بھی فرق ہے حرام کا ثبوت صرف اس دلیل سے ہوگا جس کا ثبوت و اثبات دونوں قطعی ہوں اور طلب کف جازم ہو، جب کہ ناجائز کا ثبوت میں طرح کی دلیلوں سے ہوتا ہے۔ (۱) ثبوت قطعی، اثبات ظنی، اور طلب کف جازم۔ (۲) ثبوت ظنی، اثبات قطعی، اور طلب کف جازم۔ (۳) ثبوت و اثبات دونوں ظنی اور طلب کف جازم، اس سے ظاہر ہے کہ حرام ناجائز ضرور ہوتا ہے لیکن ہر ناجائز حرام نہیں ہوتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

اس میں سے تین حصے لگتے ہیں ایک حصہ زید خود لیتا ہے یعنی منشی وغیرہ دیتے ہیں دو حصوں میں منشی اور چیرا سی تقسیم کرا لیتے ہیں زید صحیح العقیدہ اور حضرت کا متقید ہے، کہتا ہے کہ ہم کو وہ رقم جو ہندو سے ملتی ہے، لیتے ہیں کیونکہ دو حصہ رقم اس میں سے نکل جاتی ہے یہ رقم خالص ہندو کی رہ جاتی ہے، کافر حربی کا مال بلا عذر جائز ہے، جبکہ رقم مذکور کو نہ ہم خود لیتے ہیں نہ بانٹتے ہیں اور اس پر حضرت کا فتویٰ حالانکہ رقم سب ملی ہوئی ہوتی ہے، زید یہ بھی کہتا ہے کہ میری نیت مسلمان کی رقم لینے کی نہیں ہے بلکہ ہندو سے جو ملتی ہے، لے لیتا ہوں وہ افسر جو یونکو پاس کرتا ہے جب وہ کسی یکہ کو فیل کرتا ہے تو زید سے یکہ والا کہتا ہے کہ تم چل کر سفارش کر دو تو زید ان سے اس سفارش کر نیکا کچھ حق المحنت لیتا ہے، اس میں ہندو مسلمان کی تقشیش نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرا کار یقینی نہیں ہے یہ تو حق المحنت ہے، اگر زید چاہے تو منشی اور چیرا سی سب کو روک سکتا ہے کہ ان لوگوں کو کچھ نہ مل سکے مگر زید کہتا ہے کہ میں منشی اور چیرا سی سے نہیں کہتا کہ تم مسلمان سے لو اگر وہ لیتے ہیں تو وہ ذمہ دار ہیں زید حضرت کے خاص مقرب شخصوں میں سے ہے۔

آیا اس کا کہنا کہاں تک حیلہ شرعی ہو سکتا ہے اور ان کا کیا حکم ہے مفصل بیان فرمائیے؟

مسئلہ (۲) تین روپیہ تھے اس میں سے ایک روپیہ حلال رقم تھی اور دو حرام، مگر یہ نہیں معلوم کہ کون سا روپیہ حلال تھا تو اگر اس میں سے ایک روپیہ نکال لیا یہ سمجھ کر کہ میں نے حلال رقم لی تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) یکہ والوں سے زید کا چیرا سی یا منشی جو رقم وصول کرتا ہے یہ رقم ناجائز ہے کہ یہ سب ملازم ہیں، اور اپنی ملازمت کی تنخواہ پاتے ہیں، اور

ملازمت خود ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں فرض منصبی کے خلاف کرنا ناجائز ہے
اب یکہ والوں سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، وہ یہی خیال کر کے دیتے ہیں کہ اگر
ان کو یہ رقم نہیں دی جائے گی تو خواہ مخواہ پریشان کریں گے، اور غلط وجوہ قائم
کر کے جرمانہ کرا دیں گے، یا ناپاس کرا دیں گے، یا اس وجہ سے دیتے ہیں کہ ہمارے
بیکوں میں عیب موجود ہے اور نہ دیں گے تو یہ ظاہر کر دیں گے اور یہ لوگ رقم لیکر
ان عیوب کو چھپاتے ہیں، پہلی صورت میں ظلم ہے، اور دوسری صورت میں
ملازمت کے معاہدہ کے خلاف ہے، اور یہ خود غدر ہے اگرچہ پہلی صورت میں
بظاہر غدر نہیں معلوم ہوتا، مگر حقیقتہً اوس میں بھی غدر ہے کیوں کہ ملازمت کے
شرائط سے یہ ہوتا ہے کہ تنخواہ کے علاوہ دوسروں سے کچھ نہ لیں گے، اور فرض
کیا جائے کہ غدر نہ بھی ہوا تو اس رقم قلیل کو لیکر اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے
اور یہ بھی جائز نہیں، رہا زید کا یہ کہنا کہ میں مسلمانوں کی رقم نہیں لیتا بلکہ کفار کی
لیتا ہوں، یہ عذر بھی قابل اعتبار نہیں، یہ اس وقت اعتبار ہوتا ہے کہ مسلمانوں
کی رقم علیحدہ ہوتی اور کفار کی علیحدہ، مگر جب کہ سب رقمیں بلا امتیاز ایک ساتھ جمع
ہوتی ہیں۔ تو تقسیم کے وقت اسے خاص کفار کی دی ہوئی رقم ملتی ہے، قابل
قبول نہیں، ایسی صورت میں محض نیت سے وہ رقم کافر کی نہ ہوگی۔ زید کو بھی اس
سے باز آنا چاہئے۔ اور ماتحتوں کو بھی منع کر دینا چاہئے، ہاں زید کا جو کام ملازمت
میں داخل نہیں اگر اس کام کی کوئی اجرت لے مثلاً یکہ والوں سے یہ کہہ کر کہ تمہارے
یکہ پاس کرا دوں گا، اور اس کام کا اتنا معاوضہ لوں گا اور پاس کرا دیا تو جو معاوضہ بھرا
دے، لے سکتا ہے کہ یہ اپنے کام کا بدلہ ہے، اور اس میں حرج نہیں معلوم ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حرام و حلال دونوں جب مخلوط ہو جائیں کہ امتیاز باقی نہ رہے

مثلاً اپنے روپیہ میں کسی دوسرے کا روپیہ ناجائز طور پر حاصل کر کے ملا دیا۔ تو یہ استہلاک ہے۔ اور استہلاک سے ملک حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اتنا تاوان اس پر شرعاً لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مقام پورہ ڈاکخانہ جگر سند ضلع بلیا سرسہ جناب اکبر میاں و محمد سلیم میاں صاحبان ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مجلس میلاد شریف میں بیان کیا ہے بفعوائے آیت کریمہ «وَاذْكُنَّا لِلْمَلَائِكَةِ سُجْدًا ۖ اِلَّا اِبْلِسَ» و نیز، «خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا»، سجدہ تعظیمی غیر خدا کو جو معظم ہو جائز ہے، کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا، اللہ عز و جل فرشتوں کو سیدنا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کا حکم نہ دیتا، اور برادران یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آل نبی تھے ان کو سجدہ نہ کرتے، تو معلوم ہوا کہ سجدہ سے مراد ان آیات سے سجدہ نحتہ ہے مگر بعض علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہے ورنہ اکثر مشائخ کرام بالخصوص ہمارے مشائخ کرام قدست اسرار ہم کے نزدیک جائز ہے، تو آپ از روئے شرع بیان کر دیجئے؟ زید کا بیان کس طرح تک پہنچا ہے؟ زید کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب :- ان آیات کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں، سجدہ سے مراد مجرد انحناء ہے یا وضع الجبۃ علی الارض، اور بر تقدیر ثانی یہ سجدہ ان کو تھا یا اللہ عز و جل کو تھا، اور یہ حضرات بمنزلہ قبلہ، بکثرت مفسرین کے قول سے یہاں سجدہ سے مراد انحناء ثابت ہوتا ہے، اور صاحب جلالین جوامع دار حج اقوال کو لیتے ہیں وہ بھی ان مواقع میں انحناء ہی کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں، اگر یہ سجدہ اپنے حقیقی معنی

میں ہو، اور یہ حضرات مسجودہ ہوں جیسا کہ یہی ظاہر ہے، تو یہ حکم اگلی شریعت کا ہوگا اور اس شریعت مطہرہ میں یہ منسوخ ہو گیا، احادیث صحیح بکثرت ایسی وارد ہیں کہ صحابہ کرام نے بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی، اور ہمیشہ آپ نے منع فرمایا، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر نوع کی تعظیم کرتے، اور سجدہ انہوں نے کبھی نہ کیا، لہذا یہ سجدہ خواہ تحیت کیا جائے یا سجدہ تعظیم حرام ہے، مشائخ کرام قدست اسرار ہم کی طرف اس کی نسبت غلط ہے، اگر بالفرض کسی بزرگ کی کوئی عبارت بطور نقل صحیح ثابت ہو جائے، تو اس عبارت کی تاویل کی جائے گی، یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی وجہ سے حدود شرع کو درہم برہم کیا جائے، زید پر لازم ہے کہ اپنے اس قول سے باز آئے ورنہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب ازالہ آباد محلہ دارانج رجب ۲۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مینوسیلٹی بمپلس سے غلیظ اٹھوانے کا ٹھیکہ دیتی ہے، اور وہ ایک جگہ جمع ہو کر جب کھاد ہو جاتا ہے تو اس کا ٹھیکہ بھی ہوتا ہے جس کو ٹھیکہ دار لوگ فروخت کرتے ہیں، اس قسم کی تجارت جائز ہے یا نہیں، و نیز غلیظ کو خریدنا و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب وہ کھاد ہو گیا، اور مٹی اس پر غالب آگئی، تو اسے بیع کر سکتے ہیں، درمختار میں ہے، وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب اور ماد غلب علیہما فی الصمیم اور غلیظ فی بیح و شرنا جائز ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اسکی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو کے بچے زائد ہوتے تھے چنانچہ بچوں کی زیادتی سے پریشان ہو کر ایسی دوا کھائی کہ اب آندھ بچے نہ ہوں،

اس کا یہ عمل شرع شریف کی رو سے کیسا ہے ؟

الجواب :- اگر شوہر کی اجازت سے اس نے ایسا کیا ہے تو جائز ہے، ورنہ ناجائز اور بعض نے مطلقاً جائز بتایا، ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے، یجوز لہا سد فم رحمہا کما تفعلہ النساء مخالف لما بحثہ فی البحر من انہ ینبغی ان یکون حراما بغیر اذن الزوج قیاساً علی عزله بغیر اذنیہا۔ مگر بہر حال اگر ضرورت و مجبوری نہ ہو تو ایسا کرنا نہ چاہئے کہ نکاح کے اعلیٰ منافع و فوائد سے اولاد ہے، اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کثرت کو پسند فرمایا، اور یہ اپنے اس فعل سے اسے روکنا چاہتی ہے۔ حدیث میں ہے، تزوجوا الودود والود فانی مکا شربکم الامم یوم القیمۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں خاص کر حلوے ہی پر فاتحہ کیوں ہوتا ہے، اور اگر بجائے حلوے کے اور کسی چیز پر ہو تو کیا حرج ہے، اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانت شہید کر ڈالے تھے، لہذا ان کے لئے حلوہ بنایا تھا لیکن کیا وہ دانت کے شہید کرنیکی تاریخ پندرہویں شب شعبان کی ہے

لے شوہر کی اجازت سے مانع حمل یا مستقط حمل ادویات کا استعمال اس صورت میں جائز ہے جبکہ استقرار حمل نہ ہوا ہو، یا استقرار حمل کے بعد شکم مادر میں بچے کی خلقت نہ ہوئی ہو۔ اور اس میں روح نہ ڈالی گئی ہو، جسکی ظاہر صورت و علامت یہ ہے کہ استقرار نطفہ کے بعد ایک سو بیس دن نہ گزرے ہوں تو اس قسم کی ادویات کا استعمال جائز ہے ورنہ بچے کی خلقت اور اس کے اندر نفخ روح کے بعد اس قسم کی دواؤں کا استعمال ناجائز و حرام ہے، ردالمحتار میں قال فی النہایہ بقی ہل یباح الاسقاط بعد الحمل۔ نعم یباح ما لم یتخلو منہ شیء ولیکون ذالک الا بعد مائة وعشرین یوماً وهذا یقتضی انہا امرادوا بالتخلیق نفخ الروح رج ۲ ص ۴۱۲ باب نکاح الرقیق (واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی)

غالباً یہ واقعہ تو جنگ احد شریف میں ہوا تھا اسکے متعلق بروایت صحیحہ بیان فرمائیے؟
الجواب :- شب برات ایک نہایت متبرک رات ہے، اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ
 مُبَارَكَةٍ، کی تفسیر میں اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ اس لیلۃ مبارکہ سے مراد شب
 برات ہے، اس رات میں قسمت ارزاق ہوتی ہے، اور ملائکہ کو سال بھر کے
 اعمال سپرد کر دیئے جاتے ہیں، اور اس میں رحمت الہی بکثرت نزول فرماتی ہے
 سوا بغض و عداوت والوں کے، ہر ایک مومن کی مغفرت ہوتی ہے، احادیث
 اس کی فضیلت میں بکثرت وارد ہیں، لہذا ایسی بابرکت رات میں جہاں تک
 اعمال حسنہ نماز و صدقات وغیرہا کر سکے، کرنا نہایت محبوب و مرغوب ہے، نہ کہ
 ایسی رات میں لہو و لعب و آتش بازی وغیرہ شیطانی کاموں میں مشغول ہوں
 انھیں نیک کامیوں میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ فاتحہ دلا کر مساکین و فقراء
 وغیرہ واجباب کو تقسیم کرتے ہیں اور اس کے لئے حلویے کی کوئی تخصیص نہیں
 جس چیز پر چاہیں فاتحہ دلائیں، اور ایصال ثواب کریں، حضرت اولیس قرنی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے دانت توڑنے کے متعلق کوئی صحیح تاریخ یاد نہیں، اور حلوا پر نیاز
 دلانے کی یہ بنا بھی نہیں ہے بلکہ چونکہ یہ عمدہ چیز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو میٹھی چیز محبوب تھی، حدیث صحیحہ میں ہے کان یحب الحلواء والعسل
 اس وجہ اس پر فاتحہ دلاتے ہیں اور دوسری چیز پر دلائیں تو اس میں کچھ مضائقہ
 نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ شہاب الدین
 کہ فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں
 کہ یہاں پر ایک سچڑا فوت ہو گیا جس کا چہلم ہوا مٹھائی ہوئی۔ جس کے یہاں
 کا کھانا بہت سے آدمیوں نے کھایا۔ وہ جائز بتلاتے ہیں۔ وہ میرے پاس ہے

انہوں نے کہا کہ میرے محلہ کی مسجد کے پیش امام مولوی بشیر احمد صاحب چہلم بھڑے کے کھا آئے۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔ مولوی صاحب جائز بتلاتے ہیں ان کی پیش امامی جائز ہے یا نہیں۔ میں ان کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہیں۔ پیر حنی عبدالحق صاحب سراج الحق صاحب نے بھی یہ چہلم کھایا ہے۔ یہ بیعت کرتے ہیں آیا مریدان کی بیعت ٹوٹی یا رہی۔ اور ایک مسجد کے امام بھی ہیں۔ ان کا حکم بھی تحریر فرمادیں؟ آئندہ کوئی ان کی بغیر توبہ بیعت کر لے تو جائز ہوگی یا ناجائز۔ شہر قاضی احمد علی وغیرہ نے بھی جائز سمجھ کر کھایا ہے۔ وہ بھی ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں نکاح پڑھاتے ہیں۔ ان کا بھی حکم بیان فرمادیں، کل شہر میں نماز جنازہ بھی قاضی صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔ شرع شریف کا جو حکم ہو تحریر فرمادیں۔ ابشیر پاک آپ کو اس کا اجر دے گا۔ سب آدمی آپ کے جواب کے منتظر ہیں، تاکہ یہ فتنہ رفع ہو؟

الجواب:- یہاں دو امر قابل غور ہے، اول یہ کہ وہ کھانا جو کھایا گیا اور لوگوں نے کھایا فی نفسہ وہ حلال تھا یا حرام، اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ جو چیز کھائی گئی اگر وہ خود بطور ناجائز حاصل کی گئی یا حرام روپیہ سے خریدی گئی۔ جبکہ عقد و نقد دونوں مال حرام پر ہوں تو ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا بھی حرام ہے۔ ورنہ حرام نہیں۔ دوم یہ کہ وہ بھڑہ اگر برائیشہ کرتا تھا جیسے عموماً بھڑے ہوا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں سے خلط و اختلاط نشست و برخاست ان کے یہاں کھانا پینا ناجائز ہے۔ اگرچہ جو چیز کھائے حرام نہ ہو، کہ قرآن و حدیث سے ایسوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا ممنوع ہے خصوصاً مسجد کے اماموں ہرید کرنے والوں، قاضی کہلانے والوں کو کہ جب یہی لوگ اجتناب نہ کریں گے تو عوام کب ایسے لوگوں سے گریز کریں گے، بالجملة ان لوگوں کو احتیاط لازم ہے۔ اگر وہ کھانا جائز بھی تھا جب بھی تنفییر عوام کا باعث اور موقع تہمت ضرور تھا اور حدیث میں فرمایا۔ اتقوا مواضع التہم، تہمت کی جگہ سے بچو۔

اگر وہ کھانا حرام نہ تھا تو یہ لوگ فاسق نہ ہوں گے ان کی امامت درست ہے اور حرام تھا یا وہ جگہ ایسی تھی جہاں جانے کی ممانعت تھی تو تو بہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشہور یہ ہے کہ کھٹل کو گرم پانی ڈال کر نہیں مارنا چاہئے کیونکہ جلا کر مارنا اللہ عز و جل کا کام ہے؟

الجواب :- آگ سے جلا کر مارنا ممنوع ہے، بخاری شریف و ترمذی شریف وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الناس لا یعذب بہا الا اللہ، کہ آگ سے عذاب دینا صرف اللہ کے لئے ہے لہذا اس سے بچنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو اکثر ایسے کاغذات و اخبارات راستے میں پڑے ملتے ہیں کہ جس میں اردو لکھی ہوئی ہے۔ لہذا زید ان کاغذات کو کہ جس پر عربی لکھی ہو یا کلام پاک لکھا ہو یا نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہو اس کو ضرور اٹھا لیتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ان کاغذات کو جن پر اردو لکھی ہے لیکن نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ لکھا ہوا نہیں نظر پڑتا تو نہیں اٹھاتا، و نیز آج کل اس کثرت سے لوگ اخبارات جا بجا چپکا دیتے ہیں کہ بعد کو وہ نالیوں میں پڑے ملتے ہیں۔ تو اگر زید جس میں محض اردو لکھا دیکھتا ہے اکثر چھوڑ دیتا ہے، لہذا زید از روئے شرع شریف مستحق سزا تو نہیں ہے اس لئے کہ جس نے پھینکا ہو وہ ذمہ دار ہے اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگر میں اس طریقہ سب کاغذات اٹھاتا چلوں تو راستہ چلنا مشکل ہو، اس بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- حروف کی تعظیم کا حکم ہے خصوصاً قرآن مجید تو واجب التعظیم ہے ہی۔ اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے یوں اسما طیبہ کہ ان کی بھی تعظیم کی جائے زید کا یہ فعل مستحسن ہے اور امید اجر ہے، اور دیگر کاغذات بھی اٹھائے تو اچھا ہی

اور نہ اٹھائے تو زید پر مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لڑکے
 کا نام ”ظہور باری“ رکھا ہے آیا یہ نام جائز ہے یا نہیں؟ مگر ظہور باری کے بجائے
 ”نور باری“ رکھا جائے تو کیا ہے؟

الجواب :- دونوں میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیدی صحیح العقیدہ
 لیکن ایک کافر سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ میں تمہارے یہ مکان کا محصول یعنی گھرواری
 و نیز بجے کا محصول معاف کرادوں گا، اور اس کے معاف کرانے کی ترکیب یہ سوچی ہے کہ
 اس کے مکان میں مندر ہے اور اسی کے قریب دوسرا مکان ہے اس میں بھی مندر ہے
 لہذا ایک درخواست میونسپلٹی میں اس مضمون کی دی ہے کہ چونکہ میونسپلٹی ایسے
 مکان جس میں مندر ہوں محصول معاف کر دیتی ہے، لہذا اس مکان کا بھی محصول
 معاف کرایا جائے۔ اور اتفاق سے ایک کاغذ جس میں ایک حکم میونسپلٹی کی جانب
 سے ہو چکا تھا کہ چونکہ یہ گردوارہ یعنی جائے پرستش ہے، لہذا محصول معاف کیا
 جاوے، چنانچہ زید نے اس کاغذ کی نقل کر کے بذریعہ درخواست اس کا محصول
 معاف کرانا چاہتا ہے، وہ محض اس غرض سے کہ ایک بہت بڑے فائدہ کا کام
 اسے نکلنے کی امید ہے، ورنہ یہ مقصود نہیں ہے کہ بلا وجہ کافر کو نفع پہنچایا جاوے
 اس خیال سے اس کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب :- محصول معاف کرانے میں کوئی گناہ نہیں کہ خود میونسپلٹی کا جب
 ایک قانون ہے تو زید کا کیا، زید نے وہ قانون بتا دیا اس میں کوئی حرج نہیں
 معلوم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پان کھاکر

زبانی قرآن پاک پڑھتا ہے، لیکن صرف دو وقتوں میں ایک میلاد شریف پڑھتے وقت، دوسرے سوتے وقت۔ آیا ایسی حالت میں زبانی کلام پاک پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- قرآن مجید پڑھتے وقت مونہ صاف کرنا چاہئے۔ کہ مونہ میں کوئی چیز اس وقت ہونے سے ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے، لہذا اس سے بچنا چاہئے، میلاد شریف بھی بغیر پان کھائے پڑھے کہ یہی مقتضائے ادب ہے، اور سوتے وقت قرآن مجید پڑھنے کے بعد پان کھانا ہو تو کھالے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کپڑا نیا استعمال کیا جائے تو کس دن۔ کسی خاص دن کے بابت نئے کپڑے کا استعمال حدیث میں ارشاد فرمایا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جمعہ کے دن یا عیدین کے دن میں نیا کپڑا پہننا بہتر ہے۔ حدیث کوئی یاد نہیں۔ اور نفی کی فرصت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بنارسیشم جس کا رنگ خاکی ہوتا ہے، جو کاشی سلک کے نام سے مشہور ہے، اس کا استعمال بھی مرد کو حرام ہے، یا صرف نماز پہنکر نہیں پڑھنا چاہئے۔ باقی اوقات میں پہن سکتے ہیں؟

زید کہتا ہے جو ریشم رنگین ہو خاص طور پر جس کو عورتیں استعمال کرتی ہوں وہ ناجائز ہے، اور جو ریشم معلوم نہیں ہوتا رنگت بھی اچھی نہیں، ایسا ریشم مرد استعمال کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- خالص ریشم کے کپڑے یا وہ کپڑے جن میں بانا ریشم ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ریشم اور سونے کی نسبت فرمایا، ہذا ان حرامان علی ذکر امتی، یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ اس میں رنگ و بے رنگ کی کوئی قید نہیں۔ زید کا کہنا غلط ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از پنجاب مرسلہ جناب میان دین محمد صاحب خوشابی ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفاً و تعظیماً مسائل ذیل میں کہ ۲۳ رمضان المبارک کو سورہ روم و سورہ عنکبوت پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور تعیین تاریخ میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب:- رمضان المبارک کے دن نہایت متبرک دن ہیں، خصوصاً اسکے عشرہ اواخر کی طاق راتیں کہ ان میں شب قدر ہونے کا غالب گمان ہے، حدیث میں ہے تحریر الیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ رمضان کے پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو، رواہ البخاری عن المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری حدیث میں ہے التمسوها فی العشر الاواخر فی رمضان لیلة القدر فی تاسعة تبقى فی سابعة تبقى فی خامسة تبقى۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تیسری حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، فمن کان متحی بہا فلیتحہا فی السبع الاواخر۔ اور اس کی ہدایت ۲۲ سے ہوگی۔ یہ چند روایتیں ذکر کیں اقاد اس باب میں کثیر ہیں، عبد اللہ ابن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور میں عرض کی یا رسول اللہ میں گاؤں میں رہتا ہوں (ہمیشہ یہاں نہیں آسکتا ہوں) کسی رات کی نسبت مجھے حکم فرمایا کہ اس رات میں اس مسجد نبوی میں آؤں فرمایا

لے لے لے بخاری شریف ج ۱ ص ۲۷۰ باب فضل لیلة القدر۔ مصباحی

انزل لیلۃ ثلاث وعشراۃین - تیسویں رات میں آؤ۔ اس مہینہ اور ان ایام کی فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں عبادت کی کثرت کی جائے، اس لئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایام میں بکثرت عبادت کرتے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر ما لا یجتہد فی غیرہ جیسی کوشش کے ساتھ ان دنوں عبادت کرتے دوسرے دنوں میں نہ کرتے رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری روایت انھیں سے صحیحین میں ہے، اذا دخل العشر شدّ میزرۃ واحیٰ لیلۃ وایقظ اہلیہ۔ اور قرآن مجید کی تلاوت بھی عمدہ عبادت ہے، رہی سورہ روم و عنکبوت کی تخصیص اگر وہ بایں معنی ہے کہ سوا ان کے دوسری سورتوں کو ناجائز سمجھتے ہیں، یا انکی تلاوت دوسرے دنوں میں ناجائز کہتے ہیں، تو یہ تخصیص باطل و ناجائز اور حال مسلم سے یہ بعید بھی ہے، اور اگر ایسی تخصیص نہیں تو خاص ان سورتوں کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبدالعظیم صاحب ازگوری پور ضلع چوہیس پرگنہ ۸ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ اعلیٰ حضرت قبلہ استاذنا المکرم مخدومنا المعظم مدظلہ الاقدس خادم مجددہ مع اخیر ہے استفطار جو حاضر خدمت کیا وہ موصول ہو چکا، دو مسئلے اور دریافت طلب ہیں اور ان کی عجلت سے اسی وجہ سے جوابی کارڈ حاضر ہے استفطار کی صورت میں حاضر نہ کیا؟ محرم الحرام میں کس کس رنگ کے کپڑے پہننا ممنوع ہیں، اور کس کیلئے اس طرف میں عموماً لوگ تہ بند پہنتے ہیں، اور عموماً رنگین ہوتے ہیں، کیا ان کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ رنگین تہ بند چھوڑ کر عاشورہ تک سفید ہی تہ بند پہنیں؟

لے بخاری ج ۱ ص ۲۷۱ باب تحریر لیلۃ القدر - مصباحی

اور علیٰ ہذا القیاس کیا عورتوں پر بھی لازم ہوگا کہ وہ ان دس دنوں میں رنگین کپڑے چھوڑ دیں؟

الجواب :- عشرہ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں۔ ان تینوں سے اجتناب چاہئے۔ اول سُرخ یا گلابی کہ یہ خوارج و شمنان اہلبیت، اظہار مسرت کیلئے پہنتے ہیں۔ دوم سیاہ کہ اسکوروافض پہنتے ہیں۔ سوم سبز یا دھانی کہ یہ تعزیرہ داروں کا شیوہ ہے۔ اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو وہ ان تینوں سے خارج ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از رانی پورہ بازار اندورسٹی مرسلہ جناب محبوب ملاحی ضنا۔ احرار الحرام رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیرہ وغیرہ کا بنانا اسراف ہے یا نہیں اور اسکو جو اسراف نہ جانے اس کے واسطے کیا حکم ہے اور جو شخص دس مفتیوں کے فتویٰ کو نہ مانے وہ کیسا ہے؟

مسئلہ (۲) فتاویٰ عالمگیری کتاب کیسی ہے اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس کتاب کو نہیں مانتے یا اس کتاب کے مسئلہ کو نہیں مانتا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی جلدی جواب عنایت فرماویں؟

الجواب (۱) :- تعزیرہ داری ناجائز و بدعت ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے علماء اہلسنت کے صحیح فتویٰ نہ ماننا گمراہی کی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہے۔ حنفی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کتاب کو نہیں مانوں گا۔ ایسا کہنے والا غالباً غیر مقلد ہوگا۔ اس کتاب کی سلطان عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانسو علماء نے مختلف کتابوں سے مسائل منتخب کر کے تالیف کی، اور اسی وقت سے آج تک تمام علماء میں معمول و مقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جو دھپور مار وار مٹور و کاچوک مرسلہ جناب شیخ محمد حسین صاحب
مرہم امام مسجد لوہارن - ۱۶، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محض اپنی منکوہ
بیوی کے امتحان کی غرض سے بھیس غیر آدمی کا بدل کر ملاقات کی اس نے زید
کو غیر مرد سمجھ کر زید سے جماع کی خواہش کی زید نے بعد بسیار انکار و خوف خدا ظاہر
کر کے اس سے جماع کر لی۔ زید اور اس کی عورت کیلئے شرعی حکم سے مطلع فرمایا
جاوے کہ وہ دونوں کسی سزا کے مستحق ہوئے یا نہیں؟

الجواب :- زید نے چونکہ اپنی عورت سے زوجہ ہی سمجھ کر جماع کیا ہے اسلئے
زید پر اس جماع کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں، کہ نہ غیر عورت سے جماع کیا نہ اسکو
غیر سمجھا، البتہ اس کی عورت نے جو جماع کرایا ہے اگرچہ شوہر سے کرایا مگر اس نے
اپنے خیال میں غیر سے کرایا اور اپنے جانتے اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔ لہذا
گنہگار ہوئی، اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں اگر کسی لکڑی پر کپڑا لٹکا دیا
گیا ہے اور کوئی شخص رات میں اسے اجنبیہ عورت سمجھ کر اسکی طرف چلا اور
اس پر بری نیت سے ہاتھ ڈالا اب معلوم ہوا کہ یہ لکڑی سے عورت نہیں تو
اس خلعنے اور ہاتھ ڈالنے کا اوپر گناہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کوہ سری مرسلہ باشندگان کوہ سری بذریعہ حکیم عبدالخالق صاحب
۱۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کوہ سری کے انتخاب
میں دو اسیدوار ممبری جن میں سے ایک احمدی ہے، جو مرزا غلام احمد قادیانی
کو مجدد مانتا ہے۔ اور دوسرا فری مشن یعنی جادوگر کا ممبر ہے، مسلمانان کوہ سری
نے ہر دو کو حسب رسوخ پر چیاں دین، اب احمدی لاہوری کے حق میں جن

مسلمانان اہلسنت وجماعت نے پرچیان دی ہیں ان کے برخلاف مشورہ کیا جا رہا ہے کہ یہ بھی مرزائی ہو گئے ہیں کیا صرف پرچی دینے سے اور وہ بھی اس لئے کہ ایک تعلیم یافتہ اور مسلمانوں کے ہمدرد کو دی جا دیں کوئی شخص مرزائی ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کے عقائد اہلسنت وجماعت کے ہوں؟ بینوا تو جبروا

الجواب:- اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد نے انبیاء علیہم السلام کی سخت سخت توہین کی ہے اور دعویٰ نبوت کیا۔ اس وجہ سے یقیناً وہ شخص کافر ہے، اس کے اقوال پر مطلع ہو کر مجدد تو مجددا سے مسلمان جاننا بھی کفر ہے، مگر کسی غیر مسلم کو مہبری کی رائے دینا کفر نہیں، نہ فقط اتنی بات سے رائے دہندگان مرزائی ہو گئے مگر مرزائیوں سے میل جول رکھنا سخت دینی مضرت کا سبب ہے، حدیث میں ہے

ایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ ضمیمہ الدین احمد صاحب ازالہ آباد محلہ دارالمنہج ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انسیکڑیکہ ہے وہ کہتا ہے کہ یکہ والوں سے جو رقم چیرا سی یا منشی وصول کرتے ہیں اس میں مسلمان کی تعداد ایک حصہ ہوتی ہے اور کافر کی دو حصہ، اور مجھ کو جو رقم وہ دیتے ہیں تین حصہ کر کے ایک حصہ دیتے ہیں لہذا مسلمان کی رقم کا کوئی جز میرے حصہ میں نہیں آتا لہذا کافر کا مال جائز ہے اگر معاہدہ کے خلاف بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی باز پرس نہیں ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے؟

مسئلہ (۲) زید یکہ انسیکڑیکہ ہے جن جن عیوب پر یوں کے چالان کا حکم ہے وہ اکثر غریب مسلمانوں کو قہراً چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ معاہدہ یہ ضرور ہے کہ ان عیوب پر چالان کرو، مگر اول تو جرمانہ شرعاً ناجائز ہے۔ دوسرے غریبوں پر ظلم ہے مگر جن لوگوں کا چالان کر دیتا ہے وہ بھی تو ناجائز ہوا۔ ان یوں پر جرمانہ

جائز کیسے ہو گیا۔ جن جن عیوب پر چالان کا حکم ہے ان کو چھوڑ دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور چالان نہ کرنا رعایت کرنا کیسا ہے؟ اور جن کی رعایت باوجود عیب ہونیکے کی جائے اور ان سے کچھ رقم بھی حاصل کی جائے وہ جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) زید کہتا ہے کہ جب چاروں امام حق پر ہیں تو اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی تینوں کے مسائل پر عمل کریں شرع شریف کا کیا خلاف ہوگا؟ کلام پاک یا حدیث شریف میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب (۱) اس رقم میں ہندو مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ سب مشترک ہے، جو کچھ زید نے لیا۔ اس میں مسلم کا بھی مال ہے اور ہنود کا بھی، یہ فرض کر لینا کہ میں نے جو کچھ لیا ہے یہ کافر ہی کا ہے، صحیح نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ کافر سے معاہدہ کے خلاف جو کچھ لیا جائے اسے خدا کے یہاں باز پرس نہ ہوگی، کیوں کہ باز پرس نہ ہو تو ناجائز ہونے کے کیا معنی، بلکہ اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا ہوگا کہ کافر کا مسلم پر خدا کے یہاں کوئی مطالبہ نہ ہوگا یعنی اس میں حق البعد کچھ نہیں مگر حق اللہ ضرور ہے کہ خلاف شرع جو فعل ہوگا اس میں حق اللہ ہے، واللہ اعلم

الجواب (۲) زید کا کام چالان کرنا ہے نہ کہ جرم مانہ کرنا اگر جرم مانہ ناجائز ہے تو جرم مانہ کرنے والے پر اس کا جرم ہے، ہو سکتا ہے کہ جرم مانہ کے علاوہ کوئی اور سزا دی جائے مگر اعانت علی الاثم سے بچنا غالباً دشوار ہوگا اور جن کا چالان نہ کیا رعایت کی اگر اس خیال سے ہے کہ اس پر ظلم ہوگا تو اچھی نیت ہے، مگر رقم لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) چاروں امام حق پر ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ حق ان چاروں میں دائر ہے ورنہ خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مسلک ہے کہ المجتہد یخطئ ویصیب مجتہد کی رائے غلط بھی ہوتی ہے اور درست بھی ہوتی ہے،

یا سب حق پر ہیں بایں معنی کہ جس ایک کی تقلید کرے گا صراط مستقیم پر قائم رہے گا اور یہ کہ کبھی، ان کے مسلک پر عمل کیا اور کبھی ان کے مسلک پر یعنی جدھر اپنا مطلب دیکھا ادھر چلے گئے یہ اتباع نفس ہے پیروی شریعت نہیں، ایسا کرنا جائز نہیں، خصوصاً اس زمانہ میں کہ نفس پرستی کا مادہ بہت غالب ہے، اگر ایسی اجازت دیدی جائے تو شیرازہ شریعت درہم برہم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)، ہمارے سنی حنفی علمائے کرام کثر ہم اللہ تعالیٰ والبقا ہم الی یوم الحجاز مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات از روئے شرع مطہرہ بالتفصیل ومدلل عنایت فرمائیں؟

جاندار کی تصویر عکسی یا قلمی کھچوانا۔ گھر میں رکھنا۔ اور اس کی عظمت کرنا، پاس رکھنا اور اسے جائز سمجھنا اور سمجھانا کیسا ہے؟ اور تصویر کا صرف نماز کی حالت میں ہی نظر کے سامنے رکھنا یا ہونا یا پاس رکھنا جائز ہے یا ہر حال میں؟

مسئلہ (۲) جو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ایک واحد شخصیت کے اندر حامل تھے موسوی جلال کے، عیسوی جمال کے، بدھا کے دانشمندی کے، زائست کی سیاست دانی کے، کنفیوشس کی دانائی کے، سری کرشنا کی عشق و محبت کے، اور سری رام چندر کی دلیری و بہادری کے، مصرع

حلقے میں رسولوں کے وہ ماہ مدنی ہے: کیا چاند سی تصویر ستاروں میں چنی ہے
اس عبارت کا اور اس کے لکھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے۔ اور یہ عبارت اپنے معنی کے لحاظ سے صحیح ہے یا غلط؟

مسئلہ (۳) مرد لڑکوں سے مخالطت و مجالست و موانست جلوت و خلوت میں اور نیز غیر محرم عورتوں سے بے تعلقی و بے پردگی کے ساتھ جلوت یا خلوت میں ملاقات جائز ہے یا ناجائز؟

مسئلہ (۴) جو شخص غیر متشرع ہو یعنی ڈاڑھی شرعی حد سے کم اور سر پر انگریزی بال رکھتا ہو اور باوجود منع کرنے کے اس فعل پر مصر ہو اسکا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۵) جو شخص مسئلہ ۱ اور ۲ اور ۳ کا قائل اور عامل اور مجوز ہو اس کو پیشوا بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کرنی (واضح یاد کہ یہ بیعت علاوہ رائج الوقت مسنون بیعت کے ہے) جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جبروا

الجواب (۱) تصویر کھینچنا یا کھینچوانا یا اسے گھر میں بروجہ تعظیم رکھنا ناجائز و حرام ہے، احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں، جس ٹھہر میں تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ رحمت نہیں آتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لا تدخل الملئکة بیتا فيه کلب ولا تصاویر۔ نیز فرمایا اشد الناس عذاباً یوم القيامة الذین یضاهون بخلق الله ووسری روایت میں ہے اشد الناس عذاباً عند الله المصورون، نیز ارشاد فرمایا کل مصور فی النار یجعل له بكل صورة صورها نفسا فیعذبه فی جهنم، تصویر کا نماز میں صرف سامنے ہی ہونا ممنوع نہیں بلکہ داہنے بائیں اوپر ہونا بھی بلکہ اظہر یہ ہے کہ پیچھے ہونا بھی ممنوع ہے، درمختار میں ہے وان یكون فوق راسه او بین یدیه او یحذاه یمنه او یسرة او محل سجوده تمثال واختلف فیما اذا کان التمثال خلفه والاطهر الکراهة اور تصویر کی ممانعت صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ ویسے بھی اس کا مکان میں بطور اعزاز رکھنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے قال فی البحر وفی الخلاصة وتکرر التصاویر علی الثوب صلی فیہ اولا انتہی وهذه الکراهة تحریمیة وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحريم تصوير الحيوان وقال وسواء صنعه لما یستمن او یغفره فصنع حرام بكل حال لان فیہ مضاهاة لخلق الله تعالی وسواء کان فی ثوب او بساط او در وانا وغائط وغیرها

لہ درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ رشیدیہ پاکستان۔ مصاب

صرف ضرورت کی وجہ سے روپیہ اور اشرافیہ کا رکھنا علماء نے جائز فرمایا ہے، اور حقیقت یہاں تصویر کا اعزاز مقصود بالذات ہے بھی نہیں، یوں بہت چھوٹی تصویر جن کے اعضا ظاہر نہ ہوں اس کے رکھنے کی بھی اجازت ہے ولس، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اللہ عز و جل نے اپنی ذات کا مظہر اتم بنایا، اور تمام وہ خوبیاں جو ممکن کیلئے ہو سکتی ہیں آپ کی ذات میں جمع فرمادیں۔ آنچہ خوبیاں ہم دارند تو تنہا داری۔ تمام وہ کمالات جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہیں وہ سب حضور میں جمع کر دیئے، بلکہ ائمہ کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین میں جو خوبیاں و کمالات تھے وہ حضور کے کمالات کے عکس و پرتو تھے وہ ظل تھے اور حضور ذی الظل واصل ہیں، انہما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم السماء۔ مگر حضور کے کمالات کو اس طرح بیان کرنا کہ جو کمالات فلاں و فلاں میں تھے وہ حضور میں تھے یعنی اس موقع پر کافروں کا ذکر کرنا گستاخی و بے ادبی ہے، خصوصاً کرشن کی محبت جو فسق و فجور کی محبت تھی، اسے معاذ اللہ حضور میں بتانا بالکل اسلام کے خلاف ہے، اور بعد کے شعر سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ سب رسول و نبی ہیں، اس میں بلا دلیل ان کو نبی کہنا ہی صرف نہیں بلکہ ایسوں کو بھی نبی کہا جاتا ہے جو اپنی معصیت اور بدکاری کی وجہ سے ہرگز نبی نہیں ہو سکتے ایسی باتوں سے توبہ لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اجنبی عورت کے ساتھ مرد کا تنہائی میں اجتماع ناجائز ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ أرايت الحموقال الحموا موت یعنی عورتوں کے پاس جانے سے بچو ایک صاحب نے عرض کی دیور کا کیا حکم ہے فرمایا دیور موت ہے، یعنی یہ بھی اس کے پاس نہ جائے، رواہ البخاری ومسلم عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرماتے ہیں لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطن مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے، رواہ الترمذی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم جن کے شوہر غائب ہوں اونکے پاس نہ جاؤ کہ شیطان تم میں خون کی طرح تیرنا ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہے یہ خیال کر کے خلوت کرتا ہے جب بھی درست نہیں کہ شیطان کے مکر و کید سے غافل ہونا کبھی نہ چاہئے، اور نہ سہی تو یہ موقع تہمت ہے، اور ایسی جگہ سے بچنے کا حکم ہے حدیث میں ہے اتقوا مواضع التہم۔ اور اس کے ساتھ بھی خلوت نہ چاہئے کہ علت مشترک ہے خصوصاً اختلاط و موانست کہ یہ فتنہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) داڑھی حد شرع سے کم کرنا اور اس پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ قطع لحد کو فقہاء ماننا جائز فرماتے ہیں، اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ و فسق ہے، انگریزی مال بھی رکھنا نہ چاہئے، کہ یہ اچھے لوگوں کا طریقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) ایسے کو پیشوا بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت و اطاعت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دھام نگر ضلع بالا سورہ رسالہ جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسپرٹ کا استعمال کیا شرعاً جائز ہے؟ اور خصیۃ بز حلال ہے یا حرام؟

الجواب :- اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے میں نے سنا، وہ فرماتے تھے اسپرٹ نہیں سکر ہے اور یہ نجس ہے، اگر اس میں بہمیت ہو تو یہ سکر کے منافی نہیں دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے محض اسکے قاتل ہونے سے عدم سکر پر استدلال

صحیح نہیں، بلکہ اپنی شدت سکر کی وجہ سے مہلک ہے البتہ اگر ثابت ہو کہ سکر نہیں ہے تو اور بات ہے، جس شراب کا نشہ تیز کرنا ہوتا ہے اور میں اس پیرٹ کے قطرات ملائے جاتے ہیں پھر اس میں نشہ نہ ہونا کیا معنی؟ خصیہ کھانا حرام ہے سوا گنگوہی کے کسی اور نے حلال نہیں بتایا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

وَمَا بَيَانَ مَا يَحْرَمُ أَكْلَهُ مِنْ أَجْزَاءِ الْحَيَوَانَ سَبْعَةَ الدَّمِ الْمَسْفُوحِ وَالذِّكْرُ الْإِنْتِيَانِ وَالْقَبْلُ وَالْفِدَّةُ وَالْمَثَانَةُ وَالْمَرْسَةُ كَذَا فِي الْبِدَائِعِ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

مسئلہ :- از مقام نبی پور ضلع بھروج مرسلہ جناب اسماعیل ولی بھائی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان شرع عظام دہلی کے مسائل میں؟ جو شخص حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی شب میں اپنے مکان پر جلوس کرتا ہو، اپنے احباب کو جن میں مسلم و غیر مسلم سب ہوتے ہیں جمع کرتا ہو، قسم قسم کی روشنیاں اور فرحت و سرور کے تمام سامان جمع کرتا ہو۔ بندر۔ ریچھ۔ شیر وغیرہ بنکر جو لوگ اسکے وہاں آتے ہوں ان کو اپنی مجلس میں بجاتا ہو اور اس پر وہ اور اس کے احباب جو بس ہوں، ہسن اور نبھیں بدل کے ناچنے کو دینے والوں کو اور نقلیں کر نیوالوں کو خوش ہو ہو کر انعامات دیتا ہو اور دلواتا ہو، ان خرافات کی مجلس کی دعوت کیلئے اپنی طرف سے کارڈ بھیجتا ہو، شب شہادت میں اپنی مجلس منعقد کرنا اور اس قسم کے خرافات کی ترتیب دینا اور ان میں مشغول رہنا۔ اور دوسروں کو مدعو کر کے انھیں بھی ان خرافات میں شریک کرنا کیسا ہے۔ اور ایسے قاضی کا شرعاً کیا حکم ہے۔ پھر اگر وہ شخص قاضی ہونے کا دعویٰ کرے تو کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہے اور مسلمانوں کو اس کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب :- امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ اس لئے نہیں

کہ اوسکا سوزنگ بنایا جائے اور اسکی یادگاریں لہو و لعب کی مجالس قائم کی جائے
انھوں نے جان و مال اہل و عیال کو سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر قربان
کر دیا، اور اس واقعہ سے احکام شریعت کو مضبوط پکڑنے کی ایسی اعلیٰ درجہ پر ہدایت
فرمائی کہ دنیا جب تک قائم رہے گی ہر صاحب عقل و نظر کو مشعل بنکر رہنمائی کرے گا
جو لوگ اس شب میں بجائے ذکر و عبادت اور ان کو یاد کرنے کے ایسی باتوں میں
مشغول ہوتے ہیں گنہگار ہیں، اور یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ اسبطرح ان لغویات
پر خوش ہونا اور ایسے لوگوں کو انعام دنیا بھی ناجائز ہے اور جو شخص اس مجلس
کا بانی ہے اور لوگوں کو خطوط بھیج کر بلاتا ہے وہ سب سے زائد مجرم اور سب کے
مجموعہ گناہوں کے برابر اسکا گناہ ہے، حدیث میں فرمایا من سن سنة سیئة
فعليه وزر رها ووزر من عمل بها، قرآن مجید میں فرمایا تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، اور ظاہر ہے کہ مجلس ترتیب دیکر لوگوں کو
بلانے والا گناہ پر اعانت کرتا ہے، رہا اس کا قاضی ہونے کا دعویٰ کرنا، یہ محض
ایک مہمل بات ہے قاضی وہ ہوتا ہے جس کو بادشاہ اسلام نے قاضی بنایا ہو
خود بخود دعویٰ کرنے سے قاضی ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا، بہر حال ایسا شخص ہرگز
قابل تعظیم و تکریم نہیں، بلکہ ایسے کی تعظیم و تکریم غضب الہی کا سبب ہے حدیث
میں فرمایا۔ اذامدح الفاسق غضب الرب واهتزله العرش۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ (۱) مسئلہ شاہ قمر الدین صاحب امام مسجد کلان جامع مدرسہ معینیہ
مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۲ھ از پور کرن ماڑ وار ریاست جودھ پور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ندایا رسول اللہ
کہنا جائز ہے یا نہیں؟
مسئلہ (۲) سورہ فاتحہ طعام پر پڑھ کر خیرات کرنا یا کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) بعد نماز جمعہ وعیدین مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
مسئلہ (۴) شب برات میں مٹی کے برتنوں میں طعام رکھ کر ایصال ثواب
 جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۵) بروز تاریخ وفات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ مثل چھٹی خواجہ صاحب گیارہویں
 شریف یا بارہویں ربیع الاول شریف کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۶) ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا اور اذان میں نام پاک رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب (۱) جائز ہے ہر نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا کی جاتی
 ہے السلام علیک ایہا النبی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جائز ہے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) جائز ہے تفصیل مسئلہ رسالہ ”وشاح الجید“ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴) ایصال ثواب جائز ہے مٹی کے برتن میں ہو یا تانبے کے برتن میں۔
الجواب (۵) ایصال ثواب ہر روز جائز ہے بروز وفات نا جائز کہنا شریعت پر
 افتراء ہے، قل ہا تو ابرہانکم انکنتم صادقین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے ایصال ثواب معین تاریخ میں ہو مثلاً روز وفات یا غیر معین تاریخ میں، بلاشبہ جائز و مباح ہے،
 شریعت ظاہرہ میں اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں۔ معین تاریخوں میں ایصال ثواب کرنا محض دیوبندیوں
 اور وہابیوں کی نئی شریعت میں بدعت و ناجائز ہے،

چنانچہ دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے در فتاویٰ رشیدیہ ”ص ۱۴۱“ میں لکھا۔
 ”گیارہویں بھی بدعت ہے“ دوسری جگہ لکھا ”ثواب میت کو پہنچانا... جب تخصیصات اور
 التزیات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے۔“ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی

الجواب (۶) جائز بلکہ مستحسن علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔ وقد استحسن القيام عند ذکر ولادته ائمة ذرواية ودراية۔ اور اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا مستحب، روا المختار میں ہے، يستحب ان يقال عند سماع الاولى

بقیہ حاشیہ ص ۱۷۷ اکابر نے در تقویت الایمان، میں یہاں تک لکھ دیا۔ در حاجت برآری کے لئے ان کی (پیر پیغمبر، امام، شہید) نذر و نیاز شرک۔۔۔
 آج بھی دیوبندی، وہابی حضرات اپنے اکابرین کے ان غلط فتوؤں پر عمل پیرا ہیں۔ یہاں چند اصولی باتیں بتا کر معین تاریخوں میں ایصال ثواب کرنے کا جواز فراہم کیا جاتا ہے۔
 تخصیص و تعیین دو طرح کی ہوتی ہے (۱) تخصیص شرعی (۲) تخصیص عادی۔ پھر شرعی کی دو قسمیں ہیں (۱) شرعی غیر منفک (۲) شرعی منفک۔ تخصیص شرعی غیر منفک! شریعت کی جانب سے ایسی تخصیص کہ مخصوص ایام کے علاوہ درست ہی نہ ہو۔ جیسے ایام نحر قربانی کیلئے۔
 تخصیص شرعی منفک :- شرعاً تخصیص تو ہو۔ مگر ایام مخصوصہ یا اوقات مخصوصہ کے علاوہ دیگر ایام و اوقات میں بھی درست ہو۔ جیسے روزہ، نماز وغیرہ
 تخصیص عادی :- شریعت کی جانب سے کوئی تخصیص نہیں۔ بندہ جب چاہے کرے۔ جیسے صدقات، خیرات وغیرہ، ایصال ثواب کیلئے دن کی تخصیص و تعیین بھی در عادی، ہے اور اس تخصیص میں شرعاً نہ کوئی قباحت اور نہ ہی شناعة جیسے دن معین کر کے نماز روزہ کی منت ظاہر ہے کہ جب بھی ایصال ثواب کیا جائے گا خاص بیت اور خاص زمانہ نہیں ہوگا۔ یونہی اگر اس میں دوسروں کو بھی شریک کرنا منظور ہو تو تاریخ تعیین کے بغیر شرکت دشوار ہوگی، جس طرح مساجد میں جماعت کیلئے وقت متعین کیا جاتا ہے تاکہ نمازی وقت پر حاضر ہو کر جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے دیوبندی اپنے جلسوں کی، اور تبلیغی جماعت والے اپنے اجتماع، کی تاریخ متعین کرتے ہیں۔

من الشهادة « صلى الله عليه وسلم يا رسول الله » وعند الثانية منها رقرة عيني بك يا رسول الله « ثم يقول « اللهم متعني بالسمع والبصر » بعد وضع ظفري الابهام على العينين فإنه عليه السلام يكون قائدًا له إلى الجنة كذا في كنز العباد اھ قهستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ وفی کتاب الفردوس من قبل ظفري ابھامیہ عند سماع اشھدان محمد رسول فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنة - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مقام نبی پور ضلع بھروج مرسلہ جناب اسمعیل ولی بھائی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان شرع عظام ذیل کے مسئلہ میں جو قاضی اور متولی بد مذہبوں کی تعریف و تعظیم کرتا ہو، آپ نیچے بیٹھے اور بد مذہبوں کو اپنے اوپر بیٹھائے، ان سے میل جول رکھے۔ ایسے قاضی و متولی کا یہ فعل کیسا ہے اور ایسے قاضی کے یہاں نکاح خوانی کرنا درست ہے یا نہیں، یا ان کے نائبوں سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

بقیہ حاشیہ ص ۱۷۸ کا :- وفات کی تاریخ کو ایصال ثواب کیلئے خصوصیت کے ساتھ اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ وہ دن مرنیوالے کی وفات کی یاد دلاتا ہے، کوئی سنی مسلمان تعین یوم کو واجب نہیں سمجھتا، اس طرح کے افعال میں تعین یوم، خود سرکار کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے: «ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأتی قبور الشہداء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے سرے پر باحد علی راس کل حول» [شہدائے اہد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔]

مسلم شریف میں پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق یہ حدیث مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل عن صوم الاثنين من نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا۔ فقال فیہ ولدت وفیہ أنزل علی (ج ۱ ص ۳۶۸) [تو آپ فرمایا راسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔] الغرض یہ سب توقیعات عادیہ سے ہیں جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں درست نہیں۔ اور نہ ہی کوئی سنی مسلمان معین دن میں ایصال ثواب کرنے کو واجب و ضروری سمجھتا ہے، اس لئے ایصال ثواب خواہ روز وفات کی تعین و

تخصیص کے ساتھ کیا جائے یا اس کے بغیر مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

الجواب :- بد مذہبوں کی بد مذہبی جان کر ان کی تعظیم کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے، من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام لو ہیں بد مذہبوں سے میل جول رکھنا بھی حرام ہے، اور ایسے قاضی سے نکاح بھی نہ پڑھوانا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از شیورامپور ڈاکخانہ بانڈیہ ضلع بلیا مرسلہ جناب عبدالغنی صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ضلع کے اندر طاعون کی بیماری بہت زوروں کیساتھ ہوتی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ طاعون اور سیفے کی بیماری جس بستی میں ہو وہاں نہیں جانا چاہئے؟

الجواب :- جہاں طاعون ہو وہاں سے بھاگنا نہ چاہئے کہ حدیث میں آیا ہے الفار من الطاعون کالفار من المن حف۔ دوسری حدیث میں ہے فلا تخرجوا فراراً منه اور دوسری جگہ طاعون ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہاں نہ جائے کہ حدیث میں ہے فلا تدخلوا فیہا۔ یعنی وہاں نہ جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- بانسی قریب ناگور مار وار مرسلہ جناب امیر احمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ

ہمارے قصبہ میں یہ رواج قدیم ہے کہ متمول و خوشحال اشخاص اپنی قوم کیلئے کھانا کیا کرتے ہیں۔ اور اس کھانے کو اپنے فوت شدہ والد یا والدہ یا دادا یا دادی کے نامزد کرتے ہوئے یوں اظہار کیا کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے پیچھے جمین کرتا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے دادا کے پیچھے جمین کرتا ہوں۔ الغرض جس کے نامزد کرنا مقصود ہوا کرتا ہے اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس کھانے کو ہمارے مار وارٹی اصلاح میں جمین کے کھانے سے تعبیر کرتے ہیں اور اس قصبہ کے علاوہ

ہمارے ہی قوم کے دو اور گاؤں بھی ہیں ان دونوں گاؤں کے آدمی بھی عموماً اس کھانے میں شریک ہوا کرتے ہیں اور غیر قوموں کے مسلمان بھی جس قدر اس قصبہ میں رہتے ہیں وہ بھی شریک کئے جاتے ہیں اور فقرا اور مساکین بھی اور پانچ دس یا پندرہ یا بیس جس قدر لڑکیوں کی شادی کرنا مقصود ہوتا ہے اسی کھانے میں ان سب کی شادی مجموعی طور پر کر دی جاتی ہے، تو یہ کھانا شریک کیسا ہے ایک مولوی صاحب تو اس کو رسم ہنود قرار دیتے ہوئے ناجائز فرماتے ہیں کیا عموماً ہر ایک امر رسم کفار و تشبہ بالکفار کی بنا پر ممنوع قرار دیا جاتا ہے یا کسی خاص شرط اور قید کی بنا پر؟ بینوا تو جروا

الجواب :- اموات کے اس طرح کے کھانے جس میں برادری اور دیگر احباب کو دعوت دی جاتی ہے ممنوع و بدعت ہے، اس رسم کو اٹھا دینا چاہئے فتح القدیر میں ہے، *ہذہ بدعة مستقبحة لان الدعوة انما شرعت للبر والاشرف* البتہ اموات کو ایصال ثواب کیلئے کھانا پکوا کر فقرا و مساکین کو کھلانا جائز و مستحب ہے اگرچہ یہ فقرا برادری ہی کے ہوں کہ اس وقت برادری کی دعوت مقصود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم **مسئلہ (۱)** از بنارس محلہ بدن پورہ متصل بریلی مکان ۲۲/۲۳ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب صابری چشتی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

لے ایک امر کا کفار کے کسی امر سے مشابہ ہو جانا منع کیلئے کافی نہیں، بلکہ وہی تشبہ شرعاً ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شئی بد مذہبوں کا شعار خاص ہو۔ یا فی نفسہ اس شئی میں کوئی حرج شرعی ہو، ان صورتوں کے بغیر نہ وہ شئی مکروہ، نہ ممنوع، اگر ان صورتوں کے بغیر بھی ممانعت کا حکم ہو تو لازم کہ کھانا، پینا، اوڑھنا، پہننا، یہ ساری چیزیں بھی ممنوع و حرام ہو جائیں، کیوں کہ کفار بھی کھاتے، پیتے، چلتے، پھرتے، ہیں جس کی تفصیل فقیر کے حاشیہ صفحہ ۱۴۴ میں گذر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آل مصطفیٰ مصباحی

مسائل ذیل میں کہ، زید اپنی نسبت اعلیٰ حضرت قبلہ شاہ مدظلہ کے الفاظ سے تحریراً و تقریراً مقبول و منسوب کرتا کرتا ہے، اور چند نفیر کو مرید بھی کیا ہے حالانکہ زید کو آج تک کسی اہل طریقت سے نہ ارادت ہے نہ تعلیم و خلافت ہے؟
مسئلہ (۲)، زید مذکور اپنی ہستی کو قائد اعظم حزب اللہ بھی تحریر کرتا ہے جو کہ حضور پر نور شفیع امم صاحب عرش اعظم صفاتی نام یا قائد انخرو قائد الغر المحجلین وغیرہ ہے نہ کہ زید قائد اعظم حزب اللہ ہو؟

مسئلہ (۳)، لہذا علمائے شریعت و خلفاء طریقت حسب نمبر ۱، ۲، ۳، کے متعلق بالتفصیل کیا حکم فرماتے ہیں آیا زید مذکور کا مرید ہونا اور زید کو امام بنانا اور زید کو اپنا رہنما سمجھنا اور زید کو قائد اعظم حزب اللہ سمجھنا جائز ہے یا باطل اور زید پر شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب (۱)، اگر زید کو کسی صاحب سلسلہ سے ارادت و خلافت نہ ہو تو اس کا مرید کرنا درست نہیں، کہ کسی سلسلہ میں داخل کر نیکی لئے خود داخل سلسلہ و مجاز ہونا ضروری ہے، اور اگر زید صاحب عظمت ہو تو دوسرے لوگ اس کیلئے یہ الفاظ لکھ سکتے ہیں، اور خود اپنے لئے ان الفاظ کا بولنا یا لکھنا نہ چاہئے کہ اپنے کو معظّم تصور کرنا عجیب میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲)، اس لفظ کی ترکیب سے معلوم ہوتا ہے کہ حزب اللہ کسی جماعت و انجمن کا نام ہے اور زید اس کا صدر ہے، اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو اس اطلاق میں حرج نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت کسی جماعت خاص یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، حضور تمام مومنین و مومنات کے قائد ہیں۔ اور اس معنی کے ساتھ کوئی دوسرا قائد نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس معنی میں دوسرے کو قائد اعظم کہا جاوے تو فقط ناجائز نہیں بلکہ کفر ہے اور مسلمان کے کلام کو صحیح معنی پر حمل

کر سکتے ہوں تو باطل معنی پر حمل کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳)۔ اس نمبر کا جواب اس وقت متعین ہو سکتا ہے کہ پہلے نمبروں
 میں احتمال متعین ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مکرر آنکھ کون کون سے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ آیا
 آب زمزم شریف و پس خوردہ مسلمان۔ وضو کا پچا ہوا پانی سبیل کا شربت و پانی
 یہ چاروں کے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے یا نہیں؟

الجواب:- آب زمزم و بقیہ وضو کو کھڑے ہو کر پینا مستحب، اور باقی پانیوں
 کو کھڑا ہو کر پینا مکروہ تنزیہی۔ در مختار میں ہے وان يشرب بعده من فضل وضوءه

کماء زمزم مستقبل القبلة قائما او قاعدا وفيما عداها يكره قائما تنزيهاً. واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:- ازڈا کخانہ روڈال کا ٹھیا واٹر مسرسلہ جناب مولوی حاجی سید عبدالحق

صاحب ۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
 اگر کوئی شخص سود خوار ہے اور کثرت سے سود کھاتا ہے اور غیبت بھی بہت کرتا
 ہے تو اس آدمی سے وعظ و پند اور میلاد وغیرہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پڑھاویں
 تو قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ اسی گاؤں میں دیگر لوگ متقی بھی اور عالم بھی
 وعظ و پند میلاد وغیرہ پڑھنے والے موجود ہیں، ان سے تو نہیں پڑھاتے اور ایسے
 سود خوار اور مغتم یعنی غیبت کر نیوالے سے پڑھاتے ہیں تو قبول اور جائز ہے پڑھانا
 یا نہیں؟

الجواب:- سود کھانا اور غیبت کرنا یہ دونوں کبائر گناہ سے ہیں۔ قرآن مجید
 میں دونوں سے سخت ممانعت فرمائی گئی، اور احادیث بھی دونوں کی مذمت
 میں بہت وارد ہیں، لہذا ایسا شخص فاسق ہے پھر اگر علانیہ سود کھاتا اور غیبت کرتا ہے

تو فاسق ملعن ہے اور ایسے شخص سے وعظ کہلانا میلاد شریف پڑھوانا حبانز نہیں کہ اس سے وعظ کہلانے یا میلاد شریف پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق ملعن کی تعظیم جائز نہیں۔ غنیہ پھر والمختار میں ہے۔ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از منڈل بانٹوہ کا ٹھیا وار مرسلہ سکرٹری میمن یو دک ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عشرہ محرم میں تعزیہ داری اور دلدل قبر اور علم وغیرہ کی صورت بنانے کے متعلق عشرہ محرم میں آرائش ترک کرنا، اور لذتوں کا چھوڑنا، گوشت وغیرہ نہ کھانا، نامزدوں کی طرح نمکین رہنا، تعزیہ داری کے کاموں میں کوشاں اور مددگار ہونا، خواہ اپنی خوشی سے خواہ قرابت یا دوستی سے یا ہمسائیگی یا ہمنجائیگی کی خاطر سے اپنا اسباب ان کو استعمال کیلئے دینا اور روپیہ پیسہ سے انکی مدد کرنا۔ محرم کے دس دنوں میں عوام جہاں چوکاری کے نام سے پورے دس روز تک معہ نقار اور سرنائی گول منڈل بنا کر پھرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنے بازوؤں کو میٹتے ہیں، اور اس میں بعض بعض تو سینہ بھی میٹتے ہیں، عوام اس کو بروقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موجود نہ ہونے کا اپنا دلی افسوس اظہار کر نیکا سبب بتاتے ہیں، کیا یہ فعل کرنا اور اس کو بطور تماشا دیکھنے جانا کیسا ہے؟

مرثیہ خوانی اور فقط واقعات شہادت پڑھنا اور نوحہ خوانی کرنا کچھ اجرت لیکر یا بغیر اجرت لئے ہوئے تو اس کے حق میں کیسا ارشاد ہے۔ جو چیزیں تعزیہ، دلدل اور علم پر بطور نذر و نیاز کے لاتے ہیں ناریل وغیرہ توڑتے ہیں اور بعض جاہل تو ناریل اپنی گردن کے نیچے رکھ کر تعزیہ کے سامنے زمین پر پڑتے ہیں اور شب عاشورہ کو حلوہ وغیرہ جو تعزیہ کے سامنے رکھا جاتا ہے تو ان سب کو نیاز

کی چیزوں کی کہ جو تعزیہ کے سامنے رکھی جاتی ہیں اور ناریل وغیرہ توڑی جاتی ہیں ان سب کا بطور تبرک اکٹھا کرنا اور تقسیم کرنا کیسا ہے، اور نذر و نیاز کا تعزیہ پر آنا کیسا ہے۔ نویں تاریخ اور دسویں رات کو تعزیہ دلدل، علم وغیرہ کا سب گشت پھرانا جس میں باجہ گاجہ جوکارا وغیرہ بھی ہوتا ہے تو اس سب گشت میں دیکھنے جانا اور یہ سب گشت کیسا ہے۔ دسویں صبح کو شہادت کا دن ہوتا ہے تو اس روز بھی اسی جوش و خروش اور دھام دھوم سے تعزیہ دلدل، علم وغیرہ کے جاؤں کو دفن کیلئے نکالا جاتا ہے، تو اس کے ساتھ جانا اور یہ کرنا کیسا ہے۔ مندرجہ بالا امور سب حرام ہیں۔ کفر ہیں یا شرک ہیں اور ان کے کرنے سے کیسا کیسا گناہ لازم آتے ہیں۔ خوب واضح طور پر بیان فرمائیے؟

الجواب :- تعزیہ داری بدعت ہے، یوہیں علم و دلدل و قبر کی صورت بنانا اور اسے گشت کرانا اور نوحہ کرنا اور سینہ کو ٹٹنا یہ سب روافض کا طریقہ ہے۔ ہمارے مذہب کے خلاف ہے، اور اہل بیت اطہار کے فضائل اور صحیح واقعات شہادت پڑھنا سننا جائز اور ان واقعات کو سن کر اور یاد کر کے غم پیدا ہونا ان حضرات کی محبت کی علامت ہے، یوہیں شربت وغیرہ بغرض ایصالِ ثواب فاتحہ دلانا بھی جائز ہے اور ان چیزوں کو بطور تبرک تقسیم کرنا بھی جائز۔ مگر تعزیہ یا علم کے سامنے فاتحہ دینا نہ چاہیئے۔ بلکہ مکان پر یا مسجد میں فاتحہ دلوائے جس طرح تعزیہ داری ناجائز ہے اس میں اعانت بھی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- از ریاست الوزیریا کثرہ متصل ہائی اسکول مرسلہ محمد صدیق علی صاحب امام مسجد ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ جو کسی عالم سنی کو وہابی حسد سے کہہ دے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- کسی سنی کو وہابی کہنا سخت گناہ ہے خصوصاً عالم کو ایسا کہنا تو اور

بھی بدتر ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از سدھ پور شمالی گجرات مرسلہ جناب شیر خان گلاب خاں صاحب
رکن انجمن اسلام ۶، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مسلمانوں کے محلے میں چند اوباش مسلمان محلے والوں کی ہوشیوں سے سرراہ
مذاق کرتے اور ان کی عصمت دری کرتے ہیں، محلے کے بڑے بڑے جو مسلمانوں
کی جماعت کے سرغنہ ہیں وہ کچھ سماعت نہیں کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جو جیسا کریگا ویسا نتیجہ
پائے گا، ایسی حالت میں ان سرغنہ لوگوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے
وہ لوگ اپنے منصب سے خارج کئے جاسکتے ہیں یا نہیں اور نوجوانان محلہ باوجود
ان سرغنہ لوگوں کی رضامندی کے اپنے محلے سے اس شیطانی اور لعنتی حرکات کو روکنے
کے مجاز ہیں یا نہیں، اور عند الشریعت سب سے بہتر فی زمانہ احتساب کی کیا صورت ہے
اور محتسب کو بذات خود کیسا ہونا چاہیئے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں ان کو ضرور روکنا چاہئے، باوجود
استطاعت نہ روکنا اور فقط اتنی بات کہہ دینا کہ جو شخص جیسا کریگا ویسا پائیگا کافی نہیں
حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ
یعنی جو شخص بری بات دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو
زبان سے روکے۔ اگر ان سرغنہ لوگوں کے قابو کی بات ہو اور پھر ایسی نازیبا بات کو
نہ روکتے ہوں تو ان کو سرداری سے معزول کر کے دوسرے لوگ سرغنہ بنائے جائیں
جو اوس کی خدمت انجام دیں۔ اور نوجوانان محلہ اس حرکت کو روک سکتے ہیں، تو ان پر
بھی شرعاً واجب ہے کہ روکین اور ایسی بات میں بڑے بڑے ہوں کی رضامندی یا

ناراضی کا کچھ خیال نہیں کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب پر مقدم ہے حدیث میں ہے
 لاطاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اس زمانے میں کہ کسی کو سزا دینا اپنے اختیار
 میں نہیں، احتساب کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا مقاطعہ کیا جائے
 اون سے میل جول اونکے ساتھ کھانا پینا سب بند کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا
 وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَسْغُرُوا النَّارُ، ظالمون کی طرف میل نہ کرو ورنہ تمہیں آگ
 چھوئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نصیر آباد مرسلہ عبدالرحمن صاحب عرف چھوٹا ۱۲ رجمادی الاولیٰ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین نیچ اس مسئلہ کے کہ فتاویٰ بہت
 سے نکلتے رہتے ہیں اور سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں اس لئے ہم پریشان رہتے ہیں
 کہ کیا کریں لہذا گانا، بجانا و قوالی و عرس و چادریں چڑھانا مزاروں پر یا قبرستان میں
 امام اعظم کا کیا طریقہ یا قول ہے وہ عبارت مع کتاب و صفحہ نمبر کے حوالہ دیں، کیونکہ
 ہم حنفی ہیں لہذا ہم لوگوں کو سوائے امام اعظم کے کسی دوسرے کا قول ہرگز نہ نقل
 کیا جائے۔ ؟

الجواب :- سوال میں یہ ظاہر کرنا کہ بہت سے فتاویٰ دیکھنے میں آئے ہم پریشان
 ہیں کہ کیا کریں یعنی کس پر عمل کریں، یہ ایسے معتقد علیہ کے سامنے کہا جاسکتا ہے
 جس کا راہ عمل بتا دینا سائل کیلئے باعث تسکین ہو، اور یہاں معلوم ہے کہ فقیر کا فتویٰ
 بھی اونھیں فتاوے میں شمار ہوگا۔ البتہ اگر اس فتوے کی رو سے اپنے فروعی مخالف
 پر کچھ حجت قائم کر سکے گا تو اس کام میں لایا جاسکتا ہے اور اگر اپنے مخالف اس
 فتوے کو پائے گا تو جسے اور فتوؤں پر عمل نہیں اس پر بھی عمل نہ ہوگا، یہ کہنا کہ
 ہم حنفی ہیں لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول کے سوا دوسرے کا قول نقل نہ
 کیا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک فقہ حنفی خاص اونھیں

اقوال کا نام ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں۔ حالانکہ کتب فقہ میں بہت سے ایسے اقوال موجود ہیں جو خاص امام اعظم سے منقول نہیں بلکہ دیگر ائمہ حنفیہ کے وہ اقوال ہیں بلکہ کبھی ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہوتا ہے اور ان میں کسی خاص قول پر فتویٰ ہوتا ہے یا مختلف اقوال ہیں ایک قول کو ترجیح ہوتی ہے بلکہ کبھی امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر بھی فتویٰ ہوتا ہے لہذا ہر مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صراحتہ قول منقول ہونا ضرور نہیں۔ امام صدر الشریعہ توضیح میں فرماتے ہیں۔ لان الحوادث لا تکاد تتناهی ولا ضابط یجمعها۔ جب حوادث اور وقائع کی کوئی حد ہی نہیں اور اقوال محدود، تو یہ کہنا، دوسرے کا قول ہرگز نہ نقل کیا جائے، بالکل بیجا بات ہے فرض کیا جائے کہ سائل عرس کو ناجائز مانتا ہے تو اس کا مخالف کہہ سکتا ہے کہ جب تم حنفی ہو تو دیکھاؤ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرس کو ناجائز فرمایا ہے یہ کس کتاب میں ہے اور امام کے سوا ہم دوسرے کی بات نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں۔ جب تک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ناجائز نہ کہیں۔ ہم ان کے مقلد ہو کر کیونکر ناجائز کہہ سکتے ہیں عوام کو دھوکا دینے کیلئے، وہابیوں نے یہ ایک ترکیب نکالی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ خود بھی اس پھندے میں پھنس جائیں گے۔ گانا بجانا میرے نزدیک ناجائز ہے اور بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قوالی سنی، اور ان کا منشا ثابت، ہم ان کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ جن شرائط کے ساتھ علماء نے قوالی کو جائز رکھا ہے انہیں شرائط کے ساتھ سنی ہے، ناجائز ہو گا نا بجانا ہرگز انھوں نے نہیں سنا، عرس کہ سال بھر پر یوم الوصال میں تلاوت قرآن مجید و وعظ و ذکر خیر دیگر امور خیر کا ایصال ثواب کرنا جائز اور دلہن و عروس سے ثابت، علماء نے اس کے متعلق رسائل و فتاویٰ تحریر فرما دیئے، جسے دیکھنا ہو ان کی کتابیں دیکھیں۔ قبر ولی اللہ پر چادر و غلاف ڈالنا جائز ہے اگرچہ بعض فقہاء نے مکروہ بتایا مگر جبکہ نظر عوام میں اجلال و تعظیم اولیا رکھیں ہو تو اس میں

کراہت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ کرہ بعض الفقہاء وضع الستور والعمائم والشیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور اھ ولیکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یعتقر واصحاب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات وان بدعتہ فهو کقولہم بعد طواف الوداع یرجع القہقری حتی یمخرج من المسجد اجلا لا للبت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیہ سنۃ مرویۃ ولا اثر محکی وقد فعلہ اصحابنا اھ کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از مدن پورہ نئی مسجد شہر بنارس مرسلہ جناب محمد یوسف ولد حاجی احمد امجد صاحب ۴ جمادی الثانی ۱۲۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، فضلاء و راہنماؤں مفتیان مسائل مندرجہ ذیل میں از روی شریعت اولاً یہ کہ زید اپنی نسبت اعلیٰ حضرت نڈلہ العالی اور شاہ کے القاب سے تحریر و تقریر یا مقبول و منسوب کرتا کرتا ہے، اور چند نفرو کو مرید بھی کر لیا ہے حالانکہ زید کو آج تک کسی اہل طریقت سے نہ ارادت سے نہ تعلیم و خلافت ہے اور پوچھنے سے کہتا ہے کہ بکر نے قسم کھا کر کہا تھا کہ فلاں بزرگ نے تمہیں خلافت بخش کر وفات کیا۔ لہذا تم سرمنڈا کر خرقة پہنو میں نے تسلیم کیا اور بکر مذکور ایک دم خاموش ہے، اور غیر معتبر بھی ہے؟

مسئلہ (۲) ثانیاً یہ کہ زید اپنی نسبت مولانا مولوی قاری کے الفاظ سے تحریر و تقریر یا معروف و منسوب کرتا کرتا ہے اور چند مقام پر تقریر بھی کر لیتا ہے، حالانکہ نہ کسی مدرس علمائے دستار فضیلت ہے اور نہ سند قرأت بلکہ علم شریعت و تفسیر و حدیث سے کورہ ہے اور علم صرف و نحو سے ادھورہ ہے جس پر مستفتی کے

سوالات پر حکم بھی لگاتا ہے ؟

مسئلہ (۳) ثالثاً یہ کہ زید اپنی جماعت کو صرف حزب اللہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے جس کا میں ہوں قائد اعظم۔ لہذا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشفیع اعظم محبوب صاحب عرش اعظم کا اسم پاک صفاتی قائد اخیر قائد الغر المحجلین وغیرہا ہے اور حضور ہی قائد اعظم ہیں اور حضور کی جماعت ناسخ حزب اللہ ہے ؟

مسئلہ (۴) رابعاً یہ کہ زید اپنے مکان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر صرف نماز جمعہ پڑھانے جاتا ہے اور شدید بارش و دھوپ میں نہیں جاتا تو کسی اور مساجد میں بھی نماز جمعہ ادا نہیں کرتا اور پوچھنے سے کہتا ہے کہ عالم کی نماز کسی غیر عالم کے پیچھے نہیں ہو سکتی لہذا برائے خدا اور رسول سوالات اربعہ کا جواب بالصواب بالتفصیل بدلیل مرحمت فرمائیں۔ کہ زید وسائل کو کیا کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ ؟

بینوا بالکتاب تو جرو بالصواب۔

الجواب (۱) زید اگر خود اپنے کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے یا لوگوں کو ان الفاظ کے کہنے کا حکم دیتا ہے تو بیشک خود ستائی اور معیوب ہے اور اپنے کو چن چن سمجھنا اور کہنا برا ہے، اور اگر زید ایسا نہ کہتا ہو نہ کہلواتا ہو بلکہ دوسرے لوگ اسے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں اور اگر زید ان الفاظ و خطابات کے لائق ہو تو کہنے والوں پر بھی کوئی الزام نہیں رہا مرید کرنا اس کیلئے بیعت و خلافت ضرور ہے اگر اس کے لئے اجازت نہ ہو تو مرید نہیں کر سکتا اور جس نے اسکو خلافت کی خبر دی اگر اسکی بات کو قابل اعتبار سمجھتا ہو تو اسپر عمل کر سکتا ہے نصاب شہادت کی ایسے امور میں ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) آج کل مولانا مولوی کیلئے نہ کسی درس کی ضرورت ہے نہ فراغ کی

جو د عظ کہہ لے مولوی ہو گیا بلکہ لیڈر بھی مولانا کہلاتے ہیں اوکوکیل کو بھی مولوی کہا جاتا ہے، لہذا اس عرف عام کے ہوتے ہوئے اگر غیر فارغ التحصیل کو مولانا مولوی کہا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں عالم ہے اور سند تحریری یا دستار فضیلت یا کسی خاص مدرسے میں پڑھنا تو کسی زمانہ میں ضروری نہ تھا۔ پھر بھی اگر زید میں علم دین کی قابلیت نہ ہو تو اس کو ان الفاظ سے بچنا چاہئے، یونہی اگر قرآن مجید کو تجوید کیساتھ پڑھتا ہو تو اس کے **الجواب (۲)** اگر کسی خاص جماعت مسلمین کا حزب الشہنام رکھ لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو اس جماعت سے خارج ہو وہ اس سے خارج ہے جیسے قرآن مجید میں حزب اللہ کہا گیا مثلاً کسی قوم کا نام مومن ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس قوم کے علاوہ دوسرے لوگ مومن نہیں اور جب حزب اللہ ایک خالص جماعت کا نام ہوا تو اس کے سب میں بڑے افسر کو قائد اعظم کہنے میں بھی کیا مضائقہ ہے، اور اس قائد اعظم کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو ساکنل نے ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت کسی خاص جماعت مسلمین کے ساتھ مخصوص نہیں، حضور تمام اولین و آخرین سب کے سردار ہیں اور سب حضور کے دست نگر، وہ قیادت عظمیٰ اگر زید کیلئے کوئی ثابت کرے تو قطعاً یقیناً بلا شک و شبہہ کافر ہے اور اگر زید صرف اپنی ہی جماعت مخصوصہ کو اس معنی میں حزب اللہ کہتا ہے جو قرآن مجید میں ہے تو یقیناً غلط ہے بلکہ کتاب اللہ پر اقرار ہے اور اس کا وبال سخت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) یہ غلط ہے کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے نہیں ہو سکتی، البتہ اعلم بالسنة کو امام بنانا بہتر ہے اور دھوپ نماز جمعہ چھوڑنے کیلئے عذر بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از پوزنیہ سید باڑہ مرسلہ جناب مولوی شمس العالم ضا ۱۲ رجب سنہ ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔

مقدس قبروں کے درمیان ایک عظیم الشان نیم کا درخت ہے جو آب خشک ہو رہا ہے

فارغی کہہ سکتے ہیں، اگرچہ اوپر کے پاس سند نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس کی شاخوں پر سے چیل وغیرہ بیٹ کرتی رہتی ہیں۔ جس سے مزار پاک اور اسکی چادر
 نجس ہو جایا کرتی ہے درخت مذکور کٹوانا شرعاً مستحسن ہے یا نہیں؟
الجواب :- تر درخت کو قبرستان سے کاٹنا مکروہ ہے اور درخت خشک ہو جائے
 تو کاٹنے میں حرج نہیں۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ ویکرہ قطع الحطب والعشیش
 من المقبرة فان كان يابساً لا بأس به كذا في فتاویٰ قاضیخان۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از مقام ڈاکخانہ کھوٹی مدرسہ اسلامیہ ضلع رانچی بہار مرسلہ جناب مولوی
 منظور حسین صاحب قادری ۲ شعبان ۱۳۵۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بڑے پیر صاحب کا بکرایا خضی
 لگائے یا کوئی ذبیحہ حلال جانور کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ بینوا بالکتاب
الجواب :- بڑے پیر صاحب کا بکرایا کسی بزرگ کے نام کا کوئی جانور، اس کا
 مطلب صرف اتنا ہے کہ اوسکو ذبح کرنیکے بعد حضور غوث پاک یا اوس بزرگ کو ایصال
 ثواب کیا جائے گا۔ ایسا کہیں بھی نہیں ہوتا کہ جانور کے ذبح کے وقت یعنی چھری
 پیر نے کیو وقت غوث پاک یا کسی بزرگ کا نام لیا جاتا ہو اور ذبیحہ کے حلال و حرام ہونے
 کا مدار اس پر ہے کہ جانور کو خالصتہ تعالیٰ ذبح کیا جائے تو حلال ہے، اور غیر خدا کے
 نام کے ساتھ ذبح کیا ہو تو حرام، قبل ذبح کسی جانور پر کسی کے نام لے دینے سے
 جانور ہرگز حرام نہیں ہو سکتا، بلکہ کتب فقہ میں یہاں تک مذکور ہے کہ وقت ذبح بھی
 اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ذکر کیا اور اس سے مقصود محض تبرک ہے، آپکے نام
 پر جانور ذبح کرنا مقصود نہیں تو حلال ہے، حرام نہیں، فتاویٰ علمگیری میں ہے
 وبقول بسم اللہ وعلی محمد اوقال صلی اللہ علی محمد بدون الواوہل الذبح
 لکن یکرہ ذلک وفي البقائی حل الذبح ان وافق التسمیۃ والذبح قیل ان اراد بذکر
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم الاشتراک فی التسمیۃ لا یحل وان اراد التبرک

بذکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحل الذبیح ویکره ذلک کذا فی المحيط - بالجملہ
ایسے جانور کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور اسکو درما اہل بہ لغیر اللہ، میں داخل
کرنا زری جہالت ہے، تمام کتب معتبرہ تفاسیر میں مذکور ہے الادلہ لرفع الصوت
عند الذبیح اگر مطلق کسی جانور یا کسی چیز پر غیر خدا کا نام لے دینا سبب حرمت ہو
جایا کرے تو ہر شخص جس کی چیز کو چاہے اوس پر حرام کر دیا کرے، اور زندگی و ثواب ہو جائے
فقیر اس موقع پر تفسیرات احمدیہ کی عبارت نقل کرتا ہے۔ جو بالکل صاف اور واضح ہے
جس سے ثابت کہ یہ جانور بلاشبہ حلال ہے اور ما اہل میں داخل نہیں وہ یہ ہے
وما اہل بہ لغیر اللہ من ذبیح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات وعزی واسماء الانبیاء وغیر
ذلک فان افر د باسم غیر اللہ او ذکر مع اسم اللہ عطفاً بان یقول باسم اللہ و محمد رسول
اللہ بالجرح حریم الذبیحۃ وان ذکر معہ موصولاً لا معطوفاً بان یقول باسم اللہ محمد
رسول اللہ کرہ ولا یحرم وان ذکر مفصولاً بان یقول قبل التسمیۃ وقبل ان یضع
الذبیحۃ او بعدہ لا باسم بہ ہکذا فی الہدایۃ ومن ہمنا علم ان البقرۃ المذکورۃ
للاولیاء کہا ہوا رسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیہا وقت الذبیح
وان کانوا یبذرونها لہ، اس صاف و صریح نص کے بعد مسئلہ میں کلام کرنے کی ہرگز
گنجائش نہیں۔ و ہو تعالیٰ اعلم۔

درما اہل بہ لغیر اللہ، کا معنی یہ ہے کہ جانور کو غیر اللہ مثلاً لات وعزی اور انبیاء وغیرہ
کے نام پر ذبح کیا گیا۔ لہذا اگر صرف غیر اللہ کا نام لیا گیا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ غیر کا نام بطور
عطف ذکر کیا۔ اور یوں کہا در باسم اللہ و محمد رسول اللہ، لفظ محمد کو جر کے ساتھ کہا تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا
اور اگر اللہ عز و جل کے نام کے ساتھ بغیر عطف کے غیر کا نام متصلاً ذکر کیا اور یوں کہا در باسم اللہ محمد
رسول اللہ، تو ذبیحہ مکروہ ہوگا۔ حرام نہ ہوگا، اور اگر غیر اللہ کا نام تسمیہ سے پہلے اور ذبیحہ کو لٹانے

مسئلہ (۱) از ضلع اعظم گڑھ مرسلہ جناب حکیم صاحب
 علمائے دین کیا فرماتے ہیں ڈاڑھی کس مقدار پر رکھنا چاہئے، اگر مقدار
 سے زیادہ رکھا جائے تو کیا وہ حرام ہے یا مکروہ یا مباح؟
مسئلہ (۲) مونچھ رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ترشوانا اور کاٹنا روا ہو تو کس قاعدہ
 سے ترشوانا یا کاٹنا چاہئے؟

مسئلہ (۳) اگر کوئی شخص مقدار سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو تو ان کے پیچھے نماز
 پڑھنی کیسی ہے اور وہ قابل امامت ہے یا نہیں؟
الجواب (۱) ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے، ایک مشت سے کم کرنا
 درست نہیں اور ایک مشت سے اگر کچھ زیادہ ہو کہ سینہ تک پہنچ جائے جب بھی
 حرج نہیں۔ مگر اس کا طوال فاحش مکروہ ہے، نووی شرح صحیح مسلم میں ہے۔

قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ بکرة حلقها وقصها وتحريفها واما الاخذ من طولها و
 عرضها فحسن وبکرة الشهرة فی تعظیمها کما تکرہ فی قصها وجزها۔ فتاویٰ بزاز یہ ہیں
 وينبغي للرجل ان ياخذ من لحيته اذا طالت ومن اطراف لحيته ايضا، غينة ذوی الاحکام
 حاشیہ درر میں ہے، واعضاء اللحية قال محمد عن ابی حنيفة رحمہما اللہ تعالیٰ
 ترکها حتی تکث وتقصم والتقصر منها سنة فیما زاد علی القبضۃ۔ لانہا زینۃ و
 کثرتها من کمال الزینۃ وطولها الفاحش خلاف الزینۃ۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے

حاشیہ بقیہ ص ۱۹۳ کا :- سے پہلے یا لٹانے کے بعد فصل کر کے ذکر کیا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔
 اسی طرح ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہیں سے یہ حکم بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے زمانے میں جو اولیائے کرام
 کیلئے گائے، بکرگی نذر ماننے کا رواج ہے، اسکا گوشت حلال اور طیب ہے کیونکہ ایسے ذبیحے پر ذبح کے وقت
 غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ نذر غیر اللہ کیلئے مانی جاتی ہے، مترجم تفسیرات احمدیہ ص ۴۱، آل مصطفیٰ مصباحی

ولاباس اذا طالت لحيته ان يأخذ من اطرافها ولا باس ان يقبض على لحيته فان زاد على قبضة منها شي جزء والقص سنة فيها وهوان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا - ذكر محمد رحمه الله تعالى في كتاب الاثار عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى قال وبه ناخذ كذا في محيط السرخسي، در مختار میں ہے لاباس باخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة روا المختار میں ہے (قوله والسنة فيها القبضة) وهوان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعه كذا وكذا محمد في كتاب الاثار عن الامام قال وبه ناخذ محيط الخ روى الطبراني عن ابي عباس رضي الله تعالى عنهما رفعه من سعادة المرء خفة لحيته واشتهر ان طول اللحية دليل على خفة العقل - والله تعالى اعلم

الجواب (۲) حدیث میں ارشاد فرمایا - احفوا الشوارب، مونچھوں کو کم کرو اس میں اختلاف ہے کہ نوڈا اسنت ہے یا نہیں بعض نے اسکو سنت کہا اور بعض نے بدعت، در مختار میں ہے - حلق الشارب بدعة وقيل سنة - مونچھو کرنے کی حد یہ ہے کہ بالائی سب کے بالائی کنارے تک ہو - روا المختار میں ہے والقص منه حتى يوازي الطرف الاعلى من الشفة العليا سنة بالاجماع، فتاویٰ برازیہ میں ہے ویأخذ من شارب به حتى يصير كالخاجب - فتاویٰ علمگیری میں ہے ذکر الطحاوی فی شرح الاثار ان قص الشارب حسن وتقصيره ان يؤخذ حتى ينقص من الاطار هو الطرف الاعلى من الشفة العليا - شربلایہ حاشیہ در میں ہے والسنة حلق الشارب وقصه حسن وهوان يأخذ منه حتى ينقص عن الاطار وهو الطرف الاعلى من الشفة العليا اه وقال قاضي خان حتى يوازي الطرف من الشفة العليا ويصير مثل الخاجب، مجمع الانهر میں ہے والسنة حلق العانة والشارب وقصه ای الشارب حسن - والله تعالى اعلم

الجواب (۳) جبکہ ایک مشیت سے کم کرانے کا عادی ہو تو اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے، کہ اسکا یہ فعل ناجائز ہے درمختار میں ہے، یحرم علی الرجل قطع لحيته۔ اور عادت کے بعد فسق ہے اور اسکی امامت مکروہ تحریمی ردالمحتار میں غنیہ سے ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مقام موضع کوناں ڈاکخانہ کانکی اسٹیشن ضلع پورنیہ مرسلہ جناب بہادر حسین تحصیلدار صاحب تبوسل محمد ایوب شاہدی رشیدی متعلم مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بکری کا بچہ کتے کا دودھ پیا یا کسی دوسرے شخص نے پلایا تو اس صورت مذکورہ میں از روئے شرع شریف کیا حکم؟ گوشت حلال ہے یا حرام؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- بکری کے بچہ نے اس کا دودھ خود پیا۔ یا کسی نے پلایا دونوں صورتوں میں اگر یہ اتفاقاً ہوا ہے تو اس کے گوشت میں حرج نہیں۔ اور اگر اسکی پرورش ہی کیتا کے دودھ سے ہوئی ہے تو چند روز دودھ چھوڑنے کے بعد وقفہ کریں اس کے بعد ذبح کریں۔ جب تو گوشت کھا سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیران اء تلفت ایا ما فلا باس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست ایا ما فعتلفت لا باس به۔ افکذا هذا کذا فی الفتاویٰ الکبریٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- از چوبیس پرگنہ گوری پور مولوی عبد العظیم صاحب ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے ملت و فقہائے شریعت کہ زید و عمرو برادران حقیقی مع اپنی اولاد کے اکھٹے اور یکجا ہیں۔ خورد و نوش اور آمدنی سب یکجا اور جملہ امور خانہ داری میں سب متفق اور شریک ہیں۔ زید کے دو لڑکے بکر و خالد

عمرو کے ایک لڑکا قاسم، بکرو خال دو قاسم تینوں کی بیبیاں ہیں اور کسی کی بی بی کا ان پانچوں میں کسی سے پردہ نہیں۔ ان پانچوں سے ہر ایک بلا تکلف اور بلا روک ٹوک زمانہ مکان میں آتا جاتا ہے۔ اور ہر ایک عورت سے ضرورت کی بات چیت کرتا ہے۔ بلکہ بکرو خال کی عورتیں تو سرے پردہ ہی میں نہیں رہتیں۔ گھر سے باہر کے کام کاج بھی کرتی رہتی ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بکرو خال کی عورتیں باہر کسی کام کو گئی ہوتی ہیں۔ اور زنانہ مکان میں تنہا قاسم کی بی بی ہوتی ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زنانہ میں تنہا قاسم کی بی بی ہے اور مردانہ میں بھی تنہا ایک ہی مرد ہے۔ قاسم ہمیشہ پردیس میں رہتا ہے۔ سال بھر میں صرف دو ڈھائی ماہ مکان پر رہنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ قاسم ہمیشہ سے یہ چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو باقاعدہ شرعی پردہ کے ساتھ رکھے۔ مگر چونکہ مکان پر ایسا کرنے سے مجبور ہے جس کی وجہ خود ابھی ظاہر ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے کئی دفعہ کوشش کی کہ اپنی بی بی کو مکان سے پردیس لیجا کر اپنے ساتھ رکھے۔ کہ دونوں کی زندگی بھی آرام کے ساتھ بسر ہو اور شرعی پردہ بھی کرے۔ لیکن قاسم کے والد عمرو نے نیز چچا زید نے ہمیشہ انکار کیا۔ ناراضی ظاہر کی۔ اور قاسم کو اسکے ارادے سے روک دیا۔ قاسم حقوق والدین کا لحاظ کرتے ہوئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ماں باپ اہل وعیال سے جدا ہونے کو کہیں تو اس میں بھی ان کی اطاعت کرو، اپنے ارادے کو رد کرتا رہا آخری کوشش قاسم نے یہ کی کہ اپنے والد سے کئی دفعہ کہا کہ مکان سے میرے پاس آجائیے۔ یہیں سکونت کیجئے کہ دونوں باپ بیٹے ایک ساتھ ایک دوسرے کے رنج و غم میں شریک رہیں، اور اسکے نفع و فائدہ کو بھی دکھلا دیا مگر پھر بھی عمرو نے انکار کیا اور عمرو کی منشا ایسی ظاہر ہوئی کہ وہ اپنے بھائی بھتیجوں کو چھوڑنا کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتا۔ اگرچہ خود اپنی

اولاد سوائے دو ڈھائی ماہ فی سال کے ہمیشہ جدا رہے۔ اولاد کا جدا رہنا گوارہ ہے مگر اولاد کے ساتھ اس طرح رہنا کہ بھائی بھتیجیوں کا ساتھ چھوٹے۔ عمرو کو کسی طرح گوارہ نہیں۔ حالانکہ اگر قاسم کی مرضی کے موافق عمرو قاسم کے ساتھ جہاں قاسم ملازمت کرتا ہے رہے تو قاسم و عمرو دونوں کو بہ نسبت مکان رہنے کے زیادہ آرام و آسائش ہے یا عمرو مکان پر ہی زید اور لیسران زید سے جدا ہو کر رہے تو بھی عمرو کو مزید آسائش ہوگی اور قاسم کی منشا بھی حاصل ہو جائیگی کہ اپنی بی بی کو شرعی پردہ کے ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن عمرو کو ان میں سے کوئی صورت منظور نہیں ہر ایک سے انکار ہے، قاسم نے اب تک تو عمرو کا لحاظ ابوت کے سبب کیا لیکن اب اسکی شرم و غیرت باپ کی نافرمانی پر آمادہ کر چکی ہے اور قسم ارادہ کر چکا ہے کہ اگرچہ باپ ناراض ہی سہی مگر اپنی بی بی کو مکان پر نہ رہنے دے چاہے اپنے ساتھ رکھے چاہے اسکے میکے پہنچا دے کہ اسکے میکے شرعی پردہ کا معقول انتظام کر سکتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باپ کی مرضی کے خلاف قاسم کو ایسا کرنے کی شرعاً رخصت ہے یا نہیں؟

الجواب :- شرع مطہر نے ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں۔ جنکا پورا کرنا لازم ہے اور خود شرع کے بھی حقوق ہیں جو سب پر مقدم ہیں، یہ صحیح ہے کہ ماں باپ اگر مفارقت ازواج کا حکم دیں تو اونکی اطاعت کی جائے مگر یہ کہ مفارقت نہ کرے اور اسی طرح پر رکھے جسکو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے اس میں اطاعت نہیں کہ یہ حق شرع ہے اور کسی کی اطاعت میں احکام شرع کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لا طاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جو پردہ شرع نے واجب کیا ہے وہ کرنا ہی پڑیگا باپ یا کسی کو حق نہیں کہ اس سے منع کرے۔ قاسم اپنی بی بی کو پردہ میں رکھے

اور باپ اسکے خلاف کا حکم دے تو وہ واجب العمل نہیں بلکہ یہ اپنے باپ کو سمجھائے اور اسکو حکم شرع سے مطلع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنا روپیہ بنگ میں جمع کرتا ہے اور جو کچھ کہ سود ملتا ہے اسکا لینا از روئے شرع جائز سمجھتا ہے۔ اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ دارالحرب ہے بکر کہتا ہے کہ زید کا دارالحرب کہنا صحیح نہیں یہ دارالحرب نہ دارالاسلام بلکہ دارالامن ہے، اور قرآن مجید میں جہاں سود خوروں کی مذمت آئی ہے وہاں دارالحرب کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ (۲) زید کہتا ہے کہ سود لینا اور دینا دونوں برابر ہے اسوجہ سے کہ مشکوٰۃ میں ہے کہ سود کا لینے والا دینے والا لکھنے والا گواہی دینے والا سب برابر ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ حدیث بعض ضعیف بھی ہوتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس حدیث میں شک ہو اسے قرآن کی آیت سے ملا کر آیت کے مطابق ہو تو اسے مان لو دیگر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا ہے مگر خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔ لہذا حدیث شریف کو پہلے میں ماننے کیلئے تیار ہوں مگر اسی صورت میں جبکہ آیت کیساتھ حدیث کا مفہوم چسپاں کر دیا جائے اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ممانعت اور مذمت آئی ہے سود خوروں کیلئے آئی ہے سود دینے والوں کیلئے نہیں آئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں قرض حسنہ کی تعریف آئی ہے اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر قرض کے کسی کام چل جاتا ہے تو قرض حسنہ کی تعریف اللہ تعالیٰ نہ فرماتا اب جس صورت میں کہ قرض حسنہ نہیں ملتا ہے اور ضرورت سخت ہے بلا سودی روپیہ لئے

ہوتے کام کیونکر چل سکتا ہے اسی وجہ سے اکیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ جو کچھ تم دربارے مال کے لوگوں کو سود دیتے ہو خدا کے پاس اس کا ثواب کچھ نہیں ہے اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے بس اللہ تمہارے لئے دو چند کرے گا اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ سود لینا دینا ہرگز برابر نہیں، اس وجہ سے کہ اگر برابر ہوتا تو جیسے سود خواروں کیلئے ممانعت و ندمت آتی ہے ایسے ہی سود دینے والوں کیلئے بھی آتی۔ مگر اسکا برعکس ہے سود خواروں کیلئے ثابت ہے کہ سود کھانے والا اپنی قبر سے نہ اٹھے گا مگر ایسا کہ جیسے کسی کو شیطان لپٹتا ہے، لہذا از روئے شرع شریف صاف صاف بیان کیا جاوے؟

مسئلہ (۳) زید کہتا ہے کہ فوٹو نگراف جو کہ آج کل فی زمانہ مشہور باجہ ہے جس میں گانا وغیرہ سب موجود ہے بلا کراہت اس کا سننا جائز اس وجہ سے کہ گانے والی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بکر کہتا ہے کہ بلاشبہ ناجائز و حرام ہے، اس وجہ سے کہ اگر کوئی کوٹھری کے اندر کسی گانے بجانے والی کو بٹھال کر دروازہ بند کر دیا جائے اور باہر بیٹھ کر لطف حاصل کیا جائے اور سننے تو کیا اس کو کوئی ذی عقل جائز و حلال بتلا سکتا ہے از روئے شرع شریف گانا سننے والوں کیلئے معہ نزامیر کے وعیدیں شرع میں وارد ہوئی ہیں کیا اسکے سننے والوں پر وہ عائد نہ ہونگے تو از روئے شرع کے کافی دلیل بیان کیا جاوے؟

الجواب (۱) صحیح یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور یہی علامہ شامی کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے، دار کی دو قسمیں ہیں۔ دارالاسلام، دارالحرب اگر مسلمان دارالحرب میں امان لیکر جائے تو وہی دارالحرب اس مسلم کے لئے دارالامن ہے، یوں ہی اگر حربی کافر امان لیکر دارالاسلام میں آیا تو اسکے لئے یہی

دارالامان ہے لہذا دارالامان جس کو کہا جاتا ہے وہ یا دارالاسلام ہے یا دارالحرب ان دو کے علاوہ کوئی تیسری قسم نہیں ہے۔ سود مطلقاً حرام ہے۔ ہاں اگر کافر حربی کا مال بغیر غدر ہاتھ آئے تو وہ ایک مال مباح ہے اس کا لینا جائز ہے اور وہ سود کی حد میں داخل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حدیث کبھی ضعیف ہوتی ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح سے ضعیف نہیں اگر حدیث کا مفہوم قرآن کے معارض ہو تو حدیث کو ترک کریں گے اور قرآن ہی پر عمل کریں گے۔ مگر یہ حدیث قرآن کے معارض نہیں کہ اس میں وہ قاعدہ جاری کیا جائے بلکہ اس میں ایک امر زائد کو ثابت کیا گیا ہے اگر ایسی حدیثیں رد کر دی جائیں تو اکثر احادیث مردود ہو جائیں گی بلکہ حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت ہی نہ ہوگا کہ اگر قرآن سے ثابت ہے تو حدیث کی ضرورت نہیں اور قرآن سے ثابت نہ ہو تو حدیث کو مخالف قرآن قرار دیکر رد کر دیا جائے چلئے قصہ ہی ختم ہو گیا۔ معارض و مخالف ہونیکے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا قرآن مجید اثبات کرتا ہے حدیث اسکی نفی کرے یا بالعکس۔ اور سود دینا ہرگز اسکے معارض نہیں۔ نہ قرآن اسکو جائز بتاتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے ساکت کہا جاتا ہے اگر سود دینے والے سود نہ دیں تو سود دینے والے کو سود خوری کا کب موقع ملے گا یعنی وہ اس حرام خوری میں اسکا محتاج ہے اور یہ اسکا معین و مددگار۔ لہذا یہ گناہ دونوں کے اتفاق سے پیدا ہوتا ہے اور دونوں اس میں شریک ہیں جس طرح زنا کہ زانی اور زانیہ دونوں کے مجموعہ سے ہے اور دونوں مستحق ملامت و ندامت۔ اور جب کوئی گناہ دو شخص کی شرکت سے ہو تو دونوں گناہ گار ہونگے۔ اور اس مضمون کو قرآن مجید نے ایک قاعدہ کلیہ کی صورت میں اس طرح بیان فرما دیا۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ سو دینا اور اس کا کاغذ لکھنا یا اس کی گواہی کرنا

سب میں اغانت علی الاثم ہے اور سب گنہ گار ہیں، البتہ اگر دوسرا شرعاً مجبور ہو تو تو اس مجبوری کی وجہ سے معذور ہے اور اس پر مواخذہ نہیں۔ جس طرح زنا بالجبر میں جب وہ مجبور ہے معذور ہے۔ لہذا اگر مجبوراً سود دیا ہے تو یہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے مگر یہ کوئی مجبوری نہیں کہ ٹر کا یا ٹر کی کی شادی کرنی ہے اور سودی قرض لیا کہ نکاح کیلئے اس کی کوئی ضرورت نہیں تجارت بڑھانے کیلئے کہ سودی قرض لیا کہ یہ صورت بھی مجبوری کی نہیں۔ اور قرض حسن کی تعریف کا یہ مطلب نہیں کہ سود دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ قرض کی دو صورتیں ہیں کہ ایک یہ کہ سود پر قرض دے دوسری یہ کہ بغیر سود، ان میں ایک مذہبوم ہے اسکی مذمت کی گئی، دوسری محمود اس کی تعریف کی گئی، سود دینے سے اسکا کوئی تعلق نہیں، حدیث میں جو آیا ہے کہ برابر ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام باتوں میں دونوں کا ایک حکم ہے کسی بات میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ دونوں گناہ و حرام کے ترکب ہیں امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ معناه فقد فعل الربا المحرم فذاع الزیادة واخذها عاصیان متر بیان، دوسری جگہ اسی شرح میں فرماتے ہیں هذا تصریح بتحریم کتابۃ المبايعۃ بین المترا بین والشهادة علیہا وفیہ تحریم الاعانة علی الباطل۔ اور اگر دونوں عذاب میں بالکل برابر ہوں تو بھی کچھ قباحت نہیں، سود خوار کی مذمت قرآن نے بیان کی کہ یہی ان دونوں میں اہم ہے اور حدیث نے اسکی توضیح کی کہ سود دینے والا بھی اسی کے حکم میں ہے اب دونوں میں یہ فرق رہ جائے گا کہ وہ قطعی ہے اور یہ ظنی نہ یہ کہ یہ بالکل بری ہے، اور اس پر مواخذہ ہی نہیں۔ اکیسویں پارہ کی آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل بے محل ہے اس کا مضمون تو یہ ہے کہ جو کچھ تم نے سود دیا ہے اس لئے کہ لوگوں کے اموال میں زیادتی ہو جائے تو اللہ کے نزدیک زیادہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ تم نے

زکوٰۃ دی ہے جس سے مقصود خدا کی رضا ہے۔ تو یہ لوگ مضاعفت کر بیوالے ہیں اسی آیت میں دو قسم کا دینا بغیر معاوضہ ذکر کیا گیا ہے، ایک سود و دوسرا صدقہ پہلے کو بیکار بتایا گیا، کہ یہ بڑھے گا نہیں اور دوسرے کیلئے بڑھنا ثابت کیا گیا، یعنی پہلی قسم وہ ہے کہ اس سے تمہارا مقصد پورا نہ ہو گا۔ لہذا اس قسم کو کنایتہ حرام فرما دیا گیا۔ کہ جس غرض سے مال دیئے وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک حاصل نہیں ہے، لہذا اس سے مسلمان کو بچنا چاہئے کہ ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس سے مقصد پورا نہ ہو اس آیت کے تحت میں تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے وبالجملة فالمراد بالایۃ ان الربا وان كان یزید فی المال ظاہراً وکذا الزکاۃ وان کان ینقص ظاہراً وکن فی الحقیقۃ عکس ذلک مثل قوله تعالیٰ یشق اللہ الربوا ویربی الصدقات یعنی اس آیت کا مقصود سود دینے کی حرمت بیان کرنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب (۲) گراموفون کے ریکارڈ اس آواز کے محافظ ہوتے ہیں جو اونہیں بھردی گئی ہے، لہذا جو حکم اس آواز کا تھا وہ اب بھی باقی ہے اگر وہ آواز ایسی تھی جس کا سننا جائز تھا تو اب بھی جائز ہے اور نا جائز تھا تو اب بھی ناجائز ہے صورت کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کو اس میں کچھ دخل نہیں اس مسئلہ کی پوری تحقیق منظور ہو تو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا رسالہ الکشف الشافیٰ مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے سوالات میں۔

یانبی سلام علیک، یارسول سلام علیک، یانبی سلام علیکم، یارسول سلام علیکم ہر دو شعروں میں سے ایزروئے عربی قواعد کو نسا پڑھنا فضیلت رکھتا ہے، اگر دونوں صحیح تو اس کی وجہ تسمیہ، علیک کیا معنی رکھتا ہے اور علیکم کیا معنی، راجع کس طرف۔ اور کمر راجع کس طرف؟ کیا ہر دو شعر کو میلاد شریف کے موقعوں پر دونوں پڑھ سکتے ہیں

ٹ اور کم کا کیا فرق ہے۔ اگر جمع اور واحد کا جھگڑا یا حاضر و غائب کا جھگڑا تو صاف

طور سے جواب مرحمت فرماویں نیز اعراب بھی دیں ؟

مسئلہ (۲) اکثر میلاد شریف میں پیدائش کی وقت سلام و صلاۃ بادب کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں اور لوگوں کا یقین ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتے ہیں بایں وجہ قیام کرتے ہیں حدیث اور قرآن شریف کے رو سے تسلی بخش جواب فرماویں؟

مسئلہ (۳) زید کسی بلا میں مبتلا تھا۔ اور اس نے غوث الاعظم پیران پیر

دستگیر سے مدد کرنے کیلئے توسل لیا بعد کام ہونے کے اس نے ان کے نام پر

فقیروں کو کھانا کھلایا یا بکرا ذبح کیا آیا ایسا کھانا از روئے شرع جائز ہے؟

مسئلہ (۴) بکروقت تلاوت حقہ پیتا ہے اور اسکی نے کلام پاک پر رہتی

اور ننگے سر تلاوت کرتا ہے، اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب (۱) علیک، اور علیکم، دونوں حاضر کے صیغے ہیں پہلا واحد اور دوسرا

جمع۔ اس سلام کے لکھنے والے نے علیک لکھا ہے اور اگر علیکم کہا جائے جب

بھی کوئی حرج نہیں۔ اس صورت میں بھی اسکے مخاطب حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہونگے، اور ضمیر جمع تعظیم کیلئے ہوگی۔ اور عربی میں بھی کبھی

جمع کا صیغہ تعظیم کیلئے ہوتا ہے جیسے رب ارجعون، اس لحاظ سے کہ مخاطب ایک ہیں، واحد کو

ترجیح ہے اور تعظیم کا قصد ہو تو صیغہ جمع کو ترجیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ بات کہ وقت بیان ولادت حضور ضرور تشریف لاتے ہیں۔

ثابت نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ نہیں تشریف لاتے اگر وہ کسی اپنے غلام پر

کرم فرمائیں اور تشریف لائیں تو کچھ بعید نہیں۔ بعض ارباب کشف نے ایسے

مواقع پر زیارت کی ہے، اس قیام کی بنا اس پر نہیں ہے کہ حضور تشریف

لاتے ہیں بلکہ چونکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے اور اس موقع پر سامع وقاری کو یہ

لے نرکل

لحاظ کرنا چاہئے کہ گویا ہم وہاں موجود ہیں اور اس وقت ہم جو آداب بجالاتے اب ہم اس واقعہ کے ذکر پر وہی ادب بجالاتے ہیں۔ علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔ وقد استحسن القيام عند ذكر ولادته ائمة ذر رواية ورواية فطوبى لمن كان تعظيماً غاية مرامه ومرماه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) بوقت تلاوت حقہ پینا بہت بُرا ہے اور اسکی نے کا قرآن مجید پر رکھنا اور زیادہ بُرا۔ ننگے سر تلاوت میں حرج نہیں جبکہ قلت ادب سے نہ ہو اور اگر خشوع و تذلل مقصود ہے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از پور نیہ ڈاکخانہ دکلولہ موضع منشی ٹولہ تارا باری مرسلہ غلام عبدالقادر کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مذکورہ ذیل میں کہ محرم میں بجائے فاتحہ وغیرہ کے یا حسین کہنا اور حسین کے آواز کیساتھ کو دنا بھانڈنا کیسا ہے اور ایسا کر نیوالے کیلئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۲) ایسی جگہ جانا جہاں علاوہ تعزیر کے دلدل اور بُراق کی تصویریں بنائی جاتی ہیں یا ایسے جلوس میں جہاں ان تصویروں کے علاوہ مختلف انواع کے باجے ہوں جانا کیسا ہے؟ ایسا کر نیوالے کیلئے تو یہ اور تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) تبرائی رافضی کی مجلس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب (۱) یا حسین کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ بزرگان دین اپنے پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں اور ان کی مدد فرماتے ہیں۔ مگر اوجھلنا کو دنا ایک قسم کا لہو ہے اگر یہ اس غرض سے ہو کہ بدن میں طاقت اور پھرتی آئے اور بوقت مقابلہ دشمنان اسلام کا دے تو اس میں حرج نہیں۔ بلکہ جائز اور مستحسن ہے اور ان کی دلیل حراب حبشہ ہے جو بخاری شریف وغیرہ میں مروی ہے۔ وکانت

الحبشة يلعون بحرابهم۔ مگر اس موقع پر یہ اوجھلنا کو ذرا مناسب نہیں کہ واقعات کربلا کی یاد بالکل اس کے منافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) تعزیر داری بدعت سیئہ ہے اور دلدل اور براق کی تصویریں بنانا حرام، حدیث میں ہے لا تدخل الملائكة بیتا فيه كلب ولا صور تـ۔ اور تصویر بنانا حرام اور اس کو بروجہ اعزاز رکھنا حرام، حدیث میں فرمایا۔ اشد الناس عذابا يوم القيامة من قتل نبيا او قتله بنى والمصورون۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا۔ جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا اور تصویر بنانے والوں کو، ان خرافات میں شریک ہونا ناجائز و حرام ہے کہ معصیت کے جلوس کو فروغ دینا اور اسکی شان و شوکت بڑھانا ہے مگر اسکی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ کفر نہیں ہے البتہ گناہ ہے جس سے توبہ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) ایسی مجلس میں شریک ہونا جبکہ بغرض رد و انکار نہ ہو حرام و سخت حرام ہے کہ اس میں تبرا اور تبرائیوں کے جلسہ کو رونق دینا ہے، اور معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان پاک میں گستاخیاں سن کر ساکت رہنا سخت ہولناک چیز ہے، حدیث میں ہے۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس، حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے، حدیث میں فرمایا جب صحابہ کی شان میں کوئی بیجا بات سنو، فقولوا لعنة الله علی شرکم تو کہہ دو تمہارے اس فعل بد پر خدا کی لعنت اور جب رد و انکار کی جرأت نہ ہو تو وہاں ہرگز نہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بابو پور پھولپور ضلع الہ آباد مرسلہ سید ریاض احمد صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زمانہ محرم میں دُلدل و تابوت و چوکی و علم و تعزیر نہ نکالا جاتا ہے از روئے مذہب اہلسنت و جماعت حنفی المذہب پر تعزیر و تابوت و دُلدل و چوکی و علم کی تعظیم کرنا اور تعظیماً کھڑا ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ و اگر فریق مخالف جبراً کسی حنفی المذہب شخص کو اس کی تعظیم کرنے پر مجبور کریں تو ایسی حالت میں عام مسلمان پیرو مذہب حنفی پر کیا فرض ہے کہ اس مجبور شخص کی مدد کریں یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اہل تشیع اذان میں اشہدان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل، پکارتے ہیں یہ الفاظ تبراہیں یا نہیں؟

الجواب (۱) یہ سب چیزیں بدعت فبیحہ ہیں ان میں شرکت ناجائز ہے۔ ان چیزوں کی تعظیم ناجائز ہے اور تعظیم کرنے پر کسی مسلمان کو مجبور کیا جائے تو ضرور اس کی مدد کی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ - تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی - واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بیشک اس میں تبراہے اور اسکی بنار و افض کے اس عقیدہ باطلہ پر ہے کہ معاذ اللہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں کیونکہ جب حضرت مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل ہوئی اور وہ خلافت کے حق میں وصی قرار دیئے گئے تو ان سے پہلے کی خلافتیں باطل و ناجائز ہوئیں اور وہ حضرات غاصب ٹھہرے، معاذ اللہ اور ان حضرات متبعان حق کو غاصب قرار دینا تبراہیں تو اور کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ریوار پیٹھ پونہ محمد خان اینڈ کمپنی ۹۶۴

شہر پونہ و اطراف و جوانب میں خاص کر ماہ ربیع الثانی میں نیاز حضرت غوث پاک سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوا کرتی ہے۔ جس میں نیاز کنندگان سال بھر اپنے بیوپار میں سے کچھ رقم روزانہ جمع کرتے ہیں۔ اور سال آخر میں تقریباً تین چار سو روپے نیاز کے نام سے پر لطف و غوث طعام منعقد

کی جاتی ہے، جس میں فقراء و مساکین تو گنتی کے مدعو کئے جاتے ہیں، مگر ہم جیسے غیر مستحقین اسے کھاپی کر برابر کر دیتے ہیں۔ چند لوگوں نے ایک انجمن بنام انجمن فدا تیان اسلام عرصہ پانچ سال سے قائم کی ہے اس کی ماتحت غریب مسلم طلبا کیلئے ایک فری بورڈنگ ہاؤس جاری ہے جس میں تقریباً ۲۰ طلباء کے مفت کھانے اور رہنے کا انتظام کیا ہے۔ طلباء کیلئے دینی یا دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی عام اجازت ہے۔ بورڈنگ کے طلباء کیلئے پنجگانہ نماز لازم رکھی گئی ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ مذکورہ نیاز کے روپیوں میں سے کچھ روپے اگر غریب مسلم طلباء کے اخراجات پر صرف کئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم حسب ذیل پتہ پر جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔؟

الجواب:- نیاز کے روپیہ سے اگر علم دین کی تعلیم دلائی جائے اور تعلیم دین میں اس کو صرف کریں تو حرج نہیں کہ مقصود ایصال ثواب ہے وہ اس طرح بھی حاصل ہے مگر یہ روپیہ ایسی تعلیم میں ہرگز صرف نہ کیا جائے جس کا نتیجہ بددینی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) سرسلہ حافظ محی الدین عرف لعل محمد از منڈوا ضلع فتحپور میسورہ حضرات علمائے کرام اہلسنت و جماعت امور ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟
”طعام المیت بمیت القلب“ حدیث شریف ہے یا بزرگ کا قول ہے؟

مسئلہ (۲) جس کھانے پر فاتحہ دیکر فقیر کو دیا جاتا ہے یہ طعام میت کہا جائیگا یا جو غذا وہ فاتحہ کے کھانا برادری کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی طعام میت کہا جائیگا؟

مسئلہ (۳) برادری کو کھانا کھانا یا کھلانا کس درجہ کا ناجائز ہے؟

مسئلہ (۴) سوم، دہم، چہلم، برسی سب کے کھانیکا ایک حکم ہے یا بعض کا

برادری کو کھانا کھلانا جائز ہے اور بعض کا ناجائز یعنی کچھ فرق ہے جواز عدم جواز میں؟
الجواب (۱) یہ حدیث نہیں ہے غالباً کسی بزرگ کا قول ہے اس کا
 محل یہ ہے کہ جو لوگ اس کے عادی ہو کر اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ کوئی
 مرے تو کھانے کا موقع ہاتھ آئے اور بیشک یہ آرزو نہایت قبیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) فاتحہ دیکر یا بغیر فاتحہ دیئے، بغرض ایصالِ ثواب میت جو کھانا
 دیا جائے خواہ فقیر کو دیا جائے یا اہل برادری کو دیا جائے دونوں طعام میت ہیں
 اور اغیار کو یہ کھانا کھلانا اور ان کا کھانا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) یہ کھانا فقیروں کا حق ہے انھیں کو کھلانا چاہئے اور برادری
 میں بھی جو فقراء ہوں اغیار نہ ہوں ان کو کھلانا درست ہے، برادری کو بغیر
 دعوت کے یہ کھانا دینا جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے مکروہ و بدعت
 قبیحہ ہے جیسا کہ فتح القدیر میں مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴) ان سب کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ (۱) مرسلہ سید حبیب احمد کلہاڑا شہر بریلی
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
 زید نے اہل محلہ سے چندہ مولود شریف و طعام مساکین کیلئے وصول کیا اب

لے اس مقولہ کے سلسلہ میں مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے استفادہ ہوا تو آپ نے یہ جواب دیا۔
 در یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے،
 ذکر و طاعت الہی کیلئے حیات و حُستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے نقد کیلئے موتِ مسلمین کے منتظر رہتے ہیں
 اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل، اور اس کی لذت میں شاغل۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 لے فتح القدیر میں ہے۔ در انہا بدعة مستقبعة لانہا شرعت فی السور و ولا فی الشراوس۔ ۱۲ مصباحی

صاحب مجاز متولی مال چندہ کی بعض شرکار چندہ اہل محلہ نے کام و کاج میں یعنی میلاد مبارک یا طعام مساکین کے پکوانے وغیرہ میں دستگیری کی، معین و مددگار ہے، اعانت و محنت کی چنانچہ زید نے فاتحہ پختن پاک اہلبیت اطہار و نذر میلاد مبارک کرنے کے بعد اب ہر کام میں ان بعض امداد پہونچا پیوالوں کو نذر وغیرہ کا کھانا وہ حصہ تبرکات کھلا دیا تو کھانا و حصہ لینا لوگوں کا جائز ہو گا یا نہیں نیز محصل چندہ نے باقی ماندہ رقم کے لئے نیت کر لی کہ اس کے کسی دیگر مصالح دینی میں خرچ کرینگے تو اس کو اختیار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب (۱) جبکہ وہ چندہ مساکین کو کھانا کھلانے کیلئے لیا گیا ہے تو وہ کھانا مساکین ہی کو کھلایا جاسکتا ہے۔ کام کرنے والے اگر مساکین ہوں تو انکو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ محصل چندہ کی نیت بیکار ہے اگر کچھ رقم بچ رہے تو چندہ دہندگان سے دریافت کیا جائے وہ جو کہیں وہ کیا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

لہذا اس قسم کا زر چندہ چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتا ہے۔ لہذا اس چندے سے جو روپے فاضل بچ گئے۔ وہ چندہ دہندوں کے ہیں۔ یہ روپے انھیں کی اجازت سے صرف ہونگے۔ وہ جس امر کی اجازت دیں وہی کیا جائے۔ ان کی اجازت کے بغیر ان روپیوں کو کسی دوسرے مصرف میں لگانا نیکی اجازت نہیں۔ اگر چندہ دہندگان زندہ نہ ہوں تو ان کے عاقل بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے اگر ان میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو ان کا حصہ بہر صورت واپس دینا ہوگا۔ بالغ وارثوں کی اجازت صرف اپنے حصص کی قدر میں معتبر ہوگی۔ اگر وارث بھی معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کیلئے چندہ دہندوں نے دیا تھا۔ وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کر دیں۔

در مختار میں ہے، ان لم یکن بیت المال معسراً او منتظماً فعلى السلین تکفینہ فان لم یقدر واسألوا الناس لہ ثوباً فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن به مثله والا تصدق به مجتبی۔

مسئلہ :- مرسلہ عبد الغفور۔ کلاتھ مرخیٹ گجری بازار کا مٹی (سی پی) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم مبارک کو تتلی کی آنکھ سے تشبیہ دینا شان نبوت اور ذات برات میں تنقیص ہوئی کہ نہیں؟ جواب محقق سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب :- اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں، ہر کمال و خوبی کے جامع ہیں، تمام حسینوں سے زیادہ حسن والے ہر با کمال سے زیادہ کمال رکھنے والے، بلکہ جس کمال والے کو جو کمال ملا وہ آپ کے ہی ذریعہ و واسطہ سے ملا،

حسن یوسف دم غیسیٰ بد بیضی داری : آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری آفتاب و ماہتاب حضور ہی کے نور کی تجلی سے چمک دک رہے ہیں۔ اگر اس حقیقت پر نظر کیجائے تو نہ آفتاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں نہ چاند سے مشابہہ بنا سکتے ہیں۔ کجا جمال محمدی اور کہا یہ آفتاب اور ماہتاب، مگر تشبیہ و تمثیل کا مقصد ہمیشہ ہی نہیں ہوتا کہ مشبہہ مشبہ بہ سے ناقص و کم ہو بلکہ اگر مشبہہ ایسا ہو جو ہر ایک شئی سے افضل و اعظم ہو تو ایسے مقام پر تشبیہ کا مقصود محض تقریب الی الفہم ہوتا ہے کہ مخاطب اسکو سمجھ سکے قرآن مجید میں ارشاد ہوا مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُورَةٍ فَيَقَامُ مَصْبَاحٌ اس تمثیل سے واضح ہے کہ کہاں نور الہی اور کہاں چراغ داں اور چراغ درود شریف معروف میں جو صیغہ مروی ہے اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم، ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں

بقیہ حاشیہ ص ۲۱۰ کا۔ رد المحتار میں ہے (قوله والا کفن به مثله) هذا المیزکرہ فی المجتبى بل زاده علیہ فی البحر عن التجنیس والواقعات۔ قلت وفي معنارات النوازل لمصاحب الهدایة فقیر مات فجمع من الناس الدراهم وكفنوه وفصل شئ ان عرف صاحبه یرد علیہ والا یرف إلى کفن فقیر آخر او یتصدق به، رد مختار و رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۹ باب صلوٰۃ الجنائز، واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

باوجود اس فضیلت کے تشبیہ سے مقصود حضور کی عظمت کو قریب الی الفہم کرنا ہے
 اور احادیث میں جو تشبیہات مذکور ہیں انکا مقصد بھی یہی ہے، مسلم شریف میں
 ہے کہ ایک شخص نے کہا وجہہ مثل السیف، حضور کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ تو
 جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، لابل کان مثل الشمس والقمر وکان مستديرا
 یعنی تلوار سے تشبیہ صحیح نہیں کہ اگرچہ اس میں چمک ہے مگر اس میں لمبائی ہے
 اور حضور کا چہرہ گول تھا، لہذا یہ کہنا چاہئے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح تھا۔ دارمی
 میں ہے، ربيع بنت معوذ بن عفرہ نے کہا، یا بنی لورأیت رأیت الشمس طالعة
 اگر تو حضور کو دیکھتا تو دیکھتا کہ آفتاب طلوع ہے۔ ترمذی میں ہے، ابو ہریرہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کأن الشمس تجري في وجهه، گویا آفتاب حضور کے چہرہ
 میں تیر رہا ہے، بخاری و مسلم میں ہے، کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں
 کان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ستر استنار وجهه حتى كان وجهه قطعة قمر
 جب خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ٹکڑہ ہے، بالجملہ جس چیز کو اپنے
 یا مخاطب کے نزدیک ممتاز سمجھتا ہے اس سے تشبیہ دیکر سمجھنا چاہتا ہے۔
 ان دنیا کے معشوقوں میں یلیٰ کو خصوصیت کیسا تھا ایک شہرت بوجہ عشق مجنوں
 حاصل ہے، چاہے وہ واقع میں کیسی ہی رہی ہو، مگر جب اس کا ذکر ہوتا ہے
 تو ساتھ ہی ساتھ معشوقیت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ لہذا یہ لفظ بمعنی معشوق بولا
 جاتا ہے، جس طرح حاتم بول کر سخی مراد لیتے ہیں اور اس لفظ سے مراد کلام شعراء
 میں خاص وہ شخصیت نہیں ہوتی جس کا یہ نام تھا اور جب یہ لفظ بمعنی معشوق و محبوب
 ہوا تو اس کے مصداق میں حسن و جمال کا لینا ضروریات و لوازم سے ٹھہرا اس کی
 شکل و صورت، خط و خال، زلف و رخ سب کو بہتر درجہ پر تخیل کرتا ہوگا۔ اس
 خیال کو جاگزین کرنے کے بعد اگر کسی نے تشبیہ دے دی تو اس کا مقصود یہی ہوگا

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل و صورت یا چشم مبارک کا بہتر تخیل ذہن میں آئے، ہرگز اس کا مقصود تنقیص و توہین نہیں۔ اور نہ ایسی تشبیہ عرف میں توہین کیلئے ہوا کرتی ہے کہ معنی عرفی کا لحاظ کیا جائے اور مقصود سے قطع نظر ہو، لہذا اس صورت میں تنقیص کا حکم نہیں دیا جاسکتا مگر چونکہ اس لفظ میں ایک ادنیٰ درجہ ایہام کا پایا جاتا ہے لہذا ایسی تشبیہات سے بچنا اولیٰ ہے اور ادب والوں کے طریقہ کے خلاف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ پیرزادہ سید بڑا صاحب میاں سجادہ نشین درگاہ شاہ وحیہ الدین علوی صاحب شہر احمد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک واعظ نے اپنے وعظ میں ایک حکایت اس طرح بیان کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب انتقال ہوا، تو حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور جبکہ قبر کے کنارہ پر رکھا تو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور یہ کہا کہ وہ اسے قبر تجھے معلوم ہے کہ یہ کس کا جنازہ ہے، یہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ہیں، اس کے جواب میں قبر کی جانب سے ندا آئی کہ میں حسب نسب کی جگہ نہیں ہوں بلکہ مقام عمل ہوں مجھ سے اسی کو نجات ملے گی۔ جس کے نیک اور خالص عمل زیادہ ہوں یہ حکایت پڑھتے ہوئے کتاب درۃ الناحین کا حوالہ دیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکایت صحیح ہے یا غلط؟ اور اس حکایت سے کسر شان فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ حکایت غلط ہے تو ایسی غلط حکایت بیان کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟ صاف صاف تحریر فرما کر

ممنون فرمائیں؟ بینو بالکتاب توجروا عند الحساب
الجواب :- یہ روایت ثابت نہیں بلکہ ایک حدیث کے معارض ہے
 ارشاد ہوا کل نسب و صہر ینقطع الا بنی و صہری، اور اس حدیث کو ائمہ نے
 ثابت رکھا اور اس سے استناد کیا ہے، نیز ایک دوسری حدیث کے بھی
 منافی ہے۔ فرمایا فاطمہ بضعة منی یؤذینی ما آذاھا۔ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے
 جو او سے اذیت دے گا مجھے ایذا پہنچائے گا۔ اس حدیث کے مضمون پر غور کرتے
 ہوئے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ خاتون جنت کو زمین ایذا پہنچائے، آج
 کل اسکی کیا شکایت کہ واعظ نے یہ بیان کیا جبکہ واعظوں کی علمی حالت معلوم
 ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ذیل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔ کہ ایک گاؤں کے
 ایک مدرسے میں اردو چوتھی اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے دینیات کے سلسلے
 کے پہلے سے تیسرے رسالہ تک تعلیم ہوتی ہے، لڑکے اسی انجمن کی چوتھی پڑھنے
 کے بعد گجراتی اور انگریزی پڑھنے کیلئے سرکاری اسکول میں چلے جاتے ہیں۔ مدرسہ
 عقیدہ کے تجارت پیشہ مسلمانوں کا ہے اور زیادہ تر لڑکے مدرسہ سے نکلنے کے
 بعد بیوپار میں یا تجارتی کاروبار میں لگ جاتے ہیں یا گجراتی اور انگریزی کچھ سیکھتے
 ہیں اردو اور دینیات میں کچھ ترقی نہیں کرتے چونکہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے
 دینیات کے پہلے رسالہ میں غیر مذاہب کے اعمال و عقائد حاشے پردے گئے ہیں
 جس سے ایک تو اتنے کم استعداد بچے شروع ہی سے اختلافی مسائل سے دوچار
 ہوتے ہیں دوسرے ایک مبتدی کے سامنے ایک ہی وقت میں، دور استے آجاتے
 ہیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ نصاب میں رکھنا مناسب ہے یا بدلنا انیسب؟
الجواب :- جب وہ مدرسہ خفیوں کا ہے اور انھیں کے بچے او میں تعلیم پاتے ہیں

تو ضروری اور اہم ضروری ہے کہ ان بچوں کو حنفی مذہب ہی کی تعلیم دی جائے بچوں کو مسائل میں اختلاف بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اذکو شروع ہی سے مذہب کر دیا جائے۔ اور مذہب حق پر چمکنے نہ دیا جائے، ایسے رسائل جو اس قسم کے بیانات پر مشتمل ہیں۔ ہرگز بچوں کو نہ پڑھائے جائیں۔ اور ایسے رسائل پڑھائے جائیں جن سے بچے مذہب حنفی کے مسائل و احکام پر مطلع ہوں اور صحیح راستہ پر چلیں، وہ رسائل نصاب سے خارج کر کے دوسری کتابیں جو خالص حنفی مذہب کی ہیں داخل نصاب کیجائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)، مسئلہ مولوی رفاقت حسین بہاری از مقام جائس مدرّس تاج المدارس ضلع رائے بریلی۔

حضرات علماء کرام و مفتیان عظام ذیل کے دونوں مسئلے میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں بھگور کھوں تو امت محمدی سے باہر ہوں ایسے شخص کیلئے شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

مسئلہ (۲)، ایک عورت بت خانہ میں گئی اور وہاں سے پھول وغیرہ لائی اپنے بیمار بچہ کو تبرک سمجھ کر کھلائی۔ عورت مذکورہ کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب (۱)، حدیث میں فرمایا۔ من حلف علی یسین بملۃ غیر الاسلام کاذباً متعمداً فہو کما قال۔ جو شخص قصداً اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر ہو جائیگی قسم کھائے یعنی یہ کہے کہ اگر ایسا کرے تو یہودی یا نصرانی یا کافر ہے اور وہ اپنے اس حلف میں جھوٹا ہے تو ویسا ہی ہے جیسا کہا، دوسری حدیث میں ہے ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ من قال انی برئ من الاسلام فان کان کاذباً فہو کما قال وان کان صادقاً فلن یرجع الی الاسلام سالماً۔ جو شخص اپنے کو اسلام سے بری بتائے اگر وہ جھوٹا ہے تو جیسا کہا ویسا ہی ہے اور اگر سچا ہے جب بھی

اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹا، شیخ محدث دہلوی نے اس حدیث کے تحت
 میں لکھا ہے، لم يفعل وبر فی یمنہ فینئذ لا یكفر ولكن لا یرجع الی الاسلام سالماً
 فان الحلف بشئ یحتمل الکفر علی تقدیر الحنث لا یلیق۔ مجال المسلم ولا ینبغی ان
 یتجاس علیہ وحاصلہ اُنہ یاثم بہذا الحلف، یعنی اگر اپنی اس قسم میں سچا ہے
 تو اگرچہ کافر نہ ہوا مگر اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹے گا کیونکہ ایسی قسم جس میں
 بتقدیر حنث کفر کا احتمال ہے مسلمان کے لائق نہیں، اور مسلمان اس پر جرات
 نہ کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ ایسی قسم کھانا ہی گناہ ہے، بالجملہ یہ قول ایک قسم ہے
 اور قسم کے خلاف کرمیکی صورت میں احتمال کفر ہے بعض فقہا تو مطلقاً کفر کا حکم
 دیتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ اگر اس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ کرنے سے کافر ہو جائیگا
 تو کافر ہے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے۔ والقسم ایضاً بقولہ ان فعل کذا فهو
 یہودی او نصرانی او کافر فیکفر بعنثہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ
 بماضی او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ منہ یمن وان کان جاہلاً وعندہ
 انہ یکفر فی الحلف بالغیوس وببباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) بت خیانہ کے پھول کو تبرک سمجھنا بتوں کی تعظیم ہے اور یہ کفر
 عورت پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
مسئلہ (۱) مرسلہ حافظ عبدالحق مدرس مکتب سعودیہ جامع مسجد بہرائچ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین امور مندرجہ ذیل میں
 درود کے نام سے لیلیٰ مجنوں کے عشق کے فسانے کے سلسلے میں گراموفون
 کے ریکارڈوں میں کچھ ایسے ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل
 اشعار گائے گئے ہیں جو اس وقت ہندوستان کے ہر گراموفون ایجنسیوں
 میں فروخت ہو رہے ہیں؟

قبر میں مجنوں سے جب پوچھا گیا : یا رقل من ربک من دینک
 سنتے ہی گویا لگا اک دل پہ تیر : بولا گھبرا کر کہ اے منکر نکمیر
 پاس میرے آپ جو تشریف لائے
 میری لیلیٰ کو کہاں پر چھوڑ آئے
 آراستہ جب ہو گا دار عرصہ محشر : لائیں گے جو تشریف وہاں سارے پیر
 عشاق سے فرمائیں گایوں خالق اکبر : دنیا میں کہو کس کیلئے رہتے تھے مضطر
 میں عرض کروں گا میرے مالک میرے داور
 میں نے دنیا میں بہت کی جستجو
 کوئی لیلیٰ سا نہ پایا مگر رُو
 پھر فرشتوں نے شبیہ مصطفیٰ : سامنے لا کر کے مجنوں سے کہا
 دیکھ انکو غور سے اے نیکذات : واسطے انکے بنی کل کائنات
 بولا مجنوں اور کچھ سمجھا نہ میں
 ہاں مگر آنکھیں تو لیلیٰ کی سی ہیں
 ان اشعار سے تمام انبیاء کرام کی شان میں عموماً اور حضور سرور عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں خصوصاً گستاخی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسکے
 خلاف مسلمانوں کو جدوجہد کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
 مسئلہ (۲) گراموفون کے ریکارڈوں میں قرآن پاک کی آیتوں و سورتوں
 کو بھرنے اور قرأت کرنے والوں کا قرأت کر کے اسکی فیس (اجرت) لینا۔ ان ریکارڈوں
 کا سننا سنانا، رکھنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟
 مسئلہ (۳) کسی واقعہ کا خواہ وہ فرضی ہو یا کچھ اصلیت ہو، ڈرامہ بنانا اور سینماؤں
 اور تھیٹروں میں تماشہ کرنا یا گراموفون کے ریکارڈوں میں بھرنے، اس قسم کے

تماشاؤں اور ڈراموں کا نام (نشان اسلام) اور نور وحدت یا اور اسی قسم کے مقدس الفاظ میں انکا نام رکھنا جس سے مذہبیت کا اظہار ہوتا ہو جائز ہے یا نہیں؟
مسئلہ (۴) گراموفون کی حیثیت ان باجوں کی جنکا شمار آلات غنا و سرور میں ہے جو شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱) صدق اللہ - الشَّعْرَاءُ تَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ الْمُرْتَضُونَ فِي كُلِّ وَادٍ يَهْمُونَ - یہ اشعار نہایت درجہ قبیح ہیں ایسے اشعار پڑھنا یا سننا ناجائز و حرام ہے مسلمانوں کو ضرور ایسی کوشش کرنا لازم ہے کہ ایسے رکارڈ موقوف کرائیں جائیں، جن میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا شائبہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا ریکارڈ میں بھرنے اور انکا سننا سنانا، ناجائز ہے کہ یہ باجا بطور لہو محض تفریح کیلئے بجایا جاتا ہے اور ایسے موقع پر قرآن مجید کا ریکارڈ سننا اسکی عظمت و تعظیم کے خلاف ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر اجرت لینا بھی ناجائز ہے نہ کہ اسلئے پڑھنا کہ رکارڈ میں بھرا جائے اور مجلس لہو میں سنایا جائے اور ہر شخص با وضو بے وضو سے چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) کھیل و تماشے ناجائز ہیں، کل لہو باطل و حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴) گراموفون آواز و صوت کو محفوظ کر لینے اور اس کو اعادہ کرنے کا آلہ ہے۔ جو آواز ایسی ہو کہ اسکا سننا جائز ہے گراموفون سے بھی سن سکتے ہیں اور جنکا ویسے سننا ناجائز ہے گراموفون میں بھی ناجائز۔ مگر قرآن مجید کہ ویسے اسکا سننا جائز ہے بلکہ عبادت و ثواب اور گراموفون میں ناجائز۔ کماحقہ شیخنا فی رسالۃ "الکشف الشافیا" واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: - برسلہ کفایت حسین رضوی صالح نگر بریلی ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ باجہ گراموفون میں قرآن شریف بجاتا ہے انکاستنا اور بجانا جائز ہے یا کیسا؟

(۲) کوکین کی کیا تعریف ہے اس کا کھانا خریدنا فروخت کرنا کیسا ہے؟ جسے اور نشوں کی بابت شرع نے فرمایا ہے؟ بینواتوجروا

الجواب (۱) گراموفون جس مجلس میں بجایا جاتا ہے وہ لہو لعب کی مجلس ہوتی ہے اور ایسی مجلس میں قرآن مجید پڑھنا خلاف ادب ہے ایک حدیث میں ہے کہ شہادی کے موقع پر ایک مرتبہ لڑکیاں دف بجا کر کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں ایک لڑکی نے یہ مصرع پڑھا۔ دینا نبی یعلم ما فی غد ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی ہونیوالی بات جانتے ہیں، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دع) ہذا وقولی بالذی کنت تقولین اسے چھوڑ اور جو پہلے کہتی تھی اوسکو کہہ، علماء نے ممانعت کی وجہ یہ بیان فرمائی چونکہ یہ مجلس لہو تھی ایسے موقع پر نعت شریف پڑھنے کو حضور نے ناپسند فرمایا اسی طرح قرآن مجید بھی ایسی مجلس میں پڑھنا نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) کوکین ایک انگریزی دوا ہے جو اعضا کو بے حس کر دیتی ہے اوسکا کھانا مثل افیون کے ناجائز اور خرید و فروخت جائز جبکہ کھانے کیلئے ٹھو نہ کھانے والے کے ہاتھ بیچے حدیث میں ہے نہی عن کل مسکر ومفتر کوکین اگرچہ مسکر نہیں ہے مگر مفتر ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد یعقوب کامٹی

شریعت حقہ میں حقہ اور بیڑی وغیرہ کے پینے کا کیا حکم ہے؟ آیا کوئی صریح حدیث بھی اس کی ممانعت پر وارد ہے یا کہ محض مکروۃ نثریہ ہی کی حد تک ہے

جواب حقہ صحیحہ قول مفتی بہ سے جواب دیکر مشکور فرمائیں ؟
الجواب :- اگر حقہ اس طرح پیا جائے کہ آدمی بخود ہو جائے اور حواس
 جاتے رہیں، تو پینا حرام ہے، حدیث میں ہے۔ نہی عن کل مسکر و مفتر
 اور اگر یہ بات نہ ہو تو دو صورتیں ہیں، اگر پینے سے منہ میں بدبو آجائے تو
 یہ پینا مکروہ تنزیہی ہے اور اس کا حکم کچے لہسن و پیاز کا سا، اور اگر تازہ کر کے
 خوشبو تمباکو پیا جائے کہ نہ بیہوش ہو نہ منہ میں بدبو آئے، تو مباح ہے۔
 اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ کوئی حدیث خاص حقہ کے بارے میں
 نہیں ہے اور بٹری میں بدبو ہوتی ہے لہذا مکروہ تنزیہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ محمد عظیم اللہ محلہ چوڑی پٹی ضلع دینا چپور
 ابیر اور التا جو ایک رنگ ہے سرخ۔ بنگالہ میں عورتیں پیر میں لگاتی

ہیں، جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب :- عورت پاؤں میں جیسی مہندی لگا سکتی ہے یہ رنگ بھی
 لگا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو آٹا اور تیل ملا کر بچوں کی مالش کرتے ہیں

التا۔ ایک گاڑھا رنگ ہوتا ہے۔ جسے عورتیں پیر اور ہاتھ کے ناخن میں لگاتی ہیں۔ یہ رنگ گاڑھا
 ہونے کی وجہ سے جھم جاتا ہے۔ مہندی کی طرح عورتوں کے اس کے استعمال کرنے میں حرج نہیں، لیکن
 تجربہ شاہد ہیکہ التا کا رنگ گاڑھا ہونے کی وجہ سے ناخن تک پانی نہیں پہنچتا۔ اسلئے اگر التا کا رنگ ناخن میں لگا
 رہ گیا اور عورت نے وضو یا غسل کیا تو طہارت حاصل نہیں ہوگی۔ التا لگانے والی عورتوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا
 چاہئے کہ جب وہ وضو یا غسل کریں تو ناخنوں سے یہ رنگ چھڑالیں۔ مسئلہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عورتیں
 اس کا لحاظ نہیں رکھ پاتیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ التا نہ لگائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

یو ہیں ایام شادی میں دولہا کی مالش کرتے ہیں۔ اور اکثر آٹے سے ہاتھ دھو
 ہیں۔ ان کاموں میں رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے لہذا یہ کام جائز ہیں؟
 تحریری طریقے سے یا ناجائز ہیں؟ بینواتوجروا

الجواب :- یہ ملنا ضرورت سے ہے جائز ہے۔ اگر سرسوں کا اٹن ملا
 جائے تو اچھا ہے، ہاتھ کی چکنائی بھوسی یا صابون سے دور کر سکتے ہیں
 آٹے کو بیکار ضائع نہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرغ کا دستور ہے کہ سحر کو بولتا ہے جو مرغ دس بجے رات کو
 بولے اس مرغ کو ذبح کر ڈالا جائے یا یہ سمجھنا چاہئے پرندہ ہے۔ جس وقت چاہا
 بولا۔ یا یہ کوئی ممنوعات سے نہیں ہے؟ بینواتوجروا

الجواب :- یہ کوئی قابل لحاظ بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرغی کا قاعدہ ہے کہ وہ مرغ کی طرح نہیں بولتی ہے، جو مرغی
 مرغ کی طرح بولے یہ ذبح کر لی جائے یا نہیں۔ بعض مرغی کو مرغ کی طرح بولنے
 سے یہ سمجھتے ہیں کہ مرغی والے کو کچھ نقصان ہوگا۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینواتوجروا

الجواب :- نہ ذبح کرنیکی ضرورت ہے نہ نقصان پہنچنے کی کوئی اصل ہے، محض
 بیکار خیال ہے قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- بعض مرغ جیسے عام طور سے مرغ بولتے ہیں، ایسے نہیں بولتا، جو
 مرغ عام مرغوں کی آواز کے خلاف بولتا ہو، اس کو ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ جو مرغ عام
 مرغوں کے خلاف بولتا ہے اسکو لوگ برا سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا مرغ
 عام مرغوں کے خلاف آواز سے بولتا ہے اس کو کچھ نقصان درپیش ہونے والا ہے
 یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینواتوجروا

الجواب :- سب بے اصل خیالات ہیں، قابل توجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- سفر کرنا کس دن اور کس تاریخ کو بہتر ہے؟ بینوا تو جروا
الجواب :- حدیث میں آیا ہے بَارَكَ اللَّهُ فِي السَّبْتِ وَالْخَمِيسِ، ہفتہ اور
 پنجشنبہ کو سفر مبارک ہے اور ممانعت کسی دن بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- ایام شادی میں جو رسوم شادی کنندہ کے بزرگوں میں چلے آتے ہیں
 اور وہ شرعاً ناجائز نہ ہو، ان کا کرنا درست ہے، کیونکہ بعض شخص پرانے
 رسموں کو چھوڑتے ہیں خواہ جائز ہوں یا ناجائز۔ نعوذ باللہ لیکن ناجائز فعل
 سے روکا جائیگا؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جو حکم شرعاً ناجائز ہے اوسمیں کسی کی پیروی جائز نہیں، حکم
 شرع کو نسب پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- جو مسلمان عورتیں اہل ہنود کی طرح لہنگا پہنتی ہیں۔ ان عورتوں
 کے ہاتھ سے پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر زجرانہ پیا جائے تاکہ وہ یہ لباس ترک کر دیں تو اچھا ہے

واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ معرفت منشی عبدالعزیز خان صاحب حکم جمادی الاولیٰ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کی زوجہ کو زبردستی
 رکھ لیا زید کی پیروی ہر طرح بکر کرتا ہے لیکن زید چونکہ زبردست ہے زود و کوب
 پر آمادہ ہے، برادر مکی کے لوگوں کو یعنی ہر مسلمان نامی کو اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا
 کھانا ناجائز ہے یا نہیں؟ اور اسکی پیدائش کی سبب جو کہ زنا سے ہے اس سے نکاح جائز

لے یہ حکم اُس علاقہ کے لئے ہے جہاں لہنگا ہندو عورتوں کا لباس سمجھا جاتا ہے، لیکن من علاقوں میں
 ساڑی اور لہنگا مسلم عورتیں بھی پہنتی ہیں۔ اُن علاقوں کے لئے یہ حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

ہے کہ نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:- زید سے میل جول ترک کر دیا جائے جب تک وہ اپنی اس حرکت قبیلہ شنیعہ سے باز نہ آئے اور توبہ صادقہ نہ کرے۔ اسے شامل برادری نہ کریں اور بکرا اگر اسکے فعل پر راضی ہے یعنی حد مقدور تک اپنی عورت کی روک تھام نہیں کرتا تو دیوث ہے اسکا بھی وہی حکم ہے اور اگر ہر طرح کا انتظام کرتا ہے مگر عورت باز نہیں آتی تو مجبور ہے۔ لَا تَزْنِ وَارِثَةُ وَرَثَتِهَا أُخْرَىٰ لَهَا اسکی لڑکی کی نسبت کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ زنا سے ہے جبکہ بینہ شرعیہ سے ثابت نہ ہو۔ یہ کیونکہ وہ منکوحہ کی اولاد ہے، بہر حال اس کے نکاح جائز ہے۔ لعدم المانع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ پٹ سورۃ انعام رکوع ۷۔ ۱۲۔ اور اس کی صورت صرف لعان ہے۔
بکر کی بیوی کے بطن سے جو بچی پیدا ہوئی وہ شرعاً بکر ہی کی اولاد ہے حدیث صحیح متواتر میں فرمایا گیا۔ الولد للفراش وللعاهر الحجر، فقہاء کرام نے منکوحہ کے فراش کو فراش قوی مانا ہے اس لئے فقہاء نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ”اگر زید مشرق کے آخری کنارہ میں ہو اور ہندہ مغرب کے آخری کنارہ میں اور بذریعہ وکالت دونوں میں نکاح منعقد ہوا۔ اور اسی حالت میں شادی کے وقت سے چھ مہینے بعد ہندہ کا بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ تو مجہول النسب ہوگا اور نہ ولد الزنا۔ بلکہ وہ زید ہی کا بچہ قرار پائیگا۔ درختائین“
”قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجھا تصویرۃ کرامۃ أو استخدا ما فتح۔“ رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے
”والحق ان التصور الشط ولذا الوجاءت امراۃ الصبی بولد لا یثبت نسبہ والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطوۃ اوجہی اھ (۶۸۴)
بلکہ اگر بکر بھی اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کو ولد الحرام کہے۔ تو بھی ان اولاد کا نسب بکر ہی سے مانا جائیگا۔ اور بچہ صحیح النسب ہوگا۔ تاوقتیکہ شوہر اس بچے سے لعان کے ذریعہ

مسئلہ :- قیامت آنے کے بعد دوبارہ دنیا قائم ہو کر رہے گی یا نہیں؟ اگر رہیگی تو کس طرح کی رہے گی؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب :- دنیا قیامت سے پہلے ختم ہو جائیگی۔ اب آخرت ہے اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- بعد مرون ہر انسان اپنے اعزہ و احباب سے ملتا ہے جو فوت ہو چکے ہیں ان سے یا نہیں؟

الجواب :- اگر دونوں ایک قسم کے ہیں، تو ملتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- جو انسان فوت ہو جاتا ہے یہ انسان اپنے فوت شدہ عزیزوں سے ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- ملتا بھی ہے اور نہیں ملتا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- دعوت ولیمہ جو نہ کر سکے بوجہ غریبی کے اس پر الزام ترک سنت تو نہیں ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- دعوت سنت کیلئے کسی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں اگر دو چار

بقیہ حاشیہ ص ۲۲۳ کا۔ انکار نہ کرے۔ اور حاکم یا قاضی اس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع نہ کر دے، رد المحتار

میں ہے۔ رد الفرائض قوی و هو فراش المنکوحۃ فانہ فیہ لا یتنفی إلا باللعان (ج ۲ ص ۶۸۴ فصل فی ثبوت النسب)

در مختار میں ہے۔ ان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحت

النکاح، رد المحتار میں ہے۔ ای لا بد أن یقول قطعاً نسب هذا الولد عنه بعد

ما قال فرقت بینکما کما روی عن ابی یوسف وفي المبسوط هذا هو الصحيح لانه یس من

ضرورة التفریق نفی النسب کما بعد الموت یفرق بینہما ولا یتنفی النسب بحر من النہایۃ (ج ۲ ص ۶۸۴ باب باللعان)

لهذا صور مستفسرہ میں وہ بھی شرعاً بکری کی اولاد ہے اس سے نکاح جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

اشخاص کو کچھ معمولی چیز اگرچہ پیٹ بھرنے ہو اگرچہ دال روٹی چٹنی روٹی ہو۔ یا اس سے بھی کم کھلاویں سنت ادا ہو جائیگی۔ اور کچھ بھی استطاعت نہ ہو تو کچھ الزام نہیں۔ واللہ اعلم مسئلہ :- استطاعت ہوتے ہوئے دعوت ولیمہ نہ کریں اس پر ترک سنت کا الزام ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- زید کو بکر کے نابالغ بچوں سے خدمت لینا چاہئے یا نہیں؟ بغیر اجازت بکریا با اجازت بکر؟ بینوا تو جروا

الجواب :- اگر مقصود اوس کو کام سکھانا اور تجربہ کار اور مہذب کرنا ہے تو لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- معلم صاحب کے پاس جو نابالغ بچے پڑھتے ہیں ان بچوں سے معلم اپنی خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- لے سکتا ہے جبکہ مقصود صحیح ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ حدیث میں فرمایا۔ اولم و لبشاة (مشکوٰۃ باب الولیمہ ص ۲۷۸) ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب، حضرت صفیہ، حضرت ام سلمہ وغیرہا کا ولیمہ کیا۔ لوگوں کو دعوتیں کیں۔ لہذا ولیمہ سنت ہوا۔ تو استطاعت ہوتے ہوئے ولیمہ نہ کرنا بلاشبہ ترک سنت ہے۔ ۲۔ مقصود صحیح ہو تو معلم نابالغ طالب علم سے خدمت لے سکتا ہے، لیکن اسکا بھرا ہوا پانی جو شرعاً اسکی ملک ہو جائے، معلم کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس پانی کو پئے یا دھو کر سے یا کسی کام میں لائے یہ صرف نابالغ کے ماں باپ اور جس کا وہ نوکر ہے ان ہی کیلئے جائز ہے۔ غیروں کو اس پانی کا استعمال نابالغ کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔

مصنف عالیہ الرحمہ نے بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۵ پر۔ اس مسئلے کی صراحت یوں فرمائی ہے۔

مسئلہ (۱) جھولا جھولنا جیسا عام رواج میں ہے، ماہ ساون میں سب

مرد عورتیں جھولا کرتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ بینواتو جبروا

مسئلہ (۲) بچے رویا کرتے ہیں ان بچوں کو جھولا ڈالکر جھولانا درست ہے

یا نہیں؟ بینواتو جبروا

الجواب (۱) اگر مقصود بند رستی و صحت ہے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ایک شخص نے فرمایا ہے کہ اہلبیت جس وقت حوالات میں بند

تھے اس وقت یزید پلید نے مستحاکھانا اہلبیتوں کے واسطے بھیجا تھا، جس کو

کھچڑا کہتے ہیں یعنی حلیم اور یہ حلیم کھانے کی بنا رہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینواتو جبروا

مسئلہ (۲) اہل ہنود سے کچا گوشت منگو کر کھانا درست ہے؟ بینواتو جبروا

الجواب (۱) بالکل بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) اگر وہ نوکر ہے تو منگواسکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ حافظ محمد عثمان صاحب سکرٹری صوبہ خلافت کمیٹی محلہ سرائے حلیم۔

بقیہ حاشیہ ص ۲۲۵ کا۔ مسئلہ۔ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے اسے پینا یا وضو یا غسل یا کسی

کام میں لانا اس کے ماں باپ یا جسکا وہ نوکر ہے اس کے سوا کسی کو جائز نہیں اگرچہ وہ اجازت بھی دیدے اگر وضو کر لیا

جائے تو وضو ہو جائیگا اور گنہگار ہوگا یہاں سے معلین کو سبق لینا چاہئے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے

کام میں لایا کرتے ہیں اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔

آج کل عام لوگوں کی طرح مدرسین حضرات احتیاط کم کرتے ہیں اور خدشت کے جواز کے نام پر نابالغ کا بھرا ہوا منگو

پانی استعمال کر دیتے ہیں۔ اگر انہیں نابالغ کے بھرے ہوئے پانی استعمال کی ضرورت ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً سال

بھر کیلئے اسے اجرت پر نوکر رکھ لیں۔ یا پھر اس کا بھرا ہوا پانی خرید کر استعمال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایام محرم میں اہل بیت شہداء کے کربلا کی تربتیں بنا کر نکالنا اور شاہ راہ عام پر ماتم
کرتے ہوئے لیجا کر مسلمان مردہ کی میت کی طرح زمین میں دفن کرنا اہانت اسلام
اور توہین اہلبیت ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اذان میں یا صلوة میں (علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفہ بلا فصل)
کے الفاظ استعمال کرنے سے اہانت خلفاء ثلاثہ ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) اس طرح تربت نکالنا بدعت قبیحہ و ناجائز ہے اور ماتم کرنا بھی
حرام ہے حدیث میں آیا ہے۔ نہی عن ضرب الغدود و تشق الجيوب۔ ایسی
حرکتوں سے مسلمانوں کو باز آنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بلاشبہ یہ لفظ بلا فصل کھلا ہوا تبر اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کو غاصب ٹھہرانا ہے نہ صرف خلفائے ثلاثہ بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی کھلی ہوئی توہین ہے کہ انھوں نے انکی خلافت کو جبکہ وہ ناجائز تھی کیوں قبول فرمایا
اور کیوں بیعت کی؟ انھوں نے اپنے قول و فعل سے معاذ اللہ حسب زعم قائل
باطل کی اعانت کی اور ایسا کہنے والا یقیناً انکی توہین کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک عورت پر جب کبھی آسیب سوار
ہوتی ہے تو بیہوش ہو جاتی ہے اور کھول کر ابھوانے لگتی ہے۔ اس وقت اس سوال
پر کہ تو کون ہے۔ جواب دیتی ہے کہ میں فلاں ہوں۔ اور یہ نام اسکے خاندان محلہ لولہ
میں سے کسی عورت کا ہوتا ہے۔ یہاں آسیب بنکر اقرار کرتی ہے۔ اسی وقت
اس کے گھر جا کر دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کے کاروبار میں مصروف رہتی ہے
اب یہ عورت ٹوہن مشہور ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اس نے جادو ٹونا نہ کبھی سیکھا
نہ جانا، نہ کیا۔ وہ ہزار طرح اپنی صفائی کرتی ہے۔ مگر کوئی نہیں مانتا اس میں

بڑے بڑے جھگڑے اور فسادات ہوتے ہیں، تب علماء سے اسکی تحقیق کیگئی تو علماء اہلسنت والجماعت نے کہا کہ آسیبی شکایت ہے۔ جن وشیاطین کے مرد و عورت یا مرد و نکی ارواح خبیثہ کا تسلط ہوتا ہے۔ فتاویٰ عزیزی وغیرہ سے ثابت ہے کہ یہ لوگ ہوا بنکر حلول اور سرایت کرتے ہیں اور اپنا نام و پتہ بتا سکتے ہیں۔ مگر کوئی انسانی عورت جو زندہ ہو اور اپنے گھر کا رو بار میں مصروف ہو وہ جادو و ٹوٹنا کے زور سے ہرگز مسلط نہیں ہو سکتی۔ اس میں انقلاب حقیقت ہے اور یہ محال ہے۔ جادو کا صرف اتنا اثر ہو سکتا ہے کہ جس پر کیا جائے وہ کسی دکھ درد میں مبتلا ہو جائے لیکن انسانی عورت کا ہوا بنکر مسلط ہو جانا اور بولنا اور اسی وقت اپنے گھر کا رو بار میں مصروف ہو یہ شرعاً کہیں سے ثابت نہیں اس پر جاہلوں کو کسی طرح یقین نہیں آتا۔ لہذا صرف اتنا سوال ہے کہ عالم صاب صحیح کہا یا غلط۔ شرعی تصریحات سے ہمزاد کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اور ٹوٹنہ یعنی جادو گر عورت کا ہمزاد مسلط ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- آسیب جن کی ایک قسم ہے جو کسی انسان پر مسلط ہو کر اسے ایذا دیتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ واقع میں کسی پر آسیب کا تسلط ہو۔ ورنہ اس زمانہ میں بہت سی عورتوں کو اور بعض مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حقیقتاً آسیب زدہ نہیں ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرنے کے لئے آسیب زدہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اور بنتے ہیں اور آسیب زدہ میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو وہ آسیب خود ہی مسلط ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض اعمال کے ذریعہ جن کو لوگ مسخر کر لیتے ہیں اور یہ مسخر کرنے والے اسے حکم دیتے ہیں کہ فلاں پر مسلط ہو جا۔ اس کے کہنے سے مسلط ہو جاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ اسی آسیب نے جس کا نام بتایا ہو اسے خوا مخواہ مشہم کیا جائے اور اسی کا بھیجا ہوا سمجھا جائے کہ

اولاً تو اسی میں شبہ ہے کہ یہاں آسیب ہے، ہو سکتا ہے کہ بناوٹ ہو اور اگر آسیب ہو بھی تو یہ یقینی بات ہے کہ آسیب بکثرت جھوٹ بولتے ہیں ہر عامل اس کو جانتا ہے اور اس قسم کا اسکو سابقہ پڑتا ہے۔ لہذا صرف اسکے کہہ دینے سے ہرگز یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سچا ہے اور اسی کا بھیجا ہے خصوصاً کسی مسلمان غوث پر ایسی تہمت رکھنا اور خصوصاً ایسے وقت جبکہ باعتبار دین و دیانت بہتر حالت رکھتی ہو۔ محض آسیب زدہ کے کہہ دینے سے اس پر تہمت رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- از برہان پور ضلع کھنڈ و محلہ سنوارہ مرسلہ عبدالرب ولد غلام محمد صاحب ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں کسی پیش امام نے اپنی حاجت روائی کیلئے اگالان رکھا اور اس میں تھوکا تو ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- مسجد میں اگالان رکھا ہے تو تھوک سکتا ہے مگر بلا ضرورت نہ تھوکے یعنی اگر باہر جا کر تھوکے میں وقت نہ ہو تو یہ بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بلیا درزی چوک بازار مرسلہ محمد عمرو صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے لڑکے کا ختنہ کرنا چاہتا ہے جس میں چند لوگوں کو دعوت دیکر کھانا کھلانا چاہتا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ ختنہ کا کھانا کھانا جائز ہے، کیونکہ یہ تو اپریشن ہے اس مسئلہ کو عاف طور سے تحریر کریں؟

الجواب :- ختنہ سنت ہے اور شعار اسلام سے ہے اس لئے لوگ اسکو سنت اور مسلمانی بھی کہتے ہیں۔ اسکو آپریشن کہنا غلطی اور جہالت ہے۔ اس میں خوشی کرنا، میٹھائی بانٹنا، اعزہ و احباب کی دعوت کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲ مرسلہ مولوی احمد خان سلمہ یکم ذی الحجہ
نایاک کپڑے مشرک دھوبی سے دھلوائے گئے تو پاک ہو گئے یا نہیں؟
جبکہ دھوبی یہ کہے کہ اس نے حوض کبیر میں ایک دفعہ دھویا ہے؟

الجواب :- دھوبی چونکہ اجیر ہوتا ہے اور اس کی بات ایسے معاملات میں
معتبر ہوتی ہے۔ اس کا یہ قول معتبر ہے کہ آب کشیر میں دھویا ہے کپڑے پاک
ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولانا مولوی غلام محی الدین الجیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ

عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ
جمار کے متعلق فرمایا ہے کہ گاجھا کو کہتے ہیں۔ کیا کھجور کا گاجھا کھایا جاتا ہے

علامہ عینی نے یہ تحریر فرمایا ہے: "شحم النخیل هو الذی یوکل منه" عینی جزء اول
اس سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ نفس گاجھا کھایا جاتا ہے۔

بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بار خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں
اپنی حاجات پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازہ پر جائیں۔

تیرے ٹکڑے سے پہلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال۔ یا جھڑکیا کھائیں کہاں چھوڑ کر
ٹکڑا تیرا دو شنبہ تک جواب عنایت فرما دیا جائے۔

الجواب :- جمار یعنی کھجور کا گاجھا کھایا جاتا ہے چنانچہ امام بخاری کتاب البیوع
میں فرماتے ہیں باب بیع الجبار واکلہ اور اسکے تحت میں ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کی حدیث ذکر کرتے ہیں کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دھویا کل جبارا

لے معاملات میں کافر کا قول مستبر ہے، دیانات میں نہیں۔ در مختار میں ہے۔ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع
فی المعاملات لا فی الدیانات۔ ۵۶ ص ۲۴۳ کتاب العطر والاباحۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مسباحی

اور کتاب الاطعمہ میں بھی باب اکل الجمار ذکر کرتے ہیں اور سنا ہے کہ کھانے میں
لذیذ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ محی الدین عرف لعل محمد ڈاکخانہ قصبہ منڈوا ضلع فتح پور مورخہ
۲۵ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ

حضرات علمائے اکرام اہلسنت والجماعت اسرذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں
زیادہ گنہگار زانی ہے یا حرامی۔ حرامی کی بخشائش ہوگی یا نہیں؟
الجواب:- گنہگار زانی ہے اسکی اولاد پر اس کے زنا کا گناہ نہیں۔ قال اللہ
تعالیٰ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی حدیث میں ہے لَا یَجْنِی الْوَالِدُ عَلٰی وَلَدِهِ توبہ
اگر سچی ہو تو ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے حدیث میں ہے التائب من الذنب کمن
لا ذنب لہ اور توبہ نہ کی ہو جب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اسکی مغفرت نہیں ہوگی
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِکَ لِمَنْ
یَّشَآءُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی محلہ بھورے خاں پٹی بھیت
۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

مٹی یا چینی یا لکڑی یا کچھڑے کے کھلونے جو جاندار کی تصاویر کے مجسمے ہوں
بچوں کو خرید کر دینا کہ وہ کھیلیں، اٹھائیں، ٹمکیں، جہاں چاہیں رکھیں۔ مگر
خود ان کھیلوں کی حفاظت نہ کی جائے نہ ان کو زینت کے طور پر رکھا جائے جائز
ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتب فقہیہ سے اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور حضور علیہ السلام
قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں کیا مسلک ہے؟ اور اس مسلک کا پتہ
کس رسالہ میں ملے گا۔؟

مسئلہ (۲) تانبے پیتل لوہے کے یا سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات

کے بوتام بغیر زنجیر کے جائز ہیں یا نہیں؟ کوئی فقہی جزئیہ بھی تحریر کیا جائے
رسالہ مبارکہ درالطیب الوجیز، میں سونے چاندی کے بٹنوں کا حکم تو متصرح ہے
مگر ان کا حکم کچھ نہیں تحریر فرمایا؟
الجواب (۱) مٹی کے کھلونوں کی بیع صحیح نہیں کہ یہ مال مستقوم نہیں۔ تنویر الابصار
میں ہے۔ اشتری ثورا او فرسا من خذف لاستئناس الصبی لا یصح ولا یقن
متلفہ، لو ہے پتیل تانبے کے کھلونوں کی بیع جائز ہے کہ یہ چیزیں مال مستقوم
ہیں، ردالمحتار میں ہے۔ قوله من خذف ای طین قال قید بہ لانہا لو کانت
من خشب او صفر جازا اتفاقا فیہا یظہر لا مکان الانتفاع بہا و حررہ اھ و هو ظاہر
چینی کے کھلونوں کے متعلق فقیر کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ ان کی بھی بیع
ناجائز ہوگی کہ لہو سے قطع نظر کرتے ہوئے ان چیزوں کی بھی کوئی قیمت نہیں
معلوم ہوتی لہذا تقوم ان میں نہیں اور بیع کا مدار تقوم پر ہے، ردالمحتار میں مٹی
کے کھلونے تلف کرنے والے پر ضمان نہ ہونے کی علت یہ بیان کی کہ کانہ لائنہ
آلہ لہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ آلہ لہو ہے اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ سازنگی
ستار بھی آلہ لہو ہیں اور ان کے توڑنے والے پر محض لکڑی کی قیمت کی قدر کا ضمان
ہوتا ہے، لہذا آلہ لہو ہونا عدم ضمان کا کیونکر سبب ہو سکتا ہے، اس کا جواب
یہ ہے کہ ان اشیاء کی قطع نظر لہو کے ایک قیمت ہے اور مٹی کے کھلونوں کی
تلہی سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی قیمت نہیں، ردالمحتار کی عبارت یہ ہے۔
ولا یقال فیہا نحو ما قیل فی عود اللہو من انہ یضمن خشباً لا لہباً علی احد القولین
لانہ لا قیمة لہذہ الاشیاء اذا قطع النظر عن التلہی بہا۔ اس سوال و جواب سے
یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قطع نظر از تلہی شے کی قیمت ہونے کا لحاظ ہے، ورنہ
تلہی کے لحاظ سے تو مٹی کے کھلونوں کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز ہے کہ وہ فی نفسہ مال متقوم ہے جب علت یہ ہے تو چینی کی بھی اسی پر قیاس کیا جائے، اگر کچلڑے کے کھلونوں کی قطع نظر از تلمی کوئی قیمت ہو تو بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔ رہا یہ امر کہ ان کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کیلئے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔ اسلئے عبارت منقولہ بالا ردالمحتار از طحاوی میں لکڑی یا پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز فرمائی۔ حالانکہ جاندار کی تصویر یہ بھی ہیں بلکہ درمختار میں فرمایا۔ وفي آخر حظر المجتبى عن ابى يوسف يجوز بيع اللعبة وان يلعب به الصبيان۔ معلوم ہوا کہ ان کا تصویر ہونا وجہ عدم جواز بیع نہیں ردالمختار میں ہے ونسبہ الی ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان یكون له فی المسئلة قول فافهم۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گڑیاں تھیں اور وہ ان سے کھیلتی بھی تھیں بلکہ ایک گڑیا گھوڑے کی شکل کی تھی جسکے بازو بنا رکھے تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سے ان کی خریداری کے متعلق سنا مجھے یا وہیں ہے کھیلنے کی نسبت یاد ہے کہ بچوں کو کھیلنے کیلئے کھلونے دینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) سونے چاندی کے ٹمن اس وجہ سے جائز ہیں کہ یہ ملبوس نہیں ہیں۔ بلکہ توابع لباس سے ہیں۔ لہذا دوسری دھات کے ٹمن بھی اسی علت مشترکہ سے جائز ہیں کہ دوسری دھاتوں کا پہننا منع ہے بلکہ انکا حکم سونے چاندی سے اخف ہے، کہ سونے چاندی کا استعمال صرف ایک مخصوص صورت کے علاوہ مطلقاً ناجائز ہے اور دوسری دھاتیں سوا پہننے کے ہر طرح استعمال کر سکتے ہیں اونکے برتنوں میں کھا، پی سکتے ہیں۔ سرمہ دانی، سلائی، تیل وغیرہ کی پیالیاں قلم دوات وغیرہ تمام اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی نور محمد صاحب جتوڑی مسجد وزیر خاں پنجاب لاہور

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

ایک کمپنی نئی کلکتہ میں کھلی ہے جو اپنے فارم کو اس طرح دیتی ہے پہلے فارم پر نام درج کر اگر ایک روپیہ روانہ کرو، فارم کے ملنے پر چار فارم روانہ کئے جائیں گے، ان چار فارموں کو ایک ایک روپیہ میں بیچ کر کمپنی کو فارم جس میں خریدنے والے کے نام ہوں اور چار روپیے روانہ کرو۔ فارم بھینچنے پر کمپنی ان چاروں شخصوں کے نام فارم چار چار روانہ کرے گی۔ وہ بھی ایک روپیہ میں فروخت کریں۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ ایک ہزار چوبیس فارم فروخت ہونے کے بعد کمپنی ایک ہزار چوبیس روپے متعدد مرتبہ کر کے دینے کا وعدہ کرتی ہے جنہوں نے اس کام کو انتہا کو پہنچایا انہیں روپے مل رہے ہیں اس کمپنی کا یہ بھی اعلان ہے کہ سلسلہ منقطع نہیں ہونا چاہئے۔ منقطع ہونے پر روپیہ نہیں روانہ کیا جائیگا۔ اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ جوا وغیرہ تو نہیں ہے؟

الجواب :- یہ جوا اور حرام ہے کہ ایک روپیہ دیکر اس رقم کثیر کے ملنے کی خواہش ہوتی ہے اور اسکے ملنے نہ ملنے دونوں کا احتمال ہوتا ہے، اگر فارم فروخت ہو گئے تو رقم ملے گی ورنہ روپیہ گیا اس میں شرکت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ منظور علی ۸۲ صدر بخشی لین ضلع ہوڑہ ۸۵، زلیقہ ۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایک شخص تسمیٰ حاجی محمود جو معمولی فارسی وارد و داں ہیں اور علم غری سے بالکل ناواقف ہیں حتیٰ کہ میزان و منشعب بھی نہیں پڑھی ہے جہالت کا یہ عالم ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے فتویٰ مثلاً

مسائل نوٹ و حقہ نوشی و اذان ثانی وغیرہ کی تحقیق کو محض اپنی جہالت سے غلط و ناصواب بتاتا ہے، خود رائی و خود پرستی اور جہالت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ مسئلہ مفتی بہ بین الفقہاء کہ اگر مسافر نیت سفر کو کسی تیز سواری سے کم مدت میں طے کرے جب بھی مسافر ہے، اس مسئلہ کا انکار کرتا اور اپنے اجتہاد کو دخل دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص جو اتنا کم علم اور علم دین سے نابلد ہو وہ قرآن پاک کی تفسیر بزبانی اردو لکھ سکتا ہے اور اسکا یہ ارادہ صحیح اور جائز ہے۔ اور ہم عوام کو اسکی لکھی ہوئی تفسیر کا دیکھنا جائز ہے؟ اور ہم لوگوں کو روپیہ پیسہ سے تفسیر کے لکھنے کیلئے اسکی اعانت صحیح اور درست ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- تفسیر قرآن مجید نہایت اہم کام ہے اسکے لئے بہت کچھ اپنی معلومات کی ضرورت ہے اصول و فروع میں ماہر ہو، ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو، اقوال علماء کی خبر رکھتا ہو، جو کچھ کہتا ہو اسکے ماخذ پر مطلع ہو۔ جب تک تمام ضروریات سے واقف نہ ہو۔ اس راہ دشوار گزار میں چلنا خطرہ سے خالی نہیں۔ مہلکہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے حدیث میں فرمایا ہے۔ من قال فی القرآن برائۃ فلیتبرأ مقعدہ من النار۔ جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کہا وہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالے دوسری روایت میں ہے من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبرأ مقعدہ من النار جو قرآن میں بغیر علم کے کہے وہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالے۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال فی القرآن برائۃ فاصاب فقد اخطا جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے اگر اس نے صحیح کہا جب بھی غلطی کی۔ رواہ الترمذی والبوداؤد عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بالجملة ایسا شخص جس کا حال سوال میں ذکر کیا، ہرگز اس قابل نہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے اور اگر اپنی بدبختی سے ایسا کرے

تو اسکی کتاب عوام کیلئے دیکھنا جائز نہیں۔ کہ عوام اس مضمون کو قرآنی حکم سمجھینگے اور بہت ممکن ہے کہ وہ غلط ہو اور یہ دیکھنے والے گمراہ ہوں حدیث میں ہے فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ بغیر علم حکم شرع بنا کر خود وہ گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ جب ثابت ہوا کہ ایسے کو تفسیر لکھنا ناجائز ہے تو روئے سے اسے لکھنے میں مدد دینا بھی ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ماروار جنکشن مرسلہ غلام احمد قادری رضوی امام مسجدہ رجب ۵۶ھ
ایک آیت شریف کا مطلب خیال میں نہیں آتا ہے، وہ آیت شریف یہ ہے
سورہ مائدہ رکوع اول وَ اِنْ تَسْتَفِیْصُوا بِالْاَمْثَلِ لَمْ یَسْمَعْ سَوَیْہِہٖ
کرتے تھے۔ اور تیر بھی وہ جو از لام کہلاتے ہیں کہ ان سے شکار ہو نہیں سکتا غرض
میں اس آیت شریفہ کے فہم سے عاجز ہوں ؟

الجواب :- آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین عرب تیروں کے ذریعہ سے
قسمت نہیں کیا لکھا ہے، اسے دریافت کرتے تھے، تجارت یا نکاح یا کوئی
کام کرنا ہوتا تو تین تیر لیتے ایک پر لکھا ہوتا، امرنی ربی دوسرے پر نہانی ربی
لکھا ہوتا اور تیسرے پر کچھ نہ ہوتا ان تیروں کو ترکش میں ڈالتے اور ان میں
سے ایک نکالتے اگر پہلا تیر نکلتا تو اس کام کو کرتے اور دوسرا نکلتا تو نہیں کرتے
اور تیسرا نکلتا تو دوبارہ پھر ڈال کر نکالتے۔ اون کے یہاں فال نکالنے کا یہ طریقہ
تھا قرآن مجید نے اس کو حرام قرار دیا، جس طرح سے اس زمانہ میں بھی بہت
سے یہودہ طریقہ فال نکالنے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱) مرسلہ شیخ عبد الحفیظ صاحب قادری رضوی از جالس محلہ شیخانہ
ضلع رائے بریلی ۲۶ ذی الحجہ ۵۶ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مطہرہ کا مسائل ذیل میں۔
 کیا بوجہ حدیث عینیت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے افضل ہیں؟
مسئلہ (۲) ایک طوائف کچھ روپیہ مرمت مسجد یا کسی کار خیر میں دینا چاہتی ہے
 اور روپیہ ناجائز طریقہ سے جمع کیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں مرمت مسجد یا کسی
 کار خیر میں لیا جاسکتا ہے؟

الجواب (۱): حدیث عینیت سے کون سی حدیث مراد ہے۔ اس عنوان
 سے کوئی حدیث معروف و مشہور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲): حرام مال سے نیک کام نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں ہے
 ولا یقبل اللہ الا الطیب ایسے مال کو فقراء و مساکین پر صرف کر دیا جائے، نہ بہ
 نیت تصدق بلکہ اس حیثیت سے کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو وہ حق فقراء ہے
 اب یہ چاہیں تو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ اب اس کی
 حرمت جاتی رہی، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ مولوی حافظ عبد العزیز صاحب صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ
 مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ وہابیہ حضور کے علم غیب کی نفی میں یہ
 عبارتیں پیش کرتے ہیں بر تقدیر صحت حوالہ جواب مرحمت ہو، در مختار میں ہے
 تزوج بشادۃ اللہ و رسولہ لم یجز قبل یکفر روا المختار میں ہے۔ قولہ قبل
 یکفر لانہ اعتقد ان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب۔ شرح متعلق
 میں ہے لانہ ادعی ان الرسول عالم الغیب۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلم المغیبات من

الاشیاء الا ما اعلمه الله تعالى احيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان
النبي عليه السلام يعلم الغيب معارضه قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات
والارض الغيب الا الله، اخير عبارت میں تو جمع مغیبات اور علم ذاتی کی نفی
معلوم ہوتی ہے کیونکہ احيانا کا خود احترام ہے اور آیت سے معارضہ مانا ہے
لیکن پہلی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور کے عالم الغیب ہونیکا اعتقاد
کفر ہے۔ تو کیا اس سے بھی جمع مغیبات غیر شاہد یا علم ذاتی مراد ہے؟ اگر ایسا
ہے تو کیا قرینہ ہے؟ حنیفہ کا کوئی قول جو حضور کے علم غیب عطائی کا مثبت
ہو یا جمع ماکان وما یكون کا۔ تو تحریر فرمائیں؟

الجواب :- عبارت در مختار یہ ہے، تزوج بشهادة الله ورسوله لم یجز
بل قيل يكفر والله اعلم۔ اس عبارت میں حکم کفر کی بنا اگر علم غیب رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو یقیناً اس علم سے علم ذاتی ہی مراد ہوگا۔ اسی وجہ
سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور صیغہ تمریض قيل ذکر کیا، کیونکہ
کفر کی بنا علم غیب ذاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت
پر نکاح کرنا غیب ذاتی کے اعتقاد کا ثبوت نہیں، اور مجرد احتمال حکم کفر کے لئے
کافی نہیں بلکہ جب تک ایسا اعتقاد ثابت نہ ہو کسی مسلم کی طرف اس کی
نسبت نہیں کی جاسکتی۔ رد المحتار کی عبارت میں لفظ عالم الغیب قرینہ ہے
اس امر کیلئے کہ کفر اوسی صورت میں ہے جب علم غیب ذاتی مراد ہو، اسلئے
کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے، غیر خدا پر اس کا اطلاق
نہیں ہوتا۔ اور اوس کا علم ذاتی ہے، محیط ہے کہ کوئی ممکن و معدوم کہنہ واجب
وغیرہا اوس سے خارج نہیں۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے علم کا رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اثبات کفر ہے، اس مقام پر وہابیہ کا رد المحتار کا

حوالہ دینا کمال بے حیائی اور بددیانتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ تو اولیا کے لئے بھی علم غیب ثابت کرتے ہیں۔ پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کرنے والے کو کیونکر کافر کہہ سکتے ہیں، وہابیہ کی خجائیت ظاہر کرنے کیلئے ردالمحتار کی پوری عبارت جو اس مقام پر تحریر فرمائی ہے نقل کر دینا ہی کافی ہے اوسى سے معلوم ہو جائیگا کہ اس مقام پر وہابی نے عبارت میں کیا کچھ قطع و برید کی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ قوله قيل بكفر لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عالم الغيب قال في التتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لأن الاشياء تعرض على روح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال تعالى علم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً إلا من ارضى من رسول اه قلت بل ذكر واني كتب العقائد أن من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض الغيبات وردوا على المقترلة المستدلين بهذه الآية على نفيها بان المراد الاظهار بلا واسطة والمراد من الرسول الملك أى لا يظهر على غيبه بلا واسطة الا الملك أما النبي و الاولياء فيظهرهم عليه بواسطة الملك أو غيره وقد بسطنا الكلام على هذه المسألة في رسالتنا المسماة سل الحسام الهندى لنصرة سيدنا خالد النقشبندى فراجعها فان فيها فوائد نفيسة۔ واللہ تعالی اعلم۔ اس عبارت کو غور سے دیکھئے معلوم ہو جائیگا کہ علامہ سید ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کس قوت کے ساتھ حضور بلکہ جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ اولیاء کیلئے علم غیب ثابت فرماتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

لے درمختار وردالمختار ج ۲ ص ۳۰۰ کتاب النکاح مطبع رشیدیہ پاکستان ۱۱ مصباحی

علم غیب میں تمام مدعیان اسلام یہاں تک کہ معتزلہ بھی متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اولیاء کے علم غیب میں اختلاف ہے، معتزلہ اسکے منکر ہیں اور اہل سنت اسکے بھی مدعی ہیں۔ وہابیہ تو معتزلہ سے بھی بدرجہا بدتر ہیں کہ نہ صرف اولیاء بلکہ انبیاء بلکہ سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں مجمع الانہر شرح ملتفی الابحر کی بھی پوری عبارت یہ ہے۔ وعن القاسم الصغیر ہو کفر محض لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهذا كفر وفي التاتارخانيه انه لا يكفر لان بعض الاشياء يعرض على روحه عليه السلام فيعرف ببعض الغيب قال الله تعالى علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول يشرح ملتقى كى عبارت کا بھی مطلب یہی ہے کہ حکم کفر اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ علم غیب ذاتی کا معتقد ہو اور یہ کہ حضور کا علم جملہ معلومات الہیہ کو محیط ہو۔ اور مطلقاً کا اعتقاد اس خاص کے اعتقاد کو مستلزم نہیں، ہو سکتا ہے کہ بعض کا معتقد ہو اور انکو باعطاء الہی مانتا ہو، یہ کفر کنوکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ عین ایمان ہے کہ قرآن مجید اس کے ثبوت پر شاہد ہے۔ شرح فقہ الکبر اس وقت موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ اسکی عبارت میں بھی کچھ خیانت ہو اگر عبارت یہی ہو جب بھی ہمارے لئے مضر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- مسئلہ حاجی عبدالغفور صاحب انجمن اشاعت الحق بازار سندھ بنارس یکم محرم ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو

۱۔ اس سے پہلے یہ عبارت ہے۔ تزوج امرأة بشهادة الله تعالى ورسوله لايجوز النكاح وعن قاسم الخ ۱۲ مجمع الانهر ج ۱ ص ۱۶۱ کتاب النکاح۔ مصباحی

تقلید ائمہ اربعہ کو حرام جانتا ہے اور دہلی والے اسماعیل مصنف تقویۃ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ کو حق و ہدایت جانتا ہے، ایسے غیر مقلدین کو سنی خنفی اپنے مدرسہ میں پڑھائیں تو کیسا ہے؟ اور ایسے کو قاری یا مولوی کی سند دینا کیسا ہے اور ایسا کرنا وہابیہ غیر مقلدین کی عزت ہوئی یا نہیں۔ اور انکی عزت کرنا کیسا ہے اور ایسے کو عزت دینے والے اراکین و مدرسین کیسے ہیں۔ اور کس درجہ کے محرم ہیں؟ بینوا بالکتاب تو جردا بالثواب۔

الجواب :- فرقہ غیر مقلدین گمراہ فرقہ ہے جس کی بدعت و گمراہی ظاہر و باہر ہے علمائے اہلسنت نے اسکی گمراہی و بدعت کی اپنی کتابوں میں واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ تقویۃ الایمان جس کا نام رکھا گیا ہے وہ حقیقتاً تقویۃ الایمان ہے اس میں بہت سی باتیں ایمان و اسلام کے خلاف ہیں بلکہ بکثرت کفریات ہیں جو الکوکبۃ الشہابیہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور صراط مستقیم میں اسماعیل دہلوی نے جو شان رسالت میں بکا ہے اس کو کوئی مسلمان گوارہ نہیں کر سکتا۔ جن کے ایسے گندے عقائد ہوں انکی صحبت میں بیٹھنا ان سے میل جول رکھنا ہرگز جائز نہیں اہلسنت انکو اپنے مدرسہ میں پڑھائیں اسکی دو صورتیں ہیں اگر وہ اپنے باطل عقائد میں پختہ نہیں ہے اور امید ہے کہ اس کے عقائد درست ہو جائیں گے تو پڑھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر عقائد میں پختہ ہے راہ راست پر آنے کی امید نہیں تو بمقتضائے حدیث ایاکم وایاھم ان سے دور رہو انکو دور کرو ایسوں کو تعلیم دینا سانپ کو پالنا ہے، اور بہر حال جب وہ ایسے عقائد کا ہے تو اس کو سند دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو گمراہ کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اور یہ موقع دیا جا رہا ہے کہ سنی مدرسہ کے لوگوں کو سند دکھا دکھا کر گمراہ کرنے میں سہولت ہی ہو، بالجمہ ایسے کو سند دینا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حاجی عبد الغفور صاحب از بنارس یکم محرم ۱۳۵۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو در مشکل کشا کہنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ سوائے خدا اور کسی کو
 مشکل کشا کہنا شرک ہے۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا کیا؟ حضرت صدیق اکبر
 و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام کے
 ساتھ بجائے رضی اللہ عنہ کے علیہ السلام کہا جائے یا لکھا جائے۔ تو کیا ہے
 بینوا بالکتاب تو جروا بالتواب۔

الجواب :- بیشک اللہ عزوجل مشکل کشا ہے مصائب دور کرنا اسی کا
 کام ہے مگر اس نے اپنے بندوں کو ایسے اختیار دیئے ہیں کہ وہ باذن اللہ
 مصائب کو دور کرتے ہیں۔ بذات خود مشکل دور کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے
 اور خدا کے حکم سے بندگان خدا دور کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ غلام احمد پیش امام مسجد ایشین ماروارہ جلگشن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے شرح وقایہ
 جلائین شریف مشکوٰۃ پڑھی ہو وہ عالم کہلانی کا مستحق ہے یا نہیں؟
الجواب :- عالم ہونا بہت دشوار ہے اور اس زمانہ میں ہر کس و ناکس
 عالم ہونے کا مدعی ہے اعلیٰ حضرت قباۃ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بھی
 خواب میں بھی خیال نہیں آتا کہ میں عالم ہوں میرے استاذ حضرت محدث
 صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے

نہ سنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از خانقاہ سراجیہ برکت آباد محلہ برکت پورہ مقام مالیکاؤں
 ضلع ناسک ۱۸ ربیع الآخرہ ۱۳۵۹ھ

لے نام کیساتھ دو علیہ السلام ذکر کرنا ایسا بے بلا فکر کے ساتھ خاص ہے، غیر نبی و ملک کے نام کیساتھ علیہ السلام

عقائد و ہابیہ دیوبندیہ اور وہ سنی لوگ جو عقائد و ہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں ان دونوں کے مدرسہ کا دینا یا وعظ وغیرہ میں چند دینا گناہ ہے تو کونسا گناہ۔ صغیرہ یا کبیرہ یا کفر تک ہے، ان دونوں گروہوں کو با وضو یا بے وضو قرآن شریف کا چھونا گناہ ہے یا کیا ہے ان دونوں کا پڑھنا ایک ایک حرف کے بدلے میں کیا عذاب ہے یا ثواب ہے شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب:- چند دینا گناہ ہے قرآن مجید وہ چھو نہیں یہ آپ کے اختیار کی چیز نہیں قرآن مجید پڑھنے کا مؤمن کو ثواب ہے کافر ثواب کا اہل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولوی سید زین الدین علوی خطیب مسجد الف شہر احمد آباد گجرات ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالات مرقوم الذیل کی بابت بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب مع حوالہ کتب معتبرہ و صفحہ و قول مستند و صحیح و نام کتب وغیرہ؟

(۱) اگر کوئی شخص واعظ یا کسے باشد مگر سنی صحیح العقیدہ حنفی ہو یا م فخر شریف میں شہداء و کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجالس میں حالت قیام میں اختتام وعظ کے بعد اشعار و صلوة و سلام مضمون شہادت کیساتھ اگر ایسا پڑھے کہ یا نبی سلام علیک یا حسن سلام علیک یا حسین سلام علیک صلوة اللہ علیکم پڑھے اور لوگوں سے پڑھائے تو حرام ہے یا مکروہ ہے یا جائز ہے مفصل تحریر فرمادیں؟

(۲) یا حسین علیہم السلام کہنا جائز ہے یا نہیں اور ایسا لکھنا بھی کیسا ہے اور پکارنا کیسا ہے؟

(۳) صلوة سلام بھی کسی غیر نبی اللہ کے واسطے بطور انفراد و استقلال کے مکروہ ہے تو یہ کہنا کہ امام حسن یا امام حسین علیہ السلام مکروہ ہے دیکر ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ واصحابہ وحدہ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد خامس فقط واللہ اعلم

یہ عبارت اور حوالہ کیا صحیح ہے اور عربی عبارت کے ماقبل یا بعد کوئی مضمون شامل ہے یا نہیں تفصیل سے تحریر فرماویں؟

(۴) پکارنا غیر اللہ کو ناجائز ہے صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلوٰۃ و سلام کے ساتھ جائز ہے فقط یہ عبارت صحیح ہے؟

(۵) مرد کیلئے خالص ریشم تانے بانے میں یا حشو کے طور پر سایا یا عبا کے کناروں پر کس حد تک جائز ہے اور اگر زرین تار یا کسی کام کا کتنے تولہ کی مقدار یا کپڑے کے کتنی حد تک مرد کیلئے جائز ہے معتبر ثبوت حدیث شریف اور طریقے سے تفصیل سے تحریر فرماویں یہ ریشم اور زر کی مقدار سوتی کپڑے میں مراد ہے؟

الجواب (۱) یہ طریقہ زمانہ سابق میں نہیں تھا کہ کتابوں میں اسکے جواز یا عدم جواز کا ذکر ہوتا اور سلف صالحین کے قول یا فعل سے اس کی تائید ہوتی عامۃً مسلمین اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ رواج ہے کہ محفل میلاد اقدس میں بوقت ذکر ولادت قیام کیا جاتا ہے اور اس موقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اور یہ محفل شریف کی خصوصیت اور امتیازی چیز سمجھی جاتی ہے اگر دوسرے مواقع پر بھی یہ طریقہ برتا جائے کبھی ذکر شہادت میں کبھی گیارہویں کی مجلس میں اور اسی طرح بزرگان دین کے عرس و فاتحہ میں تو مجلس میلاد شریف کی امتیازی کیفیت باقی نہ رہے گی لہذا اس اختراع سے گریز کرنا چاہیئے۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ سلام جو نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے بلکہ اس سے مقصود صاحب اسم کی تعظیم ہے۔ عرف اہل اسلام نے اس سلام کو انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ

علیہ السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام لہذا غیر نبی و
ملک کے نام کیساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) :- فتاویٰ عالمگیری کی جلد خامس کے اس صفحہ پر یہ عبارت
نہیں ملتی بلکہ جلد خامس کے دیگر مقامات پر بھی باوجود تلاش یہ عبارت
نظر سے نہیں گذری مگر فتاویٰ امام قاضی خان میں یہ عبارت موجود ہے۔
فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر جو فتاویٰ خانہ طبع ہوئی ہے اسکی تیسری جلد
کتاب الحظر والاباحتہ وفصل فی التبیح والتسلیم والصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں صفحہ ۲۶ کے شروع ہی میں ہے ویکرا ان یصلی الخ۔ اس سے
اوپر یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص تلاوت کر رہا ہے اور اس کو سلام نہ کیا جائے اور
اس کے بعد یہ عبارت ہے ولو جمع فی الصلوۃ بین النبی وغیرہ فیقولوا اللہم
صلی علی محمد وعلی آلہ واصحابہ جائز لان فیہ تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :- یہ غلط ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے نہ امر غیر اللہ جائز
ہے احادیث و اقوال ائمہ و علماء سے اس کا جواز ثابت ہے۔ علمائے اہلسنت
کی اس باب میں تصانیف موجود ہیں اون کو دیکھئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس
سرہ العزیز نے متعدد رسائل میں اس کا جواز بیان فرمایا۔ اور ایک رسالہ
انوار الانبیاہ خاص مسئلہ ندائیں تصنیف کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) :- خالص ریشم یعنی تانا بانا دونوں ریشم ہوں یا بانا ریشم ہو کہ
یہ بھی خالص ریشم کے حکم میں ہے اسکی کوٹ سوئی یا اوئی کپڑے میں چار
اونگل تک لگا سکتے ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مشکوٰۃ شریف میں
حدیث ہے۔ عن عمر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن لبس الحریر

الاهکذا ورافع رسول الله صلى الله تعالى عليه اصبغیه الوسطی والسبابة وضمها
متفق علیه وفي رواية لمسلم انه خطب بالجابية فقال نهى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم عن لبس الحرير الا موضع اصبغين او ثلث او اربع در مختار
میں ہے یحرم لبس الحریر علی الرجل لا المرأة الا قدس اربع اصابع کا علام
الثوب مضومة ملتقطا۔ زریں کام کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک جگہ پر چار
اونگل سے زیادہ نہ ہو خواہ زر سے کپڑا بنا گیا ہو یا روئی سے نقش و نگار
بنائے گئے ہوں، در مختار میں ہے وکذا المنسوج بذهب يحل اذا كان هذا
المقدار اربع اصابع والا لا يحل للرجل۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حاجی محمد اسمعیل ولد الفومقام ملا و ضلع تھانہ آفس روڈ
۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟
(۱) ایک شخص تھا وہ گذر گیا اب اسکی عورت دوسرا نکاح کرتی ہے ہمارے یہاں
یہ رواج ہے کہ پہلے اس عورت کا سسر دو سو تین سو روپیہ لیتا ہے اور پھر
اس عورت کا باپ سو دو سو روپیہ وہ لیتا ہے اس روپیہ کو ہماری زبان
میں پاچھا کہتے ہیں، ایسے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں بیان فرمادیں؟
(۲) ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ دولہن کا باپ دولہا کا نکاح کا پیغام
بھیجتا ہے اور پیغامبر آتے ہیں اور تین روز ضیافت کھاتے ہیں اور تیسرے
روز دولہن کا باپ دولہا کے باپ کے پاس روپیہ لیتا ہے، اس روپیہ کو
ہماری زبان میں دلیک کہتے ہیں جو دولہا کے باپ کے ساتھ میں آدمی
آتے ہیں ان کو تین روز میں انھیں کو کھلا دیتے ہیں، شریعت کے طور سے
لیک لینا جائز ہے یا نہیں اور اس تیسرے روز دولہن کا نانا اپنی لڑکی کو کچھ

نقد دیتا ہے سو دو سو آدمیوں کے مجمع میں کچھ دیتا ہے اسکو ہماری زبان میں ”بھات“ کہتے ہیں کوئی جانور دیتا ہے کوئی نقد روپیہ دیتا ہے شریعت کے طور سے بھات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) دولہا کی سنگنی کا بیغام آتا ہے اس ٹائم میں دولہن کو نظروں کے سامنے دیکھنا تاکہ دل کو تسلی ہو، کیونکہ سنگنی کے وقت نظروں سے دیکھنا جائز ہے یا نہیں بیان فرمادیں؟

(۴) بہت سے شخصوں کی زبان سے سنتے ہیں کہ سات مرتبہ اجمیر شریف کے جانے سے ایک حج قبول ہو جاتا ہے خلاصہ بیان فرمادیں؟

(۵) کشتی کا کرنا سنت ہے یا نہیں؟ بہت سے کہتے ہیں کہ کشتی کرنا حرام ہے شریعت کے طور سے کشتی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) بہت سے شخص یہ کہتے ہیں کہ گدھے کی پیٹھ پاک ہوتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گدھے پر چڑھنا سنت ہے۔ شریعت کے طور سے گدھے پر چڑھنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) عورت کا خسر یا اس کا باپ جو کچھ رقم لیتا ہے، یہ ناجائز اور رشوت ہے۔ عورت کے خسر کا اب کوئی تعلق ہی نہیں کہ وہ عورت کو نکاح کرنے سے نہیں روک سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا نِسَاءَكُم مَّا كَرِهْنَ وَلَا تُعْضِلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ**، **الآیہ**۔ جلالین میں ہے۔ **كانوا في الجاهلية يرثون نساء اقربائهم فان شأوا تزوجوا بلا صداق او نزعوا وجوها واخذوا صداقها او عضلوا حتى تفتدى بها ورثته او تموت فيرثوها فنهوا عن ذلك**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جو مہمان آئے اون کو کھانا کھلایا گیا اس کا کوئی معاوضہ نہیں

دیا جائیگا۔ دولہا کے باپ سے کھانا کیلئے روپیہ لینا بھی ناجائز ہے، لڑکی کا نانا اپنی لڑکی کو جو کچھ دے جائے یہ جائز ہے یہ ہدیہ ہے اس کی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہے اسکو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز ہے، حدیث میں اس دیکھنے کی اجازت آئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) بزرگان دین کے مزارات پاک کی زیارت جائز مستحسن ہے وہاں جا کر ایصال ثواب کرے ان کے مزارات سے فیوض و برکات حاصل کرے مگر یہ کہیں نہیں آیا ہے کہ سات مرتبہ جانے سے ایک حج مقبول ہوتا ہے لوگوں کی ایسی باتیں قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) کشتی جائز ہے۔ حدیث شریف سے بھی اس کا جواز ثابت ہے رکنا نہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں پھارٹا اور وہ ایمان لائے، مگر اس زمانہ میں کشتی لڑنے والے عام طور پر ستر کھول کر لڑتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) گدھے پر سوار ہونا جائز ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر سوار ہونا بھی ثابت ہے مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے اب بھی ملک عرب میں لوگ گدھے پر سوار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا والخیل والبغال والحمیر لیرکبوا وناہیۃ۔ ہندوستان میں اسکی سواری کا رواج نہیں ہے اس وجہ سے لوگ مستبعد سمجھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

اے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذَا خَلَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَاِنْ اسْتَطَاعَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى مَا يَدْعُوهُ اِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ۔ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے۔ اور وہ نکاح کی طرف داعی امور کو دیکھ سکتا ہے تو ضرور دیکھ لے۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۸ باب النظر الى المخطوبة۔ آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ :- ازرائی کھیت مرسلہ جناب قاری جلیل الدین احمد صاحب مدرس
مدرسہ امجدیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔
کہ لڑکیوں کو اگر لکھنا سکھایا جاوے تو شرعاً کوئی مواخذہ تو نہیں ہے اور ان کی
تعلیمی حالت کو شریعت نے کہاں تک اجازت دی ہے علوم و یمنیہ کے علاوہ
علوم دیویہ مثلاً پھول، بیل، بوٹے، موزے وغیرہ بنانے کے لئے اسکولوں
میں اور میموں کے پاس بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب :- لڑکیوں کو ضروری مسائل شرعیہ عبادات و معاملات کی تعلیم دینا
ضروری ہے، یونہی ان کو امور خانہ داری مثلاً کھانا پکانا، سینا پھول، بوٹے
بنانا وغیرہ ایسے کام سکھانا بھی جائز بلکہ بہتر ہے۔ مگر ان کی تعلیم کے لئے نظریہ
عورتوں کے پاس بھیجنا ناجائز ہے کہ ان کی صحبت سے اوس قسم کی
آزادی اور دین سے بے تعلقی پیدا ہونے کا قوی احتمال موجود ہے لڑکیوں کو
لکھنا نہ سکھانا اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ عورتوں کو لکھنا نہ سیکھایا جائے، کہ انھیں لکھنا سکھانا مکروہ ہے۔ اس کی اصل امام
بیہقی کی بیان کردہ وہ حدیث ہے۔ جو انھوں نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

«حدثنا محمد بن ابراهيم البوعبدالله الشامي حدثنا شعيب بن اسحق
الدهشقي عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسكنوا من الفرفة ولا تعلموهن الكتابة
وعلموهن الفزل وسورة النور»۔ (رواۃ الحاكم في المستدرک والسیوطی

مسئلہ :- از ڈاک خانہ یو پیٹا مڈل سکول کا ٹھیا وار سرسلہ جناب قاری مصطفیٰ میاں صاحب -
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت یا لڑکی کو لکھنا سکھانا یعنی

بقیہ حاشیہ ص ۲۴۹ کا :- فی رسالتہ الاجر الجزل وفی تفسیرہ الدر المنثور عن ابن مردویہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالا خانہ پر نہ بساؤ، اور انھیں لکھنا نہ سیکھاؤ، اور کاتنا سکھاؤ اور سورۃ نور کی تعلیم دو۔ مگر یہ نہی تنزیہی ہے۔ اولاً :- حدیث میں سند و متن کے لحاظ سے ثبوت شکی اثبات قطعی اور طلب کف، جازم ہے، جس سے کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوتا ہے ثانیاً :- کتابت کوئی ایسی شئی نہیں جو حرام لذاتہ ہو۔ بلکہ فی نفعہ کتابت ایک اچھی چیز ہے۔ اس کے اندر کراہت ایک امر خارج (احتمالِ فتنہ) کی وجہ سے ہے۔

ثالثاً :- حدیث مذکور میں صیغۃ امر (علموہن الفزل وسورۃ النور) کا استحباب کے لئے ہونا۔ اور صیغۃ نہی (لا تسکنوہن الغرفۃ) کا تنزیہی ہونا بھی قرینہ ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ حدیث مذکور میں دو چیزوں سے روکا گیا ہے، اور دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کو بالا خانے میں ٹھہرانے اور انھیں کتابت کی تعلیم دینے کی ممانعت ہے۔ اور کاتنا سکھانے، اور سورۃ نور کی تعلیم دینے کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں امر اپنے معنی اصلی (وجوب) میں مستعمل نہیں، کیونکہ خاص در سورۃ نور کی تعلیم، اور کاتنا سکھانا واجب نہیں۔ بلکہ اول الذکر میں حکم استحباب کے طور پر ہے۔ جب کہ ثانی الذکر میں اباحت کے لئے ہے۔ یونہی عورتوں کو بالا خانے میں ٹھہرانا ناجائز و حرام نہیں۔ بلکہ احتمالِ فتنہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت تنزیہیہ کے لئے ہے۔ نہ کہ تحریم کے لئے، ہاں جہاں فتنہ کا خوف صحیح ہو۔ تو یقیناً

قلم اس کے ہاتھ میں دینا منع ہے یا نہیں ؟
الجواب :- عورتوں کو علم دین کی تعلیم دینا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ طلب العلم فریضة على كل مسلم ومسلمة۔ رہا لکھانا

بقیہ حاشیہ ص ۲۵ کا :- بطور سد ذرائع کراہت تحریمی ہوگی۔ لیکن اگر بالا خانے میں ٹھہرانا احتمال فتنہ کا باعث نہ ہو۔ تو کراہت اصلاً نہ ہوگی۔ کہ حدیث مذکور معلول بہ علت ہے۔ اور فقدان علت سے حکم کراہت بھی مرتفع ہو جائے گا۔ آج کے زمانہ میں جب کہ تمام شہروں اور قصبوں بلکہ بعض دیہاتوں میں بھی کئی کئی منزل کی رہائشی عمارتیں ہوتی ہیں۔ ایک منزلہ عمارت تو اب شہروں اور قصبوں کے مقدر میں نہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے اہل و عیال سمیت اوپر کی منزلوں میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ اور اوپر کی منزل کا حال نیچے کی منزل و عمارت کی طرح ہوتا ہے۔ بلکہ آج کے دور میں بالخصوص شہروں اور قصبوں میں نیچے کی منزل کی بہ نسبت، اوپر کی منزل میں سکونت و رہائش حفظ نفس و حفظ مال کے لئے زیادہ موزوں۔ کما نشاہد فی البلاد فی عصرنا هذا۔ تو اس صورت خاص میں بالا خانے میں عورتوں کو ٹھہرانے میں احتمال فتنہ کا انتفاء معلوم، لہذا کراہت بھی نہیں۔ ہاں جن علاقوں، گاؤں یا محلوں میں ایک منزلہ عمارت بکثرت ہو۔ بالا خانے والے مکانات شاذ و نادر ہوں، وہاں عورتوں کو بالا خانے میں ٹھہرانا احتمال فتنہ کی بنا پر مکروہ ہوگا۔ اور جہاں یہ احتمال قوی ہوگا، حکم ممانعت میں شدت ہوگی۔

قریب قریب یہی صورت در کتابت نسواں، میں بھی ہے۔ ہر حید کہ در کتابت اچھی چیز ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا،

اس میں احتیاط یہی ہے کہ عورتوں کو لکھنا نہ سکھایا جائے خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ ص ۲۵۱ کا:۔ حدیث پاک میں حقوقِ اولاد میں تعلیم کتابت کو بھی شمار فرمایا ان من حق الولد علی والدہ ان یعلّمہ الکتاب ای الکتابۃ (مسند ابی النجار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن چونکہ عورتوں کے کتابت سیکھنے میں فتنہ کا احتمال ہے۔ کہ وہ خط و کتابت کے ذریعہ غیروں سے رسم و راہ کر سکتی ہے۔ اس لئے بطور سد ذرائع منع کیا گیا۔ مگر یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں۔ بلکہ کراہت تنزیہی کے طور پر ہے۔ چنانچہ شیخ احمد شہاب الدین بن، حجر ہیتی مکی نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں صراحت کی ہے۔ ان النہی فیہ تنزیہاً لہا لتقر من المفاسد المرتبۃ علیہ (ص ۶۳)

جن علماء نے کتابت نسواں کے تعلق سے "منع" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، انہوں نے اسی نہی تنزیہی پر منع کا اطلاق کیا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" میں ایک جگہ یہ حکم مذکور ہے "عورتوں، لڑکیوں کو لکھنا سیکھنا منع ہے"، دوسری جگہ اسی کے ص ۱۰۹ پر یہ حکم درج ہے، "لڑکیوں کو لکھنا سیکھنا مکروہ" (درہم نصف آخر ص ۱۲۹) دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہے۔ یعنی ممانعت، کراہت پر محمول ہے، ہاں اگر کہیں احتمال فتنہ کا غلبہ ہو، تو کراہت تحریم کیلئے ہوگی بغرض ہر حکم احتمال فتنہ پر ہے، اگر فتنہ محتمل متوہم منتفی ہو۔ تو اتفائے علت سے حکم ممانعت بھی منتفی ہوگا۔ اور علم کتابت بلا کراہت جائز ہوگا۔ کیونکہ حکم ممانعت کا معلول بہ علت ہونا ظاہر ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ، میں ہے۔ فیہ اشارۃ الی علیۃ النہی عن الکتابۃ وہی ان المرأۃ اذا تعلمتھا توصلت بہا الی اغراض فاسدۃ (ص ۶۳)

اتفائے احتمال فتنہ کی بنا پر صحابیات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

مسئلہ :- از محلہ شاہ وانا مسئلہ محمد امین خاں رضوی ۳۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ
 (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذاکر رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھا ہوا سراپائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ ص ۲۵۲ کا :- حضرت حفصہ، حضرت شفاع بنت عبد اللہ، عائشہ بنت طلحہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہن وغیرہا نے علم کتابت سیکھا، اور اس سے انھوں نے اسلام کی بڑی
 خدمت انجام دی۔ اس کے بعد کے ادوار میں بھی بہت سی ایسی عورتیں ملتی ہیں
 جنھوں نے علم کتابت سیکھا، جیسے عائشہ بنت احمد قرطبی، مشہدہ بنت احمد
 دینوری، فاطمہ بنت علاؤ الدین سمرقندی، مریم بنت یعقوب انصاری قیسوری، فاطمہ
 بنت قاضی محمود وغیرہا، اپنے وقت کی بہترین کاتبہ تھیں۔

امام سیوطی در نزہۃ المجالسار میں اور علامہ مقریزی در نفع الطیب میں عائشہ
 بنت احمد قرطبی کے حالات میں لکھتے ہیں

”قال ابن حبان فی المقتبس لم یکن فی زماننا فی جزائر اندلس من بعدھا
 علماً وفہماً وادباً وشعراً وفصاحةً وکانت حسنة الخط تکتب المصاحف
 ماتت عذراء لم تنکح سنة اربع مائة انتھیں“

ابن حبان نے مقتبس میں کہا ہمارے زمانے میں اندلس کے جزیروں کے
 اندر کوئی شخص ایسا نہیں جو علم سمجھ، ادب، شعر اور فصاحت میں عائشہ کا ہمسر ہو،
 جن کا خط بہت عمدہ تھا، یہ مصاحف لکھا کرتی تھیں۔ ابھی غیر شادی شدہ ہی تھیں،
 کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال سترہ صدی ہجری میں ہوا۔ امام سیوطی نے
 ”در نزہۃ المجالسار فی اشعار النساء“ میں مشہدہ بنت احمد دینوری کے حال میں لکھا ہے
 ”کانت ذات دین وورع وعبادة - سمعت الکثیر و عمرت وکتبت الخط“

بیان کرتا ہو، سامعین سبحان اللہ کہیں تو ذاکر ان کو آداب عرض کرے، از روئے
شرع شریف ذاکر کو آداب عرض کرنا چاہئے یا نہیں؟
مسئلہ (۲) اگر کوئی ذاکر منبر پر بیٹھ کر حضور کی شان اقدس میں کہے،

بقیہ حاشیہ ص ۲۵۳ کا :- المنسوب علی طريقة المکاتبة وما کان فی زمانہا
من یکتب مثلہا وکان لہا الاسناد العالی ماتت سنة اربع وسبعین
وخمیس مائة انتہی۔

ان خواتین اسلام کا علم کتابت سیکھنا گو کہ اس بات کی دلیل قطعی نہیں کہ
کسی مستند شخصیت نے انھیں در کتابت کی تعلیم دی ہو۔ لیکن اتنی بات بہر حال
ہے کہ ان فقیہہ، عابدہ، زاہدہ خواتین نے علم کتابت غیر سے نہیں سیکھا ہوگا، بلکہ
اپنے گھر کے کسی ذی علم شخصیت ہی سے سیکھا ہوگا۔ یا کم از کم ان مستند شخصیتوں
کو اس کی اطلاع ضرور رہی ہوگی۔ کیونکہ ان کا مصاحف وغیرہ لکھنا جسے مورخین نے
بھی بیان کیا ہے۔ ایسی ڈھکی چھپی بات نہ تھی کہ ان کے ذمہ داروں کو علم نہ ہو
جو اس امر کی دلیل ہے کہ ان حضرات کے نزدیک در کتابت نسواں، مطلقاً ممنوع
و مکروہ نہ تھی۔ بلکہ احتمالِ فتنہ کے انتفار کی صورت میں یہ لوگ جواز کے قائل تھے
حضرت شفاء بنت عبد اللہ والی حدیث میں بھی کتابت نسواں کی تعلیم کی اجازت
دی گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا عند حفصة فقال
ألا تعلمین ہذا ساقۃ النملة کما علمتیہا الکتابۃ (ابوداؤد۔ کتاب الطب
باب فی الرقی ص ۵۴۲)

شفاء بنت عبد اللہ کہتی ہیں۔ میں ام المؤمنین حضرت حفصہ کے پاس تھی

”وہ امت کے چرواہے تھے“ تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟
مسئلہ (۳) اگر کوئی نعت پڑھے ”دکھلایا اوڑھنے والے“ تو اس کے
 لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بقیہ حاشیہ ص ۲۵۲ کا :- اتنے میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے
 اور ارشاد فرمایا۔ ”کیا حفصہ کو نملہ کا منتر نہ سکھائے گی جیسے اُسے لکھنا سکھایا۔
 امام حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو صحیح کہا۔ ابراہیم بن مہدی کے علاوہ اس
 حدیث کے رِوَاۃ صحیح بخاری کے رِوَاۃ ہیں۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل
 کرنے کے بعد سکوت فرمایا۔ جو ان کے نزدیک حدیث کے حسن ہونے کی دلیل
 ہوتی ہے۔ غنیہ میں ایک حدیث کے تحت ہے۔ ”سکت علیہ ابو داؤد و
 ما سکت علیہ فهو حسن عندہ“ (ص ۱۹) بہر حال اس روایت کے ثابت
 ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے خطابِی سے عدم کراہت
 کا قول نقل کیا ہے، پھر اس پر منع وارد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

”قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ قلت یحتمل

ان یکون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان۔

اس کے بعد بعض لوگوں کی رائے بھی نقل فرمائی ہے کہ امہات المؤمنین کے

اندر احتمالِ فتنہ نہ رہنے کی بنا پر تعلیمِ کتابت ان کے لئے خاص تھی۔ عام عورتوں

کو اس کی اجازت نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں

”ثم رأیت قال بعضهم خصت بہ حفصۃ لان نساءہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم خصنہن باشیاء قال تعالیٰ یا نساء النبی لستن کا حد من النساء اخبر

الجواب (۱) سامعین کو چاہیے کہ ادب کے ساتھ ذکر فضائل سنیں اگر بے ساختہ الفاظ تحسین نکلے تو مضائقہ نہیں۔ تصنع اور بناوٹ کو دخل نہ دیں، اور موقع درود شریف پر درود شریف پڑھیں، اور ذکر کا آداب عرض کرنا آداب

بقیہ حاشیہ ۲۵۵ کا :- لا تعلمن الكتابة يحمل على عامة النساء خوف الافتنان

عليهن، (مرقاۃ المصابیح جلد چہارم ص ۵۱۲ ص ۱۵۱ المطابع بمبئی)

اقول اس پوری عبارت میں ملا علی قاری نے اپنا کوئی واضح فیصلہ نہیں دیا۔ اول الذکر عبارت میں موصوف نے خطاب کے قول پر معنی منع وارد کر کے اس پر ستمل کہہ کے سند منع پیش کی ہے۔ اور ثانی الذکر عبارت میں صرف بعض لوگوں کا قول نقل فرمایا ہے۔ اپنی ذاتی رائے نہیں دی ہے۔ اگرچہ مجموعی گفتگو سے ان کا رجحان معلوم کیا جاسکتا ہے جہاں تک خصوصیت والی بات ہے اس سلسلے میں اولاً معروض ہے کہ تعلیم کتابت کو امہات المؤمنین کے لئے مخصوص ماننا سخت محل نظر ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور شفا ربنت عبداللہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلیم کتابت کے لئے فرمانا بہت سی صالحہ، عاملہ، متقیہ، عورتوں کا کاتب ہونا، تخصیص حکم کے منافی ہے ثانیاً خصائص کا ثبوت احتمال سے نہیں ہوتا، کما ذکر العلامة حجر عسقلانی فی فتح الباری۔

در الخصائص لا تثبت بالاحتمال، ثالثاً اگر جواز کتابت امہات المؤمنین کیساتھ خاص ہوتا، تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عائشہ بنت طلحہ کو جس کی پرورش خود انھوں نے کی خطوط کا جواب دینے کیلئے مقرر نہ فرماتیں۔

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے دو الادب المفرد میں یہ اثر نقل فرمایا ہے

”حدثنا ابو رافع قال حدثنا ابو اسامة قال حدثني موسى بن عبد الله قال حدثنا عائشة بنت طلحة قالت قلت لعائشة وانا في حجرها وكان الناس

مجلس شریف کے بالکل خلاف ہے، مشاعرہ میں شعر اراداب عرض کیا کرتے ہیں اور یہ مجلس بیان فضائل ہے، مشاعرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) یہ لفظ نہایت مبتذل و ذلیل ہے، ایسے الفاظ سے

بقیہ حاشیہ ۲۵۶ کا :- یا تونہا من کل مصر فکان الشیوخ ینتابونی لکانی منہا
 وکان الشباب یتاخونی فیہدون الی ویکتبون الی من الامصار فاقول لعائشۃ
 یاخالۃ ہذا کتاب فلان و ہدیۃ فتقول لی عائشۃ ای بنیۃ فاجیبہ واثیبہ
 فان لم یکن عندک ثواب اعطیتک فقالت فتعطینی» (الادب المفرد باب الکتابۃ الی النساء و جوابہن)
 عائشہ بنت طلحہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے جن کے گھر میں میری پرورش
 ہوئی تھی کہا، جبکہ ان کے پاس مختلف شہر کے لوگ آتے تھے حضرت عائشہ سے پرانے
 تعلقات کی بنا پر بزرگ حضرات میرے پاس آتے تھے اور جوان مجھے اپنی بہن سمجھ کر
 تحفے بھیجتے اور مختلف شہروں سے خطوط بھیجتے تھے میں حضرت عائشہ سے عرض کرتی کہ
 خالہ یہ فلاں شخص کا خط ہے اور اس نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تو مجھ سے حضرت عائشہ
 فرماتی تھیں کہ اے بیٹی! تم خط کا جواب لکھ دو اور ہدیہ کے بدلے ہدیہ بھیج دو، اگر
 تمہارے پاس نہ ہو تو میں تم کو دے دیا کروں گی، تو وہ مجھے دیدیا کرتی تھیں۔

البتہ حدیث جواز اور حدیث ممانعت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے
 کہ حدیث شفاء بنت عبد اللہ نہی کتابت سے پہلے کی ہے۔ یعنی حدیث نہی کو ناسخ
 مان لیا جائے۔ جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

”تعلیم کتابت مرزبان را در حدیث دیگر نہی از آں آمدہ چنانکہ فرمود ولا تعلم الکتابۃ
 وازیں حدیث جواز آں مفہوم گردد۔ ایں مگر پیش از نہی باشد۔ و بعضے گفتہ اند کہ
 نساراں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخصوص اندازاں بہ بعضے احکام و فضائل و نہی

احتراز کرے اور توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے، مسلمان بارگاہ اقدس میں عرض کیا کرتے تھے، سنا۔ یعنی ہماری رعایت فرمائیے یہود موقع پا کر زبان و باک اس طرح کہتے کہ بظاہر تو وہی معلوم ہوتا مگر وہ کہتے "سنا عینا"۔

بقیہ حاشیہ ۲۵۷ کا:۔ از کتابت محمول برنسا ر عامہ است کہ خوف فتنہ در آنجا متصور است و این جا چنین نیست۔ (اشعة اللمعات ج ۳ ص ۶۱۳ کتاب الطب والرقی)

لیکن اس صورت میں یہ بات محتاج بیان ہے کہ عہد نبوی کے بعد کی بہت سی جلیل القدر فقیہ، عابدہ، زاہدہ عورتوں نے نہ صرف علم کتابت سیکھا، بلکہ مصاحف وغیرہ میں ان کے حسن خط کا تذکرہ مورخین نے کیا۔ اس لئے فیصلہ کن بات یہی کہی جاسکتی ہے کہ تعلیم کتابت کا جواز نہ تو امہات المؤمنین کے ساتھ خاص ہے۔ اور نہ عام عورتوں کیلئے مطلقاً ممنوع و مکروہ بلکہ جہاں احتمال فتنہ نہ ہو وہاں حدیث جواز پر عمل ہوگا، خواہ کسی بھی عہد کی عورتیں ہوں۔ اور جہاں احتمال فتنہ ہو حدیث ممانعت پر عمل ہوگا۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آج جبکہ خط و کتابت سے زیادہ ٹیلیفون وغیرہ رابطے کے مستحکم مضبوط اور مخفی ذرائع وجود میں آچکے ہیں اور خط و کتابت کے ذریعے پیغام رسانی کی اہمیت خاطر خواہ گھٹ رہی ہے۔ خط کے ذریعے پیغام پہنچانے میں تاخیر کے علاوہ قاصد کا واسطہ چاہیے جبکہ ٹیلیفون جیسے ذرائع میں درمیانی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ ذرائع میں احتمال فتنہ اضافی ہے۔ جو ذرائع کے مستحکم ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال اس زمانے میں خط و کتابت کے "ذریعہ" بننے کی وہ اہمیت نہیں۔ جو گذشتہ ادوار میں تھی۔ اور جب تک کوئی ذریعہ احتمال فتنہ میں قوی رہے گا۔ حکم ممانعت میں شدت رہے گا۔ اور جب وہی ذریعہ اختلاف احوال و زمان کی وجہ سے قوی نہ رہ جائے تو

یعنی ہمارے چرواہے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا مَرٰعِنَا وَقُوْلُوْا اَنْظَرْنَا۔ اس لفظ دو سراعنا سے ممانعت فرما کر یہ حکم دیا کہ ”و انظرنا“ کہو یعنی ہماری طرف نظر فرمائیے۔ تو جس لفظ سے راہی کا ایہام بعید تھا اس تک سے ممانعت فرمائی گئی، تو ظاہر ہے کہ خود اس کی ممانعت

بقیہ حاشیہ ص ۱۵۸ کا :- حکم ممانعت بھی خفیف ہوگا۔ بلکہ اگر ذریعہ نایاب یا کم یاب ہو تو حکم ممانعت سرتفع ہو جائے گا اسکی نظیر عہد رسالت میں شراب کی حرمت کا مسئلہ ہے کہ جب شراب حرام کی گئی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا۔ جو شراب بنانے کا وسیلہ و ذریعہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ وفد عبد قیس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم دیا اور ختم، دُبَّار، نقیر، مُزَفَّت، ان چاروں برتنوں سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲ کتاب الایمان)

ظاہر ہے کہ ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت احتمال گناہ (شراب نوشی) کی وجہ سے بطور سد ذرائع تھی۔ جب بعد میں ان برتنوں کے تعلق سے یہ احتمال گناہ منتفی ہو گیا۔ تو حکم ممانعت بھی ختم ہو گیا۔ آج کے زمانہ میں ان برتنوں کا جائز استعمال بلاشبہ جائز ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ”خط و کتابت“ اس زمانہ میں غیروں سے رسم و راہ کا ذریعہ نہیں ہے، لیکن اتنا ضروری ہے کہ دوسرے مخفی اور اہم ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اب اسکی وہ حیثیت نہیں جو پہلے تھی الحاصل اگر معاشرتی یا خاندانی یا شخصی حالات کے پیش نظر عورتوں کو لکھنا سکھانے میں مطلقاً احتمال فتنہ نہ ہو، کمافی القرون الأولى، تو جائز ہوگا۔ اور اگر احتمال ہو تو احتمال کے مطابق حکم کراہت ہوگا۔ کمافی زماننا۔ هذا ما ظہری۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

کس درجہ ہوگی۔ خصوصاً یہ اردو کا لفظ تو نہایت سنجیدہ ہے۔ امت کے
 نگہبان و محافظ وغیرہ الفاظ بولنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 الجواب (۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عز و جل نے زمین و آسمان
 دنیا و آخرت و وزخ و جنت سب کا مالک و حاکم بنایا، برائے تو اضع کبھی
 کلمہ کا استعمال فرمانا اس لئے نہیں کہ لوگ اس سے ندا کریں اور وہ بھی
 صیغہ تصغیر کے ساتھ، جو شے حضور کی طرف منسوب ہو وہ معظّم ہو جاتی ہے،
 نہ کہ مکمل سے کم کیا کر دیا جائے۔ ایسے الفاظ سے بھی بچنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ :- مسئلہ منہ ولد علی بخش سرائے ذکر یا بیگ بریلی، ۲، جمادی الآخرہ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص
 جس کا نام احمد ولد غلامی قوم ماہی گیر ساکن سرائے ذکر یا بیگ کو مرض متعدی
 ہے یعنی اڑ کر دوسرے کو بیماری لگتی ہے وہ شخص ہماری بستی میں
 رہتا ہے اور ہمارے بچوں کو اور نا سمجھ آدمیوں کو اپنے پاس بیٹھالیتا ہے
 اور کھلاتا پیتا ہے اور گود میں ہمارے بچوں کو لے لیتا ہے از روئے شریعت

المستند المعتمد میں ہے۔ قد منا ان التصغیر فیما يتعلق به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ممنوع مطلقاً وان کان علی جهة المحبة بل قد یجئ للتعظیم ومثاله فی لساننا
 ناکراً، فی تصغیر، ناک، ای الا نف لا یقال الا فی الا نف الجسیم ومع ذلک فالایہام
 کاف فی المنع والتحریم وقد نہی العلماء ان یقولوا مصیحف او مسیجد فلیجتنب ما
 اقتحمہ بعض الشعراء الذین ہم فی کل واحد ینہیون من قولہم فی النعت الکریم
 ”مکھڑا، اور ”انکھڑیاں“ وامثال ذلک (ص ۱۵۱ مطبوعہ ترکی)
 لہذا :- کمیا، جیسے الفاظ کا استعمال ممنوع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

اس کا بستی میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- یہ خیال کہ بیماری اوڑ کے لگتی ہے یہ جہالت کا خیال ہے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - لا عدوی ولا طيرة و
 لا هامة ولا صفر - اور فرمایا - فمن اعدى الاول - مگر از آنجا کہ یہ اندیشہ
 ہے کہ مجذوم کے پاس بیٹھنے والا اگر کہیں جذام میں مبتلا ہو تو یہ سمجھے گا
 کہ اس کے پاس بیٹھنے اتھنے سے مرض لگ گیا لہذا اس کا سد باب
 یوں فرمایا - فمن المجذوم کما تفر من الاسد - کوڑھی سے ایسا بھاگ
 جیسے شیر سے بھاگتا ہے لہذا اس شخص کو سمجھا دیا جائے کہ لوگوں کے
 بچوں کو گود میں نہ لے اور حتی الوسع لوگوں کو اپنے سے دور رکھے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ
 امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لگاتے ہیں
 آبا علاوہ معصومین کے اوروں کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام ذکر کرنا یہ انبیاء و مرسلین
 کے ساتھ مخصوص ہے - صحابہ کرام یا اہل بیت اطہار یا ائمہ کبار کے
 اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہم یا رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہما الفاظ ذکر
 کئے جائیں - واللہ تعالیٰ اعلم

لے در مختار میں ہے - يستحب الترفن للصحابۃ وكذا من اختلف في نبوته كذی
 القرنين ولقمان وقيل يقال صلى الله على الانبياء وعليه وسلم والترحم للتابعين و
 من بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار، (۵۵ ص ۵۲۲ رشیدیہ سائل شفی) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ :- مسئلہ شمس الدین ابن عظیم الدین ساکن محلہ بہاری پور
بریلی ، ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں
کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امام حسن علیہ السلام
و امام حسین علیہ السلام کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا تو جروا
الجواب :- نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا نبی و ملک کے ساتھ خاص ہے
غیر نبی و ملک کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا منع ہے ، اہلبیت کرام
کے اسمائے طیبہ کے ساتھ علیہ السلام کہنا رافضیوں کا طریقہ ہے ، بعض
ناواقف سنی بھی انھیں سے سن کر اس طرح بولتے ہیں اس سے
احتراز چاہئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- شریعت بطہرہ کی رو سے اسپرٹ کیا چیز ہے ، شراب ہے
یا نہیں ۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں نشہ نہیں ہے بلکہ زہریلا اثر ہے ، اگر
شراب نہیں تو کچھ سوال نہیں ۔ اور اگر شراب ہے تو اس کا بیچنا خریدنا چھونا
جلانا رکھنا کیسا ہے ؟ اس منجوس زمانہ میں جبکہ اکثر چیزوں کا تعلق
اسپرٹ سے ہے کرسیوں موٹروں کے پالش میں اسپرٹ موجود ہے ۔
یہ بھی سنا ہے کہ کپڑا رنگنے کی اکثر پڑیاں اسپرٹ میں پکائی جاتی ہے
مگر سنا ہی ہے پالش کے برابرقین نہیں ۔ نیز وہ رنگ جسے شیشے اور
کاغذ پر عام طور پر کتبے ، طغریں مقدس مقامات کے نقشے ، مقدس
کلمات لکھے جاتے ہیں وہ خشک ہوتے ہیں ، انھیں رقیق کرنے کے لئے
روغن تارپین اور وہی کرسیوں میں روغن کا پالش وغیرہ جسے گوپال
وارش بھی کہتے ہیں ، ملایا جاتا ہے اور کاغذ پر لکھنے کے بعد پالش بھی

پوتا جاتا ہے ایسی صورت میں از روئے شرع شریف فرمائیے کہ ان کتبوں کو لکھنا یا لکھے ہوئے تجارت کیلئے خریدنا یا گھر میں متبرک سمجھ کر آویزاں کرنا کیسا ہے، حالانکہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عام طور پر جہلا اور علماء سب کے یہاں کتبے روغنی آویزاں ہوتے ہیں، کرسیوں کے پالش کے متعلق سنا ہے کہ دھونے سے کرسیاں پاک ہو جاتی ہیں تو جب اس پر پانی اثر ہی نہیں کرتا تو کس طرح پاک ہوتی ہیں نیز مشہور بھی ہے اور ڈاکٹر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اکثر انگریزی دواؤں میں اسپرٹ یا نشہ والی شراب ہوتی ہے ایسی صورت میں ان کے استعمال کا کیا حکم ہے براہ کرم سب باتوں کے ہر پہلو پر توجہ فرما کر احکام شریعت مطہرہ مع ثبوت تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیے۔ بینوا بالصواب تو جروا یوم الحساب۔

الجواب :- اس کی نسبت مجھے خود کوئی تحقیق نہیں۔ البتہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے بارہا سنا ہے کہ یہ شراب ہے اور اس میں نشہ ہے اور نشہ اتنا زیادہ ہے کہ سمیت کے حد کو پہنچ گیا ہے، ایسی صورت

لے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحریر سے بھی یہی ظاہر ہے۔ وہ فرماتے ہیں

إِنَّ إِسْبَارَتُو - وَهُوَ رُوحُ النَّبِيذِ خَمْرٌ قَطْعًا، بَلْ مِنْ أَخْبَثِ الْخَمُورِ - ۱ھ

اسپرٹ، جس کا معنی روح النبیزہ ہے۔ یقیناً شراب ہے اور یہ سب سے

بدتر شراب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۲۶ رسالہ الأعلیٰ من الشکر)

انگریزی زبان کی مستند اور مشہور لغت درجہ گوارڈ کشنری، میں ”اسپرٹ“

کے یہ معانی لکھے ہیں، (۱) روح، سول (۲) تیز شراب، اسٹیرانگ لیکر

(STRONG LIQUOR) شمس الاطباء نے ”مخز الاذویہ ص ۶۲۳ میں اس کا

میں کتبہ وغیرہ لکھنے یا نقشہ بنانے میں یا اور کسی طرح والے کام میں لانے کی اجازت نہیں۔ دوائیں جن میں شراب ہوتی ہے اون کا استعمال جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳ کا :- معنی روح الخمر، روح البنید، اور جو ہر شراب لکھا ہے۔ ”مخزن الادویہ“ میں اسپرٹ بنانے کی یہ ترکیب درج ہے۔ ”شکری سیال، یا میٹھے رسول مثلاً گڑ یا شکر کا شربت، یا آب نیشکر، یا آب انگور، یا آب سیب وغیرہ میں خمیر اٹھا کر پھران کا عرق کھینچ لیتے ہیں۔ جب شکر کو پانی میں گھول کر، اور اسے ایک ایسی گرم جگہ میں۔ جہاں کی حرارت ۷۰، ۸۰، درجہ فارن ہائٹ کے درمیان ہو۔ رکھ کر اس میں خمیر شراب ملا دیں تو اس میں ایک تیز حرکت پیدا ہو کر جوش آنے لگتا اور کاربانک آکسائیڈ گیس خارج ہونے لگتی ہے اور وہ سیال بڑا گدلا ہو جاتا ہے لیکن آخر کار تمام تلچھٹ برتن کے پینڈے میں تہ نشیں ہو جاتا ہے۔ اور شکر شراب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی شراب کو شراب خام کہتے ہیں، اور جب شراب خام کو مقطر، یا کشید کرتے ہیں۔ تو مذکورہ بالا ”شراب خالص“ یا ریکٹی فائیڈ اسپرٹ حاصل ہوتی ہے، جس کو سنسکرت میں ”شیکش بدھ“ اور ہندی میں ”شیج بدھرا“ کہتے ہیں۔ (مخزن الادویہ ص ۶۲۴)

اس اقتباس سے اسپرٹ کی حقیقت اور اس کے بنانے کی ترکیب معلوم ہوتی ہے، یہ حکم اس زمانہ کا ہے جب اطباء بکثرت موجود تھے۔ اور انگریزی دواؤں کے استعمال میں ابتلائے عام نہ تھا۔ آج جب کہ الکحل، اسپرٹ اور پنچر ملی ہوئی دوا (جسے انگریزی دوا کہتے ہیں) کے استعمال میں ابتلائے عام ہے۔ تو آج کے زمانہ میں بوجہ عموم بلوی دفع حرج کے لئے ان کے استعمال کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ صبا

مسئلہ :- مرسلہ اسماعیل صاحب ولد الفو بمعرفت حاجی محمد آفس روڈ
گول چال ملاڈ ضلع تھانہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین
دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ کو در بھات
دیا تھا یا نہیں اور آپ نے بھات کو کس دل سے جائز کیا دلیل جائز کی
کو تنسی ہے وہ جواب میں ؟

(۲) حضور عرب کا گدھا نہیں ہے یہ ہندوستان کا ہے ناپاک اور پلید ہے
اس پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) ایک دولہن کا باپ لیتا ہے۔ دولہا کے باپ کے پاس یہ لینا
جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) آپ نے ”در بھات“ اسکو بتایا تھا کہ لڑکی کی لڑکی یعنی نواسی
کی جب شادی ہوتی ہے تو نانا اپنی لڑکی کو یعنی لڑکی کی ماں کو کچھ لیجا کر دیتا
ہے اس کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہے۔ یہ ایک قسم کا ہدیہ ہے جو شادی
کے موقع پر کوئی اپنی لڑکی کو دیا کرتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے، تمہادوا
تعا بوا۔ جو اس کو ناجائز کہتا ہے اس کو دلیل بیان کرنے کی ضرورت ہے
کہ ایک شخص اپنی چیز دوسرے کو دیتا ہے پھر یہ دینا کس وجہ سے ناجائز ہوا
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھات دیا گیا یا نہیں۔ یہ دریافت کرنا
اول یوں غلط ہے کہ حضرت زہرا کے کسی لڑکے یا لڑکی کی شادی حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی ؟ دوم شادی کی رسوم ہر جگہ
جدا گانہ ہیں۔ کسی رسم کو ناجائز جب کہا جاسکتا ہے کہ دلیل شرعی سے ان کا
عدم جواز ثابت ہو۔ سوم اگر حضور نے بھات دیا تھا تو اسے فقط جائز ہی نہیں

بلکہ سنت کہا جاتا اس قسم کی بے عقلی کی باتیں کہنا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) جس طرح یہاں گادھا عرب کا نہیں۔ اسی طرح یہاں کا گھوڑا بھی
 عرب کا گھوڑا نہیں۔ پھر اس پر کیوں سوار ہوتے ہیں؟ اور یہاں کی گائے
 بکری بھی وہاں کی نہیں۔ پھر کیوں کھاتے اور دودھ پیتے ہیں؟ اور اگر
 وہاں جیسا گدھا نہیں تو سوار ہونے والے آدمی بھی یہاں ہندوستانی ہیں
 آیت وحدیت پیش کرنے بعد اس قسم کی لایعنی باتیں کرنا بعید از عقل ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ”لیک“ جو لڑکی کا باپ لڑکے کے باپ سے لیتا ہے یہ ناجائز ہے
 کیونکہ اسکے لئے اسکے لینے اور مطالبہ کرنیکا کوئی حق نہیں۔ اور یہ لینا دینا غالباً
 جبراً اور دباؤ سے ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ دے تو شادی ہی سے انکار کر دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:- از شہر پورنیہ محلہ سید باڑہ مرسلہ شمس العالم ۲۵ شعبان المعظم ۱۲۶۲ھ
 (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید
 یتیم ہے اس کے کسی رعیت نے خزانہ نہیں دیتا ہے، نالش کرا کر ڈگری
 کرائی گئی ہے۔ اب ڈگری جاری نہیں دینا چاہتے۔ مگر قباحت یہ ہے کہ ڈگری
 جاری کا سمن جو عدالت سے جاری ہوگا۔ اس نوٹس کو چیر اسی لیکر آئے گا بعد
 تعمیل انعام کا طلبگار ہوگا۔ انعام نہ دیا جائے تو رپورٹ خلاف میں دیگا اسکو
 تو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ نوٹس مدعا علیہ پر تعمیل کر دے۔ اگر انعام دیا جائے
 تو شرعاً ناجائز تو نہ ہوگا۔

(۲) یتیم کے علاوہ دوسرا شخص جبکہ نقصان عظیم ہونے کا گمان ہو تو وہ
 بھی ایسا کر سکتا ہے شرعاً ناجائز تو نہ ہوگا؟
الجواب (۱) :- اگر معلوم ہے کہ چیر اسی کو بطور انعام کچھ نہ دیا جائیگا تو رپورٹ

خراب کروں گا اور مطالبہ کے وصول ہونے میں مزید دشواریاں پیدا ہو جائیں گی تو یہ مجبوری کی صورت ہے، یتیم کے مال میں سے اوسکا ولی ایسے مقام پر بقدر ضرورت صرف کر سکتا ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح اور دوسرا شخص بھی ایسی صورت میں کچھ دیکر اپنا کام نکال سکتا ہے دینا گناہ نہیں اگرچہ لینا گناہ و ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- مسئلہ عثمان غنی ولد عبدالرحمن محلہ چھپیان بڑی مسجد کے قریب پالی ماروار (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ خاص جماعت از برادران

اسلام کے غلے سے بد مذہبوں کیساتھ کسی بات پر مقدمہ لڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ رقم مقدمہ کیلئے خرچ کیا، کارِ ثواب ہے یا نہیں۔ اگر کارِ ثواب ہو تو پھر کوئی شخص یہ کہے کہ مسلمانوں کے پیسہ ناجائز و حرام طریقہ پر خرچ کیا تو ایسا کہنے والا اپنے مقولہ سے مرتکب حرام ہو گا یا نہیں۔ بادلہ منقولہ مقبولہ جواب مرحمت فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے تاکہ عوام کو تسلی ہو؟

(۲) صدقہ نافلہ دولت مند کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کھانا جائز ہے تو پھر احتیاط کیا ہے اور کھانے سے کیا اپنا نقصان ہے اور ہدیہ اور صدقہ میں کیا فرق ہے؟ بینوا تو جبروا، جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب (۱) سوال نہایت محل ہے، یہ نہیں ظاہر کیا گیا وہ مقدمہ جو بد مذہب سے لڑا گیا ہے کس نوعیت کا تھا، مقدمہ بازی سمجھی طرح کی ہوتی ہے، کبھی مدعی برسرِ حق ہوتا ہے اور کبھی مدعا علیہ، بالجلہ اگر مسلمانوں کو بد مذہبوں سے مقدمہ لڑنے کی حاجت اور ضرورت تھی اور غلہ کے مال سے مقدمہ لڑا گیا تو یہ مقدمہ بازی جائز ہے اور غلہ کی جو رقم اسی لئے ہو، عامہ مسلمین یا اس خاص جماعت کو اگر کوئی ضرورت پیش آئیگی تو یہ رقم وہ اس میں صرف کیا جائیگا

ایسی حالت میں وہ روپیہ صرف کرنا درست ہے، اور مقدمہ لڑنا جائز ہے جو شخص اسکو حرام و ناجائز بتاتا ہے وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اسکو اپنے مقولہ سے باز آنا اور رجوع کرنا چاہیے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقہ نافلہ دولت مند کو نہیں کھانا چاہیے کہ اغنیاء محل صدقہ نہیں احدث میں فرمایا لا تحل الصدقة لغنی ولا لذي مرة سوى۔ اگرچہ غنی کو صدقہ نافلہ دیدیا گیا اور اسنے قبول بھی کر لیا تو یہ صدقہ لینا دینا جائز ہو گیا، بایں معنی کہ دینے والا اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کچھ فتح القدر میں تحریر فرمایا اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جس طرح صدقہ واجبہ میں تطہیر ادناس ہوتی ہے اسی طرح نافلہ میں بھی۔ اگرچہ نافلہ میں بنیت واجبہ کے کم، صدقہ نافلہ کھانے میں دینے والے کے ادناس کے ساتھ تلوث ہے جو سبب کراہت ہے، صدقہ میں مقصود وجہ اللہ ہے یعنی ابتداء۔ اور ہدیہ میں ابتداء وبالذات مقصود تقرب الی الناس ہے اگرچہ حکم شرع بجالانے کی وجہ سے، اس میں بھی قربت الی اللہ حاصل ہو سکتی ہے ہدیہ میں ہے والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ والہبۃ یراد بہا وجہ الغنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- آمدہ از شہر کہنہ بریلی مسئلہ محمد حسین صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس نے آقائے دو عالم سرور انبیاء محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے رب العزت کو دیکھا۔ زید کہتا ہے کہ جس نے حضور والا کو خواب میں دیکھا رب کو دیکھا۔ بکر کہتا ہے کہ رب کو نہیں دیکھا بلکہ حق کو دیکھا جس کے معنی سچائی کے بھی ہوتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ زید حق پر ہے یا بکر اور جواب حدیث شریف اور قرآن شریف سے عطا فرمادیجئے؟ بینوا لوجروا

الجواب :- حدیث شریف میں ارشاد ہوا من رأی نقدر الحق جس نے مجھے دیکھا اوسنے حق دیکھا، بعض روایتوں میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے، فان الشیطان لا یتثل بى کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا، اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث میں حق سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں، اور مطلب۔ حدیث یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اوسنے ٹھیک مجھی کو دیکھا۔ حدیث کی بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ من رأی فی المنام فکانہا رأی فی الیقظة اور بعض روایتوں میں آیا من رأی فی المنام فقد رأی ان سب روایتوں سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا اوسنے بیشک حضور ہی کو دیکھا۔ البتہ بعض اہل باطن اس طرف گئے کہ حضور کا دیدار حق تعالیٰ کا دیدار ہے مگر اس کا وہ مفہوم نہیں جو ان لفظوں سے ظاہر ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک چونکہ مظہر ذات حق ہے آپ کے دیدار پاک سے قلب ذات حق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور صفات جلالیہ و جمالیہ کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از طفلوالہ ضلع گورداس پور براستہ قادیان مغلان مرسلہ سید عبدالعزیز نجاری و سید عبدالغفور نقوی

علمائے دین دارالعلوم بریلی یوپی اہل اسلام براہ مہربانی مندرجہ ذیل مسائل کو حل فرما کر مشکور فرمائیے۔

(۱) کھانا، طعام، دودھ، پانی، شیرینی، شہد، پھل، فروٹ، خورونی اشیاء پر اگر اللہ تعالیٰ کا نام پاک پڑھا جاوے تو کیا وہ اشیاء از روئے اسلام شریعت حرام ہو جاتی ہے یا حلال؟

(۲) ختم شریف پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، حوالہ جات قرآن و احادیث اور

- کتب اسلامی تحریر فرمائیں ؟
- (۳) ایسا کھانا یا طعام جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا جاوے تو کیا وہ کھانا یا طعام حرام ہو جاتا ہے اور وہ خنزیر یا سور کے گوشت کے برابر ہو جاتا ہے حوالہ جات تحریر فرمادیں ؟
- (۴) بعض علماء ریاقاضی یا امام ایسا طعام یا کھانا کو بدعت کہتے ہیں اور جب ان سے بدعت کا معنی پوچھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بدعت کے معنی حرام کے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ رسوم جو شریعت اسلام میں نئی جاری ہو جائے تشریح فرمائی جاوے ؟
- (۵) جس طعام یا کھانا پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا گیا ہے اسکو اگر کوئی حرام سمجھے اور سور یعنی خنزیر کے برابر تو کیا وہ شخص مسلمان کہلایا جاسکتا ہے ؟
- (۶) ایسے شخص کیساتھ از روئے شریعت کیا سلوک ہونا چاہئے ؟
- (۷) کیا ایسا شخص مسلمانوں کا امام ہو سکتا ہے ؟
- (۸) کیا ایسے شخص کیساتھ کھانا پینا جائز ہے ؟
- (۹) کیا ایسے شخص کے ساتھ یا پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟
- (۱۰) بدعت کیا چیز ہے اس کی تشریح کی جائے ؟
- (۱۱) ختم شریف سے کیا مراد ہے اور کب سے ختم شریف شروع ہوا ؟
- (۱۲) ایک شخص امام مسجد ہے جس نے، نان، کباب، گوشت ذبح بکرا عید قربانی کو جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا گیا ہے ان تمام اشیاء خوردنی کو مذکورہ امام نے حرام کر دیا ہے اور ان کا کھانا پینا سور یعنی خنزیر کے گوشت کے برابر کہا ہے ایسے شخص کے ساتھ اسلامی فیصلہ فرمایا جاوے کہ کیا ڈنڈوسزا ہونی چاہئے ؟

- الجواب (۱)** استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ قرآن پاک کے پڑھنے سے وہ چیزیں جنکو اسلام نے حلال بتایا ہے حرام ہو جائیگی قرآن پاک پاک کلام ہے یہ کیوں کر کسی پاک کو ناپاک کرے گا، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) ختم شریف سے کیا مراد ہے آیا قرآن مجید کا ختم، یا کلمہ طیبہ کی کسی تعداد معین کا پڑھنا، بہر صورت جائز ہے نہ قرآن مجید کے ختم کرنے کو کوئی مسلمان ناجائز کہہ سکتا ہے نہ کلمہ طیبہ یا درود شریف کو کوئی ناجائز بتا سکتا ہے، واللہ اعلم
- (۳) جو کھانا قبل قرآن شریف پڑھنے کے حلال و جائز تھا اس کو جو شخص حرام بتائے اور خنزیر کے گوشت کی طرح کبے و نیل لانا اوسکے ذمہ ہے آخر وہ کیا چیز اس کھانے میں مل گئی جس نے اسکو ناپاک و حرام کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۴) یہ شخص نہ عالم ہے نہ قاضی نہ بدعت کے معنی جانتا ہے، قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اعراب کہاں تھا۔ کتب حدیث کی تالیف و ترتیب کہاں تھی۔ کتب فقہ کی تدوین کہاں ہوئی تھی، مدارس اسلامیہ میں مدرسین کا تنخواہوں پر تقرر، کتابوں کا تعین، جماعت بندی، امتحان سالانہ و دستار بندی وغیرہ۔ سیکڑوں امور ایسے ہیں جن کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ زمانہ رسالت میں تھے، ایسے امور کو بدعت کہہ کر رو کر دینا اسی شخص کا کام ہوگا جو اسلام اور دین سے ناواقف ہی نہیں بلکہ اسلام کا مخالف ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۵) حلال خدا کو حرام بتانے والا مسلمان نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۶) اوسکے پاس اٹھنا بیٹھنا اوسکے ساتھ کھانا پینا کلام کرنا سب ناجائز ہے حدیث میں ارشاد ہوا یا کم وایا کم وایا کم وایا کم وایا کم وایا کم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۷) ہرگز نہیں اوسکے پیچھے نماز ناجائز بلکہ باطل محض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۸) ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) اوسکے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے حدیث میں ہے ولا تصلوا معهم اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنا اپنی نماز کو باطل و برباد کرنا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
(۱۰) بدعت ایسی چیز کو کہتے ہیں جو مزاحم سنت ہو، سنت کو رد کرنے

والی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم
(۱۱) معلوم نہیں کہ ختم آپ کے یہاں کس چیز کو کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۱۲) اس کو فوراً امامت سے جدا کر دینا چاہئے اوسکے پیچھے نماز باطل ہے

وہ گمراہ بد مذہب و ہابی ہے بلکہ وہابیوں سے بھی بدتر ہے اوسکے پاس
اوٹھنا، بیٹھنا، اوس سے کلام کرنا سب ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:- آمدہ از قصبہ شیرپور ضلع بریلی مرسلہ مولوی عبدالحمد امام سنہری مسجد
کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
مجلس میلاد شریف میں ایسا فرش بچھانا جائز ہے جس پر جاندار کی

تصویریں بنی ہوں؟ بینوا تو جروا

الجواب:- تصویر اگر بطور اہانت رکھی جائے مثلاً ایسی جگہ پر کہ وہ پاؤں
سے روندنی جائے تو اس طرح رکھنے میں حرج نہیں، وہ فرش جس پر لوگ
چلیں گے اور بیٹھیں گے اگر اس میں تصویر ہو تو اس کو بچھانا ناجائز نہیں، پھر
بھی میلاد شریف میں ایسے فرش کے بچھانے سے احتیاط چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:- مسئلہ حافظ غلام یسین از محلہ پنجاب پورہ بریلی شریف ۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اور شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مشرکین
کے ہاتھوں سے تیار کی ہوئی اشیاء مسلمان کے لئے ناپاک ہیں؟ اور کیا مشرکین
کی چیزوں کے کھانے سے ایمان کمزور ہو سکتا ہے؟
الجواب:- مشرک جس ہے مگر اس کی نجاست اعتقاد کے اعتبار سے ہے

یہ نہیں کہ جو چیز اس کے بدن سے چھو جائیگی وہ نجس ہو جائیگی، لہذا اسکے ہاتھ کی تیاری کی ہوئی چیزوں کے متعلق نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا ہاتھ ناپاک تھا اور اسی نجس ہاتھ سے اس نے اس تر چیز کو چھو دیا پھر بھی احتیاط یہ ہے کہ مشرک کی تیاری کردہ چیز سے بچیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از پالی مار وار محلہ چھپیاں علاقہ جو دھپور مرسلہ عثمان غنی ولد عبدالرحمن جی سو جت والے۔

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس بارے میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیوں اس لئے کہ یہ تو خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں حاضر و ناظر کہا جاتا ہے خاصہ باری تعالیٰ میں شرکت کیوں کر ہو سکتی ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ در میں دنیا کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو، تو حین حیات میں تھی یا اب بھی ہے کہ دنیا کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں اور علمائے کرام اپنے واعظوں میں جب ذکر ولادت شریف کیا کرتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ اب اٹھو اور ادب سے صلوٰۃ و سلام پڑھو کہ حضور اس مجلس مبارک میں تشریف لائے ہیں۔ ربیع الاول شریف میں میلاد ہزاروں جگہ ہوتا ہے اور اکثر صبح صادق کو ختم ہوتا ہے، تو ایک ہی وقت کس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہزاروں جگہ مع جسم حاضر ہوتے ہیں، بہت سے لکھے پڑھے یہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا نہیں چاہئے۔ اس کا جواب قرآن و حدیث و عقلاً مفصل تحریر فرمائیں؟

مسئلہ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا تناول فرمایا ہے یا نہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا ہے تو کس کافر اور کس کافرہ کے ہاتھ کا؟ اور اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تناول فرمایا تو کس کے ہاتھ کا اور کس موقع، اور کس وقت میں۔ نام بھی تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب (۱) اللہ عزوجل سمیع و بصیر ہے ہر چیز کو سنتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے اور وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ وہ فلاں جگہ یا سب جگہ موجود ہے غلط ہے وہ موجود ہے مگر جگہ سے مندرجہ و برتر، جب جگہ نہ تھی اور زمانہ بھی نہ تھا جب بھی وہ موجود تھا اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ کہنا کہ حاضر و ناظر اوسکا خاصہ ہے یہ بالکل بے ثبوت بلکہ صحیح نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا میں دنیا کو اس طرح دیکھتا ہوں یہ حضور کا ایک وصف اور فضیلت ہے جو فضائل اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کئے وہ حیاتِ ظاہر کیسا تم مخصوص نہ تھے کہ بعد وفات خدا نے اون سے لے لئے ہوں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اوصاف و کمالات میں ترقی فرما رہے ہیں ارشاد فرمایا **وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْأُولَىٰ** آپکی ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے جب آپ کے لئے ایک وصف ثابت ہو چکا تو بلا دلیل بلکہ دلیل کے خلاف زائل بتانا سخت غلطی و جہالت ہے ہر مجلس میلاد شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا ثابت نہیں، ہاں اگر اپنے کسی خاص غلام پر ایسا کرم فرمائیں تو زے قسمت، اور ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر میلاد شریف ہونا آپ کے تشریف لانے کے منافی بھی نہیں ایک ہی وقت میں بہتوں کا انتقال ہوتا ہے اور ملک الموت اونکی رو حیں قبض کرتے ہیں

ایک ہی وقت میں بہت سے لوگ قبروں میں دفن کئے جاتے ہیں نکیرین
قبر میں آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں، جس طرح یہ چیزیں ممکن بلکہ واقع ہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کرم فرمائیں تو اوس میں کیا استبعاد ہے جب مردے
قبر میں دفن ہوتے ہیں اور نکیرین سوالات کرتے ہیں اون میں یہ ایک سوال
بھی ہوتا ہے ما تقول فی هذا الرجل، اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا
تو جس طرح تمام مردوں کے سامنے حضور کا ہونا ثابت اسی طرح ان مجالس خیر
میں بھی، اگر اس قسم کی موجودگی ہو تو کیا استحالہ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مجھے یہ یاد نہیں کہ کس کس صحابی نے کس کافر کے یہاں
کی چیز کھائی ہے۔ کتب بینی پر میں اس وقت قادر نہیں ہوں کہ واقعات کو کتابوں
سے نکال کر اسکا جواب لکھوں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از اگرہ بھائی ماموں بھانجہ مرسلہ قاضی وحید اللہ صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مننتیان شرع متین مسائل ذیل میں بنواؤں؟

- (۱) شریعت میں گونا گواشیطان کس کو کہا گیا ہے؟
- (۲) شراب کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے کوئی مسلمان وکیل باوجود علم
کے شراب یا شرابی کے مقدمہ میں اس امر کی پیروی کرے جس سے شراب
کی قانونی بندش ٹوٹ جائے تو ایسے مسلمان کیلئے شریعت میں کیا حکم ہے
کیا ایسے مسلمان کو اپنا نمائندہ بنایا جاسکتا ہے؟
- (۳) جو شخص علماء کے وقار کو فنا کر نیکی کوشش پر فخر کرے، ایسے شخص کیلئے
شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) کسی ایسی جماعت سے اہلسنت والجماعت کا اشتراک جائز ہے جو
صحاح رضوان اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کرتی ہو؟

(۵) ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے جو علم دین کی تعلیم میں رخنہ اندازی کرتا ہو؟

(۶) کیا ایسے شخص جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو مفتی دین یا عالم دین کہا

جاسکتا ہے؟

(۷) اخبارات میں اکثر مراسلے غلط شائع ہوتے ہیں۔ کبھی وہ مراسلے ایک

عظیم فتنہ کا باعث ہوتے ہیں، ان پر یقین کر لینا اور ان کی اشاعت کرنا جائز

ہے یا نہیں، بالخصوص ایسے اخبار جس کا مالک دیوبندی جماعت کے

عقیدہ کا ایک فرد ہو؟ بینوا تو جبروا

الجواب (۱) جو شخص حق بولنے سے گریز کرے وہ گونگا شیطان ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو شخص شراب کی ترویج اور اوسکو عام کرنا چاہتا ہے وہ فاسق، فاجر

مستوجب غضب جبار اور مستحق نار ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ مسلمان اوسکو

اپنا نمائندہ بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) علمائے حق جو دین حق کی حمایت کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمین کو کفار

کے حملوں سے بچاتے ہیں اونکے وقار کو ختم کرنا گویا اسلام کو کمزور کرنا ہے

ایسا شخص سخت فاسق و بدکردار ہے اوس سے مسلمانوں کو اجتناب لازم،

واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جو لوگ معاذ اللہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اونکے ساتھ سنیوں

کو میل جول کرنا اور ان سے اتحاد ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ حدیث میں فرمایا۔ الساکت عن الحق شیطان آخرس۔

۲۔ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا۔ لا تبع السوم

ولا تشار برہم ولا توکلہم ولا تصلوا معہم ولا تصلوا علیہم۔ نہ ان کے ساتھ اٹھو، بیٹھو

(۵) علم دین ہی سے دین کی بقا ہے جو علم دین میں رخنہ اندازی کرتا ہے، وہ حقیقتہً دین میں رخنہ اندازی کرتا ہے، علماء ہی دین کو بٹانے والے اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں جب علماء حق باقی نہ رہیں گے تو جہاں فتویٰ دیکر لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور صراطِ مستقیم سے لوگ جدا ہو جائیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہوا، ان الله لا يقنض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤساً جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔

والله تعالى اعلم۔

(۶) جھوٹ بولنا کبیرہ اور اشد کبیرہ ہے حدیث میں اسکو منافق کی علامتوں میں شمار کیا، بخاری شریف میں مروی کہ ارشاد فرمایا آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب الحديث، اور قرآن مجید میں جھوٹوں پر لعنت فرمائی گئی، جب وہ شخص عادتاً جھوٹ بولتا ہے تو اس کے فتوے کا اور دینی مسائل بیان کرنیکا کیا اعتبار کہ مفتی کیلئے تدریس و تکرار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اخباروں کی خبریں عموماً قابل یقین نہیں ہوا کرتیں نہ اون پر کوئی یقین کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۶ کا :- نہ کھاؤ پیو، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو، نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو، اور فرمایا۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو، اور ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ نیز فرمایا اطلبوا رضاء اللہ بسخطہم و تقرّبوا الی اللہ بالتباعد عنہم، ایسوں سے ناراض رہ کر اللہ تعالیٰ کی رضا ڈھونڈو۔ اور ایسوں سے دور رہ کر اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو۔

لے مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۔ کتاب العلم عن عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہ، آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ :- المستفتی محمد عبد الحمید غفرلہ بہاری ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت و مفتیان اہل سنت مسائل ذیل کی نسبت ۔ (۱) زید کا یہ شعر ہے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر پڑا اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر
اس کا کیا مطلب ہے ۔ شرعاً یہ شعر صحیح ہے یا نہیں ؟ اس شعر سے
کفر ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ اگر ثابت ہوتا ہے تو زید کو کافر کہا جائے گا
یا نہیں ؟

(۲) جو شخص زید مذکور کو اس شعر کی بنا پر کافر نہ جانے بلکہ اس کے ساتھ
حسن عقیدت رکھے اور اسکو بزرگ و پیشوا اور پیر سلسلہ مانے وہ شخص شرعاً
کیسا ہے ؟

(۳) زید مذکور کو عمر و سے بیعت و خلافت حاصل تھی ۔ اب شعر مذکور بالا کی وجہ

سے بیعت و خلافت باقی رہی یا نہیں ؟

(۴) زید مذکور کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(۵) زید کا یہ دوسرا شعر ہے ۔

نہ ستاری کو شرم آئے نہ غفاری کو غیرت ہو : قیامت میں ترا بندہ میرے آگے فضیحت ہو

اسکا بھی مطلب بیان فرمایا جاوے ، اور اس پر جو حکم شرعی ہو بیان فرمایا جاوے ؟

الجواب :- شعر اول کا مفہوم جو اس وقت فقیر کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے

ذات خدا جس کی صفت "استوا علی العرش" ہے اس نے اپنی ذات کا مظہر اہم

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا ۔ اترنا "کہ یہ "نزول" کا ترجمہ ہے

کنایہ منظریت سے ہے ۔ جیسا کہ حدیث "ینزل تعالیٰ الی السماء الدنیا میں

تاویل کی جاتی ہے ۔ کہ مراد نزول رحمت ہے ، اور آسمان دنیا مورد رحمت خاص

اور منظر تجلی بن جاتا ہے۔ چونکہ یہ شعر کسی بیباک، زبان دراز کا کلام نہیں جس کی عادت ایسی ہو کہ جو جی میں آئے یک دے۔ بلکہ ایک واقف شریعت کی طرف منسوب ہے، لہذا تا حید امکان کلام کی تاویل کی جائیگی اور کلام کو ظاہر پر حمل نہیں کیا جائیگا۔ دوسرے شعر کا مطلب ظاہر ہے کہ بندہ رسوا ہوا اور اسکی غیرت اسے پسند کرے ایسا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ والرضوان کے اس شعر کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ مد نظر رکھنی ہے کہ اس کے مصرعہ اولیٰ میں ”مستوی عرش تھا“ نہیں ہے بلکہ ”مستوی عرش ہے“۔ جو دوام و استمرار کو بتاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر بعینہ وہ ذات نہیں اتری، جو مستوی عرش ہے۔ بلکہ اس کی صفات کا ظہور تام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہو رہا ہے۔ جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ ذات خدا جس کی صفت استوار عرش اس نے اپنی ذات کا منظر اتم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا۔

یہاں ”اترنا“ جلوہ فرمانا“ کے معنی میں ہے، جو منظریت سے کنا یہ ہے، لغوی معنی مراد نہیں۔ کہ جس سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا مفہوم لیا جائے، نزول جس کا ترجمہ ”اترنا“ ہے۔ احادیث کریمہ میں خود اس کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب وارد ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا لیلہا وسمووا یومہا فان اللہ تعالیٰ ينزل فیہا بغروب الشمس الى السماء الدنيا (باب قیام شہر رمضان کا مسئلہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو، دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا

مسئلہ :- آمدہ از بازار سیدانند شہر بنارس برسلہ حاجی عبدالغفور صاحب عورت کے حیض کی مدت گزرنے کے بعد بلا غسل کے جماع کر سکتا ہے؟
الجواب :- اگر حیض دس دن سے کم میں پورا ہوا تو جب تک غسل نہ کرنے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۹ کا ۱۔ کی طرف نزول فرماتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”ینزل فیہا“ کی توضیح و تشریح ”یتجلی بصفة الرحمة“

سے فرمائی۔ دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ

کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل (باب البتحر یض علی قیام اللیل ص ۱۰۹)

ہر رات جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، تو ہمارا رب تبارک و تعالیٰ دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحی محث دہلوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں،

نزد محققین نزول صفتے است از صفات الہی مثل ید و استوار و جزآن از متشابہات کہ ایمان

بداں باید آورد و از کیفیت آن باید استاد۔ یعنی تجلی میکند وے تعالیٰ بایں در وقت محرقة اللہ ج اول ط ۵۲

”لمعات شرح مشکوٰۃ“ میں اسی حدیث کے تحت نزول ”سے مراد“ نزول رحمت لیا ہے،

ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا، ویروی من السماء العلیا الی

السماء الدنیا۔ والنزول والهبوط والصعود والحركات من صفات الاجسام واللہ

تعالیٰ متعال عنہ والمراد نزول الرحمة وقربه تعالیٰ بانزال الرحمة۔ وافاضة

الانوار واجابة الدعوات واعطاء المسائل ومغفرة الذنوب، وعند اهل لتحقيق

النزول صفة الرب تعالیٰ وتقدر یتجلی بہا فی ہذا الوقت یومن بہا یکف عن التکلم

بکیفیتہا کما ہو حکم سائر الصفات المتشابہات ما ورد فی الشرح کالسمع والبصر

الید والاستواء ونحوہا وهذا هو مذهب السلف وهو اسلم والتاویل طريقة التأخرین

وهو احکم۔ (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۰۹) بقیہ اگلے صفحہ پر

یا ایک نماز کا پورا وقت گزرنہ لے، جماع حرام ہے۔ اور اگر پورے دس دن اور رات پر حیض ختم ہوا تو وطی کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ کا :- جس طرح مذکورہ احادیث میں ”نزل“ تجلی فرمانے کے معنی میں آیا ہے اسی طرح حضرت آسی کے شعر میں ”اثر پڑنا“ جلوہ فرمانے کے معنی میں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے اسمائے صفاتی کے منظر ہیں، حضرت شیخ عبدالحق محرت دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”اخبار الاخیار“ شریف میں حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہ کے حالات کے بیان میں ان کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے۔

”جس ظہور کو اللہ تعالیٰ نے نزول کے ذریعہ اعیان کے ساتھ نسبت دی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جو کامل نورانی ہونے کے ساتھ اپنے اخلاق و وسعت میں بمرتبہ افعال و اسمائے صفاتی کے جلوہ گر ہیں، (مترجما ص ۹۰ ج ۱)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ۔ اپنی مشہور کتاب ”فصوص الحکم“ میں رقم فرماتے ہیں۔ ”والتجلی من الذات لا یكون الا بصوت المتجلی لیه“، (بحوالہ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم ص ۵۸) یعنی ذات کی تجلی اس چیز کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس پر اسکی تجلی ہوتی ہے۔ اس قول کے پیش نظر بھی دیکھا جائے تو بات واضح ہے۔ کہ حضرت آسی کے شعر کے مصرعہ ثانیہ ہیں۔ ”مصطفیٰ ہو کر“ کا لفظ انکار تجلی کی ایک مخصوص صورت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

حلول اور ظہور کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، دونوں کو ایک جاننا علم و تصوف بے بے خبری کی دلیل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دونوں کے درمیان بڑا واضح معنوی فرق بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ”الظہور وهو وراء الحلول لان الحلول کینونة نفس شئی فی شئی مثل کینونة نفس زید فی البیت والظہور کینونة عکس شئی فی شئی مثل کینونة عکس زید فی المرأة والاول محال فی مرتبة الوجوب ونقص لتلك المرتبة المقدسة

(بقیہ لکھ صفحہ پر)

مسئلہ :- مسئلہ مولوی انوار الحق صاحب رضوی محلہ شیرخان پٹی بھیت ۴۴ محرم ۱۳۶۱ھ
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت، مطہرہ اس مسئلہ میں کہ علاوہ سونے چاندی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۱ کا :- والثانی لا منع لثبوتہ والا نقص عند حصولہ فان الاول
يستلزم التغير المنافي للقدم والثاني لا يستلزمه كما لا يخفى فلو ظهرت الكمالات
الوجوبية في مرايا الاعداد الامكانية لم يلزم منه حلول تلك الكمالات في تلك المرايا
ولا تغيرها ولا انتقالها المنافي للقدم وانما هو ظهري وراعاة كمال في مسألة تجويز
شهود كمالاته تعالى في المرايا الامكانية ليس تجويز الحلول تلك الكمالات فيها
بل هو تجويز لظهور الكمال في المرأة ولا نقص فيه (مكتوباً امام رباني دفتري دوم مكتوب مطبوع ۱۱۹ و ۵۴)
ظہور اور حلول میں فرق ہے۔ اس لئے کہ حلول نفس شئی کا کسی دوسری شئی میں ہونا کا نام ہے
جیسے ذات زید کا گھر میں ہونا۔ اور ظہور عکس شئی کا کسی دوسری شئی میں ہونا کا نام ہے۔ جیسے
عکس زید کا آئینہ میں ہونا۔ مرتبہ وجوب میں حلول و حال وغیرہ عیب ہے۔ اور ظہور کا ثبوت
نہ تو محال و ممنوع۔ اور نہ ہی اس کے حصول میں نقص ہے کیونکہ حلول کیلئے تغیر لازم ہے۔ جو قدیم
ہونے کے منافی ہے۔ اور ظہور تغیر کو مستلزم نہیں۔ لہذا اگر کمالات وجوبیہ کا ظہور امکان کے آئینے
میں ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کمالات ان آئینوں میں حلول کر گئے۔ اور نہ ہی یہ لازم
آتا ہے۔ کہ ان میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ اور نہ یہ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے
کہ یہ قدیم کے منافی ہے۔ یہ تو محض ظہور ہے، اور آئینے میں کمال کا مثابہہ کرنا ہے،
لہذا امکان کے آئینے میں کمالات الہیہ کے ظہور کو جائز قرار دینے کی وجہ سے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا
کہ آئینوں میں ان کمالات کے حلول کو جائز قرار دے دیا گیا۔ بلکہ یہ تو آئینے میں کمال کے ظہور
کو جائز قرار دینا ہے۔ اور اس میں کوئی نقص نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ عز و جل، کا کسی چیز میں جلوہ فرمانا اس کی شان ارفع و اعلیٰ

کے کسی دھات کا زیور یا ملمع یا سونے چاندی مغلوب مثلاً نوا بجا د سونا جس کا نام امریکن نیو گولڈ ہے جس کی قیمت تقریباً دو روپے تولہ ہے، ان سب کا استعمال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲ کا: کے منافی نہیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدائے ذوالجلال کے منظر کامل ہیں۔ اور یہ عقیدہ نہ صرف ان کا بلکہ تمام اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اس شعر میں انھوں نے اسی منظریت کا ملہ کو بیان فرمایا ہے اور نسبت مجازی کا اسلوب اختیار فرما کر کلام کو حد درجہ بلیغ اور وجد آفریں کر دیا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت فانی گورکھپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقدمہ ”دیوان آسی“ میں اس شعر کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔

”اگر مصرعہ اولیٰ میں“ وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر“ ہوتا تو البتہ ان کا اعتراض خدا کے مجسم ہونیکا صحیح ہوتا، وہ تو اب بھی ”مستوی علی العرش“ ہے، مدینہ میں آکر با عمارت کے ہے جیسے آفتاب آئینہ میں آتا ہے۔“

حضرت فانی علیہ الرحمہ کی یہ تمثیل، تشبیہ العقول بالمحسوس کے قبیل سے ہے۔ جو محض تقریب فہم کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینے میں آفتاب کا ظہور ظہور تام ہوتا ہے اس میں حلول و اتحاد کا شائبہ نہیں ہوتا، اسی طرح آئینہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں صفات خداوندی کا ظہور ظہور تام ہے۔

شعر و شاعری کے اندر مجازات و کنایات کا استعمال شائع و ذائع ہے اور حقیقت کو مجاز کے پیرایہ میں بیان کرنا حضرت آسی کی شاعری کا طرہ امتیاز رہا ہے وہ خود فرماتے ہیں اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ۔ شعر لغو ہے آسی کلام نا کا۔ شعر نذکور میں بھی حضرت آسی نے مجاز کا ارتکاب کیا ہے، چنانچہ حضرت آسی علیہ الرحمہ نے مصرعہ اولیٰ میں اللہ عز و جل کیلئے ”مستوی علی العرش“ کا ذکر فرمایا اگر اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہا ہے، کہ جس طرح

ذبیحہ اگلے منظر پر

عورتوں کے لئے کیسا ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کس مرتبہ کا ہے؟
(۲) اگر استعمال ناجائز ہے تو اسکی خرید و فروخت کرنا یا اسکی ایجنسی لینا کیسا ہے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۳ کا۔ خدائے ذوالجلال کیلئے، مستوی علی العرش، کی نسبت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ اسی طرح مدینے میں مصطفیٰ ہو کر اترنے کی نسبت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔
شعر مذکور کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ۔ یہاں استفہام ہے جو تعجب کیلئے ہے یعنی اس کلام کو بطور استفہام تعجبی استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو ذات مستوی عرش ہو، وہی مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر اتر جائے۔ بلکہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر اترنے والی ذات دوسری، اور مستوی عرش دوسری ذات۔

حضرت آسی علیہ الرحمہ زبردست عالم دین، صوفی، صاحب نسبت بزرگ اور عارف باللہ تھے شعر و شاعری میں بھی ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ مسئلہ تصوف پر شاعرانہ رنگ میں روشنی ڈالنا اور مجاز کے پردہ میں حقائق و اسرار کی گرہ کشائی ان کا طرہ امتیاز تھا۔ محض شعر کے ظاہری مفہوم کو دیکھتے ہوئے ان پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

”ہاں ہمہ شور و غوغا چیت اگر نلفظ صادر شدہ است کہ ظاہر شس مطابقت بمعلوم شرعیہ ندارد۔ آنرا باندک توجہ از ظاہر صرف نموده مطابق باید ساخت، و مسلمانے راستہم نباید کرد، اشاعت فاحشہ و تفضیح فاسق ہر گاہ در شریعت حرام و منکر باشد۔ تفضیح مسلمانے بجز اشتباہ چہ مناسب بود و شہر شہر باں منادی کردن کدام تدین باشد۔ طریق مسلمانے و مہربانی آنست کہ کلمہ کہ ظاہر شس مخالف علوم شرعیہ است اگر از شخصے صادر شود، باید دید کہ قائل آں کیست اگر ملحد و زندیق بود رد آں باید کرد و در اصلاح آں نباید کوشید و اگر قائل آں کلمہ از مسلمان بود و ایمانے بخدا و رسول داشتہ باشد در اصلاح سخن او باید کوشید و محل صحیح از برائے آں پیدا باید نمود، ازاں قائل حل (بقیہ اگلے صفحہ پر)۔“

اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کس مرتبہ کا ہے ؟
(۳) مسلمان عورتوں کا موجودہ افلاس انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ سونے چاندی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۴ کا۔۔۔ آں باید طلبید و اگر در حلّ آں عاجز آید نصیحتش باید کرد۔
اگر کسی بزرگ سے، کوئی ایسا لفظ صادر ہوا، جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہو تو اس میں شور و غل کی ضرورت نہیں، کہ اس لفظ کو تھوڑی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر علم شریعت کے مطابق کیا جاسکتا ہے۔ اور مسلمان پر تہمت نہیں لگانی چاہئے۔ کسی کے محسوس کو پھیلانا اور ہر جگہ فاسق کو رسوا کرنا منکر و حرام ہے، تو محض شبہ کی بنیاد پر کسی مسلمان کو رسوا کرنا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ اور شہر شہر اعلان کرنا کہاں کی دیانت داری ہے۔ اسلامی طریقہ اور بہتر طریقہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کلمہ جس کا ظاہر خلاف شرع ہے اگر کسی شخص سے صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کیسا ہے اگر ملی زندگی ہو تو اس کے قول کا رد کرنا چاہئے۔ اور اصلاح کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر اس کا قائل مسلمان ہے، اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے اس قول کی تشریح کرنی چاہئے اور اس قول کا صحیح محل نکالنا چاہئے یا اس قائل سے اس خلاف شرع قول کی تشریح و توضیح اور رفع اشتباہ کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ شخص اسکی صحیح توضیح سے عاجز آجائے تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے۔

اچھی بات کا حکم دینے اور بری بات سے روکنے میں نرمی برتنی بہتر ہے کہ اسے آدمی مان سکتا ہے اور اگر مقصود منوانا ہو بلکہ رسوائی مطلوب ہو تو یہ دوسرا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے،
(مکتوبات امام ربانی ص ۵۶۶ مطبع ترکی)

حقیقہ ندیہ شریف میں ہے۔

”اذا تكلم احد من العارفين في هذا الزمان بكلام نظير هذا الكلام ينبغي ان يعرف كلامه على اهل المعرفة الجامعين، بين علمي الظاهر والباطن فانهم يعرفون معناه من غير ان ينقصه“
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے بجائے ان زیورات سے اپنا کام نکال لیں۔ اور مسلمان مردوں کی بے روزگاری اس قسم کی تجارت پر مجبور کرتی ہے کیونکہ یہ تھوڑے سرمایہ سے ہو سکتی ہے، تو کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ کا :- ظاہر الکتاب واما القاصرون من علماء الرسوم الذین لا یعرفون الا ظواہر العلوم فلا عبرۃ بکونہ مناقضاً عندہم ظاہر القرآن لانہم لا یعلمون اشارۃ الصوفیۃ ولا مواجید اہل الکلمات العرفانیۃ فغایتہم انہم لا یستنطقون الکلمات بحسب اعرابہا و معانیہا اللغویۃ ویفوتہم الوضوح الخاص المسمی بالاصلاح فیقعون فی سب اہل الکمال و ہم قاصرون و یحکون بتخطیۃ المصیب و ہم لا یشرعون فان کل میدان رجال و کل رجال مجالاً و نظیر ہذا ما وقع للشیخ ابی الغیث ابن جمیل قدس سرہ انہ جاء الیہ جماعة من الفقہاء فقال لہم مرحبا بعبید عبدی فاشتد انکارہم علیہ فذکروا ذالک للشیخ اسمعیل الحضرمی رضی اللہ عنہ وکان من اہل العلم الظاہر والباطن فقال صدق انتم عبید الہوی والہوی عبیدہ۔ (مدیقیۃ ندیہ شریف ص ۱۴۵ ج ۱)

اگر کوئی عارف و بزرگ اس زمانہ میں بظاہر خلاف شرع کلام کا تکلم کریں تو ان کے کلام کو ان اہل معرفت کے سامنے پیش کرنا چاہئے جو علم ظاہر اور باطن کے جامع ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات اس قسم کے کلام کا معنی ایسا جانتے ہیں جو خلاف شرع نہیں ہوتے لیکن وہ علماء جو صرف ظاہری علوم جانتے ہیں تو ان کے اس قسم کے قول کو ظاہری قرآن کے خلاف کہہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ صوفیہ کے اشارات کو نہیں جانتے اور نہ ہی ارباب کمال کی باریکیوں کو پہنچاتے ہیں، تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ حضرات اعراب اور معانی لغویہ کے اعتبار سے کلام کرتے ہیں اور اس وضع خاص کو نہیں جان پائے جو صوفیہ کی اصطلاح ہوتی ہے، یہ لوگ اہل کمال کو برا بھلا کہہ ڈالتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ اصطلاح کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، اور درست قول کرنے والے کو خطا کار ٹھہراتے ہیں، اور انھیں پتہ نہیں چل پاتا کیوں کہ ہر میدان کے کچھ بہادر ہیں اور ہر بہادری کو طاقت و قوت حاصل ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ مجبوریاں کچھ تخفیف کا سبب بنیں گی۔۔۔ بنوا بالکتاب تو جبر و یوم الحساب
الجواب (۱)، سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کے زیور مرد و عورت
 دونوں کے لئے ناجائز ہیں، یہ مصنوعی سونا بھی اسی حکم میں ہے، در مختار
 میں ہے ولا یتختم الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فی حرم بغيرها کحجرو
 ذهب و صفر و رصاص و زجاج و غیرہا۔ جوہرہ نیرہ میں ہے وفي الخجندی
 الختم بالحديد والصفر والنحاس والیرصاص مکروه للرجال والنساء لانه نرى
 اهل النار۔ یہ عدم جواز حد کراہت تحریم میں ہے جیسا کہ جوہرہ کی عبارت
 سے مفہوم ہوتا ہے۔۔۔ والله تعالى اعلم

الجواب (۲) چونکہ اس کا پہننا مرد و عورت دونوں کیلئے ممنوع ہے۔ لہذا زیور
 کی تجارت اور بنانا بھی ممنوع ہے کہ اعانت علی الاثم ہے اگرچہ تجارت کی ممانعت
 بہ نسبت پہننے کے کم درجہ کی ہے، در مختار میں ہے، فاذا ثبت کراہۃ لبسها
 للتختم ثبت کراہۃ بیعها وصیغها لما یبہ من الاثمة علی ما لا یجوز رد المحتار میں ہے
 قال ابن الشحنة الا ان المنع فی البیع اخف منه فی اللبس اذ عین الانتفاع بہا فی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶ کا :- اسکی نظیر شیخ ابوالغیث ابن جمیل قدس سرہ کا وہ واقعہ ہے کہ ان کے پاس
 فقہاء کی ایک جماعت آئی تو شیخ نے ان سے کہا کہ میرے غلام کے غلام کو خوش آمدید ہو، تو ان فقہانے شیخ پر
 بحیر فرمائی اور اس کا ذکر شیخ اسمعیل حضری رضی اللہ عنہ سے کیا جو علم ظاہر اور علم باطن کے سنگم تھے تو انھوں نے
 فرمایا شیخ نے سچ کہا تم لوگ خواہش نفس کے غلام ہو اور خواہش نفس ان کا غلام ہے۔

ان صوفیائے کرام کے اقوال میں اس طرح کا کلام پایا جانا کوئی تعجب خیز نہیں جو وحدۃ الوجود
 کے قائل ہیں۔ یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعین اول کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ بہر حال
 حضرت اسی علیہ الرحمہ کا مذکورہ شعر بے غبار ہے۔۔۔ والله تعالى اعلم آل مسطفی مصباحی

غیر ذلک ویکن سبکھا وتغیرھیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) اس وقت کا افلاس زمانہ رسالت سے کچھ زیادہ نہیں کہ اس
 کو عذر قرار دیا جائے۔ چاندی تو اب بھی مصنوعی سونے سے سستی ہے پھر اگر زیور
 کا عورتوں کو شوق ہو تو چاندی کے کیوں نہ بہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

مسائل مندرجہ ذیل میں کہ
 ایک شخص کسی غیر شخص کو بکریاں اور بھیڑیں دیکر خود بھی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے
 اور اس کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو فرمائیے کہ اس کی از روئے شرع شریف روزگار
 کی جائز صورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم
 کے زمانہ میں، کیا تھی؟ بیان فرماویں؟

(۲) دو شخصوں نے مشترکہ زمین زرعی خرید کی اور اسٹامپ بیعنامہ اور انتقال
 جائداد میں ایک کا نام رہا۔ اور اسکی آمدنی سے دونوں حصہ برابر فائدہ اٹھاتے ہیں
 تو بتائیے یہ جائز ہے یا ناجائز بیان فرماویں؟

(۳) ایک شخص کسی اپنے ساتھی کو کچھ نقد دیتا ہے اور منافع پہلے مقرر کر
 لیتا ہے کہ تمہارا فائدہ ہو یا نقصان میں تمہارے پاس ایک دفعہ مال منگانے
 میں اور بیچنے میں دو آنہ فی روپیہ یا چار آنہ فی روپیہ لیلونگا، اس میں میعاد و مدت
 نہیں ہوتی ہے تو اس صورت سے اسکو منافع لینا جائز ہے یا ناجائز بیان فرماویں؟

الجواب (۱) بھیڑ بکریاں اگر آدھے آدھے پردی کہ جتنے بچے پیدا ہونگے ان میں
 نصف اس کے ہونگے اور نصف اوسکے۔ یہ ناجائز ہے۔ زمانہ خیر القرون میں یہ
 صورت تھی کہ چرانے کو اجرت پر بکریاں دی جاتی تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) جب دونوں نے زمین خریدی تو زمین دونوں کی ہے۔ اور منافع بھی

دونوں کیلئے جائز ہیں اگرچہ کاغذ میں صرف ایک ہی کا نام لکھا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ صورت ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- آئندہ از شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عبداللطیف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں، اللہ تعالیٰ آپ صاحبان کو خوش و خرم رکھے۔

(۱) جو شخص اہلسنت والجماعت مذہب حنفی ہو اور جو جو امور سنیوں میں فرض واجب، مباح، مستحب، مستحسن، وغیرہ وغیرہ ہیں۔ انکو بدستور ادا کرتا ہو، اور ایصال ثواب، فاتحہ خوانی، میلاد شریف، فاتحہ سویم، دسواں، چالیسواں، حضور کو حاضر و ناظر علم غیب کا ہونا، حیات النبی، رجبی شریف، گیارہویں شریف، غرضیکہ جو کام سنیوں میں ہیں ادا کرتا ہو، صرف کسی بزرگ یا غیر بزرگ کے مزار پر علاوہ قدم بوسی فاتحہ خوانی کے چادر چڑھانے کا اتفاق نہ ہوا ہو لیکن چادر چڑھانے میں شریک ہو اور برا نہ جانتا ہو لیکن بوجہ اسکے بزرگوں سے رنج نہ ہونے کے بدست خود چڑھانے کا اتفاق نہ ہو تو ایسا شخص از روئے شریعت وہابی نجدی یا مردودی یا مرتد ہے اگر ہے تو کس حدیث یا اصول فقہ یا اقوال صحابہ یا اجماع سے؟ بینوا تو جروا

(۲) جو شخص سود خوار ہوتے ہوئے زکوٰۃ نکالے اور ثواب آخرت کی امید رکھے

وہ فاسق ہے یا کافر؟ کلمہ گو مسلمان اور کافر کو اپنی نشست و برخاست میں دوست

سمجھنا کیسا ہے اور کافر کسے کہتے ہیں کیا مسلمان کلمہ گو بھی کافر ہیں یا فاسق و فاجر ہیں؟

(۳) عشرہ محرم میں مرثیہ پڑھنا مجلس شہادت میں خواہ کسی اہل تشیع کا لکھا

ہوا ہو، یا اہلسنت والجماعت کا یا نوحہ خوانی کرنا یا نوحہ لکھنا جیسا کہ ایک نوحہ

مشتے نمونہ ہمراہ شدہ ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب (۱) جبکہ وہ شخص عقائد اہلسنت کا معتقد ہے وہابیہ کو اور

اون کے عقائد کو برا جانتا ہوا اور ان کے متعلق وہی کہتا ہے جو علماء اہلسنت نے بیان فرمایا تو محض اتنی بات سے کہ کسی قبر پر چادر نہیں چڑھاتا ہے اسکو ہرگز ہرگز وہابی نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) زکوٰۃ حلال مال سے دینا فرض ہے کہ حرام مال اسکی ملک ہی نہیں اسے زکوٰۃ میں کیا دیگا۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِنْ مَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا يَتَمَنَّوْا الْغَيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ**۔ اے ایمان والو اپنی حلال کمائی سے خدا کی راہ میں خرچ کرو اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالیں ان میں سے حلال کو خرچ کرو۔

برے کے خرچ کرنے کا قصد مت کرو حدیث میں ارشاد فرمایا۔ **مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدَلٍ ثَمَرَةٌ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَرْسِيهَا لِمَا حَبَّهَا كَمَا يَرْجِي أَمْدَكُمْ فَلَوْ لَا حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ**۔ جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کی مثل خرچ کرے، اور اللہ نہیں قبول فرماتا مگر طیب کو انج اوس آیت اور اس حدیث سے ظاہر کہ حلال اور طیب ہی کا خرچ کرنا ضروری ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے حرام مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا پھر قبول اور ثواب کی امید رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے، ظاہر یہ ہے کہ حرام مال کے خرچ کرنے پر امید ثواب رکھنا کفر ہے مگر جو شخص سود کھاتا ہے اسکے متعلق یہ کیونکر کہا جائیگا کہ جو روپیہ اوس نے زکوٰۃ میں دیا وہ سود اور حرام تھا، ہو سکتا ہے کہ اوس نے اپنا حلال روپیہ زکوٰۃ میں دیا ہو۔ کافر دشمن خدا ہے اور مسلمانوں کا دشمن۔ اسے دوست بنانا حرام، مسلمان صرف مسلمان ہی سے دوستی کرنا چاہیے

لے رواہ البخاری والمسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ، مشکوٰۃ ص ۱۶۷ باب فضل الصدقۃ « معبآجی

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ**۔ اور فرماتا ہے۔ **لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ**۔ کافر اسکو کہتے ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری دینی کامنکر ہو، مجر و کلمہ گوئی سے مومن نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کسی ضروری دینی کام و جود ادعائے ایمان، منکر ہو جیسے قادیانی باوجود کلمہ گوئی و ادعائے ایمان ختم نبوت کے منکر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتے ہیں، لہذا اس قسم کی کلمہ گوئی مومن ہونے کیلئے کافی نہیں اور ایسا کلمہ گو اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اگر مرثیہ اس قسم کا ہو جس میں کوئی ناجائز امر نہ ہو مثلاً اہل بیت اطہار کا جزع و فزع اور ان کی جانب خلاف شرع امور کی نسبت۔ تو ایسا مرثیہ پڑھنا جائز ہے، اور نوحہ کی حدیثوں میں ممانعت آئی۔ ہر قسم کے نوحہ سے احتراز لازم۔ خواہ نظم میں ہو یا نثر میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مستولہ محمود رضا صاحب محلہ توپ خانہ چھاؤنی بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ لفظ مولینا کس کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کا اطلاق کن کن اشخاص پر ہو سکتا ہے؟ اور اس لفظ کے لغتی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں۔ کسی بے علم جاہل کو مولینا کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ اس لفظ سے جاہل بے علم سراولیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- لفظ مولیٰ کے متعدد معنی ہیں، ناصر و مددگار و دوست و آقا و غلام آزاد شدہ، حدیث میں ارشاد فرمایا مہن کنت مولاً فعلى مولاً اور ارشاد فرمایا۔ **مولی القوم منهم عرف** میں یہ لفظ علماء پر اطلاق کیا جاتا ہے جب کسی کو مولانا کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے تو ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ وہ عالم دین ہے

لہذا کسی جاہل کو اس لفظ سے یاد نہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از مرزائی چک ڈاکخانہ نوشہرہ خوجیاں ضلع گجرات مرسلہ مولوی محمد تقی
 امام مسجد ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب فرماتے
 ہیں کہ اہل ہندو سے کھانا پینا منع ہے۔ لیکن دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں
 کہ کوئی حرج نہیں حضور علیہ السلام بھی مشرکین کے ساتھ کھاتے پیتے رہے ہیں۔
 کوئی نص قرآنی سے ثابت نہیں کہ کافروں سے کھانا پینا منع ہے اگر کوئی مولوی
 تسلی کر دیگا تو مان لوں گا۔ لہذا مہربانی فرما کر فیصلہ فرمائیں کہ ہر مولوی صاحب سے
 کون حق بجانب ہے، اور تخریر کے قابل کون ہے۔ بحوالہ کتب معتبرہ تہذیبیہ مہر
 فتویٰ جاری فرمایا جائے؟

الجواب :- ہندوؤں کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا انکا چھوا ہوا کھانا صحیح یہ ہے کہ نجس
 نہیں، اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک
 میں جو انہما المشرکون نجس فرمایا گیا اس سے مراد ان کی اعتقادی نجاست ہے
 نہ کہ ظاہری، اگر ان کے بدن پر یا ہاتھ پر نجاست لگا ہوا ہونا معلوم نہ ہو تو کسی چیز
 پر انکا ہاتھ لگ جانے سے اس چیز کو نجس نہیں کہا جائیگا مگر حتیٰ الوسع مسلم کو ان
 کی پکائی ہوئی چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے، ہاں گوشت جس کو انہوں نے پکایا
 اور نظر مسلم سے وہ غائب ہو گیا تو اسکا کھانا حرام ہے اگرچہ قرآن سے ایسا
 معلوم ہوتا ہو کہ یہ گوشت مسلم کا ذبیحہ ہے، اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کے اقتصادیا
 کمزور ہو چکے ہیں اور مشرکین ہر چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں مسلمانوں کو
 اسکا لحاظ رکھنے کی نہایت سخت ضرورت ہے کہ وہ اپنے مسلمان ہی بھائی سے
 خرید و فروخت کریں تاکہ مسلمانوں کی تجارت فروغ پائے اور کفار کے دست نگر نہ بنیں

یہ حکم تو ان کے یہاں کی چیزوں کے خرید و فروخت کا ہے مگر ان کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں کہ مسلم کو کفار سے اتنا میل جول درست نہیں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا
 واما ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين۔ اگر تجھے شیطان غفلت میں ڈال دے تو یاد آنے پر قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھ۔ شرک و کفر سے بڑھکر اور کون سا ظلم ہو سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ان الشریک لظلم عظیم، لہذا مشرک کو اپنا ہم نوالہ وہم پیالہ بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل عام طور سے دستور یہ ہے کہ مرد موئے زیر ناف استرے سے صاف کرتے ہیں۔ اور عورتیں بال صفا صابون یا پاؤڈر سے۔ کیا عورتوں کیلئے بھی استرے سے صاف کرنا اور مردوں کیلئے بال صفا صابون یا پاؤڈر سے صاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟
 بینوا تو جروا۔

الجواب :- ناف کے نیچے کے بال استرے سے مونڈنا سنت ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا وحلق العانة، مرد کیلئے استرا ہی بہتر ہے اور صابون وغیرہ سے اگر بال دور کرے تو یہ بھی جائز ہے اور عورت کے مناسب صابون وغیرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ مولوی شمس الدین جونپوری از مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد ۷ رزویقعدہ ۱۳۶۶ھ

باسمہ سیدی و سندی و امجد کم و عم فیضکم
 شوق قدم بوسی کے بعد معروض کہ اس وقت جبکہ کانگریسی حکومت ہند کی صاحب امر و صاحب قوت نافذہ نیابت برطانیہ ہو گئی ہے اور جملہ اختیارات فوجداری و دیوانی و پولیس و فوج اسے مفوض ہو چکے ہیں۔ اور کانگریسی ہند

بر بنائے عناد و دینی و تعصب مذہبی مسلمانوں کو ملک سے نکال دینا چاہتی ہے یا مرتد کر لینا یا کم از کم ایسا کر لینا چاہتی ہے کہ بیچ قسم کے ہندو چار پاسی پھر ڈوم چندال و امثالہا۔ اور مسلمانوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے ایسا کرنے کیلئے وہ شعار اسلامی رسوم مذہبی اور تعلیم و تہذیب مسلمانی کو فنا کرنے کیلئے مجبور ہے اور رفتہ رفتہ عملاً اسے شروع بھی کر دیا ہے۔ آج ہر طرف یہ سننے میں آرہا ہے کہ اگر مسلمانوں نے گائے کی قربانی کی تو ہندو عوام انھیں روکیں گے اور قوت سے روکیں گے یعنی بلوہ کر کے قتل و غارت شروع کر دیں گے۔ اس بد امنی و خونریزی میں حکومت وقت جو ہندو عوام کی ترجمان و ہم خیال و ہمدرد و سرپرست ہے وہ بجائے خونریزی و ظلم کو روکنے مسلمانوں کیساتھ انصاف کرنے کے لئے مسلمانوں ہی کو باعث فتنہ و مجرم قرار دے گی اور موقع پر ہندو عوام کی امداد بلکہ آلات حرب و سپاہ و لشکر کے ساتھ دیگی جیسا کہ بہار میں ہو چکا ہے اور امرتسر و دہلی میں ہو رہا ہے، نیز لیگ کے سیاسی لیڈران صوبہ مسلمانوں کو تباہی کے اندیشہ سے خائف ہو کر قربانی گاؤں بند کر بیکی راے دے چکے ہیں، جیسا کہ ہمدیم وغیرہ اخباروں کی ۲۱ ستمبر کی اشاعت میں مندرج ہے اور مسلمان کسی نظم و اصول کے ماتحت حربی قوتوں کی مدافعت کیلئے آلات حرب و ضرب سے تیار بھی نہیں، نہ انکی کوئی فوج، نہ انکا کوئی امام مطاع صاحب قوت پھر آبادی کے لحاظ سے تقریباً تمام کانگریسی حصہ ملک میں منتشر و متفرق و قلیل التعداد بھی ہیں۔ اندریں حالات حضرات علمائے نابھان ہی و ناخدایان کشتی امت مرحومہ کی خدمات عالیہ میں گذارش ہے کہ شرعی حیثیت سے مسلمانوں کیلئے راہ عمل بتائیں اور فرمائیں کہ حالت حاضرہ میں قربانی گاؤں کے ساتھ مسلمان اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو بلکہ ہندی قوم مسلم کو بھی قربان

کر دیں، یا قربانی گاؤں روک دیں اور اس رکنے کی صورت میں ترک واجب کے مجرم تو نہ ہونگے اور نہ رکنے کی صورت میں قربانی گاؤں کے یعنی ادائے واجب بلکہ ابقائے شعار و شوکت اسلام کی غرض سے ہندو سے جنگ کرنے میں ان کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا انکی یہ مدافعت جنگ و پیکار جہاد شرعی ہوگا یا ابقائے یدالی التہلکۃ ہوگا۔ جبکہ اس جنگ کے داعی قربانی گاؤں کی وجہ سے مسلمان خود ہی ہوں گے یہ تو حکم شرعی مطلوب ہے جو بحوالہ نصوص فقہیہ ہونا چاہئے؟ علاوہ ازیں وقتی سیاسی و عقلی مشورے بھی درکار ہیں اب آخر میں اتنی گذارش اور ہے کہ اگر سوال میں بحث کا کوئی گوشہ رہ گیا ہو تو جواب میں وہ بھی ملحوظ رہے کہ مجھے اپنے قلت فہم و زلت قلم کا اعتراف ہے اور جواب شافی مقصود ہے امید کہ نہایت اطمینان بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے مجھ سے اس قسم کے سوالات کئے گئے ہیں لیکن ابھی میں نے کوئی جواب نہیں دیا ہے بلکہ حضور کے جواب آنے تک انتظار کو کہا ہے کہ العلم امانة فی اعناق العلماء۔ اور اپنی بے بضاعتی معلوم۔ امید کہ جواب تاخیر نہ ہوگی؟

الجواب :- کانگریس اگرچہ ہمیشہ یہی دعویٰ کرتی آئی کہ وہ ملکی جماعت ہے اس میں کسی مذہب کی خصوصیت کا لحاظ نہیں ہے۔ مگر اہل فہم و دانش خوب سمجھتے و جانتے رہے کہ یہ ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے اور انھیں کو برسر اقتدار لانا چاہتی ہے مسلمانوں اور اسلام کی سخت مخالف ہے اسی بنا پر اہل عقل اسکی شرکت سے گریز کرتے رہے اور حاملان اسلام اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہے ابھی کانگریس کو برسر حکومت آئے ہوئے کتنا زمانہ گزرا اس نے صرف ایک مہینے کے اپنے دوران حکومت میں اسلام کشی کی کتنی کاروائیاں کیں جن سے

بہت سے مسلمان ترک وطن کیلئے تیار ہو گئے، ذبیحہ گاؤں جو مسلمانوں کیلئے ایک اقتصادی مسئلہ بھی ہے اسکے روکنے کی ابھی سے ترکیبیں کی جانے لگی ہندوؤں کی ایک جماعت اگرچہ خاموش ہے یا وہ اس مسئلہ کو ابھی اٹھانا نہیں چاہتی مگر دوسری جماعت بہت شدت کیساتھ اسکے روکنے کیلئے تیار ہے، یہ بھی ان لوگوں کی ایک ترکیب اور چال ہے بہر حال ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ مسلمانوں کو مجبور محض تصور کیا جائے اور ذبیحہ گاؤں کو خصوصاً قربانی کہ وہ شعار اسلام ہے ہندوؤں کی دھمکی سے ترک کر دیا جائے، مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے تمدن کو اگرچہ حکومت حاضرہ مٹانا چاہتی ہے مگر خود مسلمان اپنی تہذیب و تمدن کے محافظ کئے گئے ہیں ان کی بقا مسلمانوں کے ذمہ ہے ہندو تو یہ چاہیں گے کہ مسلمان نماز بھی نہ پڑھیں، اذان بھی نہ کہیں اور اپنے اسلامی وقار و رسوم کو خیر باد کہیں، کیا انکے چاہنے سے مسلمان بھی رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے سب کو چھوڑنے کیلئے تیار ہو جائیں گے حاشا وکلا مسلمان جب تک کہ دنیا میں باقی ہیں ان پر لازم ہے کہ اپنے مذہب اور دین کا تحفظ کریں اس تحفظ و بقا کیلئے اگر جانی قربانیاں بھی دینی پڑیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں حدیث میں ارشاد فرمایا من قتل دون دینہ فهو شهید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ یاد علی واری صاحب از قصبہ ہنداول ضلع بستی، رزق قعدہ ۱۲۶۲ھ مرووں کیلئے زرد رنگ استعمال کرنا، زید کہتا ہے جائز ہے، بلکہ سرخ بھی جائز ہے۔ اور ثبوت میں مشکوٰۃ جلد سوم کتاب اللباس کی یہ حدیث پیش کرتا ہے عن ابن عمر انہ کان یصفر لحيته بالصفرة حتى يتلى ثيابہ من الصفرة فقيل له لم تصبغ بالصفرة قال اى رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم یصبغ بها ولم یکن شیء احب الیہ منها وقد کان یصبغ بها ثيابہ کلما حتی عامته

رواہ ابو داؤد والنسائی۔ لے اور کتاب مستطاب بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۵۲
 کی یہ عبارت پیش کرتا ہے۔ دو قسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مردوں کو منع ہے
 گہرا ہو کہ سرخ ہو جائے یا ہلکا ہو کہ زرد رہے۔ دونوں کا ایک حکم ہے عورتوں
 کو یہ دونوں قسم کے رنگ جائز ہیں، ان دونوں رنگوں کے سوا باقی ہر قسم
 کے رنگ زرد سرخ دھانی بنستی چمپئی نارنجی وغیرہ مردوں کو بھی جائز ہے الخ،
 لیکن عمر کہتا ہے کہ زرد سرخ رنگ مردوں کو ناجائز ہے، اور زید کے جو یہ استدلال
 ہیں یہی عمرو نے لکھکر مولینا عبد المتین بہاری صاحب جو اخبار الفقیہ کے فتووں
 کا جواب لکھتے ہیں انھیں کے پاس سے فتویٰ منگوا یا ہے۔ جس میں مولینا مدح
 نے زرد و سرخ رنگ مردوں کیلئے ناجائز لکھا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ ابو داؤد
 شریف کی متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے سرخ زرد۔ گلابی
 رنگ کی چادروں کو جلا دیا جبکہ حضور نے اس پر نفرت فرمایا۔ اس وقت حضور
 نے یہ بھی فرمایا کہ جلا کیوں دیا عورتوں کو دیدیتے لہذا قول دونوں میں کس کا
 صحیح ہے؟

الجواب :- زرد اور سرخ رنگ کے متعلق مردوں کیلئے وہی حکم ہے جو
 بہار شریعت میں لکھا گیا کہ یہ رنگ جائز ہیں، ہاں قسم یا زعفران کا رنگ مردوں
 کیلئے ممنوع ہے۔ ان کے سوا کسی رنگ کی رنگ کی حیثیت سے ناجوازی
 نہیں۔ البتہ اگر اس کپڑے میں عورتوں سے تشبہ ہوتا ہو تو اس تشبہ کی وجہ
 سے ممانعت ہوگی۔ سرخ یا زرد مخمل وغیرہ کی اکثر ٹوپیاں پہنی جاتی ہیں۔ یا زرد
 رنگ کا تہبند پہنا جاتا ہے۔ اس کی ممانعت نہیں۔ ابو داؤد کی جن روایتوں

لے بحوالہ مشکوٰۃ ص ۸۲ کتاب اللباس - مصباحی

سے اس کے عدم جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام نے سرخ، زرد، گلابی رنگ کی چادروں کو جلا دیا۔ اس حدیث کو صحیح طور پر فتویٰ دینے والے نے نہیں سمجھا ہے۔ وہ چادر جو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جلائی تھی وہ کسم کے رنگ سے رنگی تھی چنانچہ ابو داؤد میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی قال ہبطنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ثنیۃ فالتفت الی وعلی ریطۃ مضرجۃ بالعصر فقال ما ہذا الریطۃ تملیک فعرفت ما کرہ فأتیت اہلی وہم یسجدون تنوراً الہ فقد فتھا فیہ ثم اتیتہ من الغد فقال یا عبد اللہ ما فعلت امریطة فاخبرته فقال الا کسوتھا اہلک فانہ لا یاس بہ للنساء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک ٹیلے سے اترے۔ حضور نے میری طرف التفات فرمایا اور مجھ پر ایک چادر کسم کی رنگی ہوئی تھی۔ ارشاد فرمایا تم یہ کیسی چادر ہے، میں نے پہچان لیا کہ حضور نے اس کو برا سمجھا وہاں سے میں گھر آیا۔ لوگ تنور جلا رہے تھے وہ چادر میں نے اس میں ڈال دی۔ پھر دوسرے دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ارشاد فرمایا اے عبداللہ وہ چادر کیا ہوئی میں نے جو واقعہ ہوا اسکی خبر دی ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں میں سے بعض کو کیوں نہ دیدی کہ عورتوں کے لئے اس میں حرج نہیں۔ دوسری روایت ابو داؤد کی انھیں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ہے قال مرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ثوب مصوغ بعصر مود قال ما ہذا فانطلقت فاخرقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت بشوبک فقلت اخرقته قال افلا کسوتہ بعض اہلک۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا مجھ پر ایک کسم کا رنگا ہوا گلابی رنگ کا کپڑا تھا فرمایا یہ کیا ہے میں وہاں سے

چلا گیا۔ اور اسکو جلاڈالا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنا کپڑا
 کیا کیا۔ میں نے عرض کیا جلاڈالا ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں میں سے
 بعض کو کیوں نہ دیدیا۔ پھر جبکہ سوال میں بہار شریعت کا حوالہ دیکر استفہار کیا
 گیا تھا اور بہار شریعت میں یہ مسئلہ درمختار و ردالمحتار کے حوالہ سے نقل کیا
 گیا تو فتویٰ دینے میں اس کی ضرورت تھی کہ فقہائے کرام کا قول دیکھا جاتا کہ
 اس بارے میں کیا ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکرة لبس المعصفر والمزعفر
 الاحمر والاصفر للرجال مفادہ انہ لا یکرہ للنساء ولا باس بساتر الالوان و فی
 المجتبى والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر
 مفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ لکن صرح فی التحفۃ بالحرمة وھی المجل عندہ لاطلاق
 قالہ المصنف۔ پھر صاحب تحفہ کی اس تصریح پر علامہ شامی نے ردالمختار میں
 اعتراضات کئے ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کراہت تحریم کا قول
 صحیح نہیں اگر کسی صورت میں ناجائز ہو تو وہ رنگ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس
 میں کسی آمیزش کی وجہ سے یا تشبہ بالنساء کی وجہ سے جسکی طرف بہار شریعت
 میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی محمد خلیل صاحب قادری صدر المدرین مدرسہ
 انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڑھ ۱۷ دئیقعدہ ۱۹۶۶ء
 سوال یہ ہے کہ سفار کو جو کمیشن دیا جاتا ہے فقہاء اجرت مجہول ہونے
 کی وجہ سے اسے ناجائز کہتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
 ایسا پیسہ اگر کار خیر میں دیا جائے تو ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔ یا نہیں
 اگر نہیں تو اس کے استعمال کی کیا صورت؟ آیا کوئی حیلہ اس کے جواز
 کا ہے یا نہیں؟

الجواب :- سفر اور کو جو دیا جاتا ہے اگر یہ بطور اجرت ہو تو ناجائز ہے کہ اولاً یہ قفیز طحان کی صورت ہے اور مجہول بھی ہے اور کچھ رقم ادارہ کی جانب سے ان کو بطور انعام دی جائے۔ یہ جائز ہے اور ہونا یہی چاہیے کہ ان کو انعام کے طور پر دیا جائے۔ تاکہ عدم جواز سے بچ جائیں ایسا پیسہ اگر بطور اجرت لیا گیا ہے تو وہ ادارہ کو واپس دیدیا جائے پھر اگر ادارہ اپنی طرف سے بطور انعام دے تو کار خیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب قاضی غلام الثقلین صاحب قاضی شہر ٹاؤن ۱۲ محرم ۱۳۶۷ھ

ما قولکم ایہا العلماء الراسخون من دیار الهند والسند وما يتعلق بہا فی ہذہ المسائل اللتی تقع فیہا المسلمون للمحر ومون من العلوم الشرعیۃ فکیف یعلمون بینوا بکتاب اللہ وبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبالاجماع وبالقیاس تو جروا من عند اللہ

(۱) علمائے کرام کا ایسے وقت (اس وقت جو واقعات ہائیکہ ہیں اور مفصلاً میں مسلمان مارے جارہے ہیں) میں سبکت رہنا اور لائحہ عمل نہ بنانا جس پر چکر نجات حاصل ہو اور مغفور سمجھے جائیں عند الشرع کہا تک مناسب ہے؟

(۲) دربارہ ترک وطن کہاں تک اجازت ہے حالانکہ اپنے تمام اعزاء و فقار مساجد و مقابر و مشاعر کو خیر باد کہتے ہوئے بھاگے ہیں یہ بے حیثی ہے یا نہیں عند اللہ اس پر باز پرس ہے یا نہیں کیا یہ ہجرت کہا جائے اور ایسے مہاجرین مہاجر ہونگے؟

(۳) پیشوایان مذہب کے اکثر مسلمان محتاج ہیں شرعی روشنی اس پر ڈالنا اور لومۃ لائیم کو دل سے دور کر کے سچی اور حقیقی روشنی جس سے مسلمان مطمئن ہو اور یکسو ہوں قانون وقت اور ملکی فضا کو مد نظر رکھتے جوابات صادر فرمائے

جائیں یعنی ایسے وقت میں جو کر سکیں اور تاویل نہ ہو سکے۔ موجودہ لیڈروں کو اپنے کو سپرد کر دینا صحیح ہے یا نہیں یہ چوچا ہیں کریں اور امت محمدیہ انکے حکم کی پابندی کرے اور علماء کرام اسی طرح سکوت اختیار کئے رہیں یہ صورت کیا حکم رکھتی ہے؟

(۴) یہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو حضرات علماء کرام سے مسلم لیگ میں شریک نہ تھے شرکائے مسلم لیگ ان پر آوازیں بھی کسے۔ مگر وہ علیحدہ ہی رہے نہ انھوں نے کانگریس سے نفع اٹھایا اور نہ دینا طلبی کی نہ مختلف رنگین بدلیں نہ لائے چوڑے فتویٰ دے۔ نہ کھینچ تان کر کسی شرعی حکم کو بے محل چسپاں کیا نہ رضا رائد کو اسکے غیر محل پر اذہان عوام پر اثر ڈالنے کیلئے تراش تراش کیا وہی حضرات میرے ان سوالات کے جوابات عطا فرمائیں؟

الجواب (۱) اس زمانہ میں جبکہ حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے کہ جو کچھ جو روتشدد ہو رہا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ زبانی طور پر ہر ایک قسم کے وعدے کئے جا رہے ہیں مگر عملی طور پر کوئی ایسا قدم اٹھایا نہیں جاتا جس سے یہ فتنہ و فساد دفع ہو۔ علمائے کرام اس وقت کون سی راہ عمل پر چلنے کیلئے مسلمانوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ جبکہ مسلمان مجبور و بیدست و پیا ہیں۔ اس کے سوا کہ انکو یہی چاہیے کہ توبہ و استغفار کرتے رہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنے حفظ و امن کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ جرائم اور خلاف شرع افعال سے باز آجائیں۔ احکام شرعیہ کی پابندی کریں۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنا رحم و کرم فرمائیگا دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے گا۔ علماء مسلمانوں کو نیک عمل کی ہدایت کرتے ہیں تو عوام انکی باتوں پر کان نہیں دھرتے۔ اس پر آشوب

زمانے میں علماء کی کون سنتا ہے۔ پھر علماء اس وقت میں کیا کر سکتے ہیں جس کی آپ کو شکایت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعض جگہ کے مسلمان ہنود کے جو روتشدد سے عاجز آ کر ترک وطن پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ اگر ترک وطن نہیں کرتے تو یقینی طور پر ہمارا خاتمہ ہو جائے گا انھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ترک وطن کیا کہ اس کے سوا انکو کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا اور جہاں اس قسم کی مجبوری نہیں تھی خواہ مخواہ وہاں کے مسلمان وطن چھوڑ کر بھاگ گئے ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا کہ انکے چلے جانے سے جو کچھ بچے کچھ مسلمان تھے وہ اور زیادہ اقلیت بنیں ہو گئے۔ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، معمولی سا سہارا جو ان کے ذریعہ تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بلاشبہ مسلمانوں کو وہی کرنا لازم ہے جس کا قرآن و حدیث حکم دیں اور ائمہ مجتہدین جس کی طرف رہنمائی کریں، اہل حق نے حق بیان کرنے میں بحمدہ تعالیٰ کبھی لومۃ لاکم کا خوف نہیں کیا۔ ہمیشہ مسلمانوں کو انھیں چیزوں کی طرف رہنمائی کی جن کو اللہ و رسول نے بیان فرمایا مگر اس زمانہ میں جہاں دنیا کی تمام چیزوں میں جدت ہو رہی ہے لوگ دینی باتوں میں بھی نئی تراش و خراش چاہتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہیں جو یقیناً اعتماد کے لائق نہیں اور اہل حق جب انھیں صحیح راستے پر لیجانا چاہتے ہیں تو بجائے اسکے ماننے اور قبول کرنے کے علماء حق کے لوگ مخالف ہو جاتے ہیں، اسکی مثالیں دو چار نہیں۔ اگر آپ خیال کریں گے تو بہت سے واقعات اسکی شہادت دیں گے۔ اکثر طبائع ہنگامہ پسند ہیں جس سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ سلامت روی کا راستہ بتایا جاتا ہے تو بزدل اور

ڈر جانے والا کہہ کر علماء سے منحرف اور بدظن کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ جو کچھ ہو رہا ہے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اس زمانے کے لحاظ سے قرآن و حدیث کی روشنی میں جو کچھ فقیر حقیر کی سمجھ میں آیا لکھوا دیا۔ مسلمانوں کو صبر و سکون تحمل سے کام لینا چاہیے۔ معاصی سے توبہ کرنی چاہیے، نماز اور دیگر امور شرعیہ کی پابندی کرنی چاہیے حدیث کا ارشاد اذنا بکم امر فانزعوا الی الصلوٰۃ اپنا معمول بہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کرنی چاہیے کہ وہ ان مصیبتوں کو دور فرمائے اور ارشاد الہی اَدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ انہ میسر لکل عسیر وبہ نستعین لدفع کل مصیبة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت و جماعت اس بارے میں کہ اس وقت ملک کی آزادی میں حصہ لینے والی دو جماعتیں ہیں۔ ایک کانگریس دوسری مسلم لیگ۔ کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ہیں۔ اور مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح۔ کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام صاحب آزاد فرماتے ہیں کہ کانگریس انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کیلئے ہندو اور مسلمان کو ایک ہونا چاہیے۔ اور اپنے مذہبی امور میں ہر قوم اپنے مذہب پر قائم رہے گی۔ یعنی کانگریس کسی کے مذہبی امور میں کوئی حصہ نہ لے گی۔ اور مسٹر محمد علی صاحب جناح فرماتے ہیں کہ مسلم لیگ ہی ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے یعنی ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی امور میں مسلم لیگ ہی کو نمائندگی کرنے کا حق ہے، اور کسی مسلم جماعت کی کوئی بات نہیں سنی اور مانی جائے گی اب ایسی حالت میں ہم اسنی حنفی المذہب مسلمانوں کو کس جماعت کا

ساتھ دینا چاہیے؟

- (۲) کیا شارع علیہ السلام نے رافضی کی قیادت کو جائز قرار دیا ہے؟
- (۳) اگر کوئی رافضی دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہندوستان کے مسلم اکثریت والے صوبوں میں اسلامی حکومت یعنی پاکستان قائم کروں گا۔ تو کیا سنی حنفی مسلمانوں کو اسکے اس قول پر اعتماد کرنا شرعاً جائز ہے؟
- (۴) کیا اہلسنت کو رافضی کو شرعی امور میں امیر بنانا جائز ہے؟
- (۵) سنی حنفی مسلمانوں کو رافضیوں پیچریوں یعنی سرسید کے متبعین اور قادیانیوں کے ساتھ کیا برتاؤ اور معاملہ کرنا چاہیے؟
- (۶) اگر مسلم لیگ کو سیاسی جماعت ہی مان لیا جائے تو کیا اسلام کی سیاست دین سے الگ ہے اور ایسی مسلم لیگ تیں جس کا صدر کٹر رافضی اور خوجہ قوم ہو اور اسکی ورکنگ کمیٹی میں رافضی، ملحد، اور پیچری ہوں تو ہم سنی مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو سکتے ہیں اور قدمے، درمے، سنے امداد کرنے میں گنہگار اور عند اللہ معتبوب نہ ہونگے، بنو ابیالکتاب تو جو ایوم الحساب الجواب (۱) کانگریس کا صدر اگرچہ ابوالکلام آزاد ہے جو نام کا مسلمان اور دین سے بالکل آزاد ہے، مگر کانگریس حقیقتاً ہندوؤں کی جماعت ہے اور اسکو ہندوؤں ہی کا مفاد مقصود ہے۔ اس میں نہ مسلمانوں کو شریک ہونا جائز اور نہ اسکے اوٹھائے ممبر کو ووٹ دینا درست کہ وہ ایسے ہی کو ممبری کیلئے نام زد کرے گی جس کی ذات سے ہندوؤں کا مفاد وابستہ ہوگا۔ مسلم لیگ جس جماعت کا نام ہے اس میں ہر قسم کے لوگ شریک ہیں سنی بھی بد مذہب بھی، اس میں شریک ہونا جائز نہیں جب تک اغیار سے پاک نہ ہو مگر ان کے منتخب کئے ہوئے ممبر کو ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ وہ

- سنی ہو اور اس سے مسلمانوں کا مفاد منطنون ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) رافضی گمراہ و بد دین ہے اسکو سردار نہیں بنایا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳) رافضی کیلئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی ہر بات جھوٹی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۴) شرعی امور میں رافضی امیر نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۵) انکو گمراہ سمجھنا چاہیئے اور ان کے ساتھ گمراہوں کا سامعہ کرنا چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۶) سیاست اسلام اگرچہ دین کے منافی نہیں مگر دین میں کچھ باتیں فرض کچھ واجب بعض جائز اور مباح بھی ہیں سب کو ایک مرتبہ میں نہیں رکھا جاسکتا اور جبکہ مسلم لیگ میں ہر طرح کے لوگ ہیں تو اس میں شریک ہونا اور اسکا رہن بننا نہیں چاہیئے۔ مگر اس جماعت نے اگر کوئی ایسا کام کرنا چاہا جس سے سنیوں کا فائدہ ہے تو ایسے کام میں کسی طرح کی مدد پہنچانے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ خود اپنے ہی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جناب محمد مہدی حسن صاحب از بدایوں محلہ سید باڑہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان تاجر ہے یعنی اسکی دکان شہر کے اندر ہے اور کافی فروختگی مال کی ہوتی ہے۔ اور کفار و مشرکین کے میلے یعنی گنگا وغیرہ کے میلوں میں بھی اپنی دکان تجارت کیلئے لے جاتا ہے عمرو کہتا ہے کہ کفار و مشرکین کے میلوں میں جانا اور شریک ہونا ناجائز و حرام ہے مسلمان کو کفری میلوں میں شریک ہونا کسی نیت سے جانا جائز نہیں سوئے تبلیغی نیت کے کیونکہ وہاں جا کے انکے کفری میلے کو رد و تہ دینا اور زینت دینا ہے۔ اور انکے کفری اقوال و افعال سے رضا ہوئی تو کفر ہے۔ ورنہ مدد ہنت غرض عمرو کا یہ کہنا ہے کہ مشرکین کے میلوں میں تجارت کی غرض سے بھی جانا حرام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا قول کہ تجارت کیلئے جانا جائز ہے صحیح ہے عمرو کا قول کہ تجارت کی نیت سے بھی جانا حرام ہے، یہ صحیح ہے۔ صاف صاف حکم شرعی بیان فرما دیجئے۔ ؟

باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر پادے گے ؟

الجواب :- اس میں شک نہیں کہ کفار کے میلوں کی شرکت کرنا، انکو زینت دینا، انکی شان و شوکت بڑھانا حرام اور سخت حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر بھی ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا من کثر سواد قوم فهو منهم۔ مگر تاجر چونکہ محض نیت تجارت اور اپنے سامان کو فروخت کرنے جاتا ہے۔ یا کوئی دوسرا مسلمان ان میلوں میں محض سودا خریدنے جاتا ہے۔ انکی نیت نہ لہو و لعب کی ہو نہ ان کے میلوں کی تزیین کی ہو۔ انکو ان میلوں میں تجارت کرنا جائز ہے صحابہ کرام بعد از اسلام بھی عکاظ و ذوالحجاز و مجنہ جو اسواق جاہلیت اور کفار کے میلے تھے۔ ان میں بغرض تجارت تشریف لے گئے ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں ایک باب اس عنوان پر منعقد فرمایا۔ باب الاسواق اللتی كانت فی الجاهلیۃ فتبایع الناس بہا فی الاسلام۔ اس کے تحت میں امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ای ہذا باب فی بیان جواز التبایع فی الاسواق اللتی كانت فی الجاهلیۃ قبل الاسلام وقصدہ من وضع ہذہ الترجمة الاشارة الى ان مواضع المعاصی وافعال الجاہلیۃ لا یمنع من فعل الطاعة فیہا۔ نیز امام عینی نے کتاب الحج میں تحت باب التجارۃ ایام الموسم والبيع فی اسواق الجاہلیۃ۔ فرمایا کہ جاہلیت کے بازاروں میں سے سیاحت بھی ایک بازار تھا ولم یذكر هذا فی الحدیث لانه لم یکن من مواسم الحج وانما کان یقام فی شہر رجب وقال الرشاطی ہی اکبر اسواق الجاہلیۃ کان یقوم ثمانیۃ ایام فی السنۃ قال حکیم ابن حزام وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحضرہا واشتریت منه فیہا بزاز من برتھامۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :- مسئلہ مولوی محمد یوسف صاحب موضع بنولی ڈاک خانہ سرسند

ضلع مظفر پور بہار ۲۲، صفر ۱۳۶۷ھ

بخدمت فیض درجت رفیع الدرجت ناصر دین و ملت حضرت صدر الشریعہ صاحب مدظلہ العالی دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ گانجا بھنگ پینا اور اسکی تجارت و زراعت کرنی کیسی ہے منع و دلیل تحریر فرمائیں کیونکہ علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا ہے ؟

الجواب :- گانجا اور بھنگ پینا ناجائز اور حرام ہے۔ کہ گانجا مفتر اور بھنگ مسکر ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر اور اسکی زراعت اور تجارت میں حرج نہیں مگر بیعے والوں کے ہاتھ ان کو فروخت کرنا درست نہیں کہ اعانت علی الاثم ہے اور قرآن میں اس کی ممانعت موجود۔ و ہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب حافظ نیاز احمد صاحب اشرفی از گورکھ پور ۲۲ جمادی الاولیٰ سیدی و مولائی دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گذارش اینکه ایک ضروری استفتا حاضر خدمت ہے امید کہ جواب عنایت فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں گے اکثر مسلمان و با و غیرہ کے وقت ڈھول پر قرآن وغیرہ کی کوئی آیت یاورد یا اسی قسم کے دوسرے اسمائے الہی لکھ کر اسے بجاتے ہوئے محلہ پر گھومتے ہیں اس خیال سے کہ کلام پاک کی برکت سے اللہ و بادور کرے گا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسا کرنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز۔ اور ناجائز تو مکروہ تحریمی یا حرام قطعی یا کیا ؟ بعض لوگ اس کو کفر بلکہ شرک تک کہہ گزرتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے ؟ اور اس طرح قرآن کی آیات ڈھول پر لکھنا اور اس پر چوب سے بجانا۔ اگرچہ بے حرمتی کی نیت سے نہ ہو قرآن کی بے حرمتی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں ؟ اور نہیں تو کیوں ؟ بینوا تو جروا

الجواب :- اولاً تو ڈھول بجا نا ہی سرے سے نا جائز ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی۔ نہی عن الکوبۃ۔ وبا و دیگر بیماریوں کے زمانے میں طاعت الہی میں مشغول ہونا چاہیے کہ جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ سب معصیت اور گناہ کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ لہذا اس وقت توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور یہ وعار کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو دفع فرمائے نہ کہ ڈھول بجا کر اپنے جرم میں اضافہ اور خدا کی ناراضی کے موجب بنیں۔ ثانیاً ڈھول پر جو آلہ لہو ہے قرآن پاک کی آیت لکھنا پھر اسکو چوب سے پٹینا نہایت سخت قبیح و مذموم ہے۔ بظاہر یہ صورت قرآن پاک کی توہین ہے اور توہین قرآن مجید یقیناً کفر ہے۔ مگر چونکہ وہ لوگ اپنے اس فعل شنیع سے توہین کا ارادہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی جہالت سے اسے قرآن پاک سے برکت حاصل کرنا سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی اس نیت و ارادہ سے حکم میں جوشدت ہے اس میں کچھ کمی ہو جائے۔ بہر حال ان لوگوں پر توبہ و تجدید اسلام لازم اور بعد توبہ تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الشی (متفرق مسائل)

مسئلہ :- از ہوڑہ محلہ کرشٹان پاڑہ سرسلہ حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب
امام مسجد ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۲۳۱ھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت شریف کون سی صحیح ہے
چونکہ اقوال مختلف ہیں۔ اس لئے کیا عقیدہ رکھا جائے ؟ مع ثبوت عبارت
وحوالہ ارقام فرمائیں۔

الجواب :- تاریخ ولادت میں روایات مختلفہ آئیں، بہت سے روایتوں
سے آٹھویں ربیع الاول شریف کا ثبوت ملتا ہے مگر بارہ ربیع الاول کو اظہارِ سرت
وہمہ و تمام بلا و ارمیہ میں راجع، اسی پر عمل کرنا چاہیے اور یہ مسئلہ عقیدہ
کا نہیں کہ عقائد قطعی ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت بعض حضرات نے بارہ ربیع الاول
بعض نے ۲ ربیع الاول، بعض نے آٹھ ربیع الاول، اور بعض نے ۱۰ ربیع الاول بتائی ہے
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مدارج النبوت، میں تحریر فرماتے ہیں۔
”جاننا چاہیے کہ جمہور اہل سیر اور ارباب تواریخ کا اس پر اتفاق ہے، کہ رسول اللہ صلی

مسئلہ :- مسئلہ نواب وحید احمد صاحب رضوی ساکن بریلی محلیہ قلعہ ۱۰ اشوال^{۱۲} کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد لفظ "واب" کے ساتھ مذکور ہیں اور ہر جگہ وہ مشرک کہے گئے ہیں۔ ایک جگہ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی۔ اللھم اغفر لی ولوالدی الآیۃ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھے کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کسی مشرک کے واسطے دعائے مغفرت نہیں کر سکتے۔ مگر تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی میں اسکی تاویل یوں کی ہے۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انڈرا کو ہدایت فرما کہ وہ ایمان لائیں۔ اور پھر انکو بخش دے۔ پس قرآن مجید کی سب آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے والد آزر تھے جو ضرور مشرک تھے۔ نیز شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کعبہ منگاہ خلیل از رست۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہے کہ حضور کا نور مبارک ہمیشہ اصلا ب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں رہا، اور نیز یہ کہ ہر زمانے میں کم از کم سات آدمی ضرور مسلمان گذرے ہیں اور حضور سب سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹ کا :- صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک "عام الفیل" کے چالیس^{۵۵} یا پچیس دن کے بعد ہوئی ہے۔ یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ ماہ ربیع الاول میں ولادت ہوئی ہے۔ اور بعض علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض بارہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض دو ربیع الاول اور بعض آٹھ ربیع الاول کی رات گزرنے کے بعد کہتے ہیں۔ بہت سے علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض دس بھی کہتے ہیں۔ لیکن پہلا قول یعنی بارہ ربیع الاول کا زیادہ مشہور و اکثر ہے۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ ولادت شریف کے مقام کی زیارت اسی رات کرتے ہیں، اور میلاد شریف پڑھتے ہیں (مدارج النبوت ج ۲ صفحہ ۱۲۲، ترجمہ) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ صبا

بہتر کی نسل میں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضور کے جد و کرام سب کے سب مسلمان و موحدین تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کیا مذہب تھا۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں کیا تطبیق ہے؟ اور فقہاء و مورخین اس باب میں کیا فرماتے ہیں؟ بیاد تو جبروا

الجواب :- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباؤ کرام و اسہات کریمہ حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک سب اسلام و توحید پر تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ الَّذِیْ یُزِکُ حِیْنَ تَقُومُ وَ تَقْلِبُکَ فِی السُّجُودِ۔ وہ جو تمہیں دیکھتا ہے جب کھڑے ہوتے ہیں اور تمہارا منتقل ہونا سجدہ کرنے والوں (نماز پڑھنے والوں) میں۔ دلیل صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور مبارک جن لوگوں میں منتقل ہوتا آیا وہ سب مومنین و موحدین تھے۔ شرک کی نجاست سے آلودہ نہ ہوئے تھے۔ آذر بلاشبہ کافر و مشرک تھا، نصوص قطعیہ سے اسکا مشرک ہونا ثابت۔ مگر یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ نہ تھا۔ ان کے والد کا نام تاریخ تھا، اور آذر چچا تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ علیہ یحییٰ سے آذر کے پاس رہتے تھے اور چچا بھی مثل باپ کے ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے عم الرجل منوایہ اس وجہ سے ان کا انتساب آذر کی طرف ہوا اور یوسفین مشہور تھا۔ قرآن مجید نے اب کبار تعبیر فرمایا اور یہ محاورہ دائرہ سائر ہے بہت سے لوگ چچا کو باپ کہتے ہیں، خصوصاً باپ کے بڑے بھائی کو، تو آذر کے مشرک ہونے سے ان احادیث و روایات پر کچھ اثر نہ پڑے گا، رہا یہ امر کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آذر کیلئے دعائے مغفرت کی اور مشرک کیلئے دعائے مغفرت حرام اسکا جواب قرآن عظیم ہی نے خود ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِیْمَ لِاَبِیْهِ

إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاكَ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَكَ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأ مِنْهُ، ابراہیم کا استغفار اپنے آپ کو کیلئے ایک وعدہ کے سبب تھا کہ انھوں نے وعدہ کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کو واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ خدا کا دشمن ہے (ایمان لانے کا نہیں) تو اس سے بیزاری ظاہر کی اس مسئلہ کی تحقیق تمام مع دفع ادہام رسائل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ و در سالہ شیخی و مرشدی شمول الاسلام لا بابر النبی الکرام میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مسلمانان محلہ سہسوالی ٹولہ شہر کہنہ بریلی ۱۰ سوال ۱۴۱۰
علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان سے واسطے مسجد اور چاہ وغیرہ بضرورت مرمت چندہ طلب کیا جائے اس شخص یہ کہے کہ میں ان کاموں کے واسطے چندہ دینا برا سمجھتا ہوں، اور نہیں دوں گا، بلکہ اس واسطے دینے کیلئے تیار ہوں، جو احاطہ مسجد کے اندر ملحق فرش مسجد اپنے ہاتھ کی طرف جو زمین افتادہ ہے، اس میں ایک عمارت بنوا کر ایک طوائف آباد کی جائے وہ ہر وقت گانا، بجانا و حرام خواری کرائے۔ تو ایسی صورت میں مبلغ پچیس روپیہ دے سکتا ہوں ایسے مرد مسلمان کیلئے علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

الجواب :- مسجد و چاہ کی مرمت کے اور خیر و ثواب سے ہے۔ اسکو برا بتانا اور ان کے مقابل محرمات شرعیہ و قباح دینیہ کو بظاہر تزیین دینا، نہایت سخت جرات و بیباکی ہے، اس شخص پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد بخش محلہ شاہ دانابریلی شہر کہنہ ۲ ذیقعدہ ۱۴۱۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص عالم کو دھوکا دے اور بیان غلط کرے جسکے وجہ سے ایک گروہ میں افتراق پیدا ہوا، اس شخص کی واسطے شرع

کیا حکم دیتی ہے ؟ لے پ ۱۱ رکوع ۱۲ سورہ توبہ ۱۲ مصباحی

الجواب :- دھوکا دینا حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا من غشنا
فليس منّا، جو ہم کو یعنی مسلمانوں کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں، اور خلاف
واقعہ سوال کر کے عالم سے جواب لکھوانا کچھ کام نہ دیگا، مفتی تو سوال کے مطابق
جواب دیگا اگر سوال صحیح ہے اور اس کے موافق جواب ہے تو اس پر عمل کرنا
اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا سبب ہے،
اور غلط واقعہ لکھ کر جواب لیا تو اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس سے
کچھ مخفی نہیں، قیامت کو اس کی باز پرس ہوگی، اور جماعت میں افتراق و جدائی
کرنا حرام ہے اور جھوٹ بول کر ایسا کرنا دوسرا حرام، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیے
اور کذب و افتراء سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ شوکت علی محلہ ذخیرہ بریلی ۸ رذیقہ ۱۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں
کہ زید نے ایک شخص مشرک کو مسلمان باقاعدہ کہا، پہلا نام بچہ تھا، اور اسلامی
نام عبد اللہ رکھا، دو شخص بکر و عمر و اس کے خلاف ہوئے اور کہا کہ اس کو
دوبارہ مسلمان سب کے سامنے کیا جائے، حالانکہ وہ اپنے اسلام کا مقرے
اور کہتے ہیں کہ سب گاؤں کو شربت یا کھانا دیا جاوے اگر ایسا نہیں کریگا تو اس کا
حقہ پانی سب بند رہے گا، چنانچہ اس کا حقہ اور کنوئیں سے پانی بھرنا سب
بند کر دیا ہے، اب بکر اور عمر کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے کہ تمام مسلمانوں
کو بہکا کر اس نو مسلم سے علیحدہ کر دیا ہے، بینوا تو جردا

الجواب :- جب وہ مسلمان ہو چکا اور لوگوں کے سامنے اقرار بھی مسلم ہو چکا
کرتا ہے۔ تو دوبارہ مسلمان کرنے کے کیا معنی، اور زبردستی اس سے شربت
یا کھانا لینا حرام، قال تعالیٰ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، اور بلا وجہ شرعی

حقہ پانی بند کرنا جائز۔ بکرو و عمرو نے سخت ظلم کیا کہ ایک نو مسلم کے ساتھ ایسا تشدد کیا اس کے ساتھ نہایت نرمی و اخلاق حسنہ سے پیش آنا تھا، ابتداءً ایسی بیجا سختیاں دیکھ کر معاذ اللہ منحرف ہو جانے اور اسلام کی خوبی ذہن سے جاتی رہنے اور مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے، بکرو و عمرو پر توبہ فرض ہے، اور اس سے معافی مانگیں، اور اسے اپنا دینی بھائی تصور کریں، اور کوشش کریں کہ وہاں کے تمام مسلمان اس نو مسلم کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد امین صاحب ولد مولوی مسعود صاحب ساکن ضلع

ٹہانہ محلہ سوداگران بھیمٹری ۶ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں جو مذکور ذیل ہیں ؟

(۱) شب معراج میں نوافل واستغفار وغیرہ کا پڑھنا اور دن میں روزہ رکھنا

جائز ہے یا نہ یا شرک و بدعت ہے ؟
مسئلہ (۲) جو شخص تحقیر شان حضرتنا و شیخنا غوث الاعظم قدس سرہ کی کرتا ہے اور آپ سے زیادہ کبر و اس کی عظمت شان بیان کرتا ہے اور لوگوں کو زور دیکر ان کے عقائد کو اس جانب مائل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ آپ سے کبر و اس کی شان بڑھی ہوئی ہے، ایسے شخص کو شرع شریف کیا حکم کرتی ہے۔ بنیوا تو جبروا ؟

الجواب (۱) :- علاوہ اوقات مکروہہ کے نوافل ہر وقت جائز اور اوقات فاضلہ میں بدرجہ اولیٰ جائز و بہتر، نماز و استغفار بھی شرک ہوں تو اسلام کیا کفر کا نام ہے، معاذ اللہ شرک بات بات میں دوڑاتا ہے کیا شرک بھی امور عامہ سے ہے کہ جو کبر و شرک ہو، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جو حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کریم میں گستاخی کرتا ہے اس کے سوا خاتمہ کا اندیشہ ہے، یہ تو تمام اولیاء کے سردار ہیں جو کسی ولی سے عداوت رکھے خدا سے لڑائی لیتا ہے صحیح حدیث میں فرمایا من عادی لی ولینا فقد اذنتہ بالحرب، کبیر داس جو کا فر تھا اور مسلمان ہونا اس کا ثابت نہیں ایسے کو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاذ اللہ افضل کہنا کیسی سخت گستاخی ہے، پھر ان کی شان میں جن کا قدم پاک تمام اولیاء کی گردن پر کہ حضور نے فرمایا قدھی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، بلکہ اکابر اولیاء نے فرمایا بل علی راسی وعینی، بلکہ ہمارے سر اور آنکھوں پر، اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے ورنہ عنقریب اس کا نتیجہ دیکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سوال کے بارے میں کہ طوائفان یعنی رنڈی، بھڑے وغیرہ جو ایسے پیشہ کے لوگ ہیں ان کا پیسہ اسلام کی کسی مدد کیلئے چندہ کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ پیسہ عید گاہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس پیسہ کا بدل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور بدل کیسے ہو سکتا ہے۔ بدل کا کیا طریق، اور بدل ہونے کے بعد وہ پیسہ مدرسہ اسلامیہ میں یا مسجد عید گاہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حرام مال ایسے امور میں صرف نہیں کیا جائے گا نہ اس میں کچھ ثواب، حدیث میں ہے ولا یقبل اللہ الا الطیب، بلکہ خود ایسے بھی اپنے صرف میں لانا حرام۔ حکم ہے کہ ایسے اموال فقراء کو دیدیئے جائیں، مدرسہ کے طلبہ جو فقراء و مساکین ہوں ان کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ طوائف

قرض لیکر عید گاہ یا مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے کہ یہ قرض کاروبار پر حرام نہیں۔ یونہی اگر اس حرام مال سے کوئی شئی خریدی تو یہ شئی حرام نہ ہوگی جبکہ عقد و نقد مال حرام پر مجتمع نہوں، کذا فی الدرر۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ عبد الغنی اسمعیل اینڈ سنس کیوتھ مرچنٹ صدر بازار

رائے پور ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ زمانہ خراب ہے، عمر و کہتا ہے زمانہ کو برامت کہو آیا ہر دو میں کون حق پر ہے؟

الجواب :- زمانہ کو برا نہ کہنا چاہیے کہ زمانہ نے کسی کا کیا بگاڑا، حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے یو ذینی ابن آدم یسب الناس وانا اللہم بیدی الامر قلب اللیل والنہار۔ ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں تصرف کر سوا لایں نہوں، کام میرے ہاتھ میں ہے، میں رات اور دن کو پھیرتا ہوں، رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگر زید کی مراد زمانہ سے اہل زمانہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اچھے نہیں، فتنہ و فساد کثرت سے ہے، خیر و صلاح والے کم ہیں، تو یہ ٹھیک ہے اور اگر تمام لوگ مراد ہیں کہ اب کوئی شخص اچھا نہیں سب برے ہی ہیں تو غلط، اور وہ خود برا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قال الرجل ملک الناس فهو املکم۔ کسی نے اگر سب لوگوں کو ہلاک کی طرف نسبت کیا تو سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا خود ہے۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حافظ ولایت حسین صاحب محلہ قروان بریلی۔ ۲۱ محرم ۱۴۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ

زید نے ایک منقبت و تعریف و توصیف سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد اختتام میلاد پڑھی، جس کے بعض اشعار سے حضور کی شان کے منکروں اور تنقیص کرنے والوں پر لعن و طعن کا اظہار ہوتا تھا بطور مثال مصرع
 کیا کھینوں کے گھٹائے کہیں گھٹ جائیگا؟ انکے جد نے جو بڑھا رکھا ہے ربہ غوث کا
 عمرو نے اسکو سنکر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم سنی ہیں اور ہمارے مذہب میں کسی کی
 توہین کرنا جائز نہیں، اور نہ میلاد میں اس قسم کی غزلیات پڑھنا روا ہے۔ لہذا
 معروض خدمت والا کہ ایسی غزلیات کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تنقیص کرنے
 والوں کو برا کہنا اور برا سمجھنا حتیٰ کہ کافروں کو برا کہنا اور سمجھنا اور حسب موقع برائے
 آگاہی مسلمین انکے عیوب کا اظہار کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز عمرو کا یہ کہنا کہ ہم
 سنی ہیں اور ہمارے مذہب میں کسی کی مذمت کرنا درست نہیں کس حد تک درست
 ہے اور در صورت شرعی کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جو یقینی کافر ہو اسے کافر جاننا ضروریات دین سے ہے کہ ایسے
 کافر کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے، فتاویٰ بزازیہ وغیرہ میں ہے من شک
 فی عذابہ و کفرہ فقد کفر۔ اور اگر ضرورت ہو تو زبان سے بھی کہا جائے گا۔ اور
 بلا ضرورت بھی اگر کافر کہا تو کوئی حرج نہیں کہ جب وہ کافر ہے تو اس کو کافر کہنے
 سے کیوں روکا جائے، اور کافر بلا شبہ برے ہیں، قرآن کریم نے انھیں برا کہا
 اولئک هم شر البریۃ، ان کے بارے میں ارشاد ہوا، کہ یہ تمام مخلوق سے بدتر
 ہیں، اور مسلمانوں کے آگاہ کرنے کیلئے ان کے عیوب بیان کئے جائیں گے
 غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت اور عظمت شان آج دنیا میں کسے مسلم نہیں
 سوا روا فض اور بعض وہابیہ کے کوئی منکر نہیں، حدیث صحیح میں اللہ عزوجل کا
 ارشاد موجود۔ من عادے لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ جو میرے کسی ولی کے

ساتھ عداوت رکھے میں اسے لڑائی کا اعلان دے دیا، اولیاء کرام سے دشمنی رکھنے والے خدا سے لڑنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ کیا کمینہ پن چاہئے، اگر کسی نے ایسے کو کمینہ کہا تو کیا بیجا کہا یہی لوگ جو دشمنان انبیاء و اولیاء کو برا کہنے پر یوں بھرتے ہیں اگر ان کو یا ان کے باپ دادا کو کوئی ذرا برا کہے پھر ساری تہذیب و تہذیب کل اٹھا کر طاق پر رکھ دیں گے۔ اور اپنی چلتی گئی نہ کریں گے۔ اگرچہ ایسے موقع پر انھیں غیظ و غضب کو دفع کرنا چاہئے تھا مگر جب محبوبان خدا کو منکر برا کہتے ہیں تو ٹھنڈے دل سنتے ہیں اور اگر کسی مسلمان نے اس کے جواب میں کچھ کہہ دیا تو ان لوگوں کی تہذیب میں ٹھیس لگتی ہے اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا یہ حکم ہے کہ کسی کو برا نہ کہو۔ معلوم نہیں کہ کس آیت یا حدیث میں انھیں ایسی تعلیم دی گئی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ شاہ قمر الدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدرسہ معینیہ از یوکرن ماڈر وار ریاست جو دھپور مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۲ھ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ انبیاء علیہم السلام

اور اولیاء اللہ حیات ہیں یا نہیں؟
مسئلہ (۲) تحریر اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتاب میں حفظ الایمان و براہین قاطعہ مؤلفہ رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد سہارنپوری ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) وہ مذہبی حنفی کی کون سی کتابیں ہیں جن کو پڑھ کر عالم ہونا ہے مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتابیں و براہین قاطعہ و تقویۃ

الایمان، و بہشتی زیور کا پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟
الجواب (۱) قرآن مجید نے تو شہداء کو مردہ کہنے سے منع فرمایا، لَا تَقُولُوا

لَمْ يَنْتَقِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ - پھر انبیاء و توابیاء میں علیہم الصلوٰۃ والسلام، حدیث میں ہے ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حتى يبرق والله تعالى اعلم

الجواب (۲) حرام حرام سخت حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) عالم ہونے کیلئے دو ایک کتاب نہیں بہت کسی کتابیں پڑھنا پڑتی ہیں۔ براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تقویۃ الایمان و بہشتی زیور میں کفریات و ضلالت و بطلالات ہیں عوام کو ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا اور دیکھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ علی مظفر خان بریلی۔ محلہ جسولی ۲، ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک عورت جس کا عقد ڈھائی سال پیشتر ہو چکا ہے اور اس کے ماں باپ نے جبریہ اپنے پاس بیٹھا لیا ہے اور بلا اجازت اس کے شوہر کے اس کو جا بجا دوسرے اپنے عزیز واقارب میں لئے پھرتے ہیں اور اس کو اس ہفتہ میں کسی ایک پیر کا بلا اجازت اس کے خاوند کے مرید بھی کرا دیا، ایسی صورت میں اس کا بیعت ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- بلا وجہ شرعی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکنا ناجائز اور حرام ہے، قرآن مجید میں فرمایا۔ مَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَاحِيَةٍ - بیعت ہونے کیلئے اجازت شوہر کی ضرورت نہیں مگر ناراضی شوہر کا خیال رکھنا ضرور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ عبدالقادر طالب علم مدرس اہلسنت بریلی۔ ۱۱ ربیع الآخرہ ۱۴۲۲ھ
قبر سے اٹھنے کے وقت سے جب تک حساب کتاب ہوں گے ستر عورت

ہوگی یا نہیں اور اگر ستر عورت ہوگی تو کسی کیلئے مخصوص ہوگی یا نہیں دیگر ہمارے
آقا نامدار سرور دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم
الصلوة والسلام کیلئے بھی جو سوال مذکورہ سے جواب ہوگا وہی حکم ہے یا نہیں؟
الجواب :- عوام اپنی قبروں سے برہنہ، ننگے پاؤں، ناخن نہ کر وہ اٹھائے
جائیں گے، صحیحین کی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، انکم محشورون حفاة عراة
عزلاء ثم قرأ کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین، نیز
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری و مسلم میں مروی کہ حضور
نے ارشاد فرمایا، يحشر الناس حفاة عراة عزلاء۔ لوگ ننگے پاؤں ننگے
بدن ناخن نہ کر وہ اٹھائے جائیں گے، عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ الرجال
والنساء جميعا ينظر بعضهم الى بعض، مرد و عورتیں یکجا ہوں گے ایک دوسرے
کو دیکھتا ہوگا۔ فرمایا یا عائشة الامراشد من ان ينظر بعضهم الى بعض
اے عائشہ وہ امر اس سے سخت ہوگا کہ کوئی دوسرے کی طرف نظر کرے
اور روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں یہ بھی ہے۔ واول من یکس
یوم القیۃ ابراہیم، اور سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو لباس
پہنایا جائے گا، علمائے نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضور
نے ذکر میں بوجہ عزت ابوت مقدم رکھا اور یہ لباس جس کا یہاں ذکر
فرمایا لباس خلعت ہے نہ لباس ستر کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بلکہ
اولیاء کرام اپنی قبور سے بقدر ستر کفن پہنے ہوئے اٹھیں گے، ملا علی قاری
علیہ رحمۃ الباری مرقاة میں فرماتے ہیں۔ وعندی واللہ اعلم ان الانبیاء
بل الاولیاء یقومون من قبورهم حفاة عراة لکن یلبسون کفانہم بحیث

لا یکشف عوالتهم علی احد ولا علی انفسهم ثم یرکبون النوق و یرضون المحشر
 فیکون هذا اللباس محمولاً علی الخلع الالهیة والعلل الجنیة علی الطائفة الاصطفائیة
 واولیة ابراهیم علیہ السلام یرحمہم ان یرکبون النوق و یرضون المحشر - واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ رمیض الدین احمد ڈاکخانہ بیشالکھ موضع رکھونا تھ پور مدرسہ
 ضلع پٹنہ ۳ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان چند سوالات
 کے جواب میں کہ زمانہ موجودہ میں بعض پیر لوگ ہر دیہات میں تشریف لے
 جاتے ہیں، اور ہر آدمی کو مرید کرتے ہیں، سالانہ ایک دو مرتبہ اس دیہات
 میں تشریف لیجاتے ہیں اور ایک رئیس کے مکان میں بیٹھتے ہیں اور بذریعہ نوکر
 کے خبر دیتے ہیں کہ پیر صاحب تشریف لائے، ان سے ملاقات کرو۔ جو شخص
 ملاقات کرنے کو آتا ہے تو پیر صاحب بولتے ہیں میاں پہلے دعوت کرو گے
 یا دو چار روز بعد کو کوئی آدمی بولتا ہے دو چار روز بعد دعوت کرو گا اور کوئی
 اسی وقت دعوت کرتا ہے جب دو یا تین روز گزارتے ہیں تو شخص اول کے
 مکان میں نوکر بھیجتا ہے، بولو پیر صاحب تو چلے جا میں گئے تمہارے مکان کی
 دعوت کب ہے، یہ کنایتہ سوال ہوتا ہے یا نہیں اور اس قسم کا سوال کرنا شرعاً
 کیسا ہے؟

دوم کوئی شخص پیر صاحب کو دعوت کر کے اپنے مکان لے گئے بعد طعام
 کے اپنے مقدور کے مطابق آٹھ آنہ یا ایک روپیہ دیا تو اس وقت یہ سوال کرتا
 ہے میاں ہم ایک دو برس بعد آئے آٹھ آنہ یا ایک روپیہ کیا دیتے ہو۔ شرعاً
 یہ مال حلال ہے یا نہیں اور وہ شخص سائل میں شامل ہو گا یا نہیں۔
 سوم پیر صاحب کوئی آدمی کے مکان میں کوئی اچھی چیز دیکھیں تو سوال

کرتا ہے میاں فلاں چیز ہمو دیدو، اس قسم کا سوال شرعاً کیسا ہے؟
 چارم اگر کوئی بستی میں پیر صاحب گئے تو محلہ والا دو چار آدمی اگر بیٹھے
 تو پوچھیں گے میاں تم لوگ کہاں مرید ہوئے، تو بعض بولتے فلاں پیر
 کے ہاتھ بیعت ہوا تو پیر صاحب بولتے ہیں دوسرے کے ہاتھ کیسے بیعت
 ہوا تمہارا باپ دادا ہمارے باپ دادے کے مرید تھے۔ اگر تم اعتبار نہیں
 کرتے ہو ہمارے ہی میں دیکھو۔ تمہارا باپ دادا کے نام ہیں اس وقت
 تم کو واجب ہے ہمارے ہاتھ بیعت ہونا کیونکہ ہم لوگ خاندانی پیر ہیں،
 ہمارا خاندان چھوڑ کر دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کے فریب سے
 بیعت کرنا شرعاً کیسا ہے۔

پنجم۔ بلا دعوت مرید کے مکان میں جا کر مولود شریف پڑھنا شرعاً جائز ہے
 یا نہیں، اور اس کا کیا حکم ہے اور کون شخص پیر ہو سکتا ہے، اور پیر کے
 واسطے کیا کیا شرط ہے؟ اور پیر کے واسطے مرید کو کیا کیا تعلیم دینا شرط ہے۔

فقط تو بہ گرانے سے پیر ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 ششم۔ اگر کوئی پیر صاحب میں شروط شرعیہ مسئلہ نہ پائی جائے
 تو نماز پنجگانہ و جمعہ میں اس کے ساتھ اقتدار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
 اور جس پیر کو یہ اخلاق ذمہ ہو تو اسکو پیر ماننا کیا حکم ہے؟ بیوا بال دلیل
 الجواب :- پیری کیلئے چار شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی شرط
 مفقود ہو تو اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے،

اول۔ سنی صحیح العقیدہ ہو کہ بد مذہب خود گمراہ ہے دوسرے کو کیا
 ہدایت کریگا۔ او خوش تن گم است کرار بہری کند۔ نیز پیری کی تعظیم کیجا نیکی
 اور بد مذہب کی تعظیم حرام۔ نیز یہ کہ جب اسے پیر بنائے گا تو اسے اچھا

سمجھیکا اور اس کے اقوال و عقائد کو محمود جانے گا تو خود بد مذہب ہو گیا۔
دوم۔ اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کہیں سے
انقطاع نہ ہو تاکہ اس کے ذریعہ سے فیض پہنچ سکے۔
سوم۔ فاسق معین نہ ہو۔ کہ پیر کی تعظیم ضروری ہے اور فاسق معین کی امانت
شرعاً واجب۔ چہارم بقدر ضرورت علم رکھتا ہو کہ اوامر کا امتثال اور نواہی
سے اجتناب کر سکے اور جب علم ہو گا تو شیطان کے دھوکے میں آنا کچھ مستبعد
نہیں، بلکہ اس سے بچنا بعید ہے اور مرید کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس پیر سے
عقیدہ رکھتا ہو ورنہ بیعت کچھ مفید نہ ہوگی۔ بلکہ یہ بیعت ہی نہیں، جب عقیدت ہی نہیں،
پیر کا یہ کہنا کہ تمہارے باپ دادا ہمارے باپ دادا سے مرید تھے، لہذا تم
دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے محض غلط ہے اگر اس پیر میں شروط اربعہ
مذکورہ پائے جاتے ہوں جب تو یہ خود ہی اہل نہیں اگرچہ اس کے باپ دادا
شیوخ ہوں کہ مشیخت کوئی ترکہ نہیں کہ باپ دادا پیر تھے تو یہ بھی پیر ہوں،
اور اگر اہل ہوں جب بھی اس کا دوسرے سے مرید ہونا جائز ہے، جبکہ
یہ شخص جس کا مرید ہوا جامع شرائط ہو۔ پیر کو لازم ہے کہ مرید کو اتباع شرع
کی تعلیم دے اور اگر مرید میں طلب صادق دیکھے اور صلاحیت بھی پائے تو
مناسب حال اعمال و اشتغال تلقین کرے۔ فقط توبہ کرانے سے پیر نہ ہو گا
جب تک اپنے سلسلہ میں داخل نہ کرے۔ مگر جس نے توبہ کرائی اس کا
بھی احسان ماننا چاہیے کہ معاصی مہلکات ہیں اور توبہ نجات دلانے والی
تو توبہ کرا نیوالا نجات کا سبب و ذریعہ ہوا اور یہ اس کا بہت بڑا احسان ہوا
اور بلا ضرورت شرعیہ سوال حرام ہے بکثرت احادیث میں اسکی ممانعت
آئی اور اسکو جہنم کا انگارہ فرمایا۔ اور فرمایا من يستغف يعضه الله ومن يستغف يفتن يفتنه الله،

جو بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا اور جو لوگوں سے غنی ہونا چاہے گا اللہ اسے غنی کر دے گا۔ خصوصاً پیر ہو کر سوال کرنا تو سخت معیوب ہے اور بلا دعوت مرید کے یہاں جانے میں تو حرج نہیں مگر اس کو حرج نہیں فال دینا ضرور حرج ہے تو میں اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا یا وعظ کہنا سبب برکت سے مگر مٹھائی وغیرہ کی تکلیف دینا جب کہ اسے خود خواہش نہ ہو نہیں چاہیے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ سیدن اشرف ضلع بستی محلہ پورانی بستی ۹ ارجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ماں باپ چور ڈاکو ان ہیں۔ بری باتوں کے سوا کوئی اور تعلیم نہیں دی گئی۔ تو اس حالت میں زید گنہگار ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ شریعت کے احکام سے بالکل ناواقف ہے؟

الجواب:- اگر زید معاصی کریگا تو ضرور اسکے سر مواخذہ ہے اللہ عز و جل فرماتا ہے۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مومن علی صاحب صدیقی۔ بدایون۔ ۲۲ رجب ۱۴۲۲ھ علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات ذیل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) کیا کسی گروہ اسلام کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اقسام حدیث زیادہ علی القرآن و نسخ قرآن بھی ہیں اگر یہ اقسام ہیں تو ان کی تعریف مع مثال معلوم ہونی چاہیے اور ہر دو اقسام و حدیث شرح قرآن میں کیا فرق ہے، اور نیز یہ کہ بقول مخالف اسلام بہ موجودگی اقسام ۲ مذکورہ بالا کی تحریف انجیل کی تحریف و تحریف قرآن میں کیا فرق رہتا ہے بجز اسکے کہ انجیل کی تحریف ایک جماعت کثیر علماء کی کرتی ہے

اور قرآن کی تحریف کی ذمہ دار صرف ایک ذات رسول کی قرار دی جاتی ہے اور وہ بھی بر بیان چند روایات ایک گروہ خاص کی ؟

(۲) اسلام میں حدیث متواتر اور مشہور اور حدیث مخالف نص کی کیا تعریف اور شناخت اور شرائط ہیں مع امثلہ معلوم ہونی چاہئے یعنی جو احادیث مسئلہ کل گروہ اسلام ہیں وہ اقسام ۲ میں داخل ہیں یا کہ مسئلہ ہر ایک گروہ خاص کی ؟

(۳) کلام الہی و کلام رسول پر بقدر اپنی عقل اور علم کے سمجھ کر اور اس کی منشا اور نتیجہ سے واقفیت حاصل کر کے عمل کرنیکا حکم اور افضلیت ہے یا محض کورانہ بلا سمجھے اور واقفیت کے عمل کرنیکا حکم ہے اگر سمجھنے کا حکم اور افضلیت ہے تو ایسا شخص جو خود اپنی رائے اور سمجھ سے منشا اور نتیجہ ہر دو کلام پاک کا اخذ کر کے عمل کرنیکا مجاز نہیں ہے تو وہ ایسا شخص اپنے عمل و علم کے مطابق منشا اور نتیجہ ہر دو کلام موصوف اخذ کر کے اس کے مطابق علما و فقہاء و مفتیان سے بغرض سمجھنے و اطمینان قلب کے سوال کرنیکا مجاز ہے یا نہیں یا کہ واقعات و دلائل روشن کی موجودگی میں ایسے سوالات کرنا ممنوع ہیں بلکہ محض یا بندی الفاظ ہر دو کلام بلا سمجھے منشا و نتیجہ کے عمل کرنا چاہئے اس کے سمجھنے میں قیاس اور عقل کو دخل نہ دینا چاہئے، جس طرح بلا تشبیہ ہر ہمنام قدیم متعلق تعمیل و ید کی طرز عمل رہا ہے؟

(۴) جملہ احکام مندرجہ کلام الہی کی تعمیل کی یا بندی بالتخصیص و بالتعمیم ذات رسول مقبول پر ہے یا کہ باختیار رسول مقبول ہے یعنی جس حکم کی چاہیں تعمیل کریں اور جس کی چاہیں نہ کریں اور اپنے آپ کو ان احکام شرعی مندرجہ کلام پاک سے مستثنیٰ کریں ؟

الجواب :- نسخ کے یہ معنی ہیں کہ حکم ایک وقت محدود تک کے لئے تھا مگر یہ ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ اتنے زمانے تک کیلئے ہے پھر اس زمانہ کے

پورا ہونے کے بعد دوسرا حکم دیا گیا جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا اٹھا دیا گیا اور حقیقتہً بیان مدت حکم اول سے کہ واقع میں وہ حکم اتنے ہی دنوں یا زمانہ کے لئے تھا۔ جب نسخ کے یہ معنی ہیں تو اگر حکم الہی کسی معاملہ میں ایک محدود وقت کیلئے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اس کا علم عطا فرما دیا ہو اور حضور نے اس مدت کے ختم پر دوسرا حکم بیان فرمایا جس سے حکم اول کا اسی محدود وقت میں ہونا معلوم ہوا۔ اس میں کیا استحالہ ہے اور جب یہ حدیث وحی غیر متلو ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ حدیث قرآن کی ناسخ ہو سکتی ہے اور زیادہ علی الکتاب تو مسند متفق علیہا ہے مطلقہ ثلثہ کا زوج اول کیلئے حلال ہونے کو قرآن نے فرمایا۔ حتی تنکح نرجا غیرہ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاحتی تذوق عسیلتہ ویدوق عسیلتک۔ نکاح کے محرمات جتنے قرآن نے بیان فرمائے انکے علاوہ بعض دیگر حدیث میں مذکور، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ احادیث و احل لکم ما وراء ذلکم۔ کے عموم کی ناسخ ہیں کہ عام کی تخصیص یہ بھی ایک نوع نسخ ہے۔ تفسیر کی بہت سی صورتیں ہیں یہ بھی ایک طریق تفسیر ہے اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ نسخ و تحریف میں زمین آسمان کا فرق ہے کہ تحریف تبدیل و ابطال ہے اور نسخ بیان مدت حکم۔ آخر یہ تو مسلم ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کی ناسخ ہوتی ہیں۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا۔ تو اگر نسخ سے تحریف لازم آتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تحریف کر دی اور وہ خود فرماتا ہے۔ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حدیث متواتر وہ ہے جس کے ہر طبقہ میں اتنے راوی ہوں کہ عاۓدۃً ان کا اجتماع علی الکذب محال ہو۔ اور ہر طبقہ میں دو سے زائد راوی

ہوں تو اسے مشہور کہتے ہیں۔ بعض علماء نے۔ البینۃ علی المدعی والیمین
 علی من انکرہ کو متواتر کہا ہے۔ اور حدیث عسیلہ جو اوپر مذکور ہوئی۔ مشہور
 ہے۔ خبر آحاد جب نص کے مخالف ہو تو رد کر دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 الجواب (۳) کلام اللہ بغیر رسول کے بتائے نہیں سمجھا جاسکتا۔
 اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ اور فرماتا ہے، لَتَبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ
 مَا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ اور فرماتا ہے، ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانُهُ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فرماتے ہیں، من فسر القرآن براءۃ فان اصاب فقد اخطا۔
 اور کلام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمجھنے والے فقہائے کرام ہیں
 ائمہ محدثین فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء قرآن وحدیث
 کا منشاء سمجھنا مجتہد کا کام اور ظاہر کہ مرتبہ اجتہاد مرتبہ تقلید سے افضل،
 مگر اب اس زمانہ میں کہ بڑے بڑوں کو نہ رجال کی کمیز نہ حدیث کے طرق
 مختلفہ پر اطلاع کہ یہ حدیث کتنے طرق سے مروی۔ اور ان میں کیا فرق۔ نہ
 علل وغوامض کی خبر۔ نہ علوم عربیہ ومقدمات اجتہاد سے واقفیت،
 ایسے لوگ کب منشاء کو سمجھیں یا پایہ اجتہاد کو پہنچ سکیں نہ کہ کسی کتاب کا
 ترجمہ اردو میں دیکھ کر یا زیادہ سے زیادہ کچھ تھوڑی سی عربی پڑھ کر کان بکون
 کا ترجمہ کر لیں گے تو یہ سمجھ لیا کہ ہم اس کلام کے منشاء سے واقف ہو گئے
 اور ائمہ مجتہدین نہ سمجھ سکے۔ کس قدر بے جا بات ہے۔ ابام غزالی وامام
 رازی اور بڑے بڑے ائمہ ومحدثین کو جب تقلید سے چارہ نہیں تو آج کل
 کے علماء کس شمار میں ہیں۔ اس مسئلہ کی کامل تحقیق دیکھنی ہو تو
 اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کا رسالہ الفضل الموبہی دیکھئے۔ ہاں اطمینان
 قلب وزیادۃ علم کے لئے علماء سے مسائل سمجھنا اچھی بات ہے،

فاسئلواہل الذکر ان کنتم لا تعلمون، واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون احکام
 الہی کی پابندی کر سکتا ہے قرآن مجید حضور پر نازل ہوا اور حضور اس کے
 سمجھنے والے اور اللہ عزوجل تعلیم دینے والا۔ حضور جو کچھ کرتے خدا کے حکم
 سے کرتے۔ رضائے الہی کے خلاف نہ کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از محلہ ذخیرہ بریلی مسئلہ منشی شوکت علی صاحب ۵/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ
 (۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا مسئلہ ذیل میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے بعد جملہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و جملہ اولاد و امجاد ہیں حضرت سید
 فاطمہ زہرا و حضور کے صاحب زادگان حضرت قاسم و عبداللہ و ابراہیم و جملہ
 امہات المؤمنین اور امام حسن و امام حسین اور سب امام رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی داخل ہیں کس کا مرتبہ سب سے

زیادہ ہے ؟

مسئلہ (۲) جو شخص حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ و اولاد امجاد حضرت
 سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ پر فضیلت دے اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب (۱) بعد انبیاء و مرسلین سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 مروی کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی،
 ای الناس احب الیک۔ سب لوگوں میں حضور کے نزدیک محبوب تر کون ہے
 قال عائشہ۔ فرمایا عائشہ۔ قلت من الرجال۔ میں نے عرض کی
 مردوں میں کون۔ قال ابوہا۔ فرمایا ان کے والد یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

صحیح بخاری شریف میں محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں
 قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابوبکر
 قلت ثم من قال عمر۔ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
 سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں
 بہتر کون ہے انھوں نے فرمایا ابوبکر، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا کہ عمر،
 ترمذی شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
 وہ فرماتے ہیں۔ ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم۔ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے افضل اور
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب
 ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ شخص بد مذہب گمراہ ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی
 کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاویٰ خلاصہ و خزانۃ المفتیین
 میں ہے۔ الرافضی ان فضل علیاً علی غیرہ فبتدع ولوانکر خلافة الصلی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو کافر۔ شلبیہ علی الزیعی میں ہے۔ من فضل علیاً
 علی الثلثة فبتدع۔ مجمع الاثر میں ہے۔ الرافضی ان فضل علیاً فهو
 مبتدع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از سراد آباد محلہ شیدی سرائے مرسلہ حاجی محمد اشرف صاحب
 شاذلی ۶، صفر ۱۴۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات
 ذیل میں خصوصاً مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب مہتمم مدرّسہ اہلسنت بریلی
 وہابیہ غیر مقلدین غیر ائمہ سے مرادیں اور وعار یا وسیلہ مانگنے میں

یہ دو آیتیں قرآن پاک میں سے پیش کر کے کہتے ہیں کہ وعار و مرادیں یا وسیلہ مانگنے والا مشرک۔ اور یہ شرک ہے۔ (۱) قال اللہ تعالیٰ لَا تَدْعُوا إِلَّا إِلَیَّاءُ۔ دوسری یہ ہے قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ الْمُلُکَ اِلَیَّہِ۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ کلام پاک میں یہ دونوں آیتیں ہیں یا نہیں۔ اور اگر نہیں ہیں تو قرآن پاک میں تحریف کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ مسئلہ (۲) فتاویٰ رضویہ جلد رابع کتاب الحضر والا باحتہ اصفیاء میں سوال لکھا ہے کہ (سوال) میں برس کے بچہ کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہئے۔ یا سوم کی ہونا چاہئے بینوا توجروا (الجواب) شریعت میں ثواب پہونچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن۔ باقی یہ متعین عرفی ہیں۔ جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ لفظ بدعت قبلہ اعلیٰ حضرت مرحوم نے لکھا ہے یا نہیں۔ اور فتاویٰ قلمی میں یہ لفظ بدعت ہے یا نہیں۔ اگر یہ لفظ نہیں ہے تو کیوں کر لکھا گیا۔ حالانکہ اس پر غیر مقلدین اعلیٰ حضرت کے دستخط دکھاتے ہیں اس کا مفصل حال تحریر فرمائیے۔ سویم وغیرہ کی فاتحہ قرآن و کلمہ لوگ جمع ہو کر پڑھتے ہیں۔ اور ثواب اس کامیت کو پہونچاتے ہیں اور شمار کلمہ کی چنوں پر کرتے ہیں۔ یہ سب امور شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۳) ایک غیر مقلد نے اپنے ایک اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی شیخ مولوی احمد رضا خان صاحب کا ”دیوار قی“ میں فتویٰ بسند مولینا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، ملائکہ وارواح

و انبیاء کو درپردہ صورتوں و شکلوں قبروں و تعزیوں کو معبود بنا کر ان سے زن و فرزند و رزق و شفا و مرض و دافع بلا با استقلال چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایمان کو خلل نہیں آتا۔ حالانکہ جس طرح مشرکین بتوں اور ارواح خبیثہ سے یہ افعال کر کے کافر ہوتے ہیں اسی طرح یہ جاہل موحد بھی کافر ہو جاتے ہیں اب ہم کو یہ معلوم کرنا منظور ہے کہ کوئی کتاب بوارق ہے یا نہیں؟ اور اس مضمون بالا کا کیا مطلب ہے۔ یہ مضمون بالکل تو سُل اولیاء سے منع کرتا ہے اور اعلیٰ حضرت کا بوارق میں یہ فتویٰ ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۴) وہابیہ غیر مقلدین مصنوعی کتابوں کا نام گڑھ کر اور مہر لگا کر کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب میں ہے، فلاں عالم نے لکھا ہے۔ آیا ایسا کرتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- افتراء و کذب و بہتان تو اہل باطل کا شیوہ ہے اگر ان سے کام نہ لیں تو باطل و گمراہی کی اشاعت کیونکر کریں۔ علماء و مشائخ پر افتراء عبارات کتب میں تغیر و تبدیل اور کتب بیوت تو وہابیہ ہمیشہ سے کرتے آئے اگر اب بھی اتنے ہی پر اکتفا کرتے تو ان کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، لہذا آیات گڑھنے اور قرآن مجید میں لفظی تحریف کرنے پر آمادہ ہوئے اور اپنے مدعائے باطل کو ثابت کرنے کو آیات بنانے لگے یہود و نصاریٰ کی سنت پر عامل ہوئے مگر یہ نہ سمجھے کہ ”ایں خیال است و محال است و جنون“ ممکن نہیں کہ قرآن مجید میں تحریف ہو اس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ عزوجل نے فرمایا، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَءِیْ لَٰحِفِظُوْنَ۔ ان گڑھے ہوئے جملوں کو کلام اللہ کہنا بیشک اللہ عزوجل پر افتراء اور اس پر افتراء کرنے والا بلاشبہ کافر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جھوٹا افتراء

وہی کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے پھر الفاظ وہ گڑھے جن سے مدعاے باطل پر استدلال بھی نہ ہو سکے اگر دعا کے معنی عبادت کے ہوں، حدیث میں فرمایا۔ الدعاء هو العبادۃ۔ تو طلب وسیلہ واستعانت واستمداد کی ممانعت کہاں سے ثابت ہوئی، کیا کسی سے مدد مانگنا اس کی عبادت ہے؟ ایسا ہو تو اس شرک عام سے کون محفوظ رہا۔ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اعنی علی نفسک بکثرة السجود۔ دوسری حدیث یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا ضل احدکم شیئا واراد عوناً وهو بارض یس بیہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباد الا یراہم۔ جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنکو یہ نہیں دیکھتا بالجملہ احادیث اس بات میں بکثرت ہیں جن میں غیر خدا سے استمداد کا بیان ہے تو معاذ اللہ ان کے طور پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شرک کی تعلیم دیتے رہے۔ بلکہ خود قرآن مجید میں طلب وسیلہ کی تعلیم موجود ہے وَأَتَّبِعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ الغرض ان شرک فروشوں کا شرک نہ رسول کو چھوڑے، نہ اللہ عزوجل اس سے بچے اور اگر دعا کے معنی مطلقاً پکارنے کے ہوں تو یہ عجیب منطق ہے کہ بی بی کو پکارنا جائز، نوکر چاکر کو پکارنا روا، حکام و پولیس کو پکارنا درست، ان سب سے مدد مانگنا حلال اور انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پکارا کہ شرک و ورطہ۔ گڑھی ہوئی آیت نے تو بتایا کہ

خدا کے سوا کسی کو نہ پکارو، اور قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ**۔ اے ایمان والوں اللہ اور رسول کو جواب دو جب وہ تمہیں پکاریں یہاں رسول مومنین کو پکارتے ہیں، اور ارشاد فرماتا ہے۔ **قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَ كُمْ**۔ الایۃ یہاں مباہلہ کیلئے بیٹوں اور عورتوں کو بلانے کا حکم ہوتا ہے، الحاصل یہ جملہ بایں معنی بالکل منافی و مناقض قرآن ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- وہابیہ یہود کے چیلے ہیں جب اللہ عزوجل پر افترا کرتے نہیں لجاتے۔ قرآن مجید پر افترا کرتے نہیں شرماتے، پھر علماء پر افترا کرنے سے کیوں باز آتے، اعلیٰ حضرت قبلہ کا نہ یہ لفظ ہے نہ انھوں نے یہ تحریر فرمایا کتاب المحض والاباحۃ فتاویٰ رضویہ کی جلد رابع میں نہیں بلکہ آٹھویں جلد میں ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی عبارت یہ ہے۔ انھیں دنوں کی گنتی ضرور شرعی جانتا جہالت ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم، ایک شخص رامپور سے آیا اور تفتیہ کر کے اپنے کو سنی ظاہر کیا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بعض استفتے پیش کئے جنکا جواب اس جلد میں موجود تھا وہ جلد عطا ہوئی کہ اس میں سے جواب نقل کر لے۔ اس نے یہ تحریف کی کہ لفظ جہالت ہے، کے بعد مونے قلم سے و بدعت، کا لفظ بڑھا دیا جو بالکل ممتاز و جدا معلوم ہوتا ہے دیکھنے ہی سے معلوم ہو جائے گا کہ کسی اور کا یہ لفظ بڑھایا ہوا ہے، سطر میں جگہ نہ تھی لہذا اس عبارت نے و کو سطر کے نیچے اور بدعت کو سطر کے اوپر لکھا۔ اب یہ ہیات ہو گئی۔ ضرور شرعی جانتا جہالت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تو اس کی تحریف تھی کہ فتاویٰ میں الحاق کیا اور وہ بھی ایسے بھونڈے طور پر کہ دیکھنے والا

بنظر اولیں پہچان لے۔ پھر گنگوہی کے مجموعہ فتویٰ حصہ اول صفحہ ۲۵ پر اس
 محرف فتویٰ کو چھاپا تو مزید تحریفوں سے کام لیا گیا چونکہ یہ عبارت جہالت
 سے و بدعت۔ محض غلط ہے کہ ہندی جملہ پر فارسی عطف کیا دیکھنے والا
 پہچان لے گا کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی عبارت نہیں لہذا اسے یوں
 بدلا۔ جہالت و بدعت ہے۔ اور شرعی کا لفظ جو فتاویٰ میں تھا نکال دیا
 کہ کہنے کو ہو گا اگر عرفاً ضروری جانے گا جب بھی بدعت ہے، اب عبارت
 یہ کر لی۔ گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے، اگرچہ یہ تغیرات گنگوہی
 صاحب۔ کو اب بھی نافع نہیں کہ فتویٰ مبارکہ میں فرمایا۔ جب چاہیں کریں
 انھیں دنوں میں کریں یا قبل یا بعد سب جائز ہے یہ سوم وغیرہ کی تخصیص
 عرفیہ ہیں نہ کہ شرعیہ اگر کوئی ضروری شرعی سمجھے تو اس کی جہالت ہے
 جسے اس روز ایصال ثواب ہو سکتا ہے قبل و بعد بھی ہو سکتا ہے، لوگوں
 نے اپنی آسانی کیلئے سوم وغیرہ کا دن مقرر کر رکھا ہے کہ لوگ بلا تکلف
 جمع ہو سکیں گے اور قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کریں گے
 فتاویٰ مبارکہ کی عبارت نہ دیکھنا اور اندھے کی تقلید کر کے کوئی میں
 گرنا سخت جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :- مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے
 اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کو نہ بیعت تھی نہ خلافت نہ تلمذ۔ اعلیٰ حضرت
 کو شرف بیعت حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے حاصل تھا اور تلمذ اپنے والد ماجد حضرت مولینا مولوی نقی علی خاں صاحب

لے فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی کے ص ۱۳ پر یہ محرف فتویٰ موجود ہے۔

قدس سرہ سے تھا۔ مولینا فضل رسول صاحب کو اعلیٰ حضرت کا شیخ بتانا وہاں یہ کاذب ہے۔ بوارق محمدیہ کو میں نے بہت تلاش کیا مگر دستیاب نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ حسب عادت اس میں بھی قطع و برید کی ہو اور افزا سے کام لیا ہو اور بالفرض اگر بوارق میں بجنسہ یہی عبارت ہو تو اس میں تو سل انبیاء و اولیاء سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس میں تو معبود بنانے اور ان سے شفا و برض و دفع بلا و غیر ہما بالا استقلال چاہنے کا ذکر ہے۔ کون مسلمان انھیں معبود جانتا ہے یا انھیں بے عطائے الہی دفع بلا و غیرہ میں مستقل مانتا ہے اور مسلمان جب یہ تصور کرتا ہے کہ خدا کی عطائے وہ ہماری مدد کرتے ہیں۔ بیمار کو شفا دیتے ہیں اس بنا پر ایسے امور میں ان سے استعانت کرے تو عبارت مذکورہ کے کب منافی، بلکہ ایسی استعانت قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت، اور خود مولینا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل اور یہ باتیں انکی کتابوں میں مصرح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- بارہا ایسا واقع ہو چکا ہے کہ کتابوں کے نام و صفحات و مطابحہ جی سے تراش لئے اور فرضی عبارت اپنے مدعی کے مطابق گڑھ لی اسکا بیان رسالہ رماح القہار میں دیکھئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی سلیمان صاحب پھلواروی ۲۴ رجب ۱۴۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صوبہ بہار میں ایک انجمن ”امارت شرعیہ“ کے نام سے قائم کی گئی ہے انکا دعویٰ ہے کہ ہمارا امیر شریعت مفروض الطاعہ ہے، جو شخص اس کی بیعت نہ کرے وہ فاسق و مرتکب گناہ کبیرہ ہے اور حدیث من مات

ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة، کو اس کی شان میں بتاتے ہیں
نیز اپنے امیر شریعت کو نائب خلیفہ بتاتے ہیں۔ پس کیا ان کے دعوے صحیح
ہیں۔ اور ہر مسلمان صوبہ پر اس امیر کی اطاعت واجب ہے یا یہ دعوے
عقائد غیر صحیح پر مبنی ہے؟

الجواب :- انجمن کا امیر نہ خلیفہ ہے نہ نائب خلیفہ، خلیفہ اس وجہ
سے نہیں کہ شرائط خلافت کا جامع نہیں، انگریزی حکومت میں رہنے والا
انگریزی قانون کی پابندی کر نیوالا، احکام شرعیہ کے جاری کرنے سے عاجز
کیونکہ خلیفہ ہو سکے۔ درمختار میں ہے۔ ویشرط کونہ مسلما صراذکرا عاقل
بانا قادر قرشیا۔ روالمختار میں ہے۔ قوله قادرا ای علی تنفیذ الاحکام وانما
المظلوم من الظالم وسد الثغور وحماية البيضة وحفظ حدود الاسلام
وجبر العساكر قوله قرشیا لقوله صلى الله عليه وسلم الائمة من قریش
وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بهذا الحديث وبه يبطل قول الفرقة
ان الامامة تصلح فی القریش والکعبية ان القریشی اولی بها۔ بلکہ امارت شرعیہ
درکنار یہاں تو تغلب بھی نہیں کہ اس کیلئے قہر و غلبہ درکار ہے، اور نائب
خلیفہ یوں نہیں کہ اس کو خلیفہ نے اپنا نائب نہیں کیا، بلکہ اراکین انجمن
نے خواہ مخواہ اسے امیر بنا دیا۔ اور ظاہر کہ انجمن کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی عاجز و غیر
قادر کو خلیفہ یا اس کا نائب کر دے۔ لہذا نہ اس کے ہاتھ پر بیعت لازم،
نہ اس کی اطاعت واجب، اور جو حدیث سوال میں نقل کی اس سے
مفرا ب بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از بر ملی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت
رضا مصطفیٰ ۱۳ شعبان ۱۴۲۳ھ

(۱) اہلسنت وجماعت کس کو کہتے ہیں ؟

(۲) بدعت کس کو کہتے ہیں ؟

(۳) اگر کسی مسئلہ میں اختلاف صحابیوں کا ہو۔ کس صحابی کے مسلک پر عمل کیا جائے ؟

الجواب (۱) اہلسنت وجماعت وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے عقائد پر ہوں، حدیث میں ہے قالوا من ہم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ یا یوں سمجھئے کہ حضرت امام ابو منصور ماتریدی اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو سنیوں کے عقائد بیان فرمائے ہیں اُن پر عقیدہ رکھے اور اب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور جو ان چاروں سے باہر ہے وہ باطل پر ہے۔ علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں وَهَذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدْ اجْتَمَعَت الْيَوْمَ فِي مَذَاهِبٍ اَرْبَعَةٍ وَهِيَ الْحَنْفِيُّونَ وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ وَالْحَنْبَلِيُّونَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ كَانَ خَارِجًا عَنْ هَذِهِ الْاَرْبَعَةِ فِي هَذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ۔ شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں۔ بعد المائتین ظہر بینہم التمدھب للمجتہدین باعیانہم وقل من کان لا یعتمد علی مذهب مجتہد بعینہ قاضی شہار اللہ صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ اہل السنۃ قد اُفترقت بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب لم یبق فی الفروع سوا هذه المذاہب الاربعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بدعت نئی چیز کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ، بدعت قبیحہ وہ ہے جو مزاحم و معارض سنت ہو اور اس کو بدعت ضلالت

بھی کہتے ہیں درمختار میں ہے۔ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم اور مطلق بدعت بول کر اکثر یہی بدعت قبیحہ مروایتے ہیں
حدیث میں ہے۔ ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة فتمسک
بسنة خیر من احدث بدعة۔ دوسری حدیث میں ہے ما ابتدع
قوم بدعة فی دینهم الا نزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیہم
الی یوم القیمة۔ ان حدیثوں سے صاف واضح ہے کہ بدعت قبیحہ سنت
کی مدافع ہوتی ہے، نہ ہر امر جدید۔ اور بدعت حسنہ وہ ہے کہ وہ خود
زمانہ اقدس میں نہ تھی مگر حدیث وغیرہ سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے
اسی معنی کے لحاظ سے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
تراویح کو نعمت البدعة هذه، فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے بلکہ خود حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سن سنة حسنة فله اجرها
واجبر من عمل بها لا ينقص من اجورهم شیء۔ دوسری حدیث میں ہے
ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ اگر مطلق ہر نئی بات مذموم ہوتی
تو ان حدیثوں کے کیا معنی تھے اور یہ بدعت حسنہ مباح و مستحب و
واجب تک ہوتی ہے مثلاً قرآن مجید پر اعراب لگانا و عطف و ذکر خیر کی
مجانس منعقد کرنا مدارس قائم کرنا علم نحو و صرف پڑھنا علوم کی تدوین وغیرہ
امور کثیرہ ایسے ہیں کہ زمانہ رسالت میں نہ تھے بلکہ بہت سی چیزیں قرون
ثلثہ میں نہ تھیں اور وہ بلاشبہ جائز و مباح ہیں۔ علامہ ابن عابدین
شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ قد تكون ای البدعة واجبة كنصب الادلة

لے رواہ غصیف بن الحارث الشامی یشاکوۃ ص ۳۱ بالاعتصام بالکتاب والسنة۔ لے رواہ الحسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مباحی

للدی علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومنسوبة
 كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم یكن فی الصدر الاول و
 مكروهة كنز خرفة المسابند ومباحة كالنوسع بلذیذ المآكل اسی کے مثل
 اور اس سے زیادہ مفصل علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے افادہ فرمایا
 مفصل درکار ہو تو سرقاة علامہ علی قاری قدس سرہ کا مطالعہ کرے۔ ربا
 وہابیہ کا قرون ثلثہ کے بعد کی پچیر لگانا کہ قرون ثلثہ تک احداث کا اختیار تھا
 کہ جو چاہیں مخالف سنت بات گڑھ لیا کریں اور اس کے بعد کوئی کیسے ہی
 اچھی بات نکالے حرام ہے یہ محض افتراء ہے، نہ حدیث سے ثابت، نہ
 عقل اس کے مساعد، حدیث میں مَنْ أَخَذَتْ فرمایا ہے قرون ثلثہ کا استثناء
 کہ ہر سے آگیا اہل بیت کی توہین اور نواصب کا خروج کیا قرون ثلثہ کے
 بعد ہوا مگر یہ لوگ انھیں کیوں برا جانیں آخر خود بھی تو انھیں میں سے ہیں
 علامہ شامی فرماتے ہیں اتباع محمد بن عبدالوہاب بھی انھیں خوارج کی مثل
 ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجواب (۳) عوام کو بلکہ اس زمانہ کے خواص کو تقلید سے چارہ نہیں
 اور ہر مقلد اس پر عمل کرے جو اس کے امام کا مذہب ہے اس سے خروج
 جائز نہیں۔ امام عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ الربانی میزان الشریعہ میں
 فرماتے ہیں۔ یجب علی المقلد العمل بالارجم من القولین فی مذہبہ
 مادام لم یصل الی ہذا المیزان من طریق الذوق والكشف کما علیہ عمل
 الناس فی کل عصر۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں
 مخالفتہ للمقلدین متفق علی کونہ منکر ابین المحصلین، علامہ زین بن جسیم
 فرماتے ہیں۔ اما الکبائر فقالوا ہی بعد الکفر الزنا واللواطۃ وشراب الخمر

ومخالفة المقلد حکم مقلدہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ واحد نور خان صاحب، مہتمم یتیم خانہ معینیہ اجمیر شریف ۹ محرم ۱۳۵۵ھ
(۱) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی کون سی صاحبزادی ہیں۔ آیا چھوٹی یا بڑی یا منجھلی بتدریج اسمائے مبارکہ
ترقیم فرمادیں۔ ایک صاحب نے اس وقت شک پیدا کر دیا ہے، بی بی
زینب۔ بی بی رقیہ۔ بی بی کلثوم۔ بی بی فاطمہ؟

(۲) میں نے ایک کتاب دیکھا تھا کہ حضرت حواری رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت آدم علیہ السلام کی باتیں سٹرھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ کتاب
کا نام مجھے یاد نہیں رہا وہ بولے غلط ہے تا وقتیکہ معتبر کتاب کے حوالہ
سے ثابت نہ کرو گے قابل تسلیم نہیں۔ ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں اگر
میرا بیان صحیح ہو تو حضور سے حوالہ کتاب بلکہ اس کی عبارت بھی ترقیم فرمادیجئے
دیجئے گا ورنہ جو کچھ اصلیت ہو رقم فرمائیے گا؟

الجواب (۱) بنات مکرمات میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی
اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس
سال کی تھی جب یہ پیدا ہوئیں اور ان سے تین برس بعد حضرت رقیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔ بعض نے کہا حضرت رقیہ حضرت زینب
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی ہیں، صاحب مواہب لدنیہ نے کہا ان کا
یہ قول صحیح نہیں۔ تمام صاحبزادیوں میں باعتبار عمر کے حضرت بتول زہرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھوٹی ہیں۔ اگرچہ بعض کے نزدیک حضرت رقیہ اور بعض
کے قول میں ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اصغر بنات مکرمات ہیں، مگر بظاہر
قول اول اصح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ حل مجدہ اتم وحکم

الجواب (۲) حضرت امنا حواری رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں، قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے سورہ نسا کی ابتدا میں فرمایا، يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ قاضی بیضاوی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ای خلقکم من شخص واحد وخلق منه امکم حوا من ضلع من اضلاعه۔ اور تفسیر مدارک میں بھی یہ لکھا۔ وخلق منها زوجہا حوا من ضلع من اضلاعه۔ یعنی حضرت حوا ان کی پسلی سے مخلوق ہوئیں، صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بھی یہ ارشاد موجود ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں استوصوا بالنساء خیرا فانہن خلقن من ضلع وان اعوج شیء فی الضلع اعلاہ فان ذہبت تقیمہ کسرتہ وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء۔ عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت فرماتا ہوں تم اسے قبول کرو کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے (یعنی اسی اوپر والی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں) اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دیگا (یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی) اور اگر اسے ویسے ہی رہنے دے تو ٹیڑھی رہے گی لہذا اس وصیت کو مانو، اس حدیث کے تحت میں صاحب فتح الباری شارح صحیح بخاری اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں وکان فیہ اشارۃ الی ما اخرجہ ابن اسحاق فی المبتداعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان حوا خلقت من ضلع آدم الاقصی الایسر وهو قائم وکذا اخرجہ ابن ابی حازم وغیرہ من حدیث مجاہد حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ خاص امام مجاہد کے قول سے اور

زیادہ کی کیا حاجت۔ اور وہ صاف فرماتے ہیں کہ سب میں چھوٹی باتیں
پسلی سے پیدا کی گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- ازاجمیر شریف یتیم خانہ معینیہ سرسہ حاجی محمد واحد نور خان صاحب
مہتمم یتیم خانہ ۲۹ رجب ۱۳۲۵ھ

حضرت قبلہ صدر صاحب مدظلہم۔ سلام نیار التیام کے بعد عرض ہے
جو زمین اقدس پہلوئے مبارک جناب سرکارِ دو عالم حضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملی ہوئی ہے اس کے فضائل کے نسبت ارشاد
ہوا تھا کہ شفا پر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر دیجائیگی امید کہ
عطا فرمائی جائیں؟

الجواب :- تربت اطہر کو اللہ عز و جل نے تمام اقطاع زمین پر
فضیلت دی ہے۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ ایک یہ وجہ ہے کہ
مکان کی فضیلت مکین سے ہوتی ہے اور جس مکان کا مکین تمام
جہاں سے افضل ہے وہ مکان بھی تمام مکانوں سے افضل، لہذا
اوس زمین کو نہ صرف اجزاء زمین بلکہ عرش و کرسی پر فضیلت ہے۔
شفا پر شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لا خلاف فی ان موضع قبرہ
(النبی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل من بقاع الارض۔ علامہ
شہاب الدین خفاجی شرح میں فرماتے ہیں۔ بل هو افضل من السموات
والعرش والکعبۃ کما نقلہ السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ لشفہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعلو قدسہ۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔
فانہما افضل من الکعبۃ بل من العرش علی ما قالہ جماعة۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام مقدس میں جس قدر انوار الہی کا نزول ہوتا ہے

اور جتنی رحمت اترتی ہے اور جتنے ملئکہ کا آنا جانا ہوتا ہے کسی دوسری جگہ نہیں، وجہ سوم یہاں خاص وہ تجلیات الہیہ ہیں جو دوسری جگہ نہیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا۔ انک بالوادی المقدس طوی اس وادی کا مقدس ہونا اسی تجلی الہی کے سبب سے تھا تو اس جگہ کا تقدس بیشک سب جگہوں سے زیادہ ہوگا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقال ابن عبد السلام التفضیل یكون لامور غیر العمل فقبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الامکنۃ لتجلی اللہ تعالیٰ بما ينزل علیہ من الرحمة والرضوان والملائکۃ ولا حاجة الی ما قبل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ لہ اعمال فیہ مضاعفۃ وان کان صحیحاً ولو سلیمنا ان المکان لا فضل لہ فی ذاته فکفاه الفضل لاجل من حل فیہ۔ وجہ چہارم ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اس روایت کی بنا پر جسم اقدس کی خلقت اس پاک تراب سے ہوئی جو مرقدا نور ہے لہذا اس خاک پاک کو فضیلت ہوئی کہ اس سے جسم انور بنا، وہی فرماتے ہیں۔ ویکفی لفضله ما اشتہر من ان کل احد یدفن فی التربة التي خلق منها۔ عوارف المعارف میں ہے۔ روی عن ابن عباس ان اصل طینتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سرة الارض وهو موضع الکعبة بکة واول ما اجاب ذاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومنہ دحیت الارض فهو اصل التکوین والکائنات تبع لہ ولما تسوج الطوفان اتی بطینتہ لمحل دفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ففي الاصل لم یدفن الا فی اصل الکعبة الذی خلق منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بھڑوچ لال بازار چنار واڑ مرسلہ مولوی عباس صاحب ولد

مولوی علی میاں صاحب صدیقی ۲۹ / رجب ۱۲۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے قصہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشرباک نے شب معراج میں بلایا۔ تو راستہ میں حضرت علی شیر کی شکل بنکر آپ کو ملے اور حضرت کو جانے سے روکا۔ تب آنجناب نے ایک انگشتری وہ شیر کی منہ میں دی تب اس نے آپ کو آگے جانے دیا۔ جب پروردگار سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ نے فرمایا کہ مجھ بھوک لگی ہے تب اشرباک نے کہا یہاں کھانا کیسا۔ حضرت نے عرض کی تیری قدرت میں کچھ کمی نہیں ہے، تب ایک رکابی میں دودھ اور چاول آئے، آپ نے عرض کی میں تنہا نہیں کھاتا۔ تب پردے میں سے ایک پنچہ نکلا، وہ پنچہ کی ایک انگلی میں وہی انگشتری تھی جو شیر کے منہ میں راستے میں دی تھی جس سے حضرت نے معلوم کیا کہ حضرت علی کا پنچہ یا ہاتھ ہے۔ مذکور قصہ ایک مولوی صاحب نے وعظ میں بیان کیا ہے یہ قصہ کہیں معراج کے بیان میں موجود ہے۔ اہل سنت کے یہاں یا ان کی کتابوں میں اور صحیح ہے یا غلط یا بہتان ہے یا کوئی شیعہ کی کتاب میں سے یہ قصہ بیان کیا ہے برائے مہربانی مدلل مع مہر ضرور روانہ کریں؟

الجواب :- یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور بظاہر موضوع ہے۔ دودھ اور چاول آنا صحیح نہیں، صرف یہ ہے کہ آپ کیلئے دودھ اور شہد اور شراب کے پیالے پیش ہوئے آپ نے ان میں سے دودھ کو اختیار فرمایا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہا۔ اخترت الفطرۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ صحابہ کرام کے اور کسی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ شرع شریف کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- بزرگان دین کے نام کے ساتھ رضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا اور لکھنا جائز ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ اسکی خصوصیت ثابت نہیں ہے، قرآن مجید میں صحابہ کرام اور ان کے متبعین سب کیلئے فرمایا گیا رضی اللہ عنہم، قال اللہ تعالیٰ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے جہاں انکا خاص قول ”ہدایہ“ میں ذکر کیا یوں کہا، قال رضی اللہ عنہ، یعنی مصنف رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا اور دیگر کتب میں اکثر جگہ ائمہ کے اسماء کے ساتھ رضی مکتوب و مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از قصبہ فتح کھلڈا۔ تعلقہ مہر۔ ضلع بلڈانہ ملک براری پی محمد اسلم خان ولد محمد سرفراز خان صاحب

ایک شخص کا مرید ہونے کے بعد اور دوسرے پیر صاحب کا طالب

لے صحابہ کرام کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء صالحین کے نام کے ساتھ ”رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ کہنا اور لکھنا مستحب ہے، لیکن اس کا عکس بھی جائز ہے۔ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کی خصوصیت صحابہ کرام کے ساتھ ثابت نہیں۔ درمختار میں ہے۔ ویستحب الترفی للصحابۃ وکذا من اختلف فی بنوۃ کذی القرنین ولقمان وقیل یقال یرضی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کافی شرح المقدمة للقرماني والترحم للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسہ الترحم للصحابۃ والترفی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح۔ ج ۵ ص ۵۳۲ مسائل شتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

ہونا کیسا؟ اگر طالب ہونا درست ہے تو اسکی کوئی شرط ضروری ہے یا نہیں؟
 (۲) بعض مشائخ فقیر پیر کو اور مرشد کو علیحدہ علیحدہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں
 کسی اہل شریعت مولوی کا مرید ہونا چاہئے، اور وہ پیر کہلاتا ہے، اور کسی
 کامل فقیر کا طالب بھی ہونا چاہئے۔ اور وہ مرشد کہلاتا ہے۔ یہ دونوں ایک
 یا دو ہونا ضروری ہے اور دونوں ایک ہی شخص کے نام ہونا چاہئے یا علیحدہ

علیحدہ؟
 (۳) کوئی مرید شخص اپنے مرشد کی اجازت سے اور جانب سے اپنے
 مرشد کے نام سے مرید کرے تو درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو ان
 مرید ہوئے لوگوں کا یہ بیعت کرنے والا مرشد کہلائے۔ یا اس کا مرشد ان
 لوگوں کا مرشد کہلائے یا پیر بھائی کہلائے ان مریدوں کا؟

(۴) ہمارے یہاں بعض مولوی آتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ وہابی
 ہے یا اسماعیلی وہ اور ان کے معتقدین کہتے ہیں۔ مرید بننے اور بنانے کی
 کوئی ضرورت نہیں۔ پیر و مرشد اور رہبر ہادی پکڑنے کی ضرورت نہیں
 پیر ہادی رہبر تو قرآن حدیث اور رسول اور خدا سے۔ خدا و رسول قرآن و حدیث
 کے علاوہ اور بھی کوئی رہبر بہتر ہے۔ جو اس کو ہم اپنا رہبر اور وسیلہ بنائیں
 ان کی تردید کیلئے آیت جو سورہ انافتحنا اور سورہ ممتحنہ میں پیش کرے، تو
 کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اور حکم خاص رسول کیواسطے مسلمان بنانے کیلئے تھا
 اب تم ہم مسلمان ہو کے بیعت مرید بننے بنانے کی کیا ضرورت ان کی
 نذر کرنا۔ خاطر تواضع کرنا مطلق حرام ہے۔

کہتے ہیں کہ پیغمبروں اور اولیاء اللہ نے ہدایت دینے پر ضروری نہیں لی۔
 اور نواب صدر الدین حسین بھوپالی کا ایک رسالہ ہے۔ اس سے نذر، نذرانہ مطلق حرام

ثابت کرتے ہیں اور مریدوں کو مرشدوں سے باغی کر دیتے ہیں اور بدعتقاؤں
الجواب (۱) :- دوسرے سے طالب ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے،
 کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔ یا وہاں موجود نہ ہو۔ تو دوسرے سے فیض لے لے، اور
 اس سے جو کچھ ملے۔ پیر ہی کا صدقہ تصور کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) :- وہی پیر ہے اور وہی مرشد و شیخ۔ یہ ضرور ہے کہ پیر با شرع
 عالم بھی ہو۔ ورنہ صوفی بے علم مسخرہ شیطان است۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۳) :- اگر مرید کو پیر نے خود بیعت لینے کی اجازت دیدی ہے تو یہی
 مرید مرشد ہے، اور اگر یہ اجازت دی کہ فلاں کو میرا مرید کرو۔ تو یہ مرید
 اس پیر کا ہے اگرچہ مرید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۴) :- یہ مولوی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیکر گمراہ کرنا
 چاہتے ہیں۔ پیر و مرشد خدا و رسول قرآن کے سوا دوسرا راستہ نہیں بتاتے
 بلکہ خدا اور رسول ہی کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی دوسرے
 راستہ پر لے جائے تو وہ پیر نہیں۔ بلکہ شیطان ہوگا۔ مسلمان کیلئے بھی
 ہادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ شیطان کے مکر و فریب میں نہ آئے
 اور صراط مستقیم پر قائم رہے، جس طرح احکام شرعیہ پر چلنے کیلئے عالم
 کی طرف احتیاج ہے، اسی طرح مجاہدہ و ریاضت و تزکیہ باطن کیلئے پیر
 کی ضرورت ہے۔ اسلام کا مقصود صرف ظاہری کو درست کرنا نہیں۔
 بلکہ باطن و قلب کا سنوارنا بھی ہے۔ اور امراض روحانی کا علاج پیر ہی
 کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ**
اہل ایمان کو وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم دیا۔ اور پیر بھی خدا تک پہنچانے
 کیلئے وسیلہ ہے۔ پھر اس وسیلہ کو چھوڑنا محرومی و سخت محرومی ہے،

پیر کی خدمت میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ مزدوری نہیں ہے نہ دینے والا اس کو مزدوری سمجھتا ہے نہ لینے والا۔ بلکہ یہ ہدیہ ہے۔ اور اس قسم کا دینا لینا احادیث سے ثابت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از گر سکال ڈاکخانہ ناراین پیٹہ ریاست حیدرآباد دکن۔

مرسلہ مولوی اسرار الرحمن صاحب ۱۸ رجب ۱۲۶۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذي لا اله الا هو والصلوة والسلام على رسوله
وحبيبه سيدنا محمد النبي الامي الذي لا نبي بعده وعلى اله وصحبه
وحزبه اجمعين من عبد الله المفتقر الى الله سيد اسرار الرحمن المدرس
الى محبنا ومولينا ذوالمجد والكرم الحكيم ابو العلي امجد علي صاحب صدر المدرسين
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔ خاوم آپ کی زیارت کا ناویدہ
مشتاق ہے آپ نے ایک بار اجمیر شریف حاضر ہونے کی دعوت بھی دی
ملازمت و اخراجات سفر کی وجہ حاضر نہ ہو سکا۔ قبل ازیں ایک سال
کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ ایک کارڈ لکھا تھا اور کچھ مسائل دریافت کئے
تھے، یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے
خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و ایمان
و فیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے
متمتع کرے۔ آمین ثم آمین

(۱) کوئی شخص خواب میں حضرت سید الاولیاء غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو دیکھے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو خنبلی ہو جا اور وہ خنبلی ہے، تو کیا

اس خواب پر وہ عمل کرے ؟

الجواب :- خواب صد گونہ احتمالات کا محتمل ہے۔ خواب پر مذاہب کا دار و مدار نہیں کہ بسا اوقات نفی کا اثبات اثبات کی نفی متصور ہو جایا کرتی ہے۔ تھوڑی سی نیند اگر محسوس ہوتی ہو اس وقت بار بار الٹی بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ تو جب اس کا پورا تسلط ہو تو کیونکر متیقن کہ پوری بات سمجھ میں آئے۔ اگلے زمانہ میں بھی بعض نے اسی خواب میں دیکھیں کہ شرب خمر کی اجازت دی جاتی ہے علماء نے فرمایا کہ صحیح خواب اسے یاد نہ رہی، ممانعت کو اجازت سمجھا، لہذا خواب کے متعلق یہ حکم ہے اگر شریعت کے مطابق ہے تو مقبول۔ مخالف ہے تو مردود حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مذہب پر عامل تھے۔ اور آپ نے خصوصیات کے ساتھ اس مذہب کا احیاء فرمایا، ورنہ یہ مذہب اتنا کمزور ہو چلا تھا۔ کہ باقی رہنا دشوار تھا۔ مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ حنفی یا شافعی یا مالکی مذہب کا اتباع نہ کیا جاوے۔ اور جب حق چاروں میں دائر ہے اور ہر ایک مصیب و مشابہ ہے، تو تبدیل مذہب کی تلقین صحیح بھی نہیں ہو سکتی، اسی واسطے حضور کے متبعین میں ہر مذہب کے لوگ داخل ہیں۔ اور حضور کا فیض سب کو پہنچتا ہے اور ہر مذہب کے علماء و صلحا آپ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر مرتبہ ولایت سے سرفراز ہوئے۔ اور اگر حضور کے نزدیک دیگر مذاہب والے حق پر نہ ہوتے تو ہرگز ان کو سرکار غوثیت سے فیض نہ پہنچتا۔ جس طرح اہل باطل کو نہیں پہنچتا۔ لہذا سب سے قوی تر مذہب حنفی کو چھوڑنے کا حکم ہرگز نہ دیا ہوگا۔ اور وہ بھی یہاں پر کہ نہ مذہب حنبلی

کی کتابیں ہیں۔ نہ اون کے علما یہاں موجود۔ اور اگر حضور نے زبانِ حیات
 ظاہری میں لوگوں کو عام طور پر تبدیلِ مذہب کا حکم دیا ہوتا تو ہو سکتا تھا
 کہ خواب میں بھی ایسا فرمایا ہو، مگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از لچھی پورہ ضلع مونگیر سرسہ جناب شیخ عبدل میاں ضا. ۳ رجب ۱۳۴۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں
 مسجد بن رہی ہو، مسجد بنانیکا سارا کام ایک ہندو کو ملازم رکھ کر اس کی
 نگرانی میں مسجد کا سارا کام انجام پاتا ہو۔ اور گاؤں کے سب مسلمان اس
 ہندو کو تنخواہ بھی دیتے ہوں، اس ہندو نے اور ہندوؤں کو ملا کر آپس میں
 جنگ چھیڑ دی جس کا نتیجہ عدالت تک پہنچا، عدالت سے دو دفعہ مسلمانوں
 کی حسب خواہ ڈگری ہوئی، مسجد بنانیکا حکم مل گیا۔ جگہ مسلمان زمیندار کی
 ہے۔ خرچ بھی مسلمانوں کا۔ اور کچھ ایسے جاہل مسلمان بھی وہاں موجود ہیں
 جن کو ہندوؤں نے ڈرا دھمکا کر ایک کاغذ جس پر آٹھ آنہ کا ٹکٹ لگا کر مسلمانوں
 سے دستخط اور انگوٹھ کا نشان کرایا ہے، کہ ہم مسلمان کبھی نہیں اس
 گاؤں میں قربانی کریں گے اور نہ ہماری آل اولاد میں سے کوئی قربانی
 کرے گا اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جس نے دستخط اور انگوٹھ کا نشان
 نہیں کیا ہے؟ اب ان مسلمانوں کا جن مسلمانوں نے دستخط اور انگوٹھ
 کا نشان کیا ہے زور ہے کہ تم لوگ بھی دستخط اور انگوٹھ کا نشان کرو
 کہ ہم لوگ بھی قربانی نہیں کریں گے اور اگر دستخط نہیں کرو گے، ہم لوگ
 تم سے چندہ مسجد بنوا سکتے ہیں لیا کریں گے، اب اس حالت میں کیا
 کرنا چاہئے، جن مسلمانوں نے دستخط کیا ہے ان پر کفارہ، یا کیا کرنا چاہئے وہ
 مسلمان دستخط کرنے اور انگوٹھ کا نشان دینے سے مسلمان رہے یا نہیں؟

الجواب :- قربانی شرعاً واجب ہے، ہندو یا کسی کافر کے منع کرنے سے روکی نہیں جاسکتی، اور جب سلطنت کی جانب سے مذہبی آزادی حاصل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس شعار مذہب کو چھوڑیں۔ بلکہ اگر حکومت سے ممانعت ہوتی تو اس کے اصرار میں پوری کوشش واجب تھی ہندوؤں کے کہنے سے اپنے مذہبی امور کو چھوڑ دینا بلکہ ہمیشہ کیلئے بند کر دینا سخت جہالت و حماقت ہے۔ جن لوگوں نے دستخط کئے ہیں ان پر واجب ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس تحریر کو منسوخ کریں، اور ان کے کہنے سے دوسرے لوگ ہرگز دستخط نہ کریں، حدیث میں ہے کہ لاطاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اور اگر وہ مسجد کا چندہ نہ لینے کی دھمکی دیتے ہیں، تو وہ چندہ لیں یا نہ لیں اذکار فعل ہے، دوسرے لوگوں پر اس کا کوئی گناہ نہیں، مگر بقیہ لوگ اس دھمکی کی وجہ سے ہرگز دستخط نہ کریں اور دستخط کرنے والوں پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ازگر شکال ڈاکخانہ ناراین پیٹھ مرسلہ جناب سید محمد اسرار الرحمن صاحب صدر مدرس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن اس نے ریاضت نہیں کی، اب اس کے مرشد کا وصال ہو گیا، وہ اپنا خواب و دوسرے احوال کس سے دریافت کرے، اور کیا کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اور یہ کس کا مرید سمجھا جائیگا۔ مرید چاہتا ہے کہ پہلے ہی مرشد کے ساتھ منسوب رہوں۔ لیکن غریب پریشان۔ خوابوں سے پریشان رہتا ہے۔

ان خوابوں کی کیا تدبیر کرے۔ اکثر خواب رنج و غم و افکارات کے دکھائی دیتے ہیں۔

مسئلہ (۲) سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونے کیلئے کوئی عمل اس کمترین کیلئے تحریر فرمادیں؟
الجواب (۱) مرید تو ایک کا ہو چکا، ایک مرید کے دو پیر نہیں ہوتے، ہاں دوسرے سے طالب ہو سکتا ہے اور اس کے بتانے پر ریاضت و مجاہدہ کرے، اور سلوک کی راہیں طے کرے، اور جو کچھ فیوض حاصل ہوں اونکو پیر ہی سے ملنا تصور کرے، اور اس کو واسطہ جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) با وضو قبلہ رو دہنی کروٹ پاک بستر پر سوئے، اور یہ درود سات بار کم سے کم پڑھے۔ بلکہ پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس کو برابر جاری رکھے زیارت اقدس سے مشرف ہو گا۔ اللہم صلی علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد و علی روح سیدنا محمد فی الارواح و علی قبر سیدنا محمد فی القبور صلی اللہ علیہ و علی آلہ و بارک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہوڑہ محلہ بابوتالات مرسلہ جناب غلام نبی و محمد خدوین ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ

مرا ہوا آدمی داخل سلسلہ ہو سکتا ہے؟
الجواب :- نہیں ہو سکتا کہ بیعت خود اسکا فعل ہے، جب وہ ہی نہیں تو بیعت کیوں کر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از سورت متصل بالا پیر مرسلہ جناب محمد نظام الدین قادری برکاتی نوری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی عبدالصمد احمد مہری

کی تصنیف شدہ کتاب ”مجموعہ اُردو“ کے صفحہ ۶ پر یہ مضمون ہے۔
 ذہبی صاحب ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے ابلیس آیا تب آئے فرمایا کہ
 اے بد بخت کہاں سے آیا۔ تب ابلیس نے کہا، یا رسول اللہ بد نہیں ہوں
 اس واسطے کہ دعا مجھ کو یاد ہے اس سبب سے جنت میں جاؤنگا سب سے
 پہلے نبی صاحب سنکر متحیر رہے، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا
 اے رسول اللہ یہ بد بخت کسچ کہتا ہے لیکن مرنے سے پہلے چاہیے برس
 یہ دعا بھول جاویگا۔ اب آپ اس سے سیکھ لیجئے، اس مضمون سے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟
 اور ایسا کسی حدیث میں آیا ہے۔ کہ معاذ اللہ آپ کو شیطان سے
 سیکھنے کیلئے فرمایا گیا، اور جو شخص اس کتاب کے ہر مضمون کو اچھا کہے
 اس کیلئے شرعی کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- یہ کتاب بعض مواقع سے میں نے دیکھی، بے سرو پا
 روایات کا مجموعہ ہے، یہ کتاب قابل اعتبار نہیں۔ اور یہ روایت
 کہ سوال میں مذکور ہے بالکل غلط ہے، نصوص قطعیہ قرآنیہ موجود ہیں کہ
 وہ یقیناً جہنم میں جائیگا اور ہمیشہ اوسی میں رہے گا۔ اس کی اس بات
 پر کبیر کے کیا معنی۔ اور شیطان سے سیکھنے کے کیا معنی، حضرت جبرئیل
 علیہ السلام نے خود کیوں نہیں بتایا، شیطان سے سیکھنا بتانا۔ اس سے
 ضرور حضور کی توہین ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسے خرافات سے بچائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہوڑہ مرسلہ جناب حافظ عاشق محمد صاحب امام مسجد کرسٹال
 پاڑہ ۲۸ رجب ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آزادی حاصل کرنا اسلامی فرائض میں ہے بلکہ آزادی حاصل کرنا نماز روزہ حج زکوٰۃ سے بھی مقدم ہے، غلام ہو کر رہنا، زنا کرنے، شراب پینے اور دنیا کے ہر بد اعمالیوں سے زیادہ حرام ہے زیادہ معصیت ہے سب سے بڑی گمراہی یہ نہیں ہے کہ مسلمان قوم شراب پیتی ہے زنا کرتی ہے یا اسی طرح اور گناہوں کی مرتکب ہوتی ہے سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ یہ غلام ہے، مسلم قوم غلامی پر راضی ہو گئی یہی اسکی اصلی بربادی کا سبب ہے، دین امتین کا اصل نصب العین گم ہو گیا، علمائے کرام اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ انھوں نے اب تک مسلم قوم کے آگے گمراہی کی اصل تصویر پیش نہ کی۔ اصلاح اسکی یہ ہے کہ مسلم قوم اس سے قبل کہ نماز شروع کرے روزہ رکھے، اس کا فرض ہے کہ اپنے کو غلامی کے پنجے سے آزاد کرائے۔ جب تک مسلم قوم کی اس طرح اصلاح نہ کی گئی، مسلمان قوم کی حالت نہیں سدھر سکتی، کیا ایسا کہنے والا شریعت مطہرہ کو کند چھری سے ذبح نہ کیا۔ لہذا التماس یہ ہے کہ جواب مفصل ارشاد فرمادیں ؟

الجواب :- اس میں شک نہیں کہ مسلم کو کافر کی غلامی کرنا سخت معیوب و ذلیل چیز ہے، مسلمان اس لئے انہیں کہ کفار کی غلامی کرے لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا۔ جس طرح ممکن ہو اس غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہیے، نہ علماء کرام اس سے غافل ہیں نہ انھوں نے اس کی تعلیم میں کمی کی۔ مگر جب کہ جہاں زمانہ علماء کی بات ہی نہ سنیں نہ ان کے بتانے پر عمل کریں، تو علماء کا اس میں

کیا قصور، سب سے بڑی گمراہی یہ غلامی نہیں، یہ نظر کا قصور ہے، اور عقل سے کام نہ لینا ہے، بلکہ اصل بربادی اس سے پیدا ہوئی کہ اکثر مسلمانوں کا اسلام آجکل برائے نام رہ گیا اسلامی احکام کو پس پشت ڈال رکھا ہے، خواہش نفس کے پیرو ہو گئے۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی اصلاً پرواہ نہیں، دین کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مضحکہ قرار دے لیا ہے۔ ترقی کے بدعی آج تک نہیں سمجھے کہ مسلم ترقی کا راز کیا ہے، یورپ کی تقلید میں انجمن بازی کا نفریس سازی کو ذریعہ ترقی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جتنی انجمنوں کی کثرت ہوئی کئی، تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اتنی ہی مسلمانوں کی حالت پست ہوتی گئی اور بد سے بدتر ہو گئی بلکہ اصل فلاح و بہبودی دین حق کے اتباع میں ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ جب تک مسلمان دین حق کے متبع رہے، ترقی ان کے قدموں پر نثار ہوتی رہی، جس طرف جاتی کامیابی ساتھ ہوتی، اور جب سے دین متین میں سستی کیے گئے، معاملہ برعکس ہونے لگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَاۤیۡقُوۡمَ حَتّٰی یُغۡیۡرُوۡا مَاۤیۡاَنۡفُسِہِمۡ۔ اگر مسلمان اب سے اپنی حالت درست کر لیں اور اپنے اندر وہی جذبہ پیدا کر لیں جو سلف صالحین میں تھا، اور دین متین کے اوسمی طرح حامی بن جائیں، جیسے متقدمین تھے، تو اب بھی وہی منظر نظر آنے لگے جو پہلے تھا، اور اگر یہ چاہیں کہ ہم دین کو چھوڑ دیں اور قرآن و حدیث و سلف صالحین کے طریقہ سے جدا اپنا راستہ بنائیں تو ابھی ابھی کیا حالت خراب ہے، اس سے زیادہ خرابی و بربادی سے سابقہ پڑے گا۔ مَنْ یَّتَّبِعْ غَیۡرَ سَبۡیِلِ الْمُؤۡمِنِیۡنَ لُوۡلِہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیۡرًا۔ اسی بے دینی کی ایک شاخ یہ بھی ہے جو سوال

میں مذکور ہے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ سب سے مقدم آزادی ہے، حدیث میں
تو ان چیزوں کو بنائے اسلام قرار دیا بنی الاسلام علی خمس اور اس شخص
کے نزدیک آزادی حاصل کرنا اصول اسلام سے بھی مقدم ہے، تو گویا
عین ایمان ہے، تو معلوم ہوا کہ جب تک آزادی حاصل نہ ہو ایمان ہی
نہیں، بیشک جو مومن نہ ہو وہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کی اہمیت کو کیا جانے
اور اس کے نزدیک اگر آزادی اصول اسلام پر مقدم ہو تو کیا مستبعد،
یوہیں محرمات قطعیہ شراب خوری زنا وغیرہ سے غلامی کو بدتر کہنا یہ بھی دین
حق پر افتراء ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ شخص نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دیگر امور اسلام کا پابند ہے
بلکہ شراب خوری وغیرہ بلاؤں میں مبتلا ہے، اور شہرت پسندی، جاہ طلبی
دنیا ٹھکنے کیلئے لیڈر بنا ہوا ہے، اپنی ان حرکات قبیحہ پر پردہ ڈالنا چاہتا
ہے، اور تو کیا کہتا کہ خلاف اسلام کیوں افعال کرتا ہے اور یہ پابندی اسلام
شیاقی ہے اب اس سے بچنے کو یہ ڈھکوسلہ نکالتا ہے کہ یہ امور کچھ زیادہ
وقع نہیں جس کو وہ کرتا ہے۔ البتہ وہ کرنے کی چیز ہے۔ کاش اگر اسلام
کی پابندی کی توفیق نہ تھی تو لوگوں کے اعتراض سن کر چپ رہتا، جب بھی
اس کے ذمہ وہ وبال نہ تھا جو اپنی اس بیہودہ بکواس سے اس نے
پیدا کر لیا۔ مگر ہے یہ کہ جس دل میں اسلام کا سچا درد ہے جو اسلام کی
رفعت کا دل سے خواہش مند ہے وہ ایسا کر سکتا ہے کہ اسلام کی پابندی
کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو اسلام کے مطابق کرے مگر جس کو نہ
اسلام کا خیال نہ پابس نہ حدود و امتداد ٹوڑنے کی پرواہ، او سے ایسی باتیں
بولنے میں کیا تکلف ہو سکتا ہے او سے تو لیڈری چاہیے اسلام جانے

یا رہے۔ اس کا کیا مضائقہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از کلکتہ لین نمبر ۱۶ مرسلہ جناب منظور احمد پانچو خان سامان۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ سے پیر کا درجہ
 بڑا ہے یا نہیں؟ قرآن اور حدیث سے ثابت فرما کر جواب سے مشرف
 فرماویں اور عند اللہ ماجور ہوں؟

الجواب :- پیر و استاد کا مرتبہ والدین سے زیادہ ہے، اس لئے کہ
 والدین مربی بسم ہیں۔ اور شیخ مربی روح، محقق دوانی، شرح ہیا کل،

میں لکھتے ہیں۔ قالہ علیہ السلام اما من یؤل الیہ بحسب النسب لعیوۃ
 الجسانیۃ کا ولادۃ النسبۃ ومن یحذو حذولہم من اتاد بہم الصوریۃ
 او بحسب النسبۃ لعیوۃ العقلیۃ کا ولادۃ الروحانیۃ من العلماء الراسخین
 والحکماء المتأمنین المقتبین من مشکوٰۃ النوارۃ سواء سبقوہ زمانا و احقوہ
 ولا شک ان نسبة الثانية اوکد من الاولى والثانیۃ من الثانية اوکد من
 الاولى منها فاذا اجتمع النسبتان بل النسب الثلاث کان نوراً علی نور کما فی
 الاثمة المشہورین من العترۃ الطاہرین رضی اللہ عنہم اجمعین، فاضل یوسف
 کو سب سے تتمہ حاشیہ شرح عقائد جلالی میں لکھتے ہیں۔ قالوا حق الاستاذ اوکد
 علی حق الوالدین فانہما سببان لفیضان الصورة الانسانیۃ والاستاذ سبب
 لفیضان الحقیقۃ الانسانیۃ، وهو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جو دھپور جامع مسجد موجیاں مرسلہ مولوی امیر احمد انصاری
 ۱۵ جمادی الاخر ۱۳۸۶ھ

بخدمت شریف جناب قبلہ مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب مدظلہ
 السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ خدمت عالی میں گزارش ہے کہ خاکسار نے

انے ایک وعظ میں کتاب بہار شریعت حصہ اول کے باب عقائد متعلقہ ذات و صفات الہی میں سے اکیسواں بائیسواں تیسواں عقیدہ بیان کیا اور انہیں عقائد کو اور زیادہ مفصل طور پر ثابت کرنے کے لئے۔ وَالْقَدْرُ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى۔ کی تفسیر بیان کی اور اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت شریفہ۔ قُلْ إِنْ أَرَادَ اللَّهُ يُفْضِلَ مَنْ تَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَرَادَ اور اس کے متعلق یہ حدیث شریف بیان کی جو حضرت شاہ عبد العزیز اپنی تفسیر پارہ عم سورہ واللیل میں بھی لائے ہیں جس کا ما حاصل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونے کے انتظار میں بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد بیٹھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض رحمان سے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص نہیں مگر اس کا مکان اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے، بہشت میں ہو یا دوزخ میں لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے، اور تغیر تبدیلی یعنی مٹنا مٹانا اس کا کسی طور سے ممکن نہیں ہے ہم نے کہا یا رسول اللہ یہی بات ہے تو تقدیر پر بھروسہ کر کے کیوں نہ بیٹھ رہیں اور عمل کو کیوں نہ چھوڑ دیں۔ اس واسطے جو لکھا ہوا ہے وہی ہوتا ہے اس کا خلاف کسی طرح ممکن نہیں ہے، تو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمل کئے جاؤ اس واسطے کہ ہر شخص کو توفیق اُسی کام کی دی جاتی ہے، جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے، سو اگر اس کو نیک بخت پیدا کیا ہے تو کام بھی نیک بختوں کے اوس سے کراتے ہیں، اور اگر

بدبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی بد بختوں کے اس سے کراتے ہیں سو جس طرح سے مکان ہر شخص کا مقرر ہے بہشت میں یا دوزخ میں اسی طرح سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو چکے ہیں ایک اور حدیث شریف جو کہ تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ صفحہ ۱۹۷ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض حضرت آدم علیہ السلام پر اور حضرت آدم علیہ السلام کا جواب درج ہے بیان کیا اور اسی سورۃ بقرہ کے صفحہ ۲۶۱ میں مناظرہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا در مسئلہ خیر و شر بیان کیا۔ مندرجہ بالا آیت شریفہ و حدیث شریف اور عقائد مندرجہ بہار شریعت کے موافق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ فرماتے ہیں۔

ہر کسے را بہر کار ساختند : میل اورا در دلش انداختند
مولانا نظامی سکندر نامہ میں فرماتے ہیں۔

تو نیکی کنی من بد کردہ ام : کہ بدراحوالت بخود کردہ ام
حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گناہ گرچہ ہنود اختیار ما حافظ : کہ در طریق ادب کوش گو گناہست
گو اللہ تعالیٰ ہی خیر و شر کا مالک ہے مگر ادب کا طریقہ اور ہمارا عقیدہ
یہی ہونا چاہیئے کہ اچھے کام کو من جانب اللہ کہے۔ اور جو برائی سرزد
ہو اس کو شامت نفس تصور کرے۔ جیسے کہ *ما ظلمنا الناس*۔ یہ میرے
ایک وعظ کا خلاصہ ہے۔ اب جناب والا سے گزارش ہو کہ آنجناب
اس کا مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ کہ مندرجہ بالا بیاں حق بجا
ہے یا خلاف شریعت اور اس کے مخالف کے حق میں کیا حکم ہے،

جواب میں جناب والا کی مہر ضرور ہونا چاہیے۔ یہ خاکسار امیدوار ہے کہ اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرما کر احسان مند فرمائیں گے؟

الجواب :- تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، حدیث میں ہے۔

لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

بَعَثَ بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ رَوَاهُ

الترمذی و ابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ۔ اس لئے منکرین قدر کو

مجوس فرمایا گیا۔ حدیث میں آیا ہے القدریۃ مجوس هذا الامة

ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم۔ قدریہ اس امت کے

مجوس ہیں، بیمار ہوں تو ان کی عیادت مت کرو سر جائیں تو ان کے جنازہ

میں نہ جاؤ۔ رواہ ابوداؤد واحد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ دوسری

حدیث میں ہے۔ منفان من امتی لیس لہما فی الاسلام نصیب المرجیۃ

واقدریۃ رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور فرمایا

یکون فی امتی خسف و مسخ و ذلک فی المکذبین بالقدر رواہ ابوداؤد و عن

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ الغرض بیان تقدیر میں حدیثیں بکثرت

وارد ہیں اور اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے کہ ہر چیز علم الہی میں مقدر ہے

اور اس میں تغیر تبدیل ناممکن ہے، اور ہر شئی کا وہی خالق ہے

خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ اس کی شان ہے جو اہر و اعراض ذوات و افعال کا وہی

خالق ہے، قرآن مجید میں فرمایا۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ جو افعال

کا خالق خدا کو نہیں کہتا گمراہ و بدوین ہے وہ قدری ہے اس سے

اجتناب کا حکم حدیث میں آیا ہے، مگر یہ مسئلہ بہت نازک و دقیق

ہے، اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس میں بحث نہ کرے

یہ عقیدہ رکھئے کہ بندہ نہ مثل جماد کے مجبور محض ہے نہ قادر علی الخلق ہے بلکہ خالق صرف اللہ ہے اور بندہ کا سب سے، بندہ کو مجبور بتانا بھی گمراہی ہے اور افعال کا خالق کہنا بھی ضلالت، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ ہے یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، زید کا خیال ہے کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنی بڑی قربانی کی کہ مع اہل و عیال کربلا میں شہید ہو گئے، اس وجہ سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ زائد ہے۔ کیونکہ یہ عمل سب عمل سے افضل ہے ؟

الجواب :- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، آپ کی اس افضلیت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے، ابوبکر اعلیٰنا و افضلنا۔ اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کیلئے انھیں کو منتخب فرمایا، اگرچہ بعضوں نے دوسرے کیلئے رائے دی تھی مگر حضور نے اسے قبول نہ فرمایا، بیشک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت بڑی قربانی کی اور وہ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور ان کو بھی خدائے تعالیٰ نے بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ صدیق اکبر سے افضل ہوں، اتنا تو مخالفین بھی کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے اور ان کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے، پس اگر واقعہ شہادت کے سبب صدیق اکبر سے افضل ہو جائیں، تو امام حسن و شیر خدا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل ہوں گے، کیونکہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش نہ آیا ہمارے دونوں اور تمام حضرات سردار و آقا ہیں، ہم کو ان کی پیروی چاہیے،

اور ان سب کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے اللہ تعالیٰ ان حضرات کے صدقے میں ہمیں بھی اپنی رحمت کا مورد بنائے، آمین واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل عرب سے فرمایا کہ کھجور کے درختوں میں تم نرو مادہ رکھتے ہو، نرو درخت کے پھول مادہ میں رکھتے ہو تو درخت پھلتا ہے ایسا مت کرو۔ جب بھی پھلے گا چنانچہ ان لوگوں نے ویسا ہی کیا، دوسری مرتبہ درخت نہیں پھلے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا۔ تم ایسا کرو، لہذا زید کا اعتراض ہے اگر حضور کو علم ہوتا تو ایسا نہ فرماتے اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا تو حضور کو علم ہی نہ تھا، چہ جائے اور معاملات، لہذا یہ قصہ صحیح ہے یا نہیں اور اگر صحیح تو اللہ تعالیٰ کی اس میں کیا مصلحت تھی، حضور نے اسکی بابت کیا ارشاد فرمایا ہے، مطابق شرع شریف بیان فرمائیے؟

الجواب :- واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے حضور کے ارشاد کے مطابق اس سال عمل کیا اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس سال پھل نہ آئے، اور یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس سے پیشتر نہ ہوئی ہو، بلکہ یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا ہی ہے کہ کبھی پھل آتے ہیں اور کبھی نہیں آتے، مگر اس وقت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ نرو مادہ کو نہ ملانے سے ایسا ہوا، لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں قلت اثمار کی شکایت لائے، حضور نے فرمایا کہ، انتم اعلم بامور دنیاکم، یعنی امور دنیا میں تم کو آزادی ہے، جو چاہو کرو، اس کا یہ مطلب کب ہے کہ حضور کو علم نہ تھا کہ ایسا کرنے میں پھل نہ آئیں گے علماء نے تصریحات کی ہیں کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے اور حضور کے فرمانے کے

مطابق کرتے تو حضور نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوتا، مگر ایک سال پھل نہ آنے پر ضبط نہ کر سکے اور شکایت لائے، لہذا یہ جواب ملا۔ اس سے حضور کے علم و تسبیح کی نفی کرنا محض جہالت ہے، یہ لفظ اس موقع پر استعمال ہوا ہے کہ میرا یہ حکم واجب التعمیل نہیں ہے، یہ شئی میں نے تم پر واجب نہیں کی ہے یہ امور دنیا میں سے ہے مصلحت میں نے بتا دی، اور عمل میں تم کو اختیار ہے کیا کوئی مسلمان بلکہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذا اللہ اتنے غافل تھے کہ ایسی باتیں بھی نہ جانتے تھے، اور صحابہ کرام کو ان امور میں حضور بر فضیلت تھی ایسا نہ کہے گا مگر یا گل۔ جب نصوص قطعیہ قرآن و حدیث سے آپ کی وسعت علم ثابت، تو حدیث کے ایسے معنی کڑھنا کہ جو امر ثابت شدہ ہے رد ہو جائے، کس دین و دیانت کا تقاضہ ہے۔ ولا

حول ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اصحاب صفہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب:۔ اصحاب صفہ فقراء مہاجرین تھے، جنہوں نے اپنے کو اسلامی امور کیلئے وقف کر دیا تھا، وہ حضرات صفہ مسجد نبوی یعنی سائبان میں مقیم تھے، ان کے مکان نہ تھے، عبادت کرتے، اور علم سیکھنے اور غزوات میں جاتے تھے۔ اور وہ حضرات تمام مسلمانوں کے مہمان تھے، ہر شخص حسب حیثیت اونکی خدمت کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جو صدقات آتے ان پر صرف فرماتے اور ہدایا میں بھی اونہیں شریک فرماتے یہ صحابہ کرام کی ایک مقدس جماعت تھی اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرمائے آمین، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر کوئی شخص ”پیغمبر صاحب“ کہے تو وہ کہنا کیسا ہے؟ آیا وہ خلاف ادب یا گستاخی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اس لفظ میں کچھ حرج نہ تھا کہ پیغمبر اور رسول دونوں کے ایک معنی ہیں، مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی اور پادری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔ لہذا اس سے احتراز چاہئے مگر اسے بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں اگر کہیں مسلمانوں میں بھی اس طرح بولنے کا رواج و عرف ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی بسم اللہ کس عمر میں کس طریقہ پر کرنا چاہئے؟

الجواب :- بسم اللہ کیلئے شرعاً کوئی عمر مقرر نہیں ہے، جب مناسب سمجھیں شروع کرا دیں، اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مکتب میں بیٹھا گیا تھا تو اونچی عمر شریف چار سال چار ماہ چار یوم کی تھی، اس وجہ سے بہت لوگ تبرکاً و اتباعاً اسی عمر میں تسمیہ شروع کراتے ہیں اگر اس کا خیال کرتے ہوئے اس عمر میں شروع کرائیں جب بھی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارالانج

۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسم اعظم کس کو کہتے ہیں، آیا کلام پاک میں ہے یا نہیں اگر ہے تو کہاں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو بتایا ہے یا نہیں کسی طریقہ پر معلوم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) عشرہ مبشرہ کا کیا نام ہے ؟

الجواب (۱) :- اللہ تعالیٰ کا ہر نام اسم اعظم ہے۔ اور تمام ناموں میں سب سے بڑھ کر اسم ذات اللہ ہے، اس کا ورد اور اس کا تصور ہر ایک قسم کی ترقی کا ذریعہ ہے، بزرگان دین نے اسی کے ذریعہ سے سب کچھ پایا ہے۔ اس کے ذکر و فکر سے کسی منزل میں جدانہ ہوئے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جو کام کریں اس کے اول میں بسم اللہ پڑھیں کہ اس نام کی برکت ہمیشہ شامل حال رہے اور جو کچھ اپنے اسم اعظم کے فضائل سننے ہیں سب اس میں موجود ہیں کہنے کا طریقہ اور کہنے والے کی خصوصیت اپنا اثر دکھاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے کریمہ یہ ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا ببرکاتہم، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از رائے پوری پی مرسلہ آدم جی ولی محمد۔ ۲ محرم سنہ ۱۳۵۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق، کہ انسان کو دنیا سے جب انتقال کرنے کے بعد جو کہ جنت میں داخل کئے جائیں گے، انھیں حور عنایت کی جائے گی یا نہیں ؟ اگر عنایت ہوگی تو کیا اس حور سے اولاد پیدا ہوگی ؟

مسئلہ (۲) انسان جب دنیا سے انتقال کرتا ہے تو بعد انتقال کے اس کی بیوی منکوحہ اس کو دستیاب ہوگی یا نہیں اور اگر اس کی عورت جنت میں دستیاب ہو۔ تو کیا بیوی کے ملنے کے بعد اولاد پیدا ہوگی یا نہیں ؟

مسئلہ (۳) فرض کر دوں کہ اگر ایک مرد کی چار بیویاں دنیا میں ہوتی ہوں تو کیا اس کے انتقال ہونے کے بعد چاروں بیویاں ملیں گی اور اگر ملیں

تو کیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہونگی۔ علاوہ اس کے کیا جنت میں بیویاں ملنے کے بعد دورانِ مجامعت میں انسان سے قطراتِ منی خارج ہونگے یا نہیں؟

مسئلہ (۴) دیگر اینکه اگر ایک عورت کے چار مرد ہوں۔ تو ایسی صورت میں کیا وہ عورت جنت میں چاروں مردوں کو غنایت کی جائے گی، اور کیا ان چاروں سے اولاد پیدا ہوں گی۔ لیکن اگر چاروں کو دستیاب ہوئی تو کن کن صورتوں میں؟

الجواب (۱) جنت میں حور کا ملنا قطعی و یقینی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد فرماتا ہے۔ فیھن قصرت الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان۔ اور فرماتا ہے۔ حور مقصورات فی الخیام۔ اور احادیث اس بارے میں بکثرت وارد ہیں اور اہل جنت کے لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ لَہُمْ فِیْہَا مَا یُشْتَمُونَ وہ جس چیز کی خواہش کریں گے پائیں گے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے این یدخلک اللہ الجنۃ یکن لک فیہا ما اشتہت نفسک ولذت عینک۔ اگر خدا تجھے جنت میں داخل کرے تو جو کچھ تیرے نفس کی خواہش ہو اور جس چیز سے تیری آنکھ کو لذت ملے سب کچھ ملے گا لہذا اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد کی خواہش ہو تو وہ بھی ملے گی بلکہ ترمذی کی ایک حدیث ہے۔ المؤمن اذا اشتہی الولد فی الجنۃ کان حملہ و وضعہ و سہ فی ساعة کما یشتمی۔ یعنی خواہش کرتے ہی حمل وضع اور جوان عمر سب ایک ہی ساعت میں ہو جائیگا رہا اس کے اس کی خواہش نہ ہو یہ اور بات ہے چنانچہ اسحق بن ابراہیم کہتے ہیں فی ہذا الحدیث اذا اشتہی المؤمن فی الجنۃ الولد کان فی ساعة ولكن لا یشتمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲، ۳، ۴) اگر وہ منکوحہ بی بی بھی جنت میں جائیگی، تو اسے ملے گی، اور اولاد کے متعلق نمبر اول میں گذرا، ایک منکوحہ ہو یا چند۔ سب کا ایک حکم ہے عورت کے اگر متعدد خاوند ہوئے کہ ایک کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور دونوں جنتی ہیں، تو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر اول کو ملے گی اور دوسرا یہ کہ شوہر آخر کو ملے گی اور یہ قول قوی ہے اور جنت میں عورتوں سے جماع بھی کریں گے مگر انزال نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ایک عورت زید کے ساتھ نکاح میں لائی گئی بعد مہر قرار دینے علاوہ نان و نفقہ و ایجاب و قبول کے، اور زید کی عورت سے ایک لڑکا ہے جو نابالغ ہے، کچھ عرصہ کے بعد زید کی منکوحہ انتقال کر گئی، تو انتقال کرنے کے بعد زید کی منکوحہ کے مہر کا حقدار کیا لڑکا جو حقیقی ہے وہ ہو سکتا ہے یا زید کی منکوحہ کے وارثان حقیقی؟

الجواب :- زید کی عورت کا لڑکا اپنی ماں کا وارث ہے مگر وہی تنہا وارث نہیں۔ بلکہ عورت کا باپ اوسکی ماں اوسکا شوہر سب ہی وارث ہیں اور جب تک کوئی خاص صورت متعین نہ کیجائے مقدار وراثت متعین نہیں کی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مدار پور ڈاکخانہ کشن پور ضلع سارن مرسلہ جناب شیخ اختر حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولینا وارث حسن صاحب جو مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید اور خلیفہ ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے نادانی سے بیعت کر لی ہو تو

اس کو دوسرے کسی بزرگ صحیح العقیدہ سے مرید ہونا ضروری ہے؟ یا انھیں

کی بیعت کافی ہے؟
الجواب :- رشید احمد گنگوہی نے خدا و رسول کی شان میں گستاخیاں کیں جنکی بنا پر علمائے حریم شریفین نے بالاتفاق تکفیر کی اونکے وہ فتاویٰ کتاب حسام اکھرتین میں شائع ہو چکے لہذا جو اس کا مرید و خلیفہ ہو اول سے بیعت ناجائز و حرام ہے اگر نادانی میں کر لی ہے تو کسی دوسرے بزرگ سنی صحیح العقیدہ سے بیعت کرے اور اس سے علمدگی اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دہلی بازار بلبل باران بارہ دری شیر آئین خان متصل مسجد

کپتان مرسلہ جناب ضیاء الدین صاحب بہاری ۱۷ رجب ۱۳۵۷
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
 کہ زید کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 روضہ شریف سے موجودات میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، نہ
 آپ کو یہ قوت رب العزت نے عطا فرمائی، جو کسی چیز کا معاینہ آپ فرما سکیں
 اور نہ جناب کو علم غیب عطا فرمایا گیا، لہذا یہ محض حضور پر بہتان ہے۔ یہ
 دونوں مسئلہ جناب حق کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایسے شخص عقیدہ رکھنے والے

۱۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے "براہین قاطعہ" میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم شیطان
 لعین کا بتایا ہے شیطان کیلئے دوست علم کو نص سے ثابت مانا ہے۔ اور حضور کیلئے ماننے کو شرک بکھا
 ہے۔ اپنے ایک کتاب ہری فتویٰ میں خداوند تعالیٰ کیلئے جھوٹ بونا واقع بتایا ہے۔ انھیں کفریات کی وجہ سے
 علمائے عرب و عجم نے مولوی رشید احمد گنگوہی پر بھی کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا اور فرمایا من شک فی کفر
 وعدا بہ فقد کفر۔ جو اسلئے صریح متعین متبیین کفری عبارتوں پر مطلع ہو کر اسے کافر مانے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 آل مصطفیٰ

کو امام بناتے ہیں شریعت کا کیا حکم ہے۔ اگر ایسے شخص کو امام تجویز کیا جائے تو اہلسنت کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- زید کا یہ عقیدہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر انور میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، بالکل غلط ہے، حضور کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے دیگر اموات بھی اپنی قبور سے زائرین کو دیکھتے ہیں، اور اونچی آوازوں کو سنتے ہیں اس وجہ سے بوقت زیارت قبور السلام علیکم کہنا بکثرت احادیث میں آیا ہے اور اس کا کہنا سنت قرار پایا ہے، کہ جو نہ دیکھے نہ سنے اس کو مخاطب کر کے سلام کہنا بالکل بے معنی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہتی ہیں۔ کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی واضع ثوبی واقول انما ہونرو حی والی فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمرؓ میں اپنی اوس مکان میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ کپڑے رکھ کر چلی جاتی تھی اور میں اپنے جی میں یہ کہتی تھی کہ یہاں تو میرے شوہر اور میرے والد ہی ہیں، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو اب تمام کپڑے پہن کر جانے لگی، حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ حضرات باہر کی چیزیں معاینہ نہیں فرماتے تو حضرت عائشہ کو اپنا طریقہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حیا کرنے کے کیا معنی؟ اور اس خیال کی کیا وجہ کہ یہاں تو میرے شوہر اور والد ہی ہیں۔ لہذا تمام کپڑے پہننے کی کیا حاجت، شیخ متحقق دہلوی

لے مشکوٰۃ باب زیارة القبور ص ۱۵۴۔ مصباحی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔
 اوضح دلیل علی حیوۃ المیت و علی انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما
 امکن لاسیما الصالحون بان یكون فی غایۃ الحیاء والتادب بظاہرہ و باطنہ
 فان للصالحین مدداً ظاہراً بالغالب و ارہم بحسب ادبہم، اس حدیث میں
 اس امر پر واضح دلیل ہے کہ میت کیلئے بھی حیات ہے اور میت کا احترام
 بوقت زیارت جہاں تک ممکن ہو کرنا چاہئے۔ خصوصاً صالحین کے اون کے
 مزارات پر حاضری کے وقت ظاہر و باطن میں کمال حیا و ادب سے کام لینا
 چاہئے۔ کیونکہ جتنا زیادہ ادب ہوگا۔ اتنا ہی وہ اپنے زائرین کی زیادہ مدد
 فرماتے ہیں۔ امام محمد بن حاج مکی مدخل میں اور امام احمد قسطلانی۔
 مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ لافرق بین حیاتہ و موتہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فی مشاہدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالہم و نیاتہم و غزائہم
 و خواطرہم و ذلک عندہ جلی لاخفاء بہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی حیات و وفات میں اس بات کا کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے
 ہیں۔ اور انکی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خیالات کو جانتے ہیں
 اور یہ سب حضور کے نزدیک ایسا ظاہر ہے جس میں بالکل پوشیدگی نہیں
 امام رحمۃ اللہ تلمیذ محقق امام بن ہمام صاحب فتح القدر اپنی کتاب منک متوسط
 اور علامہ علی قاری مکی اوسکی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں، انہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بحضورک و قیامک و سلامک ای بل بجمیع افعالک
 و احوالک و ارتحالک و مقامک، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری

لے حاشیہ مشکوٰۃ، حوالہ مذکور۔ مصباحی

حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام کو بلکہ تیرے تمام افعال و احوال کو کوچ و مقام کو جانتے ہیں۔ اس باب میں ائمہ و علماء کے اقوال ذکر کئے جائیں تو ایک کتاب بن سکتی ہے، منصف کیلئے اتنا کافی ہے، یوہیں زید کا یہ عقیدہ کہ حضور کو علم غیب نہیں عطا فرمایا گیا۔ نرا افتراء و بہتان ہے آخر وہ قرآن کی کونسی آیت ہے یا کونسی حدیث صحیح ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ حضور کو غیب کا علم نہیں عطا کیا گیا۔ قرآن مجید میں بکثرت آیات ہیں جن سے ثابت کہ حضور کو غیب کا علم عطا کیا گیا ہے اون میں سے بعض یہ ہیں مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْهِرَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُولِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ ای عام لوگو! اللہ تعالیٰ تمکو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اس کیلئے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، اب زید بتائے وہ کون سے رسل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کرنے کیلئے چن لیا ہے اور فرماتا ہے لَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ۔ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول کو۔ یہاں صرف بتانا ہی نہیں ہے بلکہ مسلط کر دینا فرمایا کہ وہ جسے چاہیں بتا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی غیب کی باتیں حضور نے صحابہ کو بتائیں، جس نے کتب احادیث کا مطالعہ کیا ہے اس پر وہ احادیث مخفی نہیں۔ علامات قیامت فتن کا ظہور امام مہدی کا پیدا ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول، و جال کا خروج اور اس کا فتنہ، یا جوج ماجوج کے حالات، ملنجمہ کبریٰ، دین اسلام کا حجاز کی طرف سمت جانا، وغیرہ ہزاروں واقعات کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے، یہ حضور نے نہیں بیان کیا تو کس نے بیان کیا، اور حضور کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا تھا، تو کیوں کر بیان کیا، یہ عقائد کہ جو سوال میں

مذکور ہیں وہابیوں کے ہیں۔ ایسے عقیدہ والوں کو نہ امام بنانا جائز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- از ملوک پور بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فرقہ فقیروں میں ہے اور وہ اپنے آپ کو خاندان سہروردی میں مشہور کرتے ہیں۔ جب ان کے یہاں کوئی بیعت یا مرید ہوتا ہے تو اول اسکے تمام سر کے بال ڈارھی، بھوں، مونچھ وغیرہ کے مونڈتے ہیں اور اس کو کفنی پہنا کر اسی کے گھر سے بھیک کے طریقہ سے منگواتے ہیں اور علاوہ اس کے دو تین اور گھروں سے بھی بھیک منگواتے ہیں اور یہ بھی سنا ہے کہ جو روک و اماں کہلاتے ہیں تو یہ طریقہ از روئے شریعت یا طریقت جائز ہے یا نہیں۔ اور یہ طریقہ کون سے فقراء میں جائز ہے، اس کا حوالہ کسی ملفوظات میں اگر تحریر ہو تو تحریر میں لا کر جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے؟

الجواب :- بیعت کا یہ طریقہ ناجائز ہے و اگرھی مونڈنا حرام ہے، جس بیعت کی ابتداء حرام سے ہو وہ کیا کارآمد ہو سکتی ہے، اسی طرح بے حاجت بھیک مانگنے کی ممانعت آتی ہے، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

من سأل الناس أموالهم تكثرأفانیا سأل جبرافلیستقل اویستكثر۔ یہ طریقہ کہ ان لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ مشائخ کرام اس سے بالکل بری ہیں جو روک و اماں کہنا حرام اور بری بات ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِلَّا اِلٰهٌ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا لِّتُجَادَلَ كُوفًا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب سلمہ از گریفہ ضلع چوہیس پرگنہ ۲، محرم ۱۳۵۵
اشعۃ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنة فصل ثالث میں حدیث
غضیف بن الحارث الثمالی کے تحت میں شیخ محقق فرماتے ہیں (پس جنگ در
زود بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است از نو پدید کردن بدعت اگرچہ حسنہ باشد
زیرا کہ باتباع سنت پیدائی شود نورد و بگرفتاری بدعت درمی آید ظلمت مثلاً
رعایت آداب خلا و استنجا بروجہ سنت بہتر است از بنائے رباط و مدرسہ
چہ سالک بر رعایت آداب سنت ترقی کند بمقام قرب و برک او تنزل کند
از آں و ایں مودی میگردد و برک افضل از آں تا بمرتبہ قساوت قلب کہ آں
را این وطبع و ختم گویند میرسد نعوذ باللہ من ذلک لہ

بدعت حسنہ کے بارے میں شیخ کی یہ عبارت بالخصوص الفاظ خط کشیدہ
میری سمجھ میں اس کا مطلب نہیں آتا حضور اس کی تشریح فرمادیں۔ اگر سنت
پر بھی سختی کے ساتھ عامل ہو اور اس کے ساتھ بدعات حسنہ کو بھی عمل میں
لاتا ہو اس کے لئے بھی یہ حکم ہوگا؟

الجواب :- شیخ علیہ الرحمہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر بدعت حسنہ
و سنت میں مزاحمت ہو کہ بدعت کے عمل کرنے میں ایسا اشتغال ہو کہ
سنت فوت ہو جائے تو یہ سبب ظلمت ہے۔ اور ایسی حالت میں تقرب
نورانیت اس میں ہے کہ سنت پر عمل کرے، بدعت حسنہ کو فوت کر دے
مثلاً تعمیر مدرسہ اگرچہ نیک کام ہے مگر اس میں مشغولی کی وجہ سے ان
سنتوں کا ترک کرنا بھی درست نہیں جو پاخانہ و پیشاب کے متعلق ہیں نماز
وغیرہ عبادات کی سنتوں کا فوت کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے، حضرت

شیخ کا یہ لفظ (گرفتاری) اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کلام کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ و مسافر خانہ بنوانا دل میں تاریکی پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ ان کی وجہ سے سنت فوت نہ ہو، کیونکہ ایسا ہوتا تو پھر اس کو بدعت حسنہ کہنا غلط ہوگا۔ کیونکہ جس چیز سے دل سیاہ ہو اس کو حسنہ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- نرسہ محمد امین صاحب موضع بھیرہ قصبہ ولید پور اٹم گڑھ ۱۱ رجبی الاول ۱۳۵۵ھ

معروض خدمت اینکه مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق منکرین علم غیب طرح طرح کے خیالات ظاہر کرتے ہیں، اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے، حضرت سے یہ دریافت طلب ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کن علماء نے اس کی تصحیح کی ہے صاف صاف تحریر فرمادیں۔ اشد ضرورت ہے۔ حدیث وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة المعراج قطرت فی حلقی قطرة فعملت ما کان وما سیکون۔ وراحا ویت معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطره در حلق می ریختند فعملت ما کان وما سیکون۔؟

الجواب :- یہ حدیث نظر فقیر سے کتب حدیث میں نہیں گذری۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے کہ مسئلہ علم غیب کا مدار اس پر ہو، جب یہ مسئلہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اس حدیث کا ضعیف ہونا کیا مضر ہے۔ ترمذی کی حدیث معاذین جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے فتجلی لی کل شیء وعرفت یعنی میرے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے پہچان لی، یہ حدیث معراج منامی کی ہے جس کی امام بخاری

وغیرہ ائمہ نے تصحیح فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے ”الدولۃ المکیہ“ میں تحریر فرمایا۔ صححہ البخاری والترمذی وابن خزیمة والائمة بعدہم لہذا وہ حدیث اگر ضعیف بھی ہو تو اس کی تائید سے درجہ حسن کو پہنچ جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب محمد محفوظ اللہ صاحب رباط قانونگو پشتر قصبہ سورون چودھری محلہ ضلع ایٹہ۔

شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی حصہ دوم میں (غالباً) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک نہ ہونے کی احادیث کو ضعیف وغیرہ معتبر لکھا ہے اس کی بابت جو تحقیق امر ہو۔ بحوالہ کتب وغیرہ ارقام فرمایا جائے تاکہ اطمینان ہو، کیونکہ آج تک عموماً یہی سنا اور دیکھا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ تھا۔ ؟

الجواب :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ”نفی الفی“ ہے بریلی سے منگا کر دیکھئے اگر وہ احادیث ضعیف ہوں جب بھی حرج نہیں کہ باب فضائل میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر ہیں۔ کیا ہو مصرح فی الکتب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی فیض الہدیٰ صاحب گیوال بیگہ گیا۔ ۱۹ صفر ۱۳۵۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایک بزرگ صاحب طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ اپنے وصال سے قبل اپنے چند خاص مریدوں کی موجودگی میں اپنے دو صاحب زادوں کو اپنی جگہ سجادہ نشین کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ ان دونوں کو میں نے اپنا سجادہ نشین بنایا۔

اور ان دونوں میں ہر ایک اسکی اہلیت اور قابلیت و صلاحیت بھی رکھتے ہیں
 شخصے زید جو اسی خاندان میں مرید تھا جس کو بزرگ موصوف نے اپنے
 حین حیات میں اس کی گمراہی اور گستاخی کے سبب اپنے حلقہ مریدین
 سے خارج فرما دیا تھا۔ وہ شخص دو سجادہ نشین کے تقرر کو آئین اسلام
 دستور عمل سلف و خلف کے خلاف بتلاتا ہے اور دلیل یہ بیان کرتا ہے۔
 ”سجادہ واحد پر بیک وقت انتخاب امانین کا سد باب حضرات خلفائے
 راشدین کے زمانہ مبارکہ میں باتفاق اجماع صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم
 اجمعین بروز وصال رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو چکا اور امت
 خیر الامم میں یہی عمل در آمد ہے ایسے انتخاب کو مطلق سواد اعظم یعنی اجماع
 صحابہ عظام نے جبکہ باطل فرمایا تو اب سوائے نادان نا تجربہ کار کے کون
 مخالفت سواد اعظم کی ہمت کر سکتا ہے۔“

اور ”سجادہ نشین کا تقرر صحیح و جائز ماننے والوں کو گمراہ، جاہل
 فتنہ پرداز خسر الدنیا والاخرہ کے مصداق و مستحق یکھتا ہے، اور جن جاہلوں
 نے سجادہ واحد امانین کا سواد اعظم کے خلاف تقرر جائز مان لیا وہ سب
 کے سب ملت حق کش مو دین فتنہ پرداز گمراہ نہ تصور کئے جائیں گے
 ضرور ضرور ایسے فتنہ پرداز خسر الدنیا والاخرہ کے مصداق و مستحق ہیں، پس
 آپ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ کیا واقعی دو سجادہ
 نشین کا تقرر مطلقاً ناجائز و باطل ہے۔ آیا یہ زید کا خیال اور یہ دلیل شرعاً
 درست ہے یا خلاف شرع؟ اور جبکہ زید دو سجادہ نشین کے ماننے
 والوں کو گمراہ جاہل فتنہ پرداز خسر الدنیا والاخرہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔
 تو ایسی صورت میں اس کیلئے کیا حکم ہے۔ مسئلہ مذکور پر غور فرما کر جو

حکم شرع ہو بدلائل شرعیہ فقہیہ مزین بمواہر جواب بالصلوب حتی الوسع جلد سرفراز فرمائیں ؟

الجواب :- کسی شیخ کی سجادہ نشینی اور امامت کبریٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے شیخ کی سجادہ نشینی کا مقصد اوس کے طریقہ کی تبلیغ و ارشاد و ہدایت ہے، اور امامت کبریٰ کا مطلب امور مسلمین کو منظم رکھنا اور ان کے مابین منازعات میں فیصلہ کرنا اور فسادات کو دفع کرنا حدود و قصاص قائم کرنا چور ڈاکو اور بد معاشوں کو مقہور و مغلوب کرنا وغیرہ وغیرہ ہے، جب ان میں ہر ایک کا مقصد جداگانہ ہے تو ایک پر دوسرے کو قیاس کرنا غلطی ہے، اسلئے شیخ کی خلافت و جانشینی کے شرائط امیر المؤمنین میں تلاش کرنا اور امیر کے شرائط کو خلیفہ شیخ میں ڈھونڈنا جہالت و نادانی ہے۔ اگر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں انتخاب امامین کا سد باب ہوا تو وہ امامت کبریٰ سے جو بیک وقت دو شخص کیلئے نہیں ہو سکتی اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دو بادشاہ در اقلینے نکلنجد اور اگر شیخ کے خلفاء میں ان اصول پر پابندی کی جائے تو اس خلافت کیلئے بھی سب سے پہلی شرط قرشیت کی ہونی چاہیئے اور حدیث الأئمة من قریش سے استدلال کر کے غیر قریش میں سلاسل متنازعہ کا سد باب کیا جائے۔ اگر لفظ امامت و خلافت کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اس کے تعدد کا دروازہ بند کیا جائے تو شہر بھر میں نماز کیلئے ایک ہی امام ہونا چاہیئے، بلکہ ہندوستان بھر میں بلکہ دنیا بھر میں صرف ایک ہی سلسلہ رہنا چاہیئے اور سب کو اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے نہ سلاسل کا تعدد ہو، نہ شیوخ کی کثرت ہو۔ پس لازم ہے کہ ایک پیر ہو اور سب اسی کے مرید ہوں، جو مقصد شیخ کی جانشینی کا ہے وہ تعدد کے منافی نہیں، نہ تعدد خلفاء ہونے میں فتنہ و فساد کا فتح باب ہے۔ لہذا اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ٹھانہ سرسلہ محمد اسماعیل ولد الفو ۲ شعبان ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) قبر کے اندر میت کی روح سے سوال ہوتا ہے یا جسم سے، بیان فرمائیں؟

(۲) مسلمان کی روح گھر پر آتی ہے پھر وہ مسجد میں جاتی ہے۔ ایک عالم نے لکھا ہے۔ صحیح ہے یا غلط، بیان فرمائیں؟

(۳) عورت اپنے شوہر سے اپنے ماں باپ کے سامنے گھونگٹ نکال سکتی ہے یا نہیں، بیان فرمائیں؟

(۴) پردے والی عورت کے پاس کون شخص جاسکتا ہے، نام بنام بتلایا جائے؟

(۵) شب برات کے حلو کے واسطے کیا حکم دیتے ہیں۔ جناب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب دہلوی کا فتویٰ ہے آپ علمائے دین اس کا کیا فیصلہ دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں بیان فرمائیں؟

(۶) پروردگار عالم نے جس وقت سجدہ کا حکم کیا کیا اس وقت سب ملائکہ اور فرشتوں نے اور روح نے سجدہ کیا۔ کسی نے اول کا کیا، کسی نے آخر کا کیا، جس روح نے اول کا کیا اور آخر کا نہ کیا، اور آخر کا کیا اول کا نہ کیا، کسی روح نے، اب یہاں اس سجدہ کی قضا نکالنے کے واسطے کونسا وقت ہے۔ جس روح نے آخری سجدہ نہ کیا تھا یہ بھی ایک عالم نے ایک کتاب میں لکھا ہے صحیح ہے یا غلط بیان فرمائیں؟

(۷) میری نظر سے ایک اشتہار گذرا ہے اس اشتہار کے اندر ایک شعر لکھا ہوا ہے اس شعر کے رد میں یہ اشتہار شائع ہوا ہے اس کا رد قرآن و حدیث اور فقہ سے کیا جائے؟

الجواب (۱)۔ روح و جسم دونوں سے سوال ہوتا ہے اور دونوں پر ثواب ہے

یا عذاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعض روحيں آجاسکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) گھونگٹ نکال سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۴) عورت کے محارم یعنی جن سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو
 اور غیر محارم سے اس کا سارا بدن چھپنا چاہیے۔ ضرورت کے وقت منہ اور ہاتھ
 کی طرف نظر جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حلوا جائز چیز ہے شبِ برأت کو بھی جائز ہے، دوسرے دنوں میں بھی
 جائز ہے جب ایک چیز جائز ہے تو کسی خاص دن نا جائز ہونے کیلئے دلیل
 شرعی درکار ہے۔ اپنے اٹکل سے جائز کو نا جائز نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۶) اس کا ثبوت معتبر روایات سے فقیر کے سامنے نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۷) شعر کے رد میں وہابیوں کے فتوے اشتہار میں شائع کئے پہلا فتویٰ یہ
 بتاتا ہے کہ وہ کافر ہے اسکی بی بی نکاح سے باہر اور بعد والے فتوے بتاتے ہیں
 کہ گنہگار ہے۔ یہ دہلی اور دیوبند کے فتوے کفر کا حکم نہیں دیتے۔ مختار کے معنی
 چنے ہوئے اور پسندیدہ کے ہیں اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء خدا کے مقبول
 و پسندیدہ بندے ہیں اس عقیدہ سے نہ آدمی کافر ہوتا ہے نہ مبتدع۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۸ صفر ۱۳۶۷ھ

(۱) اصول الشاشی بحث ثالث کے اختتام پر تعارض اولہ کے بیان میں فرمایا
 روان کان بین السنین یبیل الی آثار الصعابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جب دو سنت
 میں تعارض ہو تو آثار صحابہ کی جانب رجوع ہو گا اسکی ایک مثال تحریر فرمائی جائے؟
 (۲) اصول الشاشی بحث رابع میں قیاس کی حجت پر ابتداءً اخبار سے استدلال
 فرمایا، پھر ایک اثر نقل فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں۔ سئل ابن مسعود عن من
 تزوج امرأة ولم یسم لہا مہراً وقدمات عنہا من وجہا قبل الدخول الخ۔ اس
 سے پہلے جس قدر اخبار نقل فرمائیں سب میں مقیس علیہ کا ذکر ہے یہ تحریر فرمایا

جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کا مقیس علیہ کس چیز کو قرار دیا فتح القدیر میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حکم بیان فرما چکے، تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ ایسا ہی حکم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے مسماۃ بروغ کے حق میں فرمایا تھا یہ سنکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بید مسرت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ مذکور کا حکم بطور قیاس نکالا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا علم بعد میں ہوا لہذا مقیس علیہ بیان فرمایا جائے ؟

الجواب (۱) :- ”شرح معانی الآثار“ میں بہت سے مواقع پر احادیث متعارضہ میں اقوال صحابہ کی طرف توجہ کی ہے، مثلاً حدیث ”ان ابن عمر کان اذا سجد بدأ بوضع یدیه قبل رکبتيه وكان يقول كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضع ذالك وحدیث ابی ہریرۃؓ اذا سجد احدکم فلا یدبرک كما یدبرک البعیر ولكن یضع یدہ ثم رکبتيه“ یہ دونوں حدیثیں چاہتی ہیں کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں۔ پھر گھٹنے اور حدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”کان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سجد بدأ بوضع یدیه قبل یدیه“ چاہتی ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے جائیں۔ اب آثار صحابہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو اسود و علقمہ نے کہا ”حفظنا عن عمر فی صلاتہ انه خربعد رکوعہ علی رکبتيه كما یخرب البعیر و وضع رکبتيه قبل یدیه“ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرتے تھے ”ان رکبتيه کانتا تقعان علی الارض قبل یدیه“ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے مگر اس صورت کا مقیس علیہ

انھوں نے کس کو قرار دیا، یہ نظر فقیر میں نہیں ہے جو کچھ اس وقت ذہن ناقص میں ہے
 ان کان حقاً من اللہ وان کان غیر ذلک فممنی ومن الشیطن۔ وہ یہ ہے کہ مہر مسمیٰ کی صورت
 میں دخول یا موت سے پورا مہر واجب ہوتا ہے اور قبل دخول طلاق ہو تو نصف مسمیٰ
 واجب ہوتا ہے، اور عدم تسمیہ کی صورت میں دخول سے پورا مہر مثل واجب ہوتا ہے
 پہلی صورت میں دخول و موت کا ایک ہی حکم ہے یہاں بھی ایک ہی حکم ہونا چاہیے
 یعنی لہما مہر مثل نسائہا لاوکس ولا شطط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حاجی فتح محمد و محمد کامل سوداگر پارچہ بنارس، ارجاوی الاولیٰ سنہ
 (۱) اگر کسی شخص کو اجازت و خلافت نہ ہو اس کا مرید کرنا اور خلافت دینا کیسا ہے؟
 (۲) جو پیر مسجد میں بلا عذر نماز باجماعت نہ پڑھتا ہو اس کا مرید ہونا اور اس سے
 خلافت لینا کیسا ہے؟

(۳) ایسا مرید جس کے مریدین میں سے وہابیہ غیر مقلدین میں سے لڑکی
 نکاح میں رکھتا ہو اور وہ پیر اپنے مریدین کے نکاح قطع نہ کرتا ہو اور انھیں مریدین
 کے یہاں وہ پیر دعوت کھاتا ہو اور رقم نذرانہ لیتا ہو لہذا ایسے پیر طریقت اور مرید کا
 کیا حکم ہے؟

الجواب :- (۱) جس شخص کو اجازت و خلافت نہیں ہے نہ وہ مرید کر سکتا ہے
 اور نہ خلافت دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صحیح یہ ہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت گناہ ہے اور جب یہ ترک جماعت
 اس کی عادت ہو تو اس سے نہ مرید ہونا چاہئے نہ خلافت لینا چاہئے اور اگر
 ترک جماعت اس لئے کرتا ہے کہ امام قابل امامت نہیں ہے یا وہ ایسا ہے کہ
 اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے تو اس جماعت کو ترک ہی کرنا چاہئے مگر اسے
 چاہئے کہ دوسری جماعت کرنے جو موافق سنت ہو اگر ممکن ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر وہ لڑکی خود وہابیہ نہ ہو جب تو نکاح میں کوئی حرج ہی نہیں اور اگر پہلے وہابیہ کے عقائد پر تھی پھر تائب ہو گئی، اور تجدید نکاح کرا دی جب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر اب بھی وہ عورت وہابیہ کے عقائد پر ہے اور پیر نے مرید سے کہا اور اس نے نہیں مانا تو پیر کے ذمہ الزام نہیں مگر اپنی دعوت و نذرانہ کی خاطر اس مرید سے اختلاط رکھتا ہے اور اس سے اجتناب نہیں کرتا ضرورتاً قابل الزام ہے اور جب وہ پیر اپنی منفعت دنیوی کو احکام شرعیہ پر ترجیح دیتا ہے تو اس کے ذریعہ سے سلسلہ کا فیض کیا ملے اور اس سے مرید ہونے کا کیا

حاصل۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بمبئی گول پیٹھا اسلام پورہ اسٹریٹ للو بھائی دیوی داس کی چال پہلا
ملا مرسلہ اسمعیل ابن الفو ۱۶ رجب ۱۲۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں
ہم دیکھتے ہیں کتابوں کے اندر قیامت کے روز سورج سوانیزہ پر آ جائیگا
نیزہ کس کو کہتے ہیں۔ بیان فرماویں؟

(۲) قیامت کے روز زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے، اس وقت
حضور کی امت کہاں کھڑی ہوگی، بیان فرماویں؟

(۳) وہ قبر کون سی ہے زمین کی چو طرف پھرتی ہے، اس کے اندر جو بزرگ ہیں
زندہ ہیں اور یاد الہی کرتے ہیں بیان فرماویں؟

(۴) زمین و آسمان سے پہلے کیا چیز موجود تھی بیان فرماویں؟

(۵) لوگ کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے چھ نبی مانے، بیان فرماویں؟

الجواب (۱) صحیح مسلم شریف میں مقدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول تدنى الشمس يوم القيامة من

الخلق حتی تکون منهم کمقدار میل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آفتاب لوگوں سے قریب ہوگا یہاں تک کہ ایک میل کی مقدار پر ہوگا، میل کے معنی سرمہ کی سلائی بھی ہے اور میل مسافت بھی، حدیث میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں اور ظاہر میل مسافت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ،

جس دن زمین غیر زمین سے بدل دی جائے گی، اور آسمان غیر آسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔ قاضی بیضاوی نے اس کی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ تبدیل کن بھی ذات میں ہوتی ہے کبھی صفات میں اور آیت میں دونوں احتمال ہیں۔ اس کے

بعد فرماتے ہیں۔ وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبدل ارضاً من فضة وسموات

من ذهب، وعن ابن مسعود وانش یحشر الناس علی ارض بیضاء لم یخطا علیہا

احد خطیئة، وعن ابن عباس ہی تلک الارض وانما تغیر صفاتها ویدل علیہ

ما روی ابوہریرۃ انه علیہ السلام قال تبدل الارض غیر الارض فتبسط و

تبدمد الادیم العکاظی لا تری فیہا عوجاً ولا امتاً۔ بالجملہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم نے تبدیل ذات کا قول کیا ہے اور بعض نے تبدیل صفات کا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی۔ قالت سئلت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات

فاین یکون الناس یومئذ قال علی الصراط۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا کہ جس دن زمین و آسمان بدل دئے جائیں گے آدمی کہاں

ہوں گے فرمایا صراط پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کوئی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) زمین و آسمان سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ صحیح بخاری شریف میں

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کان اللہ ولم یکن شئی قبلہ وكان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض اللہ تھا اور کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) یہ بالکل جھوٹ اور محض غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ محمد کامل صاحب بنارس یکم محرم الحرام ۱۳۶۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ سنت کو بدلنا یا کسی عمل سے جبکہ سنت کا ترک یا رفع لازم آئے۔ تو وہ عمل کیسا ہے ؟
الجواب :- سنت کو بدلنا یا ایسا عمل کرنا جس سے سنت کا ترک لازم آئے مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد اسماعیل سنجان ضلع تھا نہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ
(۱) جنت زمین پر ہے یا آسمان پر ؟
(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام مبارک کیا ہے ؟
الجواب (۱) جنت آسمانوں کے اوپر ہے، قرآن مجید میں فرمایا کہ اسکی چوڑائی آسمان وزمین کی برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام یوحنا ند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ عبدالرحمن برمکان ظہور میاں جی برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ
مالیگاؤں ٹاسک ۲ جمادی الآخری ۱۳۶۱ھ

(۱) بہار شریعت حصہ اول ص ۵۵ پر لکھا ہے کہ مسلمان کو مسلمان جاننا اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ زید عالم ہے اور ایسا کہتا ہے کہ اسکی کیا تخصیص ہے تمامی مسائل ضروریات دین سے ہیں خواہ سنت

مستحب ہو یا واجب فرض ہو۔ کسی مسئلہ کا منکر کافر ہے زید کا ایسا کہنا ہے تو زید کا کہنا آپ کی تحقیق میں کیسا ہے صحیح ہے یا غلط ہے۔ اگر زید کا کہنا صحیح ہے تو آپ کے کہنے میں اور زید کے کہنے میں کیا فرق ہے اگر ضروریات دیگر بات ہے تو اس کے پہچانے کی کیا صورت ہے کہ ضروریات دین کیا ہے اور غیر ضروریات کیا ہے۔ زید کے بتلانے سے بہت بڑی پریشانی ہے خلاصہ تحریر فرمادیں؟

اجواب :- مسائل میں بعض ضروریات دین سے ہیں بعض نہیں مسائل بہت سے اجتہادی بھی ہیں کہ ایک مجتہد اور اس کے مقلدین ان کو مانتے ہیں۔ دوسرا مجتہد اور اس کے مقلدین ان کو نہیں مانتے سب کو ضروریات دین سے کیوں کر کہا جاسکتا ہے ضروریات دین میں ائمہ و علماء کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ مسائل ہیں کہ اس کے علم اہل علم اور غیر برابر ہیں۔ ہر ایک کو اس کا دین سے ہونا معلوم ہے اور غیر اہل علم سے مراد یہاں کے وہ لوگ ہیں جو علماء کی صحبت پائے ہوئے ہیں زید کا تمام ہی مسائل کو ضروریات دین سے کہنا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ :- مرسلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔
الفاظ معانی

یا ایہا الرسول والذین معہ

یا ایہا الذین آمنوا

محمد رسول اللہ والذین معہ

یا ایہا الرسول والذین معہ

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ کے

محمد رسول اللہ والذین معہ

یا ایہا الذین آمنوا کی تفسیر جو کہ خداوند کریم نے فرمائی ہے ملاحظہ فرما کر تحریری

جواب عنایت فرمائیگا کہ یا ایہا الذین آمنوا کے معانی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں یا نہیں۔ اگر یہی معانی ہیں تو تحریر فرمائیگا

کہ معنی درست ہیں اگر درست نہیں تو تحریر فرمایا کہ غلط ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی تحریر فرمایا کہ۔ یا ایہا الذین آمنوا کے اندر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں ہیں؟

الجواب :- عرف شرع میں ایمان کے معنی ہیں اون تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جن کا دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا بالضرور معلوم ہو، یا یوں کہا جائے کہ جمیع ضروریات دین کی تصدیق کا نام ایمان ہے قاضی بیضاوی نے تفسیر میں فرمایا۔ اما فی الشرع فالتصديق بما علم بالضرور انه من دين محمد صلى الله تعالى

عليه وسلم كالتوحيد والنبوة والبعث والجزاء لهذا يا ايها الذين آمنوا من حقيقته وہی مراد ہیں جو صدق دل سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اون تمام امور کی تصدیق فرمانے والے تھے جنکی تصدیق کا نام ایمان ہے، مگر چونکہ حضور کا رتبہ ایمان میں بھی سب سے بلند و بالا ہے۔ لہذا حضور کو نبی و رسول وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے اور یہ لفظ امت کیلئے عموماً بولا جاتا ہے مثلاً۔ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ وَالْمُؤْمِنُونَ اور۔ أَلَنَبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔ اور۔ وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا الْمُؤْمِنَاتِ إِذَا قَضَىٰ

اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْغَيْرُ مِنْ أَمْرِهِمْ، وغير ذلک، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از صدر بازار شمیم منزل ناگپور مرسلہ مولوی حافظ مصلح الدین صاحب صدیقی خطیب جامع مسجد۔ خطبات جمعہ کے ضمیمہ جات میں کہیں کہیں خطبہ نکاح کے بعد وہ مخصوص وعار بھی ہے جو عام طور پر پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔

اللهم آلف بينهما كما آلفت بين سليمان و بلقيس عليهما السلام وبين يوسف و زليخا عليهما السلام، ایک وہابی کو خط کشیدہ اسماء رکنا کحت پر اعتراض ہے

وہ کہتا ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ مناکحت ثابت نہیں اور جو یہ شہور ہے وہ محض اسرائیلی قصے ہیں جو مفسرین نے تفاسیر میں شامل کر لئے۔ واقعہ زلیخا کے متعلق یہ کہتا ہے وہ عورت کیسے بیوی ہو سکتی ہے جو شوہر کو جیلخانہ بھیجوا دے۔ اور واقعہ بلقیس کے متعلق یہ کہ وہ آئیں اور چلی گئیں نکاح نہیں ہوا۔ حضور سے اسکی تحقیق مطلوب ہے اگر حوالہ کے ساتھ ہو تو بہتر ہے؟

الجواب:- حضرت بلقیس و زلیخا کے ساتھ حضرت سلیمان و یوسف علیہما السلام کا نکاح اگر قرآن و حدیث میں مذکور نہیں تو ان کے انکار کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ اسرائیلی روایات وہی رد کی جائیں گی جو قرآن و حدیث کے مخالف ہوں۔ اگر مخالف نہ ہوں تو ان کی تکذیب نہیں کیجائیگی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تکذبوہم۔ اور جب کہ علمائے اسلام نے بلا تکبر اس نکاح کو اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا اور قواعد اسلام کے بھی یہ روایتیں مخالف نہیں تو ان کی تکذیب بھی درست نہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ حد ثوا من بنی اسرائیل ولا حرج۔ حضرت زلیخا کے متعلق یہ کہنا کہ اگر وہ بیوی نہیں تو قید خانہ نہ بھیجوائیں جس وقت میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قید خانہ تشریف لے گئے تھے اس وقت زلیخا ان کی زوجہ نہ تھیں، بلکہ عزیز مصر کی زوجہ تھیں، اور قید خانہ جانے اور بھیجوانے کے اسباب و علل کی طرف اگر نظر کی جائے تو اس قسم کے توہمات پیدا ہونے کی بالکل گنجائش نہیں، میں کتب بینی سے مجبور ہوں ورنہ اس مسئلہ کا کافی ثبوت پیش کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مولوی محمد خلیل صاحب قادری صدر المدرین مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڑھ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

اقدس حضرت دامت برکاتہم العالیہ۔ بعد سلام مسنون و اشتیاق قدم بوسی

کے گذارش ہے کہ اس وقت ہندوستان کے مسلمان کانگریسی حکومت کے منطالم کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ خاص کر سکھوں کے کافی تعداد میں آجانے اور مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈہ کر نیکی وجہ سے فضا اور بھی خراب ہو رہی ہے جین پور میں بھی ابھی تھوڑے آئے ہیں اور عظمت گڑھ کوٹھی والے سے جگہ مانگی ہے۔ سنا ہے کہ اس نے جگہ دینے کا وعدہ کیا ہے سنا جاتا ہے کہ عظمت گڑھ کوٹھی کا خادم جو جین پور کے قریب ہے وہاں پانچ سو سکھوں کا کیمپ بنایا جائیگا یہاں کے مسلمان اس بلائے ناگہانی کی وجہ سے اور بھی پریشان ہیں لہذا ایسی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہئے کوئی بہتر راہ عمل تجویز فرمائی جائے؟

الجواب :- اس وقت ہندوستان کی فضا بہت مکدر نظر آتی ہے، ہندوؤں کی طرف سے ایسی کاروائیاں ہو رہی ہیں جن سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ کے ایک بڑے فساد کا پیش خیمہ ہیں مگر ابھی سے گھبرا کر مسلمانوں کو ہاتھ پاؤں چھوڑ دینا نہ چاہئے صبر و ضبط و تحمل سے کام لینا چاہئے، بہت ممکن ہے کہ ہنود کی جانب سے طعن و تشنیع سنی جائے اور وہ برے بھلے الفاظ پر اتر آئیں ایسی صورت میں بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ صبر کریں اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے فساد کا دروازہ کھلتا ہو۔ اس پر آشوب زمانے میں عزم و استقلال کے ساتھ کام کرنا ہی مقتضائے عقل و دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- قیامت آنے کے بعد روحوں کہاں رہیں گی، جہاں رہیں گی وہاں کیا کریں گی اور کب تک رہیں گی اور کس حالت میں رہیں گی جیسے انسان یہاں ہیں ویسے ہی بخسہ وہاں رہیں گی۔ کیا کچھ فرق ہوگا؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- قیامت جب قائم ہوگی تو ہر روح اپنے اسی جسم میں ہوگی۔ اور جسم مع روح جنت یا دوزخ میں ہوگا۔ یعنی معاملہ قیامت ختم ہونیکے بعد

کوئی چین و راحت میں ہوگا کوئی تکلیف و عذاب میں ہوگا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ
وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد خلیل صاحب قادری از جین پور مدرسہ عربیہ النوار العلوم
ضلع اعظم گڑھ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

سفارت کے متعلق حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر بطور اجرت لیا ہے
تو واپس کر دے۔ پھر ادارہ اپنی طرف سے بطور انعام کچھ دے اس میں سے
کار خیر میں صرف کر سکتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ میرے پاس زیادہ
روپیہ امسال کی سفارت کا ہے اور کچھ سال گذشتہ کی سفارت کا، کچھ اس کے
پہلے کا بھی ہوگا۔ اور میں سفارت چھ سال سے کر رہا ہوں اور پورا روپیہ کسی
سال کی سفارت کا نہیں ہے، مگر کوشش کرنے پر شاید دو سال کی سفارت
کا حساب دے سکوں۔ تو اب دو سال کا حساب مکمل کر کے واپس کیا جائے
یا بمہم طور پر واپس کیا جائے۔ اور بہر تقدیر بقیہ روپیہ جو اپنے مصرف میں خرچ
کر چکے، اس کے لئے توبہ و استغفار کافی ہے یا یہ کہ ادارہ کا مطالبہ ہمارے ذمہ
رہے گا۔ اور اس کے لئے کہیں سے قرض لیکر حیلہ کرنے کی ضرورت ہے اکثر
سوال خلاف ادب تو ضرور ہے مگر جو مسائل ہمیں نہ معلوم ہوں وہ کس سے دریافت
کریں۔ لہذا حضور کرنا مہ سے ضرور سرفراز فرمائیں؟

اجواب :- دو سال کی رقم جب ادارہ کو آپ دے سکتے ہیں تو وہ واپس
دے دیجئے، پھر اگر ادارہ کی جانب سے کچھ انعام ملے تو اس رقم انعام سے
اگلی سالوں کا مطالبہ بھی آپ بے باق کر سکتے ہیں۔ اگر ایک مرتبہ ہیں نہیں تو چند بار
اس طرح کرنے سے مطالبہ سے آپ پاک و صاف ہو سکتے ہیں حقوق مالیہ میں
صرف توبہ و استغفار بغیر ادائے حق کافی نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیر آباد از مدرسہ عربیہ مالیکاؤں
ضلع ناسک ۲۱ روزی الحجہ ۱۳۶۶ھ

تبادلہ آبادی شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیا دلیل ہے۔ اکثر
لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضور کعبہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرما گئے، اور اگر مسلمان
اپنی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں تو کیا حرج ہے۔ مساجد و دیگر دینی
باتوں کا خدا حافظ ہے؟

الجواب :- ہندوستان کی مختلف حالت ہے بعض ایسے مقامات ہیں
جہاں دو تین گھریا اس سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے ہیں اور آس پاس ہزاروں
سے بھی زیادہ تعداد میں، منو وہیں، اگر وہ وہاں کے مسلمانوں کو ختم کرنا چاہیں تو
بہت آسانی کیساتھ ایسا کر سکتے ہیں اس کی بکثرت مثالیں فسادات بہار
و پنجاب میں ملیں گی، ایسی جگہ کے مسلمان جو اس قسم کے خطروں میں گھرے
ہوئے ہیں جنگی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں اور جان بچنے کی کوئی سبیل نہیں
اونکو اس پر خطر زمانہ میں ضرور ترک وطن کر کے ایسی جگہ چلا جانا چاہیے جو خطرہ سے خالی ہو
اور جہاں یہ بات نہیں مسلمان بھی ایک بڑی تعداد میں سکونت پذیر ہیں اونکو ترک وطن کرنیکی
کوئی حاجت نہیں، ایسی صورت میں کہ سب وہاں سے جانا نہیں سکتے اگر بہت سے گئے تو
باقیوں کیلئے خطرے کا دروازہ انھوں نے اور زیادہ وسیع کر دیا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا
کوئی معمولی کام نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ لاکھوں کی تعداد میں وطن چھوڑ چھوڑ کر
دوسرے ملکوں میں چلے جا رہے ہیں جہاں نہ تو رہنے کی جگہ ہے، نہ کھانے کا سامان
ہے، نہ پہننے کیلئے کپڑے، نہ خانہ داری کی ضروریات۔ پھر راستہ بھی پر خطر کہ ہزاروں کی
تعداد میں گئے اور صرف سیکڑوں کی تعداد میں وہاں پہنچ سکے، باقی راستے ہی میں ختم ہو گئے
اس طرح بھاگنے کا کیا نتیجہ و فائدہ۔ پھر جو لوگ واقعی ترک وطن پر مجبور ہوئے اور

انہوں نے ترک وطن کیا تو انہوں نے فتوے کے ذریعہ سے ترک وطن نہیں کیا جب
اونکے سامنے ترک وطن ناگزیر ہوا مجبور ہو کر وہ دوسری جگہ چلے گئے بلا ضرورت شدیدہ
ہندوستان سے چلا جانا یہاں کے باقی ماندہ مسلمانوں کو سخت خطرے میں ڈالنا
ہے جس کو اخوت اسلامی ہرگز گوارا نہیں کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از اعظم کڈھ قصبہ مبارکپور، امرسلہ مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس
مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم محلہ پورانی بستی ۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

یہاں قصابوں کی ایک بیچا ہتی رقم ہے جس میں ایک آنہ فی راس اور ہڈیوں
کو فروخت کر کے جو رقم ہوتی ہے جمع کیجاتی ہے، اس بیچا ہتی رقم سے ایک
مسجد بنائی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز درست نہیں، اسلئے
کہ ہڈی کی بیع جائز نہیں ہڈی کی بیع کا یہاں کسی کتاب میں کوئی جزئیہ نہیں مسلا،
البتہ ہدایہ میں ہڈی کو طاهر لکھا ہے اور کتاب ”رحمتہ اللہ فی اختلاف الائمہ“ میں
ہر علین طاهر کی بیع کو صحیح لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ۔ بیع العین الطاهر
صحیح بالاجماع۔ دونوں عبارتوں سے ہڈی کی بیع جائز معلوم ہوتی ہے۔
اس کے متعلق اگر کوئی جزئیہ ہو تو ایما فرمایا جائے، مسئلہ مذکور کا جو حکم ہو
تحریر فرمائیں یہاں سوائے چند درسی کتابوں کے فتاویٰ کی کتابیں نہیں ہیں؟
بیٹو! تو جروا۔

الجواب :- ہڈی کی بیع بلاشبہ جائز ہے۔ اور اس سے انتفاع بھی درست
ہے۔ صرف خنزیر کی ہڈی کہ نجس العین ہے نہ اوسکی بیع درست ہے نہ اوس سے
انتفاع حلال ہے۔ ان کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں اور اوسکی
بیع جائز ہے، اگرچہ مردار کی ہڈی ہو یا مردار کی وہ ہڈی جس میں گوشت یا
چکنائی ابھی تک لگی ہو۔ وہ بیشک ناپاک ہے۔ قصابوں کے یہاں ہڈیاں ہوتی ہیں

وہ حلال جانور ذبیحہ کی ہوتی ہیں ان کی بیع جائز ہونے میں کیا کلام ہے اس کے جواز کیلئے جزیئہ کی کیا ضرورت، حقیقت بیع مبادلتہ المال بالمال اس میں مستحقق ہے، بیوع باطلہ اور فاسدہ کی جتنی صورتیں فقہانے بتائی ہیں ان میں کسی میں داخل نہیں۔ بس یہی اس کے جواز کیلئے کافی ہے، اور اگر جزیئہ ہی کی ضرورت ہے تو سنئے درمختار میں ہے۔ وبعد الا بعد الدبع یباع وینتفع به لغيره الا کل کما ینتفع به الا تحله حیات منها کعصبها وصفها کما مر فی الطہارۃ۔ روا المختار میں ہے۔ قوله کعصبها وصفها ادخلت الکاف وعظمها وشعرها وریشها ومنقارها وظلفها وحافرھا فان هذه الاشياء طاهرة لا تحلھا الحیاة فلا یحلھا الموت ویجوز بیع عظیم الفیل والانتفاع به فی الحمل والركوب والمقاتلة من مخلصا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ہڈی بھی مال مستقوم ہے کہ جب شرعاً اس سے انتفاع جائز ہے تو فقط مال ہی نہیں بلکہ مستقوم بھی ہے۔ روا المختار میں ہے۔ المالیۃ تثبت بقول الناس كافة او بعضهم التقوم تثبت بها وبإباحة الانتفاع به شرعاً فإباحة بلا تمول لا یكون مالا کحبة حنطة وما یتمول بلا إباحة انتفاع لا یكون متقوماً کالخنزیر اذا عدم الامران لم تثبت واحد منهما کالدم بحر مخلصاً عن الکشف الکبیر۔ جب ہڈی مال مستقوم ٹھہری تو اسکی بیع کسی طرح باطل نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے۔ وبطل بیع مال غیر مستقوم ای غیر مباح الانتفاع به۔ جب سرور کی ہڈی مال مستقوم ہوئی اور اسکی بیع جائز ہوئی تو ذبیحہ کی ہڈی بدرجہ اولیٰ منتفع بہ و مال مستقوم ہے اور اسکی بیع جائز ہے۔ خود روا المختار کی عبارت میں تصریح موجود ہے کہ ہاتھی کی ہڈی کی بیع بھی جائز ہے اور اس سے انتفاع بھی جائز، حالانکہ ہاتھی حرام جانور ہے۔ صاف معلوم ہوا کہ ہڈی کی بیع میں کوئی حرج نہیں یہ کہنا کہ اس میں نماز درست نہیں محض غلط ہے

اگر بیع ناجائز بھی ہوتی جب بھی یہ کہا نہیں جاسکتا کہ اس مسجد میں نماز درست نہیں کہ اس بیع کی ناجوازی سے سامان مسجد کی خریداری بھی جائز ہونا ضروری نہیں کہ در اہم و ذانیہ عقد معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے۔ کیا فی الہندیہ وغیرہا۔ اور حرام مال پر عقد و نقد کا مجتمع ہونا عموماً بیع میں ہوتا نہیں کہ جو چیز خریدی گئی اس سے بھی حرام کہا جائے اور بالفرض ہو بھی تو مسجد عمارت کا نام نہیں بلکہ مسجد وہ بقعہ ہے۔ چاہے عمارت ہو یا نہ ہو۔ اور فرض بھی کیا جائے کہ زمین بھی اس طرح خریدی گئی کہ قبضہ کے بعد بھی مملوک نہ ہوئی۔ تو وہ زمین مسجد نہ ہوگی نہ یہ کہ اس میں نماز درست نہ ہوگی کیا غیر مسجد میں نماز نا درست ہے؟ بالجملہ جس نے عدم جواز و نا درستی کا حکم دیا ہے محض غلط ہے وہ مسجد ہے اور اس میں نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب عبد الغفور صاحب سکرٹری انجمن اشاعت الحق بنارس، رجاوی الاولیٰ ۱۳۶۶
حضرت انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام کا مرتبہ خانہ کعبہ سے افضل ہے یا نہیں؟
الجواب:۔ بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کا مرتبہ کعبہ معظہ سے افضل ہے بلکہ تربت اطہر جو بنیم انور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل ہے وہ مرتبہ میں کعبہ تو کیا عرش الہی سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ شفاء رب قاضی عیاض علیہ الرحمۃ میں مذکور ہے، ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری وغیرہ نے اس پر اجماع امت نقل فرمایا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ معظہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حرمت مجھ سے زیادہ ہے۔ توجب مومن کے متعلق ایسا ارشاد فرمایا تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام تو کہیں بہتر و برتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست بیگانہ مرسلہ صوفی یوسف شاہ وارثی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احرام پہن کر اگر امام نماز پڑھائے وہ جائز ہوئی یا نہیں۔ کیونکہ آج کل غیر مقلدوں کے زیادہ حملے ہو رہے ہیں؟

الجواب :- احرام کے دو کپڑے ہیں ایک تہبند دوسری چادر ظاہر ہے کہ تہبند اور چادر سے نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے اسی سے نماز کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں محرم کا سر حالت احرام میں کھلا ہوتا ہے اگر کسی غیر محرم نے احرام کی طرح کپڑے پہن کر برہنہ سر نماز پڑھائی اگر یہ ننگے سر ہونا تو واضح کیلئے ہے تو مستحب اور سستی کی وجہ سے ہے تو مکروہ آج کل بعض لوگ ساڑی باندھتے ہیں اور اسے احرام کہتے ہیں اور اکثر وہ ساڑیاں رنگی ہوتی ہوتی ہیں، جو بالکل زنائی وضع ہے، مرد کو زنائی وضع پہننا ممنوع ہے، حدیثوں میں اسکی ممانعت آئی۔ اس طرح زنائی ساڑی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ، اور ایسے کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے مقصود تحقیر نماز ہو مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جسکے لئے ٹوپی یا عمامہ پہنا جائے، تو کفر ہے۔ اگرچہ یہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ در مختار میں ہے۔ و صلاۃ تصحاً لئلا یؤثر فیہ کفر۔ فیہ اشارۃ الی أنّ الاولیٰ أنّ لا یفعلہ وان یتذلل ویخشع بقلبہ فانہما من أفعال القلب۔ اقول اما تعقب الامداد بما فی التجنیس کما ذکرہ الشامی فمدنوع بما فی الحدیث اتقوا مواضع التهمة۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں احرام باندھ کر ننگے سر نماز پڑھنا تذلل کیلئے نہیں یہ لوگ صرف فرضی احرام کی پابندی کرتے ہیں اس لئے ان کا ننگے سر نماز پڑھنا ضرور مکروہ ہوگا اگرچہ نذر یہی ہے، فلیحذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ حدیث میں ہے۔ لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔ ساڑی باندھنا مطلقاً عورتوں سے مشابہت ہے۔ اگرچہ سفید ہی کیوں نہ ہو۔ رنگین ہو اور وہ بھی ایسا رنگ جو مردوں میں رائج نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ مشابہت ہے۔ اسے باندھ کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں، اسکی لڑکی لینا جائز ہے یا نہیں، اسکی بیمار پر سی کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں، اس کے ساتھ کھانا پینا درست ہے یا نہیں اس کے ساتھ محبت کرنا درست ہے یا نہیں، اس کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا درست ہے یا نہیں اس کی مدد کرنا حلال ہے یا حرام۔ اگر یہ سب باتیں سوالات مذکورہ کی ناجائز اور حرام ہیں تو جو شخص یہ کہے کہ لوہاری کا دجال تو بیشک کافر ہے، مگر اس کے مرید ہمارے خویش اور بھائی بند ہیں۔ میں ان سے کبھی جدائی نہیں کروں گا یہ سب معاملات مذکورہ ان کے ساتھ کرتا رہوں گا، اس میں کوئی حرج نہیں ان کے عقیدے ان کے ساتھ، میرا عقیدہ میرے ساتھ۔ اگر شریعت میں منع ہے تو ہونے دو، علماء کہتے ہیں تو کہنے دو میں ہرگز ان سے الگ نہیں ہوں گا تو از روئے شرع ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ: ۲۔ اگر اس دجال کے مریدوں میں سے کوئی توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہو جائے، مگر تجدید نکاح سے بالکل انکار کرے بلکہ یہ کہے کہ مرتد ہونے کے ساتھ عورت نکاح سے نہیں جاتی میں نے جو تجدید ایمان کی ہے یہ بہت ہے تجدید نکاح تو ہرگز نہیں کروں گا، کیونکہ اس میں میری عزت میں فرق آتا ہے، تو کیا یہ شخص اعلانیہ زانی ہے یا نہیں؟ اس کی اولاد ترکہ کی مستحق ہوگی یا نہیں اور اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ اس شخص نے تجدید نکاح نہیں کی اور عہدا نہیں کرتا تو تسویہ صفوف کے وقت پہلے نیت باندھنے کے زانی کو کہدے کہ تو میرے پاس سے دور ہو جا، دوسرے کسی مٹھلی کے ساتھ کھڑا ہو جا۔ ورنہ میں کسی دوسرے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تو شرعاً ایسا کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور تہدیداً اور جبراً زانی سے اجتناب کرنا جمیع امور مذکورہ میں ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً

الجواب (۱): یہ شخص کہ مدعی رسالت ہے بلاشبہ کافر و مرتد ہے ایسا کہ جو

۱۔ پارہ ۶ رکوع ۱۲ سورہ مائدہ - ۲۔ پارہ ۶ رکوع ۵ سورہ مائدہ - ۳۔ پارہ ۱۰ رکوع ۹ سورہ توبہ - ۴۔ پارہ ۲۸ رکوع ۳ سورہ مجادلہ - ۱۲ مصباحی

یا بھائی یا کنبے کے لوگ، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر ایمان عزیز ہے تو قرآن مجید کے ان ارشادات کے سامنے اپنی قرابت و تعلقات کا اصلاً خیال نہ کریں اور بالکل ایسے لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں کہ اسی میں نجات و فلاح و نجات و صلاح ہے اور توفیق دینے والا اللہ۔ وهو حسبی ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب (۲): تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح لازم ہے کہ اس کافر کو کافر نہ جاننے سے نکاح جاتا رہا، اب کہ رجوع کی، برضائے زن دوبارہ نکاح کرے، ورنہ زنا میں دونوں مبتلا ہونگے، اور اولاد و ولد الزنا ہونگی۔ درمختار میں ہے۔ مایکون کفر اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والنوبۃ وتجدید النکاح، اور دوبارہ نکاح کر لینے میں کوئی بے عزتی کی بات نہیں، بلکہ حقیقتہ بے عزتی نکاح نہ کرنے میں ہے، کہ زانی مشہور ہونا کیا کم بے عزتی ہے، اور نکاح کر لینے پر کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اسکو جو بری نگاہ سے دیکھے خود ملزم ہے اور اولاد جب ولد الزنا ہوئی تو حکم معلوم، اگر مسلمان زجر اجتناب کریں، اور اس طریق سے راہ پر آنیکی امید ہو تو کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیر الدین صاحب از کیمپ بی بی والا ضلع دہرادون ۵ ارجاویٰ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زبان سے ایک ہندو کیساتھ یہ نکل گیا کہ ایمان سے کہو، زید کا بیان ہے کہ میں نے اس خیال سے نہیں کہا کہ وہ ایمان والا ہے اور نہ اس خیال سے کہا کہ میں اس کے ایمان پر رضامند ہوں بلکہ محض زبان سے نکل گیا، بعد کو پھر بھی فوراً خیال آیا تو بہ کر لی، تو کیا اب زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرنا ہوگا، اور ایک مرتبہ زید کی زبان سے غصے میں جائے نماز کے بارے میں جو کھال کی تھی سسری کا لفظ نکل گیا لیکن زید کہتا ہے

کہ میں نے کھال کو سمجھ کر کہا تھا۔ جائے نماز کا خیال تک نہیں تھا۔ اور بیان بالکل سچ ہے اس پر بھی حکم فرمائیے؟

الجواب :- اگر غلطی سے بلا قصد کا فری کی نسبت یہ لفظ اسکی زبان سے نکل گیا تو تجدید ایمان و نکاح کی حاجت نہیں، ردالمحتار میں ہے۔ ومن تکلم بہما مخطئا او مکرھا لا یکفر عند الکل۔ یوں ہی اگر چٹڑے کو برا لفظ کہا، جانماز کے قصد سے نہ کہا۔ تو تجدید کی حاجت نہیں مگر اس قسم کے الفاظ سے احتیاط چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ قاضی محمد یعقوب صاحب سب انسپکٹر پولیس از او دے پور

میواڑ ۲۹ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کیا مجمع عام میں خاص کر محفل میلاد میں عام مجمع کے سامنے زید کی عدم موجودگی میں زید کی تضحیک کرے تو کیا بکر از روئے شرع شریف ایسا کر نیکاپا بند ہے، درانحالیکہ بکر کو زید سے دیرینہ رنجشیں بھی ہوں؟

الجواب :- بکر نے غیبت کی، اگر کوئی ایسی بات کہی جو زید میں تھی اور اس سے لوگ آگاہ نہ تھے، اور اگر وہ بات زید میں نہ تھی تو بہتان کیا، کسی مسلمان پر بلا وجہ شرعی ہنسنا اسے ایذا پہنچانا ہے۔ اور ایذا مسلم حرام، حدیث میں فرمایا من اذی مسلماً فقد اذی من اذی فقد اذی اللہ۔ جس نے مسلمان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، بکر پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ عبد الحمید خان ساکن رہ پورہ ضلع بریلی ۲۶ شعبان ۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بدعت کرتا مسلمان مرد و عورت کو درغلالتا، علماء کو گالی دیتا، بھیم سنگھ کالکا کی پوجا کرتا، شیخ سدو

اور میاں کے بکرے کرتا، نفل روزہ جو عورتیں رکھتیں ہیں اس میں ایک شخص جاننے والے نے کہا کہ اگر عورت اپنے مرد سے اجازت لیکر نفلی روزہ رکھے تو بہتر ہے، اس مسئلہ پر بہت اعتراض لایا اور کہا کہ یہ نئے نئے علماء کہتے ہیں اور نئی کتابیں بنالی ہیں، ہم ایسی کتابوں کا حکم نہیں مانتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے لفظ اپنی زبان سے نکالتا، اس میں بشرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- ایسا شخص جو غیر خدا کی پوجا کرتا ہے کافر ہے، اور علماء دین کو گالی دینا بھی کفر ہے۔ ایسے شخص سے میل جول سلام کلام حرام، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بالکل قطع تعلق کریں، اگر اسی حالت میں مرجائے تو نہ غسل دیں نہ کفن دیں، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کریں۔ بلکہ کتے کی طرح ایک گڑھے میں ڈال دیں اور مٹی پاٹ دیں۔ اور نفل روزہ کیلئے یہی حکم ہے کہ اگر شوہر موجود ہو تو عورت اس سے پوچھ کر رکھے، حدیث میں ارشاد فرمایا۔ لا یحل لامرأة ان تقوم و تخرجها شاهد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ، رواہ البخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ ولایت حسین محلہ بہاری پور بریلی ۱۴۲۱ رمضان ۱۳۴۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص سے اہل برادری نے کہا کہ تم اپنے ایمان سے اس زمین کا فیصلہ کر دو۔ تو ہم سب کو منظور ہو گا تو اس شخص نے یہ جواب دیا کہ مجھے ایمان نہیں ہے اور کئی بار ایسا کہا؟

الجواب :- جو شخص خود بلا کراہ شرعی اقرار کرتا ہے کہ اس کا ایمان نہیں اس پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے، کہ یہ کلمہ کفر ہے اور جب تک ایسا نہ کرے اس کے ساتھ میل جول، حقہ پانی، کھانا پینا مسلمان ترک کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ واحد اللہ صاحب ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی، سوال ۱۲۴۱ھ
 جو فتویٰ کہ علمائے دین نے بابت ناجائز ہونے نکاح نبی رضا کی لڑکی کے شائع
 فرمایا تھا۔ وہ چپاں کر دیا گیا تھا، اس کو مسنی منظور حسین ولد نبی حسین ساکن محلہ صوفی
 ٹولہ نے پڑھ کر کہا کہ، ”فتویٰ دینے والے سسرے بھی ایسے ہی ہیں“ وغیرہ وغیرہ تو
 علمائے دین کی شان میں گستاخی کا لفظ سن کر تین شخص بنام کفایت اللہ امیر اللہ
 و مولا بخش نے اسکو زیادہ کہنے سے روکا، لہذا جو شخص علمائے دین کی شان
 میں دشنام کے لفظ استعمال کرے اس کے بابت شرع شریف کیا فتویٰ صادر فرماتی ہے؟
الجواب :- عالم دین کی توہین کفر ہے اور گالی دینا تو سخت درجہ کی توہین ہے۔
 حدیقہ ندیہ میں ہے من قال العالم عویلم فہو کافر، عالم کو ملا ٹا کہنا کفر ہے، نہ کہ گالی،
 اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول ص ۵۵ پر فرمایا، ”عالم دین کی
 توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے، الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر“
 لہذا اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے فتویٰ کو اپنی خواہش کے خلاف پا کر مفتی کو
 گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بی بی رکھتا ہو تو اس کے ساتھ تجدید نکاح کرے، ورنہ اہل محلہ
 اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مرسلہ عبد الحمید خاں افسر سلج خانہ ساکن شیخا والی فتح پوری دروازہ ۱۳ سوال ۱۳۴۱ھ
 بخدمت مولانا حبیب اللہ صاحب

مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس اپنی کتاب میں لکھا ہے، ”بالفرض بعد زمانہ نبی
 بھی کوئی ہی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا“ عوام کے خیال میں تو
 رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ
 تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، ”فقط یہ مضمون حسام الحرمین کا ہے
 علماء حرمین شریفین اور مولانا مولوی احمد رضا خان نے اس پر فتویٰ کفر دیا ہے، آپ

اس شخص کے بارہ میں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ اطمینان کے واسطے آپ کے اور فضل الرحمن کے دستخط چاہتا ہوں۔

الجواب :- حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی کہ آپ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہوگا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے، اور منکر اس کا کافر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول منافی خاتمیت نہیں ہے کیونکہ وہ متبع شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے سنت و جماعت کیلئے آنا ہی کافی ہے ہکذا فی التفسیر روح البیان - المجیب حبیب اللہ عفی عنہ، مکتب استاذنا فہر صحیح

لا شک فیہ، محمد فضل الرحمن

سوال - مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی نسبت سوال ہے۔ عبارت تحذیر الناس اسی غرض سے پیش کی گئی تھی۔ ہمیں عام سوال سے غرض نہیں۔ جواب اس امر کا صاف و صریح عبارت میں عنایت ہو، وہ عبارت تحذیر الناس جس کی بنیاد پر علماء حریم شریفین و علمائے ہندوستان نے نانوتوی کی تکفیر کی، آیا وہ حق ہے یا نہیں؟ اگر حق ہے تو پھر ان کو مسلمان ماننے والا ان فتوؤں کی تکفیر سے کیسے بچ سکتا ہے۔ اور اگر ان علماء کی غلطی ہے تو صاف تحریر ہونا چاہئے؟

الجواب :- مکرر آنکہ خاص شخص کے حق میں ہماری تحریر سے جواب ظاہر ہے، مولوی مولانا احمد رضا خاں مرحوم و علماء حریم شریفین کا فتویٰ حق ہے، ہم بھی متفق ہیں۔ اطمینان کیلئے علماء حریم شریفین و مولوی مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کا فتویٰ کافی ہے۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین در بارہ ہر دو مولویاں مندرجہ بالا سوالات کے جواب دئے ہیں حق ہیں یا نہیں؟ یہ سنت و جماعت ہیں یا وہابی؟ اگر وہابی ہیں تو ان کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہو سکتا، نہ شریعت جدیدہ لیکر، نہ اس شریعت کا حامل بن کر، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب جدید نبوت نہ ملے گی۔ لہذا قادیانی مرتد کا اپنے کو نبی ماننا اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا حامل بتانا باطل محض و کفر و ارتداد ہے، اس وجہ سے قرآن عظیم میں و خاتم النبیین فرمایا المرسلین نہ فرمایا کہ اب منصب نبوت ختم ہو چکا کسی دوسرے کو عطا نہ ہوگا۔ ہر دو علماء جب فتویٰ حرمین شریفین کو حق بتا رہے ہیں اور بالکل متفق ہیں، تو اس امر میں اب کیا تردد باقی رہ گیا۔ رہا یہ امر کہ وہابی ہیں یا نہیں، اس کی نسبت یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان ہر دو صاحبان میں خلاف مذہب اہلسنت تو کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی امر میں شبہ دیکھیں دریافت کر لیں اہلسنت کے موافق جواب دیں تو سنی سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں کہ اگر ان میں وہابیت ہوتی تو کبرای وہابیہ کی تکفیر نہ کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ احمد یار خاں موضع پرتاپور چودھری ضلع بریلی - ۱۶ سوال ۱۳۴۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے شرع کو، ہم مسلمان بھائیوں کو کیا کرنا چاہئے۔

سنو اتوجروا ؟

الجواب :- اگر اس قول کا یہ مقصد ہو کہ میں عالم نہیں، مسائل شرعیہ کا مجھے علم نہیں، تو بے علم شخص ایسا ہی ہے، لہذا کوئی جرم نہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ ہم شرع کو نہیں مانتے شریعت کا حکم کچھ بھی ہو ہمیں تسلیم نہیں ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے دل میں ہے یا جو کرتے چلے آئے، تو یہ کلمہ کفر ہے، اور اس قائل پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم، کہ اس نے شرع شریف کا انکار کیا، اور شریعت کی توہین کی

اور یہ بات موقع سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس نے کس محل پر یہ کلام کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مسئلہ

ہندو لوگوں کی اکثر بعد ختم پجوشن کے ڈول گیارس ہوتی ہے اور اس میں ڈول بنایا جاتا ہے۔ اور اس میں آدمی اور عورت کی بناؤ سنگار کر کے کھڑی کرتے ہیں اور پورے بٹھلاتے ہیں۔ اور وہ لوگ اسکی پوجا اپنے مذہب کے مطابق کرتے ہیں۔ اور اس پر ککڑی گلال وغیرہ چڑھاتے ہیں اگر کسی مسلمان بھائی نے بھی ایسا ہی کیا اور جاننے والا ہے ہندوؤں کی خوشنودی اور ہندو حکام کی خوشنودی کرنے کے لئے مسلمان بھائیوں کے خدے سے یا اپنے ذاتی پیسے سے اسکی پرستش کی یا دوسرے ہندو بھائی کے ہاتھ سے سامان وغیرہ دیکر کروائی۔ اور ککڑی اور گلال وغیرہ چڑھوائی تو ایسا کرنا اس شخص کا کہاں تک درست ہے یا اگر یہ باتیں کسی مسلمان بھائیوں سے دریافت کی ہوں اور انھوں نے خوشی کے ساتھ رضامند ہو کر اجازت دی ہو تو ان کو کیا سزا شرعی دی جائے گی؟ اور اس کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ رکھنا چاہیے؟

مسئلہ (۲) قصبہ مہدیور میں چند فرستہ مدرسہ اسلامیہ قائم کیا گیا ہے۔ اس میں ایک شخص حافظ ضلع مظفر نگر کا تعلیم کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔ انھوں نے بچوں کی تعلیم کیلئے کتب ہستی زیور جو کہ اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ ہے شروع کروائی تھی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب کسی مذہب کی ہے۔ اسکی تعلیم بند کروائی گئی۔ فی الحال ایک مولوی صاحب شریعت الہی تھے انھوں نے حافظ صاحب کا برتاؤ دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی لاندہب دیوبندی و بابی ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہیے وغیرہ باتوں پر حجت ہو کر آخر ایک شخص نے یہ کہا کہ ہم اشرف علی کی امت میں ہیں اور ہمارا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا تو ایسے شخص کے ساتھ مسلمان بھائیوں کو کیا برتاؤ رکھنا چاہیے۔ اور مسلمانوں کو اسکو کیا سزا دینا چاہیے؟

الجواب (۱): جس نے غیر خدا کی پرستش کی یا کرائی یا اس پر راضی ہوا کافر ہے، الرضا بالکفر کفر۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے میل جول سلام کلام شادی بیاہت یک لخت چھوڑ دیں وہ لوگ پھر سے مسلمان ہوں اور بی بی رکھتے ہوں تو ان سے دوبارہ نکاح کریں اگر اسلام نہ لائیں تو موت زلیست کے تمام تعلقات قطع کر دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب (۲): کتاب بہشتی زیور جس کا نام ہے۔ اس میں اہلسنت کے خلاف بہت سی باتیں ہیں۔ اور اس کے مسائل بہت غلط ہیں۔ اس کو پڑھنا پڑھانا نہ چاہئے اسکے مصنف کو علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق یہ فرمایا کہ کافر ہے۔ بلکہ یہ لکھ دیا کہ من شکی فی عذابہ و کفرہ نقد کفر۔ جو اسکے اقوال پر مطلع ہو کر اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بیشک وہابیوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ کہ ان کی نماز ہی نہیں۔ اور یہ شخص کہ اشرف علی کی امت بنتا اور اپنا حشر اسی کے ساتھ چاہتا ہے۔ اگر اشرف علی کے اس قول پر جو حفظ الایمان میں ہے اشرف علی کو کافر کہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو اور اس قول سے توبہ کرے تو خیر ورنہ یہ بھی کافر ہے۔ نہ مسلمان اسکے ساتھ نماز پڑھیں۔ نہ اسکے پیچھے نماز پڑھیں۔ مرے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں۔ نہ مسلمان کے قبرستان میں دفن کریں۔ بلکہ کسی گڑھے میں ڈال کر مٹی پاٹ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئلہ حامد حسین محلہ راجان بہار بیپور بریلی، محرم الحرام ۱۳۷۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے، عمرو کہتا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے، کافر نہیں بلکہ جو شخص نماز پڑھنے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر زید نے ایک شخص کو جو نماز نہیں پڑھتا تھا کہا کہ تو کافر ہے، تب عمرو نے کہا تم مسلمان کو کافر کہتے ہو مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ لہذا تمہارے گھر کا کھانا پینا نہ چاہیے،

جب تک تم پھر ایمان نہ لاؤ، از روئے شرع شریف زید کا فر ہوا یا نہیں؟ اس کے گھر کا کھانا پینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب:- بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو قصداً نماز ترک کرے۔ اور بعض احادیث کا یہی ظاہر، اور اس آیت کریمہ سے یہی استفادہ، اقیما الصلوٰۃ ولا تکنوا من المشرکین، نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ اور دیگر صحابہ کرام و ائمہ و تابعین فرماتے ہیں کہ جب تک فرضیت کا انکار نہ کرے یا اسے ہلکا نہ جانے کافر نہیں۔ فاسق فاجر مستحق ناروغضب جبار ہے، اور ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے، اور یہی صحیح و صواب ہے لہذا اس مذہب محقق کی بنا پر اس کا قول خطا ہے مگر اسکی وجہ سے اسکی نہ تکفیر کی جائیگی نہ گمراہ کہا جائیگا۔ کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، پھر اگر زید نے زجر اکیلا تو حرج نہیں کہ مقام زجر میں ایسا کہنا ثابت اور اگر زید کا ایسا اعتقاد ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے تو چاہیے کہ رجوع کرے اور قول امام اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مسئلہ ابو علی بخش۔ محلہ ملوک پور بریلی ۱۱ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حاجی ہو اور وہ لڑکا پیدا ہونے پر میان کی کڑا ہی کرے یا پوجا پاٹ کرے جیسے کہ اہل ہند لڑکی یا لڑکا پیدا ہوتا ہے تو چھٹی بعد مینڈھ وغیرہ پوجتے ہیں۔ اسی طریقہ پر مینڈھ وغیرہ کو پوجے تو اس کے واسطے شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب:- عوام جس کو میان کی کڑا ہی کہتے ہیں یہ ناجائز ہے، اور مینڈھ وغیرہ پوجنا کفر۔ حاجی ہو یا نہ ہو سب کیلئے یہی حکم ہے، اور اس نے غیر خدا کی پوجا کی ہے تو سرے سے مسلمان ہو۔ اور عورت رکھتا ہو تو اس سے پھر نکاح کرے کہ پہلا نکاح ٹوٹ گیا، اور پیشتر جو حج کر چکا ہے وہ بھی جاتا رہا بعد توبہ و اسلام اگر استطاعت ہو پھر حج کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱)، مسئلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صفا بہاری حال مقام مانی کاجر۔ ڈاکخانہ مانی کاجر ضلع دھوبڑی ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ جو آدمی مولوی یا دیندار مسلمانوں کو کافر کہے اور اپنے کو مسلمان، باوجودیکہ خود جاہل خلاف شرع ہے کس گناہ کا مرتکب ہوا؟

مسئلہ (۲)، ایک مولوی گیا جنازہ پڑھنے کو با اذن۔ وہاں پر کچھ بحث ہوئی زید نے مولویوں کو کہا کہ، مولوی لوگ تو پیسہ خیرات کے لالچ سے جنازہ پڑھنے جاتا ہے میں کیوں جایا کروں۔ اس کلام سے مولوی نے کہا کہ ہم لوگ جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے خیرات بھی نہیں چاہتے ہیں۔ میں جاتا ہوں چلا آیا پھر نہیں گیا۔

دوسرا مولوی جنازہ پڑھایا یہ کہنے سے زید کو تحقیر و حقارت مولوی کی منظور تھی، آیا اس میں کون کس گناہ کا مرتکب ہوا۔ حتیٰ کہ زید اکثر کہتا ہے کہ یہاں کون مسلمان ہے جو میں اس کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوں، حتیٰ کہ خود گمراہ ہے جاہل ہے یہاں اکثر بچے دیندار مسلمان لوگ ہیں۔ خود زید فاتحہ نیاز وغیرہ کا منکر ہے لاندہب کی کتابیں اکثر پڑھتا ہے اسی پر اس کا ایمان ہے؟

الجواب (۱)، مسلمان کو کافر کہنا کبیرہ شدیدہ و کلمہ کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء به احدهما، رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ورمختار میں ہے وعزر الشاتم بیا کافر وہل یکف ان اعتقد المسلم کافر انعم والا لا به یفتی۔ اس پر توبہ لازم، اور اگر اس میں کوئی بات کفر کی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ بظاہر دیندار و متقی بنتا ہے تو اسے کافر کہنے میں حرج نہیں۔ بلکہ اگر کسی ضروری دینی کارکن کرتا ہے تو بیشک کافر ہے اور اسے کافر ہی کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) معلوم ہوتا ہے زید و بانی ہے۔ کہ یہی لوگ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں جیسا کہ اسماعیل دہلوی نے تمام مسلمانوں کو مشرک کہا۔ اور بات بات پر شرک کا حکم لگایا اور فاتحہ وغیرہ کا منکر ہونا اور لامذہبوں کی کتابیں دیکھنا علامت و مابیت ہے۔ اگر واقع میں عقائد و مابیت اس میں بھی ہیں تو حکم وہ ہے جو وہابیہ کے لئے علماء حرمین شریفین نے دیا کہ یہ کافر اور ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔ من شک فی کفرہ د عن ابیہ فقد کفر۔ واللہ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ جناب محمد یوسف فتح پور ڈاکخانہ سبوز ضلع بھاگل پور موضع ۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی عقائد و یونہیہ رکھنے اور تہقیق و توہین شان الوہیت خدا و رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنا والا مہترانی (بھنگن) سے تعلق ناجائز ہوا اور اس کو لیکر فرار ہو گیا۔ اور عرصہ تین ماہ تک شامل رہا و نیز اس کے ہاتھ کا کھانا پکا ہوا کھایا۔ اب شخص مذکور موصوف اپنے ملک واپس آگیا مگر اپنے مکان نہیں گیا۔ بلکہ ایک شبانہ روز مہترانی (بھنگن) کے یہاں رہا۔ بعدہ اب شخص مذکور موصوف توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ایک سادات کی خدمت میں حاضر ہو کر حضار مجلس کے روبرو توبہ کرتا ہے۔ اب یہاں پر دو سوال ہے۔

۱۔ سوال اول یہ ہے کہ شخص مذکور موصوف بعد توبہ کرنے کے بھی قابل نفرت ہے یا کہ نہیں۔ مسلمانوں کو کھانا ساتھ کھانا چاہیے یا نہیں؟

۲۔ سوال دوم یہ ہے کہ جو مسلم و مسلمہ شخص مذکور موصوف کے ساتھ جنھوں نے شخص مذکور موصوف کے ساتھ کھایا ہے، ان کے ساتھ کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور جو شخص یہ کہے کہ شخص مذکور موصوف کے ساتھ کھانے میں کراہت معلوم ہوتی ہے نیز جو شخص شخص مذکور موصوف کے ہاتھ کا ذیج کھانے سے پرہیز کرتے ہیں ان سب کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱) اگر شخص مذکور اپنی وہابیت سے بھی توبہ کر کے سنی مسلمان ہو جائے تو اب قابل نفرت نہ رہے گا۔ توبہ تمام معاصی کو زائل کر دیتی ہے، حدیث میں فرمایا۔
التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ اور اگر عقائد وہابیہ پر قائم رہ کر مسلمانوں سے ملنا چاہتا ہے تو ہرگز نہ ملایا جائے اور اس صورت میں اس کے ساتھ مواکلت و مشارکت

حرام حدیث میں فرمایا۔ لا تأکلوا کلہم ولا تأشار بہم ولا تجالسوہم، واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب (۲) اگر توبہ کرنے کے بعد انھوں نے کھایا پیا ہے کچھ الزام نہیں، اور قبل توبہ کھایا پیا تو الزام ہے۔ انھیں بھی اس معصیت سے توبہ چاہیے اور توبہ کرنے کے بعد اس کا ذبیحہ حلال ہے، اب کراہت کی کوئی وجہ نہیں، عجب کہ حلوانی کا فریا و دیگر ہنود کی بے احتیاطیاں مسلمان خود دیکھتے ہیں اور ان سے چیزیں خرید خرید کر کھاتے پیتے اور ایک شخص مسلمان سے اتنی نفرت کی اس کے لئے کہ چھوٹی چیز سے کراہت آتی ہے، زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے ہندوؤں کے مظالم پر نظر کرتے ہوئے مسلم کو مسلم سے نفرت سخت مضر اسلام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ شاہ قمر الدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدر معینیہ از پو کرن ماڑوار ریاست جو دھپور۔ مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کا علم زیادہ ہے وہ مؤمن ہے یا کافر؟
مسئلہ (۲) جو شخص یہ کہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے ویسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو ہے اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں؟

مسئلہ (۳) جو شخص یہ کہے کہ ہر شخص بڑا ہوا چھوٹا وہ خدا کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ قائل نے انبیاء علیہ السلام کی توہین کی یا نہیں، اور اس توہین میں کافر ہوا کہ یا نہیں؟

الجواب (۱) یہ شخص یقیناً قطعاً کافر، مرتد ہے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ شک کرنا بھی کفر ہے من شک فی کفره وعذابه فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بیشک اس نے تو، سین کی اور بلاشبہ یہ کافر ہے تفصیل کے لئے حسام الحرمین دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) یہ کلمہ کفر ہے اور تفصیلی حکم الکوکبة الشہابیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید محمد حامد - چھاؤنی نصیر آباد - (راجپوتانہ) ۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان حسب ذیل مسائل کہ اگر کوئی حنفی کسی غیر مقلد وہابی سے کسی قسم کا رشتہ قائم کرے یا ان کو اچھا سمجھ کر ان کے ساتھ محبت رکھے یا ان کا وعظ اپنے یہاں کہلوائے یا ان کے وعظ میں شریک ہو یا ان کے وعظ حنفیوں کے مساجد میں کہنے دے یا ان کے مردے کو حنفیوں کے قبرستان میں جگہ دے یا ان کے پیچھے یا ان کے ساتھ نماز پڑھے یا ان سے مصافحہ و معانقہ کرے یا ان کو حنفیوں کی مساجد میں آنے دے عند الشرع جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب :- غیر مقلدین مبتدع بد مذہب ہیں علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ و مختار میں فرماتے ہیں۔ هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون

والمالكيون والشافعيون والحنبليةون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ جب یہ لوگ حکم علماء بد مذہب و بدعتی ہیں تو ان کی تعظیم و توقیر کرنا ان سے میل جول رکھنا وعظ کہلوانا ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے ساتھ نماز پڑھنا ان سے میل جول رکھنا سب حرام، حدیث میں ہے، من قرصاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام۔ اور فرمایا۔ لا توادوا کلہم ولا تشاربوہم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوہم۔ بلکہ غیر مقلدین پر بوجہ کثیرہ کفر لازم۔ کیا حق شیخنا المحقق العلام فی رسالتہ الکوکبة الشہابیة۔ اگر یہ شخص مدعی حنفیت ان عقائد وہابیت کو

اچھا جانتا ہے تو اسکا بھی وہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران ۲^م ربيع الاول ۱۴۲۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پہلے
 سنی تھا اور سنی عالم سے مرید بھی تھا، بعد کو زید غیر مقلد ہو گیا اور ارادت بھی غیر مقلد سے
 کر لیا۔ اب وہ پھر بفضلہ تعالیٰ سنی ہو گیا ہے۔ آیا وہ پہلی ارادت باقی ہے یا پھر سرے
 سے مرید ہو تو اسی سے جس سے قبل میں تھا کہ غیر سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ اول میں
 کوئی دینی خرابی بھی ہو؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جب وہ غیر مقلد ہو گیا تو بیعت فسخ ہو گئی، اب بیعت جدید کرے اگر پہلے
 شیخ سے اسے عقیدت ہو تو اس سے، ورنہ کسی اور سنی عالم جامع شریعت و طریقت
 سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ علی بخش صاحب قوم شیخ ساکن بریلی محلہ کانکر ٹولہ ۲ ربيع الاول ۱۴۲۳ھ
 یہ کہنا کہ برادری کی راہ اور ہے شریعت کی راہ اور ہے جو ہمارے باپ دادا سے
 ہوتا آیا ہے وہ کریں گے، نئے ملائوں کی ایک نہیں مانیں گے کیا ہمارے باپ دادا
 مسلمان نہ تھے مگر ہم اب نہیں مانیں گے یہ کہنا کیسا ہے؟
الجواب :- یہ اسنے صحیح کہا کہ برادری کی اور راہ ہے اور شریعت کی اور۔ بیشک آج
 کل اہل برادری بہت باتیں خلاف شرع کرتے ہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ یہ باتیں
 جائز ہیں اور یہ گناہ نہیں تو باطل محض۔ اہل برادری پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے کو اختیار کریں اور اس پر عمل کریں اور باپ دادا کے جو
 افعال خلاف شرع ہوں انھیں ہرگز نہ کریں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ افعال اللہ
 رسول کے حکم کے خلاف ہیں ان پر اڑے رہنا مسلمان کی شان نہیں اور علماء اہلسنت
 جب انھیں شرع کے احکام بتائیں تو ضرور مانیں اور عمل کریں، ہاں وہابیہ سے ضرور

اجتناب کریں اور ان سے مسائل ہرگز نہ پوچھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ حافظ کلن صاحب محلہ گندہ بالہ۔ بریلی ۱۰ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے لیکن اسکا طرز عمل خلاف شرع ہے بد اعمال بہت زیادہ جو وغیرہ کا ہر وقت شغل ہے اغلام اعلانیہ کرتا ہے کچھ لوگوں نے اس کو سمجھایا تو اس نے قسم کھائی کچھ صاحبان کے نزدیک معاذ اللہ کفر نیا یہ۔ اگر اب میں حرام کروں تو ایسا سمجھنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ کیا۔ ایسا سخت کلمہ کہا اور پھر اعلانیہ اغلام اور حرام کیا اور برابر کرتا ہے، پس اس صورت میں شریعت مطہرہ میں ایسے شخص کیواسطے کیا حکم ہے اور جو کوئی مسلمان اس سے ملے اس کیلئے کیا حکم ہے اور جن لوگوں کے روبرو اس نے یہ کلمہ کہا اور ان لوگوں نے سنکر اس سے کچھ نہیں کہا ان لوگوں کیلئے از روئے شرع کیا حکم ہے ؟

الجواب :- اس شخص پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے اور جب تک تو نہ بکرے مسلمان اس سے میل جول سلام کلام سب ترک کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ مولوی منور علی طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی ۹ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان یعنی جس کو مسلمانوں نے مذہبی فرائض یعنی نماز روزہ ادا کرتے اور قرآن مقدس صحیح پڑھتے بائز دیگر ان نشانات کو جو مسلمان کیلئے ضروری ہوں پاتے ہوئے کافر سمجھنا یا کافر کا سا نام لیکر پکارنا یا اسکے اللہ تعالیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا قرآن شریف کا واسطہ دینے پر کوئی شخص بات یا کام جبراً کروانا یا خود اس کے ساتھ کرنا کیسا ہے ؟ یعنی حرام ہے یا مکروہ، کفر ہے یا فسق ؟

الجواب :- شرع مطہر ظاہر پر حکم فرماتی ہے جب کوئی اسلام کا اقرار کرتا ہو اور اسکا

کوئی قول یا فعل اس اقرار کی تکذیب نہ کرتا ہو تو ہم اسے مسلمان ہی جانیں گے اور اسلام کے تمام احکام اس پر جاری کریں گے، دل چیر کر دیکھنے کا ہمیں حکم نہیں ایسے مسلمان کو کافر سمجھنا کفر ہے جبکہ کفر کی کوئی بات اس میں نہ ہو۔ اور کافروں کے سے نام لیکر پکارنا حرام۔ قال تعالیٰ۔ لَا تَنَابِرُوا بِلِأَلْقَابِ بُسِّ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔ اور فحش کلام کرنا بھی حرام۔ قال تعالیٰ۔ وَيَسْمَعِي عَنِ الْفَحْشَاءِ۔ اور خبر کرنا دوسرا جرم قال تعالیٰ لَا تَكْرِهُوْا فِتْنَتَكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَادَنْ تَحَصُّنًا۔ وَاُمِّدْ تَعَالَى اعْلَم

مسئلہ :- مسئلہ ہدایت اللہ موضع بھگوتا پور۔ ضلع بریلی ۲۶ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ بعد سلام کے واضح ہو کہ باندو کے فتویٰ میں آپ نے تحریر کیا تھا کہ یہ عورت باندو پر جائز نہیں اور بچوں نے اس فتویٰ کے مطابق کر دیا باندو کے چچا نام ننھے نے نور محمد قاضی صاحب سے پوچھا کہ باندو کے فتویٰ میں آپ نے بھی دستخط کئے تھے نور محمد قاضی صاحب نے کہا کہ بھائی شرع کی بات تھی دستخط کیوں نہیں کرتا۔ باندو کے چچا نے کہا کہ شرع تو نہیں تھی اعضا ترنا سہل تھا سب نے ملکر ختنہ تو کر لیا اب سوپاری کی کوریں رہ گئی ہیں سو وہ بھی چھانٹ لو، اب شرع شریف کے اندر اس کا کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اس شخص نے فتوائے شرع و حکم شرع کی توہین کی، اس پر کفر لازم۔ یہ شخص پھر سے مسلمان ہوا اور اپنی بی بی سے دوبارہ نکاح کرے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اہل برادری اس کا حقہ وغیرہ بند کر دیں اس سے میل جول سلام کلام اس کے ساتھ کھانا پینا اپنے کسی معاملہ میں اسے شریک کرنا یا اس کے معاملہ میں شریک ہونا سب ناجائز، فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ رجل عرض علیہ خصمہ فتوے الاثمة

۱۔ پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۴ ۲۔ پارہ ۱۴ سورہ نحل۔ ۳۔ پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۰۔ مصباحی

فردھا وقال چه بارنامہ فتویٰ آورودہ قیل یکفر لانہ رد حکم الشرع و کذا الولم یقل شیئا لکن القی
الفتویٰ علی الارض وقال این چه شرع است کفر۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ در نجف اسٹیشن جنکشن بریلی ۲/۲ رجب ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص
اہلسنت و جماعت کو بغیر تحقیقات رافضی کہہ دینا اگر واقعی وہ رافضی نہیں ہے تو کہنے
والے پر کیا الزام لگایا جاوے ؟

الجواب :- اگر واقع میں سنی ہے اس میں رخص کی کوئی بات نہیں تو کہنے والا
سخت گنہگار اس پر توبہ فرض اور معافی مانگنا لازم۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ غنی رضا خان صاحب ساکن بشارت گنج ضلع بریلی ۲/۲ رجب ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے میں
سنی ہوں اور زید کی رشتہ داری رافضیوں میں ہے اور رافضیوں کو برا بھی نہیں جانتا ہے
اور انکی موت وزیست میں شریک بھی ہوتا ہے وہابیوں سے بھی اس طرح سے ملتا ہے
اور جلسہ دینی و دنیوی میں بھی شریک ہوتا ہے ایسی حالت میں زید کو سنی جاننا
چاہئے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر واقع میں رافضیوں کو برا نہیں جانتا، یا وہابیہ کے اقوال پر مطلع
ہو کر پھر بھی برا نہیں جانتا، تو زید سنی نہیں، صرف اپنے کو سنی کہنے سے سنی نہیں
ہو سکتا جبکہ بد مذہبوں کی بد مذہبی پر مطلع ہے اور بد مذہبی کو بد مذہبی نہ جانے،
و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ حشمت اللہ شکر اللہ تاجران بساطہ خانہ سرزاپورٹون ہال ۲۲ سوال ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مدت مدید کے ایک ایسے
نومسلم شخص کے متعلق اس کا نام ہندوؤں کا۔ اس کی صورت ہندوؤں کی۔ اور اس کے

بچے ہندو۔ اس کی سابق کافرہ و مشرکہ عورت ہنوز زندہ اور ہندو ہی جو اس کی زوجیت میں ہے جس سے برابر اولاد ہوتی جاتی ہے، اپنی اہلیہ اور اولاد کو بجائے مسلم بنانے کے وہ ہندو ہی بنائے رکھنا پسند کرتا ہے، حالانکہ بعض مقامی مسلم نے کہا بھی کہ اپنے بچوں کو مسلمان کر وختنہ کرادو اور چوٹی کٹادو، ہم تم سے بلا اگرہ رشتہ داری کریں گے لیکن اس پر بھی بلا غدر اپنے خاص ہندو اعترہ سے ناراض ہے کہ میری اولاد کو کیوں نہیں اپنی ہندو ذات میں شریک رکھتے اور شادی کراتے حتیٰ کہ اب اپنی جائد ذمین حیات اپنی اولاد کے نام لکھ کر اولاد کو تحریر سابق ہندو برادری کے سپرد کر دیا ہے، حد ہو گئی کہ ایک مولوی سے اس نے یہ کہا تھا کہ اب میرا جی اسلام سے گھبرا گیا ہے اور دل چاہتا ہے کہ پھر زنا رہنوں، مسلم ہونے کا مدعی ہے اور دنیاوی معاملات میں بڑا چالاک ہے مگر بالقصد مسائل شرعیہ ضروریہ سے جاہل محض ہے۔ بے تکلف ہر وقت محسوس اور بدترین گالیاں بکنا اس کی طبیعت ثانیہ ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ رخ اپنے پیر کی تصویر رکھ چھوڑا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے منع کیا تو کہا کہ ہم تو دراصل اس تصویر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس کا کوئی خیال و عمل گویا باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے خلاف عالم کو گالیاں دیتا ہے۔ کافر سے بھی بدتر کہتا ہے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے۔ بہتان و افترا تراشتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ چاہے کافر سے ملو جلو صاحب سلامت رکھو۔ مگر اس عالم کو سلام بلکہ اس کے سلام کا جواب تک مت دو۔ پس ایسے نو مسلم شخص کے متعلق از روئے شریعت اسلامیہ و مذہب حنفیہ کیا حکم ہے؟

الجواب:- عورت اگر مشرکہ ہے تو مسلمان کی زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهَا۔ شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد قاضی عورت پر اسلام پیش کرے گا اگر اسلام سے انکار کرنے کا جواز ہے گا

الجواب :- احرام کے دو کپڑے ہیں ایک تہبند دوسری چادر ظاہر ہے کہ تہبند اور چادر سے نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے اسی سے نماز کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں محرم کا سر حالت احرام میں کھلا ہوتا ہے اگر کسی غیر محرم نے احرام کی طرح کپڑے پہن کر تہبند سر نماز پڑھائی اگر یہ ننگے سر ہونا تو وضع کیلئے ہے تو مستحب اور سستی کی وجہ سے ہے تو مکروہ آج کل بعض لوگ ساڑی باندھتے ہیں اور اسے احرام کہتے ہیں اور اکثر وہ ساڑیاں رنگی ہوتی ہوتی ہیں، جو بالکل زنائی وضع ہے، مرد کو زنائی وضع پہننا منوع ہے، حدیثوں میں اسکی ممانعت آئی۔ اس طرح زنائی ساڑی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ، اور ایسے کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے مقصود تحقیر نماز ہو مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جسکے لئے ٹوپی یا عمامہ پہنا جائے، تو کفر ہے۔ اگرچہ یہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ در مختار میں ہے۔ و صلاۃ محاسناً ای کاشفاً راسہ للتکاسل ولا لباس بہ للتذلّ ولأما للامانة بهما فلف (ج ۱ ص ۴۷۲) اقول عوام میں ننگے سر نماز پڑھنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور نیت تذلّ فعل قلب ہے، اس پر لوگ مطلع نہیں نیز مشکائین کو موقع مل جائے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بہ نیت تذلّ بھی ننگے سر نماز نہ پڑھے، چنانچہ شرح منیہ میں فرمایا۔ فیہ اشارۃ الی أنّ الاولیٰ أنّ لا یفعلہ وان یتذلّ ویخشع بقلبہ فانہما من أفعال القلب۔ اقول اما تعقب الامداد بما فی التجنیس کما ذکرہ الشافعی فمدنوع بما فی الحدیث اتقوا مواضع التهمة۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں احرام باندھ کر ننگے سر نماز پڑھنا تذلّ کیلئے نہیں یہ لوگ صرف فرضی احرام کی پابندی کرتے ہیں اس لئے ان کا ننگے سر نماز پڑھنا ضرور مکروہ ہوگا اگرچہ تنزیہی ہی، فلیحذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ حدیث میں ہے۔ لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔ ساڑی باندھنا مطلقاً عورتوں سے مشابہت ہے۔ اگرچہ سفید ہی کیوں نہ ہو۔ رنگین ہو اور وہ بھی ایسا رنگ جو مردوں میں رائج نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ مشابہت ہے۔ اسے باندھ کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

کنز الدقائق میں ہے۔ لو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بينهما۔ اور جہاں قاضی نہوں جیسے آجکل ہندوستان، یہاں عورت کو تین حیض آنے پر نکاح ٹوٹ جائیگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ واذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب ولم یكونا من اهل الکتاب اوکانا والمرأة هی التي اسلمت فانه یتوقف انقطاع النکاح بينهما علی مضي ثلث حیض دخل بهما اولم یدخل بهما کذا فی الکافی۔ یہ حکم نکاح ٹوٹنے کا ہے یعنی اگر تین حیض گزرنے کے بعد عورت بھی مسلمان ہو گئی اور اسی شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے تو جدید نکاح کی ضرورت ہوگی کہ اب وہ پہلا نکاح جاتا رہا، رہا عورت سے جماع کرنا تو مرد کے اسلام لاتے ہی حرام ہو گیا۔ جب تک عورت تین حیض کے اندر ہی اسلام کو قبول نہ کرے، بالجملہ اگر عورت مشرکہ ہے تو یہ وطی حرام و زنا ہے اپنی اولاد کے کفر کو پسند کرنا اور یہ چاہنا کہ ہندو ہی رہے اگر صحیح ہے تو کفر ہے۔ الرضا بالکفر کفر۔ یو نہی یوں کہنا کہ میرا جی اسلام سے گھبرا گیا ہے اور زنا پر پہننے کی خواہش ظاہر کرنا بھی کفر ہے کہ اسلام پر کفر کو ترجیح دینا ہے، تصویر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور بقصد عبادت ہو تو کفر ہے۔ سنی صحیح العقیدہ عالم کو گالی دینا بھی کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔ الاستخفاف بالعلماء والسادات کفر۔ اور اگر وہ وہابی رافضی قادیانی وغیرہ میں سے ہے تو ایسے مولویوں سے ضرور اجتناب ہی چاہیے اور بیشک قابل تنفیر ہیں حدیث میں فرمایا۔ ایاکم وایاھم لا یفتنکم ولا یفتنونکم۔ ضرور ایسویں کی مذہبی خرابی کا اظہار کیا جائے کہ عوام ان کے پھندے میں پڑ کر گمراہ نہ بنیں مگر بخش گوئی سے مسلم کو چاہئے کہ اپنی زبان محفوظ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کتاب السیر

سیر کا بیان

مسئلہ :- مرسلہ میمن حاجی علی محمد و حاجی یعقوب از شہر برودہ محلہ راجپورہ
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ضلع سندھ حیدرآباد گاؤں
لوہاری میں احمد زماں نام کا ایک دجال کذاب پیری کے لباس میں فرعون زماں
بن گیا ہے۔ کبھی کہتا ہے ”احمد بلائیم ہوں“ اور کبھی بکتا ہے ”راحمہ رسول ہوں“
اور کبھی بھونکتا ہے کہ ”مہدی آخر زماں ہوں“ ہزاروں میمن اس گمراہ کے معتقد ہیں
اور کہتے ہیں کہ جو ہمارا دجال کہتا ہے وہ سچ ہے، جو اس کا پیرو ہے وہی ناجی ہے
لوہاری کو جو میمن جاوے وہ سید اور حاجی ہو جاتا ہے، وہاں کی مٹی خاک شفا ہے
اور پانی زمزم ہے جو لوہاری کے دجال نشان کے نیچے پناہ گزیں ہیں۔ اسی کو
نجات اور امن و امان ہے، باقی سب کو ہلاکت اور حرمان ہے، خلاصہ یہ کہ اس
ملعون کے کفریات کی کوئی حد و حساب نہیں ہے، رنگ رنگ کے کفر اس شیطان
میں موجود ہیں، ہزاروں اخبار و اشتہارات میں اس دجال کے ملعون عقیدے
چھپ چکے ہیں۔ مگر جو لوگ اس کافر کے مرید بن چکے ہیں، اس کی پیروی سے
ہرگز باز نہیں آتے۔ تو اب گزارش یہ ہے کہ جو شخص اس دجال کا معتقد ہو اس کو

برسورام دھڑا کے سے اٹھریاں برسویا اٹھریاں کھل گئے اٹھریاں برس گئے۔ یہ کلمات کیسے ہیں اور جو شخص ایسے کلمات کہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟
 بنوا تو جروا۔

الجواب :- خدا کو رام کہنا ہندوؤں کا مذہب ہے، وہ چونکہ اسے ہر شے میں رہا ہوا یعنی حلول کئے ہوا جانتے ہیں، اس وجہ سے اسے رام کہتے ہیں اور یہ عقیدہ کفر ہے، اور اسے رام کہنا بھی کلمہ کفر۔ اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا بھی ناجائز ہے کہ میاں کے ایک معنی شوہر کے ہیں اللہ عزوجل پانی برساتا ہے اور پانی برساتا ہے یہ کہنا کہ اٹھریاں برسویا اٹھریاں برس گئے کفر ہے جو ایسا کہے تو توبہ کرے تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کیر کلاں ضلع بلند شہر ہر سلسلہ منظور حسین ضا قادری ۲۱ صفر ۱۴۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید مسجد میں قسم کھاتا ہے کہ اگر میں میر تکب زنا ہوں یا کوئی گناہ کبیرہ کروں تو کافر ہو جاؤں اگر زید پھر مرتکب زنا و افعال قبیح ہوتا ہے تو قسم کھانے کے وجہ سے وہ کافر ہو گیا یا صرف فاسق ہی رہا اس کے بعد میں وہ توبہ کرے یا باقاعدہ از سر نو مسلمان بنے؟

الجواب :- اگر قسم کھائی کہ فلاں کام کریگا تو کافر ہوگا پھر اس نے وہ کام کیا اس کے کفر میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک کافر ہوگا، اور بعض کے نزدیک نہیں اور بعض فرماتے ہیں اگر وہ جانتا ہے کہ اس فعل کے کرنے سے کافر ہو جائے گا تو ہو جائے گا ورنہ نہیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علی ملتہ غیر الاسلام کاذبا فهو کما قال۔ صحیح محدث و بلوی علیہ الرحمہ

لمعات میں فرماتے ہیں۔ اختلفوا فی انه یصیر به کافرا ولا فقال بعضهم المراد بقوله فهو كما قال التمهید والمبالغة فی الوعید كما فی قوله من ترك الصلوة فقد کفر وهو المذهب عندنا وقال بعضهم یكفر لانه اسقط حرمة الاسلام ورضی بالكفر، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لو قال ان فعل کذا فهو یهودی او نصرانی او مجوسی او بری من الاسلام او کافر او نحو ذلك فما یكون اعتقاده کفرا فهو بین استحسانا کذا فی البدائع حتی لو فعل ذلك الفعل یلزمه الکفارة وهل یصیر کافرا اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالى والمختار للفتویٰ انه ان کان عنده انه یکفر مثی الی بهذا الشرط ومع هذا الی یصیر کافر الرضا بالكفر وکفارته ان یقول لا اله الا الله محمد رسول الله وان کان عنده انه اذا الی بهذا الشرط لا یصیر کافرا لا یکفر۔ بالجمله اس کا کفر اختلافی ہے اگرچہ کفر کا حکم نہ دیں گے کہ یہی احتیاط ہے پھر بھی تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ہوگا کہ کفر اختلافی میں یہ ضرور ہے۔ در مختار میں ہے۔ وما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ وهو تعالى اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اشعار ذیل میں کفر لازم آتا ہے یا نہیں، کیونکہ ظاہر صورت سے تو ہین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معلوم ہوتی ہے۔ اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

موسیٰ ہی تھے جو غش ہوئے جلوہ کو دیکھ کر : اپنی تو آنکھیں کھل گئیں دیدار سے
خود بنا کر صالح قدرت نے بھکویوں کہا : ختم تجھ پر میرے پیارے مری صفت ہو گئی
اور اشعار مذکورہ کا مطلب کیا ہوا۔ اور شاعر پر ان اشعار کے کہنے سے کیا حکم ہے
آیا تکفیر کا مستحق ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا
الجواب :- شعر اول کفر ہے کہ اس میں صریح طور پر شاعر نے اپنے کو موسیٰ

علیہ السلام پر فضیلت دی ثانیاً اس نے اپنے لئے دیدار الہی ثابت مانا اور یہ نبی کریم
 علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیلئے خاص ہے یہاں تک کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کیلئے
 اس زندگی میں نہیں۔ اور اگر یار سے مراد معشوق مجازی ہوا اگرچہ سیاق کلام اس کے
 منافی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کیلئے جلوہ دیکھنا بتاتا ہے اور اپنے لئے دیدار یا ثابت کرتا ہے تو یار
 وہی مراد ہوگا جس کا جلوہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اور غش ہوئے نہ کہ یار مجازی کہ اس میں
 مصرع اول و ثانی میں مناسبت نہیں رہتی۔ اور شاعر جو اپنے شعر میں ترقی کر رہا ہے
 وہ مفقود۔ پھر بھی اس موقع پر اکابر خصوصاً انبیاء خصوصاً ایک ایسے جلیل القدر نبی کا
 ذکر بے ادبی سے خالی نہیں، بہر حال شاعر پر تجدید ایمان تجدید بیعت وغیرہا ضروری
 ہے۔ شعر دوم میں بظاہر کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی کہ محاورہ میں صنعت ختم
 ہونا مصنوع کا اعلیٰ مرتبہ کمال پر ہونا مراد ہے مثلاً یہ بولا کرتے ہیں کہ فلاں نے
 اس چیز میں اپنی کاریگری ختم کر دی۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم افضل مخلوقات ہیں، ان سے افضل تو کیا، ان کے کمالات عالیہ میں ان کا
 نظیر ہی محال۔ شعر کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش کے بعد
 سلسلہ آفرینش بند ہو گیا، اب کوئی خدا کا بنایا ہوا نہیں، کہ حضور کے بعد اس سلسلہ کے بند ہونیکے
 کیا معنی، بلکہ حضور ہی تو سلسلہ مخلوقات شروع ہوا اور سب سے حضور ہی کے نور کی تخلیق ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ:- مسئلہ مولوی شفا الرحمن طالب علم مدرسہ اہلسنت ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں
 کہ کوئی ہندو چھپکر روزہ نماز سب کچھ کرتا ہے لیکن بظاہر کلمہ تک بھی نہیں پڑھتا
 اس پر کیا حکم لگایا جائے گا اسلام کا یا کفر کا۔؟
الجواب:- جب تک اپنا اسلام ظاہر نہ کرے گا۔ اسے مسلمان نہ کہیں گے
 کہ موقع پایا تو اقرار باللسان شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جو دھور مار وار ایک منارہ کی مسجد کے پاس مسئلہ جمال الدین کمال الدین محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو شعروں کے
بارے میں وہ دو شعر یہ ہیں ؟

اب جان ہے تو تو ہے ایمان ہے تو تو ہے : دل و یکے تو ہے اپنا ایمان گما بیٹھے
اب چین کہاں کمتر اب نہیں رہیں گے تر : شرب کے کنھیا سے ہم آنکھ لڑا بیٹھے
یہ دو شعر حضور کی شان میں کہا ہے اور یہ شعر کہنے والا شخص کیسا ہے اور مولود شریف
کے قیام کے وقت غیر مقلد حضور کو کنھیا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور حضور سے عشق
لگانے سے ایمان کیسے جاسکتا ہے اور ایسا شعر جو کہتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ؟
جواب جلد ارشاد فرمائیں ؟

الجواب :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنھیا کہنا ایک فاجر و بدکار
زانی سے تشبیہ و نیاگستاخی ہے، شاعر کو چاہئے کہ توبہ کرے نبی صلی تعالیٰ علیہ وسلم
کے عشق سے ہرگز ایمان نہیں جاسکتا بلکہ حضور کی محبت کمال ایمان ہے بلکہ ایمان
اسی کا نام ہے۔ اور مدینہ طیبہ کو شرب کہنا بھی ناجائز ہے، کفار اسے شرب کہتے تھے
حدیث میں شرب کہنے سے ممانعت آئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- عبد المجید خان صاحب رضوی ایٹش ماسٹر گھٹپوری بدایوں ۲۲، جمادی الاولیٰ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر نے اپنے لڑکے کی بیوی
سے نماز پڑھنے کی نصیحت کی تھی۔ اس پر اس عورت نے جواب دیا کہ تم خدا کے
بھیتے ہو اور کسی نے کریم کریم کہا تھا تو نہیں بخشا گیا اور دوسرے نے کریم کریم
کہا تھا وہ بخش دیا گیا کیا۔ ان الفاظ کے کہنے سے وہ عورت نکاح سے باہر ہو گئی
اور اگر نکاح کے باہر ہو گئی تو کس طریقہ سے اس کا نکاح جائز ہو گا۔ آیا پچھلا مہر
معاف کروا کر اب اس کو نکاح پڑھوانا چاہئے یا پہلا مہر بھی قائم رہے گا اور عورت

حاملہ بھی ہے حاملہ ہونے کی حالت میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ان سب باتوں کے جواب سے جلد مشرف فرمائیے گا؟

الجواب :- یہ کلمہ کہ تم خدا کے بھتیجے ہو کلمہ کفر ہے کہ بھتیجا ہونا بغیر بھائی کے نہیں ہو سکتا اور بھائی ہونے کیلئے ماں باپ درکار۔ اور یہ صریح کفر مگر چونکہ سوال کے جواب میں ہے یہ بھی احتمال ہے کہ بطور انکار ہو یعنی ایسا نہیں ہے اور انکار بسا اوقات لہجہ سخت کر دینے سے یہی مفہوم ہوتا ہے اگرچہ لفظ میں انکار کا کلمہ مذکور نہ ہو اس احتمال کی بنا پر قائل کو اگرچہ کافر نہ کہیں مگر تجدید اسلام و تجدید نکاح درکار ہے، درمختار میں ہے۔ مایکون کف الاتفاق یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ پہلا مہر قائم ہے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیا جائے زیادہ مہر کی ضرورت نہیں، مین چار روپیہ کا مہر قرار دیکر دوسروں کے سامنے ایجاب و قبول ہو جائے کافی ہے۔ اگر عورت حاملہ ہے جب بھی اس وقت تجدید نکاح ہو سکتی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ وضع حمل ہو۔ و ہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- فاسئلواہل الذکر انکتُم لا تعلون۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ابن سعود اور اس کے متبعین نجد فی زمانہ اسلام پر ہیں یا خارج از اسلام اور اس کے عقائد موافق اہلسنت و جماعت کے ہیں یا نہیں۔ اور ان کے حق میں اور نماز پنجگانہ میں یہ دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں وہ دعا یہ ہے۔ اللہم شئت شمل النجدین الوہابین الکافرین وھکذا الخ۔ افتونا ما جورین و نرینوہا بہواہیر عدا الدین المتین۔

الجواب :- ابن سعود اور اس کے متبعین خالص وہابی ہیں اور ان کے وہی

عقائد میں جو عبدالوہاب نجدی کے تھے جس کی نسبت علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں فرمایا۔ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وكانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذالك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کس الله شوکتهم وخریب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین۔ آج کل کے نجدی بھی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں اور ان کے خون کو حلال جانتے ہیں بلکہ معاذ اللہ انہیں لونڈی اور غلام بناتے ہیں اور ان کے اموال مثل غنیمت تقسیم کرتے ہیں انہیں کے بارے میں حدیث صحیح میں وارد ہے یہاں قون من الدین کما یسرق السهم من الرمیة، اونکے ہلاک ہونے کی دعا کرنی جائز ہے۔ حرمین طہین میں انہوں نے جو ستم ڈھائی، وہاں کے باشندگان اخیار و اموات کو جو تکلیفیں پہونچائیں، مزارات صحابہ و مسلمین کی جو توہین کیں، اہل تہذیب کو بھوکا پیاسا رکھا۔ ان کے مظالم سے کون ناواقف ہے، ایسے ظالم و سفاک دشمن اسلام و مسلمین کی تباہی و بربادی کی دعا جائز ہے کہ ان کے وجود سے دنیا خالی ہو اور ان کی نجات سے حرمین شریفین پاک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بھوپال مدرسہ احمدیہ عربیہ مدرسہ مولوی سلطان محمد شعبان ۱۴۵۵ھ
ایک شخص کے اقوال و افعال حسب ذیل ہیں ان کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟ خدا لاشی ہے۔ بلکہ مخلوق کا ہر فرد خدا ہے۔ دنیا میں کافر کا وجود نہیں بلکہ سب مسلمان ہیں قرآن مجید میں جن لوگوں کا ذکر آیا ہے انکی عبادت جائز ہے خواہ عبادت از قسم سجدہ تعبدی ہو یا اور کسی قسم کی۔ اور وہ لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا فرعون و ہامان و قارون و جنات و شیطان وغیرہ اور یہ شخص خود بھی اپنے مریدوں سے اپنے سامنے سجدہ کرتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ ہر شخص کو

سجدہ کرنا جائز و درست ہے۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا اور کسی مذہب کا ؟

بہنو! توجروا۔۔۔ یہ شخص قطعاً کافر اس کے کفر میں اصلاً شک و شبہ نہیں بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اسلام کا رکن اولیں اللہ عز و جل کی توحید ہے جب یہ شخص اس کے وجود سے ہی منکر اور اسے لاشی کہتا ہے تو ایمان کہاں ہو ہیں مخلوق کے ہر فرد کو خدا کہنا شرک اعظم۔ ان الشریک لظلم عظیم۔ ایسے امور میں فتوے کی کیا حاجت یہ وہ باتیں ہیں جو مسلمان کا بچہ تک جانتا ہے کہ ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ زندیق و دہری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی لطیف الرحمن طالب العلم پور نیوی ۴ شعبان کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب قدس سرہ پور نیوی اپنے دیار میں مسلم الثبوت بزرگ تھے۔ جن کے مسلک پاک کی وضاحت کے لئے ان کا محض یہی ایک ارشاد کہ تقویۃ الایمان خریب الایمان ہے۔ ان کے مسلک کا تقدس اور دوسرے مسلک سے امتیاز کیلئے کافی ہے۔ حضرت مولانا ممدوح قدس سرہ کے تلامذہ اور خلفاء سے مولوی محمد عابد چندنی پوری مال دہی ہیں۔ یہ خلیفہ صاحب مصنف تقویۃ الایمان کو سنی حنفی سمجھتے ہیں اور ان کے مسلک کی صفائی میں ان کے اقوال کی یہ توضیح فرماتے ہیں۔ (۱) اقوال مولوی اسماعیل جو سوالا ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے۔ اور یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے ؟

(۱) و احتبائی ازلی کہ درازل الازل مکنوں بود بر منصفہ ظہور رسید و عنایت رحمانی و تربیت یزدانی بلا واسطہ احد سے متکفل حال ایشاں شد تا اینکه روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفته۔ و چیزیر از

امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا
ایں جنیں دادہ ام و چیز ہائے دیگر ہم خواہم داد۔

(۲) اگرچہ احسن و اولیٰ و تالیف ایں کتاب چناں مینمود کہ بطوریکہ در تحریر
اکثر مضامین ایں کتاب بر ترجمہ انجہ از زبان ہدایت نشاں حضرت ایشاں محدود
یافتہ بود اکتفا کردہ شد۔ و در تمامی مضامین ہمہ راہ پیمودہ می شد۔ لیکن از
بسکہ نفس عالی حضرت ایشاں بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ
والتسلیمات در بد و فطرت مخلوق شدہ بنا بر علیہ یوم فطرت حضرت ایشاں از نقوش
علوم رسمیہ دادہ۔ دانشمندان کلام و تحریر و تقریر مصطفیٰ تازہ بود لہذا اسرار غامضہ
و مضامین عمیقہ (الی) و شوار می نمود۔ (توضیح خلیفہ صاحب موصوف)

(۱) سوال کی عبارت قرآن پاک سورہ ص کے پانچویں رکوع کی چھوٹی آیت
کی تفسیر میں جو حدیث آئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کو میں نے خواب میں دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ یہ آسمان پر فرشتے کس
بات میں جھکڑ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ
میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا۔ جس کے اثر سے تمام آسمان و زمین
کا حال مجھ پر کھل گیا۔ اس وقت میں نے بتا دیا کہ ثواب کے لکھنے میں۔ اسی
قیاس پر معلوم ہوتی ہے۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۶ میں ایک حدیث اسی مضمون
کی ترمذی سے لائی گئی ہے۔ کتبہ محمد عابد عفی عنہ

(۲) دونوں سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تقویۃ الایمان
ان اولیاء کی حالت کے مانند اپنے ممدوح کی حالت کو بتاتے ہیں جو بغیر کسی
ظاہری تعلیم اور بغیر کسی پیر کے ہاتھ پر ہاتھ دیئے علم لدنی اور معرفت و ہی پائے ہوں
اور ایسے نسبت والے بزرگوں کو صاحب نسبت اویسی کہتے ہیں، کتبہ محمد عابد عفی عنہ

جب آپ پر توہم کے شبہ کرنے والے آپ کی صفائی مسلک کے لئے
چند سوالات کرتے ہیں تو آپ سہارنپور کے مدرسین مدرسہ مظاہر علوم سے جواب منگا
دیتے ہیں۔ (سوالات مع جوابات حسب ذیل ہیں)

(۱) وہابی کس کو کہتے ہیں۔ وہابیت اور خفیت کے درمیان کوئی نسبت ہے
خفی وہابی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول
زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل
اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو
زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون و جملہ حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔
(۳) اصطلاح شریعت میں شرک کی کیا تعریف ہے اور کیا معنی ہے۔

(جوابات)

(۱) وہابی آجکل بدعتیوں نے اہل سنت والجماعت میں سے خاص کر خفیوں
ہی کا نام رکھ رکھا ہے اور ان میں سے بھی جو متبع شریعت ہو اس کو وہابی
کہتے ہیں۔ تذلیل کے خیال سے۔ اعاذنا اللہ ولجميع المسلمين من شبہم
اس لئے ان دونوں لفظوں میں متعارف کے اعتبار سے کوئی مغایرت نہیں،
(۲) زید کا قول غلط ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم غیب کی نفی فرما رہے ہیں۔ قال اللہ
تعالیٰ فی القرآن۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک
دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یعلم الغیب الا اللہ۔ چونکہ یہ اعتقاد نصوص
قطعیہ کے خلاف ہے۔ اس لئے موجب کفر ہے اس سے توبہ و تجدید اسلام و
نکاح ضروری ہے۔

(۳) شرک اسکو کہتے ہیں کہ غیر اللہ تعالیٰ کو اللہ کا شریک بنایا جاوے، باری تعالیٰ کے صفات میں سے کسی صفت میں یا جملہ صفتوں میں ننو دیا اللہ عنہ واللہ اعلم ضیاء احمد عفی عنہ۔

پھر جب خلیفہ صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ سہارنپوری جو ابوں کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا نہیں۔ فرماتے ہیں کہ جواب کیا میرے زبان پر ہے کئی سو برس کے بعد جواب ملے گا۔

اب گذارش ہے کہ ان واقعات کے بعد خلیفہ صاحب موصوف مولانا ممدوح قدس سرہ کے سلسلہ پر ہیں یا نہیں اور خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر جن لوگوں نے مولانا ممدوح قدس سرہ کا جائز خلیفہ سمجھ کر بیعت کی ہے ان لوگوں کی بیعت باقی رہی یا نہیں اس بیعت سے عند اللہ فلاح کی امید ہے یا نہیں۔ خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر جو لوگ مرید ہو گئے ہیں اب وہ کیا کریں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب :- یہ شخص پکا وہابی ضال و مضل ہے۔ مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب کا مسلک مصنف تقویۃ الایمان سے بالکل الگ، وہ اسکی کتاب کو گمراہ کن قرار دیتے تھے اور یہ خلیفہ اوسکا مؤید، پھر دونوں کا ایک مسلک کیونکر قرار پاسکتا ہے جب پیر کے طریقہ کو چھوڑا، مذہب اہلسنت سے کنارہ کش ہوا وہابیہ کو اچھا جاننے لگا تو خود بھی اونھیں میں داخل ہو کر بیعت و خلافت سے دست بردار ہوا کہ یہ چیزیں ایسی نہیں کہ مذہب ترک کرنے کے بعد بھی باقی رہیں، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ناجائز و حرام اور جو لوگ نادانستہ بیعت کر چکے ہیں وہ اب فوراً علیحدہ ہو جائیں کہ وہ بیعت بیعت ہی نہیں، نہ اس بیعت سے کوئی فائدہ متصور۔ اونکو چاہئے کہ شاہ صاحب کا کوئی دوسرا خلیفہ مستجمع شرائط ہو تو اوسکے ہاتھ پر بیعت کریں ورنہ کسی دوسرے پیر سنی المذہب سے مرید ہوں،

عبارت صراط المستقیم کی جو توضیح کی ہے اس نے مصنف کو کیا فائدہ بخشا اس عبارت سے یہی ثابت تھا کہ پیر سے اللہ عزوجل کا کلام کرنا بتاتا ہے چنانچہ دوسری جگہ لکھا کہ، گاہے کلام حقیقی می شود۔ یہ پیر کا خدا سے باتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں کرنا محل اعتراض، اور یہی کفر ہے کہ یہ ملک و نبی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ اعلیٰ مرتبہ نبوت ہے اور پیر کے نبی بنانے بلکہ خواص انبیاء میں داخل کرنے کا ادعا ہے اور یہ کفر، شفا را امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے۔

من اعترف بالثمیة الله تعالى ووحدا نیته ولكنہ ادعی له ولدا او صاحبة فذلک کفر باجماع المسلمین وكذلك من ادعی مجالسة الله تعالى والعروج الیه ومکالمته نیز فرمایا۔ وكذلك من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع النبوة۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ وقال الذین لا یعلمون لولا یکننا الله۔ فرماتے ہیں۔ منشا ی این گفتگوی ایشان جہل است زیرا کہ نمی فهمند کہ رتبہ ہمکلامی با خدا کے عزوجل بس بلند است ایشان ہنوز بہ پایتہ اولیں کہ ایمان است نہ رسیدہ اند، و اب رتبہ محض مختص است بملئکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیر ایشان را ہرگز میسر نمی شود پس فرمایش ہمکلامی با خدا گویا فرمایش آنست کہ ما ہمہ را پیغمبران یا فرشتہا سازد۔ شرح عقائد جلالی میں ہے۔

المکالمۃ شفاہا منصب النبوة بل اعلیٰ مراتبہا وفيہ مخالفة لما هو من ضروریات الدین وهو انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین۔ وہ حدیث جو توضیح میں ذکر کی اوسمیں دست قدرت کا دونوں شانوں کے درمیان رکھنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کا کلام کرنا مذکور ہے اس حدیث کے پیش کرنے سے کیا مطلب ہے یہی نہ کہ جس طرح اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اسی طرح اسماعیل و ہوئی کے پیر

سے بھی اور حضور کے شانوں کے درمیان دست قدرت کو رکھا اور سکے پیر کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیا یعنی دہلوی کا پیر بھی ویسا ہی ہے، جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اس سے بھی کلام ہوتا تھا ہاتھ بھی ملایا جاتا تھا، اسی کو علماء نے غیر نبی کے لئے ثابت کرنا کفر بتایا پھر اس کو توضیح سے کیا نتیجہ نکلا، یوں ہیں عبارت دوم میں مصنف صراط المستقیم اپنے پیر کے جہل کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ائیت کیساتھ مشابہ کہتا ہے حالانکہ یہ ایک اعلیٰ کمال ہے اور اس کے معانی جو علماء نے بیان فرمائے وہ کتابوں میں مسطور ہیں امام ابوالحسن قالیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کون النبی امیا آیتہ لہ وکون هذا امیا نقیصۃ فیہ وجہالۃ، بہر حال جب یہ خلیفہ مصنف تقویۃ الایمان اور اس کتاب کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے تو اپنے پیر کے مسلک کے خلاف ہے باقی سہارنپوری جواب اصلاً قابل التفات نہیں، جس کو اتنی تمیز نہیں کہ وہابی اور حنفی میں کیا نسبت ہے وہابی تو نجدی بھی ہیں جو اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں پھر ایک یا حنفی سے خاص کہنا غلطی ہے، سوال دوم جو عبارت کے متعلق ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو صبی و مجنون و بہائم کے علم سے تشبیہ دی، اسکا کیا حکم ہے۔ جواب میں علم غیب کی نفی کرنے لگے اور وہ آیتیں پیش کرنے لگے جن میں علم ذاتی کی غیر سے نفی ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ آیتیں جن میں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے غیوب پر مطلع فرمانا ذکر فرمایا اور ان سے چشم پوشی کی، مثلاً لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر برگزیدہ رسول کو، اور فرماتا ہے۔ واما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من رسلہ من یشاء۔ اے عام لوگو تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس

کیلئے جن لیتا ہے اور ان کے سوا بہت سی آیتیں ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلع علی الغیب ہونا ثابت مگر وہاں یہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ افتو منون بعض الكتب وتكفرون بعض۔ بالجملہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ بیہودہ کلام لکھا اس نے بیشک گستاخی اور توہین کی اور وہ بلاشبہ کافر اور جواو سکا مؤید ہے وہ بھی اوسے کے حکم میں مسلمانوں پر لازم کے ایسوں سے دور رہیں ورنہ شیطان کو گمراہ کرتے دیر نہیں لگتی۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلك۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی حسنا امین جماعت رضا مصطفیٰ ۱۳ اشعبان جو مسلمان نماز پڑھتا ہے روزہ نہیں رکھتا زکوٰۃ دیتا ہے حج نہیں کرتا ہے حج کرتا ہے زکوٰۃ نہیں دیتا روزہ رکھتا ہے نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟
الجواب :- نماز روزہ حج زکوٰۃ فرائض قطعہ ہیں جو ان میں کسی آیت کی فرضیت سے انکار کرے کافر ہے اور اگر فرض جانتا ہے مگر ادا نہیں کرتا تو فاسق و فاجر ہے مگر اسلام سے خارج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے وجہ یہ ہے کہ بلا عذر شرعی نماز نہ پڑھنا، یا روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ ایسا شخص فاسق گنہگار، مستحق غضب جبار و مستوجب نار ہے۔ مگر اسکی وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا۔ کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ در متن عقائد میں ہے۔ الکبیرۃ لا تخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔ ان حقیقۃ الایمان ہوا تصدیق القلبی فلا یخرج المؤمن عن الاتصاف بہ إلا باینا فیہ ومجرد الاقدام علی الکبیرۃ لغلبۃ شہوۃ أو حصیۃ أو انفة او کسل خصوصاً اذا اقترن بہ خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبۃ لا ینافیہ، نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف (بقیہ حاشیہ اگے منظر پر)

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں وہ کہتے ہیں کہ ہنود اور نصاریٰ کی عورتیں بطور رشتہ بلا نکاح رکھنا ہمارے واسطے جائز ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا غلط، دونوں مسئلوں کو بدیل شرعی صحیح بیان فرما کر ممنون فرمائیے باری تعالیٰ آپ کو اجر عظیم و ثواب جزیل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین؟

الجواب :- مشرکہ اگرچہ کسی مسلمان کی ملک میں ہو اس سے وطی جائز نہیں۔ علمگیری میں ہے۔ ولا یطء المشرکة والمجوسیة بملک الیسین، اور کتابیہ اگر مملوک ہو تو اس سے وطی جائز۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اَلَا عَلٰی اَنْرَ وَاِجْہَمُ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ۔ اور ہندوستان کے ہنود یا نصاریٰ مملوک نہیں کہ اس کے لئے تسلط و غلبہ شرط ہے اور یہ یہاں نہیں لہذا ایسی عورتوں سے وطی کرنا ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اس مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ کہ گورنمنٹ کے یہاں جو شخص ایمان داری کرتا ہے۔ اور اپنے کام کو محنت سے انجام دیتا ہے۔ اس کی قدر نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں زید کے مونہ سے یہ الفاظ بھی نکل گئے کہ وہ اس کے یہاں بھی انصاف نہیں ہے، یعنی خدا کے یہاں۔ کیونکہ نیک لوگوں کو بھی زیادہ مصیبت اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ تو آیا زید کو تجدید نکاح و تجدید ایمان کرنا چاہیے یا نہیں؟

بقیہ حاشیہ ص ۳۲ کا :- کان کفرًا لکونہ علامۃ للتکذیب (ص ۸۲ مطبع رشیدیہ دہلی) یعنی ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی ہے۔ تو مومن جب تک منافی تصدیق، امر کا ارتکاب نہ کرے وہ تصدیق قلبی سے متصف رہے گا۔ محض غلبہ شہوت یا تنگ و عاری کا ہلی کی بنا پر کبیرہ کی طرف اقدام بالخصوص جبکہ اسے عقاب کا خوف لاحق ہو، عفو کی امید ہو، اور توبہ کا ارادہ بھی ہو تو یہ تصدیق قلبی کے منافی نہیں۔ ہاں اگر گناہ کو حلال جان کر یا ہلکا سمجھ کر کرے تو یہ کفر ہے۔ لہذا فرائض و واجبات کا تارک یا گناہوں کا مرتکب کافر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پارہ ۱۸ سورہ مومنون رکوع ۱۱ آل مصطفیٰ مصباحی

از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور اس میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟
الجواب:- زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے
 لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ جسے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اس پر کوئی اعتراض
 نہیں ہو سکتا۔ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید لایسئل عما یفعل وهم یسئلون، مالک حقیقی
 جو کچھ عطا فرماتا ہے محض اپنے فضل و کرم سے بے استحقاق عطا فرماتا ہے پھر اعتراض
 کے کیا معنی۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ ظلم ایک شے قبیح و عیب ہے اور اس
 میں عیب کا پایا جانا محال ہے۔ لایظلم مثقال ذرۃ وما هو بظلام للعبید۔ او سے
 ظالم کہنا کفر، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لومات انسان فقال الاخر خذای را آدمی
 بایست کفر کذا فی الخلاصۃ نیز اسی میں ہے۔ قال ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ من
 نسب اللہ تعالیٰ الی الجور فقد کفر۔ کذا فی الفصول العبادیۃ، زید پر تجدید اسلام
 و تجدید نکاح لازم ہے گناہ خصوصاً کفر سے جہاں تک جلد ممکن ہو توبہ کرنا چاہئے
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از کلماتہ مرسلہ مولوی سید حسن صاحب، ۱۷ صفر ۱۲۷۶ھ
 چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخص
 بایں شرط زنی را بزوجیت خود در آورد، کہ اگر بلا اذن شہان نکاح ثانی کنم پس
 فی القوز بمجر و نکاح زوجہ ثانیہ مطلقہ خواہد شد۔ پس اکنون ناکح نزد مولوی صاحبیکہ
 قاضی نکاح اول بودند، برای دریافت چگونگی شرط مذکور و برای ترسانیدن
 زوجہ و والدین زوجہ خود بحالت غیظ و غضب خطے بدیں مضمون تحریر نمود، کہ جناب
 مولوی صاحب قسمیہ میگویم کہ اگر شرط معلوم در مذہب اسلام مستحکم بود، پس من ہم

۱۷ پارہ ۴، سورۃ آل عمران رکوع ۱۰ ۱۷ پارہ ۶، سورۃ مائدہ رکوع ۱۲ مصباحی

دین اسلام را ترک گفتہ نکاح دیگر خواہم نمود۔ باید دید کہ کدام کس مرامانہ شود اگرچہ خوب می فہم کہ بسیار تکالیف مرا خواہد رسید، لیکن چونکہ بسبب نادانستگی ام۔ این چنین فریب دادہ شد لہذا من ہم اکنون آن دین و شرع را ترک گفتہ معاوضہ این فریب بردن، می خواہم۔ جنابا برای این ہر سہ شخص مرادین و زوجہ خود را ترک کردن اوفتاد۔ اگرچہ زوجہ ام را بدین فعل قصور نیست۔ برایش نزد خدا ہر چند مجرم شوم شوم۔ اگر در میان دہ یا نزدہ روز جملہ معاملہ فیصل شود بہتر والا ہرچہ دانم کنم من خوب می دانم و می فہم کہ ہیچ شرط کسے را مجبور کرد نمی تواند داشت او اگر کدائے مذہب باین چنین شرط کسے را مجبور کرد و داشتن می خواہد پس من آن مذہب ترک کردہ دیگرے را اختیار کردن میدانم، پس باین طرز تحریر کفر و طلاق واقع شود۔ یا نہ و اگر طلاق و کفر واقع نہ شود بزناح چہ حکم شرع دادہ شود، بینوا تو جروا الی یوم الحساب۔

الجواب :- شخص مذکور برائے آنکہ کفر را پسند کرد، و کفر را بر اسلام ترجیح داد کافر شد۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ در فتاویٰ علمگیری مذکور است من رضی بکفر نفسہ فقد کفر، نیز او خود اقرار کفر میکند و گوید کہ برائے این ہر سہ شخص مرادین و زوجہ خود ترک کردن اوفتاد، و اقرار کفر بدون اکراہ شرعی کفر ہست، اگرچہ در دل اعتقاد ندارد و بلکہ مجبور عزم کفر کافر می شود، و عزم کفر بکلام این شخص ظاہر و ہویدا است، حاجت اثبات ندارد و علمگیری میفرماید۔ اذا عزم علی الکفر و لم یجد مائة سنة یکفر فی الحال کذا فی الخلاصة رجل کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطمئن بالایمان، یكون کافرا و لا یكون عند اللہ مؤمنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ لہذا در صورت مذکورہ زوجہ اش از نکاح بیرون شد۔ اختیار دارد کہ بعد عدت بکسے دیگر نکاح کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مرسلہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب
مندرجہ ذیل عقائد شریعت کے موافق ہیں، یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو ایسے
عقائد رکھنے والے کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟
مسئلہ (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق نہیں ہیں، قدیم ہیں، کیونکہ
اگلے نبیوں کے بھی آپ رسول ہیں؟

مسئلہ (۲) قرآن شریف صفت ہے۔ اور آپ موصوف اور صفت موصوف
علیحدہ نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ساتھ رہتی ہے؟

مسئلہ (۳) قرآن شریف آپ کا معجزہ و خلق ہے اور آپ اس سے افضل ہیں
آپ صاحب قرآن ہیں۔ اور قرآن آپ کی طرف منسوب؟

الجواب (۱) ایسے عقائد بلاشبہ کفر ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مخلوق اور خدا کے بندہ ہیں آیات قطعیہ اور احادیث سے ثابت اور برہان عقلی
اس پر قائم۔ قال اللہ تعالیٰ اِن کُنتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ
اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ اگر حضور مخلوق نہ ہوں تو یا حضور کو خدا کہتا ہے اور یہ کفر ہے کہ آپ
خدا نہیں بلکہ اس کے عبد ہیں یا اللہ کے سوا دوسرے واجب الوجود ہیں اور
یہ شرک اور یہ کہنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق نہیں حالانکہ وہ خالق کل شی
ہے اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے سے یہ کیا ضروری ہے کہ آپ مخلوق نہ ہوں
کہ اس کیلئے آپ کی خلقت کا سب سے پہلے ہونا ضرور ہے نہ یہ کہ مخلوق نہ
ہوں بلکہ اس سے آپ کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ تمام نبیوں کے
نبی ہیں اور نبی نہیں ہوتا مگر مخلوق، تو آپ مخلوق ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پارہ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۲، لے پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱ مصباحی

الجواب (۲)۔ قرآن کلام اللہ کا ہے، اور کلام مشکلم کی صفت ہے، اور یہ ان صفات میں سے ہے جن کو حقیقہ ذاتیہ کہا جاتا ہے جو امہات سبعہ کے ساتھ تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں تو جب قرآن اللہ تعالیٰ صفت ہے تو بیشک اس سے علیحدہ نہ ہوگی اسی واسطے کتب عقائد میں مذکور القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور وہ غیر مخلوق ہے لہذا یہ صفت بھی غیر مخلوق اگر یہ حضور کی صفت ہوتا تو بیشک مخلوق ہوتا، قرآن کے غیر مخلوق ہونے سے حضور کو غیر مخلوق کہنا عجب منطوق ہے، ہاں بعض مجازاً یہ بولتے ہیں کہ آپ کی صفت قرآن ہے یعنی قرآن میں حضور کے اوصاف کا بیان ہے اگر حقیقتہً آپ کی صفت ہو تو کلام اللہ نہ ہو کہ کلام اللہ کی صفت ہے نہ کے حضور کی اگر حضور کے اوصاف بیان ہونے سے حقیقتہً حضور کی صفت ہو جاتی تو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ مومنین کے اوصاف کا بھی قرآن میں ذکر ہے تو چاہیے کہ قرآن سب کی صفت ہو اور سب غیر مخلوق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

الجواب (۳)۔ قرآن بیشک حضور کا معجزہ ہے، اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اللہ عز وجل نے حضور کی رسالت حق ہونے پر اس سے تحدی فرمائی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کلام کو خدا کا کلام کہہ کر تم پر پیش فرماتے ہیں اگر تم کو اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہو۔ تو تم بھی اس کی سی ایک سور بنا لاؤ چنانچہ تمام جہان اس کے معارضہ سے اب تک عاجز رہا۔ اور ہمیشہ عاجز رہے گا کما قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ بیشک اللہ کا کلام ہے۔ بندہ کا کلام نہیں۔ اور حضور دعوی رسالت میں یقیناً صادق ہیں آپ کی طرف منسوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ پر نازل ہوا نہ یہ کہ معاذ اللہ قرآن آپ کا کلام ہے جو ایسا کہے یقیناً کافر ہے اس نسبت سے حضور کا قرآن سے افضل

ہونا ثابت نہیں ہوتا ورنہ جمیع رسل علیہم السلام کلام اللہ سے افضل ہونگے کہ تو را
 موسیٰ علیہ السلام کی طرف انجیل عیسیٰ علیہ السلام کی طرف زبور داؤد علیہ السلام کی
 طرف منسوب ہیں۔ اور یہ سب کلام اللہ ہیں، حضور کا خلق قرآن ہے یعنی قرآن
 مجید پر عمل کرنا آپ کا خلق ہے، یا حضور کے اوصاف و کمالات کا بیان قرآن ہے
 یا حضور کے خلق کا عظیم ہونا قرآن میں مذکور ہے اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ۔ بلاشبہ
 حضور تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ مگر قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
 ذات و صفات سے حضور کو افضل نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از مقام واسا واڑ کا ٹھیا وار مرسلہ نور محمد حاجی عبداللہ میاں
 پیش امام ۱۳ رومی الحجہ ۱۴۶۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
 ایک مسلمان کی لڑکی کی منگنی کسی مسلمان کے ساتھ ہوئی، اور لڑکی کے باپ نے
 تین سو روپیہ لیا۔ اور ایک ہزار روپیہ لڑکی کے نام سے کسی سیٹھ کے پاس
 امانت رکھوا دیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی، اور جس روز نکاح تھا اس
 روز لڑکی کے باپ نے کہا، اس کے سسرال سے کہ ایک ہزار روپیہ کامیرا
 اختیار ہے جہاں چاہوں سو کروں، اور لڑکی میرے مکان میں رہے، اور دوسرے
 گاؤں نہ لیجاوے، یہ شرط لکھاؤ گے تو نکاح کرونگا، اس بات چیت میں آپس
 میں مارا ماری ہوئی۔ اور لڑکی کے باپ نے کہا، میں اب نکاح نہیں کرنے دوں گا
 جماعت والوں نے بہت سمجھایا مگر کسی کی نہ مانی، اب جماعت نے ذات سے
 تم کو کہ کیا، تو اب وہ کہتا ہے کہ محلہ مسجد میں نہیں آنے دیں گے، اور خدا خدا
 نہیں کرنے دیں گے تو میں رام رام کروں گا ایسا ہندوؤں کے روبرو لڑکی کا باپ
 کہتا ہے، اور یہ بات مسلمانوں نے روبرو سنا ہے تو اس کو مسجد میں آنے دے

یا نہیں جو حکم شریعت کا ہو تحریر فرمائیں ؟
الجواب :- مسجد میں تمام مسلمانوں کا حق برابر ہے ، کسی کو مسجد میں آنے اور نماز سے نہیں روکا جاسکتا۔ اگر اوس نے جماعت کا کہنا نہیں مانا تھا، تو اور قسم کی تہریر کر سکتے تھے ، مسجد سے نہیں روک سکتے تھے۔ بہر حال اس نے یہ کلمہ بہت سخت کہا اس کلمہ سے توبہ کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ :- از مدرسہ مظہر العلوم سکندر پور ضلع بلیا مرسلہ جناب مولوی عبدالعظیم صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہاء عظام فتاویٰ قاضی خان کی عبارت ذیل میں۔

رجل تزوج امرأة بغیر شہود فقال الرجل والمرأة (خدا کے راویں غیر گواہ کرویم) قالوا یكون کفراً لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يعلم الغیب وهو ما کان يعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت اھر (کتاب السیر باب ما یكون کفراً من المسلم وما لا یكون)

اس عبارت میں ”وہو ما کان يعلم الغیب“ سے صاف علم غیب کا انتفاء اور انکار ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ نہ تو جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم ظاہری میں غیب کی باتیں جانتے تھے نہ یہاں سے تشریف لیجانیکے بعد، اور پھر ”لانه اعتقد“ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ عند الفقہاء کافر ہے۔ حالانکہ بہت سی احادیث سے علم ما کان وما یكون ثابت ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم بھی سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اثبات فرماتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بہت سے علمائے کرام نے علم غیب کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ مجھے یاد آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم غیب کی کئی قسمیں خالص الاعتقاد میں بیان فرما کر مطلق علم غیب کے

انکار کو کفر فرمایا ہے۔ اور ایسا ہی ہم اہلسنت کا اعتقاد ہے۔ لہذا دست بستہ عرض ہے کہ اس عبارت کا مطلب۔ ہمارے اعتقاد اور اس عبارت کے تناقض کو رفع فرمایا جائے۔ بینوا بالتفصیل والدلیل توجروا عند الملك الجلیل بالاجل الخیر

الجواب :- اس میں تو شک نہیں کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے بلکہ اللہ اور ایک شخص جو وہاں موجود ہے اس کی گواہی سے نکاح کیا جب بھی نکاح نہ ہوا حالانکہ اللہ عزوجل یقیناً قطعاً غیب جانتا ہے۔ جو اسے عالم الغیب نہ کہے وہ کافر۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح میں جس گواہ کی ضرورت ہے وہ پائی نہ گئی اس عبارت قاضیخانؒ میں جس علم غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی ہے، اور بیشک حضور کو علم غیب ذاتی نہ تھا۔ بلکہ وہ علم عطائی تھا۔ اور یہی انبیاء کیلئے مخصوص ہے۔ اور اس کا اثبات اللہ عزوجل کیلئے محال، علم ذاتی اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص اور دوسرے کیلئے ثابت کرنا کفر، پس بلاشبہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم ذاتی جو خاصۃ الوہیت ہے ثابت کرے اور اس کا معتقد ہو کافر ہے۔ جن لوگوں نے تکفیر کی اسی بنا پر کی۔ اس لئے اس عبارت میں لفظ قالوا ہے۔ جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ لوگوں نے ایسا کہا ہے مگر خود امام قاضیخان اگر جزم کرتے تو اس لفظ کو ذکر نہ کرتے۔ اور چونکہ اس اثبات علم غیب سے یہ ثابت نہیں کہ قائل نے علم ذاتی کا اثبات کیا بلکہ قوی احتمال موجود ہے کہ عطائی ثابت کرنا مقصود ہو اور اس صورت میں یقیناً کفر نہیں اسی واسطے درمختار میں اس کے ضعف کی طرف

۱۔ قاضیخان ص ۲۲۸ علی هامش الہندیہ - کتاب السیر باب ما یكون کفرًا من المسام وما لا یكون ۱۱ مصباح

اشارہ کیا۔ عبارت یہ ہے تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفرہ
واللہ اعلم اور ردالمحتار میں اس کے کفر کی وجہ بیان کر کے یہ فرمایا کہ کافر نہ
ہوگا۔ امام قاضیخان نے اس قول کو دوسروں کی طرف منسوب کیا۔ اور خود
جزم نہ کیا۔ اور صاحب ردالمحتار نے تضعیف کی طرف اشارہ کیا۔ اور علامہ شامی
نے عدم کفر پر جزم فرمایا۔ اور نصوص قرآنیہ و احادیث صحیحہ سے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت، پھر اس احتمال ضعیف یعنی علم غیب
ذاتی اس کی مراد ٹھہرا کر کس طرح تکفیر کی جاتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے قولہ قیل
یکفر لانه اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب۔ قال فی التارخا
وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الاشياء تعرض علی روح النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب
فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضى من رسول اھر قلت بل ذکر وافی کتب العقائد
ان من جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات و ردوا علی المعتزلة
المستدلین بهذه الآیة علی نفيہا بان المراد الاظهار بلا واسطۃ والمراد من
الرسول الملك ای لا یظهر علی غیبه بلا واسطۃ الا الملك، اما النبی والاولیاء فینظہم علیہ
بواسطۃ الملك، وغیرہ وقد بسطنا الكلام علی هذه المسئلة فی رسالتنا المسماة
سل الحسام الہندی لنصرة سیدنا خالد النقیبندی فراجعہا فان فیہا فوائد
نفیسة، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس عبارت ردالمحتار سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ
قائل کافر نہیں اور تکفیر صحیح نہیں۔ یہ بھی معلوم کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو علم غیب ہے بلکہ اولیاء کرام بھی امور غیبیہ پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور یہی اہلسنت
کا مسلک ہے۔ اور معتزلہ نے جو اولیاء کرام سے علم غیب کی نفی کی اس پر علماء
اہلسنت نے روکے۔ پھر کتب عقائد میں جب اولیاء تک کیلئے علم غیب ثابت
کیا گیا تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا کفر کیوں کر ہوتا ہے

بلکہ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہونا ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں معتزلہ بھی ہمارے مخالف نہیں۔ اگر وہ مخالف ہیں تو اولیاء کے متعلق خلاف کرتے ہیں اور ان سے نفی کرتے ہیں نہ کہ انبیاء کے متعلق، واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ :- از ہورہ مرسلہ جناب عبد المجید معرفت عبد الحامد محمد شکر اشرخاں سنی قادری رضوی اعظمی ناظم انجمن اظہار الحق ۱۳۱۲ دھن گرانڈ ٹرنک روڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو غصہ میں ماں بہر دو ہفتہ تک علیحدہ رہ کر پھر ایک ساتھ ہو گیا، اور اسی غصہ میں قرآن شریف کو دو تین مرتبہ زمین پر پٹک کر کہا کہ اب جو تمہارے ساتھ رہیں تو ہمارے اوپر قرآن کی مار پڑے۔ جس وقت زید قرآن شریف پٹکا تھا تو اس وقت دو مولوی صاحب موجود تھے، اس میں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تم زید دس فقیروں کو کھانا کھلا دو، کفارہ ادا ہو جائیگا، زید کفارہ بھی نہیں ادا کیا اور مولوی صاحبان زید ہی کے یہاں برابر کھاتے پیتے ہیں، ایسی حالت میں زید و ہندہ و مولوی صاحبان کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بحوالہ کتاب و سنت و معہ مہر و دستخط ارتقام فرمائیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- اگر یہ کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے، اور اس سے طلاق یا ظہار کی نیت کی، تو ظہار یا طلاق ہے۔ بصورت نیت طلاق طلاق بائن ہوگی، کہ یہ کنا یہ ہے، اور ظہار کی نیت کی تو ظہار کا کفارہ واجب ہوگا، جب تک کفارہ ادا نہ کرے قربت حرام ہے، اور اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اور یہ نہ کر سکے تو پے درپے ساٹھ روزہ رکھے، اور یہ بھی شرط ہے کہ ساٹھ روزہ پورا کرنے سے پہلے اگر قربت کر لیگا تو پھر سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے،

یعنی ساٹھ روزے لگاتا اس طرح ہوں کہ نہ روزہ ناغہ ہو نہ عورت سے قربت کرے اور روزہ بھی نہ رکھ سکے، مثلاً بوڑھا ہے کہ روزہ پر قادر نہیں تو ساٹھ مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے، اور اگر یوں کہا کہ تو میری ماں ہے، مثل کالفظ یعنی تشبیہ کالفظ نہ ہو تو نہ ظہار ہے نہ طلاق، مگر اس طرح کہنا برا ہے، درمختار میں ہے۔ وان نوی بآنت علی مثل امی او کما می وکذا الوحدف علی خانیہ برا او ظہارا او

طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا ینوشیاً او حذف الکاف لغاوتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکر قولہ انت امی۔ قرآن مجید کوزمین پر ٹیکنا اسکی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کو تجدید اسلام و تجدید نکاح کرنی چاہئے۔ معلوم نہیں یہ کیسے مولوی ہیں۔ جنھوں نے دس مسکین کو کھلانا کفارہ بتایا۔ بہر حال جب تک زید تو بہ نہ کرے اس سے میل جول ترک کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- ازرائی کھیت جامع مسجد نبینی تال مرسلہ مولوی قاری جلیل الدین ضا
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اس امر کا مدعی ہے کہ ہر کلمہ گو مؤمن ہے عام اس سے کہ وہ قادیانی ہو وہابی ہو شیعہ سنی یا دیگر فرق ضالہ و باطلہ؟

الجواب:- زید کا قول غلط ہے اگر مجرد کلمہ گوئی مؤمن ہونے کیلئے کافی ہوتی تو منافقین کو باوجود کلمہ گوئی کے اہل ایمان سے خارج نہ کیا جاتا، اور انکے بارے میں وما ہم بئومنین نہ فرمایا جاتا۔ بلکہ ایمان نام ہے جمیع ضروریات دین کی تصدیق کا اگر کسی ایک ضروری دینی کی بھی تکذیب کرے، کافر ہے، اگرچہ باقی ضروریات کو مانتا ہو۔ علامہ تفتازانی شرع عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں الایمان

فی الشرع هو التصدیق بما جاء به من عند الله تعالى ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة محیثہ به من عند الله تعالى اجمالاً۔ پس قادیانی کہ منکر

لہ درمختار باب الظہار ج ۲ ص ۶۲۶ مصباحی

یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی درست نہیں، قرآن کا حکم تو یہ ہے ثُمَّ إِنَّكُمْ
یَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ۔ یعنی پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے، اور فرماتا ہے
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۔ یعنی مرنے کے بعد
پھر زمین سے اٹھائے جاؤ گے، یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ مرنے کے بعد
بعث ہوگا۔ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے، نہ یہ کہ ایک روح متعدد
اجسام لیتی رہے، تناسخ کا قول ان لوگوں کا ہے جو عالم کو قدیم مانتے ہیں
یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، روحیں ہمیشہ ایک جسم سے دوسرے
جسم میں آتی جاتی رہتی ہیں، اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم حادث ہے
قدیم صرف خدا ہے اور اسکی صفات، کتب عقائد شرح عقائد جلالی وغیرہ میں ہے
اجمع السلف الصالحون من المحدثین وائمة المسلمين واهل السنة والجماعة
على ان العالم وهو ما سوى ذاته وصفاته حادث كان يقدره الله تعالى بعد
ان لم يكن اى وجد بعد العدم بعدية زمانية۔ عالم کو قدیم بتانا کفر ہے۔ اور
سراسر اسلام کے خلاف ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔
حدیث صحیح میں ہے، اصدق کلمة قالها الشاعر كلمة لبسها الاكل شئ ما خلا
الله باطل۔ بالجملہ یہ قول ضلالت و گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گمراہی
سے بچائے، واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے، مسلمانوں کا عقیدہ جو قرآن و حدیث
واجماع امت سے ثابت ہے یہ ہے کہ ہر شخص قیامت میں زندہ کیا جائیگا
اس کے بعد مرنے نہیں، قال اللہ تعالیٰ۔ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

۱۔ پارہ ۱۸ سورہ مؤمنون۔ ۲۔ پارہ ۱۶ سورہ طہ رکوع ۱۲۔ ۳۔ پارہ ۲۶ سورہ رحمن۔ مصباحی

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۚ وہ زندگی ابدی زندگی ہے جو جنت میں جائے گا ہمیشہ جنت میں رہے گا، اور جس کا مستقر جہنم ہے وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا کبھی اس میں سے نہیں نکلے گا۔ دونوں کے بارے میں قرآن مجید میں، مَخْلُودِينَ فِيهَا أَبَدًا فرمایا، پھر یہ خیال کرنا کہ بار بار قیامت قائم ہوگی کس طرح درست ہو سکتا ہے، جب دنیا میں آنا ہی نہیں، تو قیامت دوبارہ کیوں کر ہوگی۔ قرآن مجید میں فرمایا کہ کافر تمنا اور خواہش کریں گے کہ دنیا میں دوبارہ واپس کر دیئے جائیں، مگر واپس نہیں کئے جائیں گے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا الْوَأَن لَّنَا كَرَّةٌ فَتَنْتَبِرُ أَمْنُهُمْ كَمَا تَبَرَّعُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۚ لہذا قیامت صرف ایک بار قائم ہوگی اس کے بعد دنیا نہ ہوگی یہ بار بار دنیا کا پیدا ہونا اور مٹ جانا ہنود اور آریوں کا خیال ہے۔ کیونکہ وہ روح و مادہ کو قدیم کہتے ہیں اور جزا اور سزا کیلئے ایک حد مقرر کرتے ہیں، اس خیال باطل کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ عالم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ مرکبات سب کے سب مٹ جاتے ہیں پھر سرے سے پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں۔ برہان عقلی و نقلی سے جبکہ ثابت کہ عالم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے تو نہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہے گا، جب مبنی ہی باطل ہے تو مبنی بھی باطل، ان مسائل کے اولہ کتب عقائد میں مذکور ہیں۔ بخوف تطویل نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَم

۳۔ جماع کے بعد نہانا فرض ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنْبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ

۱۔ پارہ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۳۔ ۲۔ پارہ ۲ رکوع ۲۶ سورہ بقرہ۔ مصباحی

جَحْتِي تَفْتَسِلُوا۔ حدیث میں فرمایا اذا التقى الختان الختان فقد وجب الغسل یہ اس شخص کی باطنی نجاست کا اثر ہے کہ نجاست حکمیہ کے زائل کرنے کو ضروری نہیں سمجھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ ہندو اوتار اوسے کہتے ہیں جس میں اپنے خیال باطل کی روئے سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اس میں حلول کئے ہوئے ہے، اور معاذ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ وہ کسی شے میں حلول کرے حلول کا قول کرنا کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ احتیاط الظہر خواص کیلئے ہے یعنی جو لوگ ایسے ہوں کہ اسکے پڑھنے سے نماز جمعہ میں شبہ و تردد انھیں نہ ہوگا، وہ پڑھیں اور چونکہ نماز جمعہ کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہیں، اگرچہ بنا پر قول راجح و مختار اوسکا جمعہ ہو جاتا ہے اور اس لحاظ سے وہ جمعہ پڑھتا ہے مگر برأت ذمہ اسی وقت یقین کے ساتھ ہوگی جبکہ بلا اختلاف اس کا فرض وقت ادا ہوا، لہذا اس یقین حاصل کرنے کیلئے احتیاطاً آخر ظہر پڑھتا ہے، روا المختار میں ہے نقل المقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشك في كونه ممراً ينبغي لهما ان يصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظهر احتياطاً حتى انه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بادر الظهر ومثله في الكافي وفي القنية لما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعيتين فيهما مع اختلاف العلماء في جوازها اقرائتهم بالاربعة بعدها حتما احتياطاً اهـ

ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وقد اولوه وفي الظهيرية واكثر مشائخ بخاري عليه ليخرج عن العهدة بيقين۔ آخر میں روا المختار میں فرمایا قال المقدسی نحن لاننا مرید لك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنية اليسمها

۱۔ پارہ ۵ سورہ نسا رکوع ۴۔ ۵۔ روا المختار ج ۱ ص ۵۹۶ باب الجمعة ۱۲ مصباحی

یہ کلام نفس احتیاط النظر کے جواز میں ہے کہ خواص کیلئے جائز ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس میں مخالفت بھی کی ہے مگر یہ کہنا کہ احتیاط النظر پڑھنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے، باطل محض ہے، کہ جب جمعہ نیت صحیح کے ساتھ ادا کیا گیا تو اب وہ باطل کس طرح ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ گائے کا گوہر صرف بحس نہیں، بلکہ نجاست غلیظہ ہے، در مختار میں جہاں نجاست غلیظہ کا بیان ہے اس میں فرمایا۔ وروث وختی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کلمہ ہے کہ اگر اس کو صدق نیت سے کافر پڑھے تو مسلمان ہو جاتا ہے، اور کفر و شرک کو مٹا دیتا ہے جو کلمہ اسلام کی بنا ہے، اس کا پڑھنا کفر ہو جائے، تو اب اسلام حاصل کرنے کی صورت ہی نہ رہے، اللہ تعالیٰ ایسی کمراہی سے بچائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۔ غیر خدا کے نام پر جو جانور چھوڑ دیئے جاتے ہیں وہ مالک کی ملک سے نہیں نکلتے۔ بلکہ مالک ہی کی ملک میں باقی رہتے ہیں۔ اور اس چھوڑ دیئے سے وہ حرام نہیں ہو جاتے لہذا اگر جائز طور پر اسے حاصل کر کے تسمیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱۔ جمعہ اور نمازوں کی طرح نہیں بلکہ اس کے لئے شرائط ہیں، جب ان شرائط کے ساتھ پڑھا جائے تب درست ہے، ورنہ نہیں، انہیں شرطوں میں سے ایک امام بھی ہے۔ امام جمعہ جب نماز جمعہ ادا کر چکا اور کچھ لوگ باقی رہ گئے تو اگر کہیں دوسری جگہ بھی وہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہاں جا کر پڑھ لیں اور اگر یہ نہ ہو یعنی دوسری جگہ بھی نہ ملے گا یا دوسرا جمعہ ہوتا ہی نہیں تو تنہا تنہا ظہر پڑھیں یہ لوگ نیا جمعہ قائم نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ نعتیہ اشعار پڑھنا جائز، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود سے ہیں بلکہ بعض اشعار میں اصلاح بھی دی ہے اسکو حرام بتانا شریعت پر افترا کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام الہی جل و علا سنانے اور کتاب اللہ پڑھانے آئے تھے احکام ہم کو پہنچ گئے کتاب پڑھ لی اب رسول کی ضرورت نہیں رہی، اور جب تک زندہ تھے سب کچھ طاقت تھی اب بعد وفات کچھ طاقت نہیں۔ ایسے شخص کینے کیا حکم ہے؟ اور اس کا کیا جواب ہے کہ نبی کی ہم کو اب ضرورت نہیں رہی؟

الجواب :- زید کا یہ قول کہ ”اب رسول کی ہمیں ضرورت نہیں“ اس کے کیا معنی ہیں، اگر یہ مطلب ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ایسی کتاب لائے جو کبھی منسوخ نہ ہوگی اور ایسا دین خدائے تعالیٰ نے ہمیں دیا جو من جمیع الوجوہ کامل ہے اور قیامت تک یہی دین رہے گا۔ لہذا ایسے دین اور ایسی کتاب کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کسی جدید نبی کی ضرورت نہیں کہ ہمارے لئے تو یہ فرما دیا گیا کہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَيْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا، تو یہ مراد درست ہے اور حق ہے، اگرچہ زید کے ظاہر الفاظ اس مطلب سے ابا کرتے ہیں اور اگر مطلب یہ ہے کہ رسول پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، تو یہ صریح کفر ہے کہ جو کتاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں پڑھا گئے اسی کتاب میں یہ تعلیم بھی ہے۔ كُنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَيْكَةِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ۔ پھر بغیر رسول پر ایمان لانے ہوئے مومن کیونکر ہو سکتا ہے، اور اگر مطلب یہ ہے کہ رسول کی تعظیم کی ہمیں

لے پارہ ۶، سورہ مائدہ رکوع ۵، لے پارہ ۳، سورہ بقرہ رکوع ۸، مصباحی

ضرورت نہیں کہ رسول کا کام کتاب پہنچا دینا تھا وہ کتاب پہنچا گئے ہم کو کتاب سے سروکار ہے رسول سے ہمیں کیا مطلب، تو یہ بھی کفر ہے کہ وہی کتاب جو خدا کی کتاب ہے جس کی ضرورت کا زید بھی قائل ہے، وہی بتاتی ہے وَتُعْزِزُهُمْ اللَّهُ وَتُؤَيِّدُهُمْ اور اسی میں یہ بھی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ۔ اور واقعی یہ بڑے درجہ کی احسان فراموشی و ناشکری ہے کہ جس کے ذریعہ سے خدا کے احکام اور کتاب ہمیں ملے، جس کے وسیلے سے اسلام ایسی جلیل و عظیم دولت ہمارے ہاتھ آئے۔ اب اسی کے احسان کو نہ مانیں، اور اس کی تعظیم و تکریم کو واجب نہ جانیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صرف اتنا ہی کام تھا۔ کہ کتاب پڑھ کر سنا دیں۔ اس کے بعد کتاب کا مطلب وغیرہ جو کچھ بتائیں وہ قابل تسلیم نہیں۔ اس امر میں ہمیں رسول کی ضرورت نہیں تو یہ بھی کفر ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا۔ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ جب قرآن نے آپ کو بیان کرنے پر مامور کیا تو اگر اس کی ضرورت نہیں تو یہ امر فضول ہے نیز فرماتا ہے۔ إِنَّ عَلَيْنَا جُمُوعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قُرِئَهُ قَاتَبِغْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت کے بعد ایک مرتبہ بیان کا ہے۔ اور آپ کا بیان کرنا وہ خدا ہی کا بیان کرنا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ حضور کا منصب صرف قرآن پڑھ کر سنا دینا نہیں۔ بلکہ لوگوں کا تزکیہ کرنا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا ہے اور یہ تعلیم صرف الفاظ پڑھانا نہیں کہ وہ تَوَيْتُو عَلَيْهِمْ میں حاصل تھی۔ بلکہ اس کی توضیح و تفسیر ہے اور اگر یہ مطلب ہو کہ رسول ہمیں کچھ کام نہ آئیں گے وہ ہماری شفاعت نہ فرمائیں گے تو یہ بھی باطل ہے

۱۔ پ ۲ سورہ فتح رکوع ۹، ۲۔ پ ۲ سورہ احزاب رکوع ۴، ۳۔ پ ۱۲ سورہ نحل رکوع ۱۲، ۴۔ پ ۲ سورہ قیامہ رکوع ۱، ۵۔ پ ۲ سورہ انعام

کہ قرآن سے شفاعت ثابت اور احادیث اس بات میں بکثرت وارد پھر اس کے انکار کے کیا معنی۔ یوہیں زید کا یہ کہنا کہ بعد وفات کچھ طاقت نہ رہی۔ کلام باطل ہے، وہ انبیاء و رسل کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے بقول مولانا معنوی، ہم ساری با اولیاء برواشتند، انبیاء را ہمو خود پنداشتند، انبیاء کی وفات کو وہ عام لوگوں کی طرح سمجھتا ہے۔ حالانکہ حدیث ابن ماجہ میں ہے فنبی اللہ حی یرزق کہ انشہ کا نبی اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ اسے رزق دی جاتی ہے۔ تو جب انھیں کچھ طاقت ہی نہ ہو پھر یہ زندگی کیسی اور قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَلَا خَيْرَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ آپ کی ہر پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہے، بلاشبہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات بھی ہر قسم کی طاقت رکھتے ہیں وہ اپنے متوسلین کی اعانت کرتے ہیں۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ نُورٍ۔ جسے خدا نے نور نہ دیا ہو تو وہ کیا دیکھے اور کیا جانے۔ وانشہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کافر کو اس وجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ انشہ جل و علا کا دشمن ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا تو از روئے شرع اس کے اوپر کوئی الزام ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی بی بی کو ایک کافر نے ہندو بنا لیا اس جوش میں اگر اس نے اس کو قتل کر ڈالا اب اس کے اوپر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ اور آیا وہ قتل کیا جانے پر شہید ہوا یا نہیں؟

الجواب :- آج کل ہندوستان میں انگریزی حکومت ہے، اور یہی انگریزی قانون جاری ہے، اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے توہین کرنے والے کی سزا قتل تھی، وانشہ تعالیٰ اعلم

لے پارہ ۳۰، سورہ ضحیٰ رکوع ۱۸۔ لے پارہ ۱۸، سورہ نور رکوع ۱۱ مصباحی

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضی کے متعلق فتویٰ ہے کہ وہ کافر ہے زید کہتا ہے جن عقائد کی وجہ سے رافضیوں کے اوپر کفر کا فتویٰ ہے کیا وہ پہلے نہیں تھے اب سے سیکڑوں برس پہلے بھی رافضیوں کے عقائد ہی تھے۔ جواب میں، ان کے عقائد کی کتابوں میں یہ مسئلہ جن پر کفر کا فتویٰ ہے، پہلے بھی درج تھے، اور مجتہد لوگ ان کو مانتے تھے اب جو یہ کہا جاتا ہے کہ پہلے کے بعض رافضی اس خیال کے نہیں تھے بالکل ناواقف تھے، وہ اس وجہ سے بعض رافضی مسلمان تھے، زید کہتا ہے کہ اہلبیت کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ جو مسئلہ عقائد کی کتابوں میں درج ہوں وہ بھی صحیح سمجھے جائیں گے اگرچہ ان سے ناواقف ہوں مثلاً زید کہتا ہے کہ بعض رافضی ایسے ہیں کہ ان کو ایسے کل عقائد معلوم نہیں ہیں۔ تو ایسے رافضیوں کو کیا کہیں گے۔ مسلمان یا کافر۔ بعض علماء محض تبرکی بنا پر جب کافر کہتے ہیں تو ایسی حالت میں تو کسی زمانے میں کوئی رافضی مسلمان نہیں تھا، اور برابر رافضیوں اور سنیوں میں شادی بیاہ ہوتا چلا آیا ہے اور شاید کوئی ایسا خاندان ہندوستان میں نہ ہوگا جس کے یہاں رافضیوں سے شادی بیاہ نہ ہوئی ہو چنانچہ جتنی اولاد ہوئی سب حرامی قرار دیئے جائیں گے یا نہیں مع وجہ مفصل جواب از روئے شرع دیکھئے ؟

الجواب :- روافض میں متعدد فرقے ہیں، اگرچہ اکثر عقائد میں وہ سب مشترک ہیں، مگر پھر بھی بہت ایسے عقائد ہیں کہ بعض میں ہیں اور بعض میں نہیں۔ اثنا عشریہ اور زیدیہ اور اسماعلیہ و غرابیہ ہر ایک کے عقائد جدا گانہ ہیں، مثلاً کوئی رافضی یہ اعتقاد رکھے کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبرئیل نے غلطی سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دی، یہ عقیدہ بعض روافض کا ہے مگر

اثنا عشریہ وغیرہ بھی اسے کفر سمجھتے ہیں، بعضوں کا عقیدہ رجعت کا ہے اور بعض اس کے منکر ہیں، ناواقفی چیز دیگر ہے جان بوجھ کر ایک فرقہ کے عقائد سے دوسرا منکر ہے، اور یہ عقیدہ کہ قرآن مجید ناقص ہے اس میں تبدیل ہو گئی یہ تمام روافض کا عقیدہ نہ تھا یا انہما اطہار کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل کہنا تمام روافض کا عقیدہ نہ تھا، نہ ان میں کسی ہر فرقہ کے کتب عقائد میں ایسے عقائد مذکور ہیں، پھر یہ کہنا کہ ہمیشہ سے ان تمام افراد کے یہی عقائد تھے، غلط ہے، لہذا جب تک عقائد کفریہ ثابت نہ ہوں کیوں کر کسی فرقہ کی تکفیر ہو سکتی ہے، اور ثابت ہونے کے بعد چوں و چرا کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، اور عقائد کفریہ سے اگر وہ جاہل ہوں، اور اس فرقہ میں داخل ہیں، تو محض فرقہ میں داخل ہونے سے انکی تکفیر نہ ہوگی ہاں اگر ان کے سامنے وہ عقائد پیش کئے جائیں اور وہ ان عقائد کا اقرار کریں یا ان کے معتقدین کو مسلمان جانیں۔ تو اب بیشک تکفیر ہوگی کہ ایمان و کفر کے مسائل میں جہل ضرور عذر ہے، یعنی جبکہ اس عامی شخص کا وہ عقیدہ ہی نہیں تو کفر کی کوئی وجہ نہیں۔ تبرّا کا مسئلہ بیشک نیا مسئلہ نہیں، مگر اسکی وجہ سے تکفیر قطعی نہیں۔ فقہائے کرام اس کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، کہ انکے یہاں لزوم التزام کا فرق نہیں اور یہ ان کے مسلک موافق بھی ہے کہ فقہ میں حکم بر بنائے ظاہر ہوتا ہے اور تکلمین تکفیر نہیں کرتے یہ لزوم کفر کو کفر نہیں کہتے، صرف التزام کفر کو کفر کہتے ہیں، اور یہ ان کے مسلک کے مطابق ہے کیوں کہ یہ لوگ تدقیق سے کام لیتے ہیں، اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ تکفیر نہ کی جائے اور یہی مسلک اسلم ہے اور محققین نے اسی کو اختیار کیا تو جب اس کی تکفیر میں اختلاف ہے اور صحیح عدم تکفیر ہے تو اس کی وجہ

سے مرتد نہ ہوگا اور نکاح باطل نہیں مانا جائیگا، اور اولاد حرامی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈوانے کا ذکر ہوا تھا کہ زید کے منہ سے نکلا سوف تعلمون، نکلا لیکن نہ تو زید نے کوئی معنی اس کے کہے اور نہ پھر آگے اور کچھ الفاظ کہے، کہ جس سے توہین پائی جاتی کیونکہ عمرو نے اس کلمہ کے نکلتے ہی زید کو روکا۔ آیا ایسی حالت میں زید کیلئے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگرچہ زید نے آیت کے کوئی معنی بیان نہ کئے، مگر ڈاڑھی منڈوانے کے ذکر کیوقت اس آیت کو پڑھنا یہ صاف بتاتا ہے کہ اسکا مطلب یہی ہے کہ ڈاڑھی منڈاؤ اور چہرہ کو بالوں سے صاف کرو۔ جیسا کہ اکثر بیباک ایسے موقع پر اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ اور یہ معنی مراد لیتے ہیں اور یہ کفر ہے کہ قرآن مجید میں یہ معنوی تحریف ہے۔ یا کم از کم یہ ایک استہزا ہے۔ جو اس نے احکام شریعیہ کے ساتھ کیا، اور آیت کو بطور تمسخر ذکر کیا۔ ایسا ہے جب بھی کفر ہے۔ قال تعالیٰ اَبِاللّٰهِ وَاٰتِیْہٖ وَاَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ

بہر حال زید پر تجدید اسلام و تجدید نکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ: مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب ازالہ آبا و محلہ دارالنج ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نجات کیلئے اسلام ضروری نہیں ہے۔ اور شاروہانند جو مارا گیا شہید ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ یا جو لوگ اس جملہ کو سننے کے بعد اس کو مسلمان سمجھیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: نجات کیلئے اسلام ضروری ہے ورنہ اسلام و کفر میں فرق ہی کیا ہوا۔ قرآن مجید میں فرمایا ان الذین عند اللہ الاسلام۔ اور فرماتا ہے

و يتبع غير سبيل المؤمنين نُؤَيِّدُهُ مَا تَوَلَّى وَنُصْلَهُ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيرًا۔ جس کا ایسا خیال ہے کہ بغیر اسلام بھی نجات ہے اور کافر بھی شہید ہے، وہ کافر ہے اس کے اس عقیدہ کو جان کر مسلمان کہنا کفر ہے، اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا شہادت ہے۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ کوئی کسی غرض سے قتال کرتا ہے اور کوئی کسی ارادہ سے ان میں کون اللہ کی راہ میں ہے، ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمُؤَيِّدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ جو اس لئے لڑا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کے راستہ میں ہے، اور کافر کفر کو بلند کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز شہید نہیں ہو سکتا جو ایسا کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از محلہ کافر گلی ہوڑہ نند و گھوس لین مرسلہ مولوی محمد علی قادری امام مسجد ۲۲، ۲۳، محرم ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کے رویہ کیا کہ جتنے مولوی ہیں سب سارے بد معاش ہیں اور بہار شریعت وغیرہ سب فقہ کی کتابیں ان سب مولویوں کی گرتھ ہے، سب لڑانے کا کام کرتے ہیں، مولوی وہ جو سب کو اچھا کہے سب کی تعریف کرے سب مسلمان بھائی ہیں؟

الجواب:۔ جو تمام علماء کو برا بتا رہے اور سب کی توہین کرے وہ خود ہی سب سے برا ہے، علماء کی توہین بحیثیت علم کفر ہے، فقہ کی کتابوں کو گرتھ نہت

۱۔ پارہ ۵، سورہ نسا رکوع ۱۴۔ ۲۔ رواہ البخاری والمسلم عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد)
 ۳۔ مجمع الانہر میں ہے۔ "الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلماً ولعلوی علیوی، قاصداً
 بہ الاستخفاف کفر۔ سادات اور علماء کو حقیر جاننا کفر ہے جو عالم کو عویلم کہے۔ علوی کو علیوی کہے
 بقیہ اگلے صفحہ پر

بتانا اور سکی بیدینی کی دلیل ہے، جو سب کو اچھا بتائے وہ قرآن و حدیث کے خلاف کہتا ہے۔ قرآن و حدیث نے اچھوں کو اچھا اور بروں کو بد بتایا۔ جو شخص معصیت کرے اور سب کو اچھا بتانا اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ گناہ گناہ نہیں اور جس گناہ کا ثبوت نص قطعی سے ہو اور اسکے معصیت ہونے کا انکار کفر ہے مثلاً شرابی جواری چور وغیرہم سب ہی اچھے ہوں تو یہ افعال گناہ نہ ہوتے اور ان کو گناہ نہ جاننا قرآن مجید کا انکار ہے یہ بات صحیح ہے کہ سب مسلمان بھائی ہیں۔ جبکہ وہ حقیقت مسلمان ہوں مگر دعویٰ اسلام کے ساتھ اگر ضروریات دین کا انکار کرتا ہو تو وہ مسلمان ہی کیسا ہے اور ایسا شخص مسلمانوں کا بھائی نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ شخص خود ہی اچھا اسے بتاتا ہے جو سب کو اچھا کہے، اور پھر خود ہی علماء کو برا بتاتا ہے اور گالی دیتا ہے۔ لہذا اپنے ہی قول مطابق یہ خود برا ہوا بد دینی جب آدمی میں آتی ہے تو یوں نہیں متناقص باہیں بکتا ہے ایسا شخص خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہے اسکی شیطانی باتوں کی طرف ہرگز توجہ نہ کی جائے نہ اس کے ساتھ میل جول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از پیلی بھیت محلہ منیر خاں قریب مسجد عمر سلمہ محمد احسان صاحب
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین از روئے شریعت مطہرہ مسائل ذیل میں کہ والدین کی ہر اطاعت اولاد پر فرض ہونے کے کیا مواقع ہیں۔ اور اطاعت کی مخالفت کی کیا صورتیں ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ والدین کی اطاعت

بقیہ حاشیہ ۴۵۸ کا :- اور مقصد تحقیر ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ حدیث میں فرمایا: من عصى الله فمع الله

بحقہم الا منافق بین النفاق ذوالعلم وذوالنسیۃ فی الاسلام یا امام مفسر۔ واللہ تعالیٰ اعلم ازیں مسئلہ مناسبتی

اولاد پر فرض ہے۔ مگر جبکہ دینی کاموں میں مانع ہو تو اطاعت گناہ اور بے تعلقی فرض ہے، اس کا کیا معیار ہے۔ دینی کاموں سے کیا مراد ہے، دینی کام تو عقائد، فرائض، واجبات، سنن، سب ہیں، تو کیا صرف عقائد اور فرائض پر مانع ہونے سے اطاعت گناہ ہے یا ان کے علاوہ دوسرے تینوں باتوں میں سے ایک سے بھی مانع ہوں تو اطاعت نہ کی جائے۔

اب میں زید باپ اور عمرو بیٹے کے تنازع کی کیفیت عرض کرتا ہوں زید عقائد میں ٹھوس ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر طبیعت میں اس درجہ آزادی اور خوداری اور خود رائے ہے کہ اپنی بات بالا رکھنے میں کبھی علمائے کرام سے بھی بڑھ جاتا ہے، جب بات اپنے مقصد کے خلاف ہوتی ہے تو علماء سے بھی کہہ گذرتا ہے کہ تم بیوقوف ہو، شریعت میں عقل کی ضرورت ہے، خواہ حقیقت میں زید ہی غلطی پر ہو۔ زبان اس قدر بے قید ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات غصے میں کفریات بھی زبان سے نکلتے ہیں۔ اگر متنبہ بھی کیا گیا مگر ہٹ دھرمی قائم رہی اور توبہ نہ کی ایک مرتبہ مراتب حضرت علی مولیٰ کرم اللہ وجہہ بیان کرنے میں تعالیٰ سے یہ کہا کہ ان کو نماز میں جیسا استغراق ہوتا تھا۔ ویسا بیویوں علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی نہ ہوا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا دار آدمی تھے۔ جب سمجھایا گیا کہ یہ باتیں شریعت کے خلاف ہیں تو بھی نہیں مانا۔ اور طرح طرح سے اپنی ہی بات بالا رکھی۔ عمرو جو بیٹا ہے وہ چاہتا ہے کہ احکام شریعت پر کاربند ہو تو اسے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور باپ کے دباؤ سے بہت سے گناہ کرنے پڑتے ہیں۔ اگرچہ یہ تو نہیں کہ زید عمرو کو نماز روزہ سے منع کرتا ہو۔ مگر جبکہ دینی کام کرنے سے دنیاوی کام میں ہرج واج ہو تو باعث ناخوشی ہوتا ہے، مثلاً عمرو جب مسجد کو گیا ہے

اور زید کو اس کی تلاش ہوئی، نہ پا کر یہ کہنا کہ وہ تو ملا ہو گیا ہے، مسجد چھوڑ آتی ہی نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ عمرو کو مالگذاری جمع کرنے کیلئے بھیجا وہ وقت ایسا تھا کہ نماز کا بھی اخیر اور روپیہ جمع ہونے کا بھی اخیر، عمرو نے نماز پڑھی اور مالگذاری جمع نہ ہوئی۔ جب عمرو واپس آیا تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ زید کہتا تھا کہ ملانے نماز تو چھوڑی نہ ہوگی۔ تم دیکھنا کہ روپیہ واپس لاتا ہو گا۔ غرض یہ کہ زید کا سلک یہ ہے کہ کام ہونا چاہئے۔ اس سے غرض نہیں کہ جھوٹ اور دغا بازی سے ہو یا راستبازی سے اکثر عمرو کیلئے جھوٹ کا بھی حکم ہوتا ہے۔ کہ فلاں شخص یہ پوچھے تو ایسا کہہ دینا اگر عمرو نے جھوٹ نہ کہا اور کام بگڑ گیا تو ناراضی اور ملامت کا شکار ہوتا ہے اکثر زید نے یہ بھی کہا ہے کہ میری راستبازی نے ہماری ناک میں دم کر دیا۔ خدا جانے تو کیسی زندگی بسر کریگا۔ اور اپنا کام کس طرح چلائے گا علاوہ اس کے دوسری مصیبت یہ ہے کہ زید کی ملاقات اور دوستانہ جن لوگوں سے ہے ان میں کچھ امتیاز نہیں کہ وہ سنی ہیں یا وہابی یا رافضی چنانچہ اکثر ایسے لوگوں کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں جب آتے ہیں تو ان کی آؤ بھگت کی جاتی ہے عمرو چونکہ گھر کا رکن ہے اسلئے اسکو یہ مصیبت ہے کہ چار ناچار ان لوگوں کی تواضع کھانا کھلانا۔ ان کے ساتھ کھانا سلام و کلام وغیرہ وغیرہ مکروہات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اگر نہیں کرتا تو، تو تو میں میں اور بات بگڑنے کا اندیشہ ہے منجملہ زید کے دوستوں کے چند کی کچھ حالات لکھتا ہوں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ سنی ہیں یا بد مذہب ایک تو ایسا ہے کہ سنی مشہور ہے۔ اور سنی عقائد کا وعظ بھی کہتا ہے۔ مگر اشرف علی تھانوی کو کافر کہنے میں گریز کرتا ہے۔ جب کہا گیا کہ اس کے عقائد کی بنا پر جب اس پر کفر کا فتویٰ ہے تو تم کافر کہنے سے کیوں گریز کرتے ہو۔ تو جواب دیا کہ یہ تو سمجھتا ہوں

کہ اسکے وہ اقوال کفر ہیں مگر میں کسی کو کیوں کافر کہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ وہ دراصل کافر ہی ہے۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ ایک موقع پر اس نے کہا کہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ایسا فرمایا۔ جب کسی نے کہا کہ تم اسکا نام اس قدر عزت سے لیتے ہو اس کے عقائد تو اچھے نہیں۔ بولا کہ یہ مولویوں کی افراط تفریط ہے۔ وہ ایسے نہیں۔ یہ شخص مشہور بھی مشتبہ ہے کوئی سنی کہتا ہے اور کوئی وہابی، دیوبند کا تعلیم یافتہ بھی ہے اور اس مدرسہ کا معاون بھی رہا ہے اس کا لڑکا کٹر کھلا وہابی ہے، اور زید نے بھی کسی موقع پر یہ کہا ہے کہ مولوی صاحب کا لڑکا وہابی ہے مگر مولوی صاحب سنی ہیں زید کے تیسرے ملاقاتی کا حال یہ ہے کہ اس نے ایک مجلس میں کہا کہ دین میں ساری خرابیاں امام ابوحنیفہ نے ڈالی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اس سرود و قول کا زید کو بھی علم ہوا پھر بھی مقاطعہ نہیں۔ جب آتا ہے خوب آئے تشریف لائے سلام و کلام ہوتا ہے اور عمرو کڑھ کڑھ کر زندگی بسر کرتا ہے۔

اب آپ حضرات سے عاجزانہ التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب صورتوں کو ملاحظہ رکھتے ہوئے از روئے احکام شریعت منظرہ تحریر فرما دے کہ عمرو کو کیا کرنا چاہئے۔ آیا زید سے مقاطعہ کر کے اپنے رب کریم جلا و علا کو راضی کرے یا باپ کی فرماں برداری کرے جھوٹ سے مکاری سے جس طرح باپ راضی ہوا ہے راضی کرے؟

مسئلہ (۲) کسی شخص کو علم دین حاصل کرنے کی تمنا ہے مگر اسکا باپ اسے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور گھر پر مشغولیت اتنی ہے کہ علم حاصل ہونا دشوار ہے۔ ایسی صورت میں بغیر باپ کی اجازت کے باہر جاسکتا ہے یا نہیں، یہ سوال مطلقاً باپ اور بیٹے سے متعلق ہے۔ اور جبکہ باپ کے حالات اس زید کے سے ہوں اور بیٹے کی سرگزشت اس عمرو کی سی ہو جسکا تذکرہ مسئلہ

میں ہو چکا ہے تو کیا حکم ہے ؟

الجواب (۱) :- والدین کی اطاعت واجب ہے مگر جبکہ ان کی اطاعت میں محظور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہو تو ایسے موقع پر اطاعت واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے حدیث میں ارشاد ہوا - *لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق* - اگر والدین ترک فرض و واجب کا حکم دیں یا فعل حرام کا امر کریں تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کی جائے بلکہ وہ کیا جائے جسے شریعت مطہرہ نے امر فرمایا - مگر والدین کو اس حالت میں بھی زہر و تویخ نہ کریں بلکہ خوبی کیساتھ ان کی بات کو دفع کر دیں اس مختصر بیان سے عمرو کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کن مواقع میں زید کی اطاعت کرے اور کن میں نہ کرے یو ہیں اس کے والدین کے یہاں بد مذہب آتے ہوں تو عمرو ہرگز ان کی تعظیم و توقیر نہ کرے نہ ان سے مجالست کرے، اور اگر زید کے ساتھ رہ کر عمرو کو معصیت سے اجتناب نہ ہو سکے گا - اور زید اس پر بہت ناراض ہوگا تو عمرو علیحدہ ہو جائے اور باپ کی فرماں برداری میں جھوٹ مکاری وغیرہ ہرگز جائز نہیں کہ باپ کو وہیں تک راضی کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی نہ ہو - واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- فرائض کا علم فرض اور واجبات کا واجب اور جو چیزیں اسکی ضروریات میں نہ ہوں ان کا سیکھنا فرض کفایہ ہے - اگر وہاں علماء موجود نہ ہوں تو علم سیکھنے کیلئے باہر جائے - *قال الله تعالى فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة* - سوال سے ظاہر ہے کہ وہاں علماء موجود ہیں تو اب اسکو باہر جا کر علم حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں اور اگر والدین اس کی خدمت کے محتاج نہ ہوں تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں مگر باہر جانے سے منع کریں تو نہ جائے، اور اگر باپ کی وہ حالت ہے کہ معصیت کرانا چاہتا ہے اور نہ کرے تو ناراض

لے پل س تو بہ رکوع ۴

ہوتا ہے تو علم سیکھنے کیلئے اس سے کہ پاس سے علیحدگی میں سلامتی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از مقام شہر میرٹھ محلہ پوروہ مرسلہ حافظ محمد سعید اللہ مہتمم مسجد
علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کیا فرماتے
ہیں۔ زید کی عمرو سے لڑائی ہوئی زید نے کہا کہ میرا نام نہیں جو میں تجھ کو اس مسجد سے
نکلوا دوں۔ تو زید نے موقع پا کر ایک مولوی سے جامع مسجد پر اعلان کروادیا کہ عمرو
کہتا ہے کہ بہن بھائی کا نکاح جائز ہے، نعوذ باللہ من ذلک، یہ سنتے ہی شہر
میں ایک شور برپا ہو گیا۔ پھر تمام شہر والوں نے تحقیق کی تو وہ سراسر جھوٹا الزام
تھا اس حالت میں زید کے اوپر شریعت کیا جرم و سزا قرار دیتی ہے؟
الجواب :- کسی پر جھوٹی تہمت لگانا اور خواہ مخواہ اس کے ذمہ الزام تراشنا
حرام و سخت حرام ہے، اللہ عز و جل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ، افتراء باندھنا مسلمان کی شان نہیں اور خاص کر ایسا افتراء جو اس کی
تکفیر کا مرادف ہے اس مفتری پر تو بہ فرض ہے اور اس مسلمان سے
سعافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از موضع ہلدی کلاں ضلع الہ آباد مرسلہ شوکت حسین
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ
میں کہ (الف) کا یہ عقیدہ ہے کہ تقویت الایمان کی تسلیم جس میں
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روحی فداہ کی شان میں کھلی گستاخیاں
ہیں مثلاً۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ النکاح مرتبہ خداوند کریم کے سامنے چار سے بھی کم تر ہے
اور وہ تو مکر مٹی میں ملگئے کوئی نبی اور کوئی ولی کسی کے چاہے کوئی قیامت تک پکارا کرے نہیں
سن سکتے اور نہ کوئی امداد کر سکتے ہیں اور جو شخص یہ یقین رکھے کہ کوئی بزرگ میرے لئے خدا کا

کی جناب میں سفارش کر سکتے ہیں تو ایسا یقین والا مشرک ہے۔ حق سمجھتا ہے اور اسے مصنف کو بڑا بزرگ جانتا ہے اور ایک موقع پر جبکہ بے اور آج حضور روحی فداہ کے غیب کے مسئلہ پر گفتگو کر کے یہ ثابت کرتے تھے کہ حضور کو علم غیب حاصل تھا۔ الف بول اٹھتا ہے کہ اس کا ثبوت کہاں ہے۔ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ کیا ایسا شخص مسلمان ہے؟ اور خنفعی المذہب عشاق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو امام بنا سکتے ہیں؟ بینوات و جروا عند اللہ اجرًا عظیمًا

الجواب :- تقویۃ الایمان جس کتاب کا نام ہے وہ حقیقۃً تقویۃ الایمان ہے یعنی ایمان کو کھودینے والی۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں نہایت گندے حملے کئے ہیں اس کا مصنف نہایت دریدہ دہن، انبیاء و اولیاء کی شان میں بے باک ہے، یہ کتاب بہت سے کفریات کا مجموعہ ہے آیات و احادیث کے غلط معنی بیان کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، ایسی کتاب کے موافق عمل کرنا یا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا کھلی گمراہی و بددینی ہے اس کتاب کا ماننے والا وہابی ہے اس کو امام بنانا بالکل ناجائز و حرام ہے اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

مشاجرات صحابہ میں کف لسان کا حکم علمائے کرام نے دیا ہے اس کف لسان سے کیا مطلب ہے۔ زبان سے کچھ کہنا نہیں چاہئے، یا کتابوں میں لکھنا بھی نہیں چاہئے۔ اگر یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں تو پھر جن علمائے کرام نے کہ ان امور کو اپنی مصنفات میں ذکر کیا ہے۔ ان علماء کے متعلق کیا خیال کیا جائے اور ان کی کتابیں قابل دیکھنے یا سند لینے کی قرار دی

جاسکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲)۔ علمائے متقدمین نے تو برابر اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ کتابیں بیشتر شائع بھی ہو گئی ہیں تو کیا وہ علمائے متقدمین کیلئے جائز تھا۔ اور متاخرین کیلئے ناجائز؟

مسئلہ (۳)۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں وثکف عن ذکر الصحابة الا بخیر۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

مسئلہ (۴)۔ مشاہیرات صحابہ لکھنے والے علمائے متقدمین و متاخرین فاسق و فاجر و مبتدع کئے جانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۵)۔ جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ علماء رزمہ اہلسنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۶)۔ اگر کسی صحابہ رسول سے کوئی لغزش یا گناہ صادر ہوا تو اس کے متعلق یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں کہ فلاں صحابی رسول اس گناہ اور لغزش کے مرتکب ہوئے؟

مسئلہ (۷)۔ جو عالم اہلسنت و جماعت اپنی مصنفہ کتابوں یا تراجم میں جہاں اس نے مناقب اصحابہ کی احادیث جمع کی ہوں اور باوجود اس کے کہ صحابہ کے فضائل و مناقب کی احادیث بھی قابل جرح و قدح رہی ہوں مگر اس عالم نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب و فضائل کی احادیث پر جرح و قدح کی ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے وہ واجب الاتباع والاقتداء ہے یا نہیں۔

بینوا نوجروا

الجواب (۱)۔ یہ امر مسلم ہے کہ القلم احدی اللسانین۔ یعنی قلم بھی زبان کا ہی حکم رکھتی ہے جس بات کو زبان سے بولنا منع ہے اسکا لکھنا ممنوع، اور

جس کا تلفظ جائز اوسکا لکھنا بھی جائز، مشاجرات سے کف لسان کا یہ مطلب ہے کہ اون معاملات سے کوئی قبیح نتیجہ نکال کر لعن و طعن کرنا اور انکو ہدف ملامت بتانا سخت قبیح و حرام ہے اور مذہب اہلسنت سے خروج، اور علمائے سابقین نے بایں معنی کف لسان ہی کیا ہے۔ اور اگر کسی نے کسی موقع پر اس کے خلاف کیا ہے تو اونکی غلطی ہوگی، جو دوسروں کے لئے قابل تقلید نہیں۔ کیونکہ ایسے امور قابل تقلید نہیں ہوتے کہ جب نصوص قرآنیہ سے ثابت کہ اون میں ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ حسنٰ فرمایا ہے۔ کَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی اور احادیث صحیحہ سے واضح کہ اونکی شان میں سب و شتم حرام تو ضعیف روایات اور بعض جزئی اختلافات میں حاشیہ آرائی کر کے بغیر مغز سخن تک پہنچے ایسی رائے قائم کرنا جس سے کسی صحابی کی توہین ہوتی ہو اور اونکی شان میں گستاخی ہوتی ہو ہرگز درست نہیں، ہر مسلم پر لازم ہے کہ جو عقیدہ و مسلک کتب عقائد میں محقق و مبرہن ہو چکا ہے اس کے خلاف قلم فرسائی نہ کرے۔ اور کسی عالم نے ایسا کیا ہے تو ان کا خطیہ صحابہ کرام کے خطیہ سے آسان ہے کسی ایک عالم کا قول معتبر مان کر جمہور کا خلاف کرنا ہرگز درست نہیں کسی کتاب کے معتبر ہونیکا یہ معنی نہیں کہ اوس میں جو کچھ لکھا ہے سب مسلم ہے یہ شان تو صرف قرآن مجید ہی کی ہے، ورنہ ہر کتاب میں بعض بعض امور متروک بھی ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مشاجرات سے برا نتیجہ اخذ کرنا نہ متقدمین کیلئے جائز تھا نہ متاخرین کیلئے جائز۔ اور چونکہ یہ زمانہ ضعف عقیدہ و قلت فہم کا ہے۔ اس زمانہ میں لوگوں کے سامنے ایسی باتیں پیش کرنا بھی نہیں چاہیئے، جن سے عقائد خراب ہونیکا احتمال ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لے پٹ سورہ نساء رکوع ۱۰

الجواب (۳) اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو بات ایسی ہو کہ اس کا ظاہر پہلو اچھا نہ ہو اسے ذکر ہی نہ کریں گے اور اگر ذکر کریں تو اس کا صحیح محمل نکالیں کہ انکی تنقیص شان نہ ہو اور اگر محمل صحیح ذہن میں نہ آتا ہو تو ذکر ہی نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) جن لوگوں نے صحابہ کو سب کیا ہو وہ بے شک مبتدع اور خارج از اہلسنت ہیں اور جنہوں نے محض کوئی ایسا واقعہ بیان کیا ہے جو صحابہ میں باہم پیش آیا ہو اور خود کف لسان کیا ہو تو مبتدع نہیں کہ ذکر روایت شنی دیگر ہے اور مذہب شنی دیگر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) اصطلاح شرع میں باغی اسے کہتے ہیں جو امام برحق پر خروج کرے عام ازیں کہ یہ خروج فساد کیلئے ہو یا اس نے اپنی رائے میں مخالفت ہی کو حق جانا ہو یو ہیں خطا کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ قصداً غلطی کرنے کو خطا نہیں کہتے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رفع عن أمتی الخطاء والنسيان۔ یو ہیں بطلان خلاف حق کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ عدول عن الحق قصداً ہو یا بلا قصد مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کئے جائیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) خطائے بزرگاں گرفتار خطاست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۷) اگر روافض کے مقابلہ میں اس نے ایسا کیا ہے کہ انہوں نے احادیث فضائل صحابہ جرح کی تھیں۔ اس نے جواباً ایسا کیا کہ جرح سے اگر یہ احادیث نامعتبر ہو جائیں تو اس قسم کی جرح حضرت مولیٰ کے فضائل کی حدیثوں پر بھی ہے تو یہ بات قابل مواخذہ نہیں، اور مقصود یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کی حدیثیں رد کر کے انکے فضائل ہی سے منحرف ہے تو وہ ہرگز قابل اتباع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مقام نبی پور ضلع بھروچ مرسلہ جناب اسمعیل ولی بھائی صاحب جو قاضی علمائے اہلسنت کو علمائے سوا اور انکی توہین کرے اور جھگڑا و فتنہ خور، رخنہ انداز کہتا ہو۔ اور دیوبندی مولویوں کو علمائے حقانی اور اچھے اچھے لقبوں سے یاد کرتا ہو اور وہابی، دیوبندی، بد مذہب، نیچری، اہل ندوہ کے مولویوں کا وعظ کراتا ہو اور سند کرتا ہو، بد مذہبوں کی کتابوں کو اچھی کتابیں کہتا ہو اور حق ہیں، ایسا کہتا ہو ایسے قاضی اور متولی کا کیا حکم شرع ہے؟

الجواب :- یہ شخص خود بد مذہب وہابی سے اور اس کا حکم وہی سے جو وہابیوں کا ہے اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس سے میل جول کرنا اسکے ساتھ کھانا پینا یا دوستانہ تعلقات رکھنا سب ناجائز ہے۔ اسکو بھی وہابیہ کا چیلہ بچھنا چاہئے اور اس سے دور رہنا چاہئے حدیث میں فرمایا ایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ جناب حافظ عبد الغفور صاحب بنارس مدرسہ فرقانیہ مومن پورہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ خدا و رسول میں جو فرق جانے وہ کافر ہے، خدا وحدہ لا شریکے۔ محمد بن عبد اللہ بھی وحدہ لا شریک ہیں لہذا دریافت طلب امور یہ ہے کہ جس شخص کا ایسا اعتقاد ہو اور اپنی تقریر و تحریر میں بھی مندرجہ بالا الفاظ استعمال کرتا ہو از روئے شریعت ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ نیز ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ موافق کلام مجید و حدیث شریف کے جواب با صواب سے مستفیض فرمائیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- زید کا یہ قول کہ اللہ و رسول میں جو فرق جانے کافر ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ معاذ اللہ حضور ہی کو خدا بتاتا ہے تو یہ کفر ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خدا نہیں بلکہ عبد اللہ و رسول اللہ ہیں۔ اور سائل نے جو زید کے الفاظ نقل کئے ہیں ان سے یہی معلوم و ثابت ہے کہ زید نے اپنے کلام سے ہرگز ایسا ارادہ نہیں کیا ہے کہ وہ تصریح

کرتا ہے کہ محمد بن عبد اللہ اور جو ابن عبد اللہ کہتا ہو وہ اللہ کیوں کر کہے گا اور اگر اس کلام کا یہ مطلب ہو کہ حضور کا حکم خدا کا حکم ہے اور حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے حضور کا دوست اللہ کا دوست ہے حضور کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تو یہ یقیناً صحیح ہے اور جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے مَا أَشْكُمُ الرَّسُولُ فخذوا وَاْمَانَهَا كُمْ عَسَا فَاَنْتَهُوْا ۚ اور فرماتا ہے مَنْ طِيعَ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ ۚ اور فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۚ وغیرہ ذالک من الآيات اور اس لفظ فرق کا اس معنی میں استعمال ہونا اہل زبان پر مخفی نہیں، مجھ میں تم میں فرق نہیں یعنی میرا دوست تمہارا دوست ہے میرا دشمن تمہارا دشمن ہے یہ لفظ کمال محبت و مودت کے موقع پر بولا جاتا ہے نہ یہ کہ یہ دو شخص نہ ہوں۔ اور اگر فرق جاننے کا یہ مطلب ہو کہ اللہ پر ایمان لائے اور رسول پر نہ لائے یا بالعکس تو یقیناً کفر ہے اور زید کا قول بالکل صحیح و ایمان ہے اور قرآن مجید بھی اسی تفریق کو کفر بتاتا ہے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفِرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفْرِقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِہٖ ۚ بلکہ رسولوں میں تفریق بھی کفر ہے فرماتا ہے لَا یُفْرِقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۚ حالانکہ ظاہر و بدیہی ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام بہت کثیر ہیں شخص واحد نہیں اسی طرح اللہ و رسول میں فرق کرنا بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا وحدہ لا شریک نہ ہونا ظاہر و باہر ہے اور اس وحدہ لا شریک نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یکتا و بے نظیر پیدا فرمایا اور حضور کو ایسے اوصاف کمالیہ عطا فرمائے کہ اب وہ دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتے مثلاً اس نے حضور کو یہ فضل عطا فرمایا کہ سب سے اول حضور ہی کو پیدا فرمایا کہ حضور کے اول ہوتے ہوئے دوسرا اول نہیں ہو سکتا اور حضور کو خاتم النبیین کیا کہ اب حضور کے بعد دوسرا نبی مبعوث نہیں ہو سکتا کہ اگر ایسا ہو تو حضور خاتم النبیین نہ ہوں گے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے حضور کو اول شافع

۱۔ پ ۳۱ س حشر ع ۴۔ ۲۔ پ ۳۱ س النصار ع ۸۔ ۳۔ پ ۳۱ س آل عمران ع ۱۱
۴۔ پ ۳۱ س مائدہ ع ۱۔ ۵۔ پ ۳۱ س بقرہ ع ۸۔ مصباحی

اول مشفع کیا اب یہ وصف دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتا لہذا جب ان کمالات میں حضور کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو زید نے جو الفاظ کہے ان کے معنی شرعاً صحیح و درست ہیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ منزه عن شریک فی محاسبہ بنحوہ کس فیہ غیر منقسم، بالجملة زید کے اقوال پر حکم کفر نہیں دیا جاسکتا جبکہ ان کے معنی صحیح ہیں اور قرآن و حدیث کے مخالف نہیں۔ پھر بھی زید کو یہ چاہئے کہ مجمع عوام جس میں بکثرت ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دقائق علیہ کو نہیں سمجھتے ایسے مجمل الفاظ استعمال نہ کرے کہ اس میں لوگوں کی بد عقیدگی یا زید کی طرف سے بدظنی کا مظنہ ہے، البتہ اگر دوران تقریر میں مسئلہ پر پوری روشنی ڈالی اور واضح کر کے سمجھا دیا اور نتیجہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے اس طرح کہ نہ دوسرے لوگوں کے بد عقیدہ ہونے کا مظنہ باقی رہے نہ زید کی طرف بد عقیدگی کی نسبت کی جا سکے تو زید پر مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئلہ محمد قمر الہدیٰ بہاری از مدرسہ دارالعلوم حنفیہ صوفیہ دھانمندی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، میں اپنے عقائد کے مطابق شافعی مذہب رکھتا ہوں، عالم کہتے ہیں یہ مذہب ہندوستان کے اندر نہیں ہے یہ وہابیت ہے یہ وہابی مذہب جھوٹا ہے۔ اس سے توبہ کرو جب ہم مسجد میں نماز پڑھنے دیں گے، اسلئے میں تیار ہوا توبہ کرنے پر۔ مولانا صاحب نے کہا کہ اس طریقے سے توبہ کرو۔ ۱۔ اسماعیل دہلوی پردس جو تار مارو اور کافر کہو،

۲۔ وہابی اور دیوبندی کو کافر کہو اس پر میں نے انکار کیا اور کہا کہ علمائے دین سے فتویٰ لیکر کہوں گا اور میں جاہل ہوں اس پر مولانا صاحب نے کہا کہ جب تک تم اس توبہ کو ان الفاظ سے نہ کرو گے جب تک مسجد میں نماز پڑھنے مت آؤ میں نے کہا بہت اچھا۔

۳۔ اگر وہابی مسجد کے اندر نماز پڑھنے آجائے تو مسجد سے نکال دو

۴۔ وہابی اور دیوبندی سے جو لوگ ملیں جو ملیں گے کافر، فاسق، منافق ہو جائیں گے اور ان

لوگوں سے جو لوگ ملیں جو لیں گے یہ لوگ بھی کافر، منافق، فاسق ہو جائیں گے سلسلہ
 با سلسلہ ہوتے رہیں گے ان سب باتوں کا جواب با صواب قرآن و حدیث، فقہ حنفیہ
 سے جواب دے کر مشکور فرمائیں، مگر آنکہ میں جاہل ہوں خلاصہ تحریر جواب سلسلے سے؛
الجواب:- مذہب شافعی کو غلط و باطل کہنا باطل ہے، حق چار مذہب ہیں دائرہ ان میں
 ایک شافعی مذہب بھی ہے شافعی مذہب کو وہابیت قرار دینا نیری جاہلیت ہے، شافعی
 و حنفی دونوں عقیدے میں متحد ہیں جو کچھ اختلاف ہے عمل میں ہے اور وہابیہ اگرچہ حنفی سے
 مذہب رکھتے ہوں سنی نہیں ہیں اور شافعی سنی ہیں۔ شافعی ہمارے ساتھ نمازیں
 شریک ہو سکتے ہیں اور انکو منع نہیں کیا جاسکتا اور نہ شافعییت سے توبہ کرائی جاسکتی
 ۱:- اسماعیل دہلوی و ماہیہ کا امام ہے اس نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان و صراط المستقیم و
 یکروری و ایضاح الحق وغیرہ میں ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے کفر لازم ہے اس کے
 اقوال کی خیانت دیکھنی ہو تو کو کتبہ شہابیہ دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲:- دیوبندیوں نے اپنی کتابوں براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تحذیر الناس میں حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی کی اور وہ یقیناً کافر ہیں جو ان کے اقوال
 خبیثہ پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ کہیں وہ بھی کافر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۳:- اگر ان کو مسجد سے نکال سکتے ہوں تو ضرور نکال دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴:- وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے۔ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا۔
 ایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان کو دور کرو اس سے دور ہو کہیں وہ تمھیں گمراہ
 نہ کر دیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہو گا کہ ان کے اقوال کفریہ
 پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ مصنف مولوی خلیل احمد انیسٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی، ۲۔ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی، ۳۔ مولوی قاسم نانوتوی، ۱۲۔ مصنف

مسئلہ :- یہ کہ کوچہ و بازار و شاہراہ عام پر شہدائے کربلا کی خود ساختہ لاشوں (تربتوں) کے ساتھ جو خواتین اہلبیت کے ہیں آہ و بکا، سینہ کو بی اور برہنہ سر می سے گڑھت واقعات کا بیان کرنا تو حسین اہلبیت ہے یا نہیں؟

اجواب :- یہ بالکل حرام ہے، شرع مطہر نے نوحہ اور بین سے ممانعت فرمائی اور اس کو فعل جاہلیت قرار دیا۔ پھر اسکو اہلبیت کی طرف نسبت کرنا ان کے پاک دامنوں پر بدناما دھبہ لگانا اور انکی توہین ہے جو ہرگز کسی مسلم کیلئے یہ روا و درست ہو نہیں سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرحلہ محمد حبیب اللہ مدثر اشرفیہ نظامیہ فتحپور ڈاکخانہ بلور ضلع بھاگلپور

۱:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب زید سے کہا جاتا ہے کہ تم اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اسماعیل دہلوی وغینت حسین کو کافر کہو تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا وہی طریقہ ہے جو اہلسنت کا ہے اور جس کو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہوں اسکو میں بھی کافر کہتا ہوں میں کسی خاص شخص کا نامزد کر کے کافر نہیں کہوں گا چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے ثواب ہو ہی گیا ہے اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسا کہنے والا کافر ہے یا مسلمان؟ بینوا تو جبر و

۲:- مکرر اینکہ بکر اسمعیل دہلوی و اشرف علی تھانوی و خلیل احمد انبیٹھوی وغینت حسین کو نہ کافر کہتا ہے اور نہ مسلمان کہتا ہے تو بکر مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟

اجواب :- (۱) زید کو اگر رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی کے کفریات کی اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ علمائے اہلسنت نے ان پر حکم کفر دیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت جس کو کافر کہتے ہیں اس کو میں بھی کافر کہتا ہوں اور نام کی تصریح نہ کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب میں اقرار کر ہی چکا تو نام لینے کی ضرورت نہ رہی جس کا ظاہر مطلب ہی ہے کہ میں ان لوگوں کو کافر جانتا ہوں اس صورت میں زید پر الزام نہیں مگر جبکہ زید خود اس امر کا مقرر ہے تو اسکو نامزد کر کے کافر کہنے میں تامل نہ ہونا چاہیے واللہ اعلم

۱۔ اسماعیل ہلوی کی نسبت سکوت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کی نسبت مشہور ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہے مگر اشرف علی دہلوی احمد کی تکفیر سے سکوت کرنا موجب کفر ہے۔ واللہ اعلم مسئلہ :- فتیور ڈاکخانہ سبور ضلع بھاگلپور مرسلہ محمد عیسیٰ عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں
۱۔ کہ مولوی غنیمت حسین جس نے کہ اقوال کفریہ اشرف علی تھانوی کی تائید میں اور اس کے اسلام ثابت کرنے میں بار بار علمائے اہلسنت سے مناظرہ کیا ہے اور مولوی غنیمت حسین کو اشرف علی ورشید احمد گنگوہی وغیرہ سے حسن عقیدت ہے اور اسکو کسی قسم کا اقتناء معاملات دینی و دنیاوی میں اشرف علی تھانوی ورشید احمد گنگوہی وغیرہ سے نہیں ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ مولوی غنیمت حسین سنی ہیں یا وہابی؟

۲۔ ایک شخص زید نامی جس کی حالت یہ ہے کہ اس کا باپ اور اس کے گھر کے لوگ مولوی غنیمت حسین مذکور کے معتقد ہیں۔ اور مناظرہ سنی و وہابی میں زید کا باپ مولوی غنیمت حسین کا معین و مددگار تھا اور ایک مناظرہ میں خود زید بھی غنیمت حسین کے شریک تھا اور بعد مناظرہ جب زید سنیوں کے یہاں دوستانہ طور پر آیا تو دوران گفتگو میں فخریہ کہنے لگا کہ سنی علماء سے کچھ جواب بن نہ پڑا تو بھاگ گئے۔ زید کو کہ نماز کا عادی نہیں مگر کبھی کبھی غنیمت حسین کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ فاتحہ کی چیز کھانے سے انکار کرتا ہے اور اس کے یہاں مردوں کی نماز غنیمت حسین ہی پڑھایا کرتا ہے۔ تیجہ، سوم وغیرہ نہیں کرتا ہے۔ غنیمت حسین کی آمد و رفت اس کے یہاں برابر ہے غنیمت حسین کی عزت اسکے یہاں علماء کی سی کی جاتی ہے۔ اسکو عالم سمجھتا ہے اور غنیمت حسین سے حسن عقیدت ہے، باوجود ایسا طرز عمل رکھتے ہوئے زید اپنے کو سنی کہتا ہے۔ سنیوں نے زید سے اس کی تصدیق چاہی اور زید سے کہا کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے تو تم اشرف علی تھانوی ورشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبٹھی وغنیمت حسین کو کافر کہو، مگر زید ان لوگوں کو کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے

اور صرف یہ کہہ کر گلو خلاصی کراتا ہے کہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اہلسنت کا ہے۔ اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہم اشرف علی وغیرہ کو کافر کہیں باوجود یہ اصرار کے وہ ایک دفعہ بھی اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہتا ہے، اور ہمیشہ ہر موقعہ پر اس سے گریز کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید سنی رہا یا وہابی؟

۳۔ شریعتِ مطہرہ نے صورتِ مذکورہ میں زید کے جانچ کا (کہ آیا وہ سنی ہے یا وہابی) کیا معیار رکھا ہے؟

۴۔ زید اشرف علی وغیرہ کے اقوالِ کفریہ کو کفر مانتا ہے مگر اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہتا ہے تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ مطابق حکمِ شریعت زید کافر رہا یا مسلمان سنی رہا یا وہابی؟

۵۔ اگر کوئی مسلمان کافر کو کافر نہ کہے تو شریعت کا اس کے اوپر کیا حکم ہے؟

ہر سوال کا جواب نمبر وار مع حوالہ کتب بہت جلد عنایت فرمادیا جائے؟ بینوا تو جبر و اجواب :- ا۔ یقیناً یہ شخص وہابی ہے اور فقط وہابی ہی نہیں بلکہ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی کی طرح یہ بھی کافر و مرتد ہے کہ ان دونوں کے وہ اقوال یقیناً کفر ہیں جن کا مسلم علمائے عرب و عجم نے یہ دیا ہے من شک فی کفره وعدا بہ فقد کفر جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ زید کا طریق عمل صاف اور واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ زید سنی نہیں ہے بلکہ وہابی ہے وہابی عالم کی عالم دین کی طرح تعظیم کرنا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس سے نماز جنازہ پڑھوانا، اس سے حسنِ عقیدت رکھنا یہ باتیں سنی میں نہیں ہو سکتیں۔ زید یقیناً وہابی ہے۔ ایسی صورت میں زید کا وہ فقرہ کہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اہلسنت کا ہے کافی نہیں خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کو کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ وہ فقرہ بالکل بیکار ہے۔ اگر زید سنی ہوتا تو واقف ہوتے ہوئے یہ افعال نہ کرتا، اگر زید کے نزدیک رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی کافر ہیں تو ان کے کفر کا اقرار کرے

وہ اجمالی بیان ایسی صورت میں کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۳۔ جو شخص جس چیز کی وجہ سے متہم ہے اس کی جانچ بھی اس طریق پر ہونی چاہئے جس سے
 اطمینان ہو سکے۔ مثلاً جو شخص فرض کے ساتھ متہم ہو تو صحابہ کرام کے متعلق اسکے عقائد
 دریافت کئے جائینگے اور اس سے صاف طور پر ان امور کا اظہار کرنا ہوگا جس سے تہمت
 جاتی رہے اور اگر وہ ابیت کے ساتھ متہم ہے تو اس کی جانچ اس طرح کی جائے جس
 سے وہ ابیت کا الزام دور ہو سکے۔ کبرامی و بابیہ رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی
 اشرف علی تھانوی کے متعلق ان کے اقوال پیش کر کے پوچھا جائے اگر صاف طور پر ان سے
 لوگوں کے متعلق حکم کفر بیان کر دے تسلیم کر لیں ورنہ بری سمجھیں ورنہ بری نہیں۔ واللہ اعلم
 ۴۔ وہابیہ کے اقوال کفریہ جو "حسام الحرمین" میں مذکور ہیں یقیناً کفریہ ہیں ان کے قائلین
 کافر ہیں اگر زید کو ان قائلین کے کفر میں شک و تردد ہے تو زید بھی وہابی ہے اور کافر ہے
 من شک فی کفرہ وعدا بہا فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ جس کافر کا کفر قطعی ہو اسے کافر نہ کہنے سے خود کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ:- مرسلہ محمد عبدالسمیع موضع فٹیچور ڈاک خانہ سبور ضلع بھاگلپور

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب زید سے کہا
 جاتا ہے کہ تم اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی کو و اسماعیل ہلوی
 و غنیمت حسین کو کافر کہو تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا وہی طریقہ ہے جو اہلسنت کا ہے اور جس کو
 علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں اسکو میں بھی کافر کہتا ہوں میں کسی خاص شخص کا نامزد
 کر کے نہیں کہوں گا۔ چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ اس کی ضرورت
 ہی کیا ہے اب دریافت طلبتہ امر ہے کہ آیا ایسا کہنے والا کافر ہے یا مسلمان۔ بینوا تو جبر و

نقل جواب استفتار

الجواب :- زید کو اگر رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی کے کفریات کی اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ علمائے اہلسنت نے ان پر حکم کفر دیا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت جس کو کافر کہتے ہیں اوسکو میں بھی کافر کہتا ہوں اور نام کی تصریح نہ بیان کرنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب میں اقرار کر ہی چکا تو نام لینے کی ضرورت نہ رہی جس کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ میں ان لوگوں کو کافر جانتا ہوں اس صورت میں زید پر الزام نہیں مگر جب کہ زید خود اس اس امر کا مقرر ہے تو اس کو نامزد کر کے کافر کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور عالی :- استفتار مذکورہ بالا کے جواب مذکورہ بالا سے یہاں کے وہابی صاحبان میں بڑی خوشی پھیلی ہوئی ہے چونکہ اس منافق طبقہ کو اشرف علی وغیرہ کو کافر کہنے سے گریز کرنے و دام فریب پھیلانے کا اچھا موقع مل گیا ہے۔ اب وہ وہابی سینوں سے اپنا کام نکالنے کے لئے اور بھی انکو سینوں سے رشتہ داری و تعلقات پیدا کر کے اپنی صحبت کا زہریلا اثر پھیلانے کا اچھا موقع مل گیا ہے جو یقیناً اس گروہ وہابیہ کی کھلی فتح ہے۔ چونکہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی کا اب پورا موقع مل گیا ہے اور ایک بہت بڑا زبردست روڈ ان کی راہ سے سہٹ گیا ہے۔ وہ کہتے لگے ہیں کہ میں اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہوں گا۔ میرا یہ کہنا کافی ہے کہ علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں۔

حضور عالی :- یہ گروہ وہابیہ، وہابی علماء کو کب خارج از علمائے اہلسنت سمجھتے ہیں جو اس کا صرف مذکورہ بالا اقرار عند الشرع کافی ہوگا اور اس کا یہ مذکورہ بالا اقرار ضروریات دین کے اقرار پر فریب و مکر باطل پردہ نہیں ڈال رہا ہے تو اور

کیا ہے اور پھر یہ کیونکر صحیح ہے کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ یہ گروہ و بابیہ ہمارے علمائے کرام کو بدعتی و مشرک جانتے ہیں برخلاف اس کے اپنے علماء و بابیہ کو علمائے اہلسنت و حقانی سمجھتے ہیں۔ یہاں کی یہ حالت ہے کہ ہماری برادری دربارہ مذہب و معصوں میں منقسم ہو گئی ہے برادری کا ایک حصہ علمائے اہلسنت کا پیروکار و معتقد ہے۔ اور دوسرا حصہ گمراہی میں پڑ کر علمائے و بابیہ اشرف علی وغیرہ کا ہم خیال و معتقد ہے۔ ہم لوگ جب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں تو جہاں شک رہتا ہے وہاں بڑا کالڑکی اور اسکے والدین و خویش و اقارب سے نام زد کر کے یہ اقرار زبانی و تحریری لے لیا کرتے ہیں کہ علمائے و بابیہ اشرف علی تھا نوی وغیرہ تو ہیں کنندگانِ اشد عز و جل و رسول پاک کافر و مرتد ہیں جب کبھی کوئی اس اقرار سے گریز کرتا ہے تو الحمد للہ ہم اس باب سنی اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اس وقت سے اس کو اقرار و بابی سمجھتے و جانتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ گروہ و بابیہ اس اقرار دہی میں بڑی بڑی فریب و چال سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ بتلا ہوا کسوٹی ان کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے تو پھر ان کا فریب ایک نہیں چلتا۔ بالآخر ان کو یا تو اقرار کرنا پڑتا ہے یا صاف راہ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔ لیکن اب استفتاء مذکورہ بالا کے جواب سے اس بے دین و گمراہ گروہ کو اچھا موقع ملا ہے۔ اب اس گروہ و بابیہ کو بیچارہ غریب بنی بھائیوں کو اُتو بنانے و ٹھگ بنانے کا بہت آسان راستہ مل گیا ہے۔ ضروریاتِ دین کے اس ضروری اقرار لینے کے وقت یہ گروہ و بابیہ بہت آسانی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرا وہی طریقہ ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے جسکو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں وہ بس وہ بھی اب اس اقرار مذکورہ بالا کو کافی بتلاتے ہوئے دلیل میں حضور کا فتویٰ مذکورہ بالا کا ذکر آیا۔ تو ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ٹک ٹک دیدم و دم نہ کشیدم

یہاں یہ رنگ دیکھ کر میں ایک نیا استفتاء اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوا حضور کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں۔ امید کہ جواب استفتاء سے بہت جلد مطلع فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر بلا وجہ حضور نے استفتاء مذکورہ ذیل کے جواب میں تاخیر سے کام لیا تو کل قیامت میں تمام ذمہ داری حضور کے سر ہوگی۔ میرا یہ کھنا بہت سے کافی وجوہ کی بنا پر ہے۔ جس کی تصریح کرنی بخیال طوالت چھوڑتا ہوں۔ برادران سنی میں استفتاء مذکورہ بالا کے جواب سے سراسیمگی و بے چینی و اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، امید کہ بہت جلد جواب استفتاء مذکورہ ذیل سے ممنون و مشکور فرمائیں و اطمینان قلب حاصل ہو و نیز خدشات کما حقہ استیصال ہو جائے

جدید استفتاء بطرز نو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ جب زید سے کہا جاتا ہے کہ تم ابو جہل ملعون و مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر جانو اور اقرار کرو تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ میرا وہی طریقہ ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے، جس کو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں۔ میں نام لے کر مرزا غلام احمد و ابو جہل کو یہ کہہ کر فرماتا ہوں کہ بھونگا۔ چونکہ میرے اس اقرار سے تو سب سو ہی گیا۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا عند الشرع زید کا ابو جہل و مرزا غلام احمد قادیانی کو نام لے کر کافر کہنے سے گریز کرنا اقرار مذکورہ بالا کے عذر پر کافی ہوگا اور کیا یہ کہنا شرعاً صحیح ہوگا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں اگر عند الشرع اتنا کہنا کافی ہے تو پھر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے اقرار لینے پر کسی کا یہ کہنا بھی کافی ہونا چاہئے کہ میرا وہی کلمہ ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے میں کلمہ طیبہ نہیں پڑھوں گا چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب سو ہی گیا اور پھر ایسوں کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں۔ اور پھر یہ کیوں نہیں ٹھیک ہے کہ جب زید سے یہ دریافت کیا

جائے کہ تمہارا عقیدہ دربارہ ذات باری تعالیٰ و رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک کیا ہے۔ تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا ہے (حالانکہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ ایک معلوم و مشہور علمائے اہلسنت میں سے ہیں) میں کسی امور مذکورہ بالا کا اقرار نہیں کروں گا چونکہ میرے مذکورہ بالا افراد سے تو سب ہو ہی گیا۔ اور پھر ایسے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ”ایسا کہنے والے پر الزام نہیں“۔ اور پھر یہ کیوں نہیں درست ہو گا کہ جب زید سے اشرف علی تھانوی و دیگر علمائے دہلیہ کو کافر کہنے کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہیکہ میں نبی کریم کی شان میں ہر توہین کرنیوالوں کو کافر کہتا ہوں میں نام لے کر اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہوں گا کیونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا اور پھر ایسوں کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں، اس سے بھی آگے بڑھتے کہ جب زید سے اقرار رسالت کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جو احکام شریعت ہیں ان کا میں تابع ہوں، میں کسی کی رسالت کا اقرار نام لے کر نہیں کروں گا۔ چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ اور پھر یہ صحیح ہو گا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں کلمہ گو کا کوئی ایسا طبقہ نہیں جو نبی کریم کی توہین کو کفر نہیں جانتا ہو، مانتا ہو۔ اور پھر کوئی ایسا نہیں جس کا یہ اقرار نہ ہو کہ نبی کریم کا توہین کرنے والا کافر ہے۔ لیکن جب پوچھتے تو اشرف علی توہین کنندہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے تو پھر میرے خیال میں یہ صحیح ہونا چاہیے کہ ایسوں پر کوئی الزام نہیں۔ امید کہ جواب استفتاء لہذا سے بہت جلد مطلع فرمائیں تاکہ ابھرن دور ہو۔ بینوا تو جروا

الجواب :- جو لوگ وہابیت کے ساتھ متہم نہ ہوں اور کبریٰ وہابیہ جنہوں نے کلمات کفر کے ہیں ان کو کافر جانتے ہوں اور ان کو ایسے الفاظ سے کوئی ٹکرو فریب مقصود نہ ہو اور علمائے اہلسنت سے انہیں علماء کو مراد لیتے ہوں جو حقیقتاً سنی ہیں تو وہ الفاظ

کافی تھے۔ مگر جب کہ یہ الفاظ بطور فریب استعمال کئے گئے اور ان سے مقصود گنگوہی و تھانوی کے کفر پر پردہ ڈالنا ہے اور علمائے اہلسنت سے علمائے وہابیہ کو وہ لوگ مراد لیتے ہیں جن کا ثبوت قرآن سے ہوتا ہے تو جیت تک صاف اور صریح لفظوں میں ان وہابیہ مذکورین کی تکفیر نہ کریں جس سے کوئی شبہہ باقی نہ رہے اور ان کی بات قابل اعتبار نہیں یہ چند الفاظ پہلے فتویٰ کی توضیح میں تحریر کئے گئے بلاشبہ محل اشتباہ ہیں جب تک صاف اور صریح بیان نہ دے اجمالی بیان ہرگز کافی نہیں۔ واللہ اعلم **مسئلہ :-** از ضلع بھاگلپور ڈاک خانہ سبور موضع فتحپور مرسلہ مولوی محمد عیسیٰ صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شخص عبد الحمید نامی ساکن فتحپور ایک ایسے کافر کو جس پر علمائے عرب و عجم و ہندوستان نے فتویٰ تکفیر دے دیا ہو۔ مثلاً اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی وغینہت حسین وغیرہ توہین کنندگان دربار رسالت کو جناب عبد الحمید صاحب موصوف سوال کرنے پر بھی کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کفر کا مسئلہ بہت نازک ہے ہم اس بارے میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہیں گے جو بات ہے وہ میرے قلب کے اندر ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جس پر اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر بالالتزام لازم آتا ہو اور جس پر جمہور فقہائے کرام و اصحاب عظام و علمائے ذوی الاحترام کا فتویٰ کفر ہو چکا ہو، اسکو اگر کوئی شخص کافر کہنے سے سکوت اختیار کرے تو شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے، مطلع فرمایا جائے؟ بینوا تو جروا

الجواب :- اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی جنہوں نے اشرف و رسول کے جناب میں توہین و گستاخی کی ہے ان کے متعلق علمائے حرمین طہیین نے بالاتفاق حکم کفر دیا اور فرما دیا کہ من شک فی عفرہ و عذابہ فقد کفر جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، عبد الحمید کا یہ کہنا

کہ زبان سے کچھ نہیں کہیں گے جو بات ہے وہ قلب کے اندر ہے، یہ غدر نامسروع سے جو لوگ قطعی کافر ہیں ان کے کفر کا اظہار ضروری ہے جب ان کے سامنے وہ کفر یا پیش کئے گئے تو صاف طور پر بیان کر دینا ضروری ہے انکو اس اظہار میں تامل ہے اور کفر میں شک ہے تو خود کافر ہو گئے ان کو فوراً توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا ضروری ہے، ان کی یہ عبارت صاف طور پر یہی بتاتی ہے کہ قلب میں بھی یسوکو کافر نہیں جانتے وہ خود کہتے ہیں کہ کفر کا مسئلہ نازک ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ توہین کرنے والوں کو کافر نہیں جانتے اور اگر ان کے دل میں اشد و رسول کی عظمت کا خیال ہوتا تو زبان سے کہنے میں کیا چیز مانع ہے عبد الحمید پر وہی حکم ہے جو علمائے طیبین نے بیان فرمادیا کہ جس کو اس کے کفر میں شک ہے کافر ہے۔ و اشد علم

مسئلہ :- از پورنیہ موضع بست پور ڈاکخانہ بارہ عید گاہ

مرسلہ عبد اللہ قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اہلسنت مسائل ذیل کی نسبت
۱۔ مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی کرامت علی جوہر
کے مریدین، معتقدین، متوسلین اور ان کو اپنا رہنما و مقتدا و پیشوا سمجھنے والے
ان کو اور ان کی جملہ کتابوں مثل تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و ذخیرہ کرامت
و حفظ الایمان وغیرہ کو برحق و ذریعہ نجات جانتے والے اور ان کی کل تصنیفات
کے ساتھ کمال حسن عقیدت رکھنے والے اہلسنت و جماعت سے ہیں یا
ان سے خارج، مثل رافضیوں، خارجیوں، دہریہ وغیرہ کے؟

۲۔ ان کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی جتنی
نمازیں سنیوں نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ آیا دہرائی جائی یا کیا؟
۳۔ ان کے اور سنی حنفی کے مابین عقد مناکحت درست ہے یا اس سے قطعاً

اجتناب لازم ہے بہ تقدیر ثانی جو عقد قبل ہو چکا ہے اور اس سے اولاد بھی ہو چکی
ہیں انکا کیا حکم ہے؟

۴۴۔ زید جو عالم ہے کانپور و لکھنؤ میں رہ کر درسیات کی بھی تکمیل کی ہے اور سنی حنفی
ہونے کا مدعی ہے، حضرت مجدد ملت و امام الہدایت و ماحی بدعت مولانا مولوی
حاجی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ کی جانب حسن عقیدت
کا بھی سینوں کے سامنے اظہار کرتا ہے پھر باوجود اس کے نمبر اول متذکرہ
بالا حضرات کے ساتھ اگر زید اپنی ہمیشہ گان اور لڑکیوں اور برادر زادیوں کی
شادی کر دے اور ان سے جملہ مراسم یگانگت برتے ہر شادی و غم میں ایک
دوسرے کا شریک رہے اور برابر آمد و رفت کرے اور ہر قسم کے موالات کے
ساتھ پیش آدے رات دن ان کے ساتھ مثل سینوں کے اختلاط رکھے
زید کی عدم موجودگی میں بجائے ان کے جمعہ و پنجگانہ نمازوں میں متذکرہ بالا
نمبر اول کے اشخاص میں سے کسی کا امام بن کر نماز پڑھائی اور زید کے ہم مشرب
اور عقیدت مند سینوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور زید کا ہم عقیدوں کو ان کے
پیچھے نماز پڑھنے سے باز نہ رکھنا بلکہ ب اوقات زید کی موجودگی میں ان کی آنکھوں
کے سامنے ہم مشرب ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس پر کسی قسم کی ناراضگی
ظاہر نہ کرنا زید کے سامنے زید کے باپ چچا بھائی اور خویش و اقارب جو
زید کی طرح سنی حنفی ہیں ان کے پیچھے اکثر نماز پڑھتے ہیں مگر زید کبھی نہیں
روکتا ہے۔ ان حالتوں کو دیکھتے ہوئے جب کوئی سنی حنفی زید کی گرفت
کرتا ہے تو اس کے جواب میں زید یہ کہتا ہے کہ تم فساد می ہو اور میرے
اور ان کے مابین جو تعلقات ہیں ان کو قطع کرنا چاہتے ہو۔ ان حالات
مرقومہ بالا کو ملاحظہ کرتے ہوئے ہم غریب کم علم سنی حنفی کو از حد انتشار و پریشانی

سے کہ آیا ان حالات مذکورہ کی بنا پر ہم زید کو جو عالم بھی کہلاتے ہیں سنی حنفی ہی سمجھتے رہیں اور ان کو اپنا پیشوا تصور کریں، یا وہابی سمجھ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کریں ہم غریب راہلہنت غایت درد مندی کے ساتھ امید کرتے ہیں کہ زید جو بحیثیت ایک عالم کے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے ان کو ایسا کرنا علمائے اہلسنت کے نزدیک جائز ہے یا کیا ان حالتوں کے باوجود زید سنی حنفی کہلانے کا مستحق ہے یا کیا؟ اور ہم کم علم سنیوں کو زید کی نسبت حسن عقیدت رکھنا ہو گا یا کیا؟ امیدوار ہیں کہ بہت جلد جواب ہم غریبوں کو تسکین فرمادیں اور آپ حضرات کی مہر اور دستخط سے فتویٰ ضرور مزین ہو؟

الجواب :- اے اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں کفریات کے ہیں جسکی وجہ سے اس پر حکم کفر لازم اور مولوی شرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ اقدس میں صریح گستاخی و توہین کی جسکی بنا پر علمائے حرمین طہیین نے بالاتفاق اسکو کافر بتایا اور یہ فرمادیا کہ منشی فی کفرہ وعدا ابہ فقد کفر جو اسکے قول پر مطلع ہو کر اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے لہذا جو لوگ انکے اقوال پر مطلع ہو کر انکو اپنا پیشوا جانتے ہیں ورائکی تصنیفات کو ذریعہ نجات جانتے ہیں وہ بھی انہی کے حکم میں ہیں اور یقیناً اہلسنت و جماعت سے خارج ہیں و در افضیول و راجحیو سے بھی بدتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ انکے پیچھے نماز درست نہیں اور جو نمازیں پڑھی ہیں انکو پھر پڑھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ ان کے اور سنیوں کے مابین عقد مناکحت بھی جائز نہیں حدیث میں ایسوں کے بارے میں فرمایا لا تجالسوہم ولا توادوہم ولا تشاربوہم ولا تنالوہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ زید جب عالم کہلاتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ ضرور ان کے اقوال سے واقف ہوگا اگر باوجود اس کے وہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات رکھتا ہے تو وہ انہیں میں سے اس کو ہرگز سنی عالم تصور نہ کیا جائے اور نہ اس کو اپنا پیشوا جانا جائے نہ اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بھدرک ضلع کٹک مرسلہ مولوی ابو تراب

حضرت غوث الثقلین جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش محفل میلاد النبی کے بعد بیان کی جائے اور قیام کیا جائے۔ یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکا مرتکب کیسا ہے اور اگر کوئی قیام بیان پیدائش غوث پاک میں کرے تو روکنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- حضور غوث پاک کی ولادت پاک کا بیان کیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں مگر بوقت بیان ولادت قیام نہ کیا جائے کہ یہ عرف مسلمین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان ولادت کیساتھ خاص ہے اگر دیگر بزرگان کیلئے بھی یہ کیا جائیگا تو میلاد شریف کی اہمیت و خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نگر یا سادات ضلع بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ایک خاکروب آیا اور کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں زید اسکو بلا پس و پیش مسلمان کر لیا۔ لہذا زید کا یہ فعل کیسا ہے اور بکرو و عمرو نے زید پر اعتراض کیا کہ یہ فعل بہت برا ہے اور زید کے ساتھ ہم کھانا پینا نہیں کریں گے اور دیگر مسلمانوں کو اشتعال دلایا کہ خاکروب کے مسلمان کرنے سے ہندو ہم سے ناخوش ہیں اور ہم کو حلیم تک دینا گوارہ نہیں کرتے۔ دیگر یہ کہ خالد اور حسن نے مخریہ اس نو مسلم سے برف منگوایا۔ اور خود اسکے ساتھ کھایا اور اس کو پان کھلایا اور کہا تم ہمارے بھائی ہو گئے ہم تمہاری ہر قسم کی امداد کریں گے تو بکرو و عمرو نے خالد اور حسن سے کہا کہ تم بھی بھنگی ہو گئے تمہارے ساتھ کھانا پینا اور سنگ ساتھ نہیں کریں گے کچھ مسلمانوں نے زید کی امامت پر اعتراض کیا کہ اسکے پیچھے اب نماز ناجائز ہے۔ ہم اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے مسلمانوں میں ایک سخت اشتعال پیدا کر دیا ہے وہ لوگ جاہل ہیں مگر سائل ہیں کہ عمرو و بکرو و دیگر مسلمان معترضین کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب :- زید نے اسے مسلمان کیا بہت اچھا کیا حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے
 لان یہدی بک اللہ رجلاً خیر مما طلعت علیہ الشمس - تیرے ذریعے سے اگر خدا تعالیٰ
 کسی کو ہدایت کرے وہ تیرے لئے اس سے بھی بہتر ہے کہ ساری دنیا تجھے مل جائے
 فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اور ایک کافر اس
 اسلام کی درخواست کرے وہ نماز چھوڑ کر اسے اسلام کی تلقین کرے۔ معلوم ہوا کہ تلقین
 اسلام کس درجہ اہم ہے کہ اسکی وجہ سے نماز توڑنے کی شرعاً اجازت ہے اور کیوں
 نہ ہو ایمان ہی اصل الاصول ہے اور تمام نیکیوں کی جڑ اور بنیاد ہے تقویٰ اور عمل صالح سب
 اسی پر موقوف ہیں ایمان لانا بیک حکم قرآن مجید نے کسی کافر قوم اور جماعت کیساتھ مخصوص
 نہیں رکھا ہے بلکہ ہر فرد انسان مکلف بہ ایمان ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت ایسی آیات
 ہیں جس سے یہ امر یقینی طور پر واضح اور ثابت ہے بلکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے
 ہے اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الف سلام و تحیۃ کا اجماعی مسئلہ ہے، قرآن مجید
 کا ارشاد ہے - یٰٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمْ - اس حکم عام سے کسی قوم یا جماعت کا
 استثناء نہیں۔ جو اسلام پیش کرنے کو برا بتاتا ہے وہ یقیناً قرآن و حدیث کے
 خلاف کہتا ہے اور ایسی چیز کو برا کہتا ہے، جس کو اللہ عز و جل و رسول صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے اچھا فرمایا ایسے شخص پر لازم ہے کہ تجدید ایمان کریں، اور اپنی عورتوں
 سے پھر نکاح کریں ان لوگوں نے ہندوؤں کی ناراضی کا خیال کر کے اپنے مسلمان بھائی
 سے مقاطعہ کا فیصلہ کیا اور اللہ عز و جل کے غضب و ناراضی کا خوف نہ کیا اور ان لوگوں
 کا یہ دوسرا جرم ہے اس سے بھی توبہ لازم، اور زید سے معافی مانگے جن لوگوں نے
 اس نو مسلم کیساتھ کھایا پیا اور مدد کا وعدہ کیا اور ان کا فعل شرعاً محمود و مستحسن ہے
 بیشک انکو یہی کرنا چاہیے، قرآن مجید میں فرمایا - اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ - سب
 مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں جن لوگوں نے انکو بھنگی کہا توبہ کریں اور ان سے

معافی مانگیں یہ تمام اعتراض کرنے والے اور مخالفت کرنے والے جب تک توبہ نہ کریں اور معافی نہ مانگیں اور جن کے متعلق تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ہے اس حکم کی تعمیل نہ کریں اور اشتعال سے باز نہ آئیں تو اون لوگوں کا خود مقاطعہ کیا جائے اور ان کے ساتھ کھانا پینا سلام و کلام میل و جول سب ترک کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی - ۲۲ جمادی الثانی یوم یکشنبہ ۱۳۵۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہے صرف وہی سنت و جماعت ہے باقی تمام اہل سنت سے خارج ہیں جو امام ابو حنیفہ کے مقلد نہیں۔ لہذا علماء سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ اور بزرگ بھی گزرے ہیں جو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد نہیں دوسرے مذہب کے تھے۔ لہذا کیا اس شخص کے کہنے سے حضرت پیران پیر دستگیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر بزرگ اہل سنت و جماعت سے خارج ہو سکتے ہیں اور اگر نہیں ہو سکتے ہیں تو ایسا شخص کس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے ؟

(۲) درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، یا نام آنے پر یہ سن کر انگوٹھ چومنا زیادہ افضل ہے، مہربانی فرما کر مع دستخط و مہر کے جواب مرحمت فرمایا جائے ؟ بینوا تو جروا

الجواب (۱) مذہب حق اہل سنت حسب اجماع اہل حق مذہب اربع حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ میں منحصر ہے، جو ان چاروں سے خارج ہے گمراہ اور بدوین ہے،

لے طحاوی علی الدر میں ہے۔ علیکم معاشر المومنین باتباع الفرقة الناجية المماسة باهل السنة والجماعة
(بقیہ الاصحیح)

ہمارے اس ملک میں فرقہ اہلسنت صرف مقلدین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا گروہ ہے
حنفیہ کے علاوہ اگر دوسرے لوگ یہاں ہیں تو وہ رافضی ہے یا وہابی غیر مقلد
یا دوسرے گمراہ فرقہ کے لوگ ہیں، غالباً اس کہنے والے کا یہی مطلب ہو گا کہ
اس زمانہ اور اس ملک میں اہلسنت صرف مقلدین امام اعظم ہیں، ورنہ آج بھی
دوسری جگہ شافعی بھی ہیں اور مالکی اور حنبلی بھی۔ اور ہماری طرح وہ بھی سنی ہیں
یوں ہی زمانہ سابق میں چاروں مذاہب کے متبعین ائمہ و اولیاء گزرے ہیں جن
سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس شخص کا وہی مقصد ہے جس کو سائل نے
ذکر کیا کہ سوائے حنفیہ کے دوسرا شخص سنی ہی نہیں۔ تو یہ نری جہالت ہے اور
بہت شدید یہودہ کلمہ ہے اور کھلی ہوئی ائمہ و پیشوایان مذاہب کی تضریل اور اس
صورت میں شخص مذکور پر تو بہ فرض ہے اور تو بہ نہ کرے تو وہ خود گمراہ ہے، ایک
بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی شخص کا اپنے کو مقلد بتانا اور بظاہر تقلید کا دعویٰ
کرنا سنی ہونے کیلئے کافی نہیں ہے، بہتر ہے مقلدین ائمہ اربعہ کہلانے والے بھی
سنی نہیں بلکہ گمراہ گراور بد مذہب ہیں، زمانہ سابق میں معتزلہ اپنے کو حنفی کہتے تھے
اور تقلید امام اعظم کا دم بھرتے تھے۔ مگر یقیناً وہ سنی نہ تھے بلکہ خود بھی وہ اپنے کو

بقیہ حاشیہ ۴۸۴ کا :- فان نصرة الله وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته
في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون
والشافعيون والحنبلون رحمهم الله ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان
فهو من اهل البدعة والنار اه ج ۴ ص ۱۵۳ - والله تعالى اعلم
لہ بالعموم ایسا ہی ہے، ویسے بعض علاقوں میں مقلدین امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں،
جیسے کیرالا میر۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

سنی نہیں کہلاتے تھے۔ اپنا نام ”اصحاب العدل والتوحید“ رکھتے تھے، اسی طرح اس زمانے میں بھی بہت سے لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں مگر وہ سنی نہیں مثلاً وہابیہ کہ باوجود دعائے خفیت یقیناً اہلسنت سے خارج بلکہ انہیں اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے یا ایسے کو مسلمان جاننے والے تو مسلمان ہی نہیں، یہی حال دیگر مذاہب کے متبعین کا بھی ہے چنانچہ نجدی اپنے کو حنبلی کہتے ہیں مگر اس سے وہ سنی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ خارج اہلسنت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) درود شریف عمر میں ایک بار فرض اور ہر مجلس میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو ایک بار پڑھنا واجب اور بعض علماء کے نزدیک جتنی مرتبہ نام اقدس لے یا سنے ہر بار واجب ہے۔ مگر اصح یہ ہے کہ ایک بار واجب اور ہر بار مستحب ہے اذان میں نام اقدس سنکر انگوٹھا جو منا مستحب ہے۔ اور دوسرے موقع پر بھی ممانعت نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی تعظیم ہے

لے در مختار میں ہے۔ وہی فرض مرة واحدة اتفاقاً فی العمر، واختلف الطحاوی والکرمی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والمختار عند الطحاوی تکراراً ای الوجوب کما ذکر، ولو اتحد المجلس فی الامسح، والمذهب استحبایہ ای التکرار، وعلیہ الفتویٰ والمعتمد من المذهب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقی۔
علامہ شامی نے محقق ابن ہمام کے حوالہ سے تحریر فرمایا۔

مقتضى الدلیل افترا ضہا فی العمر مرة وایجابہا کما ذکر
الا ان يتحد المجلس فيستحب التكرار بالتكرار فعليك به اتفقت
الاقوال أو اختلفت اهـ۔ (ج ۱ ص ۳۸۱ کتاب الصلوة) واللہ تعالیٰ اعلم
آل مصطفیٰ مصباحی

لہذا تعظیم کرنے والا مستحق اجر و ثواب ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت یا خطبہ میں نام اقدس سننے تو اس وقت اس کے سننے کی طرف متوجہ رہے اور کوئی حرکت نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از پھیونند ضلع اٹا وہ آستانہ عالیہ صمدیہ جامع مسجد حضرت مولانا الاعظم سید مصباح الحق صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ زید نے ایک کتاب سیرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں لکھی ہے اور مدعی ہے کہ کتاب انتہائی تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ نیز مدعی ہے کہ وہ صوفی مشرب و اہلسنت و جماعت سے ہے۔ اس میں سے اقتباسات ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) ص ۲۰۲: حق یہ ہے کہ حضرت ابوالبشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمہ کا انسان ہی پیدا نہیں ہوا؟

(۲) ص ۲: یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین خلق بعد الانبیاء اور ان میں عشرہ مبشرہ کو بہترین صحابہ اور ان میں خلفائے اربعہ کو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں مگر ان میں جناب امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو من جہت جامعیت فضائل دینی و دنیوی علمی و عملی و ظاہری و باطنی مجازی و حقیقی منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔

(۳) ص ۵: ان سے (یعنی شیعہ) اہلسنت و جماعت نے مناظرہ کئے تو مناظرہ کے نشق میں اپنے اصل فرض سے ہٹ کر شیعوں کی ضد پر جناب امیر علیہ السلام کی تنقیص کی جرأت کرنے لگے نعوذ باللہ منہا اور ان پر جھوٹ الزامات اور زمانہ خلافت کے فتن و حوادث پر نکتہ چینی کے ساتھ ان حوادث اور فتن کو جناب امیر کی کمزوری خلافت پر محمول کرنا اور ان کے مخالفین خصوصاً معاویہ اور

ان کے ساتھیوں اور یزید کے بد فعل کو خالصا بوجہ امیر ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا مقتضائے سنیت قرار دے لیا۔

(۴) ص ۲۵۴: جنگ جمل کے متعلق لکھا۔ یہ ایک ایسی لڑائی ہے جس میں غلط رو سے اجتہاد کا برے سے برا پہلو اچھے سے اچھے لوگوں سے ظہور پذیر ہوا۔

(۵) ص ۲۵۵: حضرت امیر معاویہ کی نسبت لکھا۔۔۔ درحقیقت ان کو جناب امیر و خاندان رسالت سے بغض تھا۔ پھر لکھا جناب امیر آنحضرت کے محبوب ترین اصحاب میں سے تھے۔ اور حضرت نسبت ولایت بھی رکھتے تھے۔ قرابت و محبت و فضل و شجاعت وغیرہ میں اپنے زمانہ میں بے بدل تھے۔ اور آنحضرت کے کمالات ظاہری و باطنی کا بہترین نمونہ اور مرتبہ ولایت محمدی کے حامل۔ ان وجہوں سے یہ ضروری تھا کہ جس طرح آنحضرت کو ابوسفیان نے تکلیفیں پہونچائیں اسی طرح ان کے بیٹے معاویہ آنحضرت کے محبوب و ولد نبوی جناب امیر کو بھی تکلیفیں پہونچائیں۔

(۶) ص ۲۵۹: جو دیرینہ مخالفت معاویہ کو جناب امیر سے تھیں اس میں جذبہ انتقام نے جو کسی زمانہ میں عرب کا ایک شریفانہ جذبہ سمجھا جاتا تھا۔ بہت کچھ جوش پیدا کر دیا مقتولین بدر میں ولید بن عقبہ، عتبہ، حنظلہ بن ابی سفیان جناب امیر کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں سے حنظلہ معاویہ کا بھائی ولید انکا حقیقی ماموں اور عتبہ نانا تھا۔ جو واقعات جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبہ انتقام بھی پنہاں تھا۔

(۷) ص ۲۵۶: معاویہ کو مجتہد ماننے کیلئے کوئی دلیل موجود نہیں، ان کے اجتہاد کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا ابن ملجم اشقی الاخرین کو قتل جناب امیر میں مجتہد قرار دینا؟

(۸) ص ۳۶۹: معاویہ کے دنیا دار تھے انکا مطلع نظر صرف دنیاوی حکومت تھا۔ اور اس غرض سے انھوں نے کوئی کوتاہی کسی معیوب سے معیوب فعل کے کرنے میں نہیں کی؟

(۹) ص ۳۷۱: اگر کتب اسما الرجال بغور دیکھیں جائیں تو معاویہ کے ہمراہ جو چند صحابہ نظر آئیں گے وہ عمرو بن العاص۔ نعمان بن بشیر۔ مسلمہ بن مخلد کے مثل مسلمین فتح مکہ میں سے نظر آئیں گے جن پر صاحب فتح مغیث کی تاریخ کے مطابق صحابی کا اطلاق نہیں ہو سکتا؟

(۱۰) ص ۳۷۹: امام شافعی بعض صحابہ سے اس قدر بد اعتقاد تھے کہ ان کی شہادت قابل قبول نہ سمجھتے تھے، اسی وجہ سے اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا کہ چار صحابہ کی روایت مقبول نہیں عمرو بن العاص، مغیرہ ابن شعبہ، زیاد معاویہ (۱۱) ص ۳۸۱: آنحضرت نے لفظ صحابی سے ہرگز وہ معنی سراو نہیں لئے جو عام طور سے سمجھے جاتے ہیں، ہم اپنی اس بحث کو ایک مثال سے واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت خالد بن ولید سے کسی بات پر تکرار ہوئی آنحضرت کو جب اس کی خبر ہوئی تو آنحضرت نے حضرت خالد سے ارشاد فرمایا کہ اے خالد تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اے خالد میرے اصحاب کو برا مت کہو اگر تم میں سے کوئی احدیہا کے برابر سونا خرچ کرے گا تب بھی ان کی برابری نہ کر سکے گا۔ اب اگر صحابی کی وہ تعریف رکھی جائے جو عوام میں شائع و رائج ہے۔ تو پھر حدیث بلا معنی ہوئی جاتی ہے۔ اس لئے کہ عام تعریف کے مطابق حضرت خالد پر لفظ صحابی کا اطلاق قطعاً ہو سکتا ہے پھر آنحضرت نے حضرت خالد سے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے۔ لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت

نے لفظ صحابہ سے ایک خاص گروہ سرا دلیا ہے۔ جن میں حضرت خالد کی سی شخصیت کا بھی گزرنہ تھا۔ تو پھر ہم کو دوسری احادیث میں بھی اسی محدود معنی میں استعمال کرنا ہوگا اس کے خلاف کوئی تاویل غلط ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جب آنحضرت نے حضرت خالد کو گروہ صحابہ میں نہیں لیا تو پھر یہ کہنا کہ معاویہ اور ان کے رفقاء یا متبعین لفظ صحابہ میں آسکتے ہیں صریح زیادتی ہے۔

(۱۲) ص ۳۵۹: خود یہ دلیل کہ معاویہ صحابی تھے واقعی کوئی دلیل ان کی برأت کی نہیں ہو سکتی اس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ کوئی دلیل ان کی برأت کی موجود نہیں۔ نہ ہی نقطہ نظر سے کسی کو ساکت کرنا کوئی دلیل نہیں ہوا کرتی نہ ایسے دلائل کی کمزوری صاحبان نظر سے مخفی رہی جاسکتی ہے؟

(۱۳) ص ۳۸۲: جب نوبت اس کی پہنچ جائے کہ بحث میں نہ جائے دلائل پیش کرنے کے۔ عقیدہ خوف و اعدا اور دیگر احساسات پر بھروسہ ہونے لگے تو پھر ایسی بحث کا کیا ٹھکانہ۔ بہ الفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاویہ کے متعلق کوئی دلیل تو ہمارے پاس نہیں ہے مگر تم کو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مستحق جہنم ہوئے جاتے ہو اس لئے ڈرو اور ڈر کر سکوت اختیار کرو۔ اس قسم کی حجت یا دلیل از قسم خطابیات ہے نہ برہانیات، ایسی لا یعنی دلیل پر اکتفا کرنا ایتان حجت سے عجز کی دلیل ہے؟

(۱۴) ص ۳۹۱: ان واقعات و حالات کی بنا پر اگر معاویہ سے اظہار نفرت کیا جاتا ہے جیسا کہ وحشی قاتل حمزہ سے آنحضرت کا اظہار نفرت ثابت ہے پھر لکھا کہ جب آنحضرت ایسی بے مثل ذات کے قلب اقدس نے اسکو گوارہ نہ کیا تو پھر عوام معاویہ کی طرف سے بمقابلہ جناب امیر و جناب امام حسن علیہما السلام اظہار نفرت کیوں مطعون سمجھے جاتے ہیں؟

(۱۵) ص ۳۹۲: حضرت معاویہ کو لکھا۔ کہ بدن میں چربی بہت بڑھ گئی تھی شراب کا شغل بھی جاری رہتا تھا؟

(۱۶) ص ۳۹۲: معتبر تاریخیں ان کے مصائب سے بھری ہوئی ہیں غرض کہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین چھڑا کر تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات و معاصی میں مبتلا کر دیا مسلمانوں کو ان کے جعل سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور ان سے پناہ مانگنا چاہئے۔ ذلک ھدی اللہ یمھدی بہ من یشاء من عبادہ ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔

(۱۷) ص ۴۶۷: آج تک بہت سے حضرات بوجہ حب معاویہ و بغض جناب امیر اس خطا میں معاویہ کو مجتہد مانتے چلے آ رہے ہیں اور اس آیت شریفہ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَشَوٰهُ غِشْوَةًؕ کا مصداق بن رہے ہیں۔ فنعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد والقول وھو۔ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِؕ فلا قوۃ الا باللہ ولا حول وھو غلیم بنیات النواصب والحرور۔

(۱۸) ص ۴۷۷: وراثت کے اصول سے آنحضرت کی دنیاوی خلافت کا استحقاق حقیقتاً نہ حضرت ابو بکر کو حاصل تھا۔ نہ جناب امیر کو۔ از روئے استحقاق سب سے اول حق حضرت شاہ امام حسن کا تھا۔ ان کے بعد حضرت حسین کا، اسکے بعد پھر ان کی اولاد کا عرب کے لئے بلاشبہ سب سے بہتر یہی اصول تھا۔ اگر کیا جاتا؟

(۱۹) ص ۴۰۲: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو یہ کہ فذک کے معاملہ میں ان سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی وہ مجتہد تھے معصوم نہیں تھے، اور المجتہد قد یخطئ وقد یمصیب۔

بنا پر الزام قائم کرنا صحیح ہو تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔ دوسروں سے برہان قطعی
 کا مطالبہ اور خود وہمیات پر دلائل مبنی کرنا مصنف کی سراسر زیادتی ہے۔ مک صحیح بخاری
 دیکھو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد پڑھو معلوم ہو جائیگا کہ وہ مجتہد
 تھے، اس سے بڑھ کر اجتہاد کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ صحابہ و تابعین نے انھیں
 مجتہد تسلیم کیا۔ ۸۔ وہ معاذ اللہ بقول زید ہر قسم کے عیوب میں ملوث تھے باوجود
 اس کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی خلافت و حکومت تسلیم کی
 یہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن نہیں بلکہ مدعی محبت اہلبیت کرام
 پر بھی طعن کر رہا ہے۔ ۹۔ اگر زید کا قول صحیح بھی ہو تو کیا مسلمین فتح مکہ مسلم نہ
 تھے انکا اسلام شرعاً معتبر نہ تھا، آج تیرہ سو برس بعد والے مدعیان اسلام
 ان مسلمانوں کے اسلام پر طعن کریں جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسلام قبول کیا غزوات کئے شرف صحبت سے
 مستفیض رہے قرآن مجید پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمین فتح مکہ کے
 بارے میں کیا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ
 مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَالَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا
 وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۰ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو دو قسم
 پر منقسم فرمایا مومنین قبل فتح اور بعد فتح اور اول کو دوم پر فضیلت دی پھر یہ
 بھی فرمادیا کہ دونوں کے ساتھ اس نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اس کے ساتھ
 یہ جملہ بھی فرمایا واللہ بما تعملون خبیر جس سے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے
 کسی عمل کا صادر ہونا مانع وعدہ الہیہ نہیں ہے۔ اب قرآن ہی میں دیکھئے
 کہ جن کیلئے وعدہ حسنی ہے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ
 لَهُمْ مِنَ الْحُسْنَىٰ أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْعَوْنَ حَيْثُ سَمَّا وَهُمْ فِي مَا اُسْتُمِتْ

مخبر صادق کا ارشاد ہے، حضرت ابو بکر نے نص قرآنی میں یَوْمَئِذٍ اللَّهُ فِيْ اَزْلَاجِكُمْ
لِلَّذِكْرِ مِثْلُ مِثْلِ الْاُنْتِثَانِ کے مقابلہ میں حدیث ماترکتہ الامدقۃ پر عمل کیا؟
یہ مشتے نمونہ از خردارے ہے لہذا مصنف کا یہ دعویٰ کہ صوفی و سنی ہے
قابل قبول ہے یا نہیں؟ عمر و کہتا ہے کہ کتاب ہذا میں جو کچھ لکھا ہے مطابق اہلسنت
وارشادات سلف صالح امت ہے یہ کہنا صحیح ہے یا غلط اور اس کتاب کو صحیح کہنے
والے اور اچھا جاننے والے کا کیا حکم ہے۔ بنیوا تو جروا

الجواب :- سوال میں زید کے جو کچھ اقوال مذکور ہیں ان سے زید کا صوفی مشرب
ہونا درکنار وہ سنی بھی نہیں ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکھنے کے مطابق غالی
رافضی ہے۔ بلکہ بعض باتیں تو ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کے قلم سے نہیں نکل سکتیں
اسکے پہلے قول سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
انبیاء پر فضیلت دیتا ہے جو یقیناً کفر ہے۔ دوسرا قول خود پہلے قول کے مناقض
ہونے کے باوجود عقیدہ اہلسنت کا مخالف ہے کہ تفصیل الشیخین حضرات
اہلسنت کا متفق علیہا عقیدہ ہے۔ اور زید اس کے خلاف حضرت مولیٰ کو شیخین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے۔ ۳۔ محض اقرار ہے اہلسنت نے ہرگز مولیٰ
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص نہ کی ہے۔ نہ اسے جائز جانتے ہیں کسی خارجی
نے سنیت کے نام پر کہیں ایسا کیا ہو تو اسے اہلسنت کا فعل نہیں قرار دے
سکتے۔ البتہ زید خود امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کر کے اپنا رافضی ہونا
ثابت کرتا ہے۔ ۴۔ میں بھی کھلا ہوا طعن موجود ہے۔ خصوصاً یہ کہنا کہ ان کو
خاندان رسالت سے بغض تھا مصنف کی صریح بدگمانی پر دلیل ہے۔ ان بعض
الظن اثم میں داخل ہے۔ یہ وہی مقولہ ہے جو ہمیشہ سے رافضی کہا کرتے ہیں
سنی بنکر مصنف نے اپنا عقیدہ رخص ظاہر کیا ۵۔ بلا دلیل محض اپنی بدگمانی کی

أَنفُسُهُمْ خُلْدُونَ۔ دونوں آیتوں کو ملا کر نتیجہ نکالنے معلوم ہو جائے گا کہ یہ طعن کرنے والا کیا کہتا ہے۔ اور اس کا کیا حکم ہے اگر کسی نے صحابہ کی ایسی تعریف کی جس سے بعض صحابہ خارج ہو جائیں، تو اس کی بات کہاں تک معتبر ہو سکتی ہے جب کہ خود حدیث میں خیر القرون یا من رأى غیرہا الفاظ موجود ہیں، یوں تو روافض خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تفضیل و تفسیق بلکہ معاذ اللہ تکفیر تک کرتے ہیں۔ تو کیا ان کا محض کہہ دینا کوئی حجت ہو سکتا ہے، اگر اس قسم کے لغویات کا نام استدلال ہو تو دین ہی کو خیر باد کہنا ہو گا۔ مگر یہ عجیب منطق ہے کہاں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ اور کہاں صحابہ کرام کا زمانہ، تاریخ کے فدائی کو یہ بھی نہ سوچھا کہ امام شافعی کے زمانہ میں صحابہ تھے ہی کہاں جو شہادت دیتے، اور امام شافعی انہیں نامقبول فرماتے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ مذکورین کی روایت کا نام معتبر ہونا بھی بالکل افتراء ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں خالد بن ولید و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بالکل ذکر ہی نہیں، اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے شعبہ اور وکیع نے جو روایت کی اس میں بھی خالد بن ولید و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں خود صحیح مسلم میں ہے۔ وکیع فی حدیث شعبۃ و وکیع ذکر عبد الرحمن بن عوف و خالد بن ولید۔ پھر اس حدیث کے ترجمہ میں اسے خالد کا لفظ ذکر کرنا صریح تحریف و زیادتی ہے۔ حدیث میں یا خالد نہیں ہے بلکہ حضور کا ارشاد لاتسبوا سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اگر اس حدیث سے ثابت ہوا تو فقط اتنا کہ حضرت خالد کو صحابہ کے برا کہنے سے منع کیا جاتا ہے نہ یہ کہ حضرت خالد صحابی نہ تھے۔ کیا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی بدگوئی

سے منع کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جس کو منع کیا جاتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو صرف یہی صحابہ نہیں بلکہ بڑے بڑے صحابہ کی صحابیت سے انکار لازم آئے گا۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین کچھ مناقشہ ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے معافی چاہی، انھوں نے معاف نہ کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ندامت ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر گئے، ان کو نہ پایا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت ابوبکر سے معافی مانگیں اور صفائی ہو جائے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عن ابی الدرداء قال کنت جالساً عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قبل ابوبکر اخذاً بطرف ثوبہ حتی ابد عن رکتیہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی کان بنی وبنی ابن الخطاب شئی فاسرعت الیہ ثم ندمت فسئلته ان یغفر لی فابی علی ذالک، فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابابکر ثلاثاً ثم ان عمر ندم فأتی منسراً ابی بکر فسأل اشقر ابوبکر قالوا لا فأتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجعل وجہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتمعّر حتی اشفق ابوبکر فجثا علی رکتیہ فقال یا رسول اللہ، واللہ انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان بعثنی الیکم فقلتم کذبت۔ قال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ فهل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اودی بعدھا۔

اس حدیث میں حضور نے تمام گروہ صحابہ کے مقابلہ میں صرف حضرت ابوبکر کو اپنا صاحب فرمایا۔ تو جس طرح حضرت عمر وغیرہ باوجود اس ارشاد کے

اے بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۷۔ باب مناقب المهاجرین۔ مصباحی

صحابہ سے خارج نہیں حضرت خالد وغیرہ کو کیونکر صحابہ سے خارج کیا جاسکتا ہے پھر اگر کسی قرینہ کی بنا پر اس حدیث میں لفظ اصحابی کسی مخصوص گروہ میں مستعمل ہو تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ دوسری جگہ اگرچہ قرینہ نہ ہو تخصیص کی جائے۔ اگر تخصیص کا یہی قاعدہ رہے تو تمام اصول و فروع درہم برہم ہو جائیں گے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں صحابی کی تعریف فرماتے ہیں۔ و من صحب

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أو رآه من المسلمين فهو من اصحابه، لہذا حضرت خالد و امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً صحابہ میں سے ہیں۔ مہمل تاویلات سے انکی صحابیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ فانہ قد صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بخاری شریف کی روایت ہے اس سے زیادہ اصحابیت کا کیا ثبوت چاہیے ہاں یہ مسلم ہے کہ جو صحابہ کرام قبل فتح مکہ مشرف باسلام ہوئے وہ بعد والوں سے افضل ہیں مگر فتح مکہ میں ایمان لانا باعث طعن نہیں بلکہ وہ بھی ان بشارتوں کے مستحق ہیں۔ جو قرآن و حدیث میں صحابہ کیلئے وارد ہیں۔ ۱۲ نری مہمل و بیہودہ بات ہے کہ یہ کوئی دلیل نہیں آخر دلیل کس کو کہتے ہیں پھر یہ کہنا کہ مذہبی نقطہ نظر سے ساکت کروینا دلیل نہیں ہوا کرتی یہ اس قائل کا مذہب پر شدید حملہ ہے یعنی مذہبی باتیں قابل اعتبار و اعتقاد نہیں نہ وہ دلائل سے ثابت ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

۱۳ یہ کلام بھی مہمل ہے جس کے نزدیک عقیدہ کوئی چیز نہ ہو اور وہ مقام استدلال میں پیش ہی نہ کیا جاسکے۔ تو اس کی گمراہی میں کیا شک ہے عقیدہ پیش کرنے کا حاصل یہ بتانا کہ اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا ما حاصل یہ ہے کہ عقیدہ لغو چیز ہے جس کے خلاف دلائل قائم ہیں

پھر یہ کہ اسکو از قسم خطابیات قرار دیکر لایعنی بتایا۔ قائل کو یہ بھی پتہ نہیں کہ خطابیات کسے کہتے ہیں۔ اور برہانیات کیا ہیں کیا جو دلائل از قسم برہانیات نہیں ہیں وہ لایعنی ہیں اور خود جن چیزوں سے استدلال کرتا ہے صرف وہ معتبر ضہین کے مہمل اقوال ہیں جن میں بیشتر حصہ مرفوعات کا ہے۔ یہ تو براہین ہوں اور جو اموریات واحادیث سے ثابت ہوں وہ اس کے نزدیک لایعنی۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱۴۔ کیا حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔ اور جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو جو کچھ انھوں نے زمانہ کفر میں کیا۔ وہ معاف نہ ہوا۔ آیتہ کریمہ والذین یدعون مع اللہ الیہا آخر۔ سے کیا یہ ثابت نہیں کہ توبہ کے بعد مواخذہ نہیں۔ پھر اظہار نفرت کی نسبت کتنی سخت لغویات ہے۔ صرف بات اتنی تھی کہ حضرت وحشی کو دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آتا۔ اور ان کی یاد سے غم پیدا ہوتا۔ اس لئے حضور نے ان کو حکم دیا کہ تم کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اسکو اظہار نفرت سے تعبیر کرنا سراسر غلطی ہے۔ ۱۵۔ اس کا یہ جواب کافی ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ افترار کرنا مؤمن کا کام نہیں۔

۱۶۔ وہ کونسی معتبر تاریخیں ایسی ہیں جو احادیث و ائمہ دین کے اقوال کے مقابل میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور ان تاریخی روایات کو اتنی اہمیت دی جاسکتی ہے کہ ان کی وجہ سے اقوال ائمہ بلکہ احادیث کو رد کر دیا جائے۔ انھیں بے سرو پا باتوں کو برہان کہا جاتا ہے جن کے لئے نہ کوئی سند ہے نہ ثبوت۔ ۱۷۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد کہنا اس قائل

کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کی بنا پر ہے، یعنی معاذا اللہ تمام اہلسنت اس کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اسلئے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فاصاب انہ فقیہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد صاف واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے کیونکہ اصطلاح قدماء میں لفظ فقیہہ غیر مجتہد کھیلے نہیں بولا جاتا۔ جیسا کہ کتب اصول فقہ وفقہ میں اس کی تصریح موجود ہے، اب اس کہنے والے سے کوئی پوچھے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے اس کا کیا فتویٰ ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ واما معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء واما العزیز التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها وکلهم عدول ومتأولون في حروبهم وغيرها ولم يخرج شئ من ذالك احدا منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء وغيرها ولا يلزم من ذالك نقص احد منهم۔

یہ ائمہ جو مجتہد ہونے کی تصریح کرتے ہیں معاذا اللہ اس شخص کے نزدیک دشمنان الہبیت ہی ایسا قول کرے گا۔ مگر افسنی کہ اس قسم کے افتراء کے عادی نہیں ہے۔

۱۵ اولاً صرف اس نے ابو بکر کیلئے دنیاوی خلافت بتائی جو کسی سنی کا

۱۵ نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ کتاب فضائل الصحابہ۔ مصباحی

قول نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً خلافت کوئی مال نہیں جس میں وراثت جاری ہو اور اگر وراثت ہی کے اصول پر خلافت ہوتی تو حضرت امام حسین کیونکر وراثت تھے۔ وراثت حضرت فاطمہ تھیں جو ذوالفروض سے نہیں یا حضرت عباس تھے جو عصبہ تھے نہ کہ حضرت امام حسن کہ ذوی الارحام میں تھے اور اگر خلافت میں وراثت ہی جاری ہو اور ذوی الارحام کا حق ہو تو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی ایک ساتھ مستحق ہوں گے نہ کہ کے بعد دیگرے اور دونوں حضرات کا بیک وقت خلیفہ ہونا جن قبائح پر مشتمل ہو گا وہ اہل نظر پر مخفی نہیں، اس شخص نے تو روافض سے بھی اپنا نمبر بڑھا دیا کہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقدار بتاتے ہیں اس نے حضرت امام حسین کو ایک دم محروم کر دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

۱۹۔ المجتہد قد یخطئ الخ کو حدیث بتانا نادانی ہے اور حدیث ماترکنا الخ کو آیت یومئذ لا یجوز للفرس و مقابیل بتانا جہالت ہے، وقف و صدقہ میں کہیں وراثت جاری ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں تو اس مسئلہ میں خطا بتانا قائل کی سخت غلطی ہے اور یہ وہی ہے جو روافض کہا کرتے ہیں بالجملہ ان اقوال مذکورہ کا قائل ہرگز سنی نہیں بلکہ وہ رافضی تبرائی ہے اگرچہ وہ اپنے کو سنی کہتا ہو۔ بلکہ یہ اس کا تقیہ ہے کہ ایسے اقوال خبیثہ کہنے کے بعد وہ اظہار سنیت کرتا ہے۔ جو اس کے ان اقوال پر مطلع ہو کر کتاب کہ اچھا بتائے وہ اسی کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد خلیل احمد صاحب محلہ ڈکيا ۱۰۰۰ الف بنارس کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قوم و برادری کے چودھری سردار ہیں لیکن ان کے افعال یہ ہیں کہ کھلم کھلا سر بازار

تاڑی و شراب پیتے ہیں کئی بار زنا کرتے ہوئے پائے گئے ابھی بالکل حال کا واقعہ ہے کہ زنا کرتے ہوئے لوگوں نے گرفتار کیا ہے اس کے قبل کتنی مرتبہ قوم و برادری کے لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ ایسا فعل نہ کرو کیونکہ ہم لوگوں کو شرمندگی ہوتی ہے لیکن اسکا کچھ اثر نہ ہوا حتیٰ کہ آخری بار اس حیلہ کیساتھ انکار کیا کہ شراب نوشی کے ترک سے ہماری تندرستی خراب ہو جائے گی اور جب نماز کیلئے کہا گیا تو صاف لفظوں میں جواب دیا کہ جو شخص نماز پڑھے گا وہ اپنے لئے پڑھے گا۔ اس سے بھی انکار ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب علماء کرام سے بصداوب التجا ہے کہ حالات مذکورہ بالا میں ہم اہل برادری ان کی برادری نہ اتباع کر سکتے ہیں یا ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے اور جو لوگ ایسے شخص کی اتباع کریں وہ قابلِ مواخذہ عند اللہ ہوں گے یا نہیں؟ مکرر استدعا ہے کہ جواب مع دلیل و نقل عبارت ارقام فرمادیں مشکور ہوں گے۔ و عند اللہ ماجور ہوں گے؟

الجواب :- جب وہ شخص زانی و شراب خور و تارک نماز ہے تو بلاشبہ فاسق و فاجر ہے ایسے شخص کو قوم کا چودھری و سردار بنانا ناجائز ہے کہ چودھری کا عہدہ اعزازی عہدہ ہے اور فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے غنیہ شرح منیہ میں امامت فاسق کے متعلق تحریر فرمایا۔ فی تقدیہ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً، بعنیہ یہی بات چودھری بنانے میں ہے ایسا شخص اس کا مستحق ہے کہ مسلمان اس سے میل جول ترک کر دیں جب تک ان حرکات سے باز نہ آئے اس کو برادری سے علاحدہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُمُ النَّارُ اور فرماتا ہے۔

وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد حبیب اللہ خاں سفیر انجمن اہل اہل مکاتیب (گورکھپور)

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ معرفت پوسٹ ماسٹر بھٹنی ضلع گورکھپور

یہ تحریر خواب ایک عاشق رسول کی ہے جو چیف انجینئر ساسا موسا مل ضلع سارن کے وہاں خانسا مان ہے مولانا اشرف علی صاحب نے گول جواب دیا ہے۔ اسلئے آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں مفصل پڑھکر تعبیر تحریر فرمائیے ورنہ جس شخص کی خدمت میں روانہ کر نیکیو فرمائیے روانہ کر دیا جائے۔ (نقل تحریر جو کہ ابتداء مولوی اشرف علی کے نام بھیجی گئی تھی) مجمع اوصاف جناب مولانا مرثیہ نا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف گزارش خدمت یہ ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی مفصل کیفیت ذیل میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اسکی تعبیر جو قرآن و احادیث کے مطابق ہو تحریر فرمایا جاوے۔ مجھکو ایک اچھے آدمی نے بتلایا کہ تم درود شریف کثرت سے پڑھا کر دو میں ان کے بتانے پر درود شریف کثرت سے پڑھنا شروع کیا مگر بعض بعض دن ناغہ بھی ہو گیا۔

جس شخص نے مجھکو درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا انھوں نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس درود شریف کی فضیلت سے تم آنحضرت صلم کو خواب میں دیکھو گے میں برابر درود شریف پڑھتا رہا مگر حضور صلم کو خواب میں نہیں دیکھا۔ امسال بعد رمضان کا واقعہ ہے کہ میری طبیعت کچھ علیل ہو گئی تھی جس کی وجہ سے میری ایک ہفتہ کی نماز و درود شریف وغیرہ قضا ہو گئی تھی، اور میرا جسم بھی پاک و صاف نہیں تھا۔ ایسی حالت میں میں نے حضور صلم کو خواب میں دیکھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چند آدمی قبر میں دفن کر رہے ہیں جس میں دو لڑکے بھی ہیں لڑکوں کی عمر اندازاً ۱۱-۱۲ برس ہے اور لباس لڑکوں کا یہ ہے کہ پانجامہ و اچکن سر پر گول ٹوپی۔ میں نے بھی ہاتھ میں مٹی لیا اور اپنے دل میں ارادہ کیا کہ یہ لوگ یہاں سے ہٹ جاویں تو میں حضور صلعم کے چہرہ مبارک کو دیکھوں میرے دل میں یہ ارادہ ہونے ہی کے ساتھ وہ لوگ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے جب ہم یہ دعا بسم اللہ و علی ملتہ رسول اللہ پڑھ کر مٹی دینا چاہا تو پھر میرے دل میں خیال ہوا کہ میں تو حضور صلعم کو مٹی دے رہا ہوں یہ دعا کیوں کر پڑھوں اگر کسی دوسرے کو مٹی دیتا تو ملت رسول اللہ کہتا اس خیال نے مجھ کو مٹی نہیں دینے دیا اور میں نے اپنے ہاتھ سے مٹی باہر پھینک دیا بعدہ میں نے قبر شریف میں جھک کر حضور صلعم کے چہرہ مبارک کو دیکھا پھر میرے دل میں خیال ہوا کہ حضور صلعم کے دندان مبارک کو بھی دیکھیں میں نے حضور کے دندان مبارک کو بھی دیکھا اس کے بعد خیال ہوا کہ پاؤں مبارک کو بھی دیکھیں میں نے حضور صلعم کے پاؤں مبارک کو جب دیکھنے لگا تو دیکھا کہ ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا حضور کے پاؤں مبارک میں کافور مل رہا ہے پاؤں مبارک ناخن سے لیکر گھٹنہ تک کھلا ہوا ہے اسی شمار میں میں نے حضور صلعم کے ناخن مبارک کو بھی دیکھا جو بہت خوبصورت اور اچھی طرح کل ناخن گول گول تراشا ہوا ہے میں نے یہ بھی دیکھا کہ جس کفن میں آپ دفن کئے گئے ہیں اس کا رنگ ہلکا بادامی ہے اور کپڑا باریک ہے اور جس طرح مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے بجنسہ حضور صلعم کے بھی نقش مبارک کو رکھا گیا ہے اس کے بعد جب میں وہاں سے چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ کربلا میں اپنے ہاتھوں میں کتاب لئے ہوئے اور پڑھتے جا رہے ہیں میں نے بھی کربلا کی طرف چلنے کا ارادہ کیا مگر میرے دل میں خیال ہوا کہ یہ لوگ جھوٹ وغیرہ کی کتاب

ٹڑختے ہونگے اور اسی خیال نے مچھلو کر بلا تک نہیں جانے دیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور اس خواب سے بیدار ہو کر سخت حیران ہوا یہ خواب دیکھے ہوئے چھ مہینہ ہو گیا مگر جو کچھ لکھا گیا ہے ایک دم صحیح ہے کیونکہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ ابھی تک ٹھیک یاد ہے یہ خواب میں نے شوال المکرم کے مہینہ میں قریب دو یا تین بکے رات میں دیکھا ہے اس خواب کے بعد سے اب تک میں نے کبھی کوئی نماز قضا نہیں کی ہے اور درود شریف بھی کثرت سے پڑھتا ہوں ؟

الجواب :- حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا، ایسے خواب تعبیر طلب نہیں ہوتے کہ یہ خواب ایسا نہیں کہ دیکھی جائے ایک چیز اور اس سے اشارہ ہو دوسری چیز کی طرف۔ حضور کا یہ کرم خاص ہے جسے غلام کو چاہیں نوازیں جس طرح ایک نیوکار کو نوازتے ہیں کبھی ایک گنہگار پر وہی کرم فرماتے ہیں مگر یہ بات قابل غور ضرور ہے کہ دیکھنے والے کی حالت ظاہری و باطنی کو بسا اوقات خواب کی کیفیت میں دخل ہوتا ہے خواب دیکھنے والے کا اس زمانہ میں نماز کا قضا کر دینا اور درود شریف کا چھوڑ رکھنا اس ہیئت میں دیکھنے کا سبب ہوا۔ فرائض و درود شریف کے ترک سے اس کی روحانیت میں فرق آچکا تھا اس سے توبہ کرے اور ان نمازوں کی قضا پڑھے نیز یہ شخص جس سے تعلق رکھتا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر سردوں کی طرح مردہ جانتا ہے حضور کی اس حیات مخصوص کا قائل نہیں ہے لہذا یہ شخص ایسے لوگوں کو اپنا دینی پیشوا نہ جانے ورنہ حضور کی ذات پاک اس کے لئے مفید نہ ہوگی کاتب نے ہر جگہ درود شریف یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو در صلعم لکھا ہے اس طرح لکھنے کو فقہاء کرام نے ناجائز بتایا ہے پورا درود شریف لکھنا چاہئے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ

جس نے خواب اور بیداری میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور اللہ صلی علی سیدنا و مولینا و نبینا اشرف علی کہا جس میں مولوی اشرف علی کی علانیہ رسالت و نبوت کا اقرار ہے اور اسکی تو انھوں نے تعبیر دی اور اپنے کو متبع سنت کہہ کر مرید کو تسلی و تسکین دی یا کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا تو مولوی اشرف علی نے اپنی جو رو تعبیر کی اور اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ مجھ کو تعبیر خواب سے اصلاً مناسبت نہیں پھر جب ان کو خود اقرار ہے کہ اس سے مناسبت تک نہیں رکھتے پھر ان خوابوں کی کیونکر تعبیر دی اور ان کو چھپوایا بات صرف یہ ہے کہ جہاں اذکی بران انکی رسالت و نبوت کا کسی نے خواب دیکھا تو یہ تعبیر دینے کیلئے تیار ہیں تمام مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو رو سے تعبیر کرنے کو موجود ہیں مگر جب خواب میں ان کے لئے کوئی فضیلت نہ ہو تو یوں کئی بچاتے ہیں۔

• لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم
مسئلہ :- مرسلہ محمد عبد المجید و جملہ مسلمانان قصبہ بسا رکھپور ضلع علیگڑھ

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بید و شید ایک خاندان کے افراد ہیں اور بکر دوسرے خاندان کا۔ اور ان دونوں میں اختلاف ہے اور اس ذاتی اختلافات کو شرعی رنگ میں نکالنا چاہتے ہیں اور اس میں طرح طرح سے تحریف کر کے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کرتے ہیں۔

(۱) زید و شید نے جامع مسجد میں عام مسلمانوں کے سامنے بکر پر چند الزامات عائد کئے۔ بکر نے جواب دیدیا۔ تو دوسرے جمعہ میں دوسرے

الزامات پیش کئے جس میں زید و شید کے الفاظ نہ تھے۔ جس سے عام مسلمانوں میں اشتعال ہو جائے۔ بکر نے عام جلسہ میں زید و شید سے کہا کہ تم حلفا ہو کہ یہ جملے میرے ہیں تو شید و بید نے کہا کہ جملے نہ ہوں مگر مفہوم وہی ہے تو کیا زید و شید کے مفروضہ جملوں پر بکر پر کوئی الزام شرعی لگایا جاسکتا ہے، جبکہ زید و شید و بکر کی عداوت قلبی عیاں ہے کہ جو سوال مٹ وٹ سے ظاہر ہے؟ (۲) اور کیا ایسے من مانے الفاظ سے جو استفتار مرتب کیا جائے وہ قابل قبول ہے اور دوسرے کیلئے قابل الزام؟

(۳) شید نے حامد کے سامنے جلسہ عام میں کہا کہ خدا کی قسم بکر کافر ہے تو خالد نے اور مسلمانوں سے کہا کہ بکر کو تمام لوگ مسلمان جانتے ہیں اور وہ قیام و مولود و عرس کرتا ہے ہر شخص اسکی امامت کو قبول کرتا ہے جن میں علماء و مشائخ بھی ہیں آپ کافر کہتے ہیں مجھے کو غیر موافق یا کر شید نے کہا کہ غصہ میں کہہ دیا ہے تو خالد نے کہا کہ غصہ میں کسی مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے تو کیا ایسی صورت میں شید نے کوئی جرم شرعی کیا؟

(۴) قصہ کے عام مسلمان بکر کو حنفی سنی قادری صوفی مشرب جانتے ہیں اسکو مسلمان صحیح العقیدہ سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز بلکہ تکلف پڑھتے ہیں مگر زید و بید و شید نہیں پڑھتے اور لوگوں کو اس پر مجتمع کرتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں زید و بید و شید پر تفریق جماعت کا الزام عائد ہوتا ہے اور اس بارے میں شریعت وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) زید کو بکر سے اس حد تک عداوت ہے کہ حامد جو شید کا قریب تر عزیز ہے اس نے شید سے کہا کہ بکر غریب کے پیچھے کیوں پڑے ہو تو شید نے کہا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے اسکی بات کا مجھے اعتبار نہیں تو حامد نے کہا کہ بکر

خدا کو ایک کہتا ہے تو شدید نہایت دلیری سے کہتا ہے کہ میں دو کہتا ہوں،
(استغفر اللہ) تو کیا ایسے اختلاف کے بعد بھی شدید کے سن مانے الفاظ بکر کو ملزم
بنانے کیلئے حجت ہو سکتے ہیں۔ اور زید نے اس میں کوئی جرم شرعی کیا اور
کیا تو کیا کیا۔؟

(۶) بید کے سامنے زید نے کن فیکون کی بحث ایک رسالہ سے پیش کی
اور کہا کہ جب کوئی شئی موجود نہ تھی تو کن کا مخاطب کون ہے بید نے کہا کہ اجزاء
منتشر ہوں گے جن کو کن کہا گیا اور حکم حسب اشارہ ہو گئے تو کیا بید نے اس
اظہار خیال سے کوئی جرم کیا اور کیا تو کیا کیا اس کی امامت اور تعلقات مسلمانوں کو رکھنا
چاہئے یا نہیں؟

(۷) شدید کہتا ہے کہ خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کے
پاس جانے کو منع کیا تھا نہ کھانے کو حضرت آدم نے پھل کھایا اور ان پر عذاب یا
عتاب جو ہوا اسکو ہم نہیں مانتے تو کیا شدید نے قرآن سے انحراف کیا اور کیا شدید
نے کوئی جرم کیا؟

(۸) مستقل جو داڑھی کتر و اتا ہو ماں باپ کو مارتا ہو اور گستاخی کرتا ہو
اس کی شہادت اور اس کا بیان مسائل شرعیہ میں مسلمانوں کے خلاف اور روت
ہلال میں درست ہے یا نہیں؟

(۹) زید کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر شئی کا علم
بذاتہ تھا کوئی ایسا غیب نہ تھا۔ جس کا آپ کو علم نہ ہو حدیث سے ثابت ہے
بکر کہتا ہے کہ حدیث شریف میں جملہ علوم غیبیہ کا ثبوت اعتبار کے لئے میرے نزدیک
قابل سند نہیں ہاں قرآن کریم سے جملہ غیوب ذاتی کا ثبوت قابل قبول اور ناقابل
انکار ہے۔ زید کہتا ہے کہ کیا حدیث قرآن شریف سے علیحدہ ہے جو حدیث

نہ ماننے والے کا حکم ہے وہی قرآن نہ ماننے والے کا حکم ہے۔
 بکر کتا ہے کہ حدیث تو حدیث جس میں سکڑوں بحثیں ہیں قرآن شریف
 کا نہ ماننے والا بھی کافر نہیں ہے ایک تیسرا شخص جو گفتگو سن رہا تھا بکر سے دریافت
 کرتا ہے کہ کیا واقعی قرآن کا نہ ماننے والا کافر نہیں ہے بکر نے کہا کہ یہاں سمجھو،
 تم سود لیتے ہو زنا کرتے ہو چوری کرتے ہو خیانت کرتے ہو جھوٹ بولتے ہو،
 ظلم کرتے ہو جو اب شخص ثالث نے کہا۔ ہاں کرتے ہیں تو بکر نے کہا کہ تم کافر ہو گئے
 اس لئے کہ تم نے قرآن نہ مانا، اس نے کہا گنہگار ہوا تو بکر نے کہا کہ ہاں عدم عمل
 اور بے اور انکار اور ہے۔ انکار ان چیزوں سے کون کر سکتا ہے۔ اس پورے
 مکالمہ کو زید نے صرف یہ بیان کیا کہ کوئی حدیث نہ مانے تو کوئی حرج نہیں ہے
 ظاہر ہے کہ کس قدر فرق ہو گیا تو کیا زید نے اس تحریف سے جو الزام بکر پر عائد
 کرایا ہے شرعی حیثیت سے کسی جرم کا مرتکب ہوایا نہیں؟

(۱۰) زید کہتا ہے کہ تمھانوی نے اپنی کتاب میں (نعوذ باللہ) ایسا علم غیب
 تو ہر صبی و مجنون ان (لعنة اللہ علیہ) لکھا ہے تو کیا یہ کفر نہیں ہے۔ بکر بلاشبہ
 تو ہیں رسول کفر (خواہ وہ لسانی ہو یا تحریری یا خیالی) شاید یہ خلیل ابیٹھوی نے
 لکھا ہو اور تمھانوی نے تائید کی ہو (بہر نوع کوئی لکھے تو ہیں رسول کفر ہے) مگر
 وہ تو توہین نہیں کہتے تمثیل کہتے ہیں اب آپ کیا کہیں گے۔ اس کا جواب زید
 نے کچھ نہیں دیا اور اس کو یہ کہہ کر مشہور کیا کہ بکر (استغفر اللہ) تمھانوی کی اس
 ملعونہ عبارت کا عقیدہ رکھتا ہے تو کیا زید نے اس تحریف اور تضعیف سے کوئی
 جرم کیا؟

گزارش۔ ہر سوال کا جواب نمبر وار عطا فرمایا جائے۔ کتاب کے حوالے
 یا کتاب کی ضرورت نہیں ہے؟ صرف کتاب کی چھوٹی سے چھوٹی عبارت اور مہر

ہم خفی سنی قادری کے لئے کافی سے زیادہ ہے اور سکون قلب اور رفع انتشار کے لئے سند کامل ہے ؟

الجواب (۱) کسی پر جھوٹا الزام قائم کرنا سخت جرم ہے کہ یہ افتراء ہے اور افتراء حرام۔ بکر کے الفاظ کا اگر صحیح مفہوم ادا کیا گیا ہے تو حرج نہیں کہ کبھی روایت بالمعنی بھی ہوتی ہے اور یہ جائز ہے اور اگر بکر کے کلام میں معنوی تحریف کی ہے کہ بکر کا مضمون صحیح طور پر ادا نہ کیا جس سے بلا وجہ بکر کی طرف بدظنی پھیلے اور بکر کو مجرم قرار دیا جائے تو ان الفاظ پر جو کچھ شرعی حکم ہوگا وہ بکر کے متعلق نہ ہوگا بکر اس کا قائل ہی نہیں جس کا یہ حکم ہے اور اس بیجا الزام لگانے کی وجہ سے یہ لوگ خود گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) غلط استفادہ مرتب کر کے جو جواب حاصل کیا جائیگا اس سے مخالف کو ملزم نہیں کہا جاسکتا ہے کہ فتویٰ کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا غصہ تو ہوگا نہیں جس سے مجنون کی حد تک پہنچ کر مرفوع القلم ہو جاتا ہے لہذا جو کچھ کہا اس پر ضرور مواخذہ ہوگا اگر بکر نے کفر نہیں کیا ہے اور شیعہ نے اسے کافر کہہ دیا تو شدید سخت مجرم ہے حدیث میں ہے، فقد باء

بما احدهما۔ کلمہ کفر دونوں سے ایک کی طرف جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر بکر قابل امامت ہے اور بلا وجہ سرعی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہوں تو ضرور تفریق جماعت کے مجرم ہیں اور گنہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) بلا وجہ جس نے یہ کلمہ کہا کہ میں خدا کو درکھتا ہوں وہ کافر مشرک مرتد ہے

اور جب عداوت اس حد کی ہے کہ اسے کفر بکتے باک نہیں تو اسکی بات قابل اعتبار نہیں، اولاً تو وہ کافر ہو چکا اور کافر کی شہادت مسلم کے خلاف درست نہیں اور کافر نہ ہوتا جب بھی عداوت کے سبب اسکی شہادت قابل رد ہے حدیث میں ہے

ولا لذي غم على اخيه - والله تعالى اعلم

(۶) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب اشیا مخلوق و حادث ہیں اور ہر شئی امرتکون سے موجود ہوتی ہے۔ انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون۔ جو غیر خدا کو قدیم اور غیر مخلوق بتائے کافر ہے اجزاء منتشر سے اگر خطاب تھا تو یہ اجزاء اگر غیر مخلوق مانے جائیں تو تعدد و جہا لازم آتا ہے اور توحید باطل ہوتی ہے یہ عقیدہ کفر۔ اور اگر یہ اجزاء حادث ہیں تو انکی تخلیق میں کن کا مخاطب کون تھا اور چونکہ امرتکون میں بھی یہ قائل مخاطب کا وجود ضروری خیال کرتا ہے لہذا یہ قول یقیناً اسلام کے خلاف اور کفر ہے، اس پر اسلام لانا اور اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کرنا فرض قطعی اور لازم ہے،
 (۷) یہ شیعہ کی ناواقفیت و جہالت ہے یہ نہیں سمجھتا کہ لاتاکلا کی بہ نسبت لاتقربا ہذہ الشجرة نہی عن الاکل کے افادہ میں ابلغ ہے۔ اور جبکہ کھانے پر عتاب ہوا چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا فلما ذاقا الشجرة بدت لهما۔ الآية ووسری حکہ فرمایا فلا تلامنا فبت لهما۔ الآية۔ ان آیات سے صاف و صریح طور پر واضح ہو گیا کہ لاتقربا سے کھانے کی ممانعت بروجہ ابلغ تھی اس سے انکار قرآن شریف سے انکار ہے اور یہ کفر ہے اور اگر ایسا ہی استدلال کیا جاپا کرے تو قرآن مجید میں حیض کے حکم میں فرمایا۔ ولا تقربوہن حتی یطہرن۔ یعنی اس کے نزدیک جماع کی ممانعت نہیں ہے بلکہ قریب جانے کی ممانعت ہے اور تلک حدود اللہ فلا تقربوہا۔ کا اس کے نزدیک یہ مطلب ہو گا کہ محرمات کرنے میں کوئی حرج نہیں قریب جانے کی ممانعت ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالیٰ اعلم
 (۸) داڑھی کو حد شرع سے کم کرنا ناجائز و گناہ اور اسکی عادت گناہ کبیرہ ہے۔ ماں باپ کو مارنا ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آنا گناہ کبیرہ ہے مارنا تو بڑی چیز ہے ان کو اف کہنا اور جھڑکنا بحکم قرآن حرام ہے ولا تفل لہما اف ولا تنہما وقل لہما قولا کریمًا۔ ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی شہادت ناقابل قبول۔ اور مسائل شرعیہ میں بھی اس کی

بات ناقابل اعتبار جب تک کسی معتبر عالم سے اسکی تصدیق نہ کر لیں رویت ہلاں میں بھی اسکی شہادت کا وہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) علم ذاتی خاصہ الوہیت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی مخلوق اور حضور کی ہر صفت مخلوق خدا نے تعالیٰ نے آپ کو ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا اور غیب آپ پر روشن کئے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عطائی ہوا نہ کہ ذاتی اور اگر ذاتی کا یہ مطلب ہے کہ علوم غیبیہ کی نسبت حضور کی طرف حقیقتاً ہے یعنی حضور ان کے ساتھ متصف ہیں بہ نسبت مجازاً نہیں تو یہ بات صحیح ہے، مگر اس لفظ ذاتی سے احتراز لازم کہ معنی اول کا موہم ہے یعنی بغیر خدا کے دے ہوئے آپ جانتے ہیں، اور یہ باطل، بکر کا بھی کلام کہ حدیث شریف سے جملہ علوم غیبیہ کا ثبوت اعتبار کیلئے میرے نزدیک قابل سند نہیں بالکل مہمل و محتمل کلام ہے۔ حدیث خود ایک دلیل شرعی ہے اس سے ثبوت کیوں قابل اعتبار نہیں۔ اگر حدیث کی سند پر کچھ کلام رہتا تو اس کا ذکر کرنا چاہئے، نہ کہ حدیث شریف کے متعلق ایسی بے جا بات کہہ دینا۔ جملہ علوم غیبیہ یعنی ماکان و مایکون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل سے ہے، اور فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہوتی ہیں اور اس مسئلہ میں تو حدیث حسن و صحیح موجود ہیں پھر ناقابل اعتبار کیوں۔ جو تقریر بکر نے اس مسئلہ میں کی دوسرے مسائل میں ایسی ہی لاطائل کلام سے ان مسائل کو رو کر دینا اگر صحیح ہو جائے تو دین کی بہت سی باتیں رد ہو جائیں گی۔ پھر بکر کا یہ کہنا کہ قرآن کا نہ ماننے والا بھی کافر نہیں ہے بہت سخت کلمہ اور کفر ہے۔ ماننا ایمان کا ترجمہ ہے، جس کا یہ مطلب ہوا کہ قرآن پر ایمان نہ لایا والا بھی کافر نہیں ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن دیکھتے کہ وہ ایمان کا ترجمہ ماننا کرتے ہیں، اسی وجہ سے شخص ثالث کو تعجب ہوا کہ وہ کون مسلمان ہے جو قرآن کو نہیں مانتا بکر نے یہ تاویل کی کہ ماننے کے معنی عدم عمل کے ہیں، یہ تاویل

مسموع نہیں پھر یہ کہ قرآن مجید میں جس طرح ایمان کا بیان ہے عقائد کا بھی بیان ہے۔ الوہیت، نبوت، بعث و حشر جنت و دوزخ وغیرہ ایسی چیزیں جن کا تعلق عمل سے نہیں تو کیا ان آیات کے نہ ماننے سے کافر نہ ہوگا۔ اور یہ تاویل ہاں کیونکر چلے گی۔ کیونکہ وہاں عمل و عدم عمل دو شقیں نہیں اور جب عمل ہی نہیں تو بقول بکر ہر شخص ان آیات کو نہیں مانتا۔ نعوذ باللہ من ذلك

بالجملہ بکر پر لازم ہے کہ اس کلام سے توبہ کرے اور تجدید اسلام کرے زید نے اگرچہ اس بکر کے کلام کو مختصر کہا مگر اس چیز کو چھوڑ دیا جو بکر کا قرآن مجید کے متعلق نہ ماننے کے متعلق قول تھا۔ اور یہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) بکر کے الفاظ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ وہ تھا نوری کی اس عبارت ملعونہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اگر زید نے اس کے متعلق یہ غلط بات مشہور کر دی تو بکر کو بلا تامل اعلان کر دینا چاہئے کہ میں اس عبارت کو کفر قطعی جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً شان رسالت کی توہین ہے۔ بکر کے کمزور الفاظ سے اور اس نے کہ وہ توہین نہیں کہتے آپ کیا کہتے ہیں۔ زید کو ایسا کہنے کا موقعہ دیا جب بکر اس کا معتقد نہیں ہے تو صاف طور پر کہہ دینا چاہئے۔ رہا یہ کہ وہ توہین کہیں تو توہین ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے گالی دی اور دوسرا کہتا ہے کہ تم نے گالی دی برا کیا اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ گالی دینے کو تو میں بھرا کہتا ہوں مگر میں نے گالی دی نہیں، تو شخص اس کے کہہ دینے سے گالی نہ ہوگی نہیں، بلکہ عرف میں جو گالی ہے وہ گالی ہے چاہے اس کا کہنے والا اس کے گالی ہونے سے انکار کرے اسی طرح وہ عبارت یقیناً توہین ہے و بابیہ کے کہہ دینے سے کہ توہین نہیں۔ توہین کو ہم بھی برا کہتے ہیں وہ عبارت توہین سے خارج نہ ہوگی بکر کے صاف اعلان کر دینے کے بعد اگر زید اس کے مطابق یہ جھوٹا الزام قائم کرے

توزید مفتری و کذاب اور بلا وجہ ایک شخص پر کفر کا الزام دینے والا قرار پائے گا۔ جو بلا شبہ سخت جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مار ہرہ مقدسہ مسئلہ حکیم فرید الزماں خاں صاحب حسن پوری (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سے دن بھر میں پانچ مرتبہ یعنی نماز میں فعل مکروہ تحریمی سرزد ہوتا ہے وہ فاسق ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ یہ عبارت درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کیونکر اور اگر نہیں تو قائل کیلئے کیا حکم ہے ذیل میں عبارت درج ہے؟

”اللہ تعالیٰ مسلمان اہلسنت کو تمام بد مذہبوں اور بے دینوں رافضیوں خارجیوں و بابیوں و یو بندیوں و مزائیوں چکرالویوں و یحریوں گاندیوں و خاکساروں کانگریسیوں لیگیوں کی زہریلی کفری ہوا سے محفوظ و مصون و مامون رکھے“

الجواب (۱) :- مکروہ تحریمی کا فعل گناہ ہے جیسا کہ کتب معتبرہ میں اس کی تصریحات ہیں اور صغیرہ گناہ بھی بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسے افعال برابر کرتا رہتا ہے وہ فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- سائل کی مراد غالباً اس عبارت کی نقل سے مسلم لیگیوں کے متعلق دریافت کرنا ہے مسلم لیگ میں ہر قسم کے لوگ شریک ہیں اس میں بد مذہب اور مرتدین بھی شریک ہیں اور سنی بھی ہیں۔ لہذا مسلم لیگ کو علی الاطلاق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفار کی جماعت ہے اور اس میں شرکت کفر ہے ممکن ہے کہ اس کے شرکار میں سے کسی نے کوئی کفری بات کہی ہو اس بنا پر کسی نے ایسا لکھا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- سرسلہ مولوی رفاقت حسین صاحب از جائس محلہ قضیانہ کلاں ۲۲ محرم ۱۳۶۰ھ

کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے یہ حدیث پڑھی گئی یا عمار تقتلک الفئۃ
الباغیۃ انت تدعوہم الی الجنۃ و ہم یدعونک الی النار۔ قتله اصحاب معاویہ،
اس حدیث کے متعلق کیا رائے عالی ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے
حضرت امیر کو داعی الی النار کہا جاتا ہے۔ معاذ اللہ؟

الجواب :- حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ برسر حق تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا
تھی جب بات یہ ہے تو حضرت امیر معاویہ کی جانب حق نہ تھا مگر چونکہ اجتہادی
غلطی تھی اس وجہ سے اس پر مواخذہ نہیں کہ مجتہد سے اگرچہ اجتہاد میں غلطی
ہو مواخذہ نہیں ہوتا۔ لہذا جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ دوسرا شخص غلطی پر ہے
اسکو وہ راستہ اختیار کرنا جائز نہیں اگر یہ جان کر ادھر جائے گا تو نار کی طرف جا رہا
ہے کیونکہ داعی سے رفع اثم اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہے اور جو اس غلطی میں
مبتلا نہیں ہے اس سے رفع اثم کی کیا وجہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از آگرہ بھائی ماموں بھانجہ مرسلہ قاضی وحید اللہ صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔
(۱) زید کہتا ہے کہ اقوال کفریہ سے کفر لازم نہیں ہوتا کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے
یا غلط؟

(۲) زید کہتا ہے کہ حضرت علی کے خاندان نے اسلام کی خاطر اتنی بھی قربانی
نہیں کی جتنی کہ جو اہل لال کے خاندان نے ملک و قوم کی خاطر کی شریعت میں
ایسے کہنے والے نیلے کیا حکم ہے؟

الجواب :- اقوال کفریہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جس میں کسی معنی کا بھی
احتمال ہو، دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنی نہیں بنتے جو قاتل کو کفر

سے بچا وے۔ اس میں اول کو لزوم کفر کہا جاتا ہے اور قسم دوم کو التزام، لزوم کفر کی صورت میں بھی فقہاء کرام نے حکم کفر دیا مگر متکلمین اس سے سکوت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں جب تک التزام کی صورت نہ ہو قائل کو کافر کہنے سے سکوت کیا جائیگا اور احوط یہی مذہب ہے ^{واللہ اعلم} (۲) زید کم از کم خارجی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کو ایک مشرک سے بھی کم بتاتا ہے حضرت سید الشہداء اما اعلیٰ مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ قربانیاں جو میدان کربلا میں ہوئیں ان کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی اسکو فراموش کر جانا اور ایک مشرک سے کمتر بتانا کسی مسلم کا کام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولانا سید محمد صاحب محدث کچھو چھوی ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ بملاحظہ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولینا شاہ حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(الف) زید سجد اللہ ایک سنی عالم ہے مگر اسکا طریق عمل یہ ہے کہ اپنے چند مخصوص اشخاص کے علاوہ اہلسنت کے اکابر علماء کی نسبت اپنی عام خاص مجلسوں میں ایسے کلمے بے محابا کہا کرتا ہے جنکو سن کر سننے والے ان علماء کے ساتھ دینی حیثیت سے بدگمان ہو جائیں اور انکی مذہبی وقعت دلوں سے جاتی رہے یا کم ہو جائے اور انکا وقار کم کر دیکے لئے اکابر علماء اہلسنت کے دینی القاب جو ان کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ امتیازی طور پر معروف ہیں انھیں ترک کر کے سادہ لفظوں میں معمولی لوگوں کی طرح ان کے نام لیکر انکا ذکر کرنا زید کی عادت ہے زید نے اپنے رفیقوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی بنائی ہے۔ اور اس کے افراد کے نام سے جو زید خود یا زید کی رضا یا ایما سے اس جماعت کے افراد علمائے کرام اہلسنت کی شان میں نحیف کلمات اور سبک الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور زید اشارۃً یا کنایۃً بھی انھیں منع نہیں کرتا بلکہ لوگ جانتے ہیں کہ زید اس پر خوش ہوتا ہے یا خود ہی وہ ان کے پردہ میں ایسا کرتا ہے

اس زید کا اور اس کے ان رفقا کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

(ب) زید خالص سنی جماعتوں کو جو حمایت دین اور اعلیٰ سنیت کیلئے قائم ہیں، ندوہ
بتا کر سنیوں کو ان سے منحرف کر نیکی کوشش بھی کرتا ہے۔ یہی زید مقتدر علمائے اہلسنت کو خلاف
واقع اور بالکل غلط طریقہ پر پیلے، مدہن اور لگی تک کہرا اہلسنت کو ان سے منحرف کر نیکی کوشش
کر چکا اور ابھی تک اس طرز عمل سے باز نہیں آیا۔ اس کا یہ طریق عمل کیسا ہے ؟

(ج) زید کی مذکورہ بالا جماعت کا ایک رکن یہ عبارت شائع کر چکا۔ اعلیٰ حضرت

عظیم البرکت آقا مے نعمت دریائے رحمت رضی اللہ عنہ اہلسنت والجماعت کے سچے امام
ہیں اور ان کی پیروی کرنا ہر ایک سنی پر واجب و فرض ہے اور جو شخص ان کی امامت کو نہ

مانے اور اس میں شک بھی کرے تو وہ شریعت کے حکم سے کافر و مرتد ہے، اور زید
نے اس کے خلاف زبان و قلم کو جنبش نہ دی تا آنکہ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ زید
اور اس کی جماعت اپنے چند افراد کے سوا باقی تمام دنیا سے اسلام و سنت کو مرتد جاتی
ہے۔ اور جس طرح روافض حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خلافت کی آڑ لیکر
اہلسنت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اسی طرح یہ گروہ بھی تمام علمائے اہلسنت کا وقار مٹانے اور
دنیا سے سنیت پر زبان طعن دراز کر نیکی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی امامت کو آڑ
بناتا ہے، اس لئے بہت سے لوگ زید اور اس کے ہمواؤں کی اس چھوٹی سی شخص
جماعت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں اور ان میں بھی ضد پیدا ہو گئی۔ اور بعض
لوگ طیش میں آکر کہہ گئے کہ فرقہ بھی مثل وہابیہ وغیرہ مرتد فرقوں کے ایک فرقہ خارج
از اہلسنت ہے دونوں کا کیا حکم ہے ؟

(د) اخبارات، اشتہارات لکچروں میں جو بعض مسلمان سنی صحیح العقیدہ تمام
مدعیان اسلام کو بنا مزد اسلامی بھائی مدعو کرتے ہیں اور شرکت جلسہ کو سبب ثواب
درج کرتے ہیں۔ تو کیا محض اس تعبیر کی وجہ سے وہ کافر و مرتد ہو جاتے ہیں ؟

الجواب (الف) سب اعوذ بٹ من ہنناۃ الشیطن وان یحضر و ن - افسوس کہ اس زمانہ میں جبکہ گمراہی شائع ہو رہی ہے اور بد مذہبی زور پر ہے زید جو ایک سنی عالم ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تعجب ہے کہ اس کے رفقا و کار خود علمائے اہلسنت کو سب و سخیف الفاظ سے یاد کر کے علماء کے اعزاز و وقار کو مٹائیں اور زید خاموش رہے بلکہ اپنے طرز عمل سے اس پر رضامندی ظاہر کرے، اگر واقعی وہ سنی عالم ہے تو اسکا یا اس کے رفقا و کار کا یہ فعل بنا بر حسد ہوگا عوام کو علماء سے بدظن کرنا بہت سخت گناہ ہے کہ جب بدظن ہونگے اون سے بیزار ہونگے اور ہلاکت میں پڑیں گے، بالجمہ زید کا یہ طرز عمل بالکل جائز نہیں جب علمائے اہلسنت کا وقار جاتا رہے گا اور ان سے بدظنی پیدا ہوگی تو خود زید جس کو سنی عالم بتایا جاتا ہے اس سے کب محفوظ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) زید کا یہ طرز عمل ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج) میں بھی کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ امام اہلسنت ہیں مگر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ جو ان کی امامت نہ مانے وہ معاذ اللہ کافر ہے اس شخص کا یہ قول نہایت شنیع ہے اس قائل پر اس قول سے توبہ لازم ہے جس نے ایسا لکھا وہ حقیقتہً اعلیٰ حضرت قبلہ ہی کا مخالف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے زید اگر اسکی اطلاع ہے تو زید پر بھی لازم ہے کہ اس سے انکار کرے ورنہ زید بھی اس گناہ میں شریک ہے۔ دونوں جماعتیں ناحق پر ہیں ایک شخص کے کہنے سے پوری جماعت کو گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(د) مدعی اسلام کا حقیقتہً مسلمان ہونا ضروری نہیں چنانچہ اس زمانہ میں بہترے مدعیان اسلام حقیقتہً کافر و مرتد ہیں مگر کسی مدعی اسلام کو مسلمان کہنا کفر و ارتداد نہیں کہ اس قائل کو کافر و مرتد کہا جائے۔ اسلام کا استعمال حقیقتہً وہی ہوگا جو تمام ضروریات پر ایمان رکھتا ہو، اس سے کوئی قول و فعل ایسا ظاہر نہ ہو جس پر

اسے کافر کہا جائے۔ مگر کبھی مجازاً اسکو بھی مسلمان کہہ دیا جاتا ہے جو حقیقتہً مسلمان نہیں۔ قرآن مجید میں دونوں استعمال موجود ہیں۔ ان الدین عند اللہ الاسلام قالت الاعراب آمنّا قل لکم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ محض تعبیر سے ہرگز اسکو کافر مرتد نہیں کہا جاسکتا جب تک وہ کسی مرتد کو اسکے ارتداد پر مطلع ہو کر اسے حقیقی معنی میں مسلمان نہ بتائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ عبدالرحمن بر مکان ظہور میاں جی محلہ برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ مالیکاؤں ناسک ۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت اس مسئلہ میں حافظ عامل اور غیر عامل کی کیا علامت اور کیا کیا پہچان ہے، اسی طرح سے عالم باعمل اور بے عمل کی کیا پہچان ہے اور علامتیں ہیں؟

مسئلہ (۲) زید نے بکر کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو یہ حق اللہ حق العباد دونوں کا خطا وار ہوا یا ایک ہی کا، اور بکر اور بکر کی بیوی دونوں مر گئے، زید زندہ ہے اور اس فعل کے کرنے سے بہت ہی نا دم اور پشیمان ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے، اور اب بکر زندہ بھی نہیں ہے کہ اس سے معاف کرائے تو اب اس سے اس گناہ سے معافی کی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے، تو تحریر فرماویں کہ حق العباد سے بری ہو جاوے۔ اگر بری ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے تو کس عذاب کا مستحق ہے جس عذاب کا مستحق ہے اس عذاب کا نام تحریر فرماویں؟

الجواب (۱) کون باعمل ہے اور کون بے عمل ہے اس کو دیکھکر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حکم شرع پر اس نے عمل کیا تو باعمل ہے اور حکم شرع کے خلاف عمل کرتا ہے تو بے عمل ہے، جو شخص احکام شرع سے واقف ہے وہ جان سکتا ہے کہ فلاں کا عمل موافق شرع ہے یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) کسی کی بیوی سے زنا کرنے میں حق اللہ و حق العبد دونوں ہیں اگر صاحب حق زندہ ہو جب تو اس سے معافی مانگنا اور اس کا معاف کر دینا کافی ہے، اور مر گیا ہو تو معاملہ بہت سخت ہو گیا حق العبد کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی نیکیاں لیکر اس صاحب حق کو دیدیگا اور اگر نیکیاں لے لینے کے بعد بھی حق پورا ادا نہ ہوا تو اس کے گناہ اس کے ذمہ کر دیئے جائیں گے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کا حق تلف کیا ہو اور صاحب حق مر گیا یا غائب ہو گیا تو اسکو چاہئے کہ نیکیوں کی کثرت کرے کہ اس کے حق میں اگر نیکیاں لے لی جائیں پھر بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) سرسلہ عبدالرحمن بر مکان ظہور میاں جی محلہ برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ مالیکاؤں ناسک ۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ

جو شخص عقائد دیوبندیہ و ہابیہ کو مسلمان کہے یا جانے تو وہ خود ہی کافر ہو جاتا ہے اس مسئلہ کی دلیل زید اس آیت سے ثابت کرتا ہے وہ آیت یہ ہے سورہ توبہ میں ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لاتخذوا اباکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن يتولهم منکم فاولئک هم الظالمون۔ جناب مولانا صاحب زید جو اس آیت سے ثابت کرتا ہے آپ کی تحقیق میں اس کا کہنا صحیح ہے یا غلط ہے اور آیت کی شان نزول کیا ہے بیان فرماویں؟

مسئلہ (۲) زید عقائد سنت جماعت کا ہے بکرۃ عقائد و ہابیہ دیوبندیہ کا ہے، بکر امامت کرتا ہے زید بکر کے پیچھے جان کر نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ بکر کے پیچھے میری نماز بخوبی درست ہو جاتی ہے آیا یہ زید کا عقیدہ کیسا ہے و ہابیہ دیوبندیہ والا کا ہو گیا ہے یا عقیدہ سنت جماعت ہی کا ہے اور نماز زید کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے درست ہے یا نہیں کراہت یا بلا کر ہت ہوتی ہے۔

نمبر ۳ والا خالد بھی جان کر (۱) والے کے پیچھے جان کر پڑھا کرتا ہے۔ خالد کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں یہ خالد کس عقیدہ میں داخل ہے، سنت جماعت میں ہے یا عقائد وہابیہ دیوبندیہ میں؟ اور اگر وہابیہ میں ہے تو اس کے نماز کے پیچھے پڑھا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نماز نمبر ۳ والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہو جاتی ہے، اور مولانا صاحب نمبر ۴ والے کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں، اور نمبر ۴ والا کس عقیدہ میں داخل ہے سنی یا وہابیہ میں ہے نمبر ۵ والا جان کر نمبر ۴ والے کے پیچھے پڑھا کرتا ہے آیا نمبر ۴ والے کی نماز نمبر ۵ والا کے پیچھے کیسی ہوتی ہے درست یا نادرست، اور نمبر ۵ والا کس عقیدہ میں داخل ہے اس طرح سے نمبر ۶ والا نمبر ۵ والے کے پیچھے جان کر پڑھا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نماز نمبر ۵ والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہو جاتی ہے نمبر ۶ والا کس عقیدہ میں داخل ہے سنی یا وہابیہ دیوبندیہ اسی طرح سے نمبر ۷ والا نمبر ۶ والے کے پیچھے پڑھا کرتا ہے معلوم کر کے، آیا نمبر ۷ والا کس عقیدہ میں ہے سنی یا عقیدہ وہابیہ دیوبندیہ، علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے نمبر سو تک کے بعد دیگرے پڑھتا رہا اب نمبر سو والے کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے خلاصہ تحریر فرمائیں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب :- زید اہلسنت والجماعت ہو کر اپنی نماز بکر وہابیہ کے پیچھے جائز بتاتا ہے یہ غلط ہے وہابیوں کے پیچھے نماز ہرگز نہیں ہوتی زید نے جس قدر نمازیں وہابی کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل و فاسد ہیں۔ ان سب نمازوں کا اعادہ واجب ہے ورنہ گنہگار ہو گا۔ سنیوں کو اس زید کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک اپنے خیال سے باز نہ آئے اور جو سنی لوگ زید کے پیچھے نماز پڑھنے والے ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ نہ ہوگی بشرطیکہ وہ زید کا سا

خیال نہ رکھتے ہوں باقی نمبروں کا بھی جواب یہی ہے بجز زید سنی کو صرف اتنی سی بات پر کہ وہ اپنی نماز وہابی کے پیچھے جائز بتاتا ہے کافر نہ کہیں گے جب تک وہ وہابیوں کے ان عقائد کا معتقد نہ ہو جائے جن پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے، اور زید کا عقاید وہابیہ کا معتقد ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو زید کو کیونکر کافر کہا جائے شواہد نمبری سوال کا جواب خالد نے یہ دیا ہے دیگر جواب یہ خالد عقائد وہابیہ دیوبندیہ کا ہے یہ کافر ہے، کتبہ عمرو۔ دیگر جواب یہ خالد عقائد وہابیہ دیوبندیہ کا ہے۔ سنیوں کو دھوکا دیتا ہے۔ جو شخص خالد کے فتویٰ پر عمل کرے وہ بھی کافر ہے، کتبہ بکر۔ جناب مولانا صاحب عمر اور زید کا جواب دینا آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا غلط ہے صاف لفظوں میں تحریر فرماویں جواب کے منتظر ہیں؟

الجواب :- امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اپنے اہل و عیال و اموال کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی اون کو چھوڑ کر کیونکر ترک وطن کریں اوس پر یہ آیت نازل ہوئی مقاتل نے کہا کہ کچھ لوگ مرتد ہو کر مکہ کو چلے گئے تھے اوس پر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اون کے موالات سے منع فرمایا جمل میں بحوالہ خازن یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مؤمنین کو حکم دیا کہ مشرکین سے تبری کریں تو بعض لوگوں نے کہا کہ باپ بیٹوں سے کیونکر مقاطعہ کیا جائے اوس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس صورت میں کہ وہ کافر ہیں مقاطعہ واجب ہے مؤمن کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ کافر سے موالات نہ کرے اور کریگا تو ظالم ہوگا آیت میں موالات کرنے والے کو ظالم فرمایا ہے اور ظالم جس طرح کافر کو کہا جاتا ہے فاسق کو بھی کہا جاتا ہے اس آیت سے کفر پر استدلال میں دشواری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب :- یہ سب نمبر ایک ہیں ان میں سے جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے اور باوجود اس کے اس کو مسلمان جانتا ہے اسکو پیچھے نماز پڑھنے کو جائز جانتا ہے وہ کافر ہے اگر زید اس وہابی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے تو باوجود اسکے پیچھے نماز پڑھنے کے اسکو سنی کیونکر کہا جاسکتا ہے اور اگر اسکو معلوم نہیں کہ اس کے عقائد اس قسم کے ہیں تو اب معلوم ہونے کے بعد اپنی نمازوں کا اعادہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد سجاد صاحب محلہ اودھو پورہ شہر بنارس ۱۱ نمبر مکان ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ رجب یا شعبان ۱۳۶۱ھ کا واقعہ ہے حسب معمول ایک طالب علم زید مدرسہ میں ہم لوگوں کے پاس رات کو آئے، نعوذ باللہ کہ یہ تمہارے خدا کا ثبوت کہاں سے ہے، میں خدا ہوں، میں نے کہا آسمان و زمین خدا کی بنائی ہوئی ہیں، یہی ثبوت ہے، اگر تم خدا ہو تو پیدا کر کے دکھلاؤ تو زید نے کہا یہ تمہارا کہنا غلط ہے، بلکہ ان چیزوں کو میں نے پیدا کیا ہے۔ اگر تمہارے ہی خدا نے پیدا کیا ہے تو اپنے خدا سے کہو کہ دوبارہ پیدا کرے۔ میں نے کہا ایسا کرنے سے اس کے نظام میں انقلاب ثابت ہو گا اور ہم گنہگار کی دعا ہی کیا۔ زید نے کہا اگر ایسا نہیں ہو سکتا، میرا دعویٰ ثابت ہو گیا۔ میں ہی خدا ہوں اور میں اس وقت ایسی نظیر لاؤنگا جب تم اپنے خدا سے کہہ کر لاؤ۔ پھر چند دنوں کے بعد میں نے زید سے پوچھا کہ ایسی بڑی بات تم کیوں کہتے ہو۔ زید نے کہا ایک آریہ سے اور مجھ سے گفتگو ہوئی تھی اس نے اس طرح کہا مدرسہ کے اکثر طلباء نے باتوں کو سنا اور یہ سمجھ کر کہ زید بیوقوفی کی باتیں اکثر زبان سے نکالتا ہے خاموش رہے، پھر ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ میں تمام طلباء نے کسی

اپنے مطالبہ پر تعلیمی مقاطعہ کیا۔ جس میں یہ زید شریک نہ ہوا اور طلباء کا ساتھ نہ دیا۔ دوران مقاطعہ میں ایک روز مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل اور ایک ہمدرد طلباء ہم سب طلباء کے ساتھ صدر مدرس کے قیام گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب ان دو شخصوں کو ہم لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ زید ہم لوگوں کے مقاطعہ میں شریک نہیں تو بہت اظہار افسوس کرنے لگے تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ اس کا کیا کہنا وہ تو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے، پھر انھیں دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ زید کے بیباکانہ الفاظ کی خبر مدرسہ انتظامیہ مجلس کے ناظم کو پہنچی اور مقاطعہ کے سلسلے میں انتظامیہ کی کمیٹی ہوئی ممبران نے مدرسہ کی مالی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سال زید وغیرہ کی دستار فضیلت کا جلسہ ہونا چاہیئے، اس پر ناظم مجلس نے کہا کہ زید تو ایسی ایسی باتیں زبان سے نکالتا ہے۔ اس مجلس میں زید کے موافق و مخالف سمجھی لوگ تھے۔ اور یہ بات خوب مشہور ہو گئی۔ اور اساتذہ مدرسہ کو بھی اس کمیٹی کے بعد زید کے کلمات کا علم ہوا۔ پھر چار پانچ یوم کے بعد ایک استاذ نے زید سے کہا جو کلمات تم نے کہے ہیں اسکو لکھو۔ اولاً اس نے انکار کیا پھر کہا مجھ سے ایک آریہ سے بحث ہوئی تھی استاذ نے کہا بہر حال جو واقعہ ہو لکھ دو، چنانچہ زید نے مندرجہ ذیل تحریر لکھی۔

ایک آریہ نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ خدا کا ثبوت کہاں سے ہے، میں اس کا جواب نہ دے سکا تو پھر میں نے اس کا جواب معلوم کرنے کیلئے طلبہ سے بھی کہا کہ خدا کا ثبوت کہاں سے ہے تو طلبہ جو جواب دیتے تھے تو میں اسکو توڑ دیتا اس طرح سے اگر وہ لوگ کہتے کہ آسمان و زمین کس نے بنایا تو میں کہتا میں نے بنایا۔ تو میں کہتا کہ کیا جواب ہے میرے نہ بنانے پر تو میں کہتا کہ میں خدا ہوں اور یہ اسلئے کہ وہ آریہ ایسے ہی جواب توڑتا تھا جس طرح میں نے توڑا۔

اباوریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے کلمات بالاکتے وقت یہ ظاہر نہ کیا تھا کہ آریہ سے بحث ہوئی تھی اور نہ یہ ظاہر کیا کہ میں آریہ کا قول نقل کر رہا ہوں بلکہ چند یوم کے بعد میرے پوچھنے پر یہ کہا کہ آریہ سے بحث ہوئی تھی اور وہ نہ ظاہر کرنے کا اقرار چند اہل محلہ سے بھی کر چکا ہے تو کیا زید پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے یا نہیں؟

(۱) اس قول کے بعد فقہ و حدیث کا درس برابر لیتا رہا؟

(۲) نماز پنجگانہ بجماعت ادا کرتا رہا تجدید ایمان کتنے کافی ہے یا نہیں؟

(۳) کلمہ کفر کہنے کے بعد دو چار دن کے قائل تھے تصریح کی یہ قول ایک آریہ

کا ہے یہ تصریح اس کے قصد و نیت کی مظہر ہے یا نہیں؟

(۴) دس مہینے کی تاخیر سے شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟

(۵) دس مہینے کا سکوت الرضا بالکفر کفر ہے یا نہیں؟

(۶) دس مہینے کے بعد جو لوگ شہادت قبول کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے

کہ انھوں نے مردود الشہادۃ کو مقبول الشہادۃ بتایا؟

(۷) کوئی گواہی بلفظ الشہد نہیں ہے کیا قبول کی جاسکتی ہے؟

(۸) شہد نہ ہونے سے قاضی اور پنچوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا یہ

قضا کیسی ہے؟

(۹) شہادت رجب یا شعبان شک کے ساتھ ہے آیا قابل قبول ہے

یا نہیں۔۔۔ سینوا توجروا۔

انجواب :- زید ان کلمات کے بولنے سے یقیناً کافر مرتد ہو گیا جب اس وقت

اوس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ کسی آریہ نے اوس سے کہا تھا نہ اور کسی قرینہ

سے ایسا ثابت کہ آریہ کا قول نقل کر رہا ہے تو زید ہی کا قول کہا جائیگا اور زید

ہی پر حکم ہو گا ایک مدت کے بعد ایسا کہنا کہ آریہ کا یہ قول نقل کیا تھا زید کی

برأت کیلئے کافی نہیں۔ زید اگر اپنے قول حبیث سے توبہ نہ کرے اور مسلمان نہ ہو تو اوس سے تمام مسلمان ترک تعلق کریں اور زید کا اگر نکاح ہو چکا تھا تو اسکی عورت نکاح سے باہر ہو گئی مسلمان ہونیکے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے زید کا فقہ و حدیث پڑھنا یا نماز پڑھنا اوسکی توبہ کیلئے کافی نہیں رہا یہ امر کہ گواہ نے لفظ اشہد نہ کہا یا اتنے زمانے تک سکوت کیا یہ سب باتیں اوس وقت دیکھی جاتیں جب وہ انکار کرتا، رجب یا شعبان کہنا اس جگہ قاذح شہادت نہیں۔ و ہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- سرمد مولوی نور محمد صاحب از گوالیار کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہر مسلمان کو علم غیب ہے اور جو ہر مسلمان کیلئے علم غیب نہ مانے کافر ہے۔ اولیاء کرام کیلئے علم غیب ہے ہر مسلمان کیلئے علم غیب کا ثبوت نہیں معلوم ہوا اور نہ سنا گیا۔ اس لئے عرض ہے کہ اگر ہر مسلمان کیلئے علم غیب نہ ماننے کی صورت میں کیا کافر ہو جائیگا۔ حضرت شیخ بہار الدین نقشبند قدس سرہ کے اقوال ہیں،، رسالہ علم غیب میں یہ دیکھا گیا ہے۔ سرودہ ہے کہ دنیا اس کے سامنے مثل ہاتھ کی ہتھیلی کے ہو۔ شیخ مذکور قدس سرہ کی ذات واقعی اسی کی تقاضی زید کہتا ہے کہ جنت و دوزخ اور ذات باری تعالیٰ اور ایسی ہی اور بھی ہیں کہ اس کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ان سب کو دیکھا نہیں تو یہ علم غیب ہی ہے اور قرآن کریم میں مولیٰ تبارک و تعالیٰ۔ یؤمنون بالغیب شروع پارہ الم میں فرماتا ہے اس کے مراد علم غیب ہے یا ایمان بالغیب، اور علم بالغیب اور ایمان بالغیب دونوں ایک ہی ہیں۔ یا فرق ہے۔ یؤمنون بالغیب سے کیا مراد ہے یؤمنون بالغیب میں ہر مسلمان داخل ہے اگر علم غیب مراد ہے اور ہر مسلمان کے لئے علم غیب ثابت ہے،، منوا تو حروا؟

الجواب :- ایمان بالغیب تو ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے جس پر قطعی قرآنی شاہد

ہے اور ایمان کے معنی تصدیق ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے بلکہ متکلمین کے نزدیک تصدیق ہی کو علم کہتے ہیں ان کے نزدیک علم کے معنی ہیں۔ صفة توجب تیسراً لا یحتمل النقیض۔ بلکہ اصطلاح شرع میں ظن کو بھی علم سے خارج کہتے ہیں چہ جائیکہ شک و وہم پس ایمان بالغیب علم بالغیب ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا پھر علم غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اویس پر دلیل قائم نہ کی گئی ہو دوسری وہ کہ اویس پر دلیل قائم ہو آیت میں قسم دوم مراد ہے تفسیر قاضی بیضاوی میں ہے۔ وهو قسمان قسم لادلیل علیہ وهو المعنی بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الآخر واحوالہ وهو المراد بہ فی الآیۃ۔ اور عامہ مومنین سے جہاں علم کی نفی کی جاتی ہے وہاں مراد قسم اول ہے لہذا مومن کیلئے اس کا اثبات ونفی دونوں صحیح ہیں و ہو تعالیٰ اعلم اور عامہ مومنین کیلئے علم غیب نہ ماننے پر تکفیر صحیح نہیں و ہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از مقام ابانگر کلاں ڈاک خانہ خاص تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ

بندادی دواخانہ یونانی و ہلوی مرسلہ حکیم میر سید اسد اللہ جیلانی القادری مخدیان اقدس حضرات قادریہ عالیہ حضرت مولانا مولوی حکیم ابوالعلا مجذبی صاحب اعظمی رضوی دامت برکاتہم از جانب محترمین احقر العباد میر سید اسد اللہ جیلانی القادری السلام علیکم بعد اوائے آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ ہمارے امام مسجد مولوی چراغ الدین صاحب فرماتے ہیں کہ سید اہلبیت سے یہ ٹھیک ہے اور آل رسول سیدوں کو نہیں کہنا چاہیے آل کا اطلاق امت پر ہو سکتا ہے کیونکہ آل فرعون آل موسیٰ وغیرہ وغیرہ قرآن مجید میں آگیا ہے اور درود شریف میں جو پڑھا جاتا ہے اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم، یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کے قوم پر درود ہے ورنہ بتاؤ ابراہیم علیہ السلام کی کون سی آل ہے اس واسطے

سید آل میں شامل نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں صریح آل کا اطلاق قوم پر ہو سکتا ہے وہ امت ہے نہ کہ آل، اگر آل رسول ہے تو وہ امت نبوی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جناب والا یہ مرض لا علاج عام جاہلوں کے دل میں جم گیا اس واسطے آپ براہ مہربانی نبوی قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے پورا پورا ثبوت دین آیات مبارکہ احادیث شریفہ بالوضاحت تحریر فرمائیں بلکہ نمبر صفحہ کتب ہائے حدیث شریف اور سپارہ رکوع بھی ضرور لکھیں تاکہ آسانی سے ہم دیکھ سکیں ؟

(نوٹ) جناب والا شان یہ سادات کرام کی چادر سیادت پر کا یہ بدنماداغ ہے اسکو جہانتک ہو سکے اسکو مٹا دیں آپ کو عند اللہ عند الرسول اجر عظیم ملیگا یہ مولوی علانیہ لوگوں کو آل نبی آل رسول کی تریز کر کے بتا رہا ہے کہ آل رسول کے معنی امت ہے زیادہ کیا عرض کروا بوقت روانہ فتاویٰ آل رسول مہربان ہوئے۔

الجواب :- آل کا اطلاق تبعین پر ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے قوم فرعون کو آل فرعون کہا گیا مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ سادات کو آل نہ کہا جائے وہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں صحیح بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انھوں نے فرمایا - سألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا يا رسول الله كيف الصلوة عليكم

اهل البيت فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك قال قولوا اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریا کیا کہ آپ پر یعنی آپ کے اہلبیت پر کس طرح درود بھیجیں ارشاد فرمایا کہ یوں کہو ”اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد (الحديث) اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے اہل بیت کو آل کہا جائیگا دو سری حدیث میں ارشاد فرمایا انما الصدقات اوساخ الناس لا تصل لمحمد و آل محمد یعنی صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال نہیں، ظاہر ہے کہ آل سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے نہ کہ تمام امت کیونکہ امت پر صدقہ جائز ہے جبکہ وہ

شخص جس کو قہر دیا جائے فقیر ہو۔ جو شخص اہل بیت کرام کو آل سے خارج کرتا ہے وہ نہایت سخت غلطی پر ہے اگر آل بمعنی تبع ہو جب بھی اہل بیت کو شامل نہ کر الہیت کے منافی علامہ طہی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ اختلفوا فی الآل من ہم قیل من حرمت علیہ الزکوٰۃ کبھی ہام و بنی المطلب والفاطمۃ والحسن والحسین و علیٰ امویہ جعفر و عقیل و اعمامہ صلی اللہ علیہ وسلم العباس والعمار وحزۃ و اولادہم و قیل کل تقی آلہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخ محدث و بلوی نے فرمایا ان امواجہ صلی اللہ علیہ وسلم داخلۃ فی ہذا الخطاب والال ایضاً یجبئی بمعنی الاتباع و بمعنی المعنی و ردانی کل مومن اس شخص کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل نہ تھی باطل محض کیا انبیاء بنی اسرائیل اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل نہ تھے۔ یقیناً انھیں کی آل اور ذریت ہیں جس پر قرآن مجید کی بہت سی آیتیں شاہد ہیں جو کچھ یہاں کہا جاسکتا ہے وہ صرف اتنا کہ کبھی آیت اور تبیین پر بھی لفظ آل کا اطلاق ہوتا ہے نہ یہ کہ اولاد پر اطلاق نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- آمدہ از اٹا وہ محلہ ثابت گنج مرسلہ امتیاز حسین و فتری دو کا ندار جلد سازی ۱۶ اشواں ۱۳۶۶ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید باوجود نیک چلن ہونیکے اپنے والد کے ساتھ بہت برے برتاؤ کرتا ہے اور سخت کلامی و ناگفتہ بہ الفاظ کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور والد کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے جس سے اس کے والد کے قلوب کی نہایت ذر تکلیف پہنچی اور زید کی صورت سے بیزار ہو گئے اور اسکے والد قابل امداو ہیں لیکن وہ کسی قسم کی بدو نہیں کرتا اسکے والد نے تنگ آکر اسکو عاق کر دیا صورت حالات نظر رکھتے ہوئے زید مطابق شریعت مطہرہ عاق ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب :- جب زید اپنے والد کیساتھ اسی بیجا حرکتیں کرتا ہے تو اب وہ نیک چلن کہاں رہا ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا فرض ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ بِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا۔ اور ارشاد ہوا۔ وَلَا تَقُلْ لِّهِنَّ کَلِمًا اَوْ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لِّهِنَّ قَوْلًا کَرِیْمًا۔ ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذا رسانی گناہ کبیرہ اور اشد کبیرہ ہے۔ حدیث میں

ارشاد ہوا۔ اجتنبوا سبع الموبقات الا شلک باللہ وعقوق الوالدین (الحديث)
 اگر باپ نے اسے عاق نہ کیا ہوتا جب بھی وہ عاق یہے کیونکہ شرعاً عاق ہونے کا یہ
 مقصد نہیں کہ ماں باپ اسے یہ کہیں کہ میں نے تجھے عاق کیا بلکہ اولاد اگر نافرمانی
 کرے تو وہ خود ہی عاق ہو جائیگی اگرچہ ماں باپ اسے یہ نہ کہیں کہ میں نے عاق
 کیا بالجلد زید گنہگار اور اثر کبیرہ کا مرتکب مستحق عذاب نار و غضب جبار سے
 اس پر لازم و فرض ہے کہ اپنے والد کو جس طرح ہو سکے راضی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ :- مرسلہ یاد علی وارث صاحب از قصبہ ہنداول ضلع بستی، رزقیدہ ۱۳۶۶ھ
 بکر حکیم ہے اور حکیمی کرتا ہے مریضوں کو جو دوا کا نسخہ لکھ کر دیتا ہے اس
 میں اگر ڈھائی روپے کی دوا ہوتی ہے تو ایک چوتھائی یعنی دس آنہ بکر خود لے لیا
 کرتا ہے۔ اور تیس آنے کی دوا مریض کو ملتی ہے ایک روز عمرو نے بکر سے کہا کہ
 تمکو دوا میں بہت آمدنی ہوتی ہے۔ بکر نے جواب دیا کہ جو پیسہ میں پہلے دوا
 میں ایک چوتھائی لیا کرتا تھا اسکو اب مثل سور کے حرام سمجھتا ہوں۔ عمر نے کہا کہ تمہاری
 بات کا کیا اعتبار ہے اس پر بکر نے کہا کہ جو مسلمان کی قسم کا اعتبار نہ لائے وہ کافر
 ہے۔ اس کا یہ کہنا کیسا ہے ؟

الجواب :- بکر کا یہ قول نہایت بیجا اور غلط ہے بہت سے مسلمان اس
 زمانے میں جھوٹ بولتے رہتے ہیں اگر ان کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے تو
 اس سے کافر نہیں ہوتا بکر کو اپنے اس قول سے توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ :- مرسلہ جناب محمد بخش صاحب عرف بلاتی از فتح پور بہوہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ
 (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین صورت مسئلہ میں کہ
 زید نے بکر سے کلمہ پڑھنے کیلئے کہا بکر نے جواب دیا کہ ہم ہندو ہیں اتنا کہہ کر بھاگ
 گیا ایسی صورت میں بکر دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا۔ اگر اسلام سے

خارج ہو گیا تو بکر کی عورت اس کے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہو گئی اگر نکاح سے خارج ہو گئی تو عدت گزرنے پر نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں اور عورت اپنے شوہر سے یا شوہر کے ورثہ سے مہر اور جہیز جو اپنے والدین کے یہاں سے یا بی بی تھی۔ اس کو اور عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے یا نہیں اگر نان نفقہ لے سکتی ہے تو کتنا از روئے شرع شریف جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے عین مہر بانی ہوگی ؟

الجواب :- صورت مستفسرہ میں بکر کا یہ لفظ کہ ہم ہندو ہیں، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیا ہم ہندو ہیں، جو ہم سے کلمہ پڑھواتے ہو۔ یعنی اس جملہ میں حرف استفہام محذوف ہے اور اردو بلکہ ہر زبان میں حرف استفہام حذف کرنے کا طریقہ دائر و سائر ہے، ایسی صورت میں نہ بکر کا فر نہ اسکی عورت نکاح سے باہر۔ اگر حرف استفہام محذوف نہ ہو، اور یہ جملہ خبریہ ہو تو بکر جو اس کا قائل ہے کافر ہوگا۔ اسکی عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی مہر و نفقہ و جہیز سب کچھ بکر سے وصول کرے گی اور بعد عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت مسئلہ میں کہ بعد نماز مغرب ایک جگہ چند اشخاص بیٹھے ہوئے تھے۔ تو زید نے آکر ہر شخص کو نماز اور کلمہ کی ہدایت کرنے لگے اور نماز کی فضیلت بیان کرتے رہے اور ہر شخص سے فرداً فرداً کہتے رہے تم مسلمان ہو کلمہ پڑھو جب زید نے بکر سے کہا تم بھی مسلمان ہو کلمہ پڑھو بکر نے جواب دیا ہم مسلمان نہیں ہندو ہیں، اتنا کہہ کر چلا گیا۔ ایسی صورت میں بکر دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا اگر اسلام سے خارج ہو گیا تو بکر کی عورت بکر کے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہو گئی اگر عورت نکاح سے خارج ہو گئی تو بکر سے یا بکر کے ورثہ سے اپنا مہر اور جہیز جو کہ اپنے والدین کے یہاں

پائی تھی۔ اور عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے یا نہیں۔ اور اگر عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے تو کتنا؟ جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائے عین مہربانی ہوگی؟

الجواب :- بکر کا یہ کہنا کہ میں مسلمان نہیں ہوں ہندو ہوں، یہ اسکا اپنے متعلق کفر کا اقرار ہے اس اقرار کی بنا پر بکر کافر قرار ہو گیا۔ اسکی عورت نکاح سے باہر ہو گئی بکر سے اپنا مہر نفقہ و جہیز وصول کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ اعلم (۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین صورت مسئلہ میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ خدا ایک نہیں ہے اور بڑی بیٹا بھی رکھتا ہے۔ ایسا کہنے والا دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا۔ اگر اسلام سے خارج ہو گیا۔ تو عورت اسکے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہو گئی اگر عورت نکاح سے خارج ہو گئی تو عدت گزرنے کے بعد دوسرے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں جو جامع حوالہ کتب تحریر فرمائے عین مہربانی ہوگی۔

الجواب :- ایسا کہنے والا قطعاً یقیناً کافر ہے ایسے کہنے والا سورہ اخلاص اور قرآن کی بہت سی آیتوں کا انکار کر کے کافر ہو گیا۔ اور اسکی عورت نکاح سے خارج ہو گئی بعد گزرنے ایام عدت جہاں وہ چاہے نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد یعقوب صاحب بنارس محلہ کمن گڑھا ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ زید کہتا ہے کہ مولوی کی مخالفت کرنا خدا و رسول کی مخالفت کرنا ہے اور خدا و رسول کی مخالفت کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور بکر کہتا ہے کہ مولوی کی بالذات قول و فعل کی مخالفت خدا و رسول کی مخالفت نہیں ہے نہ باعث گناہ کبیرہ ہے، البتہ مولوی امور شرعیہ بیان کرے اور کوئی شخص مخالفت کرے تو یقیناً گناہ کبیرہ ہے اور باعث عذاب الہی لہذا ایسی صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب :- حقیقتاً دونوں کے قولوں میں اختلاف نہیں معلوم ہوتا، زید کا بھی مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم جب حکم شرع بیان کرے۔ تو اسکی مخالفت ناجائز ہے۔ یہ مقصد ہرگز نہ ہوگا کہ امور خانہ داری یا دیگر دنیا کی باتوں میں کسی عالم کی مخالفت درست نہیں اور اگر زید کا مقصد یہی ہے کہ مولوی کے منہ سے جملات بھی نکلے خواہ وہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے متعلق اس کی مخالفت ناجائز ہے تو زید کا قول غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فہرست مضامین فتاویٰ محمد چیمہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵	بے اہل حکایات پڑھنے کا حکم۔	۱۱	کلمہ طیبہ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ		کتاب الحظر والاباحۃ
"	بد مذہبوں سے دور رہنا چاہئے۔	"	کہنا درست ہے۔		از ص ۱ تا ص ۱۰
۱۶	غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے۔	۱۲	چاندی کے علاوہ دوسری دھات	۱	مسلمان خصوصاً عالم دین کی توہین
"	بد مذہبوں کے کتب و رسائل پڑھنا	"	کی انگوٹھی مرد کو حرام ہے۔	۲	کرنے والے کا حکم۔
"	کیسا ہے؟	"	بلا وجہ شرعی مصافحہ سے ہاتھ کھینچنے	۳	گناہ پر اعانت کر نیوالے کی امامت کا حکم
۱۷	بد مذہب کی توقیر حرام ہے	"	والے کا حکم۔	۴	ذکر خدا اور رسول کرنے والوں کی نقل
"	جس انجن کے ارکان بد مذہب ہوں	"	جڑا ہوا چھلا پہننا کیسا ہے۔	۵	کرنا حرام و غیبت ہے۔
"	اس میں شریک ہونا جائز نہیں۔	"	سہرا باندھنا کیسا ہے۔	۶	کسی کو "جولاہا" کہنا کیسا ہے؟
۱۸	دہابیوں کو گالی دینا کیسا ہے؟	"	حرامی بچہ کو مار ڈالنا کیسا ہے۔	"	بنفص و حد حرام ہے۔
"	دہابیوں سے میل جول رکھنے والے	"	نماز چھوڑنے والا، شراب پینے والا	"	بعد نماز مصافحہ جائز ہے۔
"	سے میلاد پڑھوانا جائز نہیں۔	"	پیر نہیں ہو سکتا۔	۷	انبیاء و اولیاء حیات سے ہیں۔
۱۹	تمام مذاہب کو حق جاننا گمراہی ہے	"	پیر کے شرائط (حاشیہ)	"	عید کے دن مصافحہ و معانقہ جائز ہے
۲۰	دہابیہ کو مسلمان جاننا کیسا ہے؟	۱۳	محرم میں بچوں کو پیک بنانے،	۸	معانقہ کا مشروط جواز اجماعی ہے (حاشیہ)
"	جس انجن میں فرقہ باطلہ شریک ہوں	"	بھیک منگوانے کا حکم۔	"	بعد نماز عصر و فجر مصافحہ بدعت مباحہ
"	اس میں سنی کی شرکت کیسی ہے؟	"	تعزیر داری کی وجہ سے یارام یلا	"	مسند ہے۔
"	معافی چاہنے والے کو معاف نہ کرنے	۱۴	کے موقع پر ہندو مسلم فساد ہو تو مرنے	۹	نماز پنجگانہ کے بعد مصافحہ جائز ہے۔
۲۱	والے کا حکم۔	"	والے مسلمان شہید ہونگے یا نہیں؟	۱۰	محکم کی نگہبانی کیلئے کتاب پانے کا حکم
۲۲	جرمانہ لینا ناجائز ہے۔	۱۵	تعزیر داری ناجائز و بدعت ہے۔	"	انگریزی زبان سیکھنا سیکھنا کیسا ہے؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱	غیب کی تعریف اور اسکی قسمیں -	۲۲	نقشہ نعلین مبارک کا رکھنا سبب برکت ہے -	۲۲	گالی دینے والا جب معافی نہ مانگے حق العبد میں گرفتار ہے -
۲۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل کا حکم -	۲۲	غیر نبی وغیر صحابی کو در حضور پر نور	۲۳	عورت کو بلا نکاح رکھنے والے کا حکم
۲۲	حدیث کا شکر قرآن کا بھی مسکرت ہے -	۲۳	در اعلیٰ حضرت کہنا کیسا ہے؟	۲۳	سونے کا بٹن لگانا جائز ہے -
۲۲	شادی میں ناچنا اور عورتوں کا گانا کیسا ہے؟	۲۴	بیری کی کڑیاں مکان میں ڈالنا جائز ہے -	۲۴	میت کے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کو کھانا کھلانا جائز ہے -
۲۳	جس شادی میں منہیات شرعیہ ہوں وہاں جانا کیسا ہے؟	۲۴	ہندو کے گھر کی بنائی ہوئی میٹھائی پر فاتحہ دنیا کیسا ہے؟	۲۴	اجرت پر قرآن پڑھوانا جائز نہیں -
۲۳	مسلمان دھوبی کے یہاں کھانے پر حرج نہیں -	۲۴	فاتحہ میٹھی و نمکین ہر طرح کی چیز میں ہو سکتی ہے -	۲۴	ماموں، بھانجے کا ایک ساتھ ختنہ کرنے میں حرج نہیں
۲۳	پیشہ کی وجہ سے مسلم دھوبی کے یہاں نہ کھانے والے کا حکم (حاشیہ)	۲۵	تحریک بوائے اسکاؤٹ میں مسلمان کو شریک ہونا کیسا ہے؟	۲۴	سود خور کے یہاں کھانا کیسا ہے؟
۲۴	ڈھولک بجانا، عورتوں کا گانا اور ایسی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟	۲۵	بے علم کو دعا کہنا کیسا ہے؟	۲۵	سجدہ تحیت حرام ہے -
۲۵	سہرا باندھنے کا حکم	۲۵	فاسق ملعن سے بیعت ناجائز ہے	۲۵	موتے زیر ناف کو چونا ہڑتال وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں
۲۵	گناہ پر اصرار بہت سخت گناہ ہے -	۲۵	ہندو سے میل جول کا حکم	۲۵	موتے زیر ناف کی صفائی میں مرد اور عورت کے لئے افضل کیا ہے؟
۲۶	عاق کرنے یا بھوکا معنی؟	۲۵	”امہ و رسول چاہیں تو میرا یہ کام ہوگا“ کہنا کیسا ہے؟	۲۵	(حاشیہ)
۲۶	عقوق موانع ارث سے نہیں -	۲۵	بزرگان دین سے توسل جائز و محمود ہے -	۲۵	روضہ منورہ کی صحیح نقل بنا کر رکھنا جائز ہے -
۲۶	نیک اولاد کو مال دنیا اور بدکار کو نہ دینا کیسا ہے؟	۲۶	توسل کو شرک کہنے والوں کا رد بلیغ	۲۶	ذی روح کی تمثال حرام، اور غیر ذی روح کی جائز -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶	سعد نحس قمر در عقرب کا اعتبار کرنا چاہیے کہ نہیں۔	۵۳	انگریزی طرز کے بال رکھنا مکروہ ہے	۴۶	مرد کو چاندی کی کون سی انگوٹھی جائز ہے
۴۱	انگریزی وضع کے کپڑے پہننے کا کیا حکم ہے؟	۵۴	عورتوں کا گانا اور سکا سننا کیسا ہے؟	۴۹	مسجد میں کوڑا شور کرنا منع ہے۔
۴۲	آخری چہار شبہ کا کیا حکم ہے؟	۵۵	عورتوں کو خوشبو کس طرح لگانا چاہیے؟	۴۹	غیر دینی اشعار کا مسجد میں پڑھنا منع ہے
۴۳	محرم میں علم و تعزیر کا حکم۔	۵۸	فتاق سے میل جول کا حکم۔	۵۰	بے ثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانے کا حکم
۴۴	دھوتی پہننے کا حکم۔	۵۹	جن کے بھائی برادری آمدنی حرام ہو ان سے جو شخص تعلق رکھے اس کا کیا حکم ہے؟	۵۱	بیر کے حکم کو خدا کے حکم سے پہلے ماننے کی ترغیب دینا کیسا ہے؟
۴۵	عورتوں کو لہنگا پہننے کا حکم۔	۵۹	جس دعوت میں کوئی قبیح چیز ہو اس میں شرکت کا حکم۔	۵۱	اپنے کمال کا اظہار کیسا ہے؟
۴۶	چینا سلک پہننا کیسا ہے۔	۵۹	عورت مرد کو کس طرح سلام کرے اور مرد عورت کو کس طرح سلام کرے	۵۱	حضرت نوح علیہ السلام کی طرف منسوب واقعہ موضوع ہے۔
۴۷	رہ کی کتنے عمر میں بانغ ہوگی؟	۵۹	بتوں پر چڑھائے کھا اور شیرینی حکم، جو جانور دیوتاؤں کے نام پر چھوڑا جائے ان کا حکم۔	۵۱	بیر کیلئے بقدر ضرورت علم رکھنا شرط ہے
۴۸	جس نکاح جائز ہے اس پر وہ مہر دے یا نہیں؟	۵۹	جو باغ یا کنواں بتوں کے نام سے ہو اس کا حکم	۵۲	مسائل واجب کا سیکھنا واجب اور سنت کا سنت۔
۴۹	ذکر جلی کی حد اور اس کے طریقے	۵۹	ہجڑوں سے دینی کام کیلئے چندے	۵۲	تکبر کرنے والا ذلیل کیا جاتا ہے
۵۰	”عاصیہ“ نام رکھنا کیسا ہے؟	۵۹	سکتے ہیں یا نہیں؟	۵۲	حمد و نعت و منقبت کو ادب کے ساتھ سننا چاہئے۔
۵۱	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت کہنے کا حکم۔	۵۹	عورتوں کو اینگور سیندور اسن مانگ میں اور پیشانی پر ٹکلی لگانے کا کیا حکم ہے؟	۵۲	چشمہ لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
۵۲	جو شخص حکم شرعی نہ مانا اس کے یہاں کھانے کا حکم۔	۵۹	طوائف کے یہاں میلاد پڑھنے کا حکم۔	۵۳	پیتل وغیرہ دھات کی کمافی والے چشمہ کا استعمال کیسا ہے؟
۵۳		۵۹		۵۳	نخنہ کرنا سنت ہے اور شعار اسلام
۵۴		۵۹		۵۳	بجرے وغیرہ کو خضی کرنا کیسا ہے؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۱	سکر کا استعمال کیسا ہے ؟	۷۵	دار طریقی کتر وانا، مونڈ وانا کیسا ہے ؟	۷۹	طوائف کے یہاں میلاد کی شیرینی کا حکم۔
{ ۹۲	حرام اشیار کے ذریعہ معالجہ کا حکم (حاشیہ)	{ ۷۶	کتر واکر ایک مشت سے کم دار طریقی کرنیوالے کی امانت جائز ہے یا ناجائز	۸۱	برہمن کو ہاتھ دکھانے کا حکم۔
{ ۹۵	فساق و فجار کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے ؟	{ ۷۷	اشتہاروں کو چسپاں کرنا جائز ہے یا نہیں ؟	۸۲	بچوں کے ایک ظلم کا بیان
۹۵	عورتوں کو ہجڑوں سے پردہ لازم	{ ۸۱	محرم کے زمانے میں نعل ساز یا امام صفا کی سواری اٹھانا ناجائز ہے اس کے متعلق تفصیلی فتویٰ	۸۲	جبریہ دہرا حصہ مانگنے کا حکم۔
۹۶	بچی محارم سے نہیں۔	{ ۸۲	یا محمد کہتا جائز ہے یا نہیں ؟	{ ۸۳	کسی خطا پر جبریہ سیٹھائی وصول کرنے کا حکم۔
{ ۹۷	غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں جانا باعثِ قنہ ہے۔	{ ۸۳	حدیث ”لم یقوموا لیا یعلون من کراہتہ لذلک“ کی تشریح	{ ۸۴	کھانا کھانے کیلئے دسترخوان بچانے سے پہلے ہاتھ دھلائیں یا بعد میں ؟
۹۷	بد مذہب کی صحبت سم قاتل ہے	{ ۸۴	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے قیام کا ثبوت۔	{ ۸۵	عورت کیلئے گائے کا دودھ دوہنا جائز ہے ؟
۹۷	بد مذہب کو استاد بنانا کیسا ہے ؟	{ ۸۵	حدیث ”لا تقوموا کما تقوم الاغنام“ کی توضیح۔	{ ۸۶	اولاد کو عاق کرنے کا حکم۔
{ ۹۸	قیام میلاد وغیرہ کو شرک و بدعت کہنا و ہابیہ کا خاصہ ہے۔	{ ۸۶	حدیث ”قوموا الی سیدکم“ کی تشریح۔	{ ۸۷	جبراً کھانا لینا حرام۔
{ ۹۸	کتنی کتابیں پڑھنے سے آدمی عالم ہوتا ہے ؟	{ ۸۷	حدیث ”قوموا الی سیدکم“ کی تشریح۔	{ ۸۸	جبراً چندہ لینا حرام۔
{ ۹۸	اکابرین دیوبند کی کتابوں کا پڑھنا کیسا ہے ؟	{ ۸۸	حدیث ”قوموا الی سیدکم“ کی تشریح۔	{ ۸۹	یہ کہنا کہ جو انہ کھیلے گا تو جہنم چھوگا جنم ہوگا کفر ہے۔
{ ۹۸	اہل سنت اور دیوبندیوں کے درمیان اختلافات کی اہل بنیاد کیا ہے ؟ (حاشیہ)	{ ۸۹	حدیث ”قوموا الی سیدکم“ کی تشریح۔	{ ۹۰	ڈھول بجانا، ناچ، باجا عورتوں کا کھانا حرام ہے۔
					رت جگا جو عام طور پر پڑھتا ہے ناجائز ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۵	گناہ و فسق ہے۔	۱۰۸	بھوت کوئی چیز نہیں۔		براہین قاطعہ مولوی رشید احمد کی
{ ۱۳۶	نقیہ اشعار کا خوش الحانی سے پڑھنا	{ ۱۰۹	گھر کو شیاطین سے محفوظ رکھنے	{ ۱۰۰	تصنیف ہے۔
۱۳۶	جائز ہے۔	{ ۱۰۹	کی ترکیب۔	۱۰۲	شادی کی تاریخ مقرر کرنا جائز ہے
{ ۱۳۶	عورتوں کا بلند آواز سے نقیہ اشعار پڑھنا	{ ۱۰۹	مذہب قادیانی رکھنے والے کافر	{ ۱۰۲	بموقع نکاح منہیات شرعیہ ہوں
{ ۱۳۶	خوبصورتی اور خوش الحانی سے پڑھنا	{ ۱۰۹	و مرتد ہیں۔	{ ۱۰۲	تو نکاح ہو گا یا نہیں؟
۱۳۶	منظومہ فتنہ ہے۔	{ ۱۰۹	قادیانی مذہب کے عقائد و باطل	{ ۱۰۲	قیام کرنا، نام اقدس سن کر انگوٹھا
۱۳۸	بسم اللہ خوانی کس عمر میں کرائی جائے؟	{ ۱۰۹	(حاشیہ)	{ ۱۰۲	جائز و مستحسن ہے۔
۱۳۸	ہندوؤں کی بے جا طرفداری کرنیوالے کا حکم	{ ۱۰۹	قادیانیوں کی کتاب بچوں کو	۱۰۲	اذان میں کلمہ شہادت سن کر کیا کرے،
۱۳۹	اہل ہندو کے یہاں کا کھانا، کھانا کیسا؟	{ ۱۰۹	پڑھانا کیسا ہے؟	۱۰۳	اذان میں کلمہ شہادت سن کر کیا کرے؟
۱۳۹	مزامیر کے ساتھ قوالی حرام ہے۔	{ ۱۱۱	غیر اللہ کیلئے سجدہ تعظیمی سے متعلق	{ ۱۰۴	الکحل و اسپرٹ ملی ہوئی دوا کا استعمال
۱۴۰	شرعیہ کو ہلکا جاننا کفر ہے۔	{ ۱۱۱	سوال اور مصنف علیہ الرحمہ کا محققانہ جواب	{ ۱۰۴	کیسا؟ (حاشیہ)
۱۴۰	معارف و مزامیر یا دیگر ملاہی حرام ہیں	{ ۱۳۲	کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۰۵	دائی کا پیشہ جائز ہے۔
۱۴۱	احکام شرعیہ کی تحقیق کفر ہے۔	{ ۱۳۲	ہر مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟	۱۰۶	حضور کا ذکر شریف ہر وقت جائز ہے
۱۴۱	بغیر وف والی بارات کو جنازہ کہنا کیسا؟	{ ۱۳۲	مجلس میلاد میں موضوع روایتوں کا	{ ۱۰۶	ریشم کے کپڑے سے بنام ہوا کپڑا
۱۴۲	مزامیر حرام ہے۔ (حاشیہ)	{ ۱۳۲	پڑھنا جائز ہے۔	{ ۱۰۶	مرد کیلئے حرام ہے۔
۱۴۳	پانی پر دم کرنا جائز ہے۔	{ ۱۳۲	خوبصورت، خوش گلو اور مرد سے اشعار	{ ۱۰۶	سونایا پتھر وغیرہ کا دانت بنوانا
۱۴۳	صحابہ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے (حاشیہ)	{ ۱۳۲	پڑھوانا کیسا ہے؟	{ ۱۰۶	کیسا ہے؟
{ ۱۴۴	مسلم عورتوں کو ساڑی اور ہنگا پہننا	{ ۱۳۲	گیارہویں کا کھانا فقرہ و اغیار ب	{ ۱۰۶	زمین کو "خوس" کہنا کیسا ہے؟
{ ۱۴۴	کیسا ہے؟ (حاشیہ)	{ ۱۳۲	کھا سکتے ہیں۔	{ ۱۰۶	حدیث میں بعض چیزوں کو "خوس"
۱۴۴	لہنگا ہندوؤں کا لباس ہے۔	{ ۱۰۸	باپ کو ایذا دینا اور اس پر بہت لگانا	{ ۱۰۸	کہنے کے معنی۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	کفار کی دعوت میں جانا کیسا ہے؟	۱۲۸	یکہ انسپکٹر کا یکہ والوں سے قسم وصول کرنا کیسا ہے؟	۱۲۸	رشتہ خور کے یہاں کھانا کھانا کیسا ہے؟
۱۲۹	حرام مال پر عقد و تقدیم تو کیا حکم ہے؟	۱۲۹	حرام و حلال مال مخلوط ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟	۱۲۹	حرام مال پر عقد و تقدیم تو کیا حکم ہے؟
۱۳۰	خوام طریقے سے حاصل کئے ہوئے مال کا حکم؟	۱۳۰	سجدہ تعظیمی والی آیتوں میں سجدہ سے کیا مراد ہے؟	۱۳۰	حرام مال کے بدلے میں خرید ہوئی چیز کا حکم
۱۳۱	حرام مال کے بدلے میں خرید ہوئی چیز کا حکم	۱۳۱	غلنظ و کھاد کی بیع کا حکم۔	۱۳۱	سونے، چاندی کے ٹن جائز ہیں۔
۱۳۲	سونے، چاندی کے ٹن جائز ہیں۔	۱۳۲	مانع حمل ادویہ کا استعمال کیسا۔	۱۳۲	کچا ہسن پیاز کھا کر نماز و تلاوت کرنا کیسا ہے؟
۱۳۳	کچا ہسن پیاز کھا کر نماز و تلاوت کرنا کیسا ہے؟	۱۳۳	(مع حاشیہ)	۱۳۳	بد مذہب سید کی تعظیم کا مسئلہ
۱۳۴	بد مذہب سید کی تعظیم کا مسئلہ	۱۳۴	شب برات متبرک رات ہے۔	۱۳۴	ہولی کھیلنے والے مسلمانوں کا حکم
۱۳۵	ہولی کھیلنے والے مسلمانوں کا حکم	۱۳۵	شب برات میں حلوہ پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟	۱۳۵	کفار کے تہواروں میں شرکت کا حکم
۱۳۶	کفار کے تہواروں میں شرکت کا حکم	۱۳۶	ہجرت کے یہاں کھانا کھانا کیسا ہے؟	۱۳۶	چغلی کھانا حرام ہے۔
۱۳۷	چغلی کھانا حرام ہے۔	۱۳۷	موزی جانور کو آگ میں جلانا ممنوع ہے	۱۳۷	مسلمانوں کے خلاف ہندو کے پاس چغلی کھانے والے کا حکم۔
۱۳۸	مسلمانوں کے خلاف ہندو کے پاس چغلی کھانے والے کا حکم۔	۱۳۸	پڑی ہوئی تحریروں کا اٹھانا مستحسن ہے	۱۳۸	مرثیہ پڑھنا کیسا ہے؟
۱۳۹	مرثیہ پڑھنا کیسا ہے؟	۱۳۹	”ظہور باری“، ”نور باری“ نام رکھنے میں حرج نہیں۔	۱۳۹	بد مذہبوں سے میل جول کا حکم۔
۱۴۰	بد مذہبوں سے میل جول کا حکم۔	۱۴۰	محصول معاف کرنا کیسا ہے؟	۱۴۰	مرتد کا ذبیحہ مردار ہے
۱۴۱	مرتد کا ذبیحہ مردار ہے	۱۴۱	پان کھا کر قرآن و میلاد پڑھنا کیسا ہے؟	۱۴۱	کافر و مرتد کے یہاں کھانے کا حکم۔
۱۴۲	کافر و مرتد کے یہاں کھانے کا حکم۔	۱۴۲	جموہ عیدین کے دن نیا کپڑا پہننا بہتر ہے	۱۴۲	نا جائز و حرام کا فرق۔
۱۴۳	نا جائز و حرام کا فرق۔	۱۴۳	مردوں کو رشیم کے کپڑے حرام ہیں		
		۱۴۴	رمضان میں قرآن پاک کی تلاوت عمدہ عبادت ہے۔		
		۱۴۵	عشرہ محرم میں سیاہ سبز اور سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟		
		۱۴۶	تجزیہ داری ناجائز و بدعت ہے۔		
		۱۴۷	فتاویٰ عالمگیری کا زمانہ سے والا کیسا؟		
		۱۴۸	شوہر سے غیر شوہر سمجھکر جماع کرنا کیسا ہے۔		
		۱۴۹	غیر مسلم کو ممبری کی رائے دینا کھڑ نہیں		
		۱۵۰	مرزا احمد کو مسلمان جانا کفر ہے۔		
		۱۵۱	خلاف شرع فعل میں حق اللہ ہے۔		
		۱۵۲	تانی گرفت سے بچانے میں رقم لینا کیسا؟		
		۱۵۳	چاروں امام حق پر ہیں۔ مگر مقلد ایک ہی کی پیروی کر سکتا ہے۔		
		۱۵۴	تصویر کھینچنا، کھچوانا حرام ہے۔		
		۱۵۵	تصویر کا بطور اعزاز رکھنا ناجائز ہے		
		۱۵۶	حضور کے کمالات کے بیان کے وقت کافروں کا ذکر گستاخی و بے ادبی ہے		
		۱۵۷	ایک شعر پر شرعی حکم۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۸	اولیاء کی قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے	۱۸۱	اموات کے کھانے میں برادری واجباً	۱۴۳	اجنبیہ کے ساتھ مرد کا تنہائی میں ہونا
۱۹۰	اپنے کو بڑے القاب کے ساتھ یاد کرنا	۱۸۱	کی دعوت ممنوع و بدعت ہے۔	۱۴۳	ناجائز ہے۔
۱۹۰	کر دانا کیسا ہے؟	۱۸۲	کسی امر کا کفار سے مشابہ ہونا	۱۴۳	امرد کے ساتھ خلوت و اختلاط
۱۹۰	بلا اجازت و خلافت مرید نہیں	۱۸۲	منع کیلئے کافی ہے۔ حاشیہ	۱۴۳	کیسا ہے؟
۱۹۰	کر سکتا۔	۱۸۲	صاحب سلسلہ سے ارادت و خلافت	۱۴۳	داڑھی حد شرع سے کم رکھنا اور
۱۹۱	ثبوت خلافت کیلئے شہادت	۱۸۲	کے بغیر مرید کرنا کیسا ہے؟	۱۴۳	انگریزی بال رکھنا کیسا ہے؟
۱۹۱	ضروری نہیں۔	۱۸۲	اپنے کو قائد اعظم لکھنا کیسا ہے؟	۱۴۳	اسپرٹ نجس ہے۔
۱۹۱	غیر عالم کو مولانا، مولوی کہنا کیسا ہے؟	۱۸۳	آب زمزم و بقیہ وضو کو کس طرح پئے؟	۱۴۳	امام حسین کے نام پر مجالس بہو و لعب
۱۹۱	کسی مسلم جماعت کے افسر کو قائد اعظم	۱۸۳	سود کھانا اور غیبت کرنا فسق ہے۔	۱۴۳	قائم کر کے اور لوگوں کو بلانے والا حکم
۱۹۱	کہنا کیسا ہے؟	۱۸۳	اعلانیہ غیبت کرنا یو الے سے میلاد	۱۴۳	ناسق کی تعظیم غضب الہی کا سبب ہے
۱۹۲	قبرستان سے تر درخت کا کاٹنا	۱۸۳	پڑھوانا ناجائز ہے۔	۱۴۳	ندایا رسول اللہ، جائز ہے۔
۱۹۲	مکروہ ہے۔	۱۸۳	تغزیہ داری، علم، دلدل، وغیرہ	۱۴۳	بعد نماز جمعہ و عیدین مصافحہ جائز ہے
۱۹۲	کسی پیر کے نام کا جانور	۱۸۳	بدعت ہیں۔	۱۴۳	ایصال ثواب کیلئے تاریخ متعین کرنا
۱۹۲	حلال ہے یا حرام؟	۱۸۳	شریت وغیرہ پر فاتحہ دینا جائز ہے	۱۴۳	کیسا ہے؟ (حاشیہ)
۱۹۳	ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا	۱۸۳	سنی عالم کو دہابی کہنا کیسا ہے؟	۱۴۳	ذکر ولادت کے وقت قیام جائز ہے
۱۹۳	ناجائز ہے۔	۱۸۳	منکرات شرعیہ کا روکنا واجب ہے	۱۴۳	نام اقدس سنکر انگوٹھا چونا مستحب ہے
۱۹۳	داڑھی میں طول فاحش مکروہ ہے	۱۸۳	ہر مسئلہ میں امام اعظم کا قول طلب	۱۴۳	بد مذہبوں کی تعظیم کرنے والے قاضی
۱۹۳	موجب رکھنے کا طریقہ۔	۱۸۳	کرنا نادانی ہے۔	۱۴۳	سے نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟
۱۹۴	مکروہ تحریمی کی عادت فسق ہے	۱۸۳	بعض مشائخ نے شرائط کی رعایت	۱۴۳	طاعون والی جگہ سے بھاگنا یا وہاں
۱۹۴	کتیا کا دودھ پینے والے بکری کا گوشت	۱۸۳	کے ساتھ قوالی سنی ہے۔	۱۴۳	جانا کیسا ہے؟
۱۹۴	کھانا کیسا ہے؟	۱۸۳		۱۴۳	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۹	قرآن مجید پڑھنا خلافِ ادب ہے	۲۰۷	حضرت علیؓ کو خلیفہ بلا فصل تبرا ہے	۱۹۸	حکم شرع کے خلاف کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
"	کو کین کھانے کا حکم۔	"	نیاز کے روپے علم دین کی تعلیم میں	"	دارالامان کسے کہتے ہیں؟
۲۲۰	حقہ اور بٹری پینے کا حکم	۲۰۸	صرف کرنا کیسا ہے؟	"	کافر حربی کا مال بغیر غدر لینا
"	التا لگانا کیسا ہے؟	۲۰۹	طعام المیت میت القلب حد نہیں ہے	"	حدیث قرآن کے معارض ہو تو متروک
{ ۲۲۱	رات کو مرغ کی آواز سے بدشگون لینا بے اصل ہے۔	"	ایصال ثواب کا کھانا کس کو کھلایا جائے؟	"	سود لینا دینا حرام ہے۔
۲۲۲	سفر کا مبارک دن۔	{ ۲۱۰	طعام مسکین کیلئے کئے گئے چندہ کا مصرف کیا ہے؟	"	مجبوری کے وقت قرض لینا کیسا ہے؟
"	نا جائز امور میں کسی کی پیروی جائز نہیں	"	زرچندہ چندہ دہندگان کی ملک پر رہتا ہے۔ حاشیہ	"	گراموفون کا ریکارڈ سننا کیسا ہے؟
"	لہنگا پہننے والی عورتوں کے ہاتھ کا پانی پینا کیسا ہے؟	"	حضور کی آنکھ کو تلی سے تشبیہ	{ ۲۰۲	یانبی سلام علیک اور علیکم دونوں کہنا کیسا ہے؟
۲۲۳	دوسرے کی بیوی کو رکھنے والا کا حکم	{ ۲۱۱	دینا کیسا ہے؟	"	کیا وقت بیان ولادت حضور تشریف لاتے ہیں؟
"	منکوحہ زانیہ کی اولاد ثابت النسب ہے	"	حضرت فاطمہ سے متعلق ایک روایت سے متعلق سوال و جواب۔	"	بوقت تلاوت حقہ پینا اور نگے سر رہنا کیسا ہے؟
{ ۲۲۴	کیا فوت شدہ آدمی اپنے عزیزوں سے ملتا ہے؟	{ ۲۱۲	خفی بچوں کو غیر خفی کی کتابیں پڑھانا کیسا ہے؟	"	یا حسین کہتے ہوئے اوجھلنا، کودنا کیسا ہے؟
۲۲۵	ولیمہ کرنا سنت ہے۔	{ ۲۱۵	بُت خانہ کے پھول کو تبرک سمجھنا کفر ہے؟	"	تعزیر داری بدعت کیسے ہے۔
"	استعاذہ ہوتے ہوئے ولیمہ نہ کرنا ترک سنت ہے۔	۲۱۶	چند اشعار سے متعلق سوال و جواب	"	دل و براق کی تصویریں بنانا
"	نابالغ بچوں سے خدمت لینا کیسا ہے؟	۲۱۸	آیات قرآنیہ کا ریکارڈ میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟	"	تعزیر والے جلوس میں شرکت گناہ ہے
۲۲۶	بچوں کو جھولا جھولانا کیسا ہے؟	"	گراموفون بجائی جانے والی مجلس میں	"	رافضی تبرا کی مجلس میں شریک ہونا کیسا ہے۔
"	کھچڑا سے متعلق سوال و جواب	"			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۵	کپڑے کے کنارے شیم لگانا کیسا ہے؟	۲۲۷	علم غیب سے متعلق درخت کی ایک	۲۲۷	تربت نکالنا، ماتم کرنا ناجائز ہے
۲۲۷	نکاح سے قبل عورت کے خسر یا باپ	۲۲۸	عبارت کی توضیح کا سوال اور	۲۲۸	مولیٰ علی کو خلیفہ بلا فصل کہنا تبرکات
۲۲۷	کارم وصول کرنا کیسا ہے؟	۲۲۹	مصنف علیہ الرحمہ کا محققانہ جواب	۲۲۹	آسیب زدہ کی بات پر اعتبار نہیں
۲۲۸	مخطوبہ عورت کو قبل نکاح دیکھنا جائز ہے	۲۲۹	انبیاء کرام کے علم غیب میں وہابیت	۲۲۹	مسجد میں اگلاں رکھنا کیسا ہے؟
۲۲۹	لڑکیوں کو ضروری مسائل شرعیہ کی	۲۳۰	دیباہہ کے علاوہ تمام مدعیان اسلام	۲۳۰	ختنہ میں دعوت کرنا جائز ہے۔
۲۲۹	تعلیم دینا ضروری ہے۔	۲۳۰	متفق ہیں۔	۲۳۰	دھوبی مشرک ہو تو کپڑا پاک ہو گیا نہیں؟
۲۳۰	لڑکیوں کو لکھنا سیکھنا کیسا ہے؟	۲۳۱	فرقہ غیر مقلدین گمراہ فرقہ ہے	۲۳۱	مسلمان میں کافر کا قول معتبر ہے حاشیہ
۲۳۰	(مع حاشیہ)	۲۳۱	تقویت الایمان میں بکثرت کفر یا ہیں	۲۳۱	کھجور کا گٹھا کھانا جائز ہے۔
۲۳۰	عورتوں کو بالا خانے میں ٹھہرانا	۲۳۱	غیر مقلدین کو اپنے مدرسہ میں پڑھانا	۲۳۱	گناہ زانی پر ہے نہ کہ اسکی اولاد پر
۲۳۰	کیسا ہے؟ (حاشیہ)	۲۳۱	کیسا ہے؟	۲۳۱	جاندار کی تصاویر والے کھیلونوں سے
۲۳۰	حضور کو "امت کا چرواہا" کہنے والے	۲۳۲	مقرب بندوں کو مشکل کشا کہنا	۲۳۲	متعلق سوال و جواب۔
۲۳۰	کا حکم۔	۲۳۲	درست ہے۔	۲۳۲	بچوں کو کھلونے دینا جائز ہے۔
۲۳۰	حضور کو کیلیا اور ہننے والے	۲۳۲	جلالین وغیرہ پڑھنے والا عالم	۲۳۲	ہر قسم کی دھات کے ٹن جائز ہیں
۲۳۰	کہنا کیسا ہے؟	۲۳۲	کہلا سکتا ہے؟	۲۳۲	ایک کمپنی کے فارم والی اسکیم سے
۲۳۱	بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔	۲۳۲	دہائی کے مدرسے میں چند دینا گناہ ہے	۲۳۲	متعلق سوال و جواب۔
۲۳۱	"علیہ السلام" انبیاء و مرسلین کے	۲۳۲	بوقت قیام یا جمین سلام علیک	۲۳۲	بے علم کی لکھی ہوئی تفسیر قرآن کا
۲۳۱	ساتھ مخصوص ہے۔	۲۳۲	کہنا کیسا ہے؟	۲۳۲	پڑھنا کیسا ہے؟
۲۳۲	اسپرٹ، شراب ہے۔	۲۳۲	علیہ السلام، انبیاء و ملائکہ کے ساتھ	۲۳۲	ایک آیت کا مطلب
۲۳۲	اسپرٹ ملی ہوئی دوا کا استعمال	۲۳۲	خاص ہے۔	۲۳۲	طوائف کا مال مسجد میں لگانا کیسا ہے؟
۲۳۲	(مع حاشیہ)	۲۳۲	نذر غیر اسد جائز ہے۔	۲۳۲	مال حرام کو کار خیر میں صرف کرنے
					کا حیلہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۹	میں ایک آدمی کا نام، جو تو زمین کس کی ہوگی	۲۸۹	شراب کی ترویج کرنی والا فاسق ہے۔	۲۸۹	ورلیک، ناجائز ہے۔
{ ۲۹۰	اچھا عقیدہ والا قبر پر چادر نہ	{ ۲۹۰	علمائے حق کے وقار کو ختم کر نیوالے	{ ۲۹۰	رپورٹ درست کرنے کیلئے چپرائی
"	بڑھائے تو کیا حکم ہے۔	"	کا حکم۔	"	کو روپیہ دنیا کیسا ہے؟
"	زکوٰۃ حلال مال سے دینا فرض ہے	"	صحابہ کے گستاخ سے اتحاد ناجائز	"	بد مذہبوں سے مقدمہ لڑنے کیلئے
{ ۲۹۱	حرام مال کے خرچ پر امید ثواب	{ ۲۹۱	ہے (مع حاشیہ)	{ ۲۹۱	مسلمانوں کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟
"	رکھنا کفر ہے۔	"	علم دین میں رخنہ اندازی کرنا کیسا ہے؟	"	دولتمند کو صدقہ نافلہ کھانا کیسا ہے؟
"	سود خور کی زکوٰۃ کا حکم۔	"	جھوٹ بولنا کبیرہ اور نفاق کی علامت ہے	"	حضور کو خواب میں دیکھنے والا حق
"	کافر کو دوست بنانا حرام۔	"	مفتی کیلئے تدبیر درکار۔	"	نکھتا ہے
۲۹۱	ضروریات دین کا منکر کافر ہے۔	۲۹۱	اخباروں کی خبروں کا حکم۔	۲۹۱	بدعت کی تعریف
"	نوحہ ممنوع ہے۔	"	حضرت آسی علیہ الرحمہ کے دو مشہور	"	فاحشہ و آکھانے کو حرام کہنے والا دہائی
"	مرثیہ پڑھنا کیسا ہے۔؟	"	شعر سے متعلق سوال اور مصنف	"	تصویر اہانت کی جگہ ہو تو دیکھ چھوڑنے
"	جاہل کو "مولانا" کہنا کیسا ہے؟	"	علیہ الرحمہ کا جواب اور حاشیہ میں	"	کی اجازت ہے۔
۲۹۲	ہندو کی پکائی ہوئی چیز کھانا کیسا ہے؟	۲۹۲	توضیح و تنقیح۔	"	کیا مشرکین کی تیار کردہ چیزیں
"	مسلمان کس سے خرید و فروخت کریں؟	"	حیض بند ہونے کے بعد شوہر کب	"	نا پاک ہیں؟
۲۹۳	ہندو کیساتھ کھانا پینا ناجائز ہے	۲۹۳	جماع کر سکتا ہے۔	"	اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کیسا ہے؟
"	ناف کے نیچے کے بال کس طرح صاف کرے؟	"	سونے چاندی کے سوا دوسری	"	حضور حاضر و ناظر ہیں۔
۲۹۵	کانگریس ہندو کی جماعت ہے۔	۲۹۵	دھاتوں کے زیورات کا حکم	"	ہر مجلس میلاد میں حضور کا تشریف
۲۹۶	مسلمانوں پر اپنے دین کا تحفظ لازم ہے	۲۹۶	منوعہ دھاتوں کے استعمال میں	"	لانا ثابت نہیں۔
۲۹۷	بعض رنگوں کے استعمال کا حکم۔	۲۹۷	افلاس عذر ہو سکتا ہے؟	"	حق بولنے سے گریز کرنے والا گونگا
۳۰۰	سفرار کو کمیشن دینا کیسا ہے؟	۳۰۰	بھڑ بھڑی آدھے آدھے پر دینا ناجائز ہے	۳۰۰	شیطان ہے۔
۳۰۲	مسلمانوں کا ترک وطن کرنا کیسا ہے؟	۳۰۲	دو آدمی کی خریدی ہوئی زمین کے کاغذ		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۹	پڑھنا کیسا ہے ؟	۳۱۱	آز حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا۔	۳۰۲	ہنگامی وقت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟
{	لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکنے کا حکم۔	{ ۳۱۲	آزریلئے حضرت ابراہیم کے دعار کرنے کی وجہ۔	{	کانگریسی اور لیگی ممبروں کو ووٹ دینا کیسا ہے ؟
{	بیعت ہونے کیلئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔	۳۱۳	مسجد کی مرمت کو برا کہنا کیسا ہے ؟	۳۰۴	ابوالکلام آزاد کیسا شخص تھا
{	انبیاء اولیاء اور عوام قبروں سے کس حال اٹھیں گے۔ ؟	۳۱۴	دھوکا دینا حرام ہے۔	۳۰۵	رافضی کو سردار نہیں بنایا جاسکتا
۳۲۰	پیری کیلئے چار شرطیں ہیں۔	۳۱۵	خلاف واقعہ استغفار کرنا کیسا ہے ؟	۳۰۶	مسلم لیگ میں شرکت کیسی ؟
۳۲۲	بلا ضرورت سوال حرام ہے۔	۳۱۶	نومسلم دینی بھائی ہے۔	{	کفار کے سیلوں میں شرکت اور تجارت کا حکم۔
۳۲۳	بلا دعوت مرید کئے جانا کیسا ہے ؟	{ ۳۱۷	نوافل و استغفار کا وقت غوث پاک سے کبیر داس کو افضل کہنے کا حکم۔	{	گانجا اور بھنگ پینے اور ان کی تجارت کا حکم
۳۲۴	نسخ کا معنی۔	{	زندگی، سبھڑے کا مال کار خیر میں صرف کرنا کیسا ہے ؟	{ ۳۰۷	دبا کے وقت ڈھول پر آیت قرآنیہ لکھ کر بجانا کیسا ہے ؟
۳۲۵	عام کی تخصیص ایک نوع نسخ ہے	۳۱۸	حرام مال سے خریدی چیز کا حکم۔		کتاب الشہادت
۳۲۶	نسخ تحریف نہیں ہے۔	۳۱۹	زمانہ کو برا کہنا کیسا ہے ؟	۳۰۸	از ۳۰۹ تا ۳۹۲
۳۲۷	حدیث متواتر و مشہور کی تعریف۔	{ ۳۱۰	کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔		حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت۔
{ ۳۲۸	کلام اللہ و کلام رسول کو اپنی عقل سے سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے ؟	{	غوث اعظم کی شان میں ایک شعر سے متعلق سوال۔	{ ۳۰۹	حضور کے آباء و اہل بیت مومن و موحد تھے۔
{ ۳۲۹	انبیاء کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔	۳۱۱	انبیاء کرام حیات سے ہیں۔	{ ۳۱۰	
{	حضور کے نزدیک محبوب ترین شخص کون ؟	۳۱۲	حفظ الایمان، براہین قاطعہ		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
{ ۲۵۲	ایک آدمی کو دو پیر سے مرید ہونا کیسا ہے ؟	{ ۳۲۱	حضرت حواریہ حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں ۔	۳۲۹	خلافتِ صدیق کے منکر کا حکم
{ " }	مرا ہوا آدمی داخل سلسلہ نہیں ہو سکتا ۔	{ ۳۲۲	تربتِ اطہر کے تمام اقطاعِ زمینی سے افضل ہونے کی وجہ ۔	۳۳۲	غیر خدا سے استمداد جائز ہے ۔
۲۵۲	مجموعہ اوراق " کتاب کیسی ہے ؟	۳۲۴	ایک موضوع روایت کا ذکر	"	افترار و کذب اہل باطل کا شیوہ
۳۵۴	کافر کی غلامی ذلیل چیز ہے ۔	{ ۳۲۵	بزرگانِ دین کے نام کے ساتھ " رضی اللہ عنہ " کہنا لکھنا کیسا ؟	۳۳۳	وہابیہ یہود کے چیلے ہیں ۔
{ ۳۵۲	آزادی کو اصول اسلام پر مقدم جاننا کیسا ہے ؟	{ ۳۲۶	مرید ہونے کے بعد دوسرے پیر کا طالب ہونا کیسا ہے ؟	{ " }	فتاویٰ رضویہ کے ایک فتویٰ میں دیوبندی کاتب کی تحریف کا ذکر ۔
{ ۳۵۴	پیر و استاد کا مرتبہ والدین سے زیادہ ہے ۔	{ ۳۲۷	بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے ۔	۳۳۴	اعلیٰ حضرت کے پیر و استاد کون ؟
۳۶۰	تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے ۔	"	عالم اور پیر کی ضرورت ۔	{ ۳۲۵	" بوارقِ محمدیہ " کی ایک عبارت کی توضیح ۔
"	تقدیر کے سلسلہ میں قولِ اسلم ۔	"	پیر کو دی جانے والی رقم ہدیہ	{ ۳۲۶	کیا " امارتِ شرعیہ " کا امیر خلیفہ ہے ؟
{ ۳۶۱	صدیقِ اکبر انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں ۔	۳۲۸	تبدیلِ مذہب سے متعلق غوثِ اعظم کے خواب والے حکم کی حقیقت کا بیان	۳۲۷	اہل سنت کی تعریف ۔
۳۶۲	حدیثِ نخلہ سے متعلق سوال و جواب	{ ۳۲۹	ہندو کے منع کرنے سے قربانی نہ کرنا کیسا ہے ؟	"	بدعت کی تعریف اور قسمیں ۔
۳۶۳	اصحابِ صفہ کون تھے ؟	{ ۳۵۱	خواب میں حضور کی زیارت کا عمل ۔	{ ۳۲۹	فی زمانہ ناعوام و خواص کو تقلید سے چارہ نہیں ۔
۳۶۴	" پیغمبرِ صاحب " کہنا کیسا ہے ؟	"	خواب میں حضور کی زیارت کا عمل ۔	"	مقلد کو اپنے امام کے مذہب سے خروج جائز نہیں ۔
"	بسم اللہ خوانی کس عمر میں کرائی جائے ؟	{ ۳۵۲	عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی ۔	۳۴۰	بناتِ مکرمات کا ذکر ۔
۳۶۵	اسمِ اعظم کیسے کہتے ہیں ۔				
"	عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی ۔				

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۳	تبرک سنت کا حکم -	۳۹۶	کیا ایک شیخ کے دو سجادہ نشین	۳۹۶	جنت میں حور کا ملنا یقینی ہے
"	جنت آسمانوں کے اوپر ہے۔	۳۹۷	ہو سکتے ہیں - ؟	"	جنت میں اولاد کی خواہش سے
"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ	"	روح و جسم دونوں سے سوال ہوتا ہے	"	اولاد ہوگی۔
"	کا نام -	۳۹۷	عورت کو غیر محرم سے پردہ لازم	۳۹۷	جنت میں بیوی ملے گی یا نہیں؟
۳۸۵	تمام مسائل ضروریات دین	"	شب برات میں علوہ پکانا کیسا؟	"	مولوی رشید گنگوہی کی بیعت
"	سے نہیں۔	۳۹۸	انبیاء و اولیاء کو "مختار" کہنا	"	نا جائز - (حاشیہ)
۳۸۶	ایمان کی تعریف -	"	درست ہے -	"	گنگوہی کے بعض معتقدات۔
"	"آمنوا" کے خطاب میں حضور	"	اصول الشاشی کے بعض مباحث	"	(حاشیہ)
"	داخل ہیں یا نہیں؟	"	سے متعلق سوال اور مصنف علیہ	"	حضور قبر انور سے اشیا و احوال
۳۸۷	حضرت زینب و بلقیس کن کی زوجہ	۳۹۹	کا جواب -	۳۹۹	کا مشاہدہ فرماتے ہیں
"	تھیں؟	۳۹۹	مرید کرنے اور خلافت دینے کیلئے	۳۹۹	بیعت کا ایک غلط طریقہ
۳۸۸	فسادات کے موقع پر مسلمان	"	اجازت و خلافت ضروری ہے؟	"	بے حاجت بھیک مانگنا منع ہے
"	کو کیا کرنا چاہیئے؟	"	تارک جماعت پیر سے مرید ہونا	"	جو رو کو مال کہنا حرام ہے۔
"	قیامت کے دن روئیں کہاں	"	کیسا ہے؟	"	بدعت سے متعلق اشعة اللغات
"	رہیں گی؟	۳۸۲	وہابی کی لڑکی سے نکاح کا حکم	۳۹۳	کی ایک عبارت کا مطلب -
"	مدرسے کیشن میں لئے ہوئے	"	قیامت کے دن آفتاب کتنا قریب	"	علم غیب سے متعلق ایک حدیث
۳۸۹	روپے کا حساب معلوم نہ ہو تو	۳۸۳	ہوگا؟	۳۹۳	کا ذکر -
"	ادائیگی کی کیا صورت ہے؟	"	قیامت کے دن زمین و آسمان	۳۹۵	حضور اقدس کے جسم پاک کا سایہ تھا
"	مسلمان کو ہجرت کی اجازت	"	کے بدل جانے کی نوعیت -	"	سجادہ نشینی اور امامت کبریٰ
۳۹۰	کب ہے؟	"	زمین و آسمان سے پہلے یا پیسید کیا گیا	۳۹۷	کافر -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۱	تقویۃ الایمان کی ایک عبارت	۳۰۴	قادیاں مرتد ہے۔		بڑی کی بیچ سے متعلق حافظہ ملت
"	متعلق سوال۔	"	مشتبہ آدمی کے پہچاننے	۳۹۱	کا سوال اور مصنف علیہ الرحمہ
"	غیر مقلدین بد مذہب ہیں	"	کا طریقہ۔	"	کا جواب۔
"	غیر مقلدین کی تعلیم کرنیوالے کا حکم	"	شرع کو ہم نہیں جانتے، کہنے	"	کیا انبیاء و اولیاء کا رتبہ خاتمہ
"	غیر مقلدیت سے بیعت نسخ	"	والے کا حکم۔	۳۹۳	سے افضل ہے؟
{ ۳۱۲	ہو جاتی ہے۔	"	غیر خدا کی پرستش کرنے اور اس پر	"	احرام پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے؟
"	برادری اور شریعت کی راہوں	۳۰۶	راضی ہونے والے کا حکم	۳۹۴	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم (مع حاشیہ)
"	کو الگ الگ کہنا کیسا ہے؟	"	بہشتی زیور کا پڑھنا پڑھانا		
"	اسلام کے اقرار کرنیوالے کو کافر	"	کیسا ہے؟		کتاب السیر
{ ۳۱۳	کہنے کا حکم۔	"	اشرف علی کے ساتھ اپنا حشر	از ۳۹۵ تا ۵۲۹	
"	فتویٰ کو اعضا تر ناسل کہنے	"	چاہنے والے کا حکم	۳۹۶	مدعی رسالت کا حکم شرعی۔
{ ۳۱۴	والے کا حکم۔	۳۰۷	قصہ نماز ترک کرنیوالے کو کافر کہنا کیسا ہے؟	۳۹۹	کافر کو کافر نہ جاننا کیسا ہے؟
۳۱۵	سنی کو رافضی کہنا کیسا ہے؟	"	میان کی کڑاہی کرنا کیسا ہے؟	"	جانماز کو سکسری کہنا کیسا ہے؟
"	رافضیوں کو برا نہ جاننے والا	۳۰۸	مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟	"	کسی مسلمان پر ہنسنا کیسا ہے؟
"	سنی نہیں۔	۳۰۹	فاتحہ کا شکر ہونا علامت و ہدایت	"	علمائے دین کو گالی دینا کفر ہے۔
"	شوہر اسلام قبول کرے اور عورت	"	وہابی اگر تائب ہو جائے تو قابل	۳۰۱	نفل روزے کیلئے شوہر کی
{ ۳۱۶	مشرکہ ہو تو کیا حکم ہے؟	"	نفرت نہیں۔	"	اجازت درکار ہے۔
"	کفر کو پسند کرنا اور زنا نہ ہونے	"	معصیت سے توبہ کرنیوالے کے	"	عدم ایمان کا اقرار کفر ہے
{ ۳۱۷	کی خواہش کرنا کفر ہے۔	"	یہاں کھانا باعث الزام نہیں۔	"	عالم دین کی توبہ میں کرنے کا حکم
۳۱۸	خدا کو رام کہنا کیسا ہے؟	۳۱۱	حضور کے علم کو جانوروں کے علم	۳۰۲	حضور اقدس آخری نبی ہیں۔
		"	سے تشبیہ دینے والے کا حکم	۳۰۴	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
{ ۴۲۱	کسی ایک ضرورت دینی کا انکار کفر ہے۔	{ ۴۲۲	”خدا کے یہاں انصاف نہیں ہے۔“	۴۱۸	اندرمیاں کہنا کیسا ہے؟
۴۲۲	قادیانی دہابی اور روافض کا فریب	۴۲۲	یہ کلمہ کفر ہے۔	{	قسم کھائی کہ فلاں کام کریگا
۴۲۳	تناسخ باطل ہے۔	۴۲۲	کفر کو اسلام پر ترجیح دینے والا	”	تو کافر ہوگا کیا حکم ہے؟
۴۲۴	عالم کو قدیم ماننا کفر ہے۔	۴۲۲	کافر ہے۔	۴۱۹	دو شعر سے متعلق حکم ۵
۴۲۴	قیامت کے بعد مرنے نہیں۔	۴۲۲	کفر کا عزم کرنا والا کافر ہو جاتا ہے	{ ۴۲۰	کیا مسلمان ہونے کے لئے
۴۲۵	بار بار قیامت ہونے کا قول باطل	۴۲۳	حضور کو مخلوق نہ ماننا کفر ہے	”	اقرار باللسان شرط ہے؟
{ ۴۲۵	نجاست حکیمہ کے زائل کرنے کو	۴۲۳	قرآن کو حضور کی صفت کہنا	۴۲۱	حضور کو کنہیا کہنے کا حکم۔
{ ۴۲۶	ضروری نہ سمجھنا کیسا ہے؟	”	کیسا ہے؟	”	دو شعر سے متعلق حکم۔
”	ہندو اوتار کا کیا مطلب ہے؟	”	قرآن کے معجزہ رسول بنے ہوئے	۴۲۲	خدا کا بھتیجہ ماننے والے کا حکم
{ ۴۲۷	احتیاط الظہر پڑھنے سے جمعہ	”	قرآن کو حضور کا کلام کہنا کفر ہے	”	ابن سعود اور اس کے متبعین و بانی
{ ۴۲۷	باطل نہیں ہوتا۔	۴۲۳	حضور کو قرآن سے افضل کہنا	۴۲۳	نجدیوں کی ہلاکت کی دعا جائز ہے
”	گائے کا گوشت نجاست غلیظ ہے	۴۲۳	کیسا ہے؟	۴۲۳	خدا کو لاشی کہنے والے کا حکم۔
{ ۴۲۷	کلمہ طیبہ کے پڑھنے کو کفر کہنا	۴۲۳	مسلمان کو مسجد میں آنے سے	۴۲۴	مولوی عابد خٹہ پوری و بانی ہے
”	کیسا ہے؟	”	روکنا کیسا ہے؟	”	مولانا شاہ حفیظ الدین صحیح العقیدہ
{ ۴۲۷	غیر خدا کے نام پر چھوڑے ہوئے	”	علم غیب سے متعلق فتاویٰ	”	ہیں۔
{ ۴۲۷	جانور کا حکم۔	۴۲۸	قاضی خان کی ایک عبارت کی	۴۲۸	سہارن پوری فتوے کا رد
”	صحت جمعہ کی شرط امام ہونا	۴۲۸	وضاحت کا سوال۔ اور مصنف	{ ۴۲۹	تارک نماز و روزہ فاسق ہے
”	بھی ہے۔	۴۲۸	علیہ الرحمۃ کا تحقیقی جواب۔	”	کافر نہیں (مع حاشیہ)
{ ۴۲۸	نعتیہ اشعار پڑھنے کو حرام کہنا شریعت	۴۲۹	قرآن مجید کو زمین پر پٹکنے کا حکم	”	مشرک سے وطی جائز نہیں
”	پر اقرار ہے۔	”	کیا محض کلمہ گوئی مومن بنے کیلئے کافی	”	ملوک کتابیہ سے وطی کا حکم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۱	مولوی غنیمت حسین دیوبندی کو اپنا امام بنایو والا وہابی ہے۔	۲۴۲	مشاجرات صحابہ کو کتابوں میں لکھنا کیسا ہے؟	۲۴۸	اب رسول کی ہمیں ضرورت نہیں؟
۲۴۲	دہابیت کیسا تھا متہم شخص کی جانچ کا طریقہ	۲۴۵	دیوبندی مولوی کو علماء رحقانی کہنے والے کا حکم۔	۲۵۰	کہنا کیسا ہے؟
۲۴۵	ایک جدید استفتار اور جواب	۲۴۸	اسماعیل دہلوی اور اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا ماننے والے کا حکم	۲۵۱	انبیاء کرام اپنے متوسلین کی انت کرتے ہیں۔
۲۴۸	دیوبندیوں کی سنوں کی طرح اختلاف رکھنے والے کا حکم۔	۲۴۹	نوحہ اہل دین حرام ہے۔	۲۵۲	روافض کی قسمیں
۲۴۹	حضور غوث پاک کے بیان ولادت کے وقت قیام کرنا کیسا ہے؟	۲۵۰	شہداء و کربلا کی خود ساختہ تربتوں کے ساتھ نوحہ کرنا کیسا ہے؟	۲۵۳	دارھی منڈاتے وقت کلا سوف اٹھ
۲۵۰	اسلام پیش کرنے کو برا بتایو والا کا حکم	۲۵۱	ایک شخص سے کہا گیا کہ تم اکابرین دیوبند کو کافر کہو اسکے جواب میں اس نے کہا	۲۵۴	پڑھنا کیسا ہے؟
۲۵۱	نومسلم کو بھنگی کہنا کیسا ہے؟	۲۵۲	ہمارا وہی طریقہ ہے جو اہلسنت کا ہے	۲۵۵	بغیر اسلام نجات ماننے والا کافر؟
۲۵۲	اسلام کی درخواست کرنیوالے کافر کو نماز چھوڑ کر اسلام کی تلقین کرنے کا حکم	۲۵۳	اور سب کو علماء اہلسنت کافر کہتے ہوں	۲۵۶	علماء کی توہین کرنیوالے اور فقہی کتابوں کو گڑھنت بتانے والے کا حکم
۲۵۳	امام ابوحنیفہ کے مقلد کے علاوہ کو کو اہل سنت سے خارج بتانا کیسا ہے؟	۲۵۴	اسکو میں بھی کافر کہتا ہوں میں کسی خاص شخص کو نامزد کر کے کافر نہیں کہوں گا تو کیا حکم ہے؟	۲۵۷	معصیت کرنیوالے کو اچھا بتانا کیسا ہے؟
۲۵۴	درود شریف کے فرض واجب اور مستحب ہونے کا ذکر	۲۵۵	خاندانہ کا طویل استفتار اور سکا جواب	۲۵۸	والدین کی اطاعت واجب ہے
۲۵۵	خاندانہ کا طویل استفتار اور سکا جواب	۲۵۶	والدین کی اطاعت میں خطو شرعی کا ارتکاب کرنا پڑے تو اطاعت جائز نہیں	۲۵۹	والدین اگر علم حاصل کرنے سے روکیں اولاد پر کیا کرے؟
۲۵۶	خاندانہ کا طویل استفتار اور سکا جواب	۲۵۷	کسی پر جھوٹی تہمت لگانا کیسا ہے؟	۲۶۰	تقویۃ الایمان کا ماننے والا وہابی
۲۵۷	خاندانہ کا طویل استفتار اور سکا جواب	۲۵۸	مشاجرات صحابہ میں کف لسان کا کیا مطلب؟	۲۶۱	مشاجرات صحابہ میں کف لسان کا کیا مطلب؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱۷	حق العبد نہ معاف کرنے کی سزا۔	۲۹۲	حضور کو خاکان و مایکون کا علم حاصل ہے۔	۲۹۲	حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنا کیسا ہے؟
۵۱۹	ایک آیت کی توضیح۔	۲۹۵	قرآن کے نہ ماننے والے کو کافر نہ کہنا کیسا ہے؟	۲۹۵	قبل فتح مکہ اسلام لانے والے صحابہ بعد والوں سے افضل ہیں۔
۵۲۰	وہابی کے پیچھے نماز کو جائز کہنے والے کا حکم	۲۹۶	مکروہ تحریمی کا فعل گناہ ہے	۲۹۶	جس کے نزدیک عقیدہ کوئی چیز نہ ہو گمراہ ہے
۵۲۲	”میں خدا ہوں“ کہنے والا کافر ہے	۲۹۷	گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا بالافاسق	۲۹۷	حضرت وحشی کو دوسری جگہ جانے کا حکم کس لئے تھا۔
۵۲۳	مسلمان کیلئے علم غیب نہ ماننا کیسا ہے؟	۲۹۸	مسلم لیگ میں شرکت کو کفر کہنا کیسا ہے؟	۲۹۸	حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے۔
۵۲۴	علم غیب کی قسمیں	۲۹۹	حضرت معاویہ کو داعی الی النار کہنا کیسا ہے؟	۲۹۹	المجتہد قد یخطئ، حدیث نہیں ہے
۵۲۵	سید آل رسول ہیں۔	۵۰۲	لزوم کفر اور التزام کفر کا معنی۔	۵۰۲	شرابی وزانی کو سردار بنانا ناجائز
۵۲۶	ماں باپ کو ایذا دینے والے کا حکم	۵۰۴	حضرت علی کے خاندان کو مشرک سے کم بتانا خارجیت ہے۔	۵۰۴	حضور اقدس سے متعلق ایک خواب اور اشرف علی کے جواب کا رد
۵۲۸	”ہم ہندو ہیں“ کہنے والے کا حکم	۵۱۲	عوام کو علماء سے بدظن کرنا سخت گناہ ہے	۵۰۷	جھوٹا الزام قائم کرنا کیسا ہے؟
۵۲۹	میں مسلمان نہیں ہوں کہنے والے کا حکم	۵۱۵	اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی امامت کو نہ ماننے والے کو کافر کہنا کیسا ہے؟	۵۰۸	قابل امامت کے پیچھے نماز سے روکنا تفریق جماعت ہے۔
۵۲۹	خدا ایک نہیں ہے کہنے والا کافر و مرتد ہے۔	۵۱۷	اسلام کا استعمال حقیقتاً کہا ہوگا	۵۰۹	کافر اور دشمن کی شہادت قابل رد ہے
۵۲۹	مولوی کی مخالفت خدا و رسول کی مخالفت ہے یا نہیں۔	۵۱۷	کسی کی بیوی سے زنا کرنا حرام	۵۱۷	غیر خدا کو قدیم بتانے کا حکم
		۵۱۷	حق اللہ و حق العبد دونوں میں گرفتار ہے۔	۵۱۷	”لا تقربا هذه الشجرة کی وضاحت
				۵۱۷	ماں باپ کو مارنے والے کا حکم۔
				۵۱۷	علم ذاتی خاصہ الوہیت ہے
				۵۱۷	حضور کے علم کو ذاتی کہنا کیسا ہے؟

